سنن ابی داود
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الجزء الثامن

الدُّرُّ المَنضُود
علىٰ
سُنَنِ أَبي داود

کتاب الفتن
تا آخر کتاب
(باب فی الرجل یسبّ الدّهر)

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور
تلمیذِ رشید
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الجزء الثامن

الدُّرُّ المنضود

علیٰ

سُنَنِ أبي داود

کتاب الفتن تا آخر کتاب (باب فی الرجل یسبّ الدّهر)

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذِ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

جدید ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق مکتبۃ الشیخ کراچی محفوظ ہیں

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
أحادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن

نام کتاب	:	الدر المنضود علی سنن أبي داؤد ﴿الجزء الثامن﴾
افادات درسیہ	:	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
ترجمہ	:	مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)
تخریج و ترتیب جدید	:	اراکین الخبیب اکیڈمی معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ 200 7 235 – 0321
ناشر	:	مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵
اشاعت طبع جدید	:	ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر 2016ء

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ
دکان نمبر-19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
0312-5740900, 0321-2098691

مکتبہ زکریا
دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سوبراج ہسپتال، اُردو بازار، کراچی۔
021-32621095, 0312-2438530

قدیمی کتب خانہ، کراچی	دار الاشاعت، اُردو بازار، کراچی	نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
کتب خانہ اشرفیہ، اُردو بازار، کراچی	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی	مکتبہ انعامیہ، اُردو بازار، کراچی
اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی	مکتبہ ندوہ، اُردو بازار، کراچی	مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
مکتبۃ العلوم، بنوری ٹاؤن، کراچی	مکتبہ رحمانیہ، لاہور	زم زم پبلشرز، اُردو بازار، کراچی
مکتبہ قاسمیہ، لاہور	مکتبہ حرمین، لاہور	المیزان، لاہور
مکتبہ حقانیہ، ملتان	ادارہ تالیفات، ملتان	مکتبہ امدادیہ، ملتان
مکتبۃ العارفی، فیصل آباد	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ	مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی
سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک	مکتبہ علمیہ، پشاور	ادارہ اسلامیات، لاہور

﴿ ہر دینی کتب خانہ پر دستیاب ہے ﴾

فہرست مضامین

مفتی محمد جمال الدین رحمانی غفرلہ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فہرستِ مضامین	3	ترجمۃ الباب کی شرح اور اسمیں اختلاف مسالک	43
كتاب الفتن والملاحم	19	ایک اور اشکال اور اس کا جواب	44
الإشاعة لأشراط الساعة کا ذکر	19	فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ طَارَ قَلْبِي مَطَارَهُ	47
باب ذكر الفتن ودلائلها	21	كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ	
ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ، دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ		الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ؟	50
مِنْ أَهْلِ بَيْتِي إلخ	24	وقعۃ الحرہ	51
حدیث کی شرح	24	باب في كف اللسان	53
حضرت سہارنپوریؒ کی اس کے بارے میں رائے	25	سَتَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ	
فتنۃ الدھیماء اور اس کا مصداق	26	اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ	54
چنگیز خان کا فتنہ	26	حدیث کی شرح	54
وَكَانَ قَتَادَةُ يَضَعُهُ عَلَى الرِّدَّةِ الَّتِي فِي زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ	31	باب ما يرخص فيه من البداوة في الفتنة	55
وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ الحديث	35	عزلت اور اختلاط کے درمیان تفضیل ایہما افضل	56
وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ	37	باب في النهي عن القتال في الفتنة	56
وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ	39	باب في تعظيم قتل المؤمن	57
وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ	39	وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ اور	
تَدُورُ رَحَى الْإِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، أَوْ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ		اس میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک	59
حدیث کی شرح	41	باب ما يرجى في القتل	63
يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ	43	أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ	
باب النهي عن السعي في الفتنة	43	فِي الْآخِرَةِ الحديث	64

مضمون	صفحہ
كتاب المهدي	65
باب الملاحم اور اس میں اختلاف نسخ	65
لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمُ	
اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً	66
الكلام على شرح الحديث وبيان معانيه	67
علامات قیامت کا بیان	70
علاماتِ قیامت کی تقسیم	70
علامہ سیوطی کا رسالہ العرف الوردی فی اخبار المہدی	71
خروجِ مہدی یقینی امر ہے	72
امام مہدی کے بارے میں مودودی صاحب کا نظریہ	73
خروج مہدی کیسے اور کب ہو گا؟	75
مدت خلافت مہدی	76
كتاب الملاحم	80
باب ما يذكر في قرن المائة	80
حدیث تجدید دین پر کلام اور اس کی شرح	80
مجددین کا شمار و تعیین (در حاشیہ)	81
اس حدیث کا مرتبہ من حیث الثبوت والصحۃ	83
باب ما يذكر من ملاحم الروم	83
مضمون حدیث	84
باب في أمارات الملاحم	85
باب في تواتر الملاحم	86

مضمون	صفحہ
باب في تداعي الأمم على الإسلام	87
باب في المعقل من الملاحم	89
باب ارتفاع الفتنة في الملاحم	90
باب في النهي عن تهييج الترك والحبشة	91
باب في قتال الترك	92
قوله: تَسُوقُونَهُمْ ثَلَاثَ مِرَارٍ حَتَّى تُلْحِقُوهُمْ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ حدیث الباب اور مسند احمد کی روایت میں تخالف	94
باب في ذكر البصرة	95
طویل حدیث کی شرح	96
مسجد العشار کا ذکر اور عبادات بدنیہ کے وصول ثواب کی دلیل	98
باب النهي عن تهييج الحبشة	99
باب أمارات الساعة	100
حدیث کی شرح اور علامات قیامت کے درمیان ترتیب	102
دابۃ الارض اور دخان کی تفسیر	103
باب في حسر الفرات عن كنز	105
باب خروج الدجال	106
دجال کے بارے میں کیا کیا تحقیقات مطلوب ہیں؟	106

مضمون	صفحہ
مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ شرح	109
حدیث میں شراح اور حضرت گنگوہی کی رائے	109
إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ، أَفْحَجُ دجال کے خلقی اوصاف	111
طافیہ اور طائفہ کی تحقیق	112
حضرت عیسیٰؑ کے محل نزول میں اختلاف روایات	114
باب في خبر الجساسة	117
حدیث الباب کا مضمون اور مسیح دجال کا وجود ایک جزیرہ میں	119
دجال کا محل خروج اور وقت خروج	121
باب في خبر ابن صائد	124
رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَحْلِفُ بِاللهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ کیا دجال اور ابن صائد ایک ہی ہیں؟	124
لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ دَجَّالُونَ	129
باب الأمر والنهي	129
آپ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی وکمال ہمدردی	131
تبلیغ کی اہمیت اور اس کا وجوب	132
كَيْفَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: {عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ}	134
وہ کون سا وقت ہے جس میں ترک تبلیغ مضر نہیں؟	135
أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ	136
کیا غیر صحابی، صحابی سے افضل ہو سکتا ہے؟	136
باب قيام الساعة	139
أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ الحدیث اور اس کی شرح	140
کتاب الحدود	143
باب الحكم فيمن ارتد	143
وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي	149
كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ	151
باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ	153
باب ما جاء في المحاربة	156
حدیث العرنیین کی شرح	158
إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ الآية	160
قطاع الطریق کی عقوبت اور اس میں اختلاف علماء بالتفصیل	161
عرنیین کے ساتھ جو مثلہ وغیرہ کیا گیا اس کی توجیہ وجوابات	164
قول ابن عباس نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْمُشْرِكِينَ إلخ آية المحاربة کی تفسیر عند الجمہور	165
حضرت ابن عباسؓ کی رائے کی تشریح	166
باب في الحد يشفع فيه	167

مضمون	صفحہ
أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ الحديث	170
باب العفو عن الحدود ما لم تبلغ السلطان	171
باب في الستر على أهل الحدود	171
باب في صاحب الحد يجيء فيقر	172
قوله: وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا: ارْجُمُوهُ	
تحقيقٌ نفيسٌ واجب التنبيه	174
باب في التلقين في الحد	175
حدود صرف زواجر ہیں یا کفارات بھی؟	176
باب في الرجل يعترف بحد ولا يسميه	177
باب في الامتحان بالضرب	177
باب ما يقطع فيه السارق	179
باب ما لا قطع فيه	182
قوله: لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ	183
أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ: مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ	184
باب القطع في الخلسة والخيانة	185
قال ابوداؤد کی تشریح	186
باب من سرق من حرز	187
عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ	188
باب في القطع في العارية إذا جحدت	189
باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا	191
معتوہ اور مجنون کا حکم طلاق وغیرہ میں والاختلاف فیہ	195
باب في الغلام يصيب الحد	196
باب في الرجل يسرق في الغزو أيقطع؟	197
دار الحرب میں حد جاری کی جائے یا نہیں؟	198
باب في قطع النباش	199
باب في السارق يسرق مرارا	200
حديث الباب ائمہ اربعہ کے خلاف ہے اس کے جوابات	201
باب في تعليق يد السارق في عنقه	203
باب في بيع المملوك إذا سرق	204
باب في الرجم	204
احصان کن صفات کے مجموعہ کا نام ہے؟	206
رجم کے ثبوت میں بعض فرق کا اختلاف	208
ثبوتِ زنا کے اسباب	211
باب رجم ماعز بن مالك رضي الله عنه	211
صلاة علی ماعز میں اختلافِ روایات	216
اقرار بالزنا کیلئے صریح الفاظ ضروری ہیں	221
قوله: فَجُلِدَ الْحَدَّ، ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصَنٌ، فَأَمَرَ بِهِ	229
ترجمۃ حدیث پر اشکال اور اس کا جواب	229
باب المرأة التي أمر النبي صلى الله عليه وسلم برجمها من جهينة	229
قوله: فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللهِ، اقْضِ بَيْنَنَا	236

مضمون	صفحہ
بِكِتَابِ اللهِ، وَقَالَ الْآخَرُ وَكَانَ أَفْقَهَهُمَا الخ	
حدیث کی شرح	236
باب في رجم اليهوديين	237
رجم کا بدل یہود نے جو اپنی طرف سے تجویز کیا	241
رجم کیلئے احصان یہود کے یہاں شرط تھا یا نہیں؟	
(حاشیہ)	244
الحكم بين أهل الذمة اور اس میں اختلاف علماء	246
باب في الرجل يزني بحريمه	247
باب في الرجل يزني بجارية امرأته	250
باب فيمن عمل عمل قوم لوط	253
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ	
عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو اور اس مقام کی تشریح	254
باب فيمن أتى بهيمة	255
باب إذا أقر الرجل بالزنا، ولم تقر المرأة	256
اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ کی تحقیق	257
باب في الرجل يصيب من المرأة دون الجماع الخ	258
باب في الأمة تزني ولم تحصن	260
شرح الحديث من حيث الفقه	261
باب في إقامة الحد على المريض	263
باب في حد القذف	266
حديث الافك	267
باب الحد في الخمر	268
وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا	275
باب إذا تتابع في شرب الخمر	275
قتل شارب فی الرابعۃ کے نسخ کی بحث	275
باب في إقامة الحد في المسجد	282
باب في التعزير	283
تعزیر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب کی تحقیق	284
باب في ضرب الوجه في الحد	285
کن کن جرائم میں شریعت میں حد ثابت ہے؟	285
كتاب الديات	287
دیت کی تعریف	287
باب النفس بالنفس	288
باب لا يؤخذ أحد بجريرة أخيه أو أبيه	290
قَالَ لِأَبِي: ابْنُكَ هَذَا؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ	290
باب الإمام يأمر بالعفو في الدم	291
قتل عمد میں بجائے قصاص کے دیت لینے کا حق	292
محلم بن جثامۃ اللیثی کا واقعہ	300
باب ولي العمد يرضى بالدية	303
باب من يقتل بعد أخذ الدية	305
باب فيمن سقى رجلا سما أو أطعمه الخ	306
آپ ﷺ کو لحم مسموم کھلانے کا قصہ	308

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
باب من قتل عبده أو مثل به أيقاد منه	313	باب ديات الأعضاء	354
شراح کی مشہور توجیہ کہ یہ حدیث تغلیظ و تشدید پر		اعضاء کی دیت کا قاعدہ وضابطہ	357
محمول ہے اس کا صحیح مطلب	314	قتل عمد کی دیت کا مسئلہ اور اسکی تحقیق	361
باب القتل بالقسامة	316	باب دية الجنين	363
قسامت کے متعلق مباحث اربعہ	316	ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ	
قسامت کے بارے میں امام بخاریؒ کا مسلک	317	الخ حدیث کی شرح اور اس پر اشکال وجواب	369
باب في ترك القود بالقسامة	327	باب في دية المكاتب	372
باب يقاد من القاتل	330	حدیث الباب کی توجیہ عن المحدث الگنگوہیؒ	373
حدیث الباب میں تین فقہی اختلافی مسائل	332	باب في دية الذمي	374
باب أيقاد المسلم بالكافر	334	باب في الرجل يقاتل الرجل فيدفعه عن نفسه	376
ذمی کا قصاص مسلم سے اور اس میں حنفیہ کی دلیل	335	باب فيمن تطبب بغير علم فأعنت	378
باب في من وجد مع أهله رجلا أيقتله؟	335	باب في دية الخطإ شبه العمد	379
باب العامل يصاب على يديه خطأ	337	باب في جناية العبد يكون للفقراء	380
باب القود بغير حديد	339	مسئلہ مترجم بہا اور حدیث ہر ایک کی تشریح	380
باب القود من الضربة، وقص الأمير من نفسه	340	باب فيمن قتل في عميا بين قوم	382
باب عفو النساء عن الدم	341	باب في الدابة تنفح برجلها	382
باب من قتل في عميا بين قوم	342	باب العجماء، والمعدن، والبئر جبار	383
باب الدية كم هي؟	344	باب في النار تعدى	384
قتل کے اقسام اور ان کی تعریفات	344	باب القصاص من السن	385
دیۃ الخطا میں حنفیہ وحنابلہ کی دلیل	348	كتاب السنة	387
باب في دية الخطإ شبه العمد	349	بيان غرض المصنف من هذا الباب أي الكتاب	387

مضمون	صفحہ
تعریف البدعة	388
بدعت کے اقسام خمسہ	389
باب شرح السنة	389
وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً	390
باب النهي عن الجدال واتباع المتشابه من القرآن	393
باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم	395
باب ترك السلام على أهل الأهواء	397
باب النهي عن الجدال في القرآن	398
باب في لزوم السنة	398
لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ إلخ	399
باب لزوم السنة	402
الاصل في الأشياء الإباحة	403
حضرت معاذ بن جبلؓ کے نصائح کی تشریح	404
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مکتوب کی تشریح	408
حضرت حسن بصریؒ سے مختلف سوالات اور ان کے جوابات	412
باب في التفضيل	418
غرض المصنف بالترجمة	418
مسلسلات نامی کتاب کا تعارف	419
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ایک مکاشفہ	419
باب في الخلفاء	421

مضمون	صفحہ
إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ الحديث	422
أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا اور اسکی تشریح	424
قَالَ رَجُلٌ أَنَا رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ	425
أُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	427
يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ	427
شرح الحديث واختلافِ روایات	428
سَيَأْتِي مَلِكٌ مِنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ يَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا	431
سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ مَثَلَ عُثْمَانَ عِنْدَ اللَّهِ إلخ	432
خلفاء راشدین کی مدت خلافت	438
لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا	440
اس روایت کی تشریح اور تحقیق	440
عشرہ مبشرہ والی روایات	441
لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... غُبِّرَ عُمُرَ نُوحٍ	444
اثْبُتْ أُحُدُ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ	445
فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: وَهَلْ تَجِدُنِي فِي الْكِتَابِ؟... قَالَ: أَجِدُكَ قَرْنًا	447
حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کا حضرت عثمانؓ کے	

مضمون	صفحہ
پاس محاصرہ کے وقت جانا	448
باب في فضل أصحاب رسول الله ﷺ	449
خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ الحديث اور اس کی تشریح وتنقیح	449
ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ... وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ	453
باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ	454
صحابۂ کرام کی فضیلت وإن کلهم عدول	455
حضرت سلمان فارسیؓ کی حضرت حذیفہؓ کو ایک خاص نوع کی تنبیہ	456
باب في استخلاف أبي بكر رضي الله عنه	457
باب ما يدل على ترك الكلام في الفتنة	459
إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ اللهُ بِهِ	460
قول حذيفة: إِنِّي لَأَعْرِفُ رَجُلًا لَا تَضُرُّهُ الْفِتَنُ	462
تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إلخ	463
باب في التخيير بين الأنبياء عليهم الصلاة والسلام	463
لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى	464
قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى وفيه فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي	465
حدیث میں صعقہ سے کونسا صعقہ مراد ہے؟	466
انبیاء اولوا العزم کا مصداق	467
أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ الحديث	467

مضمون	صفحہ
أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ الحديث	469
باب في رد الإرجاء	470
بَيْنَ الْعَبْدِ، وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ	472
باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه	472
ایمان کی حقیقت میں اہل السنہ اور فرق باطلہ کا اختلاف	472
کیا امام اعظمؒ کا اس مسئلہ میں جمہور علماء سے اختلاف ہے؟	473
مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَلَا دِينٍ	475
لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ	479
أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ	480
لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ إلخ	481
باب في القدر	483
الفرق بين القضاء والقدر	484
الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ	485
كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ	
فتنۂ انکار تقدیر کا آغاز	490
حدیث جبرئیل کی تشریح	491
اسلام کا اطلاق صرف دین محمدی پر	495
لَبَّيْنَا لَهُ دُكَّانًا	497
إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ اور اس بارے میں	

مضمون	صفحہ
مختلف روایات	500
اِحْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى الحديث	501
وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ الآية اور اسکی تفسیر	505
آیت کریمہ سے متعلق دس سوالات وجوابات	506
الْغُلَامُ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا	507
إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا	509
باب في ذراري المشركين	511
قَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ»	511
اطفال مشرکین کے بارے میں علماء کے اقوال	512
أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ	514
كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ اور اس کی شرح	514
الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُودَةُ فِي النَّارِ	517
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی ہیں اور اس میں اختلافِ علماء	518
اہل فترت کا حکم اور اس کے بارے میں اختلاف بین الاشعریہ والماتریدیہ	520
إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ	521
باب في الجهمية	522
حدیث الاوعال کی شرح اور اس کی سند پر کلام	526
حدیث الاطیط کا مضمون اور اسکا درجہ من حیث الثبوت	528
باب في الرؤية	533
رویۃ باری تعالیٰ فی الدنیا وفی المعراج	534
إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ	536
باب في الرد على الجهمية	537
يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا الحديث	538
باب في القرآن	539
باری تعالیٰ کیلئے صفت کلام کے ثبوت میں معتزلہ کا اختلاف	539
مسئلہ خلق قرآن	540
كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ إلخ	541
حدیث الافک کا ایک ٹکڑا	542
اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے غیر مخلوق ہونے پر امام بیہقیؒ کا استدلال	543
إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ، سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً الحديث	544
اس حدیث کی شرح	544
باب في الشفاعة	545
شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي	546
شفاعت کے اقسام	546
إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ	547
کیا جنت میں جماع اور اولاد ہوگی؟	547

مضمون	صفحہ
باب في ذكر البعث والصور	548
كُلَّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُ الْأَرْضُ، إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ	549
انبیاء کی طرح وہ حضرات جن کے جسم کو مٹی نہیں کھائے گی	549
باب في خلق الجنة والنار	550
عذابِ جہنم کی ابدیت اور فناء نار کا قول	552
باب في الحوض	552
نعماء دنیا کی حقیقت صرف نام ہے، ان کی اصل حقیقت جنت میں ہے	555
حوض کے بارے میں ابوبرزہ کی حدیث	556
کیا یہ حدیث سنداً ثلاثی ہے؟	558
باب في المسألة في القبر وعذاب القبر	558
برادرم حکیم محمد اسرائیل مرحوم کی وفات (حاشیہ)	559
إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ	561
مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟	561
قبر میں سوال وجواب سے متعلق طویل حدیث کی مفصل شرح	561
قبر میں سوال وجواب سے متعلق بعض علمی فوائد	566
باب في ذكر الميزان	569
حدیث عائشة أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا اور حدیث انس کے درمیان تعارض اور اس کا دفعیہ	571
باب في الدجال	571
باب في قتل الخوارج	573
باب في قتال الخوارج	577
عَنْ عَبِيدَةَ، أَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ	577
رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ إلخ	579
مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: «التَّحْلِيقُ»	582
جنگ نہروان کا قصہ	585
باب في قتال اللصوص	588
آخر كتاب السنة	589
ایک طویل قال ابوداؤد کی شرح	589
كتاب الأدب	592
موضوع کتاب اور اس کی غرض	592
باب في الحلم وأخلاق النبي ﷺ	592
حسن خلق کی تعریف	593
احادیث الباب کا مضمون	595
باب في الوقار	597
باب من كظم غيظا	597
باب ما يقال عند الغضب	599
باب في التجاوز في الأمر	601
باب في حسن العشرة	602

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ	604	الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا الحديث	629
سلم علوی میں نسبت کی تحقیق	604	اس حدیث کی تشریح روایات کی روشنی میں	630
الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ الحديث	604	باب في كراهية المراء	630
فاسق معلن کی غیبت کا حکم	606	باب الهدي في الكلام	632
باب في الحياء	607	كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلَّهِ فَهُوَ أَجْذَمُ	633
حیاء کی تعریف	607	باب في الخطبة	634
باب في حسن الخلق	610	باب في تنزيل الناس منازلهم	634
کیا آدمی کے اخلاق وعادات کی تبدیلی ممکن ہے (درحاشیہ)	610	باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير إذنهما	636
باب في كراهية الرفعة في الأمور	613	باب في جلوس الرجل	636
باب في كراهية التمادح	614	باب في الجلسة المكروهة	637
باب في الرفق	616	باب النهي عن السمر بعد العشاء	638
باب في شكر المعروف	618	باب في الرجل يجلس متربعا	638
باب في الجلوس في الطرقات	620	باب في التناجي	639
باب في سعة المجلس	621	باب إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع	640
باب في الجلوس بين الظل والشمس	622	باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله	641
باب في التحلق	623	باب في كفارة المجلس	642
باب في الجلوس وسط الحلقة	624	باب في رفع الحديث من المجلس	643
باب في الرجل يقوم للرجل من مجلسه	625	ترمذی شریف کے ایک ترجمۃ الباب کی تشریح	644
باب من يؤمر أن يجالس	626	باب في الحذر من الناس	644
		أَخُوكَ الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ (ضرب المثل)	646
		لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ	647

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
باب في هدي الرجل	647	باب في الحسد	674
باب في الرجل يضع إحدى رجليه على الأخرى	648	باب في اللعن	677
باب في نقل الحديث	650	باب فيمن دعا على من ظلمه	679
باب في القتات	651	باب فيمن يهجر أخاه المسلم	680
باب في ذي الوجهين	652	باب في الظن	684
باب في الغيبة	653	باب في النصيحة والحياطة	685
مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً اور اس کی شرح	657	باب في إصلاح ذات البين	686
مَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ اور اسکی شرح	657	باب في النهي عن الغناء	688
باب من رد عن مسلم غيبة	658	باب كراهية الغناء والزمر	690
باب من ليست له غيبة	660	باب في الحكم في المخنثين	692
باب ما جاء في الرجل يحل الرجل قد اغتابه	661	باب في اللعب بالبنات	693
أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَمْضَمٍ؟	661	باب في الأرجوحة	695
باب في النهي عن التجسس	662	باب في النهي عن اللعب بالنرد	697
باب في الستر على المسلم	663	باب في اللعب بالحمام	698
باب المؤاخاة	665	باب في الرحمة	699
باب المستبان	665	الحديث المسلسل بالأولية	699
باب في التواضع	666	إِذَا قَرَأْتَهُ عَلَيَّ فَقُلْ حَدَّثَكَ بِهِ تحدیث اور اخبار میں عدم فرق	700
تواضع کی تعریف	666		
باب في الانتصار	667	باب في النصيحة	701
باب في النهي عن سب الموتى	671	وہ خصلت جو تمام دین کا خلاصہ ہے	701
باب في النهي عن البغي	672	باب في المعونة للمسلم	703

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
باب في تغيير الأسماء	704	باب في العدة	738
باب في تغيير الاسم القبيح	707	باب في المتشبع بما لم يعط	739
باب في الألقاب	713	باب ما جاء في المزاح	740
باب فيمن يتكنى بأبي عيسى	714	باب من يأخذ الشيء على المزاح	743
باب في الرجل يقول لابن غيره يا بني	715	باب ما جاء في المتشدق في الكلام	745
باب في الرجل يتكنى بأبي القاسم	716	باب ما جاء في الشعر	747
باب من رأى أن لا يجمع بينهما	718	باب ما جاء في الرؤيا	752
باب في الرخصة في الجمع بينهما	718	الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ، مَا لَمْ تُعَبَّرْ	757
باب ما جاء في الرجل يتكنى وليس له ولد	719	مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ	759
باب في المرأة تكنى	720	باب ما جاء في التثاؤب	762
باب في المعاريض	721	باب في العطاس	763
باب في قول الرجل: زعموا	722	باب ما جاء في تشميت العاطس	764
باب في الرجل يقول في خطبته: أما بعد	723	باب كم مرة يشمت العاطس	766
باب في الكرم وحفظ المنطق	723	باب كيف يشمت الذمي	768
باب لا يقول المملوك ربي وربتي	724	باب فيمن يعطس ولا يحمد الله	769
باب لا يقال خبثت نفسي	726	أبواب النوم	771
بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ	728	باب في الرجل ينبطح على بطنه	771
باب في صلاة العتمة	730	باب في النوم على سطح غير محجر	773
باب ما روي في الرخصة في ذلك	732	باب في النوم على طهارة	773
باب في التشديد في الكذب	733	فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا	774
باب في حسن الظن	736	باب كيف يتوجه	776

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شرح الحدیث اور آدابِ نوم کی تحقیق	776	باب في الهوى	832
باب ما يقال عند النوم	777	باب في الشفاعة	833
باب ما يقول الرجل إذا تعار من الليل	785	باب فيمن يبدأ بنفسه في الكتاب	834
سنن ابو داؤد شریف کا آخری یعنی بتیسواں پارہ	786	باب كيف يكتب إلى الذمي	835
باب في التسبيح عند النوم	786	باب في بر الوالدين	836
باب ما يقول إذا أصبح	790	باب في فضل من عال يتيما	841
باب ما يقول الرجل إذا رأى الهلال	808	باب في من ضم اليتيم	843
باب ما يقول إذا خرج من بيته	809	باب في حق الجوار	843
باب ما يقول الرجل إذا دخل بيته	810	باب في حق المملوك	846
باب ما يقول إذا هاجت الريح	811	باب ما جاء في المملوك إذا نصح	853
باب ما جاء في المطر	813	ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ الحديث	854
باب ما جاء في الديك والبهائم	814	باب فيمن خبب مملوكا على مولاه	854
باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه	816	باب في الاستئذان	854
باب في الرجل يستعيذ من الرجل	818	باب كيف الاستئذان	857
باب في رد الوسوسة	819	باب كم مرة يسلم الرجل في الاستئذان	860
باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه	821	ثوب مزعفر و مورّس کا استعمال اور اس میں	
باب في التفاخر بالأحساب	825	مذاہب ائمہ	866
باب في العصبية	826	باب الرجل يستأذن بالدق	866
باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه	829	باب في الرجل يدعى أيكون ذلك إذنه	868
باب في المشورة	831	باب الاستئذان في العورات الثلاث	869
باب في الدال على الخير	831		

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
أبواب السلام	872	باب في قبلة الجسد	895
باب في إفشاء السلام	872	باب في قبلة الرجل	896
باب كيف السلام؟	873	وفد عبد القیس کی آمد وقوله: فيك خصلتين	
هَكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ سلام میں ومغفرته کی زیادتی	874	يُحِبُّهُمَا الله إلخ	896
باب في فضل من بدأ السلام	875	باب في الرجل يقول: جعلني الله فداك	897
باب من أولى بالسلام؟	875	باب في الرجل يقول: أنعم الله بك عينا	898
باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلم عليه؟	876	باب في الرجل يقول: للرجل حفظك الله	899
باب في السلام على الصبيان	878	باب في قيام الرجل للرجل	900
باب في السلام على النساء	878	باب في الرجل يقول: فلان يقرئك السلام	901
باب في السلام على أهل الذمة	879	باب في الرجل ينادي الرجل فيقول: لبيك	902
باب في السلام إذا قام من المجلس	881	باب في الرجل يقول للرجل أضحك الله سنك	904
باب كراهية أن يقول: عليك السلام	882	باب ما جاء في البناء	905
باب ما جاء في رد الواحد عن الجماعة	882	قوله: فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ: «مَا هَذِهِ؟»	907
باب في المصافحة	883	باب في اتخاذ الغرف	907
باب في المعانقة	886	باب في قطع السدر	908
کیا صحیح بخاری میں معانقہ کی حدیث ہے؟	888	باب في إماطة الأذى عن الطريق	910
باب ما جاء في القيام	889	لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ	913
باب في قبلة الرجل ولده	891	باب في قتل الحيات	913
باب في قبلة ما بين العينين	892	باب في قتل الأوزاغ	921
باب في قبلة الخد	893	باب في قتل الذر	923
باب في قبلة اليد	894	نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: النَّمْلَةُ.	

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وَالنَّحْلَةُ، وَالْهُدْهُدُ، وَالصُّرَدُ	925	باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق	931
باب في قتل الضفدع	927	باب في الرجل يسب الدهر	932
باب في الحذف	928	حديث قدسی کی تعریف والفرق بينه وبين القرآن	934
باب ما جاء في الختان	929	براعة الإختتام	935
في ختانه صلى الله عليه وسلم ثلاثة أقوال	931		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں اور جنگوں کے بیان میں

اس کتاب کی ماقبل سے مناسبت غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہے ایک لطیف مناسبت یہ ہو سکتی ہے کہ لباس میں پردہ پوشی پائی جاتی ہے اور اسکے بالمقابل فتن میں پردہ دری ہوتی ہے آپس کا اختلاف اور دوسروں کی عیب جوئی وبے عزتی فهما ضدان، اور ضدین کا آپس میں ربط ظاہر ہے اس لئے کہ وہ وجود ذہنی کے اعتبار سے متلازم ہوتی ہے اور چاہے یہ کہہ لیجئے کہ خود بعض لباس ایسے ہوتے ہیں جو موجب فتنہ ہوتے ہیں جیسے مستورات کا لباس فاخرہ میں گھر سے باہر نکلنا، ونحو ذلك اذا النكات بعد الوقوع۔

الفتن جمع فتنة كمحن ومحنة لفظًا ومعنًا، وبمعنى الاختبار والامتحان والضلال، والاثم، واذابة الذهب والفضة، ويطلق على المال والاولاد، اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ الآية [1]، وبمعنى اختلاف الآراء۔ والملاحم جمع ملحمة، وهي بمعنى المعركة وموضع الحرب یعنی میدانِ جنگ الواقعه العظیمة یعنی بڑی قسم کی لڑائی۔

علم حدیث کے ابواب ثمانیہ: اس کتاب کے مقدمہ میں یہ مضمون گزرا ہے کہ علم حدیث کے مضامین ابواب ثمانیہ میں منحصر ہیں:

① عقائد ② احکام ③ تفسیر ④ تاریخ
⑤ رقاق ⑥ مناقب ⑦ آداب ⑧ فتن

اور یہ کہ حضرات محدثین نے ان ابواب ثمانیہ میں سے ہر مضمون پر الگ الگ مستقل تصنیفات بھی لکھی ہیں، اور پھر ہر ایک کی کچھ مثالیں بھی لکھی گئی ہیں وہاں یہ گزرا ہے کہ احادیث الفتن کا نام علم الفتن رکھا جاتا ہے اس میں بھی متعدد تصنیفات ہیں ایک طویل اور قدیم تصنیف اس میں نعیم بن حماد کی ہے اور اشراط الساعہ یعنی علامات قیامت کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ظاہر ہے کہ وہ بھی اسی علم الفتن میں شمار ہونگی جیسے "الإشاعة لأشراط الساعة" سید شریف محمد البرزنجی کی، اور "الإذاعة" نواب صدیق حسن بھوپالی کی، اور شاہ رفیع الدین صاحب کی کتاب "علامات قیامت" کے نام سے اردو میں اور اسی

[1] بیشک تمہارے مال اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں (سورۃ الانفال ۲۸)

طرح حافظ ابن کثیر کی تاریخ کی بڑی جامع مانع معروف ومشہور کتاب "البداية والنهاية" میں تو تاریخ عالم مذکور ہے جو گیارہ جلدوں میں ہے، اور "النهاية" جس کی دو جلدیں ہیں اس میں یہی فتن وملاحم اور علامات قیامت کے مضامین ہیں۔

اختلاف نسخ کا بیان اس کے بعد جاننا چاہیے کہ یہاں پر کتاب کے نسخے مختلف ہیں، ہمارے نسخہ میں تو اسی طرح ہے جو اوپر لکھا، اور اکثر نسخوں میں یہاں پر صرف "كتاب الفتن" مذکور ہے اور کتاب الفتن کے ختم ہونے کے بعد جو آٹھ دس صفحات میں ہے ان نسخوں میں "اول كتاب المهدى" آرہا ہے اور پھر اس کا پہلا باب "باب الملاحم" ہے اور ہمارے موجودہ نسخہ میں کتاب الفتن کے ختم پر آخر كتاب الفتن "باب الملاحم" آرہا ہے، اور اسی میں ایک باب "باب في ذكر المهدى" ہے جس میں امام مہدی سے متعلق چند روایتیں ہیں اور اس کے بعد پھر اول كتاب الملاحم شروع ہو رہا ہے، ہمارے اس موجودہ نسخہ کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں پر صرف "كتاب الفتن" ہو کیونکہ "كتاب الملاحم" آگے مستقل آرہی ہے۔

کتاب الفتن کی احادیث میں یہ چیز قابل تحقیق ہوتی ہے کہ یہ کس فتنہ کی طرف اشارہ ہے، اس کا مصداق کیا ہے آیا وہ گزر چکا یا آئندہ آئے گا، چنانچہ شراح اس پر کلام اور رائے زنی فرماتے ہیں بذل المجهود میں حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بعض فتن کی تعیین اپنی رائے اور قیاس سے فرمائی ہے۔

نیز کتاب الفتن کی احادیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ قیامت تک پیش آنے والے فتن میں جتنے بڑے بڑے فتنے ہیں ان سب کا علم آپ ﷺ کو عطا کیا گیا تھا لیکن ان فتن کے وقوع کا زمانہ اور تاریخ متعین طور پر اس کا علم آپ ﷺ کو بھی نہ تھا چنانچہ بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ سے فرمایا کہ جب یہ بات پیش آئے گی تو تم لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا، تم اس وقت کیا کروگے، صحابہ نے عرض کیا کہ جو آپ ﷺ فرماویں ویسا کریں گے، لیکن اس [1] صحابی کے زمانہ حیات میں وہ بات اور فتنہ پیش نہیں آیا، اس کی نظیریں کتاب میں موجود ہیں جو سامنے آجائیں گی۔

"الاشاعة لأشراط الساعة" جس کا ذکر اوپر آیا ہے جو اس موضوع پر ایک جامع تصنیف ہے جس کی حضرت شیخ بھی تعریف فرماتے تھے اور آپ کے زیر مطالعہ بھی رہتی تھی، اپنی بعض تصانیف میں حضرت نے اس کے حوالے بھی دیئے ہیں، حضرت شیخ کے اس پر اہم حواشی اور تعلیقات بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت کی خواہش تھی کہ وہ طبع ہو جائیں تو بہتر ہے عزیز گرامی قدر مولانا حبیب اللہ مظاہری سلمہٗ نے اس کتاب کو مع ان حواشی کے چند سال قبل طبع کرا دیا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس مطبوعہ کتاب کے اخیر میں اس کتاب کا **تکملہ** اور ذیل جو حضرت شیخ کے حواشی ہی کا ایک حصہ ہے وہ "ذيل الاشاعت فى الفتن الباقيه" کے نام سے موجودہ مطبوعہ نسخہ میں شامل کر دیا گیا ہے جس میں حضرت شیخ نے بعض فتن کی تعیین

---

[1] وفيه انه كثيرا مايذكر لفظا الخطاب ويراد به العموم اى **كل** من يصح معه الخطاب دون المخاطب المخصوص فحينئذ لا يحتاج الى هذا القول اى عدم علمه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالتاريخ ١٢ عن بعض الافاضل.

میں جو محدثین کی مختلف آراء ہیں خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ کی "حجة الله البالغة" وغیرہ کتب میں ان کو اشارۃً بطور حوالہ کے ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ بَابُ ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلَائِلِهَا

فتنوں اور ان کے دلائل کا بیان

٤٢٤٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: «قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَمَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَهُ، حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ، قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابُهُ هَؤُلَاءِ، وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ، فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ، ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے درمیان وعظ و نصیحت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک پیش آنے والی تمام چیزیں بیان فرمائیں (یعنی اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روز قیامت تک رونما ہونے والے تمام فتنوں کو بیان فرمایا،بذل)۔ جس شخص نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اس بات کو محفوظ رکھا اس نے محفوظ رکھا اور جس شخص نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا اور بے شک میرے ان اصحاب نے اسے جانا پہچانا ہے اور جب واقعات میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو مجھے اس طرح یاد آجاتا ہے جس طرح کوئی شخص کسی شخص کے چہرہ کی شناخت کرتا ہو اور وہ شخص غائب ہو جائے پھر (اس کو) دیکھے تو اس کی شناخت کر لیتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - القدر (٦٢٣٠) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٩١) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٤٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٩/٥)

شرح الحديث **حضرت امام بخاری ومسلم وغیرہما نے کتاب الفتن کی ابتداء کیسے فرمائی:** حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الفتن کی ابتداء اس باب سے کی ہے: باب ما جاء في قول الله تعالى {وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً[1]} . وما كان النبي صلى الله عليه وسلم يحذر من الفتن، اور اسکے بعد پھر وہ حدیث الحوض ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے: لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي، فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ[2] .

اور امام مسلمؒ نے "كتاب الفتن وأشراط الساعة" میں سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[1] اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر (سورۃ الأنفال ٢٥)

[2] صحيح البخاري - كتاب الفتن - باب ما جاء في قول الله تعالى {واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة} ٦٦٤٣

اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ» الحديث ❶.

اور امام ترمذیؒ نے کتاب الفتن کے شروع میں يَوْمَ الدَّارِ والی حدیث ذکر فرمائی ہے یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا تو انہوں نے مکان کی چھت پر چڑھ کر بلوائیوں کی طرف رخ کر کے انکو سمجھانے کیلئے چند حدیثیں سنائی تھیں ❷۔

مضمونِ حدیث: امام ابو داودؒ نے کتاب الفتن کے شروع میں حضرت حذیفہؓ جن کے بارے میں مشہور ہے صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، ان کی یہ مذکورہ بالا حدیث ذکر کی ہے جس میں کلی طور پر حضور ﷺ نے قیامت تک پیش آنے والے فتن کو تفصیلاً بیان فرمایا تھا، ان کا حوالہ ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو جتنے قیامت تک پیش آنے والے واقعات اور فتن تھے ان کو آپ ﷺ نے اس خطبہ میں بیان فرمادیا، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بعض کو وہ فتنے یاد ہیں اور بعض ان کو بھول گئے، پھر وہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ساری باتیں مستحضر تو مجھ کو بھی نہیں اور میں ان کو بھولا بھی نہیں خزانۂ حفظ میں محفوظ ہیں، جب ان چیزوں میں سے کوئی چیز پیش آتی ہے تو مجھے بھی وہ یاد آجاتی ہے (کہ ہاں آپ ﷺ نے ایک بات یہ بھی فرمائی تھی) جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو پہچانتا ہو اور پھر وہ متعارف شخص کہیں چلا جائے، غائب ہو جائے اور اس کی صورت شکل آدمی کے ذہن سے نکل بھی جائے لیکن پھر جب ایک مدت کے بعد وہ اس کو دیکھتا ہے تو پہچان جاتا ہے کہ ہاں یہ فلاں شخص ہے۔

مصنف نے اس حدیث کو اس کے بعد دوسرے طریق سے بھی ذکر کیا ہے اور اس میں یہ زیادتی ہے «وَاللهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ، إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا، يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ، وَاسْمِ أَبِيهِ، وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ» ❸ یعنی قیامت تک جتنی تحریکیں پائی جائیں گی تو ان تمام تحریکوں کے قائدین کے نام ان کے باپ اور قبیلہ کا نام بشرطیکہ اس قائد کے ساتھ چلنے والوں کی تعداد کم سے کم تین سو نفر ہو، آپ ﷺ نے ہم سب کے سامنے وہ بیان فرمادیئے، وَاللهِ مَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَصْحَابِي، أَمْ تَنَاسَوْا؟ یعنی واللہ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے ساتھی ان قائدین کے نام بھول گئے فی الواقع یا کسی مصلحت سے اپنا نسیان ظاہر کرتے ہیں، یعنی اظہار میں فتنہ سمجھ کر، والحدیث اخرجه البخاری ومسلم، قاله المنذری۔

---

❶ صحیح مسلم - کتاب الفتن وأشراط الساعة - باب اقتراب الفتن وفتح ردم یأجوج ومأجوج ٢٨٨٠

❷ جامع الترمذی - کتاب الفتن - باب ما جاء لا یحل دم امرئ مسلم إلا بإحدی ثلاث ٢١٥٨

❸ سنن أبي داود - کتاب الفتن والملاحم - باب ذکر الفتن ودلائلها ٤٢٤٣

۴۲۴۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَرْبَعُ فِتَنٍ فِي آخِرِهَا الْفَنَاءُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس امت میں چار بڑے فتنے رونما ہوں گے پھر ان کے بعد فنا ہے (یعنی اس کے بعد قیامت آجائے گی اور سب کچھ فنا ہو جائے گا، یا یہ مطلب ہے کہ اس آخری فتنہ کے بعد کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ بذل)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس امت میں چار فتنے پائے جائیں گے، ان میں سے آخری فتنہ پر دنیا فنا ہو جائے گی، یعنی بڑے فتنے چار ہوں گے، اور فنا سے مراد یا تو دنیا کی فنا ہے یا امت اجابت کی فنا کہ ان کے بعد کوئی مسلم باقی نہ رہے گا[1]۔

۴۲۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عُتْبَةَ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ، فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتَّى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: "هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ، ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ، دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنِّي، وَلَيْسَ مِنِّي، وَإِنَّمَا أَوْلِيَائِي الْمُتَّقُونَ، ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ، ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ، لَا تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً، فَإِذَا قِيلَ: انْقَضَتْ، تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، حَتَّى يَصِيرَ النَّاسُ إِلَى فُسْطَاطَيْنِ، فُسْطَاطِ إِيمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيهِ، وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا إِيمَانَ فِيهِ، فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ، مِنْ يَوْمِهِ، أَوْ مِنْ غَدِهِ".

ترجمہ: یحییٰ بن عثمان، ابو مغیرہ، عبد اللہ بن سالم، عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں تذکرہ فرمایا اور اس کی بڑی تفصیل ارشاد فرمائی۔ یہاں تک کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان میں احلاس کے فتنے کا تذکرہ فرمایا تو اس سلسلہ میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! احلاس کا فتنہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو فرار ہونا اور لوگوں کے مال و جان اور عزت و آبرو میں لوٹ مار کرنا ہے۔ پھر سراء کا فتنہ ہے جس کا دھواں ایسے شخص کے پاؤں کے نیچے سے نکلے گا جو کہ میرے اہل خاندان سے ہو گا نسبتاً حقیقت یہ ہے کہ وہ میرے اہل خانہ سے نہیں ہو گا کیونکہ میرے اولیاء وہ لوگ ہیں جو کہ پرہیز گار ہیں پھر ایسے شخص پر اتفاق کر لیں گے (یعنی ایسے شخص سے بیعت کر لیں گے) جس کے سرین ایک پسلی پر (جو کسی طریقہ سے اس پر جم نہیں سکتا کیونکہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۱۳۲

پسلی باریک ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنے ناقص علم اور کم فہم کی وجہ سے امیر بننے کا اہل نہ ہوگا بذل) اس کے بعد دھیماء کا فتنہ ہوگا وہ اس امت میں کسی شخص کو بغیر طمانچہ مارے ہوئے نہیں چھوڑے گا پھر جب لوگ بولیں گے اب فتنہ ختم ہوگیا تو وہ فتنہ اور بڑھ جائے گا جس میں (ایسا حال ہو جائے گا کہ) انسان صبح کے وقت مؤمن ہوگا تو شام کے وقت کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگ دو خیموں کی طرف اکٹھا ہوں گے (دو فرقوں میں بٹ جائیں گے) ایک خیمہ اہل ایمان کا ہوگا جس میں کوئی منافق شخص نہیں ہوگا اور دوسرا خیمہ منافق لوگوں کا ہوگا جس میں کوئی ایماندار شخص نہ ہوگا تو جب اس قسم کا فتنہ (پیدا) ہو تو اس دن یا اسکے دوسرے دن سے دجال کے منتظر رہو۔

تخریج سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٤٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٣/٢)

شرح الحدیث یہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے جس میں بڑے بڑے تین فتن شمار کرائے گئے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں فتن کا ذکر کیا، بہت سے فتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائے یہاں تک کہ آپ نے ان فتنوں کا بھی ذکر کیا، (جن کو آگے راوی بیان کر رہا ہے) فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ، ایک سائل نے سوال کیا: یارسول اللہ! فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **بھاگ** دوڑ اور لوٹ مار، هَرَبٌ اور حَرَبٌ دونوں کو فتحتین کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے، هَرَبٌ یعنی بعض کا بعض سے بھاگنا عداوت کی وجہ سے، اور حَرَبٌ یعنی ناحق دوسرے کا مال اور اولاد قبضہ لینا۔

فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ کا مصداق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ کی یہ تفسیر فرمائی، احلاس حلس کی جمع ہے وہ بوریا یا ٹاٹ جو قالین وغیرہ کے نیچے زمین پر بچھا ہوا ہوتا ہے جو مدت تک بچھا رہتا ہے، اوپر والی چادر تو بدلتی رہتی ہے، اس میں گویا اشارہ ہے اس فتنہ کے طویل اور مدید ہونے کی طرف، اس کے بارے میں حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے: والذي أظن أنها فتنة حدثت في آخر خلافة عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه، وثارت بين المسلمين حتى تمادت، وبقيت إلى زمن خلافة معاوية رضي الله عنه، واتفاق الناس عليه بعد صلح الإمام حسن بن علي رضي الله تعالى عنهما [1]، یعنی اس سے غالباً مقتل سیدنا عثمانؓ کا فتنہ مراد ہے، حضرت عثمانؓ کی آخر خلافت میں جو شر انگیزوں نے شر کھڑا کیا مصر کے بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کے بعض انتظامات پر اعتراضات یہاں تک کہ انکے خلاف محاذ قائم کر لیا، اور ان لوگوں نے مدینہ منورہ میں انکے مکان کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انکے قتل اور شہادت کی نوبت آگئی، اور پھر اس پر مرتب ہونے والے دوسرے فتنے جنگ جمل اور صفین، یہاں تک کہ حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح پر مسئلہ طے ہو کر سکون ہوا۔

اس کے بعد دوسرا فتنہ جو اس حدیث میں مذکور ہے اس کو فِتْنَةُ السَّرَّاءِ سے تعبیر کیا گیا ہے، علامہ سندیؒ فرماتے ہیں السراء النعماء، اي فتنة سببها سرور الناس بكثرة النعم، اولانها تسر الاعداء لوقوع الخلل في المسلمين، یعنی وہ فتنہ جس کا سبب

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٣٣

وقوع کثرت فتوحات اور مال دولت کی کثرت، اور لوگوں کا سرور اور عیش کی زندگی میں مست ہونا، اور یا اس کو سراء اسلئے کہا گیا کہ مسلمانوں میں خلل اور نقص واقع ہونے کی وجہ سے انکے اعداء کے سرور کا سبب ہوگا۔

دَخَنُهَا یعنی اس فتنہ کی ابتداء اور اشتعال ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا جسکو دعویٰ ہوگا اہل بیت سے ہونے کا، حالانکہ حقیقۃً وہ مجھ سے نہ ہوگا، یعنی اپنے کردار اور احوال کے اعتبار سے گو نسباً مجھ سے ہو، کیونکہ میرے گھر والے اور میرے دوست تو دراصل وہ لوگ ہوں گے جو متقی ہوں، پھر اس شخص کے دور میں لوگ (اس کو ہٹاکر) صلح کرلیں گے ایک نااہل پر جس کی نااہلی کو آپ نے اس تشبیہ سے سمجھایا کَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ۔ یعنی جیسے سرین کو رکھ دیا جائے (یعنی وزنی شئ کو) پسلی کی ہڈی پر، ظاہر ہے کہ جب پسلی کو کھڑا کرکے اس پر کوئی وزنی شئ رکھی جائے گی تو اس سے اسکا تحمل نہ ہوگا اور وہ لچکتی رہے گی۔

فِتْنَةُ السَّرَّاءِ کے بارے میں حضرت سہارنپوری کی رائے: اب یہ کہ اس سے کس خاص فتنہ کی طرف اشارہ ہے؟ اس کے بارے میں حضرت سہارنپوریؒ کی رائے جس کو حضرت نے "بذل المجھود" میں تحریر فرمایا ہے یہ ہے کہ اس سے شریف حسین کا فتنہ مراد ہے جو رمضان ۱۳۳٤ھ میں مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا، یعنی جس زمانہ میں حجاز میں ترکوں کی حکومت تھی تو اس وقت مکہ مکرمہ کا امیر شریف حسین تھا اس کے ساتھ انگریزوں نے ساز باز کرلی لاکھوں اشرفیاں رشوت کی اس کو دیکر ترکوں کے خلاف اس کو بغاوت پر آمادہ کرلیا، چنانچہ اس نے بدوؤں کو لالچ دیکر ترکی فوج جو مکہ مکرمہ میں مقیم تھی ان کو ان بدوؤں کے ذریعہ مرواڈالا اور اپنی خود مختاری کا اعلان کرکے حکومت کرنے لگا اور اپنے آپ کو ملک الحجاز کہنے لگا، اس کی یہ حکومت تقریباً دس سال تک رہی اور اس کے دور میں بدامنی چلتی رہی، پھر اس کے بعد حسین کے بیٹے علی پر مصالحت ہوگئی لیکن اس سے نظام حکومت چل نہ سکا۔ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ، اس پر صادق آیا (بذل [1]) اس وقت میں جب یہ فتنہ شروع ہوا حضرت سہارنپوری حجاز ہی میں تشریف فرما تھے، تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ حضرت سہارنپوریؒ نے ملتزم شریف پر تین دعائیں کی تھیں ایک یہ کہ یہاں حجاز میں امن قائم ہوجائے، دوسری یہ کہ میری یہ تصنیف "بذل المجھود" پوری ہوجائے، تیسری یہ کہ مجھے مدینہ پاک کی مٹی نصیب ہوجائے، یعنی وہاں کی وفات، چنانچہ بذل المجھود کی مدینہ منورہ میں تکمیل بھی ہوئی اور حضرت کی حیات میں حجاز میں امن بھی قائم ہوگیا، حضرت فرماتے تھے کہ تیسری دعا کے قبول ہونے کی اللہ تعالیٰ سے توقع ہے، چنانچہ حضرت کی تیسری دعا بھی بحمد اللہ تعالیٰ مقبول ہوئی اور مدینہ پاک میں وفات پاکر بقیع میں قبۂ اہل بیت کے بالکل قریب چند قدموں کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔

پھر اس کے بعد حدیث میں تیسرا فتنہ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ کے نام سے مذکور ہے دهيماء تصغیر ہے دهماء کی بمعنی السوداء یعنی سیاہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٣٤-١٣٥

تاریک فتنہ، اور تصغیر اس میں تعظیم کیلئے ہے اور کہا گیا ہے کہ مذمت کیلئے ہے، جس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمارہے ہیں، لَاتَدَعُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ کہ یہ فتنہ اس امت کے افراد میں سے کسی فرد کو نہ چھوڑے گا بغیر طمانچہ مارے، یعنی ہر شخص اس کے ضرر سے متاثر ہو گا، اس فتنہ کے دوران بعض دنوں میں کسی قدر سکون دیکھ کر بعض کہنے والے کہیں گے، انْقَضَتْ کہ بس اب تو ختم ہو گیا لیکن پھر ایک دم اٹھ کھڑا ہو گا، اور یہی سلسلہ چلتا رہے گا، لوگوں کے احوال میں بہت سرعت کے ساتھ انقلاب ہوتا رہے گا، صبح کو اگر ایک شخص مسلمان ہے اور ایمان کی حالت میں اس نے صبح کی ہے تو وہی شخص شام کرے گا اس حال میں کہ کافر ہو چکا ہو گا، مومن ہونے سے مراد اپنے مسلمان بھائی کے ناحق قتل کو حرام سمجھنا ہے، اور کفر سے مراد اس کے قتل کو حلال سمجھنا ہے، لوگوں کے احوال میں اختلاف اور تغیر پیدا ہوتے ہوتے یہ صورت پیش آجائیگی کہ لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک فرقہ ایمان والوں کا خالص بغیر نفاق کے اور ایک فرقہ خالص نفاق کا جس میں ایمان کا شائبہ نہ ہو گا، اس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمارہے ہیں کہ جب احوال یہاں تک پہنچ جائیں تو پھر اسی دن یا اس سے اگلے دن خروج دجال کا انتظار کرنا چاہیے۔

فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ کا مصداق: اس فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ کے بارے میں حضرت شیخ ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ نے اس فتنہ کو چنگیز خان کے فتنہ پر محمول کیا ہے چنگیز خان کا فتنہ تاریخ میں بہت مشہور ہے تاریخ کی طرف رجوع کیا جائے [1] اور حضرت سہارنپوری ؒ نے بذل میں اس فتنہ کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ فتنہ ظہور مہدی سے کچھ پہلے پایا

---

[1] **چنگیز خان کا فتنہ:۔** تاریخ کی ایک کتاب سے ہم تھوڑا سا نقل کرتے ہیں: محمد خوارزم شاہ کے زمانہ میں منگولیا سے چین تک ایک شخص چنگیز خان (۱۲۰۶ء تا ۱۲۲۷ء) نے ایک زبردست حکومت قائم کرلی تھی اور چین بھی فتح کرلیا تھا، یہ منگولوں کی حکومت تھی جو منگولیا کے رہنے والے تھے، یہ منگول کافر بڑے وحشی اجڈ اور خونخوار تھے چنگیز خان اچھے اچھے کپڑوں کا شوقین تھا، اور یہ کپڑے چونکہ اسلامی دنیا میں بنتے تھے اسلئے اس نے ایک مرتبہ کچھ تاجروں کو خوارزم بھیجا، محمد خوارزم شاہ نے انکو جاسوس سمجھ کر قتل کرادیا، اس پر چنگیز خان کو بڑا غصہ آیا بات تھی بھی غصہ کی، تاجروں کو بغیر کسی گناہ کے قتل کردینا کوئی انصاف کی بات نہیں چنگیز خان نے اسکا جواب طلب کیا لیکن خوارزم شاہ نے اسکے قاصد کو بھی قتل کردیا، بس اب کیا تھا چنگیز خان وحشی منگولوں کی زبردست فوج لیکر چڑھ آیا اور خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ کردیا، اسطرح خوارزم شاہ کی وجہ سے اسلامی دنیا کو بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑا خوارزم شاہ ایسا ظلم نہ کرتا تو وحشی منگول حملہ نہ کرتے، اسکی ذرا سی غلطی سے لاکھوں انسانوں کو نقصان پہنچا لیکن سب سے بری بات یہ ہوئی کہ محمد خوارزم شاہ نے چنگیز خان سے چھیڑ تو شروع کردی لیکن اس نے جب حملہ کیا تو ایک جگہ بھی میدان جنگ میں آکر اسکا مقابلہ نہیں کیا وہ ایسا خوفزدہ ہوا کہ کہیں بھی مقابلہ نہیں کیا، چنگیز شہر پہ شہر فتح کرتا جاتا اور وہ آگے آگے بھاگتا جاتا تھا، یہاں تک کہ بحر خضر کے ایک جزیرہ آبسکوں میں جاکر پناہ لی، اور وہیں ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء میں انتقال کیا، محمد خوارزم کے بعد اسکے لڑکے جلال الدین خوارزم شاہ نے جو بڑا بہادر تھا مقابلہ کرنے کی کوشش کی وہ کئی سال تک منگولوں سے لڑتا رہا لیکن کامیاب وہ بھی نہ ہو سکا، منگولوں کا یہ حملہ بہت بڑی تباہی لایا سمرقند بخارا خوارزم بلخ نیشاپور سے غرض اسلامی دنیا کے وہ تمام شہر جو وسط ایشیا اور ایران میں تھے انہوں نے برباد کردیئے، لوگوں کا قتل عام کیا شہروں میں آگ لگادی، شہروں کی عمارتیں جلادیں اور دیکھتے دیکھتے اسلامی دنیا کا ایک بڑا حصہ ویران اور خاکستر کردیا، مسجدیں، کتب خانے اور مدرسے سب برباد کردیئے گئے، بخارا اور سمرقند جن کی آبادی کا اندازہ دس دس لاکھ تک کیا جاتا ہے بالکل تباہ کردیئے گئے، خوارزم میں قتل عام کے بعد منگولوں نے دریائے جیحون کا بند توڑ دیا جس سے پورا شہر پانی میں ڈوب گیا، چنگیز خان خوارزم شاہ کی سلطنت کو تباہ کرکے اور رے ہمدان اور آذربائیجان تک تمام شہروں کو تباہ کر کے

جائے گا اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے نزول تک چلتا رہے گا [1] اھ یعنی پھر وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جن کے ساتھ امام مہدی بھی شامل ہوں گے دجال کا تعاقب کریں گے یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالیں گے، حضرت نے جو تحریر فرمایا ہے اس فتنہ کے وقوع کے بارے میں کہ وہ اخیر زمانہ میں ہوگا اس کی طرف اس حدیث کے اس لفظ سے اشارہ مل رہا ہے فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ، مِنْ يَوْمِهِ، أَوْ مِنْ غَدِهِ.

٤٢٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ فَرُّوخَ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنِي ابْنٌ لِقَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَصْحَابِي، أَمْ تَنَاسَوْا؟ «وَاللَّهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ، إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا، يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ، وَاسْمِ أَبِيهِ، وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ».

ترجمہ: حضرت ابن قبیصہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے فرمایا واللہ مجھ کو علم نہیں کیا میرے ساتھیوں نے فراموش کر دیا یا قصداً بھلا بیٹھے (کیونکہ ان باتوں کے ظاہر کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، بذل) واللہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ختم ہونے تک آنے والے ان تمام فتنوں کو بیان فرمادیا جن میں ان فتنوں کے سردار کے ساتھ تین سو یا اس سے زیادہ افراد ہوں اسکے قائد کا نام لے کر بیان فرمایا نیز اس کے باپ اور اسکے قبیلے کا نام بھی بتایا۔

٤٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْكُوفَةَ فِي زَمَنِ فُتِحَتْ تُسْتَرُ، أَجْلُبُ مِنْهَا بِغَالًا، فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا صَدْعٌ مِنَ الرِّجَالِ، وَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ تَعْرِفُ إِذَا رَأَيْتَهُ أَنَّهُ مِنْ رِجَالِ أَهْلِ الْحِجَازِ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَتَجَهَّمَنِي الْقَوْمُ، وَقَالُوا: أَمَا تَعْرِفُ هَذَا؟ هَذَا حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، فَأَحْدَقَهُ الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى الَّذِي تُنْكِرُونَ، إِنِّي قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ هَذَا الْخَيْرَ الَّذِي أَعْطَانَا اللَّهُ، أَيَكُونُ بَعْدَهُ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: «السَّيْفُ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ مَاذَا يَكُونُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ لِلَّهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ، فَأَطِعْهُ، وَإِلَّا فَمُتْ، وَأَنْتَ عَاضٌّ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ»، قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مَعَهُ نَهْرٌ وَنَارٌ، فَمَنْ وَقَعَ فِي نَارِهِ، وَجَبَ أَجْرُهُ، وَحُطَّ وِزْرُهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي نَهْرِهِ، وَجَبَ وِزْرُهُ، وَحُطَّ أَجْرُهُ»، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ هِيَ قِيَامُ السَّاعَةِ».

لیے کے منگولیا واپس چلا گیا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا، لیکن پچاس سال بعد اس کے پوتے ہلاکو خان نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اس نے بغداد پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرلیا جو اس وقت اسلامی دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا (ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ - ج ۱ ص ۳٦٦)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٣٦

ترجمہ: سبیع بن خالد سے روایت ہے میں کوفہ میں اس زمانہ میں آیا کہ جس زمانہ میں شوستر (نامی گاؤں) فتح ہوا تھا (میں) وہاں سے خچر لے کر آیا تھا تو میں مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص (درمیان میں) بیٹھا ہوا ہے کہ جس کو دیکھنے سے تم پہچان لوگے کہ یہ شخص حجاز (عرب) کا باشندہ ہے۔ میں نے لوگوں سے معلوم کیا یہ کون شخص ہے؟ تو یہ بات معلوم کرنے سے لوگ چڑ گئے اور (ناگواری سے) یہ کہنے لگے کیا تم انکو نہیں جانتے یہ حذیفہ بن یمانؓ ہیں آنحضرت ﷺ کے صحابی۔ حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا: لوگ رسول کریم ﷺ سے خیر کے باتیں دریافت کرتے تھے (یعنی فرمانبرداری، عبادت اور بھلائی کی باتیں) اور میں شر (فتنوں) کی باتیں دریافت کرتا تھا تو ان کی طرف لوگوں نے غور سے دیکھا اور وہ ہمہ تن متوجہ ہو گئے انہوں نے فرمایا کہ میں واقف ہوں کہ جس بات کو تم اوپرا سمجھ رہے ہو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو جو خیر (یعنی بھلائی) اور بہتری عطا فرمائی ہے کیا اس کے بعد شر بھی ہو گا؟ جس طرح کہ پہلے تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: پھر اس شر سے محفوظ رہنے کی کیا صورت (تدبیر) ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تلوار (یعنی صدیق اکبرؓ کے زمانے میں مرتدین دین سے منحرف ہونے والوں اور بے دین لوگوں کو تلوار سے قتل کرنا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ ہو پھر وہ شخص تمہاری کمر توڑ ڈالے اور تمہارا مال لوٹ لے گا تم جب بھی (یعنی اس حالت میں بھی) اس کی فرمانبرداری کرو اور اگر کوئی خلیفہ نہ ہو تو (کسی ایک درخت کی جڑ چبا چبا کر زندگی بسر کر لو میں عرض کیا اسکے بعد کیا ہو گا؟ (یعنی کیا پیش آئے گا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر دجال نکلے گا اور اسکے ساتھ نہر بھی ہو گی اور آگ بھی اس کے ساتھ ہو گی جو شخص اس (دجال) کی آگ میں داخل ہو گا تو (عند اللہ) اس کا ثواب ثابت ہو گیا اور اس کے گناہ معاف ہو گئے اور جو شخص (دجال کی فرمانبرداری کر کے) اس کی نہر میں داخل ہوا تو اس کا گناہ قائم ہو گیا اور اسکا ثواب ضائع ہو گیا۔ میں نے عرض کیا (یارسول اللہ!) پھر اسکے بعد کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر قیامت آئے گی۔ (یعنی قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہونگی)

شرح الحدیث: سبیع بن خالد یشکری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں شہر تستر فتح ہوا کوفہ میں آیا وہاں سے خچروں کو لیجانے کیلئے تستر معرب ہے شوستر کا خوزستان کا ایک بڑا شہر ہے خلافت فاروقی میں فتح ہوا جس کے فاتح ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی ایک مسجد میں داخل ہوا تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا اور ان کے بیچ میں ایک شخص بیٹھا تھا جن کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اہل حجاز میں سے ہے میں نے اس مجلس میں پہنچ کر یہ سوال کر لیا کہ یہ کون صاحب ہیں یعنی جن کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہیں لوگوں نے میری طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا تم ان کو نہیں پہچانتے ہو، یہ حذیفہ بن الیمان صحابی رسول ہیں۔

فَقَالَ حُذَيْفَةُ: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، فَأَحْدَقَهُ الْقَوْمُ

بِأَبْصَارِهِمْ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى الَّذِي تُنْكِرُونَ: سبیع کہتے ہیں کہ میں بھی اس مجلس میں شریک ہو گیا (حضرت حذیفہؓ کی باتیں سننے کیلئے تو اس میں میں نے ان سے یہ سنا کہ) دوسرے حضرت اقدس ﷺ سے خیر اور امور خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میری عادت یہ تھی کہ میں آپ ﷺ سے شر کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا یعنی پیش آنے والے فتن کے بارے میں حضرت حذیفہؓ کے اس جملہ پر سب لوگ انکی طرف متوجہ ہو گئے اور سب کی نگاہیں انکی طرف لگ گئیں بطور تعجب کے اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے کچھ تعجب محسوس کر رہا ہوں (تعجب کرو یا کچھ بھی کرو، میرا حال تو یہی تھا اور پھر اسی نوع کی حدیث سنانے لگے)۔

إِنِّي قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ هَذَا الْخَيْرَ الَّذِي أَعْطَانَا اللهُ، أَيَكُونُ بَعْدَهُ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ: کہ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ بتلایئے تو سہی کہ یہ خیر اور بھلائی امن وعافیت وغیرہ جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کی ہے کیا اس کے بعد پھر شر ہو گا جس طرح اس سے پہلے تھا یعنی فسق وفجور اور فتنہ وفساد تو آپ نے فرمایا ہاں ہو گا۔

قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: «السَّيْفُ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ثُمَّ مَاذَا يَكُونُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ لِلّٰهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ، فَأَطِعْهُ، وَإِلَّا فَمُتْ، وَأَنْتَ عَاضٌّ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ»: میں نے دریافت کیا کہ پھر اس فتنہ سے بچنے کی کیا صورت ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تلوار، یعنی قتال بالسیف اور جہاد، میں نے پھر آپ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! پھر کیا ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو صورتیں ہیں اگر اس وقت میں کوئی مسلمانوں کا خلیفہ پایا جاتا ہو تو تم اس کی اطاعت کرتے ہوئے شہر کی زندگی اختیار کرتے رہو چاہے وہ خلیفہ تم پر کتنا ہی ظلم اور زیادتی کرے اور اگر اسکے علاوہ دوسری حالت ہو۔

یعنی دنیا میں مسلمانوں کا کوئی خلیفہ نہ رہے اور مسلسل فتنے پائے جا رہے ہوں تو تم اس حال میں زندگی گذارو کہ شہر کی سکونت ترک کر کے جنگل میں کسی درخت کی جڑ کو مضبوطی سے پکڑ کر وہاں ٹھہر جاؤ، یعنی بجائے فتنہ میں شرکت کے شہر کی سکونت ہی چھوڑ دی جائے جہاں فتنے ہو رہے ہیں اور عزلت نشینی اختیار کر کے صحراء کی سکونت اختیار کر لو اور مرتے دم تک وہیں رہو۔

قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مَعَهُ نَهْرٌ وَنَارٌ، فَمَنْ وَقَعَ فِي نَارِهِ، وَجَبَ أَجْرُهُ، وَحُطَّ وِزْرُهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي نَهْرِهِ، وَجَبَ وِزْرُهُ، وَحُطَّ أَجْرُهُ»: میں نے پوچھا کیا ہو گا آپ ﷺ نے فرمایا پھر دجال نکل آئے گا جس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی ایک پانی کی اور ایک آگ کی یعنی پانی کی نہر اور آگ کی خندق پس اس کی آگ میں گرنے کو اختیار کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ثابت ہو جائے گا اور گناہ معاف ہو جائے گا اور جو اس کے پانی کی نہر کو اختیار کرے گا تو اس کا گناہ ثابت ہو جائے گا اور نیکیاں سب برباد ہو جائیں گی یعنی دجال کا جب خروج ہو گا تو چونکہ وہ اپنی الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور پھر اس کو عجیب عجیب خرق عادت امور دکھلا کر لوگوں کے سامنے ثابت کریگا اور ان کے سامنے یہ بات رکھے گا کہ جو شخص میری الوہیت کو مانے گا تو

اس کیلئے تو پانی کی نہر ہے اور جو نہیں تسلیم کریگا میری خدائی کو تو اس کیلئے یہ آگ کی خندق ہے جس میں اسکو جھونک دوں گا۔
ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم اسکی آگ کو اختیار کر لینا اس لئے کہ جس کو وہ (یعنی دجال اور دوسرے لوگ بھی) آگ سمجھ رہا ہے وہ آگ نہیں بلکہ پانی ہے جسکو وہ پانی سمجھ رہا ہے پانی نہیں بلکہ آگ ہے، فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ، فَمَاءٌ بَارِدٌ وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ، فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ، فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ[1] اور ایک روایت میں ہے فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا أَعْلَمُ بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ مِنْهُ[2] الخ، یعنی دجال کے ساتھ جو چیزیں ہیں حضرت حذیفہؓ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان چیزوں کی حقیقت جتنی میں جانتا ہوں اتنی خود وہ بھی نہیں جانتا۔

قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ هِيَ قِيَامُ السَّاعَةِ»: یعنی خروج دجال اور اس کا کام تمام ہونے کے بعد جو نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ہو گا، پھر قیامت آجائیگی اشراط الساعۃ کی احادیث آگے مستقل آرہی ہیں اس حدیث میں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں حضرت حذیفہؓ آپ سے آئندہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں مسلسل سوال کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مسلسل جواب ارشاد فرماتے رہے اور اس کثرت سوال سے ذرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبیں نہیں ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب باصواب سے مطمئن فرماتے ہی رہے۔ یقیناً یہ چیز بغیر کمال شفقت و ہمدردی کے نہیں ہو سکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ دینکم[3]، حق تعالیٰ شانہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے جزی اللہ سیدنا ومولانا محمد اعنا بما ھو اھلہ۔

٤٢٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قُلْتُ: بَعْدَ السَّيْفِ، قَالَ: «بَقِيَّةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ، وَهُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ» ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ. قَالَ: وَكَانَ قَتَادَةُ يَضَعُهُ عَلَى الرِّدَّةِ الَّتِي فِي زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ، «عَلَى أَقْذَاءٍ» ، يَقُولُ: قَذًى «،» وَهُدْنَةٌ " يَقُولُ: «صُلْحٌ» . «عَلَى دَخَنٍ» عَلَى ضَغَائِنَ ".

ترجمہ: خالد بن خالد یشکری سے یہی حدیث روایت ہے اس روایت میں اس طرح ہے کہ حذیفہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر تلوار کے بعد کیا ہو گا؟ (یعنی کیا پیش آیگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (دنیا میں) انسان رہیں گے لیکن انکے دلوں میں (فتنہ) فساد ہو گا اور دلوں میں کینہ اور دیگر کدورتوں کے باوجود صلح ہو گی اسکے بعد معمر نے آخر تک حدیث کو بیان فرمایا معمر کہتے ہیں قتادہؒ اس تلوار کو اس فتنہ پر محمول فرماتے تھے کہ جو فتنہ صدیق اکبرؓ کے دور میں پیش آیا کہ جب عرب کے کچھ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الأنبياء - باب ما ذكر عن بني إسرائيل ٣٢٦٦
[2] صحيح مسلم - كتاب الفتن وأشراط الساعة - باب ذكر الدجال وصفته ومامعه ٢٩٣٤
[3] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ٨

قبیلے دین سے منحرف ہو گئے تھے اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا (تھا) پھر وہ لوگ تلوار سے تابعدار بنالئے گئے،
عَلٰی أَقْذَاءٍ سے مراد یہ ہے کہ گندگی پر رہیں گے۔ هُدْنَةٌ سے مراد صلح ہے اور دَخَنٍ سے مراد کینہ ہے۔

شرح الحديث: عَنْ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيِّ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ: یہ حدیث مذکور کا دوسرا طریق ہے پہلی سند میں ابو عوانہ عن قتادہ تھا اور اس میں معمر عن قتادہ ہے اور یہ خالد بن خالد وہی سبیع بن خالد ہیں جو پہلی سند میں گزرے نصر بن عاصم کے استاد اس لئے کہ کتب رجال (تقریب وغیرہ) میں ہے کہ سبیع بن خالد کو خالد بن خالد بھی کہا جاتا ہے۔

قَالَ: قُلْتُ: بَعْدَ السَّيْفِ، قَالَ: بَقِيَّةٌ عَلٰی أَقْذَاءٍ، وَهُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ: یعنی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ سیف کے بعد کیا ہوگا؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ جواب مذکور ارشاد فرمایا اور پہلی روایت میں یہ تھا کہ جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا کہ سیف کے بعد کیا ہوگا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا: إِنْ كَانَ لِلّٰهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ الخ اور اس جملہ کا مطلب جو یہاں پر مذکور ہے یہ ہے کہ سیف کے بعد دنیا میں کچھ خیر باقی رہے گی مگر وہ خالص نہ ہوگی خس و خاشاک کے ساتھ ہوگی، یعنی مکدر اور غیر خالص۔

الْأَقْذَاءِ: هو جمع قذى وهو ما يقع في العين والشراب من غبار۔

وَهُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ: یعنی کچھ صلح باقی رہ جائے گی، دخن یعنی ضَغَن، کینہ، یعنی ظاہر میں صلح صفائی سی ہوگی لیکن اندرون میں کینہ ہوگا۔

قَالَ: وَكَانَ قَتَادَةُ يَضَعُهُ عَلَى الرِّدَّةِ الَّتِي فِي زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ: يَضَعُهُ کی ضمیر اس شر کی طرف راجع ہے جو پہلی حدیث میں مذکور تھا اس قول میں کہ أَرَأَيْتَ هٰذَا الْخَيْرَ الَّذِي أَعْطَانَا اللهُ أَيَكُونُ بَعْدَهُ شَرٌّ، راوی کہتا ہے کہ ہمارے استاد قتادہ اس شر کو محمول کرتے تھے اس فتنہ ردہ پر جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا تھا جس کا علاج آپ نے سیف ارشاد فرمایا تھا، چنانچہ صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر سیف ہی کو استعمال فرمایا مگر اس میں یہ اشکال ہوگا کہ حدیث میں یہ ہے جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا کہ سیف کے بعد کیا ہوگا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کچھ تھوڑی سی خیر باقی رہ جائے گی وہ بھی غیر خالص دھندلی سی حالانکہ خلفاء راشدین کا زمانہ خصوصاً حضور شیخین کا وہ تو خالص خیر کا زمانہ تھا؟ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں: ① الاول ان يقال ان هذا بالنسبة الى زمن النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم یعنی تھی تو خالص خیر ہی لیکن حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ کے اعتبار سے ایسی تھی جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا مِنَ التُّرَابِ مِنْ قَبْرِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا[1] کہ ابھی تک ہم نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دفن کر کے مٹی سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں تغیر پایا ② اور یا یہ تاویل کی جائے کہ بُعد کو بُعدیت فصلیہ پر محمول کیا جائے نہ کہ متصلہ پر، یعنی فوراً بعد مراد نہیں ہے، بلکہ کچھ آگے چل کر۔

شرح حدیث میں حضرت گنگوہی کی رائے گرامی: لیکن حضرت گنگوہیؒ کی رائے قتادہ کی رائے کے مقابلہ میں یہ ہے کہ اس شر کو بجائے ردۃ پر محمول کرنے کے قتل عثمانؓ پر محمول کیا جائے اور اس صورت میں سیف سے مراد قاتلین

---

[1] وَمَا نَفَضْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِيَ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا (سنن ابن ماجه - كتاب الجنائز - باب ذكر وفاته صلى الله عليه وسلم ١٦٣١)

عثمانؓ کے ساتھ قتال مراد لیا جائے ❶۔ حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں بھی اس رائے کی تائید فرمائی ہے ❷۔

یَقُولُ: قَذًى: راوی کہہ رہا ہے کہ اقذاء جو اوپر مذکور ہے، بقیۃ علی اقذاء میں یہ قذی کی جمع ہے، اور قذی کہتے ہیں اسی تنکہ وغیرہ کو جو آنکھ میں گر جاتا ہے۔

وَهُدْنَةٌ" يَقُولُ: «صُلْحٌ»: یعنی ہدنہ کے معنی صلح کے ہیں، علی دخن علی ضغائن، یعنی دخن کے معنی ضغینہ کے ہیں یعنی کینہ جس کی جمع ضغائن آتی ہے۔

٤٢٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: أَتَيْنَا الْيَشْكُرِيَّ فِي رَهْطٍ مِنْ بَنِي لَيْثٍ، فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قُلْنَا: بَنُو لَيْثٍ، أَتَيْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ حَدِيثِ حُذَيْفَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «فِتْنَةٌ وَشَرٌّ» . قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: «يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ» ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: «هُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ، وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ، فِيهَا - أَوْ فِيهِمْ -» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ؟ قَالَ: «لَا تَرْجِعُ قُلُوبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ، صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ، فَإِنْ تَمُتْ يَا حُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ» .

ترجمہ: حضرت نصر بن عاصم لیثی سے روایت ہے کہ ہم لوگ قبیلہ بنی لیث کے چند لوگوں کے ہمراہ یشکری کے پاس آئے انہوں نے دریافت کیا کون لوگ ہیں؟ ہم لوگوں نے بتلایا کہ ہم بنی لیث ہیں، ہم آپ ﷺ سے حضرت حذیفہؓ کی روایت معلوم کرنے کیلئے آئے ہیں۔ انہوں نے (شروع سے) حدیث کو بیان کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے یہ بیان کیا حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اسکے بعد برائی بھی ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فتنہ اور برائی ہوگی۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شر کے بعد پھر خیر کا دور بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہؓ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سیکھو (اور سمجھو) اور جو کچھ اسمیں ہے اسکی اتباع کرو آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد خیر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلح ہوگی کینہ سے لبریز دلوں کے ساتھ اور آپس میں رنجشوں کے باوجود بظاہر دونوں فریق متحد اور مجتمع ہونگے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس جملہ الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ کا کیا مفہوم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قوم کے قلب اس کیفیت کی طرف نہیں آئیں گے کہ جس پر پہلے وہ تھے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس قسم کے خیر کے دور کے بعد پھر بھی شر ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اندھا اور بہرہ فتنہ

❶ جس کو اختیار نہیں کیا گیا حالانکہ حل اس کا وہی تھا اس حدیث کی روشنی میں ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن ۱۲۔

❷ بذل المجهود في حل أبي داود— ج ۱۷ ص ۱۴۰

پیدا ہو گا کہ اس میں آگ کے دروازے پر بلانے والے ہوں گے تو اگر حذیفہؓ! تم مرو تو اس حالت میں مرنا کہ تم ایک درخت کی جڑ کو جنگل میں چبا چبا کر کھالو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان لوگوں میں سے کسی کی تابعداری کرو۔

شرح الحديث قَالَ: أَتَيْنَا الْيَشْكُرِيَّ فِي رَهْطٍ مِنْ بَنِي لَيْثٍ: یہ یشکری وہی ہیں جو اوپر آئے یعنی خالد بن خالد۔

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ، صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ: اس طریق میں یہ زیادتی ہے کہ بَقِيَّةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ، وَهُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ کے بعد صحابی نے سوال کیا کہ اس خیر کے بعد پھر شر ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں یہ فرمایا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ الی آخرہ یعنی ایسا فتنہ جو اندھا اور بہرہ ہو گا، فتنہ کی صفت عمیاء اور صماء اشارہ ہے اسکی شدت اور ظلمت کی طرف، کہ وہ فتنہ ایسا ہو گا کہ انسان کو حق نظر نہیں آئے گا کہ وہ کس میں ہے اور اس فتنہ میں پڑنے والے بالکل بہرے ہوں گے نصیحت اور کلمۃ الحق کو نہیں سنیں گے۔

عَلَيْهَا دُعَاةٌ: کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کو جو قائم کرنے والے ہوں گے وہ اوروں کو بھی دعوت دیں گے اس میں شرکت کی حالانکہ وہ دعوت دینے والے جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے یعنی باعتبار انجام کے یعنی لوگوں کو ایسی چیز کی طرف دعوت دینے والے ہوں گے جو انکو جہنم کی طرف لیجانے والی ہو گی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ اے حذیفہؓ یہ وہ زمانہ ہو گا جس میں آدمی کا عُزلت اور گوشہ نشینی کو اختیار کرنا اولیٰ ہو گا بہ نسبت اس کے کہ فتنہ میں شرکت کرنے والوں میں سے کسی ایک گروہ کا اتباع کیا جائے۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٤٢٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ صَخْرِ بْنِ بَدْرٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةً فَاهْرُبْ حَتَّى تَمُوتَ، فَإِنْ تَمُتْ وَأَنْتَ عَاضٌّ» وَقَالَ فِي آخِرِهِ: قَالَ: قُلْتُ: فَمَا يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ؟ قَالَ: «لَوْ أَنَّ رَجُلًا نَتَجَ فَرَسًا، لَمْ تُنْتَجْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ».

ترجمہ حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس زمانہ میں کوئی خلیفہ تمہیں نہ ملے تو تم بھاگ جاؤ یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے اگر تم درخت کو کاٹ کر کھالو تو اس حالت میں تمہیں موت آجائے (تو بہتر ہے) اس روایت کے اخیر میں یہ ہے میں نے عرض کیا: پھر اسکے بعد کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی کا بچہ پیدا کرنا چاہے گا تو وہ گھوڑی بچہ پیدا نہ کر پائے گی کہ قیامت آجائے گی۔

تخریج صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٦٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٤١١) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٧٣) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٤٧) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣٤) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٤٤) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٩٥)

شرح الحديث: وَقَالَ فِي آخِرِهِ: قَالَ: قُلْتُ: فَمَا يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ؟ قَالَ: «لَوْ أَنَّ رَجُلًا نَتَجَ فَرَسًا، لَمْ تُنْتَجْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»: حدیث حذیفہؓ کے اس طریق میں ایک اور زیادتی ہے جو پہلے طرق میں نہ تھی وہ یہ کہ انہوں نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس وقت قیامت اتنی قریب آچکی ہوگی کہ اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی کو بچہ جنوانے کے لئے کھڑا ہوگا تو نہیں جنو سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔

یہ مثال کے طور پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت قیامت اتنی قریب ہو چکی ہوگی کہ جو شخص جس کام میں بھی لگا ہوا ہوگا وہ اسکو پورا نہیں کر سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔

٤٢٤٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ بَايَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ، وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا رَقَبَةَ الْآخَرِ» قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي»، قُلْتُ: هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَفْعَلَ وَنَفْعَلَ، قَالَ: «أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ، وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے امام سے (یا خلیفہ) سے بیعت کی پھر اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور اس (امام) سے قلبی اقرار کیا تو جہاں تک ہو سکے اس امام کی فرمانبرداری کرے اب اگر کوئی دوسرا شخص (اسکی جگہ) امام بن کر اس امام سے جھگڑا کرے تو اسکو قتل کر دو۔ عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمروؓ سے معلوم کیا کیا آپ نے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا بلاشبہ میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا اور میرے قلب نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔ میں عرض کیا یہ تمہارے چچازاد بھائی معاویہؓ ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم فلاں کام کریں اور فلاں کام کریں (تو آپ کیا فرماتے ہیں) عبد اللہؓ نے کہا اس کام میں ان کی فرمانبرداری کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہو اور اس کام میں ان کی فرمانبرداری نہ کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٨٤٤) سنن النسائي - البيعة (٤١٩١) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٤٨) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٥٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦١)

شرح الحدیث: یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی امام سے بیعت کر لی، آگے بیعت کا مفہوم مذکور ہے کہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیا اور اپنے قلب کا ثمرہ اسکو دیا یعنی اخلاص کے ساتھ اس سے بیعت کی تو اب اسکو چاہیے کہ حتی المقدور اس امام کی اطاعت کرے (فی غیر معصیة الله تعالى) پس اگر اس حال میں کوئی دوسرا شخص آکر خلافت کے بارے میں اس امام اول سے جھگڑنے لگے تو اسکی گردن مار دو عبد الرحمن بن عبد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا یہ حدیث تم نے واقعی

حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے کانوں نے یہ حدیث آپ ﷺ سے سنی (اور مزید بر آں) میرے قلب نے اسکو محفوظ بھی رکھا، عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی معاویہؓ ہمیں اس بات کا حکم کرتے ہیں کہ ہم یہ کریں اور وہ کریں یعنی حضرت علیؓ کے ساتھ منازعت اور مقابلہ حالانکہ علیؓ مصداق ہیں مَنْ بَايَعَ إِمَامًا کے اور معاویہؓ مصداق ہیں فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ کے۔

یہ سوال ایسا سنگین تھا کہ جسکا جواب بھی مشکل ہے کہ دونوں طرف صحابی ہیں مگر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی بڑے ہوشیار تھے، تو انہوں نے کوئی فیصلہ والی بات نہیں فرمائی بلکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ، وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، جس کا حاصل یہ ہے کہ معاویہؓ ہوں یا کوئی اور اصولی بات یہ ہے کہ حق بات میں کسی حکم کرنے والے کے حکم کی اطاعت کرنی ہے اور معصیت اور ناحق امر میں عدم اطاعت۔

مشاجرات صحابہ پر حضرت گنگوہی کی تقریر: یہاں پر بذل المجہود[1] میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے بعض مشاجرات صحابہ جیسے حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان اور اسی طرح عبد اللہ بن زبیرؓ اور یزیدؒ کے درمیان، نیز حضرت حسینؓ کے طرز عمل پر ایک مختصر اور جامع بیان ہے جس میں ان اختلافات کے اسباب و مناشی پر خلاصہ کے طور پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کا مطالعہ ان مشاجرات سے واقفیت حاصل کرنے والے کیلئے نہایت مفید ہے۔ والحديث اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه مطولا بمعناه. قاله المنذري۔

٤٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، أَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهُ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: خرابی اور بربادی ہے عرب پر اس فتنہ کی وجہ سے جو نزدیک آگیا ہے۔ کامیاب ہوا جس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

تخریج سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٠)

شرح الحديث خرابی اور خسارہ ہے عرب کے لئے اس شر اور فتنہ کی وجہ سے جو قریب ہی آنیوالا ہے، وہ شخص کامیاب ہوگا جو اپنے آپ کو اس میں شرکت سے روکے گا۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یا تو اس حدیث میں اشارہ ہے قتل عثمانؓ کی طرف اور جو کچھ اسکے بعد پیش آیا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان، یا اس سے مراد قضیہ یزید ہے جو حضرت حسینؓ کے ساتھ پیش آیا۔ الشطر الاول من الحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي من حديث زينب بنت جحش رضي الله تعالى عنها، مطولاً، منذري مختصراً۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٤٥ - ١٤٦

٤٢٥٠ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُحَاصَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ، حَتَّى يَكُونَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحِ».

ترجمہ: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن وہب کے واسطہ سے مجھ کو یہ حدیث پہنچی کہ جریر بن حازم نے عبید اللہ بن عمرؓ سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: وہ زمانہ نزدیک ہے جبکہ مسلمان کا مدینہ منورہ میں محاصرہ کرلیاجائے گا یہاں تک کہ ان کی سب سے دور دراز سرحد (مقام) سلاح (یہ خیبر کے قریب ایک جگہ ہے) ہوگا۔

شرح الحدیث: یہ مستقل حدیث ہے جو آگے "بَابٌ فِي الْمَعْقِلِ مِنَ الْمَلَاحِمِ" میں آرہی ہے اور اسی مقام کے مناسب بھی ہے اس کی تشریح اسی جگہ کی جائیگی۔

٤٢٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَسَلَاحِ قَرِيبٌ مِنْ خَيْبَرَ.

ترجمہ: زہری نے بیان کیا سلاح خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

٤٢٥٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ» - أَوْ قَالَ: - " إِنَّ رَبِّي زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ مُلْكَ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَلَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي قَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً، فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَلَا أُهْلِكُهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَلَا أُسَلِّطُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا - أَوْ قَالَ بِأَقْطَارِهَا - حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَحَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَسْبِي بَعْضًا، وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ - قَالَ ابْنُ عِيسَى: «ظَاهِرِينَ» ثُمَّ اتَّفَقَا - لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ ".

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے زمین کو سمیٹ دیا یا فرمایا میرے پروردگار نے میرے واسطے زمین کو سمیٹ دیا تو مجھے مشرق و مغرب کے مقامات دکھلائے گئے اور بلاشبہ میری امت کی سلطنت اس جگہ تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹ لی گئی اور مجھے دونوں (قسم کے) خزانے لال اور سفید عطا فرمائے گئے، میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کیلئے یہ سوال کیا کہ وہ اسے عمومی قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور نہ ان پر اغیار سے کوئی دشمن مسلط کرے جو ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! میں کسی کام کا حکم کرتا ہوں وہ ٹل

نہیں سکتا میں تمہاری امت کے لوگوں کو ایک عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا اور (ان لوگوں پر) کوئی دشمن مسلط نہ کروں گا جو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو انکی جڑ سے اکھاڑ پھینکے اگرچہ ان پر تمام زمین سے کفار حملہ آور ہوں لیکن تمہاری امت میں سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور گرفتار کریں گے اور میں نے عرض کیا کہ مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے حکام یا (دنیادار) علماء کا بہت اندیشہ ہے اور جب میری امت میں تلوار چلائی جائیگی تو ان لوگوں سے قیامت تک (وہ تلوار) نہیں اٹھائی جائے گی اور قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ میری امت سے بعض جماعتیں مشرکین کے ساتھ جا ملیں گی اور یہاں تک کہ میری امت کی بعض جماعتیں بتوں کو پوجیں گی اور عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے انسان ہوں گے ان میں ہر شخص دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں انبیاء کے سلسلہ کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر رہے گی محمد ابن عیسٰی نے ظَاهِرِينَ کے لفظ کا اضافہ فرمایا اسکے بعد دونوں استاد سلیمان بن حرب اور محمد بن عیسٰی متفق ہیں کہ آگے ارشاد فرمایا ان کی مخالفت کرنے والا شخص ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آجائے (یعنی قیامت قائم ہو)۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٩٢٠) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٨٩) جامع الترمذي - الفتن (٢١٧٦) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٥٢) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٠) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٥٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٧٨) سنن الدارمي - المقدمة (٢٠٩)

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالٰی شانہ نے تمام روئے زمین کو لپیٹ کر میرے سامنے کر دیا چنانچہ میں نے اس کے مشارق اور مغارب سب کو دیکھ لیا۔

لپیٹنے سے مراد اگر اسکو حقیقت پر محمول کیا جائے مختصر کر دینا ہے جیسے کسی بڑی عمارت کا نقشہ چھوٹے سے کاغذ پر بنا دیا جاتا ہے اور یا اس سے مراد خلق ادراک ہے یعنی اس کا علم عطا فرما دیا گیا، آگے آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میری امت کی حکومت اور سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک یہ زمین میرے سامنے کی گئی ہے، امت سے مراد امت اجابت ہی ہے یعنی مسلمان، اور ملک سے مراد یا تو حکومت ہے اور یا آبادی اور مسلمانوں کا پھیلنا، اور حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ ایک ہی وقت میں پوری زمین پر حکومت ہو جائے بلکہ متفرق اوقات میں قیامت تک اور مجھ کو دو خزانے عطا کئے گئے سرخ اور سفید یعنی مقدر کر دیے گئے میری امت کیلئے جو عنقریب ان کو حاصل ہونگے سرخ اور سفید سے اشارہ یا تو فارس و روم کی طرف ہے اور یا شام اور فارس کی طرف ہے چنانچہ مظاہر حق [1] میں ہے: یعنی سونے اور چاندی کے یعنی ایک تو کسری کا خزانہ جو بادشاہ ہے فارس کا کہ وہاں سونا بہت ہے اور ایک قیصر کا خزانہ جو بادشاہ ہے روم کا وہاں چاندی بہت ہے اور اشعۃ اللمعات میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ مراد احمر سے ملک شام ہے اس لئے کہ وہاں کے لوگوں کے رنگ سرخ ہوتے ہیں اور ابیض سے مراد ملک

[1] مظاہر حق جدید – ج۵ ص ۳۰۸

فارس ہے کیونکہ وہاں کے لوگوں کے رنگ سفید [1] ہوتے ہیں، اور لکھا ہے کہ پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، نیز ان دونوں کتابوں میں ملک کی تفسیر بادشاہی سے کی ہے، پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے: فرمایا رسول خدا ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اسکو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی اور بیشک میری امت قریب ہے کہ پہنچے اسکی بادشاہی اس مسافت کو کہ اکٹھی کی گئی میرے لئے زمین سے، یعنی مشرق اور مغرب میں بادشاہ ویں اور نصرت کریں، اور دیئے گئے میرے لئے دو خزانے سرخ اور سفید، اور بیشک میں نے مانگا اپنے رب سے اپنی امت کے لئے کہ نہ ہلاک کرے امت کو ساتھ قحط عام کے، یعنی ایسا قحط نہ ہو کہ ساری امت کو ہلاک کر دے، اور یہ کہ نہ مسلط کرے ان پر دشمن سوائے مسلمانوں کے یعنی کافر، پس مباح جانے اور لے لے جگہ ان کے جمع ہونے کی اور سلطنت کی یعنی ایسا نہ ہو کہ دشمن جگہ ان کے بود وباش کی لے لے، اور سب کو ہلاک کر ڈالے یعنی ان کی جمعیت اور اکثریت کو ختم کر دے اور بیشک فرمایا میرے رب نے اے محمد (ﷺ)! تحقیق جب حکم کروں میں کسی امر کا پس بلاشہ وہ نہیں پھرتا، اور تحقیق میں نے دیا تجھ کو یعنی عہد اپنا تیری امت کے لئے، یعنی امت اجابت کیلئے یہ کہ نہ ہلاک کروں گا میں ان کو ساتھ قحط عام کے اور یہ کہ نہ مسلط کروں گا میں ان پر کوئی دشمن سوائے مسلمانوں کے پس مباح کرے وہ جگہ ان کے بود وباش کی اگرچہ جمع ہوویں ان پر وہ لوگ کہ زمین کی تمام طرفوں میں ہیں یعنی اگرچہ کافر سارے جہان کے جمع ہوں ان سے لڑنے کیلئے یہاں تک ہوویں تیری امت میں سے بعضے کہ ہلاک کریں بعضوں کو اور قید کریں بعضے بعضوں کو یعنی کافروں کو ان سب پر غلبہ اور تسلط نہ ہو گا اور سارا ملک اسلام نہ لے سکیں گے لیکن تیری امت آپس میں لڑائی کرے اور بعضے بعضوں کو ہلاک اور قید کریں اسی طرح قضائے ربی اور تقدیر الٰہی مقرر ہو گئی ہر گز تغیر اور تبدل نہ پاوے (مظاہر حق) [2]۔

وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ: آپ ﷺ کو اہل بدعت سے ضرر دینی کا شدید خطرہ: اور جز ایں نیست کہ مجھے زیادہ خطرہ اور اندیشہ اپنی امت کے بارے میں ان پیشواؤں کا ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنے والے ہوں گے، یعنی بدعت چلانے والے اور اہل بدعت کے سر گروہ جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے کو بھی گمراہ کریں گے دین کے نام پر۔

وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: اور جب میری امت میں ایک بار تلوار چل پڑے گی یعنی مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی تو پھر اس کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہو گا چنانچہ حضرت عمرؓ کی حیات تک آپس کی لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں ہوا، اس کے بعد سے ناگوار آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے اور مقتل سیدنا عثمانؓ سے اس کا اچھی طرح ظہور ہو گیا۔

---

[1] پس حاصل یہ کہ جن شراح نے احمر وابیض کے سونا چاندی مراد لیا، انہوں نے احمر کا مصداق فارس کو اور ابیض کا مصداق روم کو قرار دیا، اور جنہوں نے احمر وابیض سے وہاں کے باشندوں کا رنگ مراد لیا انہوں نے احمر کا مصداق ملک شام کو اور ابیض کا مصداق فارس کو قرار دیا۔

[2] مظاہر حق جدید — ج ۵ ص ۳۰۸

وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ: اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ شامل ہو جائیں گے بہت سے قبائل میری امت کے مشرکین کے ساتھ یا تو اس سے اشارہ اس ردة کی طرف ہے جو خلافت صدیق میں پائی گئی اور یا جو ممالک مغربیہ میں سے اندلس ❶ میں ہوا کہ جب وہاں نصاریٰ کا غلبہ مکمل ہو گیا تو بہت سے مسلمان وہاں سے ہجرت کر گئے اور بہت سے جو وہاں رہ گئے ان کو جبراً نصرانی بنا دیا گیا، اور یہاں تک کہ میری امت کے بعض قبائل بتوں کی عبادت کریں، بتوں کی عبادت سے یا تو اشارہ قبر پرستی کی طرف ہے جو مبتدعین کرتے ہیں اور یا یہ اشارہ ہے اس حقیقی بت پرستی کی طرف جو آخر زمانہ میں واقع ہوگی جس کی طرف ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ، حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ ❷ یعنی قیامت قائم نہیں ہونے کی جب تک قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین حرکت نہیں کریں گے ذوالخلصہ پر ذوالخلصہ ایک مشہور بت کدہ کا نام ہے اور اضطرابِ سرین سے مراد ان عورتوں کے اس بت کے ارد گرد پھرنا اور طواف کرنا مراد ہے یعنی جب تک دوبارہ بت پرستی شروع نہ ہو جائے گی (بذل ❸ بتصرف) ذوالخلصہ کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الجهاد باب فی بعثة البشراء میں گزر چکا۔

وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي: اور تحقیق کہ میری امت میں تیس جھوٹے پائے جائیں گے جو اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا، ترمذی میں براویت ابوہریرہؓ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ ❹ کا لفظ ہے۔

لعینِ قادیان غلام احمد: حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ اس زمانہ تک بہت سے ان میں سے ظاہر بھی ہو چکے ہیں، جیسا کہ موجودہ زمانہ میں غلام احمد قادیانی کا ظہور ہوا ہے نواحی پنجاب میں شہر قادیان میں جو امرتسر کے مضافات سے ہے فادعی أنه مهدی، وأنه المسيح، وأنكر نزول المسيح، وادعى أن عيسى بن مريم عليه السلام توفي وقبره في كشمير۔ آگے حضرت فرماتے ہیں کہ اور شاید بعض ان تیس میں سے ابھی باقی ہیں اور اگر تیس پر ان کا عدد زائد بھی ہو جائے تو اس حدیث کے خلاف نہ ہو گا لأن مفهوم العدد لا

---

❶ تاریخ اسلام کا یہ بہت بڑا المیہ ہوا کہ جہاں تقریباً مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی مگر آپس کے اختلاف کی وجہ سے یہ دن دیکھنا پڑا آہستہ آہستہ مسلمانوں کا مکمل اجلاء ہو گیا، جہاں بڑے بڑے ائمہ ابن حزم، ابن عبد البر ابو الولید الباجی، قاضی عیاض وغیرہم پیدا ہوئے اور منارۂ علوم کو روشن رکھا، اور بڑے بڑے شہر قرطبہ، اشبیلیہ، سبتہ، ملیہ وغیرہا علوم وفنون سے آباد کئے وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے، أعادها الله تعالى بالسلامة والعافية إلى المسلمين۔ حبیب اللہ۔

❷ صحيح مسلم - كتاب الفتن وأشراط الساعة - باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذا الخلصة ٢٩٠٦

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٥٠

❹ جامع الترمذي - كتاب الفتن - باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون ٢٢١٨

يعتبر [1]، وفي هامش الترمذي عن اللمعات، والدجال الاكبر خارج عن هذا العدد لانه يدعي الالوهية، وبه فارق الدجالين [2] اھ۔

وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ - قَالَ ابْنُ عِيسَى: «ظَاهِرِينَ» ثُمَّ اتَّفَقَا - لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ:

حدیث پاک کا یہ آخری ٹکڑا کتاب الجہاد "باب دوام الجہاد" میں گزر چکا، اس کی شرح وہاں دیکھی جائے۔ والحدیث اخرجه مسلم والترمذي مختصراً وابن ماجه بتمامه، قاله المنذري۔

٤٢٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ ابْنُ عَوْفٍ: وَقَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا، وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ، وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ".

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو تین (قسم) کی آفات سے محفوظ کر لیا ہے۔ ① ایک تو اس سے کہ تم لوگوں کے نبی (ﷺ) تم لوگوں کیلئے بد دعا کرے پھر تم سب اس بد دعا کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ ② دوسرے یہ کہ اہل باطل، اہل حق پر کبھی غالب نہیں آئیں گے (کہ اہل باطل، اہل حق کو بالکل جڑ سے اکھاڑ پھینکے ایسا نہ ہوگا) ③ تیسرے سب لوگ گمراہ نہ ہوں گے۔

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یعنی امت محمدیہ کو تین چیزوں سے محفوظ کر رکھا ہے ایک یہ کہ تمہارا نبی تمہارے لئے ایسی بد دعاء نہیں کرے گا جس سے تم سب تباہ ہو جاؤ (بخلاف گذشتہ بعض امتوں کے جو اپنے طغیان اور سرکشی کی وجہ سے اور اپنے نبی کی بد دعاء کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں) دوسری چیز یہ کہ ایسا نہیں ہوگا کہ اہل باطل اہل

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص: ١٥٠ - ١٥١

[2] اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا وصف خاص آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا مذکور ہے جو عقائد اسلامیہ کا بنیادی عقیدہ ہے جس پر اعتقاد و یقین کے بغیر آدمی کا اسلام قطعاً غیر معتبر ہے جو نص قطعی (قرآن کریم) اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے جس کیلئے کسی مستقل تصنیف کی ہرگز حاجت نہ تھی، لیکن بعض بددین جاہل و گمراہ لوگوں کی اصلاح کیلئے اس مسئلہ پر علماء حقہ کو مستقل تالیفات کی ضرورت اور مناظروں کی نوبت آئی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورة الأحزاب ٤٠)، کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعی نبوت کا کاذب و کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابۂ کرامؓ سے لیکر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے، اس لئے ضرورت نہ تھی کہ اس پر کوئی تفصیلی بحث کی جائے، لیکن قادیانی فرقہ نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے بڑا زور لگایا ہے سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں شائع کر کے کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے احقر نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل ایک مستقل کتاب "ختم نبوت" لکھ دی ہے جس میں ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث اور سینکڑوں اقوال و آثار سلف و خلف سے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے اور قادیانی دجل کے شبہ کا مفصل جواب دیا ہے اھ۔ (معارف القرآن ج ٧ ص ١٦٣ - ١٦٤)

حق پر غالب آجائیں، یعنی بالعموم تمام اہل حق پر اور کسی خاص موقع پر اہل باطل بعض اہل حق پر غالب آجائیں اسکی نفی نہیں ہے، اور تیسرے یہ کہ تم لوگ سارے کے سارے ضلالت پر متفق نہ ہو گے یہ ضلالت عام ہے علی الظاہر خواہ من حیث العقیدہ ہو یا من حیث المسائل الفرعیہ چنانچہ یہ مشہور ہے کہ یہ حدیث اجماع امت کے حجت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے۔

٤٢٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «تَدُورُ رَحَى الْإِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، أَوْ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ، أَوْ سَبْعٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِنْ يَهْلِكُوا فَسَبِيلُ مَنْ هَلَكَ، وَإِنْ يَقُمْ لَهُمْ دِينُهُمْ، يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِينَ عَامًا» ، قَالَ: قُلْتُ: أَمِمَّا بَقِيَ أَوْ مِمَّا مَضَى؟ قَالَ: «مِمَّا مَضَى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَنْ قَالَ خِرَاشٍ فَقَدْ أَخْطَأَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی چکی ظہور اسلام کی ابتداء سے پینتیس سال یا چھتیس یا سینتیس سال میں گھومے گی پھر اگر لوگ ہلاک ہو جائیں یعنی مر جائیں اور فنا ہو جائیں تو ان کا انجام ان سے گزشتہ لوگوں جیسا ہو گا اور اگر ان لوگوں کیلئے انکی بادشاہت قائم ہو گئی تو ان کیلئے ستر سال قائم رہے گی ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ستر سال کی مدت ۳۵ھ کے بعد سے شمار ہو گی یا ظہور اسلام کی ابتداء سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس زمانہ کے اعتبار سے جو گزر گیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٥٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٩١/١)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی گھومتی رہے گی اب سے پینتیس ۳۵ سال تک یا چھتیس ۳۶ سال تک یا سینتیس ۳۷ سال تک، دوران رحی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ یا تو یہ کہ اسلام کی چکی صحیح صحیح چلتی رہے گی یعنی اسکا نظام ٹھیک ٹھیک قائم رہے گا ایک معنی تو یہ ہوئے یعنی قیام الاسلام علی حسن النظام دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ رحی سے مراد لیا جائے رحی الحرب یعنی اسلام میں لڑائی کی چکی کا چلنا پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اسلام کا قیام حسن نظام کے ساتھ پینتیس ۳۵ سال تک باقی رہے گا اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا اسلام میں لڑائی کی چکی چلنے کا سلسلہ پینتیس سال بعد شروع ہو گا یعنی پہلی صورت میں بقا مراد ہو گی اور دوسری صورت میں ابتداء جو سنین اس حدیث میں مذکور ہیں ان سے مراد سنین نبوت بھی ہو سکتا ہے اور سنین ہجرت بھی اگر سنہ ہجری مراد لیا جائے تو ۳۵ھ کے اندر مقتل عثمانؓ ہے یعنی ان کی شہادت کا واقعہ اور نبوت کا سال مراد ہونے کی صورت میں ۳۵ھ نبوی میں خلافت عمر کا انقضا ہے ۳۵ھ نبوی تقریباً مطابق ہے ۲۳ھ کے جس میں حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی لہٰذا کہہ سکتے ہیں پہلے مطلب کے اعتبار سے کہ وہ خلافت عمری تک نمایاں طریق سے پایا گیا اور دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ ۳۵ھ سے اسلام میں جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا کیونکہ مقتل عثمانؓ ۳۵ھ میں ہے تیسرا قول اس حدیث کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اس حدیث

سے اشارہ خلافت راشدہ کی طرف ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا الخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً[1] کہ خلافت راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوہ میرے بعد تیس سال تک قائم رہے گی یہ تیس سال حضرت علیؓ کی خلافت کے اختتام تک پورے ہو جاتے ہیں حضرت علیؓ کی شہادت ہے ۴۰ھ میں اور حضور اقدس ﷺ کی وفات ہے ۱۰ھ کے بعد گیارہویں کے شروع میں اور چونکہ آپ ﷺ نے "بعدی" فرمایا تھا تو اسلئے ان تیس سال کی ابتداء ۱۱ھ سے ہوگی مجموعہ دس اور تیس کا چالیس ہو گیا جس میں حضرت علیؓ کی وفات ہے۔

آگے حدیث میں دو سنہ اور مذکور ہیں: چھتیس اور سینتیس، چنانچہ ۳۶ھ میں جنگ جمل ہے اور ۳۷ھ میں جنگ صفین پیش آئی، اس کے بعد آپ ﷺ فرمارہے ہیں: فَإِنْ يَهْلِكُوا الخ، کہ اس مدت مذکورہ کے دو احتمال ہیں تو لوگوں کا دین قائم رہتا ہے یا قائم نہیں رہتا اگر دین قائم نہیں رہتا جس کو حدیث میں ہلاکت سے تعبیر فرمایا ہے فسبیلهم سبیل من هلك، کہ ان بعد کے لوگوں کا انجام وہی ہوگا جو گزشتہ ہلاک ہونے والوں یعنی کفار کا ہوا اور اگر دین باقی رہتا ہے تو ستر سال سے زائد باقی نہیں رہے گا قُلْتُ: أَمِمَّا بَقِيَ أَوْ مِمَّا مَضَى؟ قَالَ: «مِمَّا مَضَى»، عبد اللہ بن مسعودؓ راوی حدیث نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ ستر سال مذکورہ بالا پینتیس سال کے علاوہ ہوں گے یا مع ان کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے علاوہ نہیں، مع ان کے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ شروع میں جو آپ ﷺ نے پینتیس سال حسن نظام کے بیان فرمائے تھے اس پر صرف پینتیس کا اور اضافہ فرمایا پینتیس کا دو گنا ستر ہوتا ہے۔

یہ مطلب فَإِنْ يَهْلِكُوا فَسَبِيلُ مَنْ هَلَكَ، کا وہ ہے جس کو عام شراح نے اختیار کیا ہے جس کا مبنیٰ یہ ہے کہ ان حضرات شراح نے ہلاکت کو ہلاکت معنویہ یعنی دین کی تباہی و بربادی پر محمول کیا ہے اسلئے "مَنْ هَلَكَ" کا مصداق شراح نے گزشتہ کفار کو قرار دیا ہے، اور حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس ہلاکت کو ہلاکت حسیہ پر محمول کیا ہے یعنی فناء اور موت یعنی اگر پینتیس یا سینتیس سال گزرنے پر سب لوگ ختم ہو گئے تو پھر ان کا انجام ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جو ان سے پہلے وفات پا چکے، یعنی کبراء صحابہ۔

٤٢٥٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَّةُ هُوَ؟ قَالَ: «الْقَتْلُ، الْقَتْلُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قیامت سے پہلے) زمانہ قریب ہو جائے گا علم

---

[1] صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ذكر الخبر الدال على أن الخليفة بعد عثمان بن عفان كان علي بن أبي طالب رضوان الله عليهما ورحمته، وقد نعل ٦٩٤٣ ج ١٥ ص ٣٩٢ (طبعة مؤسسة الرسالة)

گھٹ جائے، فتنے ظاہر ہوں گے لوگوں میں کنجوسی ڈال دی جائے گی اور ھرج بہت زیادہ ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! هَرَج سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قتل۔

تخریج صحیح البخاري - العلم (٨٥) صحیح البخاري - الجمعة (٩٨٩) صحیح البخاري - الأدب (٥٦٩٠) صحیح البخاري - الفتن (٦٦٥٢) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٥٥) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٣/٢)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ قریب ہوتا چلا جائے گا۔ اس کے تین بلکہ چار مطلب مشہور ہیں: ① قیامت کا قرب مراد ہے کہ روز بروز قیامت کا قرب بڑھتا جائے گا، ② اہل زمان کا بعض کا بعض سے قریب ہونا شر اور فتنہ میں کہ سبھی تقریباً یکساں ہو جائیں گے، ③ عمروں کا کم ہو جانا، قِصر اعمار اہل الزمان، ④ ایام ولیالی کی مدت کا قریب ہونا یعنی زمانہ کی بے برکتی جیسا کہ روایت میں آتا ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حتى تَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَالسَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعْفَةِ[1]۔

اور علم کم ہوتا چلا جائے گا اہل علم کے دنیا سے رخصت ہونے کی وجہ سے، اور فتنے بکثرت ظاہر ہوں گے اور شدت بخل کی خصلت لوگوں کے اندر ڈال دی جائے گی، اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہرج کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: القَتْلُ۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

٢ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّعْيِ فِي الْفِتْنَةِ

فتنہ کے وقت اس میں سعی کی ممانعت کا بیان

فتنہ کا اطلاق اس جھگڑے اور فساد پر ہوتا ہے جو مسلمانوں میں آپس میں پایا جائے دو مختلف جماعتوں میں، اور سعی سے مراد ہے اس میں شرکت، یعنی کسی ایک فریق کا ساتھ دینا۔

یہ اہم مسئلہ ہے اور علماء کے درمیان اختلافی ہے، امام نوویؒ[2] نے اس میں اہل علم کے تین مسلک لکھے ہیں: ① عدم التعرض مطلقاً یعنی قطعاً اس میں حصہ نہ لینا، یہ مسلک ہے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کا جیسے حضرت ابوبکرہؓ اور بعض دوسرے حضرات صحابہؓ۔ ② جواز المدافعۃ، یعنی مدافعت تک حصہ لینے کی گنجائش ہے، یعنی فریقین میں سے کوئی سا ایک گروہ ہم پر چڑھائی کرے تو صرف اس کا دفعیہ کر سکتے ہیں، یہ مسلک ہے حضرت ابن عمرؓ اور عمران بن حصینؓ وغیرہما کا، ③ نصرۃ اہل الحق یعنی اولاً اس کی تحقیق اور جستجو کی جائے کہ فریقین میں سے اقرب الی الحق کون ہے پھر اسکے مطابق جس کو حق پر سمجھے اس کا تعاون کیا جائے،

---

[1] شرح مشكل الآثار - باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "أكثر أهل الجنة البله" وما يدخل في ذلك ٢٩٨٦ (مؤسسة الرسالة الطبعة الأولى ١٤١٥ھ ج٧ ص٤٣٦)

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج١٨ ص١٠

جمہور صحابہ و تابعین اور اکثر اہل علم کا مسلک یہی ہے ،لقولہ تعالی: وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْۢ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ❶ ۔

ایک نازک اشکال اور اسکا حل: یہاں جمہور کے اس مسلک پر اب ایک اشکال ہوگا وہ یہ کہ حدیث میں دخول فی الفتنہ پر وعید آئی ہے اور یہ کہ قتلاھا فی النار (قتیل فتنہ جہنمی ہے) وفی روایۃ القَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، کما سیأتی فی ھذا الکتاب، اس کا جواب یہ ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل فرمایا ہے: وکتب مولانا محمد یحیی المرحوم من تقریر شیخہ :قولہ ''قتلاھا ''أي الفتنۃ کلھم في النار، وقد عرفت أن الفتنۃ فتنۃ مالم تعلم أی الحق من الباطل ، فمن قتل فیھا من غیر أن یقصد إحقاق الحق کان کذلك، وأما من قتل فی تأئید الحق، أو قتل ظلماً لا یرید قتل أحد فلیس ھو قتیل فتنۃ ،فاغتنم فإنہ غریب❷ ، یعنی فتنہ اس وقت تک فتنہ ہے جب تک تحقیق نہ ہوسکے کہ اس مسئلہ میں حق کیا ہے اور غیر حق کیا ہے، تو ایسی صورت میں جو شخص حصہ لے گا اس فتنہ میں حالانکہ اس کا مقصود احقاق حق نہیں تھا اور پھر وہ شخص اس میں مارا گیا تو یہ شخص قتیل فتنہ کہلائے گا اور یہ وعید اس پر صادق آئے گی، اور جس شخص نے حق و باطل میں تمیز و تحقیق کرنے کے بعد اس فتنہ میں تائید حق کی نیت سے حصہ لیا اور شرکت کی اور مارا گیا تو یہ شخص قتیل فتنہ نہیں ہے لہٰذا وعید میں بھی داخل نہ ہوگا اھ۔ پس جن صحابہ کرامؓ نے ان مشاجرات میں حصہ لیا وہ تحقیق حق کے بعد ہی لیا جس کے نزدیک جو حق پر تھا اس نے اسی کا ساتھ دیا حق کی حمایت اور اسکی تائید میں۔ واللہ الھادی وھو الملھم للصدق والصواب۔

٤٢٥٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يَكُونُ الْمُضْطَجِعُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْجَالِسِ، وَالْجَالِسُ خَيْرًا مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرًا مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي خَيْرًا مِنَ السَّاعِي» ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ إِبِلٌ، فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ، فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ» ، قَالَ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: «فَلْيَعْمِدْ إِلَى سَيْفِهِ، فَلْيَضْرِبْ بِحَدِّهِ عَلَى حَرَّةٍ، ثُمَّ لِيَنْجُ مَا اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ» .

ترجمہ: مسلم بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا آئندہ زمانہ ایسا فتنہ برپا ہوگا کہ اسمیں لیٹنے والا شخص بیٹھے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا اور بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ تو میں نے (ابو بکرہ) عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ایسے وقت

---

❶ اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو پھر اگر چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس چڑھائی والے سے یہاں تک پھر آئے اللہ کے حکم پر (سورۃ الحجرات ٩)

❷ بذل المجھود فی حل أبی داود - ج ١٧ ص ١٦٠

میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس اونٹ موجود ہوں تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے اونٹوں میں جاکر شامل ہو جائے اور جس شخص پاس بکریاں موجود ہوں تو وہ شخص اپنی بکریوں سے جاملے اور جس شخص کی کچھ زمین ہو تو وہ اپنی زمین میں جاکر بیٹھ جائے (مطلب یہ ہے کہ فتنہ فساد کی جگہ سے دور چلا جائے) پھر انہوں نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس ان چیزوں میں سے کچھ بھی موجود نہ ہو تو (کیا کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چاہئے کہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار کو ایک پتھر سے مار کر کند کر دے (یعنی خود ہی تلوار کو خراب کر دے تاکہ وہ اس تلوار سے مقابلہ نہ کر سکے) پھر فتنہ کے مقام سے جتنا دور بھاگ سکتا ہو بھاگ جائے۔

شرح الحدیث: حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ فتنے آئندہ پائے جائیں گے تو اس فتنہ کے زمانہ میں لیٹنے والا بہتر ہو گا بیٹھنے والے سے، اور بیٹھنے والا بہتر ہو گا کھڑے ہونے والے سے، اور وہ بہتر ہو گا ماشی سے، اور ماشی یعنی پیدل چلنے والا بہتر ہو گا دوڑنے والے سے، غرض یہ کہ جو جتنا فتنہ سے بعید تر ہو گا وہ اپنے مقابل سے بہتر ہو گا، یہ حدیث سننے کے بعد حضرت ابو بکرہؓ نے عرض کیا کہ فتنہ کے زمانہ میں آپ ﷺ ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹوں والا اپنے اونٹوں میں جاکر لگ جائے اور بکریوں والا اپنی بکریوں میں لگ جائے اور زمین والا اپنی کھیتی اور زمین میں جاکر مشغول ہو جائے انہوں نے عرض کیا کہ جس شخص کیلئے ان میں سے کوئی چیز نہ ہو وہ کیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ اپنی تلوار کو لیکر اس کی دھار کو کسی پتھر پر مار دے (جس سے وہ کند ہو جائے) اور پھر اس کے بعد بھاگے لڑائی سے جتنا بھاگ سکتا ہو۔

اس حدیث کے راوی وہی ابو بکرہؓ ہیں جن کا مسلک اوپر عدم التعرض مطلقاً گزرا ہے۔ والحديث اخرجه مسلم، واخرجه البخاري ومسلم من حديث ابن المسيب وابي سلمة عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه بنحوه، قاله المنذري۔

٤٢٥٧ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عَيَّاشٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَشْجَعِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِي وَبَسَطَ يَدَهُ لِيَقْتُلَنِي؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُنْ كَابْنَيْ آدَمَ»، وَتَلَا يَزِيدُ: {لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ [1]} الْآيَةَ.

ترجمہ: حسین بن عبد الرحمن اشجعی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے سنا مذکورہ بالا حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر (ایسے فتنے کے زمانے میں) کوئی (مسلمان) شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اور میرے قتل کے لئے ہاتھ اٹھائے تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟ راوی کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم آدم

[1] اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے۔ (سورۃ المائدہ ۲۸)

کے دو بیٹوں میں بہتر بیٹے یعنی ہابیل جیسے ہو جاؤ اور یزید نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی لَئِنۡ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقۡتُلَنِیۡ۔

شرح الحدیث: یہ جملہ جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ الخ حدیث سابق یعنی حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ میں نہیں ہے فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، کا مطلب یہی ہے کہ جو مضمون حدیث سابق یعنی حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے وہی مضمون حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے اور اس میں مزید برآں یہ بھی ہے کبھی ایک ہی حدیث کے بعض طرق کی زیادتی بیان کی جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جس طرح یہاں ہے کہ ایک مستقل حدیث میں گزشتہ حدیث کا حوالہ دیکر اس دوسری حدیث میں جو زیادتی ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔

اس جملہ زائدہ کا مضمون یہ ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بتلایئے تو سہی کہ اگر وہ مفسد اور بلوائی میرے گھر پر چڑھ آئے اور مجھ کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے؟ تو آپ نے فرمایا: كُنْ كَابْنَيْ آدَمَ اور ایک نسخہ میں "کن کخیر ابنی آدم" کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے جو بھلا تھا اس جیسا ہو جاؤ یعنی ہابیل کی طرح کہ جب اس کو اس کے بھائی قابیل نے ناحق قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے مدافعت بھی نہیں کی بلکہ اسکے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

٤٢٥٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ رَاشِدٍ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ وَابِصَةَ الْأَسَدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ وَابِصَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَذَكَرَ بَعْضَ حَدِيثِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: «قَتْلَاهَا كُلُّهُمْ فِي النَّارِ» . قَالَ فِيهِ: قُلْتُ: مَتَى ذَلِكَ يَا ابْنَ مَسْعُودٍ؟ قَالَ: «تِلْكَ أَيَّامُ الْهَرْجِ حَيْثُ لَا يَأْمَنُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ» ، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ الزَّمَانُ؟ قَالَ: تَكُفُّ لِسَانَكَ وَيَدَكَ، وَتَكُونُ حِلْسًا مِنْ أَحْلَاسِ بَيْتِكَ، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ طَارَ قَلْبِي مَطَارَهُ، فَرَكِبْتُ حَتَّى أَتَيْتُ دِمَشْقَ، فَلَقِيتُ خُرَيْمَ بْنَ فَاتِكٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَحَلَفَ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَدَّثَنِيهِ ابْنُ مَسْعُودٍ.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے پھر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض مضامین بیان فرمائے۔ البتہ اس روایت میں اضافہ ہے کہ اس فتنہ میں جو لوگ قتل کئے جائیں گے وہ دوزخ میں داخل ہوں گے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وابصہ نے دریافت کیا یہ فتنہ کب برپا ہو گا؟ تو انہوں نے جواب دیا ھرج کے دنوں میں یہ وہ دور ہے جب مسلمانوں میں اسطرح قتل شروع ہو گا کہ کسی شخص کو اپنے ساتھ بیٹھنے والے پر اعتماد نہیں ہو گا۔ میں نے کہا اگر اس دور میں (بالفرض) میں موجود رہوں تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تم اپنی زبان اور ہاتھ روک لینا اور اپنے گھر میں پڑے ہوئے اپنے گھر کے بوریوں میں سے ایک بوریہ بن جاؤ جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تو مجھے سخت غم لاحق ہوا تو میں سوار ہو کر دمشق میں آیا اور میں نے وہاں خریم بن فاتک سے ملاقات کی اور ان سے بیان کیا تو انہوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ جسکے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث سنائی تھی۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٨٧) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٥٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٤٠)

شرح الحدیث: قَتْلَاهَا کی ضمیر "فتنة" کی طرف راجع ہے یعنی فتنہ کے تمام مقتولین نار میں ہوں گے، وابصہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ابن مسعودؓ سے کہ یہ حالت کب پیش آئے گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایام ہرج میں جب کہ لوگوں کا حال یہ ہوگا آدمی کو اپنے پاس بیٹھنے والے پر بھی اطمینان نہ ہوگا، میں نے پوچھا کہ اگر یہ زمانہ میں پاؤں تو آپ مجھ کو کیا ہدایت فرماتے ہیں اس کے بارے میں، انہوں نے فرمایا کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روک کر رکھ اور اپنے گھر کے بوریوں میں سے ایک بوریا بن جا یعنی گھر سے باہر مت نکل، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ طَارَ قَلْبِي مَطَارَهُ، یعنی جب سیدنا عثمانؓ کے قتل کا حادثہ عظمیٰ پیش آیا تو میرا قلب اپنے مطار میں اڑنے لگا، یعنی مختلف خیالات ذہن میں آتے تھے، کبھی کچھ، کبھی کچھ، کہ آیا میں بھی ان واقعات میں شریک ہو جاؤں اور اس لڑائی میں حصہ لوں، یا نہ لوں، لیکن ابن مسعودؓ کی حدیث بھی ذہن میں تھی جو شرکت سے مانع تھی پھر جب خریم نے بھی وہی حدیث سنائی تو اسی جہت کو تقویت ہوئی (كذا في البذل عن المجمع بزيادة) حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس حادثہ عظمیٰ کی وجہ سے میرا قلب بے چین و بے تاب اور اڑان ہو گیا، جیسے کہتے ہیں یہ بات سن کر میرا دل دھک سے ہو گیا، اس صورت میں مطار مصدر ہوگا [1]۔

فَرَكِبْتُ حَتَّى أَتَيْتُ دِمَشْقَ، فَلَقِيتُ خُرَيْمَ بْنَ فَاتِكٍ: وابصہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں سوار ہو کر دمشق آیا وہاں حضرت خریم بن فاتکؓ سے ملاقات کی اور ان سے وہ حدیث بیان کی جو حضرت ابن مسعودؓ سے سنی تھی تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے بھی یہ حدیث آپ ﷺ سے سنی تھی جس طرح کہ یہ حدیث بیان کی تھی مجھ سے یعنی وابصہ سے، ابن مسعودؓ نے۔

٤٢٥٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَرْوَانَ، عَنْ هُزَيْلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، فَكَسِّرُوا قِسِيَّكُمْ، وَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ، وَاضْرِبُوا سُيُوفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ، فَإِنْ دُخِلَ - يَعْنِي - عَلَى أَحَدٍ مِنْكُمْ، فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت سے قبل ایسے فتنے ہیں جس طرح تاریک شب کے ٹکڑے ان فتنوں میں انسان صبح کے وقت ایماندار ہوگا تو شام کے وقت کافر ہوگا اور جو شخص شام کے وقت مؤمن ہوگا صبح کو وہ کافر ہوگا وہ ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں کھڑے ہونے والا شخص بیٹھنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا تو تم لوگ ان فتنوں میں اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا اور (اپنی) کمانوں کی تانت

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٦١

کو بھی کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھروں سے مار کر کند کر دینا پھر اگر اس پر بھی تم میں سے کسی کے گھر پر چڑھائی کر دی جائے (حملہ آور ہو جائے) تو اس کو چاہئے کہ آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں میں بہتر بیٹے (ہابیل) جیسا بن جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٠٤) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٥٩) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٦١)

شرح الحديث: إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا: یعنی قیامت سے پہلے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے آئیں گے۔

فَكَسِّرُوا قِسِيَّكُمْ، وَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ، وَاضْرِبُوا سُيُوفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ، فَإِنْ دُخِلَ - يَعْنِي - عَلَى أَحَدٍ مِنْكُمْ، فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ: یعنی فتن کے زمانہ میں اپنی کمانوں کو توڑ ڈالو، اور ان کے تانت الگ کر دو، اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار کر کند کر دو، پس اگر تم میں سے کسی کے گھر پر چڑھائی کر دی جائے تو وہ ہابیل کی طرح ہو جائے، اس حدیث میں يُصْبِحُ وَيُمْسِي سے خاص صبح اور شام ہی کا وقت مراد نہیں ہے بلکہ مطلق زمان اور سرعت انقلاب، جیسے کہتے ہیں "ذرا سی دیر میں کچھ اور ذرا سی دیر میں کچھ" والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٢٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنْتُ آخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، إِذْ أَتَى عَلَى رَأْسٍ مَنْصُوبٍ، فَقَالَ: شَقِيَ قَاتِلُ هَذَا، فَلَمَّا مَضَى، قَالَ: وَمَا أُرَى هَذَا إِلَّا قَدْ شَقِيَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ مَشَى إِلَى رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي لِيَقْتُلَهُ، فَلْيَقُلْ: هَكَذَا، فَالْقَاتِلُ فِي النَّارِ، وَالْمَقْتُولُ فِي الْجَنَّةِ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَوْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُمَيْرٍ أَوْ سُمَيْرَةَ، وَرَوَاهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ عَوْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُمَيْرَةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، وَقَالَ: هُوَ فِي كِتَابِي ابْنُ سَبَرَةَ، وَقَالُوا: سَمُرَةَ، وَقَالُوا: سُمَيْرَةَ، هَذَا كَلَامُ أَبِي الْوَلِيدِ.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے راستوں میں سے ایک راستہ میں حضرت ابن عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہ آپ کا گزر اچانک لٹکے ہوئے سر پر ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ شخص بد بخت ہے کہ جس نے اس کو قتل کیا جب آگے نکلے تو کہا کہ اس مقتول شخص کو بھی میں بد بخت سمجھتا ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے میری امت میں سے جو شخص میرے کسی امتی کو قتل کرے تو اس امتی کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس طرح (یعنی گردن اٹھا کر اپنے قتل پر خوشی و رغبت کر کے اپنے آپ کو پیش کر دے بذل) نتیجہ یہ ہو گا کہ قاتل دوزخ میں داخل ہو گیا اور جو شخص قتل کیا گیا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ثوری نے عون عبد الرحمن بن سمیر یا سمیرہ سے روایت کیا ہے اور لیث بن ابی سلیم نے عن عون عن عبد الرحمٰن بن سمیرہ سے روایت کیا ہے امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن علی نے اس روایت کو ابو الولید عن ابی عوانہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور کہا کہ عبد الرحمٰن کی

ولدیت میں اختلاف ہے (اسی وجہ سے) میری کتاب میں ابن سبرہ کا لفظ ہے اور دوسرے حضرات نے سمرہ اور سمیرہ بیان کیا ہے یہ ابوالولید کا کلام ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٦/٢)

شرح الحدیث: عبدالرحمٰن بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ کے راستوں میں سے ایک راستہ پر جارہا تھا، کہ اچانک ان کا گزر ایک لٹکے ہوئے سر پر ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ اس مقتول کا قاتل نامراد ہوا، پھر تھوڑا سا آگے چل کر کہنے لگے کہ اس مقتول کے بارے میں بھی میری یہی رائے ہے، اس لئے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص میرے کسی امتی کو قتل کرنے کیلئے چلے تو اس امتی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس طرح کرلے، یعنی اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کردے (اگر اس نے ایسا ہی کیا ہماری ہدایت کے مطابق) تو پھر قاتل جہنم میں اور مقتول جنت میں جائے گا۔

اس کلام کی مقابل شق مقدر ہے جو خود مقام سے سمجھ میں آرہی ہے، یعنی اگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اسکا مقابلہ کیا تو پھر دونوں جہنم میں جائیں گے۔

تنبیہ: عَلَى رَأْسٍ منصوب پر بعض شراح نے لکھا ہے: لَعَلَّهُ رَأْسُ ابْنِ الزُّبَيْرِ [1] حضرت نے بذل میں اس کی تردید فرمائی ہے اس لئے کہ قتل ابن الزبیر کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا نہ کہ مدینہ میں، اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مراد یہ ہے کہ وہ راستہ جو مدینہ کو جارہا ہے کیونکہ یہاں پر روایت میں فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ ہے نہ کہ "فی طریق المدینة" اھ (من البذل [2]) نیز روایت میں دونوں کے بارے میں شقاوت کا حکم لگایا گیا ہے، جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر صادق نہیں آتا۔

٤٢٦١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ فِيهِ «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ؟» يَعْنِي الْقَبْرَ. قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، - أَوْ قَالَ: مَا خَارَ اللهُ لِي وَرَسُولُهُ -. قَالَ: «عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ» - أَوْ قَالَ: «تَصْبِرُ» - ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا أَبَا ذَرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا رَأَيْتَ أَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ غَرِقَتْ بِالدَّمِ؟» قُلْتُ: مَا خَارَ اللهُ لِي وَرَسُولُهُ، قَالَ: «عَلَيْكَ بِمَنْ أَنْتَ مِنْهُ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا آخُذُ سَيْفِي وَأَضَعُهُ عَلَى عَاتِقِي؟ قَالَ: «شَارَكْتَ الْقَوْمَ إِذَنْ» قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «تَلْزَمُ بَيْتَكَ»، قُلْتُ: فَإِنْ دُخِلَ عَلَيَّ بَيْتِي؟ قَالَ: «فَإِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ، فَأَلْقِ ثَوْبَكَ عَلَى وَجْهِكَ يَبُوءُ بِإِثْمِكَ وَإِثْمِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يَذْكُرِ الْمُشَعَّثَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ».

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ١١ ص ٣٣٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٦٣

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الصامتؒ حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر اور موجود ہوں آپ ﷺ کا حکم بجالانے کیلئے۔ پھر آپ ﷺ نے حدیث بیان فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تمہاری اس زمانے میں کیا حالت ہوگی جب مدینہ منورہ میں اس قدر لوگ مریں گے کہ قبر کے بقدر جگہ ایک غلام کے عوض میسر آئے گی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانیں یا جو حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم صبر سے کام لینا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں میں حاضر اور موجود ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری کیسی حالت ہوگی جب تم (مدینہ منورہ میں واقع جگہ) حجار الزیت کو خون آلود لت پت دیکھوگے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول جو حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جس جگہ (قبیلہ) کے ہو وہیں چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی تلوار نہ اٹھاؤں اور اسے کندھوں پر نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح تو تم ان فتنہ پردازوں کے شریک ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا: پھر (میرے لئے) کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں بیٹھے رہنا۔ میں نے عرض کیا: اگر کوئی فتین میرے پاس گھر میں گھس جائے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اگر اس سے ڈر کر تلوار کی چمک تم پر غالب آجائیگی تو تم اپنا کپڑا اپنے چہرہ پر ڈال لینا (اور ان لوگوں کے ہاتھوں ہلاک ہو جانا) تو وہ قاتل تمہارا اور اپنا دونوں کا گناہ لے کر لوٹے گا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس حدیث پر حماد (راوی) کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے مشعث بن طریف کو عبد اللہ بن صامتؓ سے پہلے ذکر نہیں کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦١) سنن ابن ماجہ - الفتن (٣٩٥٨)

شرح الحدیث: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت کہ جب اتنی کثرت سے اموات ہوں گی جس میں ایک قبر کے بقدر جگہ ایک غلام کے بدلہ میں ملے گی، یا مطلب یہ ہے کہ قبر کھودنے کی اجرت یہ ہوگی کہ یعنی کثرت مقتولین کی وجہ سے دفن کرنے کیلئے زمین مول خریدنی پڑے گی، تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانیں، یعنی آپ ہی بتلایئے کہ کیا کرنا چاہئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ کہ صبر اختیار کرنا، ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا أَبَا ذَرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا رَأَيْتَ أَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ غَرِقَتْ بِالدَّمِ؟» اس کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ اے ابوذر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم دیکھوگے کہ احجار الزیت لت پت ہو جائے گا خون کے ساتھ؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو اللہ اور اس کا رسول میرے لئے پسند کرے گا وہی کروں گا، قَالَ: «عَلَيْكَ بِمَنْ أَنْتَ مِنْهُ» تو آپ نے فرمایا اس وقت تم لازم پکڑنا ان لوگوں کو جن میں سے تم ہو، یعنی اپنا گھر اور قبیلہ، اور یا یہ مطلب ہے کہ جس امام سے تمہاری بیعت کا تعلق ہے اس کے ساتھ رہو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا اس وقت میں اپنی تلوار لیکر اس کو اپنے کندھے پر نہ رکھوں، آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں تو تم ان فتنہ پردازوں کے ساتھ شرکت

کرنے والے ہو جاؤ گے، قُلْتُ: فَإِنْ دُخِلَ عَلَيَّ بَيْتِي؟ قَالَ: «فَإِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ، فَأَلْقِ ثَوْبَكَ عَلَى وَجْهِكَ يَبُوءُ بِإِثْمِكَ وَإِثْمِهِ» انہوں نے عرض کیا کہ کیا اس وقت اگر کوئی فتین میرے گھر میں داخل ہو جائے پھر کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر دشمن کی تلوار کے بارے میں تجھے یہ خطرہ ہو کہ اس کی شعاع تجھ پر غالب آجائے گی تو اسوقت تو (بجائے اپنے دفاع کے) اپنا کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لے (تاکہ پتہ نہ چلے کہ کون میرے ساتھ کیا کر رہا ہے) پس اس صورت میں وہ تیرا قاتل تیرے اور اپنے دونوں کے گناہ کے ساتھ لوٹے گا، بِإِثْمِكَ مراد ای باثم قتلك الذی ارتکبه القاتل، اور یا مراد بِإِثْمِكَ سے خود مقتول کے اپنے گناہ ہیں جو اس نے پہلے سے کر رکھے ہیں، اور اس صورت میں رجوع سے مراد یہ نہیں ہوگا کہ تیرے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ تیرے سابقہ گناہ تیرے مقتول اور شہید ہو جانے کی وجہ سے [1] معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس حدیث میں جس فتنہ کا ذکر ہے اس کے بارے میں حاشیہ بذل [2] میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے: وفی ((أشراط الساعة)) أنها وقعة الحرة اھ [3] اور وقعۃ الحرہ کا ذکر کتاب الجہاد میں باب فی التفریق بین السبی امام ابو داؤد کے کلام میں ضمناً گزر چکا، جس کے لفظ یہ ہیں قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قُتِلَ بِالْجَمَاجِمِ، وَالْجَمَاجِمُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَثَمَانِينَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالْحَرَّةُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ، وَقُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ»، یہ واقعہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے دو سال بعد پیش آیا تھا اس لئے کہ شہادت حسینؓ کا واقعہ ٦١ھ میں پیش آیا اور یہ یعنی وقعۃ الحرہ ٦٣ھ میں جس میں ہزاروں صحابہؓ اور تابعینؒ مقتول ہوئے، لیکن حضرت ابوذرؓ نے اس لڑائی کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ ان کی وفات تو ٣٢ھ میں ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ ان فتن کے وقوع کے زمانہ اور سنہ کے تعین کا علم حضور اقدس ﷺ کو بھی [4] نہ تھا۔

---

[1] مقصد ہمارا یہ ہے حدیث شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قتل ناحق کی وجہ سے مقتول کے سارے گناہ قاتل پر ڈال دیئے جاتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ مسلک نہیں ہے لقولہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (اور نہ اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔ سورۃ فاطر ١٨) بلکہ صرف قتل مقتول کا گناہ قاتل کو ہوتا ہے، اور اگر سارے گناہوں کی معافی مراد لی جائے تو وہ بھی درست ہے اس لحاظ سے کہ اس قتل ناحق کی وجہ سے مقتول شہید ہوا اور شہادت کی وجہ سے گذشتہ سب گناہ معاف ہو ہی جاتے ہیں واللہ اعلم ١٢۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٦٧

[3] وقعة الحرة: مظاہر حق جدید (ج ٤ ص ٨٤٨) میں ہے: احجار الزیت نام ایک جگہ کا ہے جانب غربی مدینہ کے کہ اس میں پتھر سیاہ ہیں گویا کہ ان پر تیل زیتون کا ملا ہے اور یہ خبر دی آنحضرت ﷺ نے واقعہ حرہ کی اور وہ نہایت بڑا واقعہ ہے کہ زبان اور کان کلام کرنے والے اور سننے والے کی تحمل کہنے اور سننے کا نہیں رکھتے اور وقوع اس کا بیچ زمان شقاوت نشان یزید بن معاویہ کے ہے کہ بعد از واقعہ قتل امام حسینؓ کے بہت سا لشکر مدینہ منورہ کو بھیجا اور ہتک حرمت اس شہر اطہر اور مسجد شریف نبوی ﷺ کی کی، اور صحابہؓ اور تابعینؒ کی جماعت کثیرہ کو قتل کیا اور، اور بہت سی خرابیاں کیں کہ کہہ نہیں سکتے، اور بعد خراب کرنے مدینہ کے بھی لشکر مکہ کو بھیجا اور اسی سال وہ شقی واصل جہنم ہوا۔

[4] یہاں ایک احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقام خطاب مخاطب کو خاص ہو لیکن مراد عموم ہوتا ہے نہ کہ مخصوص مخاطب، مثلاً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يَذْكُرِ الْمُشَعَّثَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ»: یعنی اکثر رواۃ نے اس حدیث کو عن ابی عمران الجونی عن عبد اللہ بن الصامت نقل کیا ہے، مشعث کے واسطہ کے بغیر، چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں وقد رواہ جعفر بن سلیمان، وغیر واحد عن أبي عمران عن عبد الله بن الصامت نفسه، ولم يذكر المشعث، وذكره حماد بن زيد فقط (كذا في البذل [1]) والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري.

٤٢٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي»، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «كُونُوا أَحْلَاسَ بُيُوتِكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو کبشہؒ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں کے سامنے فتنے برپا ہونے والے ہیں (اس طرح) کہ جس طرح اندھیری رات کے ٹکڑے۔ ان فتنوں میں انسان، صبح کو مومن ہو گا تو شام کو کافر اور شام کے وقت مؤمن ہو گا تو صبح کو کافر ہو گا اور اس (زمانہ) میں چلنے والے شخص سے بیٹھا ہوا شخص بہتر ہو گا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: پھر آپ ﷺ ہم لوگوں کیلئے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے گھروں کے بوریہ بن جانا (یعنی چھپے رہنا)۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٠٤) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦٢) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٦١)

شرح الحدیث: یہ حدیث قریب میں گزر چکی۔

٤٢٦٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ جُبَيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ايْمُ اللهِ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا».

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: خوش نصیب وہ شخص ہے جو کہ فتنہ و فساد سے دور رہا اور خوش قسمت وہی ہے جو فتنہ سے بچا رہا جو کہ فتنوں سے دور رہا (یعنی محفوظ رہا) اور جو شخص اس میں پھنس جائے اور صبر سے کام لے تو ایسے شخص قابل داد ہے یا ایسے شخص پر حسرت اور

ك يحتاج حينئذ الى نفي علمه بالتعين اي بتعين الزمان والوقت ١٢۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٦٧

افسوس ہے۔

شرح الحدیث: سعید ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہے بایں طور کہ یا توان کا زمانہ ہی نہیں پایا یا زمانہ تو پایا لیکن ان سے دور رہا اسکو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا، اور جو مبتلا ہو افتنوں میں اور قصد کے انکی زد میں آگیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو وہ شخص قابل افسوس اور قلق ہے، یا مطلب یہ کہ وہ شخص قابل داد ہے کہ اس نے بہت اچھا کیا کہ صبر کیا، یہ دو معنی اس لئے کہ علماء نے لکھا ہے کلمۂ "وَاهًا" کے بارے میں: هي كلمة معناها التلهف والتأسف، وقد توضع ايضا موضع الاعجاب بالشئى كما في مرقاة الصعود للسيوطي.

٣- بَابٌ فِي كَفِّ اللِّسَانِ

فتنہ کے دور میں زبان کو روکنے کے فوائد کا بیان

٤٢٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ، بَكْمَاءُ، عَمْيَاءُ، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ، وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب بہرہ، گونگا، اندھا فتنہ برپا ہوگا پھر جو شخص اس فتنہ کی طرف متوجہ ہوگا تو فتنہ فساد بھی اس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے گا اور اس فتنہ (کے دور) میں زبان چلانا ایسا ہے جیسے تلوار چلانا (یعنی ایسے دور میں خاموش رہنا ہی بہتر ہوگا)۔

شرح الحدیث: سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ، بَكْمَاءُ، عَمْيَاءُ، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ: فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ، صَمَّاءُ یہ ایک حدیث میں اس سے پہلے گزر چکا ہے جو شخص اس فتنہ کی طرف جھانک کر دیکھے گا تو وہ فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا، (لہٰذا فتنہ کو دور سے جھانک کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے چہ جائیکہ اس میں شرکت کی جائے) وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ، اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ۔

کوکب میں اس فقرہ کے معنی میں دو احتمال لکھے ہیں، اور شرح میں لکھا ہے کہ لسان سے مراد کلمہ ہے یعنی فتنہ کے زمانہ میں حق بات زبان سے نکالنا بڑا شاق اور مشکل ہوگا تلواروں کی ضرب برداشت کرنے سے بھی زیادہ اس لئے کہ وہ اہل فتنہ باطل پر اڑے ہوئے ہوں گے، دوسرے یہ کہ کلمہ سے مراد کلمۂ باطل، یعنی جو فریق غیر حق پر ہے اس کی تائید گناہ ہونے میں تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہے اھ اور تیسرے معنیٰ ہامش کوکب میں اس کے یہ لکھے ہیں کہ مسلمانوں کے دو گروہ میں جب فتنہ اور لڑائی ہو تو اس صورت میں بلا تحقیق کسی ایک فریق کی مذمت کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسے مسلمانوں میں تلوار چلانا، کیونکہ وہ

حرب مسلمین کے درمیان ہے جن کی غیبت کرنا حرام ہے [1]۔

اور مظاہر حق میں ہے: اور دراز کرنی زبان اس فتنہ میں مانند مارنے تلوار کے ہے، یعنی تاثیر میں بلکہ زیادہ اس سے جیسا کہ کہا گیا ہے، بیت:

جراحات السنان لها التئام ولا یلتام ماجرح اللسان [2]

ترجمہ: نیزے کے پھل کا زخم مندمل ہو جاتا ہے، لیکن زبان کے گھاؤ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

اسی لئے کہا پہلی روایت میں سخت زیادہ مارنے تلوار کے سے اھ مظاہر حق والے معنی عام ہیں کہ فتنہ واختلاف کے زمانہ میں کھل کر بات کرنا فریقین میں سے کسی ایک کی حمایت میں یا مذمت میں یہ بہت زیادہ مؤثر ہوتا ہے مگر اس کے لئے بڑی جرأت اور ہمت کی ضرورت ہے واللہ تعالی أعلم۔

٤٢٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ زِيَادٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ، اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ الْأَعْجَمِ.

ترجمہ: طاؤس نے اس شخص سے نقل کیا جس کو زیاد کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایسا فتنہ (برپا) ہوگا جو کہ عرب کو گھیرے میں لے لے گا جو لوگ اس فتنہ میں قتل کئے جائیں گے وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اس (زمانہ) میں زبان چلانا تلوار چلانے سے بھی زیادہ (خطرناک) ہوگا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: اس روایت کو ثوری نے لیث عن طاؤس عن الاعجم روایت کیا۔

٤٢٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ، قَالَ زِيَادُ سِيمِينُ كُوشَ

ترجمہ: عبد القدوس سے روایت ہے کہ اعجم سمین گوش ہی کو کہتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢١٧٨) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦٥) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٢)

شرح الحدیث: یعنی عنقریب ایسا فتنہ آنے والا ہے جو تمام عرب کا استیعاب کرلے گا باعتبار ہلاک کرنے کے اور اس فتنہ کے مقتول جہنم میں جائیں گے۔

مظاہر حق میں لکھا ہے: نزدیک ہے کہ پیدا ہو فتنہ بڑا کہ غالب ہو عرب کو اور پہنچے شر اس کی سب کو، مقتول اس کے آگ میں

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ١٢٧ - ١٢٨

[2] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٨٥٥ - ٨٥٦

ہوں گے، مراد اس فتنہ سے وہ ہے کہ جو دو فریق بطمع مال وجاہ کے لڑیں، اور مقصود اس میں احقاق حق اور اعلاء دین اور امداد اہل حق کی نہ ہو، جیسے خانہ جنگی والوں کا حال ہوتا ہے کہ اندھا دھند آپس میں لڑنے لگتے ہیں اھ [1]۔

اور کوکب میں یہ ہے کہ وہ بات جو ظاہر اور تکلفات سے محفوظ وہ یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے کونسا فتنہ مراد ہے گو بعض محشین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ کا فتنہ ہے پس اگر اسکو تسلیم کر لیا جائے تو قَتْلَاهَا فِي النَّارِ کے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ اس فتنہ میں مارے گئے نہ کہ وہ لوگ جن کی وجہ سے فتنہ واقع ہوا لہذا جہنمی ہونے کے حکم سے حضرت عثمانؓ وطلحہؓ اور زبیرؓ نکل جائیں گے جو شہید کئے گئے، اسلئے کہ یہ حضرات تو وہ ہیں کہ جنکے قتل کی وجہ سے فتنہ اٹھا ہے نہ یہ کہ یہ حضرات اس میں مارے گئے اھ حاشیہ کوکب میں ہے کہ یہ توجیہ بہتر ہے اس توجیہ سے جو بعض حواشی میں مذکور ہے یعنی یہ کہ یہ حدیث توبیخ وتغلیظ پر محمول ہے، اسلئے کہ مجتہد مخطئ شرعاً معذور ہوتا ہے اور یہاں دونوں فریق مجتہد تھے اھ [2]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ الْأَعْجَمِ: یعنی سفیان ثوریؒ نے جب اس حدیث کو روایت کیا عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ تو بجائے "عن رجل يقال له زياد" کے عَنِ الْأَعْجَمِ کہا، اور یہ اعجم وہی ہیں یعنی زیادہ سیمیں گوش جیسا کہ آگے آرہا ہے، والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤ - بَابُ مَا يُرَخَّصُ فِيهِ مِنَ الْبَدَاوَةِ فِي الْفِتْنَةِ

فتنہ کے زمانہ میں جنگل میں چلے جانے کی اجازت کا بیان

یعنی فتنوں کے زمانہ میں تبدی کی اجازت اور رخصت، تبدی یعنی خروج الی البادیہ، شہروں اور آبادیوں کی رہائش ترک کر کے جنگل کی طرف چلے جانا۔

٤٢٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ، يَتْبَعُ بِهَا شَغَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ».

ترجمۃ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان شخص کی عمدہ مال بکریاں ہوں گی کہ جن کے پیچھے انسان پہاڑ کی چوٹی اور پانی برسنے کی جگہوں پر پھرے گا (اور وہ شخص) فتنوں کی وجہ سے اپنا دین لے کر بھاگ کھڑا ہو گا۔

---

[1] مظاهر حق جديد— ج٤ ص٨٥٥

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي— ج٣ ص١٢٦-١٢٧

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (١٩) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٢٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٠٥) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٣٠) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٧٧) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣٦) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦٧) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦/٣) موطأ مالك - الجامع (١٨١١)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہونگی جن کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہوں میں چلا جائے اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے یہ بات کہ اختلاط افضل ہے یا اعتزال کتاب الجہاد میں "باب في ثواب الجهاد" کے ذیل میں آچکی۔ والحدیث اخرجہ البخاری والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٥- بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ

فتنہ کے زمانے میں قتال کی ممانعت کا بیان

٤٢٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَيُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: خَرَجْتُ وَأَنَا أُرِيدُ - يَعْنِي - فِي الْقِتَالِ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: «إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ».

ترجمہ: حضرت احنف بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میں جنگ جمل میں شرکت کے قصد سے نکلا (چلا) راستہ میں میری ابو بکرہؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا تم واپس ہو جاؤ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: جب دو مسلمان شخص اپنی تلواریں ایک دوسرے کو قتل کرنے کیلئے اٹھائیں تو قتل کرنے والا اور مقتول دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! قتل کرنے والا شخص تو دوزخ میں جائے گا کیونکہ ایک مسلمان کو قتل کیا ہے لیکن جس کو قتل کیا گیا وہ کس وجہ سے دوزخ میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیونکہ وہ اپنے ساتھی کو ہلاک کرنے تاک کی میں تھا (لیکن وہ خود ہی ہلاک ہو گیا) اور اس کو موقع نہ مل سکا)۔

٤٢٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْحَسَنِ، بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ مُخْتَصَرًا.

ترجمہ: حسن سے اسی طرح اسکے ہم معنی روایت ہے لیکن اختصار کے ساتھ۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٣١) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨١) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٧٢) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٨٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤١١٦) سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٦٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤١/٥)

شرح الحدیث: احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے نکلا جنگ جمل میں شرکت کے ارادہ سے راستہ میں حضرت ابو بکرہؓ ملے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا لوٹ جا اس لئے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں آپس میں تو قاتل اور مقتول دونوں نار میں ہوں گے۔

النَّهْيِ عَنِ السَّعْيِ فِي الْفِتْنَةِ جو ایک ترجمہ گزرا ہے اس میں حضرت ابو بکرہؓ کا مسلک گزر چکا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو فتنہ میں مطلقاً عدم شرکت کے قائل ہیں۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذری۔

٦ـ بَابٌ فِي تَعْظِيمِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ

مؤمن کو قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے

تعظیم یعنی تغلیظ یعنی قتل مؤمن کو گناہ عظیم قرار دینا۔

٤٢٧٠ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ دِهْقَانَ، قَالَ: كُنَّا فِي غَزْوَةِ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ بِذُلُقْيَةَ، فَأَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَخِيَارِهِمْ، يَعْرِفُونَ ذَلِكَ لَهُ، يُقَالُ لَهُ: هَانِئُ بْنُ كُلْثُومِ بْنِ شَرِيكٍ الْكِنَانِيُّ، فَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا، وَكَانَ يَعْرِفُ لَهُ حَقَّهُ، قَالَ لَنَا خَالِدٌ: فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ، إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا، أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا».

ترجمہ: حضرت خالد بن دہقان کہتے ہیں کہ ہم لوگ قسطنطنیہ کی جنگ کے موقع پر مقام ذلقیہ میں تھے کہ اسی دوران ایک شخص جو فلسطین کے معزز اور سرداروں میں سے تھا سامنے آیا۔ لوگ اسکے درجہ مقام سے واقف تھے۔ اسے ہانی بن کلثوم بن شریک الکنانی کہا جاتا ہے اس ہانی نے عبد اللہ بن زکریا کو سلام کیا عبد اللہ بن زکریا ان کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے۔ خالد کہتے ہیں کہ پھر ہم سے عبد اللہ بن ابی زکریا نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت ام درداءؓ سے سنا وہ بیان کرتی تھیں کہ میں نے حضرت ابو درداءؓ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے ہر گناہ کے متعلق امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے مگر جو شخص حالت شرک میں مرجائے یا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے۔

شرح الحدیث: خالد بن دہقان کہتے ہیں کہ ہم غزوہ قسطنطینہ کے موقع پر مقام ذُلُقْيَة میں تھے (یہ بھی روم کا ایک شہر ہے) تو ایک فلسطینی شخص جو ان کے اشراف میں سے تھا یعنی ہانی بن کلثوم وہ آئے انہوں نے آکر عبد اللہ بن ابی زکریا کو سلام کیا یہ عبد اللہ بن ابی زکریا خالد بن دہقان کے اساتذہ میں ہیں خالد کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاذ عبد اللہ بن ابی زکریا نے اس آنے والے شخص یعنی ہانی بن کلثوم کی موجودگی میں حضرت ابو الدرداءؓ کی یہ حدیث سنائی جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

ہر گناہ کے بارے میں معافی کی امید کی جاسکتی ہے سوائے اس شخص کے جو شرک کی حالت میں مرے اور سوائے اس مؤمن کے جو کسی دوسرے مؤمن کو جان کر قتل کر دے ہانی بن کلثوم نے جو وہاں پہلے سے موجود تھے یہ حدیث سن کر اپنی سند سے ایک حدیث اس کی تائید میں بیان کی وہ یہ ہے مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، فَاعْتَبَطَ میں دو نسخے ہیں ایک عین مہملہ کے ساتھ دوسرا غین معجمہ کے ساتھ (ماخوذ من الغبطة) عین مہملہ کی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہے جس شخص نے کسی مؤمن کو قتل کیا ظلما بغیر قصاص کے اور غین معجمہ کی صورت میں حدیث کے معنی یہ ہوں گے جس شخص نے کسی مومن کو قتل کیا اور اس کو قتل کر کے خوش ہوا یعنی بجائے ندامت اور رنج کے کہ وہ تو کیا ہوتا اور خوش ہوا، بہر صورت آگے حدیث میں یہ ہے کہ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ نہ نفلی عبادت قبول فرماتے ہیں، نہ فرض۔

٤٢٧٠ - فَقَالَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ: سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ، يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا».

ترجمہ: حضرت ہانی بن کلثوم نے بیان کیا میں نے محمود بن ربیع سے سنا انہوں نے عبادہ بن صامت ؓ سے سنا انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: جو شخص کسی مؤمن کو (ظلما) مار ڈالے اور وہ شخص اس عمل پر راضی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں فرمائے گا نہ نفل اور نہ فرض۔

٤٢٧٠ - قَالَ لَنَا خَالِدٌ: ثُمَّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ». وَحَدَّثَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً.

ترجمہ: ابن ابی زکریا نے ام درداء کے حوالے سے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابو درداء ؓ کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مؤمن شخص تیزی اور شرح صدر کے ساتھ طاعات اور نیک اعمال کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی کا ناحق خون نہ کرے جب وہ کسی کا ناحق خون کر دیتا ہے (قتل کر دیتا ہے) تو وہ سست ہو جاتا ہے ہانی بن کلثوم نے محمود بن الربیع کے واسطے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

شرح الحدیث: خالد بن دہقان کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ عبد اللہ بن ابی زکریا نے ہانی بن کلثوم کی حدیث کے بعد ایک اور حدیث سنائی اور وہ یہ ہے: لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔ معنق یعنی خفیف الظہر سریع الیسر یہ عنق سے ماخوذ ہے جیسا کہ کتاب الحج میں گزرا ہے: كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ [1] پوری حدیث کا

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب الدفعة من عرفة ١٩٢٣

مطلب یہ ہے کہ مسلمان آدمی تیزی کے ساتھ آگے کو بڑھتا رہتا ہے صلاح اور توفیق خیرات کے ساتھ، گویا ترقی کرتا رہتا ہے جب تک ناحق خون نہ کرے، لیکن جب کسی کا ناحق خون کر دے تو سمجھو کہ وہ تھک گیا اور ہر خیر سے رک گیا اور وہ ترقی اس کی ختم ہو گئی۔ آگے یہ ہے روایت میں کہ ہانی بن کلثوم نے بھی یہ حدیث سنکر یہی حدیث اپنی سند سے بیان کی۔

٤٢٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُبَارَكٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، أَوْ غَيْرُهُ، قَالَ: قَالَ خَالِدُ بْنُ دِهْقَانَ، سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى الْغَسَّانِيَّ، عَنْ قَوْلِهِ: «اعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ» قَالَ: «الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي الْفِتْنَةِ، فَيَقْتُلُ أَحَدُهُمْ، فَيَرَى أَنَّهُ عَلَى هُدًى، لَا يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ يَعْنِي مِنْ ذَلِكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "فَاعْتَبَطَ: يَصُبُّ دَمَهُ صَبًّا".

ترجمہ: صدقہ بن خالد یا اور کوئی شخص حضرت خالد بن دہقان سے روایت کرتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن یحییٰ غسانی سے پوچھا کہ (مندرجہ بالا حدیث میں) اعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ جو الفاظ ہیں اس کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فتنہ کے دور میں ایک دوسرے کو یہ سمجھ کر مار ڈالتے ہیں کہ ہم راہ ہدایت پر ہیں پھر وہ اس قتل کے گناہ سے معافی بھی نہیں مانگتے (کیونکہ وہ اپنے خیال میں اس قتل کو درست اور شریعت کے مطابق سمجھتے ہیں)۔

شرح الحدیث: یہ کل چار حدیثیں ہو گئی دو عبد اللہ بن ابی زکریا کی روایت کردہ اور دو ہانی بن کلثوم کی روایت کردہ پہلی دونوں حدیثیں حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہیں اور دوسری دونوں حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے اور سبھی میں تعظیم قتل مومن پائی جارہی ہے جو کہ ترجمۃ الباب ہے۔

٤٢٧٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُجَالِدِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فِي هَذَا الْمَكَانِ يَقُولُ: "أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا [1]} بَعْدَ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ {وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ [2]} بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ".

ترجمہ: حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے اسی جگہ سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ یہ آیت کریمہ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا الخ اس آیت کریمہ سے چھ مہینے کے بعد نازل ہوئی ہے جو سورۂ فرقان میں ہے یعنی وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ الخ۔

شرح الحدیث: **ناحق قتل مؤمن کے بارے میں ابن عباسؓ وغیرہ کا مسلک:** یہ دو آیتیں ہیں پہلی سورہ نساء

---

[1] اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں (سورۃ النساء ۹۳)

[2] اور وہ لوگ کہ نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو منع کر دی اللہ نے مگر جہاں چاہیے (سورۃ الفرقان ٦٨)

کی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو مسلم کسی دوسرے مسلم کو جان کر ناحق قتل کرے گا اس کی دائمی سزا جہنم ہے، اور دوسری آیت سورۂ فرقان کی ہے اس آیت میں قتل مؤمن کی سزا خلود فی النار بیان کرنے کے بعد "من تاب" کا استثناء ذکر کیا گیا ہے وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا[1] اس استثناء کی وجہ سے دونوں آیتوں کے مضمون میں بظاہر تعارض ہو گیا تو اسکے بارے میں حضرت زید بن ثابتؓ یہ فرمارہے ہیں کہ سورۂ نساء والی آیت سورۂ فرقان کی آیت کے نزول کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی، یعنی سورۂ نساء کی آیت محکم اور غیر منسوخ ہے اور سورۂ فرقان کی آیت کا حکم منسوخ ہے (منسوخ الحکم غیر منسوخ التلاوۃ)۔

٤٢٧٣ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَوْ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: "لَمَّا نَزَلَتِ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ: { وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ } قَالَ مُشْرِكُو أَهْلِ مَكَّةَ: قَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ، وَدَعَوْنَا مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ، وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ، فَأَنْزَلَ اللهُ: { اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[2] }، فَهَذِهِ لِأُولَئِكَ"، قَالَ: "وَأَمَّا الَّتِي فِي النِّسَاءِ: { وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ } الْآيَةَ"، قَالَ: «الرَّجُلُ إِذَا عَرَفَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ لَا تَوْبَةَ لَهُ»، فَذَكَرْتُ هَذَا لِمُجَاهِدٍ، فَقَالَ: «إِلَّا مَنْ نَدِمَ».

ترجمہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا انہوں نے بیان کیا کہ سورۂ فرقان کی آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی تو مشرکین نے کہا ہم لوگوں نے تو اس جان کو قتل کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ہم نے اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو ہی پکارا ہے اور ہم لوگ برائیوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ الخ یعنی جس شخص نے یہ کام حالت کفر میں انجام دیئے پھر اس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیکی کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کردے گا۔ لیکن سورۃ نساء میں جو آیت کریمہ ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ وہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو مسلمان ہو اور شریعت سے واقف ہو اور اس کے باجود وہ کسی صاحب ایمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو ایسے شخص کی سزا دوزخ ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی۔ سعید نے کہا کہ میں نے یہ بات مجاہد سے بیان کی تو انہوں نے جواب دیا اگر قاتل نادم ہو (اور وہ دل سے تائب ہوجائے) تو اس کی توبہ قبول ہوجائے گی۔

---

[1] اور پڑا رہے گا اس میں خوار ہو کر مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک (سورۃ الفرقان ٦٩ - ٧٠)

[2] مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں (سورۃ الفرقان ٧٠)

شرح الحديث: سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس تعارض کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اسکا جو جواب بیان کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی آیت کا تعلق مشرکین سے ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو قتل کرے گا یا اس کے علاوہ اور جو بھی گناہ کرے گا وہ سب ایمان لاکر توبہ کرنے سے معاف ہو جائیگا اور سورۂ نساء والی آیت کا تعلق مسلمانوں سے ہے کہ ایک مسلمان جان بوجھ کر جب دوسرے مسلمان کو قتل کرے گا تو اس کی سزا خلود فی النار ہو گی لہٰذا دونوں آیتوں کا محمل جدا گانہ ہے اور کوئی تعارض نہیں ہے دونوں حکم اپنی اپنی جگہ قائم اور محفوظ ہیں۔

فَذَكَرْتُ هٰذَا لِمُجَاهِدٍ، فَقَالَ: إِلَّا مَنْ نَدِمَ: سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ رائے سن کر جب مجاہد سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: إِلَّا مَنْ نَدِمَ۔

حضرت مجاہدؒ کا یہ قول بظاہر حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے خلاف ہے ان کی رائے یہ ہے کہ ناحق قتل مؤمن کے بعد قاتل کی توبہ جو ندامت کے ساتھ ہو گی وہ قبول ہو سکتی ہے، جمہور اہل السنت والجماعت کی رائے بھی یہی ہے۔

باب کی ان دونوں حدیثوں سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں متفق ہیں قاتل مؤمن کے خلود فی النار پر، لیکن زید بن ثابتؓ کی رائے ان دونوں آیتوں کے بارے میں نسخ کی ہے کہ ایک ناسخ اور دوسری منسوخ ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے بجائے نسخ کے اختلاف محمل کی ہے کہ دونوں آیتوں کا محمل الگ الگ ہے، منسوخ ان میں سے کوئی نہیں، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کبھی تو ان دونوں آیتوں کے بارے میں یہی فرماتے تھے یعنی اختلاف محمل اور کبھی وہ وہی فرماتے تھے جو زید بن ثابتؓ نے فرمایا یعنی نسخ، چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کما فی عون المعبود. فقال أي ابن عباس هذه مكية أراه نسختها آية مدنية التي في سورة النساء [1] قال الحافظ في الفتح [2]: إن ابن عباس كان تارة يجعل الآيتين في محل واحد فلذلك يجزم بنسخ إحداهما وتارة يجعل محلهما مختلفا. ويمكن الجمع بين كلاميه بأن "عموم" التي في الفرقان خص منها مباشرة المؤمن القتل متعمدا. وكثير من السلف يطلقون النسخ على التخصيص وهذا أولى من حمل كلامه على التناقض وأولى من دعوى أنه قال بالنسخ ثم رجع عنه اهـ [3].

حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان کا مشہور مسلک یہی ہے اور دوسری روایت ان سے یہ بھی ہے کہ اس کیلئے یعنی قاتل مؤمن کیلئے توبہ ہے لقولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب التفسير - سورة الفرقان ٤٤٨٤

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٨ ص ٤٩٦

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ١١ ص ٣٥٦

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا[1] اور پھر فرماتے کہ ابن عباسؓ کی جو یہ روایت ثانیہ ہے هي مذهب جميع أهل السنة والصحابة والتابعين ومن بعدهم وما روى عن بعض السلف مما يخالف هذا محمول على التغليظ والتحذير من القتل وليس فى هذه الآية التى احتج بها بن عباس تصريح بأنه يخلد وانما فيها أنه جزاؤه ولا يلزم منه أنه يجازى[2] اھ یہ جو آخری بات امام نوویؒ کے کلام میں گزری ہے کہ اس آیت میں خلود کی تصریح نہیں ہے بلکہ آیت کریمہ میں تو یہ ہے کہ ایسے شخص کی سزا قاعدہ اور ضابطہ میں یہ ہے اور سزا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سزا اس کو دی بھی جائے، یہ بات یہاں کتاب میں ابو مجلز سے آگے آرہی ہے۔

٤٢٧٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي يَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ فِي " { وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ } أَهْلِ الشِّرْكِ، قَالَ: وَنَزَلَ { يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[3] } ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے واقعہ میں نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ { وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ } سے مراد وہ لوگ ہیں (جنہوں نے شرک کیا) کہتے ہیں کہ پھر یہ آیات نازل ہوئیں: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔

٤٢٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: { وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا[4] } ، قَالَ: «مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ { وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا } کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا (یعنی اس آیت کا حکم اپنی جگہ باقی ہے)۔

٤٢٧٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، فِي قَوْلِهِ: " { وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ[5] } ، قَالَ: «هِيَ جَزَاؤُهُ، فَإِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ فَعَلَ».

ترجمہ: ابو مجلز سے آیت { وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ } کی تفسیر کے متعلق مروی ہے کہ جو شخص کسی مؤمن کو قصداً قتل کردے تو اس کی سزا یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی کہ وہ شخص ہمیشہ دوزخ میں جلے گا لیکن اللہ اگر

---

1. اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوادے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان (سورۃ النساء ١١٠)
2. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٨ ص ١٥٩
3. اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے (سورۃ الزمر ٥٣)
4. اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر (سورۃ النساء ٩٣)
5. اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے (سورۃ النساء ٩٣)

چاہے تو اس کی مغفرت فرمادے۔

شرح الحدیث: یعنی سزا تو ایسے شخص کی یہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اگر چاہیں گے تو معاف فرمادیں گے۔حدیث زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ اخرجہ النسائی، واثر سعید بن جبیر اخرجہ البخاری ومسلم بنحوہ، قالہ المنذری۔

٧- بَابُ مَا يُرْجَى فِي الْقَتْلِ

قتل ہو جانے کے بعد مغفرت اور اجر وثواب کی توقع کا بیان

بظاہر یہ "القَتْلِ" مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی فتنہ کے اندر بجائے قتال میں حصہ لینے کے خود مقتول ہو جانے میں جس اجر وثواب کی امید کی جاتی ہے اسکا ذکر۔

٤٢٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ فِتْنَةً، فَعَظَّمَ أَمْرَهَا، فَقُلْنَا: - أَوْ قَالُوا: - يَا رَسُولَ اللهِ، لَئِنْ أَدْرَكَتْنَا هَذِهِ لَتُهْلِكَنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَلَّا، إِنَّ بِحَسْبِكُمُ الْقَتْلَ» ، قَالَ سَعِيدٌ: «فَرَأَيْتُ إِخْوَانِي قُتِلُوا».

ترجمہ: سعید بن زید سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کی ہولناکی کو بیان فرمایا ہم نے عرض کیا یا لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ فتنہ ہم لوگوں کے زمانہ میں ہو تو وہ ہم کو تباہ وبرباد کر دے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں تمہارا قتل ہونا کافی ہو جائے گا۔ سعید نے بیان کیا کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا کہ وہ (جنگ جمل وصفین وغیرہ میں) مار دیئے گئے۔

تخریج: سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٧٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨٩/١)

شرح الحدیث: سعید بن زید فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور اس کا بہت بڑا ہونا ظاہر فرمایا، اس پر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم نے اس فتنہ کو پالیا (ففی رواية لَئِنْ أَدْرَكْنَا هَذَا لَتَهْلِكَنَّ [1]) تو ہم تو سب ہلاک ہو جائیں گے، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ تمہارے لئے مقتول ہو جانا کافی ہے، یعنی خطرہ اور ضرر تو اس صورت میں ہے جب تم اس میں شریک ہو کر قتال کرو، اور اگر قتال کے بجائے ہابیل کی طرح مقتول ہو جاؤ تو پھر کیا ضرر ہے۔

قَالَ سَعِيدٌ: فَرَأَيْتُ إِخْوَانِي قُتِلُوا: حضرت سعید بن زید راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا کہ وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق) مقتول ہو گئے لہذا اس فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہے۔

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة كتاب الفتن باب من كره الخروج في الفتنة وتعوذ منها ٣٨٢٨٦ (الطبعة الأولى دار القبلة ١٤٢٧ هـ)

٤٢٧٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ، وَالزَّلَازِلُ، وَالْقَتْلُ».

ترجمہ: حضرت بردہؓ اپنے والد ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری یہ اُمت مرحومہ ہے اس کو آخرت میں (ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب نہ ہو گا) البتہ دنیا میں اس کو عذاب فتنوں زلزلوں اور قتل کی صورت میں ہو گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفتن والملاحم (٤٢٧٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٤١٠)

شرح الحدیث: یہ حدیث بڑی امید افزا اور تسلی بخش ہے، آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ میری امت امت مرحومہ ہے اور پھر اس کی تفصیل آپ ﷺ نے آگے خود ہی بیان فرمائی کہ آخرت میں اسپر کوئی خاص عذاب نہ ہو گا (تھوڑا بہت ہو تو ہو) اس کا عذاب تو دنیا ہی میں فتنوں کا آنا اور زلزلے اور قتل ہے۔

یعنی دنیا میں جو فتنے آئیں گے اور معاصی کی وجہ سے جو آفات سماویہ پائی جائیں گی زلزلے اور قحط سالی وغیرہ اور دوسرے مصائب اور قتل وغارت وغیرہ یہی چیزیں اس امت کے لئے کفارہ ہو جائیں گی، آخرت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خاص عذاب نہ ہو گا معافی تلافی ہو جائے گی۔ مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم وکان اللہ شاکرا علیما۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: أُمَّتِي هَذِهِ یعنی اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ امت یعنی محمد یہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ یہ چیز جو آپ ﷺ کی امت کو حاصل ہوئی یہ اس نسبت ہی کا اثر ہے اور یہ آپ ہی کی برکت اور فیض ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وبارك وانعم وسلم تسليما كثيرا كثيرا اجزى الله عنا سيدنا ومولانا محمدا ما هو اهله لله در المصنف ماشاء اللہ تعالیٰ کتاب الفتن کے آخر میں بہت اچھی حدیث لائے۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

آخِرِ كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ

بسم الله الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْمَهْدِيِّ

حضرت مہدی کے بارے میں

اور ایک نسخہ میں ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اول کتاب المہدی اختلاف نسخ کی مزید تفصیل کتاب الفتن کے شروع میں گذر چکی۔

اور بعض نسخوں میں ہے کتاب الملاحم۔ ملاحم ملحمہ کی جمع ہے یعنی موضع قتال یا واقعہ عظیمہ یعنی بڑی جنگ، یہ یا تو لحمۃ سے ماخوذ ہے یعنی لحمة الثوب سے لكثرة الاختلاف والاختلاط كما يختلط السد اوللحمة (جنگ میں اختلاف واختلاط ہوتا ہی ہے) اور یا لحم سے ماخوذ ہے لكثرة لحوم القتلى فيها، ملا علی قاریؒ [1] فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم نبی الملحمۃ بھی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے اسماء میں ایک نام "نبی الرحمۃ" ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ منبع الجمال ہونے کے ساتھ معدن الجلال بھی ہیں اھ (بذل [2]) چونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کی امت آخر الامم ہے، جس طرح آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح کوئی اور امت بھی نہیں لہٰذا قیامت اور اس کے تمام متعلقات اور لوازمات فتن وغیرہ آپ ﷺ ہی کی امت میں پیش آنے ہیں اسی لحاظ سے آپ ﷺ نبی الملحمۃ ہوئے۔

٤٢٧٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً. كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ». فَسَمِعْتُ كَلَامًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَفْهَمْهُ. قُلْتُ لِأَبِي: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے یہ دین اسلام ہمیشہ باقی اور محفوظ رہے گا بارہ خلفاء تک ان میں سے ہر ایک خلیفہ پر اُمت متفق ہوگی پھر آپ ﷺ نے ایک بات فرمائی جس کو میں نہ سمجھ سکا تو میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کیا فرما رہے ہیں انہوں نے جواب دیا آنحضرت ﷺ نے

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح– ج ١٠ ص ٤٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود– ج ١٧ ص ١٨٦

ارشاد فرمایا یہ تمام خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

تخریج: صحیح البخاري - الأحكام (٦٧٩٦) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٢١) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٢٣) سنن أبي داود - المهدي (٤٢٧٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥)

شرح الحديث: تخريج الحديث واختلاف الفاظه: یہ حدیث ابو داؤد کے علاوہ ترمذی اور مسلم شریف میں بھی ہے، الفاظ میں قدرے اختلاف ہے ترمذی کے الفاظ یہ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَكُونُ مِنْ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا» ، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ الَّذِي يَلِينِي، فَقَالَ: قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ» : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو [1]، اور صحیح مسلم میں ایک طریق میں «إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتَّى يَمْضِيَ فِيهِمِ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً» ، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ» ،وفی رواية «لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا» ، ثُمَّ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَتْ عَلَيَّ، فَسَأَلْتُ أَبِي: مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ»، اور ایک روایت میں ہے لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً، اور ایک روایت میں لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً [2]، اور صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث اگرچہ ہے لیکن مختصر اُولفظه فی کتاب الاحکام فی باب بلا ترجمة من حديث جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَكُونُ اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا - فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي إِنَّهُ قَالَ - كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ [3]۔

حدیث کامطلب اوراس پراشکال وجواب: حضرت جابر بن سمرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یہ دین اسلام قائم اور محفوظ رہے گا بارہ خلفاء تک جو ایسے ہوں گے کہ امت ان کی خلافت پر متفق ہو گی اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

اس حدیث پر امام نووی [4] وغیرہ شراح نے دو اشکال نقل کئے ہیں اول یہ کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا [5] کیونکہ تیس سال تک تو صرف چار ہی خلیفہ ہوئے ہیں اور اس حدیث میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے، جواب یہ ہے کہ ثَلَاثُونَ سَنَةً والی حدیث میں خلافت سے مطلق خلافت مراد نہیں بلکہ خلافت راشدہ اور

---

[1] جامع الترمذي — كتاب الفتن — باب ماجاء فی الخلفاء ٢٢٢٣

[2] صحيح مسلم — كتاب الإمارة — باب الناس تبع لقريش، والخلافة فی قريش ١٨٢١

[3] صحيح البخاري — كتاب الأحكام — باب الإستخلاف ٦٧٩٦

[4] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٢ ص ٢٠١

[5] صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان رقم الحديث ٦٩٤٣ ج ١٥ ص ٣٩٢

خلافت نبوت یعنی علی منہاج النبوۃ مراد ہے جو حضرت علیؓ پر آکر پوری ہو جاتی ہے [1]۔ چنانچہ بعض روایات میں تصریح ہے خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ - أَوْ مُلْكَهُ - مَنْ يَشَاءُ [2] اور اس دوسری حدیث میں جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے خلافت سے مطلق خلافت مراد ہے۔

دوسرا اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں جو عدد مذکور ہے یعنی بارہ اس سے تو بہت زیادہ خلفاء گزر چکے ہیں [3]، جواب ظاہر ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ یہ دین ان شاء اللہ تعالیٰ بارہ خلفاء تک باقی رہے گا، اس میں زائد کی نفی کہاں ہے، جیسا کہ اسی کتاب الملاحم کی آخری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تَعْجِزَ أُمَّتِي عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ. قِيلَ لِسَعْدٍ: وَكَمْ نِصْفُ ذَلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ [4]، یعنی میں اللہ تعالیٰ کے امید رکھتا ہوں اس بات کی کہ میری امت کم از کم نصف یوم تک باقی رہے گی یعنی پانچ سو سال۔

الكلام على شرح الحديث وبيان معانيه: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو بارہ خلفاء پائے گئے ہیں جن میں خلفاء اربعہ ہیں خلفائے راشدین، اور باقی خلفاء بنو امیہ جن میں بہت سے غیر عادل تھے، مثلاً مروان یزید وغیرہ، پھر وہ اس حدیث کا مصداق کیسے بن سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مراد اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خلفاء سب کے سب امراء عدل ہوں گے بلکہ وہ کیسے بھی ہوں لیکن ان کے زمانہ میں شوکت اسلام اور اس کی قوت پائی جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس زمانہ تک اسلام کی قوت اور حسن نظام پایا گیا اور پھر تیرھویں خلیفہ یعنی ولید بن یزید بن عبد الملک سے نظام سلطنت قائم نہ رہ سکا اور اس کو خلافت کے چوتھے ہی سال قتل کر دیا گیا لیکن صرف اس توجیہ سے بھی اشکال سے خلاصی نہ ہوگی کیونکہ تیسرے اور چوتھے خلیفہ کے دور میں جنگیں ہوئیں جنگ جمل اور صفین وغیرہ، اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلافات مسئلہ خلافت میں نہ تھے بلکہ دیگر امور مملکت یعنی انتظامی امور سے اس کا اصل تعلق تھا، اور ولید بن یزید کو جو ہم نے تیرھواں خلیفہ قرار دیا وہ اس طور پر کہ درمیان میں سے معاویۃ بن یزید اور مروان اور عبد اللہ بن الزبیر کو مستثنیٰ قرار دیا جائے، لعدم اجتماع الناس علی ولایتھم پس ہشام بن عبد الملک تک بارہ کا عدد پورا ہو گیا اس کے بعد خلافۃ کے مسئلہ میں لوگوں کا اتفاق و اجتماع نہ ہو سکا کذا قال القاضی عیاض وابن تیمیہ وغیرھما ھذا ھو المعنی الاول من المعانی المذکورۃ لہٰذا

---

[1] مدت خلافۃ خلفاء راشدین کی حسب ذیل ہے، صدیق اکبرؓ دو سال تین ماہ، عمر فاروقؓ دس سال چھ ماہ، ذو النورینؓ گیارہ سال گیارہ ماہ، علی حیدرؓ چار سال نو ماہ اس کے بعد چھ ماہ خلافت حسنؓ کے ملا کر تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔

[2] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في الخلفاء ٤٦٤٦

[3] اس لئے کہ صرف خلفاء بنی امیہ ہی کی تعداد حضرت معاویہؓ کے بعد تیرہ ۱۳ ہے، اور خلفاء عباسیہ مزید بر آں جن کی تعداد تقریباً پچاس ہے۔

[4] سنن أبي داود - كتاب الملاحم - باب قيام الساعة ٤٣٥٠

الحديث في حاشية اللامع، دوسرا قول یہاں پر یہ ہے کہ حدیث میں امراء سے امراء عدل ہی مراد ہیں لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ بارہ خلفاء مسلسل علی التوالی پائے جائیں گے بلکہ متفرق طور پر الی قیام الساعۃ ہوں گے اور آخر ان میں کہ حضرت مہدیؒ ہوں گے، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں اسی مطلب کو راجح قرار دیا ہے اور تحریر فرمایا ہے والتفصیل فی ذلک ذکرہ السیوطی فی تاریخ الخلفاء، ومولانا الشیخ ولی اللہ الدہلوی فی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اھ ❶۔ اس دوسرے قول کی تشریح وتفصیل آگے ہمارے حاشیہ میں آرہی ہے، اور شیعہ حضرات خصوصًا فرقہ اثنا عشریہ یہ کہتا ہے کہ اس سے ہمارے بارہ امام مراد ہیں آپ ﷺ کے بعد اولھم علی رضی اللہ عنہ ❷ وآخرھم محمد بن الحسن العسکری المھدی المنتظر، جو کہ غار سُرَّ مَنْ رَأی میں پوشیدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبل القیامۃ ظاہر ہوں گے اور دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے، اور حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے اختلفوا فی معنی الحدیث علی أقوال کثیرۃ کما بسطہ المحشی والحافظ والعینی والقاری ❸ والبسط من الکل فی ہامش اللامع (في كتاب الأحكام) ❹.

یہ حدیث بخاری میں کتاب الاحکام میں بھی ہے جیسا کہ شروع میں گذرا، حضرت شیخ نے وہاں پر لامع الدراری کے حاشیہ میں اس پر نہایت تفصیل سے کلام فرمایا ہے جو چاہے ❺ اس کو وہاں دیکھ لے۔

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٩٠

❷ اور ان کے بعد ② حسن بن علی پھر ③ حسین بن علی پھر ④ علی بن حسین المشہور بہ امام زین العابدین پھر ⑤ محمد باقر پھر ⑥ جعفر صادق پھر ⑦ موسیٰ کاظم پھر ⑧ علی رضا پھر ⑨ محمد بن علی التقی پھر ⑩ علی بن محمد النقی پھر ⑪ حسن بن علی العسکری۔

❸ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٨٧

❹ حاشیۂ لامع اللامع فی کتاب الاحکام — ج ٣ ص ٤١٩

❺ حاشیۂ لامع الدراری میں اس حدیث کی شرح میں بارہ قول ذکر کئے ہیں جن میں سے دو تین قول تو ہم اوپر شرح میں نقل کر چکے دو قول اور یہاں نقل کرتے ہیں جو زیادہ مشہور ہیں: ① حدیث میں جو لفظ بعدی وارد ہے اس میں بعدیت حقیقیہ متصلہ پر محمول کیا جائے اور اس صورت میں آپ ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ سے لیکر عمر بن عبد العزیز تک مسلسل چودہ خلفاء ہوتے ہیں جن میں سے دو کی خلافت تو درست اور منعقد ہی نہیں ہوئی اور نہ کچھ طویل ہوئی، یعنی معاویۃ بن یزید بن معاویہ اور مروان، لہٰذا اب ان چودہ خلفاء میں سے دو کے اخراج کے بعد عمر بن عبد العزیز تک بارہ خلفاء باقی رہ جاتے ہیں۔ موصوف کی وفات ١٠١ھ میں ہوئی ہے یعنی قرن اول جو کہ خیر القرون ہے اس کے ختم ہونے پر چنانچہ اس کے بعد سے احوال میں مسلسل تغیر وانقلاب آتا چلا گیا۔ اور اس پر یہ اشکال کہ حدیث میں تو ہے یجتمع علیھم الناس اور یہ صفت ان بارہ میں سے حسن بن علیؓ اور عبد اللہ بن الزبیرؓ میں پائی نہیں جاتی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یجتمع علیھم اکثر کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ بارہ خلفاء ایسے ہوں گے جن پر اکثر لوگ متفق ومجتمع ہوں گے۔ ② آپ علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ میرے بعد تمام مدت اسلام میں الی یوم القیامۃ بارہ خلفاء ایسے پائیں جائیں گے جن کا عمل ہدایت اور دین حق کے مطابق ہوگا جن میں دو آل بیت محمد سے ہوں گے جیسا کہ مسند مسدد کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے، علامہ سیوطیؒ اس معنی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان بارہ میں سے خلفاء اربعہ اور حسنؓ، معاویہؓ، ابن الزبیرؓ، عمر بن عبد العزیزؒ یہ آٹھ تو گذر چکے اور محتمل ہے کہ ان میں خلفاء عباسیہ میں سے مہتدی باللہ کو بھی شمار کیا جائے کیونکہ وہ خلفاء عباسیہ میں ایسا ہی ہے جیسے امراء بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز ایسے ہی الظاہر عباسی بھی جو بڑا عادل تھا، اب آگے آل بیت محمد سے دو باقی رہ گئے جن میں سے ایک ☜

۴۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً»، قَالَ: فَكَبَّرَ النَّاسُ وَضَجُّوا، ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً خَفِيفَةً، قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَتِ، مَا قَالَ؟ قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا لوگوں نے یہ بات سن کر اللہ اکبر کہا اور خوشی میں آواز بلند کی (بذل)۔ پھر آپ ﷺ نے آہستگی سے کچھ ارشاد فرمایا میں نے اپنے والد سے دریافت کیا آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ تمام کے تمام بارہ (خلفاء) قریش میں سے ہوں گے۔

۴۲۸۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ: فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ أَتَتْهُ قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: ثُمَّ يَكُونُ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ يَكُونُ الْهَرْجُ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے یہی حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر جابر بن سمرہؓ گھر واپس ہوئے تو جابر بن سمرہؓ کی خدمت میں قبیلہ قریش کے لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کیا پیش آئے گا جابرؓ نے فرمایا پھر قتل و قتال ہوگا (یعنی ناحق خون بہے گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الأحكام (۶۷۹۶) صحيح مسلم - الإمارة (۱۸۲۱) جامع الترمذي - الفتن (۲۲۲۳) سنن أبي داود - المهدي (۴۲۸۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۶/۵)

۴۲۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَهُمْ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا زَائِدَةُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ فِطْرٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ» - قَالَ زَائِدَةُ فِي حَدِيثِهِ: «لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ»، ثُمَّ اتَّفَقُوا - «حَتَّى يَبْعَثَ فِيهِ رَجُلًا مِنِّي» - أَوْ «مِنْ أَهْلِ بَيْتِي» - «يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي» زَادَ فِي حَدِيثِ فِطْرٍ: «يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا، وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا» وَقَالَ: فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ: «لَا تَذْهَبُ، أَوْ لَا تَنْقَضِي، الدُّنْيَا

تلہ تو حضرت مہدی ہیں ایک کوئی اور ان کے علاوہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذل المجہود میں اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ ان بارہ خلفاء سے وہ مراد ہیں جو خلفاء راشدین کی سیرت پر ہوں گے اور قیامت تک مختلف زمانوں میں پائے جاتے رہیں گے اور آخر میں حضرت مہدی ہوں گے حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے آیت کریمہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (سورۃ النور ۵۵) الآیۃ کے ذیل میں اھ۔ من ہامش "اللامع" یہ معنی ثانی اوپر شرح میں مختصراً گزر چکے ہیں، ایک قول یہاں یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو اسی طرح مبہم ہی رکھا جائے، قال الشیخ ابن تیمیة فی المنهاج ومنهم من قال لا انهم معناه کابی بکر بن العربي اھ (حاشیۂ لامع)

حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَفْظُ عُمَرَ وَأَبِي بَكْرٍ بِمَعْنَى سُفْيَانَ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی بچ جائے گا زائدہ استاد کے یہ الفاظ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر طویل فرمائیں گے کہ اس (ایک دن) میں ایک شخص مجھ سے یا فرمایا میرے اہل بیت میں سے بھیجے گا کہ اس کا نام میرے جیسے ہو گا اور اسکے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہو گا (راوی) فطر کی روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ وہ شخص انصاف سے زمین بھر دے گا (یعنی روئے زمین پر انصاف کا غلبہ ہو گا) جیسا کہ وہ زمین (ظلم اور زیادتی) سے بھر گئی تھی (راوی) سفیان کی روایت میں اس قدر اس کے ظہور سے پہلے اضافہ ہے کہ دنیا کی ختم نہیں ہو گی یہاں تک کہ ملک عرب کا مالک میرے گھر کے لوگوں میں سے ایسا شخص ہو گا کہ اس کا نام میرے نام جیسا ہو گا۔
امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ عمر بن عبید اور بکر بن عیاشؒ کی حدیث کے الفاظ سفیان کی حدیث جیسے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي-الفتن (٢٢٣٠) جامع الترمذي-الفتن (٢٢٣١) سنن أبي داود-المهدي (٤٢٨٢)

شرح الحدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے تمام ایام گذر کر صرف ایک دن باقی رہ جائے (اور بالفرض اس وقت تک مہدی کا ظہور نہ ہوا ہو گا) تو اللہ تعالیٰ اس ایک ہی دن کو طویل فرمادیں گے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کو دنیا میں بھیجیں گے جو مجھ سے ہو گا۔ یا یہ فرمایا کہ میرے اہل بیت سے ہو گا، اسکا نام میرے نام کے اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہو گا (یعنی محمد بن عبداللہ) جو اپنے آنے کے بعد روئے زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے پر ہو گی۔

بذل میں لکھا ہے: وحاصل معنی الحدیث أن بعثه مؤکد یقیني لابد أن یکون ذلك [1] یعنی اس قسم کے شخص کا ظہور اخیر زمانہ میں ضرور بالضرور ہو گا، اور اس حدیث میں فرقہ امامیہ پر رد ہے جو مہدی موعود کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ وہ محمد بن الحسن العسکری ہیں اھ۔ والحدیث اخرجه الترمذی وقال حسن صحیح، قاله المنذری۔

علامات قیامت کا بیان: کتاب الفتن چل رہی ہے فتنے جتنے بھی ہیں ان کا شمار علامات قیامت ہی میں ہے اور علامات قیامت پر مستقل کتابیں علماء نے لکھی ہیں الاشاعة لأشراط الساعة علامہ برزنجیؒ کی مشہور تصنیف جس کا ذکر کتاب الفتن کے شروع میں آیا ہے اس سلسلہ کی بہت جامع اور تحقیقی تصنیف ہے۔

علامات قیامت کی تقسیم: اس کتاب میں اس کے مصنف نے تین باب قائم کئے ہیں: الباب الأول: في الأمارات البعیدة التي ظهرت وانقضت، یعنی قیامت کی وہ علامات جن کا ظہور ہو چکا اور وہ گذر گئیں جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات اور امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا قتل، اور جنگ جمل وصفین اور جنگ نہروان وغیرہ وغیرہ، اور دوسرا باب الباب الثاني: في

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ١٩٢

الأمارات المتوسطة التى ظهرت ولم تنقض، یعنی وہ علامات جو درمیان میں پائی جانے والی ہیں جن کا ظہور قسم اول کے بعد ہوا اور وہ ظہور قائم ہے اس کا انقراد نہیں ہوا بلکہ روز افزوں ہے، اور قسم ثالث جو آنے والی ہے ان سے جا ملے گا، مثلاً حدیث میں آتا ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ [1] اور جیسے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ [2] اور جیسے مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الْأَهِلَّةِ [3] اور جیسے إِنَّ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا [4] وغیرہ وغیرہ، اور تیسرا باب الباب الثالث: في الأشراط العظام والإمارات القريبة التى تعقبها الساعة یعنی وہ علامات جو بالکل اخیر میں قیامت کے قریب پیش آئیں گی، اور یہ سمجھئے کہ بس ان کے بعد قیامت آ ہی جائے گی۔

اس کتاب مذکورہ میں علامات کی قسم ثالث میں سب سے پہلے جو علامت شمار کی ہے وہ امام مہدی کا ظہور ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: فمنها المهدى وهو أولها واعلم أن الأحاديث الواردة فيه على اختلاف رواياتها، لا تكاد تنحصر، فقد قال محمد بن الحسن الأسنوى فى كتاب مناقب الشافعي: قد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بذكر المهدى وإنه من أهل بيته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم [5] اور اس کے حاشیہ پر حضرت شیخ ؒ نے تحریر فرمایا ہے: وبسط فى الروايات ابن حجر فى الفتاوى الحديثية اھ اسی طرح علامہ سیوطی کا رسالہ العَرْفُ الوَرْدِي في أخبار المَهْدِي بہت مشہور [6] ہے، جو الحاوي للفتاوی میں شامل ہے، اس رسالہ میں انہوں نے نوّے (تسعین) احادیث مرفوعہ ذکر فرمائی ہیں آثار کے علاوہ جن میں سے چھتیس روایات میں مہدی کی تصریح ہے اور باقی میں الخليفة العادل کے ساتھ ذکر ہے۔

التعليق الصبيح (على مشكوة المصابيح از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ) [7] میں بھی اس پر تفصیلی کلام ہے وفيه قد اخرج احاديث المهدى ائمة الحديث فى دواوين السنة كالامام احمد والترمذى والبزار وابن ماجه والحاكم والطبرانى وابو يعلى الموصلى ونعيم بن حماد شيخ البخارى وغيرهم اھ۔ اس سلسلہ کی متعدد روایات خود کتاب میں آ رہی ہیں۔

عقیدۂ مہدی کے بارے میں: تحفة الأحوذي میں بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ [8] کے شروع میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ

---

[1] جامع الترمذي أكتاب الفتن أباب ما جاء فى أشراط الساعة ٢٢٠٩

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب فى بناء المساجد ٤٤٩

[3] المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ١٠٤٥١ (طبع مكتبة ابن تيمية ج ١٠ ص ٢٤٤)

[4] المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ٩٤٨٧ (طبع مكتبة ابن تيمية ج ٩ ص ٣٤٣)

[5] الاشاعة لأشراط الساعة — ص ١٣٩ (الطبعة الثانية دار الهجرة ١٤١٦ھ).

[6] عزیز گرامی قدر مولوی محمد راشد کاندھلوی سلمہ، نے اس رسالہ کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ۱۲۔

[7] التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی — ج ٦ ص ١٩٦

[8] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٦ ص ٤٨٤

ہے کہ تمام اہل اسلام کے درمیان ہمیشہ سے یہ بات مشہور چلی آرہی ہے کہ ایسا ضرور ہونا ہے کہ اخیر زمانے میں ایک شخص اہل بیت سے ظاہر ہوں گے جو دین کی حمایت کریں گے اور دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں گے اور مسلمان ان کا اتباع کریں گے، اور تمام ممالک اسلامیہ ان کے ماتحت ہوں گے، جن کا نام مہدی ہوگا (یعنی ان کا لقب یہ ہوگا جس کے ساتھ وہ مشہور ہوں گے ورنہ نام تو ان کا محمد بن عبداللہ ہوگا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے) اور یہ کہ خروج دجال اور اسکے بعد والی علامات قیامت ان کے ظہور کے بعد پائیں جائیں گی، اور ان ہی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور پھر وہ انکے ساتھ ملکر دجال کو قتل کریں گے، اور شروع میں وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نماز مہدی ہی کی اقتداء میں ادا کریں گے) تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت ایک نبی کے نہیں ہیں) اور ان احادیث مہدی کی تخریج بہت سے اصحاب السنن ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ وغیرہم نے کی ہے، جن کی احادیث صحیح حسن اور ضعیف تینوں طرح کی ہیں۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ مؤرخ مشہور ابن خلدون مغربی نے اپنی تاریخ میں تمام احادیث مہدی کی تضعیف علی وجہ المبالغہ کی ہے جس میں وہ مصیب نہیں بلکہ مخطئ ہیں، اور بعض منکرین مہدی نے اپنے دعویٰ پر اس حدیث مرفوع سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ والحديث ضعفه البيهقي والحاكم، وفيه ابان بن صالح وهو متروك الحديث، والله تعالى اعلم۔ كذا في عون المعبود اه[1]، یہ حدیث وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ابن ماجہ[2] میں ہے، ابن ماجہ کے حاشیہ میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔

ابن خلدون کے اشکالات کے جوابات حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ نے تفصیلاً ذکر فرمائے ہیں جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں ہیں جو "امداد الفتاویٰ" جلد ششم کے آخر میں ملحق ہیں، حضرت نے اس رسالہ میں اس حدیث لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ کے بھی کئی جواب تحریر فرمائے ہیں، اس رسالہ کے بارے میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ اس رسالہ کو جس طرح بحث عقائد قدیمہ سے تعلق ہے، جیسا ظاہر ہے۔ اسی طرح عقائد جدیدہ سے بھی تعلق ہے کہ نو تعلیم یافتہ بھی اس عقیدۂ مہدی کے نافی ہیں، پس دونوں مباحث کے بعد اس کا الحاق بہت مناسب ہے ۱۲ منہ، اس سے پہلے اس میں (امداد الفتاویٰ کی اسی جلد میں) دو بحثیں اور مذکور ہیں جو فی الجملہ عقائد سے مناسبت رکھتی ہیں انہی پر حضرت نے یہ تحریر فرمایا ہے[3]۔

جس طرح ختم نبوت کا مسئلہ مسائل اعتقادیہ میں سے ہے جس پر آدمی کے ایمان اور اسلام کی صحت موقوف ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی خروج مہدی کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں بعض فرق باطلہ اپنی مستقل رائے رکھتے ہیں جیسا شیعہ حضرات میں

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۱۱ ص ۳٦۲

[2] سنن ابن ماجه – كتاب الفتن – باب الصبر على البلاء ٤٠٣٩

[3] رسالہ مؤخرة الظنون عن ابن خلدون امداد الفتاویٰ — ج ٦ ص ۲٤۷ـ۲٥٥

سے فرقہ اثناعشریہ وہ امام مہدی کے بارے میں اپنی مستقل رائے رکھتے ہیں جیسا کہ ابھی گذشتہ حدیث لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا کی شرح میں گذر چکا، نیز مختلف زمانوں میں بہت سے لوگوں نے اپنے بارے میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، یہ لعین قادیان بھی اپنے بارے میں کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کبھی مہدی موعود کا، اس لئے علماء نے اس بحث کو عقائد کی بحث میں شمار کیا ہے، اور بھی اس طرح کے بعض مسائل ہیں جن کو عقائد کی بحث میں شامل کیا گیا ہے مثلاً شرب نبیذ کا مسئلہ اور ایسے ہی مسح علی الخفین کا مسئلہ، "شرح عقائد" میں ظہور مہدی کے مسئلہ کو مسئلہ امامت کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ والمسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم - الى ان قال - ثم ينبغي ان يكون الامام ظاهرًا لا مختفيا ولا منتظرا خروجه عند صلاح الزمان. لا كما زعمت [1] الشيعة خصوصًا الامامية منهم الى آخره - اس کے بعد اب احادیث الباب کو لیجئے۔

٤٢٨٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ، لَبَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر زمانہ (کی عمر) میں سے ایک دن بھی باقی بچ جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بھیجے گا کہ وہ زمین کو انصاف سے اسطرح بھر دے گا (انصاف قائم کرے گا) جس طرح کہ وہ پہلے ظلم وزیادتی سے بھری تھی۔

تخریج: سنن أبي داود - المهدي (٤٢٨٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩٩/١)

٤٢٨٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي، مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ» قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ: وَسَمِعْتُ أَبَا الْمَلِيحِ، «يُثْنِي عَلَى عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ، وَيَذْكُرُ مِنْهُ صَلَاحًا».

---

[1] **امام مہدی کے بارے میں مودودی صاحب کا نظریہ:** اسی طرح موجودہ زمانہ کے ائمہ تلبیس میں سے مودودی صاحب نے بھی امام مہدی کا انکار کیا ہے جس کا جواب ہمارے حضرت شیخ نے فتنہ مودودیت میں دیا ہے، حضرت نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے: اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب دل سے مہدی بننا چاہتے ہیں اور مقتدایانہ سیرت سے اپنی لیڈری کی وجہ سے عاجز ہیں اس لئے بجائے اس کے کہ وہ خود اس بابرکت تمدن کو اختیار کرتے ہر جگہ محل بے محل اس کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انبیاء کرام اور معروف اولیائے کرام کو لیڈر رلیڈر کے عنوان سے تعبیر کر کے اس تمدن سے لوگوں کے اذہان کو ہٹائے جو مقتدایانہ تمدن کے مناسب ہے اھ اس سے پہلے حضرت شیخؒ نے مودودی کے خیالات امام مہدی کے بارے میں ان کے الفاظ میں "تجدید واحیائے دین" سے یہ نقل کئے ہیں: لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے تسبیح ہاتھ میں لئے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہوں گے آتے ہی انا المہدی کا اعلان کر دیں گے۔ الی آخرہ۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے تھے حضرت مہدی میرے خاندان (حضرت فاطمہؓ) کی اولاد میں سے ہیں عبد اللہ بن جعفر کہتے ہیں میں نے ابو الملیح کو علی بن نفیل کی تعریف اور خوبیاں بیان کرتے ہوئے سنا۔

تخریج: سنن أبي داود - المهدي (٤٢٨٤) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٨٦)

شرح الحديث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوں گے، اب یہ کہ حضرت حسن کی اولاد سے ہوں گے یا حسین کی اس میں دونوں قول ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ والد کی طرف سے حسنی ہوں گے اور والدہ کی طرف سے حسینی، اور یہی اولیٰ ہے (بذل [1]) والحديث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٢٨٥ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمَهْدِيُّ مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہیں (ان کا حلیہ اور ان کے اوصاف یہ ہوں گے) کشادہ پیشانی کھڑی ناک والے روئے زمین کو انصاف سے بھر دیں گے جس طرح کہ زمین ظلم وزیادتی سے بھری ہوئی تھی اور وہ (زمین کے) سات سال تک مالک رہیں گے (یعنی سات سال تک حکومت کریں گے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٢) سنن أبي داود - المهدي (٤٢٨٥) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٨٣)

شرح الحديث: اس حدیث میں حضرت مہدی کا حلیہ مذکور ہے کہ وہ کشادہ پیشانی ہوں گے اور اونچی ناک والے ہوں گے دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے اور ان کی حکومت سات سال تک رہے گی۔ اور اسکے بعد والی روایت جو ام سلمہؓ سے ہے اس میں آرہا ہے قَالَ بَعْضُهُمْ: «تِسْعَ سِنِينَ». وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «سَبْعَ سِنِينَ»۔

٤٢٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ صَاحِبٍ لَهُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ، فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ، فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا، فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، وَذَلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ، وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ كَلْبٍ، فَيَقْسِمُ الْمَالَ، وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ١٩٣

نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ، فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ، ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ: «تِسْعَ سِنِينَ»، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «سَبْعَ سِنِينَ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (لوگوں میں) اختلاف ہو گا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ کی جانب بھاگتا ہوا نکلے گا کہ لوگ اسکو خلیفہ نہ بنالیں پھر اہل مکہ اس شخص کے پاس آئیں گے اور اس کو امامت کرنے کیلئے نکالیں گے حالانکہ وہ شخص امامت کرنے کیلئے راضی نہیں ہو گا پھر لوگ اس شخص سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں کے پھر اسی وقت شام سے ایک لشکر اس شخص کے مقابلہ کیلئے روانہ ہو گا تو وہ لشکر مقام بیداء میں زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پھر جب لوگ اس دھنسنے والے واقعات کو دیکھیں گے تو ملک شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں اس شخص کے پاس آئیں گی اور اس شخص سے بیعت کریں گی اسکے بعد قبیلہ قریش میں سے ہے ایک شخص پیدا ہو گا اس شخص کی ننھیال قبیلہ بنی کلب میں سے ہونگے اور وہ شخص ان لوگوں کے مقابلہ میں لشکر روانہ کرے گا تو اس لشکر پر (امام) مہدی کے ماننے والے غالب آئیں گے اور یہی کلب کا لشکر ہے پھر اس شخص پر افسوس ہے جو کہ قبیلہ کلب کی جنگ کا مال غنیمت نہ حاصل کرے اس کے بعد حضرت مہدی مال غنیمت تقسیم فرمائیں گے اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کو زندہ کریں گے اور دین اسلام زمین پر اپنی گردن ڈال دے گا (یعنی اسلام کے نظام قائم ہو جائیگا) اس کے بعد وہ سات سال تک زندہ رہ کر انتقال کر جائیں گے اور تمام مسلمان ان کی نماز (جنازہ) ادا کریں گے امام ابوداؤدؒ نے فرمایا بعض حضرات نے ہشام سے روایت کیا کہ وہ نو سال تک زندہ رہیں گے اور بعض حضرات نے کہا وہ سات سال تک زندہ رہیں گے۔

شرح الحدیث: **خروج مہدی کیسے اور کب ہوگا؟** حضرت ام سلمہؓ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتی ہیں (جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خروج مہدی کیسے ہو گا اس کی کیا صورت ہو گی) کہ اخیر زمانہ میں اس وقت کے خلیفہ کا انتقال ہو گا تو ایک شخص اہل مدینہ میں سے مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ آئے گا اس خیال سے کہ لوگ مجھ کو خلیفہ نہ بنا دیں، لیکن ہو گا یہ کہ اس شخص کے پاس بہت سے اہل مکہ آئیں گے اور اسکو باصرار اسکی رائے کے خلاف اس کی جائے قیام سے نکال کر مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ. فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ: یعنی ان کی بیعت کے انعقاد کے بعد ان کے مخالفین کا ایک گروہ اٹھے گا ملک شام سے پس اللہ تعالیٰ اس کو راستہ ہی میں مقام بیداء میں جو مکہ مدینہ کے درمیان ہے زمین میں دھنسا دیں گے (اس جماعت کو بعث الخسف سے تعبیر کیا جاتا ہے) فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ. فَيُبَايِعُونَهُ: پس جب دیکھیں گے لوگ یہ قصہ اور ماجرا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام مہدی کی نصرت و

حمایت) تو ان کے پاس ملک شام کے ابدال اور عراق کی منتخب جماعتیں آکر وہ بھی ان سے بیعت ہو جائیں گی۔ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ، فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا، فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، وَذَلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ: پھر ایک شخص قرشی حسد میں اٹھے گا جسکی ننہیال قبیلہ کلب ہوگی، اور یہ قرشی شخص ان بیعت والوں سے قتال کے لئے ایک لشکر بھیجے گا، لیکن بعون اللہ تعالیٰ وہ بیعت ہونے والے ان پر غالب آجائیں گے، اور اس لشکر کو بعث کلب کہا جائے گا۔ اس حدیث میں دو لشکروں کا ذکر ہے ایک بعث الخسف اور دوسرا بعث کلب اور یہ دونوں لشکر امام مہدی اور ان کے متبعین کے دشمنوں کے ہوں گے دونوں کو اللہ تعالیٰ ذلیل اور مغلوب کر دیں گے وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ كَلْبٍ: اور خسارہ میں رہیں گے وہ لوگ جو غنیمت کلب میں شریک نہ ہوں گے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دے رہے ہیں مسلمانوں کو اس بات کی کہ ان کو چاہئے کہ وہ مہدی کی تائید میں جیش کلب کے ساتھ قتال میں شریک ہوں اور پھر ان کا مال غنیمت لوٹیں، فَيَقْسِمُ الْمَالَ، وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: پس وہ مہدی مال تقسیم کریں گے یعنی مال غنیمت کو اور خلافت کے امور انجام دیں گے لوگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ: اور اسلام اپنی گردن زمین پر بچھادے گا یعنی اسلام کا خوب استحکام ہوگا ان کے زمانہ میں اور امن وامان، اونٹ جب بہت موج میں آتا ہے سکون کے وقت تو بیٹھا بیٹھا اپنی گردن زمین پر پھیلا دیتا ہے لہٰذا یہ استعارہ ہے مسلمانوں کے اطمینان اور سکون سے۔

مدت خلافت مہدی: فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ، ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ: سات سال تک ان کی خلافت رہے گی پھر وفات پاجائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے بعض راویوں نے بجائے سات کے نو سال کہا، ممکن ہے دو سال وہ قتال میں مشغول رہیں جس نے نو کہا اس نے ان دو کو بھی شامل کر لیا اور جس راوی نے سات سال کہا اس نے ان دو کو ساقط کر دیا، (بذل [1])۔

٤٢٨٧ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ: «تِسْعَ سِنِينَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَالَ غَيْرُ مُعَاذٍ، عَنْ هِشَامٍ: «تِسْعَ سِنِينَ»".

ترجمہ: قتادہؒ سے اسی طرح حدیث مروی ہے۔ انہوں نے نو سال کہا ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ معاذ کے علاوہ سب راویوں نے ہشام کے حوالے سے نو سال کہے ہیں

٤٢٨٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَوَّامِ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ مُعَاذٍ أَتَمُّ.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ١٩٧

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے یہی حدیث مروی ہے اور معاذ راوی کی روایت اسکے مقابلہ میں مکمل ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - المهدي (٤٢٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٩/٦)

٤٢٨٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِقِصَّةِ جَيْشِ الْخَسْفِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا؟ قَالَ: «يُخْسَفُ بِهِمْ، وَلَكِنْ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى نِيَّتِهِ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے وہی حدیث بیان کی گئی ہے کہ جس حدیث میں لشکر کے دھنسنے کا تذکرہ ہے ام سلمہؓ فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص کی کیا حالت ہوگی جو کہ اس لشکر میں زبردستی شامل ہوا ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام لوگ زمین میں دھنس جائیں گے لیکن ان لوگوں کا آخرت میں انجام ان کی نیت کے مطابق ہوگا۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٨٢) سنن أبي داود - المهدي (٤٢٨٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٩/٦)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ کی ایک روایت میں یہ زیادتی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے جیش الخسف کے بارے میں یہ سوال کیا کہ ممکن ہے اس میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو اس لڑائی میں شریک نہ ہونا چاہتے ہوں، اور زبردستی لوگوں نے ان کو اس میں شریک کر لیا ہو تو ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو وہ اور لوگوں کے ساتھ یعنی عموم عذاب میں شامل ہو جائیں گے لیکن بروز قیامت وہ اپنی نیت پر اٹھیں گے اور ان کے ساتھ ان کی نیت کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔

٤٢٩٠ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ هَارُونَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ، فَقَالَ: «إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمَّى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ، يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ، وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ - ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً - يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا».

ترجمہ: امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ ہارون بن مغیرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی سند سے نقل کیا کہ حضرت علیؓ نے اپنے صاحب زادہ (سیدنا) حضرت حسنؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا میرا بیٹا سردار ہوگا جس طریقہ سے آنحضرت ﷺ نے اس کا نام تجویز فرمایا اور عنقریب انکی نسل سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ وہ تمہارے نبی نام کے مشابہ ہوگا (یعنی نبی کے ہم نام ہوگا) اور عادت و خصلت میں بھی انکے مشابہ ہوگا لیکن شکل وصورت میں (حضرت نبی کے) مشابہ نہیں ہوگا پھر حضرت علیؓ نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص روئے زمین کو عدل سے بھر دے گا کا تذکرہ فرمایا۔

شرح الحدیث: یعنی ایک روز حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہوگا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا یعنی معزز کہ سیادت اور خلافت حاصل ہونے کے باوجود مصلحۃً اس سے دست بردار ہو جائیں

گے جس سے بعض دنیاداروں کی نگاہ میں تو ذلیل اور عند اللہ عزیز ہوں گے اور پھر فرمایا حضرت علیؓ نے کہ اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام محمد ہو گا، يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ، وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ: جو اپنی سیرت میں آپ ﷺ کے مشابہ ہو گا نہ ظاہری صورت میں۔

٤٢٩٠ - وَقَالَ هَارُونُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ، عَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: مَنْصُورٌ، يُوَطِّئُ - أَوْ يُمَكِّنُ - لِآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَبَ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهُ" أَوْ قَالَ: «إِجَابَتُهُ».

ترجمة: ہارون نے اپنی سند سے نقل کیا ہلال بن عمرو کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ماوراء النہر (بخارا سمرقند وغیرہ) سے ایک شخص پیدا ہو گا اس شخص کا نام حارث (ہو گا جو کاشتکار ہو گا)، اسکے مقدمة الجیش میں ایک امیر لشکر ہو گا جس کو لوگ منصور کہیں گے وہ شخص حضرت مہدی کا بھرپور تعاون کرے گا جس طرح قریش نے حضرت رسول کریم ﷺ کو جگہ (پناہ) دی تھی۔ ہر ایک مسلمان شخص کے ذمہ اس شخص کی مدد کرنا ضروری ہے یا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اس شخص کی فرمانبرداری (ہر ایک مسلمان کے ذمہ لازم ہے)۔

شرح الحديث: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اخیر زمانہ میں ایک شخص نکلے گا نہر کے پرے سے یعنی نہر جیحون کے پرے جو شہر ہیں بخارا اور سمرقند وغیرہ جس کا نام حارث ہو گا جو کاشتکار ہو گا، عَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: مَنْصُورٌ، يُوَطِّئُ - أَوْ يُمَكِّنُ - لِآلِ مُحَمَّدٍ: یعنی جو شخص صالح ماوراء النہر سے نکلے گا اس کے مقدمة الجیش پر ایک شخص امیر ہو گا جس کا نام منصور ہو گا جو آل محمد ﷺ یعنی امام مہدی کی تائید اور حمایت میں کھڑا ہو گا جیسا کہ مؤمنین قریش نے حضور ﷺ کی تائید کی تھی اس وقت کے ہر مسلمان پر اس کی نصرت واجب ہو گی۔

حضرت مہدیؒ کا ذکر یہاں پر کتاب الفتن والملاحم میں اس حیثیت سے ہے کہ ان کا ظہور اخیر میں اور ایسے زمانہ میں ہو گا جو فتن کا زمانہ ہو گا ورنہ حضرت مہدیؒ کا وجود تو خیر محض ہے اور ایسے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر جسکو بعض محدثین مصنفین اسی[1] مقام پر ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] کما فی جامع الترمذی وسنن ابن ماجه، اور صحیح مسلم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا باب کتاب الایمان میں ہے گویا اوائل کتاب میں، اور صحیح بخاری میں کتاب الانبیاء ایک مستقل کتاب ہے ابواب المناقب کے متصل، امام بخاریؒ نے اس باب کو اس میں ذکر فرمایا ہے ہمارے امام ابو داؤدؒ نے ان پر کوئی مستقل باب قائم ہی نہیں فرمایا۔

پھر جاننا چاہیے کہ ظہور مہدی کی بہت سی علامات ہیں جن کے پائے جانے کے بعد ہی ان کا ظہور ہو گا، اس سلسلہ کی روایات الاشاعۃ لأشراط الساعۃ میں متعدد مذکور ہیں، نسخہ مجتبائیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: کہا گیا ہے کہ ان کا خروج بلاد مشرق سے ہو گا اور لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت ہونگے مسجد حرام میں اور دار قطنی میں ان کے ظہور کی ایک علامت مذکور ہے یہ کہ جس سال ان کا ظہور ہو گا اس سال یکم رمضان کو کسوف شمس ہو گا اور نصف رمضان میں خسوف قمر، قلت وروایۃ ابی داؤد صریحۃ فی ان المھدی يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ الخ[1]۔

بعض نسخوں میں یہاں پر ہے آخر کتاب المہدی۔

آخِرِ كِتَابُ الْمَهْدِيِّ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المهدي - ٤٢٨٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْمَلَاحِمِ

جنگوں کے بیان میں

١ـ بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي قَرْنِ الْمِائَةِ

ہر ایک صدی کے بیان میں

٤٢٩١ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ شَرَاحِيلَ بْنِ يَزِيدَ الْمُعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِيمَا أَعْلَمُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، لَمْ يَجُزْ بِهِ شَرَاحِيلَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کسی ایک راوی حدیث کے بقول یہ حدیث مرفوع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے پورا ہونے پر اس امت کی (رہنمائی) کیلئے ایک ایسا شخص پیدا فرمائے گا جو کہ دین کی تجدید کرے گا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن شریح الاسکندرانی نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس روایت کو شراحیل بن یزید معافری پر موقوفاً نقل کیا ہے۔

شرح الحدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آگے سند کے رواۃ میں سے کوئی راوی کہہ رہا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کے بعد اس سند میں عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی ہے یعنی ظن غالب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس امت کی اصلاح اور دین محمدی کی ترقی اور بقاء کے لئے ہر صدی کے پورا ہونے پر ایسا شخص یا ایسی جماعت پیدا فرمائیں گے جو اس امت کیلئے اسکے دین کی تجدید کرے، یعنی جو سنت کا احیاء اور بدعات کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دے سکے، گویا اس حدیث میں آپ کی طرف سے بشارت ہے دین اسلام کی بقاء اور ترقی کی کہ حق تعالیٰ شانہ اس دین کی حفاظت کیلئے ہر صدی اور سو سال پورا ہونے پر ایک ایسی شخصیت یا جماعت پیدا فرماتے رہیں گے جو اس دین کی تجدید کرتی رہے گی، حق کو باطل سے اور سنت کو بدعت سے ممتاز کرتی رہے گی اور لوگوں کیلئے براہ راست پر آنے کا ذریعہ بنتی رہے گی۔ شروع حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں علماء نے اپنے اپنے زمانے کے مجددین کی تعیین بھی فرمائی ہے مشہور ہے کہ پہلی صدی کے مجدد حضرت [1] عمر بن عبد العزیزؒ ہیں جو تدوین حدیث کے مجدد اور گویا بانی ہیں۔

[1] جیسا کہ الدر المنضود کے مقدمہ میں بھی مدون حدیث کی بحث میں گذر چکا، اس کی طرف رجوع کیا جائے ۱۲۔

دراصل ایک صدی جو ہے وہ ایک معتدبہ زمانہ اور مدت ہے جس میں تقریباً ایک زمانہ کے لوگ سب ختم ہو [1] جاتے ہیں اور دوسرے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں تو جس طرح ہر صدی کے لوگ الگ ہوتے ہیں صدیاں گذرتی رہتی ہیں اور نئے لوگ دنیا میں آتے رہتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ شانہ ان آنے والے انسانوں میں دین کی نمایاں خدمات انجام دینے والے بھی پیدا فرماتے رہتے ہیں خدمت دین کے شعبے مختلف ہیں وعظ وتذکیر، تصنیف وتالیف (نشر علوم دینیہ) پھر علوم دینیہ میں ایک فن حدیث ہے ایک فن فقہ ہے ایک فن تفسیر ہے ایک فن تزکیہ وسلوک ہے لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ مجدد صرف ایک ہی شخص ہو بلکہ ہر لائن کا مجدد الگ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اختلاف ممالک واقالیم سے اس میں تعدد ہو پس یہ ضروری نہ ہوا کہ جو مجدد ہو وہ جملہ عالم کے اعتبار سے ہو، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (من البذل [2])

علماء نے گذشتہ صدیوں میں سے ہر صدی کے مجددین کی اپنی معلومات اور رجحان کے اعتبار سے تعیین بھی فرمائی ہے علامہ طیبیؒ نے بھی مشکاۃ کی شرح میں ابوداود [3] کی اس حدیث کی شرح کے بعد ان حضرات کی تعیین صاحب جامع الأصول [4] سے نقل

---

[1] جیسا کہ مشہور حدیث میں ہے: أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. (سنن أبي داود كتاب الملاحم باب قيام الساعة ٤٣٤٨)۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٠٢-٢٠٣

[3] شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بالكاشف عن حقائق السنن — ج ٢ ص ٦٩٩ (مكتبة نزار مصطفى الباز الطبعة الأولى ١٤١٧ھ)

[4] **مجددین کا شمار:** ہم ان کی عبارت بعینہ یہاں نقل کرتے ہیں، انہوں نے شروع میں یہ لکھا ہے کہ بہت سے حضرات علماء نے ایسا کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی شرح میں مجدد کی تعیین اس شخص سے کی ہے جو اس کے مسلک کے پیش رو تھے اور حدیث کو اسی پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ خلاف اولیٰ ہے، اولیٰ یہ ہے کہ حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے، ان کے لفظ یہ ہیں كُلُّ واحد في زمانه، وأشاروا إلى القائم الذي يجدِّد للناس دينهم على رأس كلِّ مائةِ سنةٍ. وكأنّ كل قائل قد مال إلى مذهبه وحمل تأويل الحديث عليه، والأولى أن يحمل الحديث على العموم. فإن قوله – صلى الله عليه وسلم –: «إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنةٍ من يُجدِّد لها دِينَها» ولا يلزم منه أن يكون المبعوث على رأس المائة رجلاً واحداً، وإنما قد يكون واحداً، وقد يكون أكثر منه فإن لفظة «مَنْ» تقع على الواحد والجمع، وكذلك لا يلزم منه أن يكون أراد بالمبعوث: الفقهاء خاصة، كما ذهب إليه بعض العلماء. فإن انتفاع الأمة بالفقهاء، وإن كان نفعاً عامّاً في أمور الدين، فإن انتفاعهم بغيرهم أيضاً كثير مثل أولي الأمر، وأصحاب الحديث والقُرّاء والوعّاظ، وأصحاب الطبقات من الزّهاد، فإن كل قوم ينفعون بفنّ لا ينفع به الآخر، إذ الأصل في حِفْظِ الدِّين حفظُ قانون السياسة، وبث العدل والتناصف الذي به تحقن الدماء ويتمكّن من إقامة قوانين الشرع، وهذا وظيفة أُولي الأمر، وكذلك أصحاب الحديث: ينفعون بضبط الأحاديث التي هي أدلة الشرع. والقُرّاء ينفعون بحفظ القراءات وضبط الروايات، والزُّهاد ينفعون بالمواعظ والحث على لزوم التقوى والزهد في الدنيا. فكل واحد ينفع بغير ما ينفع به الآخر. لكن الذي ينبغي أن يكون المبعوث على رأس المائة: رجلاً مشهوراً معروفاً، مشاراً إليه في كل فن من هذه الفنون، فإذا حُمِلَ تأويل الحديث على هذا الوجه كان أولى، وأبعدَ من التهمة، وأشبه بالحكمة. فإن اختلاف الأئمة رحمة، وتقرير أقوال المجتهدين متعيّن. فإذا ذهبنا إلى تخصيص القول على أحد المذاهب، وأوّلنا الحديث عليه، بقيت المذاهب الأخرى خارجةً عن احتمال الحديث لها، وكان ذلك طعناً فيها.

فالأحسن والأجدر أن يكون ذلك إشارة إلى حدوث جماعةٍ من الأكابر المشهورين على رأس كل مائةِ سَنَةٍ يجدّدون للناس دِينَهم، ويحفظون مذاهبهم التي قلّدوا فيها مجتهديهم وأئمتهم. ونحن نذكر الآن المذاهب المشهورة في الإسلام التي عليها مدار المسلمين في أقطار الأرض، وهي مذهب ☜

ثم الشافعي، وأبي حنيفة، ومالك، وأحمد، ومذهب الإمامية، ومن كان المشار إليه من هؤلاء على رأس كل مائة سنة، وكذلك من كان المشار إليه من باقي الطبقات. وأما من كان قبل هذه المذاهب المذكورة، فلم يكن الناس مجتمعين على مذهب إمام بعينه.

① ولم يكن قبل ذلك إلا المائة الأولى، كان على رأسها من أولي الأمر: عمر بن عبد العزيز، ويكفي الأمة في هذه المائة وجوده خاصة، فإنه فعل في الإسلام ما ليس بخاف. وكان من الفقهاء بالمدينة: محمد بن علي الباقر، والقاسم بن محمد بن أبي بكر الصديق، وسالم بن عبد الله بن عمر. وكان بمكة منهم: مجاهد بن جبر، وعكرمة مولى ابن عباس، وعطاء بن أبي رباح. وكان باليمن: طاوس، وبالشام: مكحول، وبالكوفة: عامر بن شراحيل الشعبي، وبالبصرة: الحسن البصري، ومحمد بن سيرين. وأما القُرَّاء على رأس المائة الأولى، فكان القائم بها عبد الله بن كثير. وأما المحدِّثون فـ: محمد بن شهاب الزهري، وجماعة كثيرة مشهورون من التابعين وتابع التابعين.

② وأما من كان على رأس المائة الثانية، فمن أولي الأمر: المأمون بن الرشيد، ومن الفقهاء: الشافعي، والحسن بن زياد اللؤلؤي من أصحاب أبي حنيفة، وأشهب بن عبد العزيز من أصحاب مالك، وأما أحمد: فلم يكن يومئذ مشهوراً، فإنه مات سنة إحدى وأربعين ومائتين. ومن الإمامية (*): علي بن موسى الرضى، ومن القراء: يعقوب الحضرمي، ومن المحدِّثين: يحيى بن معين، ومن الزهاد: معروف الكرخي.

③ وأما من كان على رأس المائة الثالثة، فمن أولي الأمر: المقتدر بأمر الله، ومن الفقهاء: أبو العباس بن سريج من أصحاب الشافعي، وأبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي من أصحاب أبي حنيفة، من أصحاب مالك، وأبو بكر بن هارون الخلال من أصحاب أحمد، وأبو جعفر محمد بن يعقوب الرازي من الإمامية. ومن المتكلمين: أبو الحسن علي بن إسماعيل الأشعري. ومن القُرَّاء: أبو بكر أحمد بن موسى بن مجاهد. ومن المحدِّثين: أبو عبد الرحمن بن شعيب النسائي.

④ وأما من كان على رأس المائة الرابعة، فمن أولي الأمر: القادر بالله، ومن الفقهاء: أبو حامد أحمد بن طاهر الإسفرايني من أصحاب الشافعي، وأبو بكر محمد بن موسى الخوارزمي من أصحاب أبي حنيفة، وأبو محمد عبد الوهاب بن علي بن نصر من أصحاب مالك، وأبو عبد الله الحسين بن علي بن حامد، من أصحاب أحمد. ومن الإمامية: المرتضى الموسوي أخو الرضى الشاعر. ومن المتكلمين: القاضي أبو بكر محمد بن الطيب الباقلاني، والأستاذ أبو بكر محمد بن الحسن بن فورك. ومن المحدِّثين: أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري المعروف بالحاكم [ابن] البيع. ومن القُرَّاء: أبو الحسن علي بن أحمد الحمامي.

ومن الزُّهاد: أبو بكر محمد بن علي الدينوري.

⑤ وأما من كان على رأس المائة الخامسة، فمن أولي الأمر: المستظهر بالله. ومن الفقهاء: الإمام أبو حامد محمد بن محمد الغزالي من أصحاب الشافعي، والقاضي فخر الدين محمد بن علي الأرسابندي المروزي من أصحاب أبي حنيفة، . . . من أصحاب مالك، وأبو الحسن علي بن عبيد الله الزاغوني من أصحاب أحمد. ومن المحدِّثين: رزين بن معاوية العبدري. ومن القُرَّاء: أبو العز محمد بن الحسين بن بندار القلانسي. هؤلاء كانوا المشهورين في هذه الأزمنة المذكورة. (جامع الأصول في أحاديث الرسول -ج ١١ ص ٣٢٠-٣٢٤ مكتبة دار البيان الطبعة الأولى ١٣٨٩ هـ)

صاحب جامع الأصول نے تیسری صدی کے مجددین میں ابو جعفر الامامی کو اور چوتھی صدی میں مرتضی امام شیعی کو شمار کیا ہے جو نادرست ہے چنانچہ اس پر صاحب عون المعبود (ج ١١ ص ٣٨٥-٣٩٦) نے اظہار تعجب کیا ہے کہ یہ دونوں تو علماء شیعہ میں سے ہیں اور مجدد تو وہ شخص ہو سکتا ہے جس کا کام احیاء سنت اور اماتۂ بدعت ہو، اور جو شخص خود مبتدع ہو چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو وہ اس قابل نہیں کہ اسکو مجددین میں شمار کیا جائے، كيف وهم يخربون الدين فكيف يجددون ويميتون السنن فكيف يحيونها ويروجون البدع فكيف يمحونها الى آخره ـ وقد ذكره العلامة محمد طاهر في مجمع البحار ولم يتعرض بذكر مسامحته ولم ينبه على خطائه، صاحب جامع الاصول نے تو پانچویں صدی تک کے مجددین کو شمار کرایا ہے، صاحب عون المعبود نے اس حدیث پر کسی قدر بسط کے ساتھ کلام کیا ہے اور پانچویں صدی کے بعد تیرھویں صدی تک کے مجددین کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ علماء نے اپنے زمانہ سے گذشتہ مجددین کو ذکر کیا ہے علامہ سیوطی نے بھی اس پر ان کو اشعار میں بیان کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے تحفة المهتدين بأخبار المجددين جس میں انہوں نے

کی ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، لَمْ يَجُزْ بِهِ شَرَاحِيلَ»: یعنی عبد الرحمن بن شریح نے جب اس کو شراحیل سے روایت کیا تو سند میں اس سے آگے نہیں بڑھے سند کو اسی پر آکر روکدیا اور اخیر کے دوراوی ابو علقمہ اور ابو ہریرہؓ ان کو ذکر نہیں کیا لہٰذا ان کی سند کے اعتبار سے یہ حدیث معضل ہوگئی۔

حدیث المجددین کامرتبہ من حیث الثبوت والصحة: ویسے مجددین والی حدیث ثابت اور صحیح ہے، عون المعبود میں اس حدیث کا ثبوت اور صحت متعدد کتب سے نقل کیا ہے: قال السیوطی فی مرقاۃ الصعود: اتفق الحفاظ علی تصحیحہ منھم الحاکم فی المستدرك والبیھقی فی ''المدخل'' وممن نص علی صحۃ من المتأخرین الحافظ ابن حجر اھ وقال المناوی فی فتح القدیر: اخرجہ ابوداؤد فی الملاحم والحاکم فی الفتن وصححہ، والبیھقی فی کتاب المعرفۃ کلھم عن ابی ھریرۃ، قال الزین العراقی وغیرہ سندہ صحیح اھ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے صرف سنن ابوداود میں ہے۔

۲۔ بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ مَلَاحِمِ الرُّومِ

روم کی جنگوں کا بیان

٤٢٩٢ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمْ، فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْهُدْنَةِ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ، رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَتَيْنَاهُ فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا، فَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ، فَتُنْصَرُونَ، وَتَغْنَمُونَ، وَتَسْلَمُونَ، ثُمَّ تَرْجِعُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ، فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيبَ، فَيَقُولُ: غَلَبَ الصَّلِيبُ، فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَيَدُقُّهُ، فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ، وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ".

ترجمہ: حسان بن عطیہ کہتے ہیں مکحول اور ابن ابی زکریا، خالد معدان کی طرف گئے میں بھی ان کے ہمراہ چل دیا۔ انہوں نے حضرت جبیر بن نفیر کے حوالے سے ہم سے حدیث بیان کی صلح کے متعلق جبیر نے خالد بن معدان سے کہا کہ تم ہم کو صحابی رسول حضرت ذی مخبرؓ کے پاس لے چلو۔ ہم ان کی خدمت میں گئے حضرت جبیر نے ان سے صلح کی حدیث کے بارے

لہ نے نویں صدی تک کے مجددین کو اپنی رائے کے اعتبار سے بیان کیا ہے اور اخیر میں کہتے ہیں۔

وھذہ تاسعۃ المئین قد ... اتت ولا یخلف ما الھادی وعد

وقد جوت انني المجدد ... فیھا ففضل اللہ لیس یجحد

وہ فرمارہے ہیں کہ نویں صدی آگئی ہے اور اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالی کے فضل سے امید ہے کہ اس صدی کا مجدد میں ہی ہوں۔

میں دریافت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ رومیوں سے صلح کروگے پھر تم لوگ اور وہ لوگ اکھٹے مل کر ایک اور دشمن سے جنگ کروگے پھر تم کو فتح حاصل ہوگی اور (دشمن کا مال) لوٹ کر لاؤگے اور تم خیریت سے لوٹوگے۔ پھر سبزہ زار جگہ آؤگے جو ٹیلوں والی ہوگی پھر ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب اٹھائے گا اور وہ کہے گا (اعلان کرے گا) کہ صلیب غالب آگئی۔ تو مسلمانوں میں سے ایک شخص کو غصہ آئے گا وہ شخص کے ساتھ مارپیٹ کرے گا اس وقت رومی معاہدہ توڑ ڈالیں گے اور مسلمان سے لڑنے کیلئے لشکر جمع ہو جائیں گے۔

شرح الحدیث: حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکحول اور ابن ابی زکریا خالد بن معد ان کے یہاں آگئے، میں بھی ان کے ساتھ چلا گیا ہمارے پہنچنے پر انہوں نے یعنی خالد بن معدان نے جبیر بن نفیر کی حدیث سنائی ھدنہ یعنی صلح کے بارے میں اور اس کی سند اس طور پر بیان کی کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ مجھ سے (یعنی خالد بن معدان سے) جبیر بن نفیر نے کہا کہ چلو میرے ساتھ ذو مخبر صحابی کے پاس، یعنی ان کی زیارت وغیرہ کے لئے چنانچہ ہم ان کے پاس گئے خالد کہتے ہیں وہاں میری موجودگی میں جبیر نے ان سے یعنی ذی مخبر سے ھدنہ کے بارے میں سوال کیا یعنی یہ سوال کیا کہ ھدنہ سے متعلق جو حدیث تم بیان کرتے ہو وہ سناؤ کیا ہے تو ان کی فرمائش پر انہوں نے وہ حدیث سنائی۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا، فَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ، فَتُنْصَرُونَ، وَتَغْنَمُونَ، وَتَسْلَمُونَ، ثُمَّ تَرْجِعُونَ الخ: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ تم لوگ نصاریٰ روم سے مصالحت کروگے اور پھر دونوں اکٹھے ہو کر ایک دشمن سے لڑوگے جس میں تم کو فتح ہوگی اور مال غنیمت حاصل ہوگا پھر جب وہاں سے لوٹوگے تو واپسی میں راستہ میں تم ایک سبزہ زار میں اتروگے جس میں ٹیلے ہوں گے، تو وہاں یہ بات پیش آئے گی کہ نصاریٰ میں سے ایک شخص صلیب کو بلند کریگا اور کہے گا غَلَبَ الصَّلِيبُ یعنی صلیب والے اور نصاریٰ غالب آگئے، اس پر ایک مسلمان کو طیش آئے گا اور وہ اس نصرانی کی پٹائی کردے گا، اس پر وہ ساری صلح ختم ہو جائے گی، اور سارے رومی غداری پر اتر آئیں گے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کے لئے جمع ہو جائیں گے۔ یہ حدیث مختصراً کتاب الجہاد [1] میں بھی گذر چکی۔

فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ، وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ: اس ملحمہ سے مراد وہی ملحمہ ہے جو آگے باب فی امارات الملاحم میں آرہی ہے وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِينِيَّةَ، اور اسکے بعد والے باب میں آرہا ہے الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ، والحدیث اخرجہ ابن ماجہ وقد تقدم فی الجہاد، قالہ المنذری۔

---

[1] سنن أبي داود - کتاب الجہاد - باب فی صلح العدو ٢٧٦٧

٤٢٩٣ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَزَادَ فِيهِ: «وَيَثُورُ الْمُسْلِمُونَ إِلَى أَسْلِحَتِهِمْ، فَيَقْتَتِلُونَ، فَيُكْرِمُ اللَّهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ»، إِلَّا أَنَّ الْوَلِيدَ جَعَلَ الْحَدِيثَ عَنْ جُبَيْرٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَوْحٌ، وَيَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، كَمَا قَالَ عِيسَى.

ترجمہ: حضرت حسان بن عطیہؓ سے دوسری روایت بھی اسی طرح مذکور ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ مسلمان جلدی سے اپنے اسلحہ کی جانب چلے جائیں گے اور جنگ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو شہادت کے ذریعے اکرم فرمائے گا لیکن ولید نے اس روایت کو جبیر سے بیان کیا انہوں نے ذی مخبرؓ سے اور انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت کیا ہے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس روایت کو روح یحیٰ بشر نے اوزعی سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے جس طریقہ سے عیسیٰ نے روایت کیا (یعنی خالد اور ذی مخبر صحابی کے درمیان جبیر کے واسطہ کے بغیر نقل کیا ہے تو ولید کی روایت زیادتی واسطہ والی وھم ہوئی بذل)۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٢) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٨٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩١/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٢/٥)

٣- بَابٌ فِي أَمَارَاتِ الْمَلَاحِمِ

بڑی جنگوں کی علامات

٤٢٩٤ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ يَخَامِرَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِينِيَّةَ، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ»، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِ الَّذِي حَدَّثَهُ - أَوْ مَنْكِبِهِ - ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هَذَا لَحَقٌّ كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا»، أَوْ «كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ»، يَعْنِي مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیت المقدس کی آبادی، مدینہ منورہ کی خرابی کا سبب بنے گی اور مدینہ منورہ کی خرابی بڑی جنگوں کے ہونے کا باعث ہوگا اور بڑی جنگ کا (شروع ہونا)، قسطنطنیہ کی فتح کا باعث بنے گا اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کا باعث بنے گا پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی ران یا کندھے پر اپنا (مبارک) ہاتھ مارا۔ اس کے بعد فرمایا (یہ) یقینی بات ہے جس طرح تمہارا اس جگہ پر موجود رہنا یا بیٹھنا امر یقینی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٨) سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٢/٥)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اخیر زمانہ میں بیت المقدس کا آباد ہونا گویا یثرب کا ویران ہونا ہے، اور خراب یثرب یہ سمجھئے کہ ملحمہ اور لڑائی کا ظہور ہے اور ملحمۂ کبری کا ظہور یہ قسطنطنیہ کی فتح ہے (جس کو امام مہدی فتح کریں گے) اور یہ فتح قسطنطنیہ ہی خروج دجال ہے یعنی ان امور مذکورہ اربعہ میں سے ہر ایک اپنے مابعد کیلئے علامت ہے، بیت المقدس کا آباد ہونا یہ علامت ہے مدینہ منورہ کے ویران ہونے کی اسلئے کہ عمران بیت المقدس نصاریٰ کے غلبہ کی وجہ سے ہوگا اور یثرب کے خراب اور ویران ہونے کے بعد وہ لڑائی اور ملحمۂ کبریٰ شروع ہو جائیگی جو اہل شام اور روم کے درمیان ہوگی جس کا منتہی اور نتیجہ قسطنطنیہ ہوگا۔ لہٰذا خروج ملحمہ علامت ہوئی فتح قسطنطنیہ کی، اور چونکہ خروج دجال فتح قسطنطنیہ کے بعد ہوگا لہٰذا اس فتح کا پایا جانا علامت ہوا خروج دجال کا، یہ مضمون بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس شخص کی ران یا کندھے پر رکھ کر جس سے آپ ﷺ حدیث بیان کر رہے تھے یعنی معاذ بن جبلؓ، یہ فرمایا کہ یہ جو علامتیں میں نے بیان کی ہیں یہ ایسی برحق اور یقینی ہیں جیسے تیرا یہاں موجود ہونا ایک امر یقینی اور ناقابل تردید بات ہے۔ فتح قسطنطنیہ کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الجہاد[1] میں گذر چکا۔

٤ - بَابٌ فِي تَوَاتُرِ الْمَلَاحِمِ

یکے بعد دیگرے جنگوں کا بیان

٤٢٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُفْيَانَ الْغَسَّانِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُونِيِّ، عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ».

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی جنگ اور قسطنطنیہ کی فتح ہونا اور خروج دجال سات ماہ کے اندر اندر ہو جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٨) سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٣٢)

شرح الحدیث: پہلی حدیث میں یہ گذر چکا کہ ملحمۂ کبری علامت ہے فتح قسطنطنیہ کی، اور فتح قسطنطنیہ علامت ہے خروج دجال کی، اور اس حدیث میں یہ فرمارہے ہیں کہ اس لڑائی کے بعد فتح ہونا اور اسکے بعد پھر خروج دجال یہ سات ماہ کے اندر اندر ہو جائے گا، اور اسکے بعد والی روایت میں ہے کہ یہ لڑائی اور فتح چھ سال کے اندر پائی جائے گی، اور خروج دجال ساتویں سال ہوگا، حاصل یہ کہ پہلی حدیث میں ماہ مذکور ہے اور دوسری میں سال، اسی تعارض کے بارے میں آگے آرہا ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في قوله تعالى: { وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ } ٢٥١٢

أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عِيسَى»، مصنف روایت ثانیہ جس میں سال مذکور ہے اسکو ترجیح دے رہے ہیں پہلی روایت پر یعنی سال کا ذکر صحیح ہے اور ماہ کا وہم، لیکن اس تعارض کی توجیہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ پہلی روایت میں جس میں سات ماہ مذکور ہے اسمیں یہ کہا جائے کہ لڑائی کا اختتام مراد ہے کہ لڑائی کی انتہاء اور قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں سات ماہ لگ جائیں گے یعنی چھ ماہ کا فصل ہوگا اور ساتویں مہینہ میں فتح کی تکمیل کی جائے گی، اور دوسری حدیث میں ملحمہ کی ابتداء مراد لی جائے کہ لڑائی شروع ہونے کے بعد اس کے اختتام میں چھ سال لگ جائیں گے اور ساتویں میں فتح ہو جائے گی، اور حضرت شیخ ؒ کے حاشیہ میں ہے کہ ملا علی قاری نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع ایک دوسری طرح سے کیا ہے وہ یہ کہ ملحمہ کا مصداق ان دونوں حدیثوں میں الگ الگ قرار دیا ہے پہلی حدیث میں ملحمہ سے مراد ملحمۂ کبریٰ ہے جیسا کہ اس میں تصریح ہے، اور دوسری حدیث میں ملحمہ سے کوئی دوسرا ملحمہ مراد ہے [1]۔

اس حدیث میں حوادث اور ملاحم کا تواتر و تسلسل مذکور ہے اسی لئے مصنف نے اس پر ترجمہ بھی یہی قائم کیا ہے اعاذنا اللہ تعالی منها، والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه وقال الترمذي غريب، قاله المنذري۔

٤٢٩٦ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ سِنِينَ، وَيَخْرُجُ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عِيسَى».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور بڑے فتنہ کے درمیان (کا وقفہ) چھ سال ہوگا اور دجال کا نکلنا ساتواں سال میں ہوگا امام ابو داودؒ فرماتے ہیں یہ حدیث عیسیٰ کی ابن یونس کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٩/٤)

٥ - بَابٌ فِي تَدَاعِي الْأُمَمِ عَلَى الْإِسْلَامِ

اہل اسلام پر حملہ کرنے کیلئے اقوام عالم کا ایک دوسرے کو دعوت دینا

٤٢٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا»، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢١٠

عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ».

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم لوگوں کے خلاف حملہ کرنے کیلئے کافر قومیں اس طرح دعوت دیں گی جس طریقہ سے کھانے والے لوگ کھانے کے برتن پر ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں، ایک شخص نے عرض کیا: ہم لوگ اس دور میں تعداد کے اعتبار سے کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اس دور میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہوگے لیکن تم لوگ ایسے ہوگے جس طرح کہ دریا کے پانی پر جھاگ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا رعب اور دبدبہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے نکال دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں وَهَن (بزدلی) پیدا فرمادے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! وَهَن کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کا ڈر (تمہارے اندر آجائے گا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٨/٥)

شرح الحدیث: تداعی اگر باب تفاعل سے ہے تو تا مفتوح ہوگی جو اصل میں "تتداعی" تھا اور اگر اس کو باب مفاعلہ سے مانا جائے تو تُداعی ضم تا کے ساتھ ہوگا بصیغہ مضارع واحد مؤنث غائب، تداعی ساتھیوں کا ایک دوسرے کو بلانا کسی کام پر جمع ہونے کیلئے، جیسے جب دسترخوان بچھتا ہے تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کھانے کے لئے۔

حضور اقدس ﷺ فرمارہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ بھی آنے والا ہے کہ تمام دشمنان اسلام کے فرقے ایک دوسرے کو بلائیں گے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کیلئے اس پر ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا اس وقت مسلمان قلیل ہوں گے یعنی ان کی قلت کی وجہ سے کفار کے گروہ ان پر امنڈ آئیں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت مسلمان قلیل تو نہ ہوں گے بلکہ کثیر ہوں گے لیکن ان کا حال ایسا ہوگا جیسے پانی کے اوپر جھاگ آجاتا ہے جس میں کوڑا اور تنکے وغیرہ ہوتے ہیں۔ مراد اراذل الناس ہیں، یعنی مسلمان گو کثیر ہوں گے لیکن ایمان اور اخلاق کے اعتبار سے گھٹیا اور کمزور اور کم حیثیت، اسی وجہ سے کفار ان پر جری ہو جائیں گے۔

وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ : اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا رعب اور ان کی ہیبت دشمن کے سینوں سے نکال دیں گے اور مسلمانوں کے قلوب میں وھن یعنی کمزوری ڈال دیں گے، ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ کمزوری سے کیا مراد ہے قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ» یعنی کمزوری سے مراد ایمان کی کمزوری جس کا منشا حب دنیا ہوگا، دل میں دنیا اور متاع دنیا کی رغبت اور محبت، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی موت سے گھبراتا ہے میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت اقدس گنگوہیؒ کی حیات میں گنگوہ شریف میں کوئی واقعہ پیش آیا تھا جس کی تفتیش و تحقیق کیلئے

بڑے حکام کلکٹر وغیرہ لوگوں سے مل کر معلومات کر رہے تھے، حضرت کی خانقاہ کے دروازہ پر بھی پہنچے کلکٹر کی حضرت ہی سے بات ہوئی، اور پوچھ کر چلا گیا راستہ میں وہ پوچھنے لگا لوگوں سے جو ہمراہ تھے کہ یہ بڑے میاں کون تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ مسلمانوں کے بڑے عالم اور بزرگ تھے کہنے لگا اچھا یہی بات ہے، ہمارا دل ان سے کانپتا تھا، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا یہ رعب معیت حق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

٦ - بَابٌ فِي الْمَعْقِلِ مِنَ الْمَلَاحِمِ

جنگ میں مسلمانوں کی پناہ گاہ کون سی ہو گی؟

مَعقِل یعنی ملجاء اور جائے پناہ، عقل یعقل عقولا پناہ لینا [1] ٹھکانا بنانا۔

٤٢٩٨ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جُبَيْرَ بْنَ نُفَيْرٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ، إِلَى جَانِبِ مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا: دِمَشْقُ، مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ".

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (دجال سے جنگ کرنے کیلئے) مسلمان کا خیمہ غوطہ میں ہو گا جو کہ دمشق نامی شہر کے قریب ہے اور دمشق ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٢٩٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٧/٥)

شرح الحديث: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا خیمہ اور جائے پناہ لڑائی کے دن مقام غوطہ میں ہو گا شہر دمشق کی ایک جانب میں وہ دمشق جو کہ شام کے بہترین شہروں میں سے ہے۔ بظاہر ملحمہ سے وہی ملحمہ مراد ہے جس کا اوپر والی حدیثوں میں ذکر آیا ہے، جس کے بعد فتح قسطنطنیہ ہو گی۔

٤٢٩٩ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ حُدِّثْتُ [2]، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُحَاصَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى يَكُونَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحُ.

ترجمہ: امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ ابن وہب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول

---

[1] كما في الحديث وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ (جامع الترمذي - كتاب الإيمان - باب ما جاء أن الإسلام بدأ غريبا وسيعود غريبا ٢٦٣٠) یعنی اخیر زمانہ میں دین حجاز مقدس میں اپنا ٹھکانہ ایسا بنالے گا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی بلندی پر۔

[2] حدثت عن ابن وهب "هكذا في الاصول" والحديث رواه الحاكم من طريق احمد بن عبد الرحمن بن وهب وهو ابن اخي عبد الله ابن وهب عن عمه عبد الله عن جرير به وصححه على شرط مسلم ووافقه الذهبي، فلعل محدث أبي داؤد هنا هو احمد هذا وانما لم يسمه ابو داؤد لما قيل من اختلاطه ورواية مسلم عنه كانت قبل ذلك - (محمد عوامه)

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف گھیر گھار کر لایا جائے گا یہاں تک کہ ان لوگوں کی دور والی سرحد (حدود ملک) سلاح ہوگا۔ (سلاح ایک مقام کا نام ہے)۔

شرح الحدیث آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ قریب ہے وہ وقت کہ مسلمانوں کو گھیرا جائے مدینہ کی طرف یعنی مسلمان بچ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف چلے جائیں گے اور دشمن ان کا محاصرہ کئے ہوئے ہوگا مدینہ منورہ کے ارد گرد اور دشمن ان کے اتنا قریب پہنچ جائے گا کہ اسوقت اہل مدینہ کی بعید تر سرحد موضع سلاح ہوگی یعنی وہاں تک دشمن پہنچ جائے گا اگلی روایت میں ہے راوی کہتا ہے کہ سَلاح ایک جگہ ہے خیبر کے قریب حالانکہ خود خیبر مدینہ سے زیادہ دور نہیں ہے تو گویا اہل مدینہ اس وقت دشمن کے گھیراؤ کی وجہ سے کافی تنگی میں ہوں گے بذل میں لکھا ہے: وهذا يدل على كمال التضييق عليهم وإحاطة الكفار حواليهم [1]۔

یہ حدیث بعینہ اسی طرح اسی سند سے کتاب الفتن کے آخر میں گذر چکی ہے، باب کی پہلی حدیث سے غوطہ کا معقل ہونا اور حدیث ثانی سے مدینہ منورہ کا معقل ہونا ثابت ہوا۔

٤٣٠٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَسَلَاحُ قَرِيبٌ مِنْ خَيْبَرَ.

ترجمہ حضرت زہری سے روایت ہے کہ سلاح خیبر کے قریب (ایک جگہ کا نام) ہے۔

۷ - بَابُ ارْتِفَاعِ الْفِتْنَةِ فِي الْمَلَاحِمِ

بڑی جنگوں کے پیش آتے وقت مسلمانوں کی باہم خانہ جنگیاں ختم ہو جائیں گی

٤٣٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، قَالَ هَارُونُ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَنْ يَجْمَعَ اللهُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَيْفَيْنِ، سَيْفًا مِنْهَا، وَسَيْفًا مِنْ عَدُوِّهَا».

ترجمہ حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواریں جمع نہیں فرمائیگا کہ (مسلمان) بیک وقت باہمی طور پر جنگ کریں اور دشمن سے بھی جنگ کریں۔

تخریج سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٠١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦/٦)

شرح الحدیث فتنہ کا اطلاق زیادہ تر اس لڑائی پر ہوتا ہے جو آپس میں مسلمانوں کے درمیان ہو، اور ملحمہ وہ لڑائی جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہو۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢١٤

لَنْ يَجْمَعَ اللهُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَيْفَيْنِ، سَيْفًا مِنْهَا، وَسَيْفًا مِنْ عَدُوِّهَا: اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو ترجمۃ الباب کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں بیک وقت دو تلواریں جمع نہیں کریں گے کہ وہ آپس میں بھی لڑ رہے ہوں اور اسی حال اور وقت میں دشمن بھی ان پر چڑھائی کرے بلکہ دشمن سے لڑائی کے وقت اگر مسلمانوں میں آپس میں پہلے سے قتال ہو رہا ہو گا تو دشمن کی لڑائی کے وقت وہ اس سے رک جائیں گے۔

٨- بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ تَهْيِيجِ التُّرْكِ وَالْحَبَشَةِ

ترکیوں اور اہل حبشہ کو بلاوجہ بھڑکانے کی ممانعت

٤٣٠٢ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي سُكَيْنَةَ، رَجُلٌ مِنَ الْمُحَرَّرِينَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوكُمْ، وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوكُمْ».

ترجمہ: ابو سکنہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حبشی لوگوں کو اور ترکیوں کو تم چھوڑے رہو (نظر انداز کر دو) جب تک وہ لوگ تم کو چھوڑ دیں (یعنی تمہارے سے ٹکراؤ نہ کریں) تو تم لوگ ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو۔

تخريج: سنن النسائي- الجهاد (٣١٧٦) سنن أبي داود- الملاحم (٤٣٠٢)

شرح الحديث: دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوكُمْ، وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوكُمْ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اہل حبشہ کو چھوڑے رہو، یعنی ان کے ساتھ قتال نہ کرو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں، یعنی تم ان سے قتال میں پہل نہ کرو اور اسی طرح یہ حکم آپ مسلمانوں کو ترکیوں کے بارے میں فرما رہے ہیں اور یہ امر بالترک اباحت اور رخصت کیلئے ہے وجوب کیلئے نہیں بطور مشورہ کے ہے۔

حدیث پر ایک اشکال اور جواب: مظاہر حق[1] میں ہے کہ چھوڑو تم حبشیوں کو جب تک کہ وہ چھوڑ دیں تم کو اور چھوڑو تم ترکوں کو جب تک کہ چھوڑیں وہ تم کو، آگے اس میں ہے۔

فائدہ: اگر کہیں قرآن شریف میں حکم ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً[2] علی العموم فرمایا ہے کہ مشرکوں سے قتال کرو جہاں ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ان کو چھوڑے رکھو جواب اس کا یہ ہے کہ حبشہ اور ترک عموم اس آیت سے

---

[1] مظاہر حق جدید ـ ج٤ ص ٨٩٤ـ ٨٩٥

[2] اور لڑو سب مشرکوں سے (سورة التوبه ٣٦)

مخصوص اور خارج ہیں اس لئے کہ شہران کے بعید ہیں ان کے شہروں میں اور اسلام کے شہروں میں دشت وبیاباں بہت ہیں جب تک کہ وہ تعرض نہ کریں اور اسلام کے شہروں پر نہ آویں تعرض ان سے کرنا نہ چاہئے لیکن اگر وہ سبقت کریں اور اسلام کے شہروں میں ساتھ قہر اور غلبہ کے آویں فرض ہوگا قتال ان کا یا کہیں کہ آیت ناسخ اس حدیث کی ہے اور حکم اس حدیث کا ابتداء اسلام میں تھا بسبب ضعف اسلام کے اور جب اسلام قوی ہوا حکم عام ہوا۔ والحدیث اخرجه النسائی اتم منه. قاله المنذری۔

یہ حدیث نسائی میں ایک طویل حدیث کا آخری ٹکڑا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث آپ ﷺ نے حفر خندق کے وقت میں فرمائی تھی اصل حدیث اسمیں دیکھی جائے کتاب الجہاد [1] میں۔

۹- بَابٌ فِي قِتَالِ التُّرْكِ

ترک کفار سے جنگ کرنا

ترک حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں، اور حبشہ اولاد حام سے ہیں اور عرب اولاد سام سے۔

٤٣٠٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ التُّرْكَ، قَوْمًا وُجُوهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ، يَلْبَسُونَ الشَّعَرَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ مسلمان ترک کفار سے لڑائی نہ کرلیں ان کے چہرے تہہ در تہہ ڈھالوں کی طرح ہوں گے اور وہ بالوں سے بنا ہوا لباس اور جوتا پہنے ہوں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٧٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٩٤) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩١٢) جامع الترمذي - الفتن (٢٢١٥) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٠٣) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٩)

٤٣٠٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَابْنُ السَّرْحِ، وَغَيْرُهُمَا، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رِوَايَةً، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ، ذُلْفَ الْأُنُفِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ».

[1] سنن النسائي - كتاب الجهاد - باب غزوة الترك والحبشة ٣١٧٦

ترجمہ: سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ مسلمان ایسی قوم سے جنگ کرلیں گے جنکے جوتے بالوں کے بنے ہوئے ہونگے اور قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مسلمان ایسی قوم سے جنگ نہ کرلیں جو کہ چھوٹی آنکھوں والے، چپٹی ناک والے ہوں گے ان کے چہرے تہہ در تہہ ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٧٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٩٤) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩١٢) جامع الترمذي - الفتن (٢٢١٥) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٠٤) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٩/٢)

شرح الأحاديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ التُّرْكَ، قَوْمًا وُجُوهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ، يَلْبَسُونَ الشَّعْرَ» اور دوسری روایت میں ہے حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ، ذُلْفَ الْأَنْفِ.

جس قتال ترک سے پہلی حدیث میں روکا گیا تھا اس حدیث میں ان کے ساتھ وقوع قتال کی پیشین گوئی ہے کہ قیامت آنے سے پہلے مسلمانوں کو ترکوں کے ساتھ قتال کی یقیناً نوبت آئے گی اور اس میں ان لوگوں کا نقشہ اور صورت شکل بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کے چہرے اس ڈھال کی طرح ہوں گے جو تہہ بہ تہہ ہو یعنی موٹی اور دوہری یہ تشبیہ تدویر اور موٹا ہونے میں ہے یعنی ان کے چہرے گولائی میں ڈھال کی طرح ہوں گے اور ڈھال بھی وہ جو دوہری ہو یہ ان کے رخساروں کے موٹا ہونے کی طرف اشارہ ہے، يَلْبَسُونَ الشَّعْرَ یعنی اون کے بنے ہوئے کپڑے پہنیں گے اپنے ملک کے سرد ہونے کی وجہ سے، اور نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ یعنی ان کے جوتے بھی بنے ہوئے بالوں کے ہوں گے، اور صِغَارَ الْأَعْيُنِ چھوٹی آنکھ والے، ذُلْفَ الْأُنُوفِ چپٹی ناک والے، ذلف جمع ہے اذلف کی جو ماخوذ ہے ذَلَف سے یعنی ناک کے چھوٹا ہونے کے ساتھ اس کا پھیلا ہوا ہونا، صغر الأنف واستواء الأرنبة.

اس ترک سے مراد وہ ہیں جن کو تاتار کہا جاتا ہے اور جو صحرائی گوبی اور اس سے شمال کے علاقوں قازاختسان وغیرہ میں رہتے ہیں کیونکہ جو اوصاف حدیث پاک میں بیان کئے گئے ہیں وہ ان ہی پر صادق آتے ہیں اور یہ جو ترکی میں رہنے والے ہیں ان کی یہ صورت شکل نہیں ہے وہ تو بہت اچھی صورت شکل کے ہوتے ہیں۔

امام نووی شرح مسلم [1] میں فرماتے ہیں کہ یہ سب حضور ﷺ کے معجزات ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی ان ترکوں کے ساتھ قتال ہو رہا ہے جو ان صفات کے ہیں جن کو آپ ﷺ نے حدیث میں ذکر فرمایا ہے صغار الاعین ذلف

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٨ ص ٣٧-٣٨

الانوف وغیرہ اور اس سے پہلے بھی بارہا مسلمان ان سے قتال کر چکے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کے حق میں حسن انجام کا سوال کرتے ہیں اھ (بذل [1]) امام نوویؒ ساتویں صدی کے ہیں ان کی وفات ۶۷۶ھ میں ہے۔ الحدیث الاول اخرجه مسلم النسائی، والحدیث الثانی اخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن، قاله المنذری۔

٤٣٠٥ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَدِيثٍ: «يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْأَعْيُنِ» يَعْنِي التُّرْكَ، قَالَ: «تَسُوقُونَهُمْ ثَلَاثَ مِرَارٍ حَتَّى تُلْحِقُوهُمْ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْأُولَى، فَيَنْجُو مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ، وَأَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُو بَعْضٌ، وَيَهْلِكُ بَعْضٌ، وَأَمَّا فِي الثَّالِثَةِ، فَيُصْطَلَمُونَ» أَوْ كَمَا قَالَ.

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں سے ایک چھوٹی آنکھوں والی ترکی قوم جنگ کرے گی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ ان لوگوں کو تین مرتبہ (پیچھے) ہٹادو گے یہاں تک کہ تم لوگ ان کو جزیرۂ عرب کے کنارہ پر پہنچاؤ گے تو پہلی ہانک میں ان ترکیوں میں سے جو شخص بھاگ کھڑا ہو گا وہ شخص نجات یافتہ ہو گا اور دوسرے میں بعض ترکی لوگ بچ جائیں گے اور بعض ہلاک ہوں گے اور پھر تیسرے میں تو تمام ترکی لوگ جڑ سے اُکھڑ جائیں گے (بالکل ہلاک ہو جائیں گے)۔

تخریج: سنن أبي داود- الملاحم (٤٣٠٥) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٣٤٩/٥)

شرح الحدیث: فرمایا آپ ﷺ نے کہ ہانکو گے تم ان کو تین بار مظاہر حق میں ہے: ہانکو گے تم ان کو تین بار یعنی ہوں گے وہ مغلوب و مقہور بھاگنے والے کہ تم ان کو بھگا دو گے یہاں تک پہنچاؤ گے ان کو جزیرۂ عرب میں اھ پس بہر حال پہلے ہانکنے میں یعنی پہلے حملے میں ترکوں میں سے جو بھاگ جائیں گے وہ نجات پا جائیں گے، اور بہر حال دوسرے حملہ میں بعض ترک ہلاک ہوں گے، بعض نجات پا جائیں گے، اور بہر حال تیسرے حملہ میں پس ان کا استیصال کر دیا جائے گا، مظاہر حق میں ہے: اور اسی پر (بہر حال) تیسرے ہانکنے میں پس کاٹے جاویں گے اور جڑ سے اکھاڑے جاویں گے [2]۔

حدیث الباب اورمسند احمدکی روایت میں تخالف: تنبیہ: حضرتؒ نے بذل [3] میں صاحب عون سے نقل فرمایا ہے کہ ابوداؤد کی اس حدیث اور مسند احمد کی حدیث میں تخالف ہے بین طور پر، اسلئے کہ مسند احمد کی روایت کا سیاق وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہانکنے والے ترک ہوں گے، مسلمانوں کو جو ان کو تین بار ہانکیں گے یہاں تک کہ ان کو جزیرۂ عرب میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٢١٨
[2] مظاهر حق جديد- ج ٤ ص ٨٩٥
[3] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٢١٩

لاحق کر دیں گے، اور امام قرطبی نے مسند احمد کی حدیث کے بارے میں کہا ہے "اسنادہ صحیح، صاحب عون کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مسند احمد ہی کی روایت صحیح ہے اور ابوداؤد کی یہ روایت بظاہر وہم ہے کسی راوی سے اس میں وہم واقع ہوا ہے [1]۔

ثناء صاحب البذل قدس سره على صاحب عون المعبود: اس کے بعد صاحب عون نے مسند احمد کی روایت کے مضمون کو مختلف وجوہ سے مؤید کیا ہے: منها وقوع قصة فتنة التتار على حسب ما وقع في حديث احمد مفصلاً فجزاه الله تعالى خير الجزاء، وهذا عندي كما قال، والله تعالى اعلم ومن شاء التفصيل فلينظر "عون المعبود" اھ [2] یہ حضرت اقدس سہارنپوری کی حق گوئی وانصاف پسندی ہے والحق احق ان يتبع، ورنہ ہمارے حضرت صاحب عون سے اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے ناخوش سے تھے ان کی استطالت لسان اور ائمہ احناف کے ساتھ گستاخانہ معاملہ کی وجہ سے، حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

١٠ ـ بَابٌ فِي ذِكْرِ الْبَصْرَةِ

شہر بصرہ کے بارے میں

٤٣٠٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَنْزِلُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي بِغَائِطٍ يُسَمُّونَهُ الْبَصْرَةَ، عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ: دِجْلَةُ، يَكُونُ عَلَيْهِ جِسْرٌ، يَكْثُرُ أَهْلُهَا، وَتَكُونُ مِنْ أَمْصَارِ الْمُهَاجِرِينَ - قَالَ ابْنُ يَحْيَى: قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ: وَتَكُونُ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ - فَإِذَا كَانَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ جَاءَ بَنُو قَنْطُورَاءَ عِرَاضُ الْوُجُوهِ، صِغَارُ الْأَعْيُنِ، حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى شَطِّ النَّهْرِ، فَيَتَفَرَّقُ أَهْلُهَا ثَلَاثَ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَالْبَرِّيَّةِ وَهَلَكُوا، وَفِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ لِأَنْفُسِهِمْ وَكَفَرُوا، وَفِرْقَةٌ يَجْعَلُونَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُورِهِمْ، وَيُقَاتِلُونَهُمْ وَهُمُ الشُّهَدَاءُ".

ترجمہ: حضرت مسلم بن ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے کچھ لوگ نشیبی زمین میں جسے بصرہ کہا جاتا ہے ایک ایسے دریا کے قریب اتریں گے جسے دجلہ کہا جاتا ہے۔ اس پر ایک پل ہوگا اس کی آبادی زیادہ ہوگی وہ شہر مہاجرین کے شہروں میں سے ہوگا ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ ابو معمر نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا اور جب آخر دور ہوگا تو وہاں پر (ترکی لوگوں کے جدامجد) قنطورا کی اولاد آئے گی جو چوڑے چہرہ والے چھوٹی

---

[1] عون المعبود علی سنن أبي داود — ج ۱۱ ص ۴۱۳ ـ ۴۱۴

[2] ابوداؤد کی اس روایت کے آخر میں ہے او کما قال، اس پر صاحب عون (ج ۱۱ ص ۴۱۷) نے لکھا ہے: وهذا يدل على أن الراوي لم يضبط لفظ الحديث فللأرجحت رواية أحمد اھ. (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۲۱۹)

آنکھوں والے (ہوں گے) یہاں تک کہ وہ لوگ اس نہر کے کنارہ پر اتریں گے اور اس شہر کے مسلمان علیحدہ (علیحدہ) تین فرقے ہو جائیں گے (ان میں سے) ایک فرقہ تو بیلوں کی دموں اور میدانوں کو اختیار کر کے ہلاک ہو جائے گا اور ایک فرقہ اپنے لیے کافر ہونا منظور کرے گا اور (ان لوگوں میں سے) ایک فرقہ اپنے پیچھے اولاد چھوڑ کر نکلے گا اور جنگ کرے گا تو وہ ہی (فرقہ) شہید ہو گا۔

تخریج سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٠٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٤٠)

شرح الحدیث: اس باب کی پہلی حدیث میں بغداد کا اور دوسری حدیث میں بصرہ کا حال مذکور ہے پہلی حدیث میں بغداد میں شروع میں مسلمانوں کے آباد ہونے کا اور ان کی کثرت کا اور اخیر زمانہ میں اسکی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے حدیث کا ترجمہ یہ ہے حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک پست زمین میں اتریں گے جس کا نام بصرہ ہو گا ایک نہر کے کنارے جس کو دجلہ کہا جاتا ہے۔ (دجلہ چونکہ بغداد میں ہے نہ کہ بصرہ میں لہٰذا حدیث میں یہ کہا جائے گا کہ بصرہ سے مراد معروف بصرہ نہیں ہے بلکہ باب بصرہ جو بغداد ہی میں ہے) اس نہر پر ایک پل ہو گا اس شہر کی آبادی بہت ہو گی یعنی مسلمان اور وہ شہر مہاجرین کے شہروں میں سے ہو گا اور دوسرے راوی نے کہا کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہو گا آگے جو اس پر انقلاب آئے گا اس کا ذکر ہے اور یہ پوری حدیث پیشین گوئی اور اخبار بالغیب کے قبیلہ سے ہے، جب بعد کا زمانہ آئے گا تو اسپر بنو قنطوراء آئیں گے یعنی تاتار مقابلہ کے لئے چوڑے چہرے اور چھوٹی آنکھ والے یہاں تک کہ وہ آکر اتریں گے اور پڑاؤ ڈالیں گے نہر دجلہ کے کنارے پر۔

فَيَتَفَرَّقُ أَهْلُهَا ثَلَاثَ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَالْبَرِّيَّةِ وَهَلَكُوا، وَفِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ لِأَنْفُسِهِمْ وَكَفَرُوا، وَفِرْقَةٌ يَجْعَلُونَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُورِهِمْ، وَيُقَاتِلُونَهُمْ وَهُمُ الشُّهَدَاءُ: یعنی جب بنو قنطوراء مقابلہ کے لئے آئیں گے تو اس شہر کے مسلمان تین فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے ایک جماعت تو ایسی ہو گی جو بیلوں کی دمیں سنبھال لے گی اور جنگل کو یعنی جہاد اور مقابلہ سے بچ کر اپنی کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائے گی اور ہلاک ہوں گے یعنی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے اور ایک فریق جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھا ہے اسکو لے لے گا یعنی کفر وارتداد والعیاذ باللہ تعالیٰ اور ایک فریق وہ ہو گا جو اپنی عورتوں بچوں کو اپنے پیچھے گھروں میں چھوڑ کر ان سے (بنو قنطوراء سے) جاکر قتال کرے گا اور یہی لوگ شہید ہوں گے۔

مظاہر حق[1] میں ہے: بنو قنطوراء یعنی ترک، یہ نام ہے پدر کلاں ترک کا کہ سب ترک اسکی اولاد سے ہیں نیز اس میں ہے: اس قضیہ میں جو حدیث میں صریح مذکور ہے نام بصرہ کا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ مراد اس سے بغداد ہے اس دلیل سے کہ دجلہ اور پل بغداد میں ہے نہ بصرہ اور شہر بغداد کا آں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس ہیئت پر کہ اب ہے نہ بنا تھا بلکہ قریے تھے

[1] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٨٩٦-٨٩٧

متعدد و متفرق مضافات بصرہ سے اور منسوب اس کی طرف اور آنحضرت ﷺ نے ازراہ معجزہ کے خبر دی اس کے بننے کی اسلئے فرمایا ساتھ لفظ استقبال کے کہ ہو گا وہ بڑا شہر مسلمانوں کے شہروں میں سے اور بہت ہونگے رہنے والے اس کے اور یہ بھی ہے کہ ترک بصرہ میں واسطے لڑنے مارنے کے اس کیفیت مخصوص سے کہ مذکور ہوئی نہیں آئے اور اہل تواریخ نے اسکو نہیں نقل کیا مگر بغداد میں البتہ آئے ہیں جیسے کہ معروف و مشہور ہے۔

٤٣٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا مُوسَى الْحَنَّاطُ، لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "يَا أَنَسُ، إِنَّ النَّاسَ يُمَصِّرُونَ أَمْصَارًا، وَإِنَّ مِصْرًا مِنْهَا يُقَالُ لَهُ: الْبَصْرَةُ - أَوِ الْبُصَيْرَةُ - فَإِنْ أَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا، أَوْ دَخَلْتَهَا، فَإِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا، وَكِلَاءَهَا، وَسُوقَهَا، وَبَابَ أُمَرَائِهَا، وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيهَا، فَإِنَّهُ يَكُونُ بِهَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ، وَقَوْمٌ يَبِيتُونَ يُصْبِحُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ".

ترجمہ: انس بن مالک ؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے انس ؓ سے ارشاد فرمایا: اے انس! لوگ شہر بنائیں گے (آباد کریں گے) ان ہی شہروں میں سے ایک شہر ہے جس کو بصرہ کہتے ہیں یا بصیرہ کہتے ہیں پھر اگر تم اس شہر سے گزرو یا اس شہر تم جاؤ تو تم اس شہر کی شور زمین سے بچنا اور اس شہر کے مقام کلاء سے اور اسکے بازار سے اور اس شہر کے حکمر ان لوگوں کے دروازوں سے (بھی بچنا) اور تم اس شہر کے کناروں کو اختیار کرنا کیونکہ اس شہر کے اندر زمین میں دھنسنا پتھر برسنا اور زلزلہ کا عذاب ہو گا اور ایک قوم رات گزارے گی یعنی وہ لوگ بالکل صحیح حالت میں سوئیں گے مگر صبح کو خنزیر اور بندر ہو کر اٹھیں گے۔

شرح الحدیث: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ بہت سے شہر بنائیں گے اور تحقیق کہ ان میں سے ایک شہر ایسا ہو گا جس کو بصرہ کہا جائے گا پس اگر تیرا اس پر کو گذر ہو تو بچانا اپنے آپ کو اس کی زمین شور سے اور اس کے مقام کلاء سے، کلاء بتشدید و تخفیف دونوں طرح منقول ہے یعنی کلاّءٌ بروزن کتان، اور کلاءٌ بروزن کتاب۔ کلاء گودی (بندر گاہ) کو کہتے ہیں اور بصرہ میں ایک خاص جگہ کا نام بھی ہے۔ اور بچانا اپنے آپ کو اس کے بازار سے اور وہاں کے امراء کے باب سے، ضواحی ضاحیہ کی جمع ہے، شہر کے باہر اس کا کھلا حصہ، اور لکھا ہے کہ بصرہ میں ایک خاص جگہ کا نام بھی ہے مظاہر حق میں ہے وعلیک بضواحیہا اور لازم پکڑ تو اس کے کناروں کو کہ نام اس کا ضواحی ہے، ضواحی جمع ضاحیہ کی ہے بمعنی کنارہ زمین کے کہ ظاہر اور کھلی ہو آفتاب میں اور ضاحیۃ البصرۃ نام ایک موضع کا ہے اس میں اور بعضوں نے کہا مراد اس سے پہاڑ اس کے ہیں اور امر ہے گوشہ نشینی اور کنارہ کشی کا [1]۔ (آگے آپ نے ان مواضع مذکورہ سے بچنے کی وجہ بیان فرمائی کہ) وہاں پر خسف اور قذف یعنی آسمان سے پتھروں کا برسنا، اور رجف یعنی زلزلے واقع ہوں گے، اور مسخ بھی، لوگ رات گذاریں

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٨٩٨

گے اور صبح کریں گے اس حال میں کہ بندروں اور خنازیر کی شکلوں میں ہوں گے یعنی جوان ان کے بندر ہو جائیں گے اور بڈھے سور، اس حدیث میں بصرہ معروفہ کا ذکر ہے کہ مسلمان اس کو بنائیں گے اور آباد کریں گے، بصرہ شہر جس جگہ آباد ہے اس کو حضرت عتبہ بن غزوان نے خلافت فاروقی میں فتح کر کے شہر بنایا تھا اس کے فتح کرنے کا ذکر شمائل ترمذی کی بھی ایک روایت میں [1] ضمناً آیا ہے، اس حدیث میں خسف اور مسخ کا ذکر ہے چونکہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خسف و مسخ قدریہ میں ہوگا جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہاں بصرہ میں اس وقت قدریہ ہوں گے، مظاہر حق میں ہے ان جگہوں میں خسف وغیرہ شاید ہوگا، بسبب خباثت ان کے اور بازاروں میں بسبب ہوتے غفلت کے یا کثرت لغو کے یا فساد عقود کے اور بادشاہوں وغیرہ کے دروازوں پر بسبب کثرت ظلم کے [2]۔

٤٣٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّينَ، فَإِذَا رَجُلٌ، فَقَالَ لَنَا: إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْأُبُلَّةُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا، وَيَقُولَ هَذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ خَلِيلِي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ، لَا يَقُومُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ».

ترجمہ: محمد بن مثنیٰ ابراہیم بن صالح بن درھم اپنے والد حضرت صالح بن درھم سے بیان کرتے ہیں صالح بن درھم کہتے ہیں کہ ہم لوگ حج کی نیت سے گئے تھے تو ہم کو وہاں پر اچانک ایک شخص ملا (حضرت ابوہریرہؓ) اور اس نے ہم سے کہا کہ تم لوگوں کے شہر کے کنارے ایک بستی ہے جس کو اُبلہ کہا جاتا ہے تو تم ہم نے کہا جی ہاں پھر اس شخص نے کہا کہ تم لوگوں میں سے میرے لئے کون شخص ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ میرے لئے مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور اس طرح کہے اس کا ثواب حضرت ابوہریرہؓ کے لئے ہے کیونکہ میں نے اپنے جگری دوست ابو القاسم ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے بلاشبہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے اپنے شہداء کو اٹھائے گا ان شہداء کا ایسا مرتبہ اور مقام ہوگا کہ بدر کے شہداء کے ساتھ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں کھڑا ہوگا امام ابوداؤدؒ نے فرمایا یہ مسجد نہر فرات کے قریب ہے

شرح الحدیث **مضمون حدیث اور عبادت بدنیہ کے وصول ثواب کی دلیل:** اس حدیث کا ترجمہ مظاہر حق سے ہم کراتے ہیں اس میں ہے: اور روایت ہے صالح بن دینار تابعی سے کہتے تھے گئے ہم حج کرنے کو بصرہ سے مکہ کو پس ناگہاں وہاں ایک شخص کھڑا تھا یعنی حضرت ابوہریرہؓ، پس کہا انہوں نے واسطے ہمارے کہ کیا تمہارے شہر کے ایک جانب

---

[1] اواخر شمائل میں باب: ما جاء في عيش النبي صلى الله عليه وسلم میں بروایت خالد بن عمیر، وشویسا أبا الرقاد، اس روایۃ کا مضمون خصائل نبوی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ (الشمائل للترمذی رقم الحدیث ٣٧٥ ص ١٧٣) ١٢۔

[2] مظاہر حق جدید ج ٤ ص ٨٩٩

میں ایک بستی ہے کہ کہا جاتا ہے اس کو اُبُلّہ (ابلہ ساتھ پیش ہمزہ اور با کے اور تشدید لام کے نام ایک قریہ کا ہے مشہور قریب بصرہ کے) کہا ہم نے ہاں ہے، کہا اس شخص نے کون ہے کہ ذمہ لے اور متکفل ہو واسطے میرے تم میں سے یہ کہ نماز پڑھے واسطے میرے یعنی میری نیت سے مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت اور کہے یہ نماز یعنی ثواب اس کا واسطے ابی ہریرہ کے ہے (عشّار نام ہے مسجد کا کہ ابلہ میں ہے اس میں واسطے برکت حاصل کرنے کے نماز پڑھتے ہیں) سنا میں نے دوست جانی اپنے سے کہ ابو القاسم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں فرماتے تھے کہ تحقیق اللہ عز و جل اٹھاوے گا مسجد عشار سے دن قیامت کے شہید، نہیں اٹھیں گے یعنی قبروں سے یا مرتبہ میں سات شہیدوں بدر کے غیر ان کے اور یہ بڑی تعریف ہے اس جماعت کی کہ بدر کے شہیدوں کے برابر ہیں، اور یہ نہیں معلوم کہ وہ اس امت کے شہیدوں میں سے ہوں گے یا اگلی امت میں سے، پس جب یہ مسجد ایسی فضیلت اور شرف رکھتی ہے تو نماز ادا کرنی اس میں فضیلت عظیم اور ثواب عظیم رکھتی ہے [1]۔

مقام مقدس میں نماز وغیرہ عبادات کی فضیلت: اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ادا کرنی بزرگ مقاموں میں اور عبادت دین کی کرنی ان میں فضیلت عظیم رکھتی ہے اور بخشنا ثواب عبادت بدنی کا کسی کو خواہ زندہ ہو یا مردہ جائز ہے اور پہنچتا ہے اور اکثر علماء اس پر ہیں اور عبادت مالیہ کا بخشنا بالاتفاق جائز ہے اھ [2]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهَرَ: مصنف فرماتے ہیں کہ یہ مسجد العشار نہر فرات جو کہ بصرہ میں ہے اسکے متصل ہے۔

١١ـ بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَهْيِيجِ الْحَبَشَةِ

حبشہ بلا وجہ بھڑکانے کی ممانعت کے بیان میں

٤٣٠٩ ـ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ إِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: حبشی لوگوں کو چھوڑ دیا جائے جب تک کہ وہ تم لوگوں سے مقابلہ نہ کریں کیونکہ بیت اللہ شریف کے خزانے کو اس حبشی شخص کے علاوہ کوئی نہیں نکالے گا جو کہ چھوٹی پنڈلیوں والا ہو گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٠٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧١/٥)

---

[1] مظاہر حق جدید ـ ج ٤ ص ٨٩٩

[2] مظاہر حق جدید ـ ج ٤ ص ٩٠٠

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرو حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑو تم حبشیوں کو اور تعرض نہ کرو تم ان سے جب تک کہ چھوڑیں وہ تم کو اور تعرض نہ کریں تم سے اس لئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں نکالے گا کعبہ کا گنج مگر ایک شخص صاحب دو پنڈلیوں چھوٹی کا حبشی میں سے، یعنی وہ امیر حبشہ کا ہو گا، یا مراد اس سے لشکر حبش کا ہے اور سویقہ تصغیر ساق کی ہے بمعنی پنڈلی کے اور پنڈلیاں حبشی کی اکثر چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں، اور مراد گنج سے وہ گنج ہے جو مدفون نیچے کعبہ کے ہے، کہا بعضوں نے کہ مخلوق ہے اس میں اور بعضوں نے کہا مراد ہے وہ مال کہ بطور نذر کے آتا ہے اس کو خادم وہاں کے جمع کرتے ہیں، اور حدیث میں جو آیا ہے کہ خراب کریگا کعبہ کو ذوالسویقتین نہیں معارض ہے یہ قول اللہ تعالیٰ کے حَرَمًا اٰمِنًا [1]، اس لئے کہ یہ قریب قیامت کے ہو گا جس وقت کہ باقی نہیں رہے گا کوئی اللہ اللہ کہنے والا، اور ظاہر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گردانا ہے اس کو حرم با امن باعتبار غالب احوال کے جیسے دلالت کرتا ہے اس پر قضیہ ابن الزبیر کا۔ اور قرامطہ کا اور مانند ان کے، یا مراد حرم با امن گردانے سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ وہ امن میں رکھیں لوگوں کو اور نہ تعرض کریں کسی سے اس میں چنانچہ آیا ہے کہ رئیس زندیقیوں کا قرامطہ میں سے جب کہ بیٹھا فساد سے یعنی قتل کرنے لوگوں سے اور خراب کرنے شہروں کے سے (یعنی قتل و فساد کر کے فارغ ہوا کہا اس نے) کہ کہاں کلام اللہ کا وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا [2] پس کہا بعض اہل توفیق نے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ امن دو اس کو کہ داخل ہو اس میں اور نہ تعرض کرو اس کے اندر ساتھ لوٹنے اور قتل کرنے کے۔

۱۲۔ بَابُ أَمَارَاتِ السَّاعَةِ

علامات قیامت کا بیان

أَمَارَات جمع ہے اَمارۃ کی بفتح الہمزہ، کعلامۃ لفظاً و معناً اور اِمارۃ بکسر الہمزہ یعنی امامۃ لفظاً و معناً۔

٤٣١٠ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، قَالَ: جَاءَ نَفَرٌ إِلَى مَرْوَانَ بِالْمَدِينَةِ، فَسَمِعُوهُ يُحَدِّثُ فِي الْآيَاتِ: أَنَّ أَوَّلَهَا الدَّجَّالُ، قَالَ: فَانْصَرَفْتُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يَقُلْ شَيْئًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوِ الدَّابَّةُ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، فَأَيَّتُهُمَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرَى عَلَى أَثَرِهَا» قَالَ عَبْدُ اللهِ، وَكَانَ يَقْرَأُ الْكُتُبَ: "وَأَظُنُّ أَوَّلَهُمَا خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.

---

[1] حرمت والے پناہ کے مکان میں (سورۃ القصص ٥٧)

[2] اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا (سورۃ آل عمران ٩٧)

ترجمہ: حضرت ابوزرعہ سے مروی ہے کہ چند لوگ مروان کے پاس مدینہ منورہ سے آئے تو انہوں نے مروان سے سناوہ حدیث بیان کرتا تھا کہ قیامت کی سب سے پہلی علامت دجال کا نکلنا ہے تو (یہ سن کر) میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے بیان کیا حضرت عبد اللہ ؓ نے فرمایا مروان نے جو کہا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: (قیامت کی) سب سے پہلی علامت آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا ہے یا لوگوں میں چاشت کے وقت دابۃ الارض کا نکلنا ہے اور ان دونوں میں سے جو علامت پہلے ہوگی تو دوسری علامت بہت جلد اس کے پیچھے آجائے گی ابو زرعہ کہتے ہیں، عبد اللہ توریت اور انجیل پڑھا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ (قیامت کی) سب سے پہلی علامت مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٤١) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٠) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٦٩)

شرح الحدیث: ابوزرعہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ مدینہ میں مروان کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے سنا وہ علامات قیامت کے بارے میں بیان کرتا تھا کہ ان علامات میں پہلی علامت خروج دجال ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ کے پاس گیا میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مروان نے جو کہا وہ کچھ نہیں، یعنی غیر معتبر ہے، اس لئے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ اول الآیات طلوع الشمس من المغرب ہے یا خروج دابہ جو چاشت کے وقت میں ہوگا ان دو میں سے جو نسی بھی علامت پہلے پائی جائیگی دوسری اس کے بعد ہوگی، حضرت عبد اللہ ؓ خود اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ پہلے طلوع الشمس من المغرب ہوگا اس کے بعد خروج دابہ، وَكَانَ يَقْرَأُ الْكُتُبَ یہ جملہ معترضہ ہے، جس کے قائل ابوزرعہ ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ گذشتہ آسمانی کتب توراۃ وانجیل پڑھا کرتے تھے تو ہوسکتا ہے یہ رائے ان کی اس کے مطابق ہو۔

حاصل حدیث یہ ہوا کہ مروان نے اول الآیات خروج دجال کو قرار دیا، اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ نے اس کے بجائے طلوع الشمس من مغربہا کو قرار دیا، علماء نے فرمایا ہے کہ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں۔

دراصل علامات قیامت دو طرح کی ہیں: ① آیات قرب الساعۃ، ② اور آیات وقوع الساعۃ، مروان کی مراد پہلی قسم کی علامت ہے اور وہ صحیح ہے اور صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو کی مراد قسم ثانی ہے اور وہ واقعی طلوع الشمس من مغربہا ہے، اس کی مزید تشریح بذل [1] میں مذکور ہے وہاں دیکھی جائے۔ والحديث اخرجه مسلم وابن ماجه، وليس في حديث ابن ماجه قصة مروان يتحدث، قاله المنذري۔

٤٣١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَهَنَّادٌ، الْمَعْنَى، قَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا فُرَاتٌ الْقَزَّازُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ -

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢٢٨ - ٢٢٩

وَقَالَ هَنَّادٌ: عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ - عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا نَتَحَدَّثُ فِي ظِلِّ غُرْفَةٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا السَّاعَةَ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ تَكُونَ - أَوْ لَنْ تَقُومَ - السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ قَبْلَهَا عَشْرُ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَالدَّجَّالُ، وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَالدُّخَانُ، وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ، مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ، تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ".

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے (مکان مبارک) کے سائے میں بیٹھے ہوئے قیامت کا تذکرہ کرنے لگے۔ اس تذکرے کے دوران ہم لوگوں کی آوازیں بلند ہو گئیں (یعنی شور و غل ہوا) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت (اس وقت تک) ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اس سے قبل دس علامات ظاہر نہ ہو جائیں: ① آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا ② دابۃ الارض کا نکلنا ③ یاجوج ماجوج کا نکلنا ④ دجال کا نکلنا ⑤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا (آسمان سے) تشریف لانا ⑥ اور دھواں نکلنا ⑦ ⑧ ⑨ تین مقامات پر زمین کا دھنسنا یعنی مغرب مشرق اور عرب کے جزیرے میں زمین کا دھنسنا ⑩ اور سب سے آخر میں عدن کی گہرائی سے ملک یمن میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو میدانِ حشر کی جانب ہانک کرلے جائے گی۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٠١) جامع الترمذي - الفتن (٢١٨٣) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١١) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٤١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٦/٤)

شرح الحديث: **علامات قیامت کے درمیان ترتیب:** آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقوع قیامت سے قبل ان دس مذکورہ علامات کا پایا جانا ضروری ہے، بذل میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ علامات عشرہ وقوع کی ترتیب کے موافق مذکور نہیں ہیں بلکہ غیر مرتب طور پر مذکور ہیں [1]، ترتیب ان میں اس طرح ہے کہ ان دس میں سے اولاً خسوفات ثلاثہ ثم خروج الدجال ثم نزول عیسیٰ ثم خروج یاجوج وماجوج ثم الریح الذی تقبض عندھا ارواح اھل الایمان ثم طلوع الشمس من

---

[1] اسلئے کہ اس حدیث میں طلوع الشمس من المغرب کو پہلے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول بعد میں مذکور ہے حالانکہ روایات صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو لوگوں کو ایمان کی دعوت دیں گے اور لوگ ایمان قبول کریں گے، اور اسکے بعد والی حدیث میں یہ آرہا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب کے بعد سب لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن ان کا یہ ایمان معتبر نہ ہوگا، لہذا اسکا ایک جواب یہی ہے کہ ترتیب علامات قیامت کی اسطرح نہیں ہیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں، طلوع الشمس من المغرب بعد میں پایا جائے گا اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اس پر مقدم ہے، معارف القرآن میں روح المعانی سے اس اشکال کا یہی جواب نقل کیا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے کافی زمانہ بعد ہوگا اور اسی وقت توبہ کا دروازہ بند ہوگا، اور علامہ بلقینی شافعی نے اسکا ایک اور جواب دیا ہے وہ یہ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ عدم قبول ایمان عند طلوع الشمس من مغربہا یہ حکم اخیر تک باقی نہ رہے گا بلکہ کچھ عرصہ بعد یہ حکم بدل جائے اور ایمان اور توبہ قبول ہونے لگے۔

مغربها ثم خروج دابة الارض. قلت والاقرب فی مثله التوقف والتفويض الى عالمه (فتح الودود) اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں المناسب ان يذكر الطلوع وخروج الدابة قبل الريح اھ.

دابۃ الارض اور دخان کی تفسیر: مظاہر حق میں دابۃ الارض کے بارے میں لکھا ہے کہ نکلے گا مسجد حرام سے درمیان صفا اور مروہ کے اور قول حق سبحانہ کا وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ [1] محمول ہے اس پر، اور لکھا ہے علماء نے کہ وہ چارپایہ ہے کہ درازی اس کی ساٹھ گز کی ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مختلف الخلقۃ ہوگا مشابہ بہت حیوانوں کے کہ جبل صفا میں سے پھاڑ کر نکلے گا اور اس کے ساتھ عصائے موسیٰ اور انگشتری سلیمان (علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسّلام) کی ہوگی [2] اور کوئی دوڑنے میں ساتھ اس کے نہ پہنچ سکے گا، مارے گا مومن کو عصا سے اور لکھے گا اس کے منہ پر مومن، اور مہر کرے گا کافر پر ساتھ چھاپ کے اور لکھے گا اس کے منہ پر کافر۔

اور معارف القرآن میں ہے ابن کثیر نے بحوالہ ابو داؤد طیالسی حضرت طلحہ بن عمرؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ یہ دابۃ الارض مکہ مکرمہ میں کوہ صفا سے نکلے گا، اور اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پہنچ جائے گا، لوگ اس کو دیکھ کر بھاگنے لگیں گے، ایک جماعت رہ جائیگی یہ دابہ ان کے چہروں کو ستاروں کی طرح روشن کردے گا اس کے بعد وہ زمین کی طرف نکلے گا ہر کافر کے چہرے پر کفر کا نشان لگادے گا کوئی اس کی پکڑ سے بھاگ نہ سکے گا، یہ ہر مومن وکافر کو پہچانے گا (ابن کثیر [3]) ابن کثیر وغیرہ نے اس جگہ دابۃ الارض کی ہیئت اور کیفیات وحالات کے متعلق مختلف روایات نقل کی ہیں جن میں سے اکثر قابل اعتماد نہیں، الی آخرہ۔

اور دخان کے بارے میں مظاہر حق میں ہے: یعنی دھواں کہ نکلے گا اور بھردے گا مشرق ومغرب کو اور چالیس روز ٹھہرے گا پس مسلمان مانند زکام زدوں کے ہوں گے اور کافر مانند مستوں کے جیسا کہ اور حدیث میں آیا ہے، اور قرآن میں جو سورۂ دخان میں آیا ہے يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ [4] وہ بھی اس پر محمول ہے بقول حذیفہؓ اور تابعین (تبعین) اس کے کے، اور نزدیک ابن مسعودؓ اور تابعین انکے کہ مراد اس سے وہ قحط ہے جو کہ قریش پر پڑا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت کی دعاء سے کہ فرمایا خدایا کر ان پر قحط سات برس کا جیسا کہ کیا تو نے مصریوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں۔ الی آخر ماذکر [5]۔

---

[1] اور جب پڑ چکے گی ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے آگے ایک جانور زمین سے (سورۃ النمل ۸۲)
[2] مظاہر حق جدید ـــ ج ۵ ص ۴۸
[3] معارف القرآن ـــ ج ۶ ص ۶۰۵
[4] اس دن کا کہ لائے آسمان دھواں صریح (سورۃ الدخان ۱۰)
[5] مظاہر حق جدید ـــ ج ۵ ص ۴۷ ـ ۴۸

دخان کے بارے میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی رائے کا یہ اختلاف مشہور ہے بخاری وغیرہ کتب حدیث میں۔ والحدیث اخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٣١٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِينَ: { لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا[1] } "الْآيَةَ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے نہ نکلے پھر جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے۔ تو اس وقت زمین پر رہنے والے لوگ ایمان لے آئیں گے تو اس وقت کسی شخص کو اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا کہ جس کا پہلے سے ایمان نہیں تھا یا اس شخص نے پہلے نیک کام نہیں کیا تھا۔

تخریج صحیح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٥٩) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٤١) صحيح البخاري - الفتن (٦٧٠٤) صحيح مسلم - الإيمان (١٥٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٧٢) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٢) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣١)

شرح الحدیث: پوری آیت شریفہ اس طرح ہے: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا، آپ فرمارہے ہیں کہ اس آیت میں بعض آیات سے مراد طلوع الشمس من المغرب ہے جس کے سامنے آجانے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا جو شخص اس سے پہلے ایمان نہیں لایا اب ایمان لائے گا تو قبول نہیں ہوگا، اور جو شخص ایمان تو لا چکا تھا مگر عمل نیک نہیں کئے تھے تو وہ اب توبہ کر کے آئندہ نیک عمل کا ارادہ کرے گا تو اس کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ کافر اپنے کفر سے یا فاسق اپنے فسق و معصیت سے اگر اس وقت توبہ کرنا چاہے گا تو وہ توبہ قبول نہ ہوگی، سبب یہ ہے کہ ایمان اور توبہ صرف اس وقت تک قبول ہو سکتی ہے جب تک وہ انسان کے اختیار میں ہے، اور جب عذاب الہٰی کا اور حقائق آخرت کا مشاہدہ ہو گیا تو ہر انسان ایمان لانے میں اور گناہ سے باز آنے پر خود بخود مجبور ہو گیا، مجبوری کا ایمان اور توبہ قابل قبول نہیں، اسی آیت کی تفسیر میں رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس وقت قیامت کی آخری نشانیوں میں یہ نشانی ظاہر ہوگی کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور اس کو دیکھتے ہی سارے جہان کے کافر ایمان کا کلمہ پڑھنے لگیں گے اور سارے نافرمان فرمانبردار بن جائیں گے لیکن اس وقت کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

---

[1] کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی (سورۃ الانعام ١٥٨)

۱۳ ۔ بَابٌ فِي حَسْرِ الْفُرَاتِ عَنْ كَنْزٍ

دریائے فرات سے خزانے نکلنے کا بیان

٤٣١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب دریائے فرات سونے کے خزانے سے کھل جائے گا اور اس کا پانی خشک ہو جائے گا تو جو شخص وہاں حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔

٤٣١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے اور اس میں اس طرح ہے کہ سونے کے پہاڑ سے فرات دریا کھل جائے گا پہاڑ ظاہر ہو گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الفتن (٧١١٩) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٩٤) جامع الترمذي - صفة الجنة (٢٥٦٩) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٣) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦١)

شرح الأحاديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا، اور دوسری روایت میں ہے أَنْ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ، اور روایت ہے ابوہریرہؓ سے فرمایا رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ فرات کھل جائے گا گنج سونے کے سے یعنی پانی فرات کا خشک ہو جائے گا اور اسکے نیچے سے گنج سونے کا نکلے گا، پس جو کوئی کہ حاضر ہو وہاں چاہیے کہ نہ لے اس سے کچھ، اس لئے کہ لینا اس کا باعث تنازع اور تقاتل کا ہے جیسا کہ حدیث آئندہ میں آتا ہے، اور بعضوں نے کہا اسلئے نہ لے کہ لینا اس گنج سے بالخاصیۃ موجب اترنے آفات وبلیلات کا ہے، اور وہ ایک نشانی ہے نشانیوں قدرت الٰہی سے، اور بعضوں نے کہا اس سبب سے کہ وہ مال مغضوب اور مکروہ ہے مثل مال قارون کے پس انتفاع اس سے حرام ہو گا (مظاهر حق) اور آئندہ حدیث سے مراد جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ حدیث ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ، يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ، تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو، رواه مسلم [1]، مظاہر حق میں ہے، لڑیں گے لوگ اس پر یعنی اسکے حاصل کرنے اور

[1] صحيح مسلم - كتاب الفتن وأشراط الساعة - باب لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب ٢٨٩٤

لینے پر الخ [1]۔ الحدیث الاول اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی، والثانی اخرجہ مسلم والترمذی واخرجہ البخاری تعلیقاً،

قالہ المنذری۔

١٤ ۔ بَابُ خُرُوجِ الدَّجَّالِ

خروج دجال کے بیان میں

خروج دجال جو کہ علامات قیامت سے ہے اس کا ثبوت احادیث کثیرہ سے ہے جس کے بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہے، حتی کہ خروج دجال کا مسئلہ اہل سنت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے اسی لئے عقائد کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے، چنانچہ شرح عقائد میں ہے: وما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من اشراط الساعۃ من خروج الدجال ودابۃ الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسی علیہ السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربھا فھو حق الی ان قال: والاحادیث الصحاح فی ھذہ الاشراط کثیرۃ جداً وقد روی احادیث مرفوعۃ وآثار فی تفاصیلھا وکیفیاتھا فلیطلب فی کتب التفسیر والسیر والتواریخ [2]، اس میں بعض خوارج معتزلہ اور جہمیہ کا اختلاف ہے انہوں نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے، چنانچہ فتح الباری میں ہے بَابُ ذِکْرِ الدَّجَّالِ کے ضمن میں قال القاضي عياض: في هذه الأحاديث حجة لأهل السنة في صحة وجود الدجال وأنه شخص معين يبتلي الله به العباد ويقدره على أشياء كإحياء الميت الذي يقتله وظهور الخصب والأنهار والجنة والنار واتباع كنوز الأرض له وأمره السماء فتمطر والأرض فتنبت وكل ذلك بمشيئة الله ثم يعجزه الله تعالى فلا يقدر على قتل ذلك الرجل ولا غيره ثم يبطل أمره ويقتله عيسى بن مريم وقد خالف في ذلك بعض الخوارج والمعتزلة والجهمية فأنكروا وجوده وردوا الأحاديث الصحيحة [3] الخ، غالباً اسی وجہ سے کہ کیونکہ اس کا بعض فرق نے انکار کیا ہے مصنف نے دجال کا باب اواخر کتاب میں کتاب السنۃ کے ذیل میں دوبارہ قائم کیا ہے، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ اہل سنت اس کے قائل ہیں بخلاف بعض فرق باطلہ کے۔

دجال کے بارے میں کیا کیا تحقیقات مطلوب ہیں؟ فتح الباری میں ایک دوسری جگہ ہے: وما يحتاج إليه في أمر الدجال أصله وهل هو بن صياد أو غيره وعلى الثاني فهل كان موجودا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أو لا ومتى يخرج وما سبب خروجه ومن أين يخرج وما صفته وما الذي يدعيه وما الذي يظهر عند خروجه من الخوارق حتى تكثر

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ۵ ص ۲۶-۲۷

[2] شرح العقائد النسفیۃ للتفتازانی ملخصاً — ص ۳۹۷-۳۹۹

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری — ج ۱۳ ص ۱۰۵

أتباعه ومتى يهلك ومن يقتله [1] یعنی دجال کی تحقیق کے سلسلہ میں جو امور دریافت طلب ہیں وہ یہ ہیں تقریباً دس بارہ، پھر اس کے بعد فتح الباری میں ان سب امور کا جواب مذکور ہے، آگے کتاب میں جسّاسہ کا جو قصہ آرہا ہے "باب فی خبر الجساسة" میں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ دجال فی الحال دنیا میں موجود ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا، بعض جزائر میں اور یہ کہ وہ ابن صیاد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے شرح عقائد کی شرح "نبراس" میں ہے: وهل الدجال موجود او يتولد؟ فالصحيح هو الاول، یعنی ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ دجال دنیا میں موجود ہے یا اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا، اور اسکے بارے میں کہا کہ صحیح یہی ہے کہ وہ موجود ہیں اور پھر صاحب نبراس نے اسکی دلیل میں تمیم داریؓ کی حدیث یعنی وہی خبر جسّاسہ ذکر فرمائی۔

لفظ دجال ومسیح کی تحقیق: دجال دجل سے مبالغہ کا صیغہ ہے، دجل کے معنی ہیں تغطیہ یعنی چھپانا، دجال کو دجال اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل سے ڈھانکتا ہے، دجال کے معنی ملمع کاری کرنے والے کے بھی ہیں، سیف مدجل کہتے اس تلوار کو جو سونے چاندی سے ملمع کی گئی ہو، اور اشعة اللمعات میں ہے: ودجال مشتق از دجل است، ودجل بمعنی خلط ومکر وخداع وتلبیس آید، دَجَل الحق بالباطل گویند وقتیکہ کسے حق را باباطل خلط کند وتمویہ نماید، وبمعنی کذب نیز آید، ووجود ایں معانی در دجال ظاہر است، ومسیح اسم مشترک است میان وے وعیسیٰ علیہ السلام، واکثر آنست کہ اسم وے را مقید بدجال دارند (مسیح دجال) ودر عیسیٰ علیہ السلام مطلق گذارند (مسیح علیہ السلام) وعیسیٰ را مسیح ازاں گویند کہ چوں اکم وابرص را مسح ولمس کردے بہ شدے (کہ انکے ہاتھ پھیرنے سے اکمہ اور ابرص صحیح اور تندرست ہو جاتا تھا) واز جہت آن کہ از شکم مادر ممسوح برآمد بہ آلائش وچرک کہ اطفال را نزد زائیدن باشند، وبعضے گویند مسیح بمعنی صدیق است یا آں کہ بسیار مساحت می کرد زمین را، وایں وجہ مشترک است میان وے ومیان دجال، ودجال را مسیح ازاں گویند کہ یک چشم وے ممسوح وہموار است، وممسوح الوجہ ومسیح الوجہ کسے را گویند کہ یک طرف روئے وے ہموار بود وچشم وابرو نباشد اھ مختصراً۔

٤٣١٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ، وَأَبُو مَسْعُودٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: «لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ، إِنَّ مَعَهُ بَحْرًا مِنْ مَاءٍ، وَنَهَرًا مِنْ نَارٍ، فَالَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ، وَالَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ، فَأَرَادَ الْمَاءَ فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَى أَنَّهُ نَارٌ، فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً»، قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ: هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.

ترجمہ: حسن سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ اور ابو مسعودؓ دونوں اکٹھے ہوئے تو حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ دجال کے ساتھ جو کچھ ہوگا میں اس کے متعلق اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں اس کے ساتھ ایک پانی کا دریا ہوگا اور ایک آگ کی نہر ہوگی۔ جس کو تم لوگ آگ سمجھو گے تو وہ پانی ہوگا اور جس کو تم پانی سمجھو گے وہ آگ ہوگی پس تم میں سے جو شخص یہ وقت پائے اور

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ٩١

اسکا پانی پینے کا ارادہ ہو تو اس آگ کی نہر سے پانی حاصل کرے کیونکہ وہ اس آگ کو پانی شکل میں پائے گا۔ پھر ابو مسعود بدریؓ نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - أحادیث الأنبیاء (٣٢٦٦) صحیح البخاري - الفتن (٦٧١١) صحیح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣٤) صحیح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣٥) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٥)

شرح الحدیث: ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو مسعودؓ ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت حذیفہؓ فرمانے لگے کہ دجال کے ساتھ جو چیز ہوگی میں اس کو دجال سے زیادہ جانتا ہوں کہ وہ کیا ہے، اور پھر فرمایا کہ بے شک اس کے ساتھ ایک نہر پانی کی ہوگی اور ایک آگ کی، یعنی آگ کی خندق، توان میں سے جو چیز آگ نظر آئے گی وہ دراصل پانی ہوگا اور جس کو لوگ پانی سمجھیں گے وہ فی الواقع آگ ہوگی، اور پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے اسی طرح سنا تھا۔

دراصل دجال اپنی الوہیت کا دعویٰ کریگا کہ مجھ کو خدا مانو، اور جو اسکی تصدیق کرے گا وہ اس کو تو پانی کی نہر میں داخل کرے گا، اور جو اس کی تکذیب کرے گا اس کو وہ آگ میں ڈالے گا، تو اس کے بارے میں اس حدیث میں یہ ہے کہ تم لوگ اس کی تکذیب کرنا اور اس کی آگ سے نہ گھبرانا کہ وہ پانی ہوگی۔

اس میں شراح نے دو احتمال لکھے ہیں: ① یا تو یہ کہ دجال ساحر ہوگا اور اپنے شعبدہ سے وہ ایسا کر دکھائے گا یعنی آگ کو پانی اور پانی کو آگ، ② اور یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس جنت اور نار کو دجال کیلئے مسخر کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو پلٹ دیں گے، حاشیہ بذل میں ہے: واختلف في هذه الأشياء التي مع الدجال، هل هي حقائق ثابتة أو ظنونات وتوهمات على قولين ذكرهما النووي [1]، امام نوویؒ نے وہی بات فرمائی ہے جو اوپر فتح الباری سے گذری یعنی دجال کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ کہ اس کا وجود برحق ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بعض خوارق کی قدرت عطا فرمائی ہے اور اسکے بعد پھر اس سے اس قوت کو سلب فرما کر اس کو عاجز کر دیں گے، بخلاف خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ کے جو سرے سے اس کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں اور بخلاف جبائی معتزلی اور بعض جہمیہ کے کہ وہ دجال کا وجود تو مانتے ہیں لیکن جن خوارق کا وہ دعویٰ کرے گا انکی کوئی حقیقت نہیں محض خیالات ہیں، اسلئے کہ اگر ان خوارق کو حق مانا جائے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے اعتماد اٹھ جانے کا ذریعہ ہوگا اسکے بعد امام نوویؒ نے انکی اس رائے کی تردید کی ہے اور ان کے اشکال کا جواب دیا ہے فارجع الیہ لو شئت [2]،

والحديث أخرجه البخاري ومسلم بمعناه مختصراً ومطولاً. قاله المنذري۔

٤٣١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٣٥

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٨ ص ٥٨

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ، الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ. أَلَا وَإِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبًا كَافِرٌ».

ترجمہ: حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا جو کہ کانا اور بہت جھوٹا ہے تو تم لوگ باخبر رہو کہ بلاشبہ وہ کانا ہے اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے اور دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی اس کی پیشانی پر) کافر لکھا ہوا ہے۔

شرح الحدیث: دجال جو کہ الوہیت کا دعویٰ کریگا تو آپ ﷺ اس کے دعویٰ کی تردید اس طور پر بیان فرمارہے ہیں جو بالکل کھلی دلیل ہے وہ یہ کہ وہ اعور یعنی کانا ہوگا اسکو صرف ایک آنکھ سے نظر آئے گا دوسری سے نہیں، اور حق تعالیٰ شانہ اعور نہیں ہیں جس کو سبھی جانتے ہیں، اور دوسرے یہ کہ اس کی پیشانی پر کافرٌ لکھا ہوا ہوگا، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ گذشتہ انبیاء میں سے ہر نبی نے اپنی امت کو اس کے شر سے ڈرایا ہے، اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ گذشتہ انبیاء نے اپنی امتوں کو دجال سے کیوں ڈرایا ہے جب کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اسکے خروج سے پہلے بعض دوسری علامات پائیں جائیں گی اور یہ کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد قتل کریں گے، اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ گزشتہ انبیاء کو صرف اتنا دجال کا علم دیا گیا تھا، ان کے علم میں وہ امور نہیں تھے جو اس سے پہلے پائیں جائیں گے، گویا وقت خروج اور زمان خروج کا ان کو علم نہ تھا، بلکہ خود حضور ﷺ کو بھی شروع میں معلوم نہ تھا جیسا کہ آپ ﷺ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ [1]، البتہ بعد میں آپ کو اس کے وقت خروج کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ (بذل عن مرقاۃ الصعود [2])۔

شرح حدیث میں شراح اور حضرت گنگوہی کی الگ الگ رائے: حاشیۂ بذل میں ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اس جواب کو رد فرمایا ہے جیسا کہ الکوکب الدری میں ہے کوکب الدری میں یہ مذکور ہے کہ حدیثوں میں جو آتا ہے کہ انبیاء نے جو اپنی امتوں کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے اپنی امت کو خروج دجال سے ڈرایا کہ اسکے آنے کا خطرہ ہے اس بات کو تو حضرات انبیاء علیہم السلام جانتے تھے کہ اسکا خروج نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے بعد ہوگا، بلکہ ڈرانے کا مطلب فی نفسہ یہ بتلانا ہے کہ دجال اپنے زمانہ کا بہت بڑا فتنہ ہوگا تاکہ وہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ سے محفوظ رکھا اور تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کے امتثال میں کوشاں اور اہتمام کرنے والے ہوں جس نے ایسے بڑے بڑے فتنے بندوں کے امتحان کیلئے پیدا کئے ہیں، اور ایک مصلحت اس میں یہ امت محمدیہ کے اعتبار سے بھی ہوسکتی ہے تاکہ وہ اس سے بہت اچھی طرح چوکنا اور محفوظ رہنے کی کوشش کریں اور انکے ذہن میں بھی اس فتنہ کی اہمیت جاگزیں ہو کہ

---

[1] صحیح مسلم - كتاب الفتن وأشراط الساعة - باب ذكر الدجال وصفته وما معه ٢٩٣٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢٣٧

واقعی یہ اتنا بڑا فتنہ ہے جس سے گزشتہ انبیاء بھی اپنی امتوں کو ڈراتے چلے آئے ہیں، وهذا خلاصة ما في الكوكب [1]، فلله دره.

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤٣١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ: «ك ف ر».

ترجمہ: محمد بن مثنی نے محمد بن جعفر کے واسطہ سے شعبہ سے (دجال کے بارے میں) ك، ف، ر روایت کیا ہے۔

٤٣١٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: «يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُسْلِمٍ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے یہی حدیث مرفوعاً نقل کی ہے کہ جو تحریر اسکی پیشانی پر لکھی ہوگی ہر ایک مسلمان شخص اس کو پڑھ سکے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الفتن (٦٧١٢) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٧٣) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣٣) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٤٥) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٣/٣)

شرح الحدیث: آگے روایت میں ہے يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُسْلِمٍ یعنی دجال کی پیشانی پر جو کافر لکھا ہوا ہوگا اس کو ہر مسلم پڑھ سکے گا خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ أَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ [2] ہے، کافر اس کو نہیں پڑھ سکے گا۔

اور ایک روایت میں ہے يَقْرَأُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ [3] بظاہر مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر قائم رکھنا چاہیں گے وہ اسکو ہر حال میں پڑھ ہی لے گا پڑھا ہوا ہو یا نہ، اور جس شخص کی قسمت میں گمراہی اور ضلالت ہوگی وہ اسکو نہیں پڑھ سکے گا۔

٤٣١٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الدَّهْمَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، يُحَدِّثُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَاللهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ، مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ»، أَوْ «لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ» هَكَذَا قَالَ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دجال کی اطلاع سنے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرے اللہ کی قسم! اسکے پاس بعض لوگ دجال کے حالات دیکھنے جائیں گے اور ان کو اپنے ایمان پر مکمل بھروسہ ہوگا لیکن وہ شخص اس دجال کا فرمانبردار ہو جائے گا کیونکہ اس کے پاس شبہ میں ڈالنے والی اشیاء ہوں گی۔

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ١٥٢ - ١٥٣ وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٣٧

[2] سنن ابن ماجه - كتاب الفتن - باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج ٤٠٧٧

[3] جامع الترمذي - كتاب الفتن - باب ما جاء في علامة الدجال ٢٢٣٥

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣١٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤١/٤)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو شخص دجال کا زمانہ پائے اور اسکے خروج کی خبر سنے (تو اسکے عجائب غرائب دیکھنے کیلئے اسکے قریب نہ جائے بلکہ) اس سے دور ہی رہے اس لئے کہ بعض آدمی اس کے پاس جائیں گے محض اس کو دیکھنے کیلئے معلومات کے درجہ میں یا تفریحاً، اور ان کو اپنے مؤمن ہونے پر اعتماد ہو گا لیکن جب وہ اس کے پاس جا کر اس کو دیکھے گا تو وہ اسی کا ہو کر رہے گا، اور اس کے متبعین میں سے ہو جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ ان خوارق اور استدراجات کی وجہ سے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو بھیجے گا۔

٤٣٢٠ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنِّي قَدْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا، إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ، أَفْحَجُ، جَعْدٌ، أَعْوَرُ مَطْمُوسُ الْعَيْنِ، لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ، وَلَا حَجْرَاءَ، فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ، فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «عَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَلِيَ الْقَضَاءَ».

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں دجال کے بارے میں بہت کچھ بتادیا ہے لیکن اب بھی مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے ہو۔ بے شک دجال ٹھگنے قد کا ہے چلتے ہوئے اسکے دونوں ایڑیوں کے درمیان فاصلہ رہے گا گھنگریالے بال والا، کانا، مٹی ہوئی آنکھوں والا وہ آنکھ نہ تو باہر نکلی ہوئی نہ اندر گھسی ہوئی ہوگی پھر اگر تم لوگوں کو اس پر شبہ ہو تو تم لوگ اچھی طرح جان لو کہ تمہارا پروردگار تو کانا نہیں ہے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن اسود قاضی تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٢٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٤/٥)

شرح الحدیث: **دجال کے خلقی اوصاف**: آپ ﷺ فرما رہے ہیں صحابۂ کرامؓ سے کہ میں دجال کے بارے میں تم سے بہت کچھ بیان کر چکا ہوں، یعنی اس کے احوال وعلامات، مگر اس کے باوجود مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے ہو، (اسلئے اب اسکی بہت واضح اور کھلی علامت بتلاتا ہوں کہ) مسیح دجال ایسا شخص ہو گا جو پستہ قد ہو گا، اور چلنے میں أَفْحَج ہو گا، مظاہر حق میں لکھا ہے: أَفْحَج اسکو کہتے ہیں کہ پنجے پاؤں کے چلنے میں نزدیک نزدیک پڑیں اور ایڑیاں دور، اور پنڈلیاں چھیدی، کذا قال شارح[1]، اور مثل اسی کے قاموس میں بھی ہے، اور نہایہ میں ہے کہ أَفْحَج دوری ہونا مابین دونوں رانوں کے، حاصل یہ کہ سیدھا چلنے پر قادر نہ ہو گا بلکہ پاؤں اور پنڈلیاں چلتے وقت ٹیڑھی ہوں گی، کانا ہو گا یعنی ایک آنکھ سے اور دوسری

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ۵ ص ۷۷

آنکھ مٹی ہوئی یعنی نہ پھولی ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی، اور ایک روایت میں ہے أَعْوَرُ، عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ [1]، لہٰذا کہا جائیگا کہ ایک آنکھ اسکی یعنی داہنی دانۂ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی اور بائیں آنکھ اسکی مٹی ہوئی اور ہموار اشعۃ اللمعات [2] میں ہے "درحدیثے اعور عین الیمنی" آمدہ چنانکہ گذشت، ودر حدیث دیگر "عین الیسری" واقع شدہ، وبالجملۃ احادیث در وصف دجال متنافی ومتخالف ورود یافتہ، وتورپشتی گفتہ کہ وجہ جمع میان ایں اوصاف متنافرہ آنست کہ فرض کردہ شود کہ یکے از دو چشم وے مطلق رفتہ است، ودیگرے معیب است، پس ہر یکے را اعور می تواں گفت چہ عور دراصل بمعنی عیب است فتدبر اھ۔ پس حاصل یہ کہ بائیں آنکھ اسکی بالکل ممسوح اور سپاٹ ہے لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ، وَلَا حَجْرَاءَ، اور اس بائیں آنکھ کو بعض احادیث میں جو اعور کہا گیا ہے یہاں اعور سے مراد عیب دار، اس لئے کہ سپاٹ ہونا عیب ہی ہے، داہنی آنکھ اس کی جو اعور ہے وہ پھولی ہوئی ہے جس سے تھوڑا بہت اس کو نظر آتا ہوگا۔

طافیہ اورطافئۃ کی تحقیق: اور یہ طافیہ یاء کے ساتھ ہے طفا یطفو سے ناقص واوی، جس کے معنی ابھرنے اور بلند ہونے کے ہیں اور اسی سے ہے سمک طافی اور بائیں آنکھ اس کی طافئہ ہے ہمزہ کے ساتھ یعنی مہموز اللام طفئ یطفأ سے جس کے معنی بجھنے کے ہیں، اور اسی کے بارے میں یہ آیا ہے لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ، وَلَا حَجْرَاءَ [3]۔

فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ، فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ: پس اگر تمہیں شبہ ہونے لگے اس کے بارے میں کہ خوارق اور شبہات کو دیکھ کر پس یقین جانو کہ تمہارا رب تو اعور نہیں ہے، والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٤٣٢١ - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: «إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ»، قُلْنَا: وَمَا لُبْثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: " أَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ "، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ، أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ؟ قَالَ: «لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ».

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا: اگر وہ نکلا اور

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب ذکر المسیح ابن مریم، والمسیح الدجال ١٦٩

[2] اشعۃ اللمعات - ج ٤ ص ٣٢٧

[3] سنن أبي داود - کتاب الملاحم - باب خروج الدجال ٤٣٢٠

میں بھی تم لوگوں کے درمیان موجود ہوا تو میں تم لوگوں سے پہلے اسکو نمٹ لوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود نہ ہوا تو ہر شخص خود ہی اس سے نمٹے گا اور اللہ ہی ہر مسلمان کیلئے میرا خلفیہ اور بدل ہو گا۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اسکو پائے تو اسکو چاہئے کہ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے کیونکہ وہ آیت کریمہ تم لوگوں کیلئے اس فتنہ سے پناہ ہے پھر ہم لوگوں نے عرض کیا: وہ (دجال) زمین پر کتنی مدت تک رہے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن اور ایک دن ایک سال کے برابر ہو گا اور دوسرا دن ایک مہینہ کا اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی پینتیس دن تمہارے دنوں کے برابر ہی ہوں گے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہو گا تو اس میں ہم لوگوں کو صرف ایک دن رات کی نماز کافی ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اس دن تم لوگ اندازہ کر لینا پھر مشرقی جانب سفید مینارے کے پاس (آسمان سے) اتریں گے اور وہ دجال کو باب لد کے قریب پائیں گے اور وہ وہاں پر اسکو قتل کر دیں گے۔

٤٣٢٢ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ «وَذَكَرَ الصَّلَوَاتِ» مِثْلَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے اس حدیث سے منکر روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں نمازوں کا تذکرہ بھی اسی طریقہ سے مذکور ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣٧) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٤٠) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٢١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٢/٤)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اگر دجال میری موجودگی میں نکل آئے تو میں تمہاری طرف سے اس کا خصم ہوں گا، یعنی مدافعت کرنے والا، اور اگر ایسے وقت نکلے کہ میں اس وقت موجود نہ ہوں، یعنی میرے بعد پھر ہر شخص اپنا ذمہ دار خود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ) ہر مسلمان کیلئے میرا خلیفہ اور بدل ہو گا، یعنی میں نہیں ہوں گا تو کیا ہے اللہ تعالیٰ تو ہوں گے وہ حفاظت فرمائیں گے، گویا میری موجودگی میں میرے توسط سے وہ محافظ ہوں گے اور میری عدم موجودگی میں وہ براہ راست محافظ ہوں گے اور مظاہر حق [1] میں ہے: اور اگر نکلا اور نہ ہوا میں تم میں پس ہر شخص حجت کرنے والا ذات اپنی کا ہو گا یعنی دفعہ کرے گا شر اس کے اپنے سے ساتھ دلیلوں قطعیہ شرعیہ اور عقلیہ کے کہ اسکے پاس ہیں اور غالب آویگا اس پر کذا قال الطیبی اور یہ اس تقدیر پر ہے کہ وہ سنے حجت والا پس معنی یہ ہیں کہ ہر ایک دفع کرے گا اپنے نفس سے شر اس کے ساتھ جھٹلانے اور اختیار کرنے صورت تعذیب اس کی کے اور اللہ خلیفہ اور وکیل میرا ہے ہر مسلمان پر یعنی حافظ اس کا ہے بعد میرے پس مدد کرے گا اسکی اور دفع کرے گا شر دجال کا اس سے اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مؤمن یقین والا ہمیشہ مدد

[1] مظاہر حق جدید — ج ٥ ص ٥٨

کیا گیا ہے اگرچہ نہ ہو ساتھ اس کے نبی اور امام پس اس میں رد ہے امامیہ پر آگے حدیث میں یہ ہے جو شخص دجال کا زمانہ پائے تو اسکو چاہئے کہ سورۂ کہف کے اوائل کو پڑھے، آگے روایت میں آرہا ہے کہ اسکے شروع کی دس آیتیں پڑھے، اور اسکے بعد کی روایت میں خواتیم سورۂ کہف مذکور ہے یعنی آخر کی دس آیات۔

قُلْنَا: وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: "أَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ": ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ دجال زمین پر کتنی مدت ٹھہرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کل چالیس روز جس میں ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی سینتیس ۳۷ دن اور سب دنوں کی طرح ہوں گے ہم نے عرض کیا کہ جونسا دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ایک دن اور رات کی یعنی پانچ نمازیں کافی ہوں گی قَالَ: لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، یعنی نہیں بلکہ ہر دن کی نمازوں کا حساب لگاؤ یعنی ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ دجال کے اس ایک دن کا یہ طول حقیقۃً نہ ہوگا بلکہ اسکے شعبدہ اور تصرف سے ہوگا۔

حضرت عیسیٰ کے محل نزول میں اختلاف روایات: ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ: مظاہر حق میں ہے: پس در ہنگامے کہ دجال ایسے کاموں خراب اور گمراہ کرنے میں ہوگا کہ ناگاہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ مسیح مریم کے بیٹے علیہما السلام کو پس اتریں گے وہ نزدیک منارہ سفید کے جانب شرقی دمشق کے اور روایت میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے بیت المقدس میں اور روایت میں ہے اردن میں، اور، اور روایت میں ہے کہ معسکر مسلمین میں کہتا ہوں کہ حدیث اترنے ان کے بیت المقدس میں نزدیک ابن ماجہ کے ہے اور وہ میرے نزدیک ارجح ہے اور نہیں منافی ہے تمام روایتوں کے اسلئے کہ بیت المقدس جانب شرقی دمشق کے ہے اور وہ معسکر مسلمین کا ہے اسلئے کہ وہ اور اردن نام ہے نواح بیت المقدس کا کما فی الصحاح اور بیت المقدس داخل ہے اس میں اگرچہ نہیں ہے بیت المقدس میں باب منارہ لیکن ضرور ہے یہ کہ بنے گا پہلے اترنے عیسیٰ علیہ السلام کے [1] واللہ تعالیٰ اعلم وقد مر الکلام علی اختلاف الروایات فی محل نزول عیسیٰ علیہ السلام، وکذا فی تعیین الامام الذی یصلی بھم ھل ھو عیسیٰ علیہ السلام او المہدی، فی "الحل المفہم علی صحیح مسلم" فی کتاب الایمان فارجع الیہ لو شئت۔

۴۳۲۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ حَفِظَ مِنْ خَوَاتِيمِ سُورَةِ الْكَهْفِ»، وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ قَتَادَةَ «مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ».

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ۵ ص ۶۳

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات کریمہ یاد کرے گا وہ شخص فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ھشام دستوائی قتادہ سے اس طرح نقل کیا ہے مگر اسمیں سورۂ کہف کی آخری دس آیات یاد کرنے فضیلت کا ذکر ہے ایک دوسری روایت جو شعبہ سے منقول ہے اس (طریقہ سے مذکور) ہے کہ سورۂ کہف کی اخیر کی آیات یاد کرنے کی یہ فضیلت ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٨٠٩) جامع الترمذي - فضائل القرآن (٢٨٨٦) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٢٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٦/٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٦/٦)

٤٣٢٤ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ آدَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نیچے اتریں گے تم لوگ جس وقت ان کو دیکھو گے تو ان کی اس طریقہ سے شناخت کرلو کہ (جیسے) وہ ایک شخص ہیں درمیانہ قد و قامت کے رنگ ان کا سرخی اور سفیدی کے درمیان ہوگا دو ہلکے زرد کپڑوں میں آسمان سے نزول فرمائیں گے انکو بالوں درمیان سے پانی ٹپکتا ہوا معلوم ہوگا اگرچہ وہ بال (پانی سے) تر بھی نہیں ہوں گے وہ لوگوں سے اسلام قبول کرنے کیلئے جہاد کریں گے اور وہ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور وہ (کفار سے جزیہ لینا) موقوف فرمادیں گے۔ (یعنی کفار کو اسلام لانا پڑے گا یا ان کو قتل ہونا پڑے گا) اور اللہ تعالیٰ ان کے دور میں اسلام کے علاوہ تمام مذاہب کو ختم کر دیں گے اور وہ مردود ملعون دجال کو قتل کریں گے پھر وہ دنیا میں چالیس سال تک (زندہ) رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی اور اہل اسلام ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢١٠٩) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٤٤) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٦٤) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٣) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٢٤) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٨/٢)

شرح الحديث: اس حدیث کا تعلق نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور ہمارا یہ باب جو چل رہا ہے بَابُ خُرُوجِ الدَّجَّالِ ہے، امام ترمذیؒ نے تو کتاب الفتن میں نزول عیسیٰ علیہ السلام پر مستقل باب باندھا ہے اولاً بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ ثانیاً بَابُ مَا جَاءَ فِي نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور ثالثاً بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّجَّالِ اور پھر دجال سے متعلق متعدد ابواب ہیں بَابُ مَا جَاءَ مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ

الدَّجَّالُ، بَابُ مَا جَاءَ فِي عَلَامَاتِ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فِتْنَةِ الدَّجَّالِ جس کے ذیل میں ایک طویل حدیث ذکر کی ہے، اس کے بعد بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الدَّجَّالِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّجَّالِ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ ان سب کے بعد پھر ابن صیاد کا باب ہے۔

حدیث الباب میں اصالۃً تو بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن چونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ نزول کے بعد مسیح دجال کو قتل کریں گے اس مناسبت سے اس حدیث کو مصنف یہاں لائے ہیں۔

رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ شریفہ وغیرہ امور کا بیان ہے کہ وہ میانہ قد ہوں گے، اور رنگ سرخ سفید، دو ہلکے پیلے رنگ کی چادروں میں، آگے ان کے حسن و جمال کا ذکر ہے اور جسم کی تروتازگی کا کہ گویا ابھی غسل فرما کر باہر نکل رہے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے وَلَقِيتُ عِيسَى - فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِذَا رَبْعَةٌ أَحْمَرُ، كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ يَعْنِي حَمَّامًا ❶ اور ایک روایت میں ہے۔ کما فی المشکاۃ عن الترمذی إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ ❷ مظاہر حق میں ہے، جس وقت جھکاویں گے سر اپنا ٹپکے گا پسینہ ان کا اور جب اٹھاویں گے سر اتریں گے ان کے بالوں سے قطرے مانند دانوں چاندی کے کہ مانند موتیوں کے ہوں گے، یعنی صفائی اور سفیدی میں، اسی میں آگے ہے: یعنی جُب جھکاویں گے سر ٹپکیں گے ان کے سر کے بالوں سے قطرے نورانی، اور جب اٹھاویں گے سر ٹپکیں گے وہ قطرات، کنایہ ہے بہار اور تازگی اور تراوط جمال ان کے سے ❸۔

آگے ہے روایت میں کہ لوگوں سے وہ قتال فرمائیں گے اسلام لانے کیلئے، اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے یعنی نصرانیت کو ختم کریں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے یعنی اس کے پالنے کو اور اس کے کھانے کو حرام قرار دیں گے اور اس کے قتل کو مباح قرار دیں گے، اور جزیہ کو ساقط کر دیں گے، یعنی جہاد کے وقت جزیہ قبول نہیں کریں گے بلکہ اسلام یا قتل، اور چونکہ اس حکم کی خبر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں تو گویا اس وقت قبول جزیہ کا نسخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوا نہ کہ ان کی طرف سے۔ اور آگے ہے کہ وہ دنیا میں زمین پر چالیس سال تک ٹھہریں گے اس کے بعد وفات پا جائیں گے، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ ❹ یعنی لوگ ان کے انتقال کے بعد صرف سات سال تک ٹھہریں گے، عون المعبود ❺ میں ہے کہ مسند احمد کی روایت میں وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ کے بعد یہ زیادتی ہے:

---

❶ صحیح مسلم - كتاب الإيمان - باب الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى السماوات. وفرض الصلوات ١٦٨

❷ جامع الترمذی - كتاب الفتن - باب ما جاء في فتنة الدجال ٢٢٤٠

❸ مظاہر حق جدید - ج ٥ ص ٦٣

❹ صحیح مسلم - كتاب الفتن وأشراط الساعة - باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض الخ ٢٩٤٠

❺ عون المعبود على سنن أبي داود - ج ١١ ص ٤٥٦

ثُمَّ تَقَعُ الْأَمَنَةُ عَلَى الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأُسُودُ مَعَ الْإِبِلِ وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ وَتَلْعَبُ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ [1]. یعنی عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کو ہلاک کر ڈالیں گے تو روئے زمین پر امن ہی امن قائم ہو جائے گا یہاں تک شیر اونٹ کے ساتھ چرے گا اور چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ، اور انسانوں کے بچے کھیلیں گے سانپوں کے ساتھ۔

١٥- بَابٌ فِي خَبَرِ الْجَسَّاسَةِ

دجال ملعون کے جاسوسوں [2] کے بارے میں

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: "إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عَنْ رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ، فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ، فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ، مُسَلْسَلٌ فِي الْأَغْلَالِ، يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الدَّجَّالُ، خَرَجَ نَبِيُّ الْأُمِّيِّينَ بَعْدُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَطَاعُوهُ أَمْ عَصَوْهُ؟ قُلْتُ: بَلْ أَطَاعُوهُ، قَالَ: ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ".

ترجمہ: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز عشاء کیلئے تاخیر سے نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمیم داری رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن رہا تھا اس نے مجھے روکے رکھا وہ ایک شخص کے بارے میں بتا رہے تھے جو سمندر کے جزیروں میں سے کسی ایک جزیرہ میں تھا (اس شخص کی کشتی طوفان میں پھنس جانے کے بعد کسی جزیرہ میں پہنچ گئی تھی) تو انہوں نے بتایا کہ میں اچانک ایک عورت کے سامنے آگیا وہ عورت بہت لمبے بال والی تھی میں نے اس عورت سے معلوم کیا تم کون ہو؟ اس عورت نے جواب دیا: میں جساسہ ہوں تم اس محل کی طرف چلو پھر میں اس محل میں پہنچا تو (دیکھا کہ) ایک شخص لمبے بالوں والا ہے اسکے بال زمین پر کھچ رہے ہیں اور وہ شخص بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اور وہ زمین و آسمان کے درمیان کو د رہا ہے بیڑیوں اور گلے میں طوقیں جکڑے ہوئے۔ میں نے اس شخص سے معلوم کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: میں دجال ہوں، کیا اُمی لوگوں کے پیغمبر آچکے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے کہا: لوگوں نے اس شخص کی فرمانبر داری کی یا نافرمانی کی؟ میں نے جواب دیا: فرمانبر داری کی، اس نے جواب دیا کہ یہ بات ان لوگوں کیلئے اچھی رہی۔

٤٣٢٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ حُسَيْنًا الْمُعَلِّمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي هريرة رضي الله عنه ٩٢٧٠

[2] یہاں سے یکم رمضان ۱۴۲۴ھ بروز دوشنبہ لکھنا شروع کیا فی المدینۃ المنورۃ، زادھا اللہ شرفاً اللھم بلغہ الی التمام یا ذاالجود والاکرام۔

بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي: أَنِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَخَرَجْتُ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَ: «لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ»، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: " إِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ، وَلَا رَغْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ أَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا، فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ، وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ، وَأَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ حِينَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ، فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ، قَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي هَذَا الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا، فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا، وَأَشَدُّهُ وَثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ، وَعَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، قَالَ: إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ، وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ "، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَإِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا، بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ» مَرَّتَيْنِ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ، قَالَتْ: حَفِظْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن کو میں نے پکارتے ہوئے سنا ہے کہ نماز جمع کرنے والی ہے (یعنی نماز کیلئے حاضر ہو جاؤ) تو میں بھی نکل گئی اور میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز مکمل ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا ہر ایک شخص اپنے مصلّٰی پر ہی بیٹھا رہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو کچھ علم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کس وجہ سے اکٹھا کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو اس کا خوب علم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم لوگوں کو خوف دلانے یا خوشخبری دینے کے لئے اکٹھا نہیں کیا بلکہ یہ اطلاع دینے کے لئے اکٹھا کیا ہے کہ تمیم داریؓ ایک نصرانی شخص تھا پھر وہ شخص حاضر ہوا وہ اس نے (میرے ہاتھوں پر) اسلام قبول کیا اور بیعت کی اور اس شخص نے مجھ سے ایک اس قسم کی بات کہی کہ اس کی وہ بات اس بات کو مطابق نکلی کہ جو میں تم لوگوں سے دجال کے بارے میں کہی تھی کہ وہ کسی سمندری کشتی میں سوار تھے قبیلہ لخم اور جذام کے تیس افراد کے ساتھ۔ سمندر کی موجیں ان سے ایک مہینہ تک گھماتی پھراتی رہیں پھر وہ ایک دن سورج غروب ہوتے وقت ایک جزیرہ پر جا لگے تو وہاں ایک جانور لمبے بال والا ملا اس سے لوگوں نے کہا کہ اے بدبخت شخص! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جسّاسہ ہوں اور تم اس شخص کے پاس گرجا گھر میں چلو کیونکہ وہ شخص تم لوگوں کی اطلاع کا کافی اشتیاق مند ہے۔ تمیمؓ کہتے ہیں کہ جب اس عورت نے ہمارے سامنے اس رجل کا لفظ بولا تو ہم اس سے ڈرے کہ وہ کہیں عورت

شیطان نہ ہو۔ ہم لوگ (وہاں سے) تیز دوڑتے ہوئے اس گر جاگھر میں داخل ہوئے ہم نے وہاں اس قدر بڑا (یعنی لمبا چوڑا) شخص دیکھا کہ ہم نے اس سے پہلے کبھی ایسا بھاری جسم والا شخص نہیں دیکھا تھا۔ (وہ شخص) اچھی طرح جکڑا ہوا تھا اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے پھر انہوں نے حدیث کو اخیر تک بیان کیا اس عجیب الخلقت شخص نے ان سے معلوم کیا کہ (ملک شام میں واقع مقام) بیسان کی کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟ زغر نامی چشمہ کا پانی جاری ہے یا نہیں؟ اور آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس کے بعد کہا: میں مسیح دجال ہوں اور قریب ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت مل جائے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دجال ملک شام کے سمندر میں ہے یا ملک یمن کے سمندر میں ہے بلکہ مشرق کی جانب ہے یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ فاطمہؓ نے بیان فرمایا: میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہے اور راوی نے پھر پوری حدیث بیان کی۔

شرح الأحادیث: جَسَّاسَة، جسّاس کا مؤنث ہے یعنی وہ عورت جو دجال کی جاسوس اور اسکی خبر دینے والی ہے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی عورت ہے، اور اسی باب کی ایک دوسری حدیث میں اس کو دَابَّةٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ۔ ان دونوں روایتوں کے بارے میں حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے قیل فی التوفیق بینه وبین روایة الدابة إنه یمکن أن یکون له جاسوسان، دابة وامرأة، أوإنه یصح إطلاق الدابة علی الإنسان لغة، فإنه اسم لکل ما یدب علی الأرض، أولأن الجساسة شیطان یتمثل بأی صورة شاء، فرآها تارة بصورة امرأة، وتارة بصورة دابة[1] یعنی یا تو یہ کہا جائے کہ ممکن ہے دجال کے لئے دو جاسوس ہوں ایک دابہ اور ایک عورت اور یا یہ کہا جائے کہ دابہ کا اطلاق لغۃً عورت پر بھی صحیح ہے اس لئے کہ ہر زمین پر چلنے والی شئ کو دابہ کہتے ہیں اور یا یہ کہا جائے کہ چونکہ جساسہ شیطان کی جنس سے ہے اس لئے وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہوتی رہتی ہے۔

مصنف نے خبر جساسہ کو جو کہ فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث ہے دو طریق سے ذکر کیا ہے پہلی بطریق ابو سلمہ عن فاطمہ اور دوسری شعبی عن فاطمہ پہلی مختصر ہے اور دوسری میں تفصیل ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: "إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عَنْ رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ الخ۔

یہ فاطمہ بنت قیس وہی ہیں جن کی مشہور روایت کتاب الطلاق میں باب المبتوتۃ میں گذر چکی اور وہ جو ابواب الاستحاضہ میں فاطمہ کی روایت گذری ہے وہ فاطمہ بنت ابی جیش ہیں۔

قصہ جساسہ: مضمون روایت یہ ہے: فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ عشاء کی نماز کیلئے دیر سے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٤٧

تشریف لائے اور تاخیر کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ تمیم داریؓ مجھ کو ایک عجیب وغریب حدیث سنا رہے تھے جس کی وجہ سے دیر ہوئی اور پھر آپ ﷺ نے عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد واقعہ لوگوں کے سامنے بڑی بشاشت کے ساتھ بیان فرمایا، چنانچہ باب کی دوسری روایت میں آرہا ہے فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ الخ۔

فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا: یہ حضرت تمیم داریؓ کا مقولہ ہے وہ فرمارہے ہیں اس جساسہ کے بارے میں کہ وہ ایک عورت تھی جس کے بال بہت دراز تھے، زمین تک پہنچ رہے تھے، گویا وہ بہت ہیبت ناک تھی۔

یہ روایت تو چونکہ مختصر ہے، دوسرے طریق میں واقعہ کی ابتداء اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے بعد منبر پر بیٹھ کر مسکراتے ہوئے یہ فرمایا کہ ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہے، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا مقصد اس وقت آپ لوگوں کے سامنے اس واقعہ کو بیان کرنا ہے جو مجھ سے تمیم داریؓ نے آکر بیان کیا، اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ تمیم داریؓ ایک نصرانی شخص تھا، پس یہ میرے پاس آیا اور میرے ہاتھ پر بیعت علی الاسلام کی اور ساتھ ہی وہ واقعہ بھی بیان کیا جو میں تم سے دجال کے بارے میں کہا کرتا تھا، انہوں نے مجھ سے یوں بیان کیا کہ وہ ایک کشتی میں دریائی سفر کر رہے تھے قبیلہ لخم وجذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ، سمندر کی باد مخالف اور موج ان لوگوں کو سمندر میں ایک ماہ تک گھماتی پھراتی رہی پھر ایک دن انہوں نے ایسا کیا کہ اپنی کشتی کو ایک جزیرہ کے قریب کیا شام کے وقت میں، یعنی دور سے جزیرہ نظر آنے پر اپنی کشتی کا لنگر ڈال دیا، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ، اور پھر چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر اس جزیرہ میں داخل ہوئے، لفظ أَقْرُبِ قارب کی جمع ہے یعنی چھوٹی کشتی، دستور ہے کہ بحری سفر میں بڑی کشتی میں اپنے ساتھ چھوٹی کشتیاں بھی رکھتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت اس سے بھی کام لیا جاسکے۔

فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ[1]: تو جب یہ لوگ اس جزیرہ میں پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک عورت کو دیکھا بہت بالوں والی (ڈراؤنی شکل کی) قَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ. انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي هَذَا الدَّيْرِ. فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کیا بلا ہے اس نے کہا میں جساسہ ہوں (یعنی دجال کی جاسوس) اور کہنے لگی کہ جاؤ اس آدمی کی طرف جو اس گرجاگھر میں ہے وہ تمہاری خبروں اور باتوں کا بڑا مشتاق ہے، یعنی وہ باہر کی خبریں سننا چاہتا ہے کہ دنیا میں کیا حالات چل رہے ہیں اور کیا کیا انقلاب آرہے ہیں، تمیم داریؓ فرماتے ہیں کہ جب اس نے رجل کا لفظ بولا کہ جاؤ اس

---

[1] اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے فَإِذَا هُمْ بِدَابَّةٍ لَبَّاسَةٍ نَاشِرَةٍ شَعْرَهَا (جامع الترمذی کتاب الفتن ۲۲۵۳)، اس پر کوکب (ج ۳ ص ۱۷۸) میں لکھا ہے ای کثیرۃ الملابس، ولعلہ عبر عن کثرۃ الشعر بکثرۃ اللباس اھ۔ اور ممکن ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہو لبس بمعنی الخلط سے، یعنی لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے والی اور مکار، صاحب قاموس نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

آدمی کے پاس، تو اس سے ہم ڈرے کہ شاید یہ آدمیوں میں سے نہیں بلکہ جنات میں سے ہے، بہر حال ہم اس کی نشاندہی کے مطابق اس گرجا کی طرف تیزی سے چلے فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ وہاں جاکر ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایسے بڑے جسم والا انسان ہے جیسا ہم نے کبھی نہیں دیکھا، جو اپنی خلقت کے اعتبار سے بھی بہت بڑا تھا اور جکڑا ہوا بھی بہت سخت طریقہ سے تھا اس کے ہاتھ پاؤں گردن کی طرف بندھے ہوئے تھے، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، یہ اشارہ ہے اختصار کی طرف، کہ ہم روایت کو مختصر کر رہے ہیں، اور وہ اختصار غالباً وہی ہے باب کی پہلی روایت میں جس کا ذکر گذر چکا۔ رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ، مُسَلْسَلٌ فِي الْأَغْلَالِ، يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہونے کے ساتھ اوپر کی طرف لٹکا ہوا تھا اور اچھل رہا تھا۔

وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ، وَعَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ: یعنی اس نے (دجال نے) ان لوگوں سے بہت سی چیزوں کے بارے میں دریافت کیا، من جملہ ان کے نخل بیسان کے بارے میں بھی سوال کیا هَلْ يُثْمِرُ [1] کہ اس پر پھل آرہا ہے یا نہیں، اور چشمہ زغر کے بارے میں بھی سوال کیا کہ آیا اس کا پانی جاری ہے یا نہیں۔

بیسان اردن میں ایک جگہ کا نام ہے جس میں نخلستان بکثرت ہیں، اور زغر شام میں ایک جگہ ہے، صاحب معجم البلدان فرماتے ہیں کہ میں بیسان میں بارہا گیا ہوں مگر اب اس میں صرف دو درخت کھجور کے رہ گئے ہیں، وہ بھی خشک، جو کہ خروج دجال کی علامات میں سے ہے اور عین زغر کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اخیر زمانہ میں خشک ہو جائے گا اور یہ یعنی اس کے پانی کا منقطع ہونا علامات قیامت میں سے ہے [2]۔

اس روایت میں تو صرف اتنا ہی ہے وَعَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، اور پہلی روایت میں یہ گذرا ہے کہ خَرَجَ نَبِيُّ الْأُمِّيِّينَ بَعْدُ؟ "کیا امیین کے نبی کا خروج اور ظہور ہو چکا ہے" تو تمیم داریؓ نے جواب دیا کہ ہاں ہو چکا ہے پھر اس پر دجال نے ان سے پوچھا: أَطَاعُوهُ أَمْ عَصَوْهُ؟ الخ کہ لوگ انکی بات مان رہے ہیں یا نہیں، انہوں نے جواب دیا کہ انکی بات مان رہے ہیں، اس پر وہ بولا: ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ کہ ان کا اطاعت کرنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ دیکھئے دجال کیا کہہ رہا ہے، حقیقت کذاب کی زبان پر بھی آہی جاتی ہے۔

قَالَ: إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ، وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ: وہ خود ہی کہنے لگا کہ مسیح دجال میں ہی ہوں، اور عنقریب مجھ کو یہاں سے نکلنے کی اجازت ہونے والی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال پہلے ہی سے دنیا میں موجود ہے اور وہ بعض جزائر میں محبوس ومقید ہے، قیامت کے قریب اپنے وقت پر اس کا خروج اور ظہور ہوگا اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ابن صیاد دجال نہیں ہے۔

محل خروج دجال: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَإِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا، بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ [3] مَا

---

[1] صحيح مسلم – كتاب الفتن وأشراط الساعة – باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض الخ ٢٩٤٢

[2] معجم البلدان — ج ١ ص ٥٢٧ (دار صادر، بيروت الطبعة: الأولى ١٣٩٧ هـ)

[3] الإشاعة لأشراط الساعة میں دجال کے محل خروج اور وقت خروج پر مستقل بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: أما محل خروجه فالمشرق جزماً، ثم جاء في

هُوَ» مَرَّتَيْنِ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یعنی دجال بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں، نہیں بلکہ مشرق کی جانب ہے وہ، اور یہ بات آپ ﷺ نے دوبار فرمائی۔ مَا هُوَ میں لفظ مَا زائد ہے۔

٤٣٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ إِلَّا يَوْمَ جُمُعَةٍ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ ذَكَرَ هَذِهِ الْقِصَّةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَابْنُ صُدْرَانَ بَصْرِيٌّ، غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابْنِ مِسْوَرٍ، لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ».

ترجمہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور آنحضرت ﷺ اس سے پہلے کبھی جمعہ کے دن کے علاوہ منبر پر نہیں چڑھے تھے پھر راوی نے یہی واقعہ بیان فرمایا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہے محمد بن صدران بصرہ کے باشندے ابن مسور کے ہمراہ پانی میں ڈوب گئے تھے ان محمد بن صدرن کے علاوہ اس کشتی کے سواروں میں کوئی بھی زندہ نہ بچا۔

شرح الحدیث آگے تیسری روایت آرہی ہے جس میں اس طرح ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ إِلَّا يَوْمَ جُمُعَةٍ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد سنایا تھا۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَابْنُ صُدْرَانَ بَصْرِيٌّ، غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابْنِ مِسْوَرٍ، لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ»: سند میں محمد بن صدران مذکور ہیں مصنف کے استاذ، مصنف ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک مرتبہ ابن مسور کی جماعت کے ساتھ دریائی سفر کر رہے تھے، اس کشتی کے سارے مسافر دریا میں غرق ہوگئے تھے ان میں سے کوئی نہ بچا تھا سوائے محمد بن صدران کے۔

٤٣٢٨ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ: «إِنَّهُ بَيْنَمَا أُنَاسٌ يَسِيرُونَ فِي الْبَحْرِ،

لہ روایة: أنه يخرج من خراسان، روى ذلك أحمد والحاكم من حديث أبي بكر رضي الله تعالى عنه، وفي أخرى: أنه يخرج من أصبهان، أخرجها مسلم. وعند الحاكم وابن عساكر من حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أنه يخرج من يهودية أصبهان أي محلة خارج أصبهان.

ومثله عند أحمد عن عائشة رضي الله تعالى عنها، وعند الطبراني من حديث فاطمة بنت قيس يخرج من بلدة يقال لها أصبهان من قرية من كراها يقال لها استقبادا اهـ (ص ١٩٨-١٩٩) وفيه ايضا في موضع آخر: وعن كعب الأحبار، قال: يتوجه الدجال فينزل عند باب دمشق الشرقي، أي ابتداء قبل خروجه، ثم يلتمس فلا يقدر عليه، ثم يرى عند المنارة التي عند نهر الكسوة، ثم يطلب فلا يدرى أين توجه، فيلبثى ذكره ثم يظهر بالمشرق فيعطى الخلافة ثم يظهر السحر ثم يدعي النبوة، فيتفرق الناس عنه يعني المسلمين، فيأتي النهر فيأمره أن يسيل فيسيل، ثم يأمره أن يرجع فيرجع، ثم يأمره أن ييبس فييبس، الحديث بطوله، رواه نعيم بن حماد، ويتبعه سبعون ألفا من يهود أصبهان، وثلاثة عشر ألف امرأة وعامة من يتبعه اليهود والترك والنساء، ويبعث الله له شياطين فيقولون: له استعن بنا على ما تريد فيقول: نعم اذهبوا إلى الناس فقولوا: أنا ربهم فيبثهم في الآفاق إلى غير ذلك اهـ (ص ١٩٣).

فَنَفِدَ طَعَامُهُمْ، فَرُفِعَتْ لَهُمْ جَزِيرَةٌ، فَخَرَجُوا يُرِيدُونَ الْخُبْزَ. فَلَقِيَتْهُمُ الْجَسَّاسَةُ» قُلْتُ لِأَبِي سَلَمَةَ: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَ: امْرَأَةٌ تَجُرُّ شَعْرَ جِلْدِهَا وَرَأْسِهَا، قَالَتْ: فِي هَذَا الْقَصْرِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَسَأَلَ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ، قَالَ: هُوَ الْمَسِيحُ، فَقَالَ: لِي ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ شَيْئًا مَا حَفِظْتُهُ، قَالَ: شَهِدَ جَابِرٌ أَنَّهُ هُوَ ابْنُ صَيَّادٍ، قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: وَإِنْ مَاتَ، قُلْتُ: فَإِنَّهُ أَسْلَمَ، قَالَ: وَإِنْ أَسْلَمَ، قُلْتُ فَإِنَّهُ قَدْ دَخَلَ الْمَدِينَةَ، قَالَ: وَإِنْ دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن منبر پر چڑھے اور آپ ﷺ نے بیان فرمایا کچھ لوگ دریا میں سفر کر رہے تھے کہ ان لوگوں کا زادراہ ختم ہو گیا تو ان کے سامنے ایک جزیرہ ابھر کر آ گیا تو وہ لوگ روٹی کی تلاش میں اس جزیرے میں نکل گئے۔ ان لوگوں کو ایک جاسوس عورت (جسّاسہ) ملی ولید بن عبد اللہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو سلمہؓ سے پوچھا وہ جاسوس عورت کون تھی؟ انہوں نے بیان کیا وہ ایک عورت تھی جو اپنے سر اور بدن کے بالوں کو گھسیٹ کر چل رہی تھی تو اس جناسہ عورت نے کہا کہ اس محل میں ایک شخص ہے۔ پھر حدیث کو اخیر تک بیان کیا اس کے بعد اس شخص (یعنی دجال) نے بیسان (ایک مقام کو نام ہے) کے درختوں کے بارے میں معلوم کیا اور زغر کے چشمے کے بارے میں معلوم کیا دجال نے کہا کہ وہی دجال ہے ابن ابی سلمہ نے بیان کیا کہ جابرؓ نے اس روایت میں کچھ اور بیان کیا تھا لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ جابرؓ نے قسم کھائی کہ دجال ملعون وہی ابن صیاد ہے (ابو سلمہ نے کہا) میں نے کہا وہ تو مر چکا ہے انہوں نے جواب دیا اگر چہ وہ مر چکا ہو (درحقیقت ابن الصیاد مرا نہیں تھا بلکہ واقعہ حرہ کی جنگ میں روپوش ہو گیا بذل [1]) میں نے کہا وہ اسلام لے آیا تھا انہوں نے جواب دیا اگر چہ وہ اسلام بھی لا چکا ہو میں نے کہا وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا تھا (وہ دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو گا) انہوں نے جواب دیا اگر چہ وہ مدینہ میں بھی داخل ہوا ہو۔

تخریج: صحيح مسلم – الفتن وأشراط الساعة (٢٩٤٢) جامع الترمذي – الفتن (٢٢٥٣) سنن أبي داود – الملاحم (٤٣٢٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٣٧٤/٦) مسند أحمد – من مسند القبائل (٤١٨/٦)

شرح الحديث: اس روایت میں اس طرح ہے فَنَفِدَ طَعَامُهُمْ، فَرُفِعَتْ لَهُمْ جَزِيرَةٌ، فَخَرَجُوا يُرِيدُونَ الْخُبْزَ، فَلَقِيَتْهُمُ الْجَسَّاسَةُ یعنی ان لوگوں کا زادراہ ختم ہو گیا تھا کھانے کا انتظام کرنے کے لئے اس جزیرہ میں داخل ہوئے تھے، وہاں اتفاق سے یہ جساسہ نظر پڑی۔

یہ روایت بجائے فاطمہ بنت قیسؓ کے حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

آگے اس حدیث کے اخیر میں یہ ہے شَهِدَ جَابِرٌ أَنَّهُ هُوَ ابْنُ صَيَّادٍ، قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: وَإِنْ مَاتَ الخ ابو سلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ یہ فرماتے تھے کہ یہ دجال ابن صائد ہی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس پر میں نے کہا کہ ابن صیاد تو

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٧ ص ٢٥٤

مر چکا (اور دجال بعض جزائر میں موجود ہے) کہنے لگے اگرچہ مر چکا پھر بھی، میں نے کہا کہ ابن صیاد تو اسلام لے آیا تھا، انہوں نے فرمایا: اگرچہ اسلام لاچکا ہو، اسی طرح آگے دخول مدینہ کا بھی ذکر ہے۔

اس پر بذل میں فتح الودود سے نقل کیا ہے: وكأنه مبني على تجويز تعدد الصور والمظاهر كما هو منقول في بعض الأولياء، یعنی ایک ہی شخص مختلف صورتوں اور مختلف مواضع میں دیکھا جائے ایسا ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض اولیاء کے بارے میں منقول ہے، لیکن حاشیۂ ابو داؤد میں امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر سے اسکے خلاف لکھا ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن صائد دجال صغیر تھا، اور ابن صیاد وہ دجال نہیں ہے جس کا خروج اخیر زمانہ میں ہوگا جس کی دلیل فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے اور یہی بات امام بیہقیؒ نے بھی فرمائی ہے، نیز یہ کہ غالباً جو حضرات ان دونوں کو ایک مانتے ہیں ان کے علم میں تمیم داریؓ کا واقعہ نہیں آیا، والا فالجمع بينهما بعيد جدا الى آخر ما في حاشية شيخ الهند (ج۲ص۲٤۷) حديث فاطمة المطول اخرجه مسلم، والحديث الثالث اخرجه ابن ماجه، واخرجه الترمذي وفي الفاظه اختلاف واخرجه النسائي بنحو من حديث مسلم، قاله المنذري.

۱٦ ـ بَابٌ فِي خَبَرِ ابْنِ صَائِدٍ

ابن صیاد کے بارے میں

یہ وہی ابن الصیاد ہے جس کا ذکر اوپر گذرا، ابن الصیاد اور ابن صائد دونوں طرح منقول ہے، احادیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا جو کاہنوں کی طرح غیب کی باتیں بتلاتا تھا، بعض صحابہ جیسے حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ دجال یہی ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد جس کا نام صاف ہے علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا قصہ بھی بہت مشکل اور مشتبہ ہے، یعنی یہ کہ مسیح دجال جو مشہور ہے وہ یہی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور، لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ دجال من الدجاجلہ ضرور ہے، احادیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ پر بھی اس بارے میں کوئی وحی نہیں نازل ہوئی تھی، البتہ آپ کی طرف صفات دجال کی وحی کی گئی تھی، اور ابن صیاد میں قرائن محتملہ اس بات کے پائے جاتے تھے لیکن آپ نے اسکے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں فرمایا تھا اسی لئے آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے جب انہوں نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ فرمایا تھا کہ اگر یہ واقعی دجال ہے تب تو تم اس کے قتل کرنے پر قادر نہیں ہو (کیونکہ اس کے بارے میں تو یہ طے ہے کہ اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے) باقی خود ابن صیاد کا یہ احتجاج واستدلال (اس بارے میں کہ وہ دجال نہیں ہے) کہ میں تو مسلم ہوں اور دجال کافر ہوگا، اور یہ کہ دجال تو لاولد ہوگا اور میرے اولاد ہو چکی اور یہ کہ دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور میں مدینہ میں مستقل رہتا ہوں [1] وغیرہ وغیرہ۔ یہ اسکا استدلال صحیح نہیں۔ اسلئے کہ

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج۱۸ ص٤٦

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دجال کی صفات بیان فرمائی ہیں اسکا مطلب تو یہ ہے کہ جب دجال کا خروج دنیا میں بہ حیثیت دجال ہوگا اس وقت اس میں یہ صفات پائی جائیں گی، حافظ ابن حجرؒ [1] نے اس پر تفصیلی کلام فرمایا ہے كِتَابُ الاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ میں بَابُ مَنْ رَأَى تَرْكَ النَّكِيرِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً إلخ کے ذیل میں فارجع اليه لو شئت (كذا في العون) امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں اس پر خاصا کلام فرمایا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے اور اس باب کے آخر میں حضرتؒ نے بھی بذل المجھود میں اس پر کلام فرمایا ہے اخیر میں لکھتے ہیں: وقال الحافظ وأقرب ما يجمع به بين ما تضمنه حديث تميم وكون بن صياد هو الدجال أن الدجال بعينه هو الذي شاهده تميم موثقا وأن ابن صياد شيطان تبدى في صورة الدجال في تلك المدة إلى أن توجه إلى أصبهان فاستتر مع قرينه إلى أن تجيء المدة التي قدر الله تعالى خروجه فيها [2] ولشدة التباس الأمر في ذلك سلك البخاري مسلك الترجيح فاقتصر على حديث جابر عن عمر في بن صياد ولم يخرج حديث فاطمة بنت قيس في قصة تميم اهـ بزيادة من الفتح [3]

٤٣٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَائِدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَهُوَ غُلَامٌ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟» قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ، ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ»، ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يَأْتِيكَ؟» قَالَ: يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئَةً» وَخَبَأَ لَهُ: { يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ [4] }، قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ»، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ يَكُنْ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ - يَعْنِي الدَّجَّالَ - وَإِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ فِي قَتْلِهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ کہ جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے ابن صیاد کے پاس سے گزرے۔ اس وقت ابن صیاد بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور اس وقت یہ بچہ

---

1. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ٣٢٥-٣٢٩
2. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٦٢
3. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ٣٢٨
4. اس دن کا کہ لائے آسمان دھواں صریح (سورۃ الدخان ١٠)

تھا۔ اس کو آپ ﷺ کے تشریف لانے کی اطلاع نہ ہوئی یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ نے اس کی پشت پر ہاتھ مارا اور اس سے فرمایا کیا تو اس کی شہادت دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اہل عرب کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ شہادت دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس فرمایا کہ تیرے پاس غیب کی کیا چیز آتی ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں حضرت رسول کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرا معاملہ مشتبہ اور گڑبڑ ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے دل میں تیرے لئے ایک بات چھپائی ہے آپ ﷺ نے اس کیلئے اس آیت کریمہ کو اپنے قلب میں پوشیدہ رکھا یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ اس پر اس نے کہا پوشیدہ شئے دخ ہے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: دفع ہو۔ تو اپنی اوقات اور حیثیت سے ہرگز آگے نہیں بڑھے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھ کو اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ دجال ہے تو تم اس پر قادر نہیں ہوگے اگر وہ دجال نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں کسی قسم کی خیر نہیں ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الجنائز (١٢٨٩) صحیح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٩٠) صحیح البخاري - الأدب (٥٨٢١) صحیح البخاري - القدر (٦٢٤٤) صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٩٣١) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٤٩) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٢٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٩/٢)

شرح الحدیث: باب کی پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا گذر اپنے چند اصحاب کے ساتھ جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے ابن صیاد پر ہوا، جب کہ ابن صائد قبیلہ بنو مغالہ کی اونچی عمارت یا ٹیلہ کے قریب بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس کو آپ ﷺ کے گذرنے کا پتہ نہیں چلا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کی پشت پر مارا، اور فرمایا أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ اس نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ رسول الامیین ہیں، یہ اشارہ ہے قوم عرب کی طرف جو امی ہوتے تھے کیونکہ یہ خود تو بظاہر یہود سے تھا، پھر ابن صیاد حضور ﷺ سے خود کہنے لگا أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ یعنی جو واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ان پر میرا ایمان ہے۔

اس پر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں لکھا ہے کہ آپ نے صراحۃً اس کی رسالت کا انکار نہیں کیا شاید اس مصلحت سے کہ اس کو آپ سے وحشت نہ ہونے لگے جس سے آپ کا مقصود فوت ہو جائے یعنی آپ ﷺ کو تو اس سے اور بھی سوالات کرنے تھے جن کے جوابات مطلوب تھے، اور بہرحال جوابات آپ ﷺ نے فرمائی وہ سراسر حق ہے، جس سے اس کے دعوئ رسالت کی خود ہی تردید ہو جاتی ہے[1] پھر آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا: مَا يَأْتِيكَ؟ تیرے پاس کیا چیزیں آتی ہیں؟ یعنی غیب کی

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٣ ص ١٧٥

خبریں جو تو بتاتا ہے، اس نے جواب دیا أُتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ کہ مجھ تک دونوں طرح کی باتیں پہنچتی ہیں سچی اور جھوٹی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ کہ تیرا معاملہ مخلوط اور گڑبڑ ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے امتحانا دریافت فرمایا کہ میں نے تیرے لئے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے بتاوہ کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں یہ بات سوچی تھی يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ اس نے سوچ کر بتایا هُوَ الدُّخُّ کہ وہ دُخ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جادور ہو، تو ہرگز اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ: ابن صیاد پورا جملہ اور وہ پوری آیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچی تھی تو کیا بتاتا صرف کلمہ دخان بھی پورا نہ بتا سکا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس تیری حقیقت معلوم ہوگئی، لیکن یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اس نے جو بھی کچھ بتایا وہ کیسے بتادیا گو وہ ناقص کلمہ ہی سہی؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر بعض صحابہ سے کیا ہو جس کے کچھ حصہ کا شیطان نے استراق کر لیا ہو، یا آسمان میں اس کا ذکر ہوا ہو اور وہاں سے شیطان نے سرقہ کر لیا ہو، اور پھر شیطان نے اسکی خبر ابن صیاد کو کر دی ہو جیسا کہ معروف ہے کہ شیاطین سرقہ کے بعد کاہنوں کو اس کی خبر کر دیا کرتے ہیں، (کذا فی البذل عن فتح الودود[1]) فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے قتل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ ابن صیاد ہی دجال ہے تب تو تم اسکے قتل پر قادر نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اسکے قتل میں کوئی خیر نہیں، کیونکہ ابن صیاد یہود میں سے ہے، جن سے مصالحت کا معاملہ ہوا ہے لہٰذا وہ ذمی ہوا۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی، ولیس فی حدیثهم وخبأله يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ قاله المنذری۔

٤٣٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: «وَاللهِ، مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے تھے اللہ کی قسم بلاشبہ ابن صیاد ہی مسیح دجال ہے۔

٤٣٣١ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَحْلِفُ بِاللهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ الدَّجَّالُ، فَقُلْتُ: تَحْلِفُ بِاللهِ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذَلِكَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُنْكِرْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: المنکدر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو قسم کھاتے ہوئے دیکھا ہے کہ ابن صیاد (نامی شخص) دجال ہے تو میں نے کہا کہ کیا آپ اس پر قسم کھاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٥٦ - ٢٥٧

حضرت عمرؓ کو اس بات پر قسم کھاتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت ﷺ نے اس بات پر نکیر نہیں فرمائی۔

شرح الأحاديث: آگے (ابن عمرؓ کی) روایت میں آرہا ہے كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: وَاللهِ، مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ»، اور اسکے بعد یہ آرہا ہے محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ کو دیکھا کہ وہ حلفًا یہ فرماتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہیں میں نے کہا کہ آپ اس پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھارہے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے بھی اس پر قسم کھائی تھی، حضور اقدس ﷺ کے سامنے تو آپ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ وحديث جابر رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

٤٣٣٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ابن صیاد کو ہم لوگوں نے حرہ والے دن گم پایا۔

شرح الحديث: ابن صیاد جو کہ مدینہ میں رہا کرتا تھا اس کے بارے میں حضرت جابرؓ فرمارہے ہیں کہ وہ وقعۃ الحرہ میں گم ہوگیا تھا، پھر اس کا پتہ نہیں چلا، وقعۃ الحرہ کا ذکر کتاب میں چند بار آچکا ہے۔

٤٣٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ دَجَّالُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تیس دجال نہیں نکلیں گے ان میں سے ہر ایک دجال رسول اللہ ہونے کا دعویدار ہوگا۔

٤٣٣٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا دَجَّالًا، كُلُّهُمْ يَكْذِبُ عَلَى اللهِ، وَعَلَى رَسُولِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تیس دجال نہیں نکلیں گے اور ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھے گا۔

٤٣٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قَالَ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ بِهَذَا الْخَبَرِ: قَالَ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: أَتَرَى هَذَا مِنْهُمْ؟ يَعْنِي الْمُخْتَارَ، فَقَالَ عَبِيدَةُ: «أَمَا إِنَّهُ مِنَ الرُّءُوسِ».

ترجمہ: حضرت عبیدہ سلمانی نے اسی طرح روایت نقل کی ابراہیم نے عبیدہ سے پوچھا کہ مختار ابن ابی عبید ان ہی دجالوں میں سے (ایک) شخص ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو ان مدعی نبوت کے سرداروں میں سے ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٤٥٠)

شرح الأحاديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ دَجَّالُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ»: یہ حدیث کتاب الفتن کے شروع میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں گذر چکی، جس میں یہ بھی گذرا ہے وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [1]۔

فَقُلْتُ لَهُ: أَتَرَى هَذَا مِنْهُمْ؟ يَعْنِي الْمُخْتَارَ. فَقَالَ عُبَيْدَةُ: «أَمَا إِنَّهُ مِنَ الرُّءُوسِ»: ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ عبیدہ سلمانی سے پوچھا کہ کیا آپ اس کو یعنی مختار بن ابی عبید الثقفی کو ثلاثین کذابین میں سے سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ان کے سرداروں میں سے ہے۔

یہ مختار بن ابی عبید بھی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے تھا، وہ جو حدیث میں آتا ہے: یخرج من ثقیف کذاب ومبیر، کما فی صحیح مسلم والترمذی، کہا گیا ہے کہ مبیر (ظالم) سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی اور کذاب سے مراد یہی مختار بن ابی عبید ہے [2]، اسکے والد ابو عبید جن کا نام مسعود ہے وہ صحابہ میں سے ہے اور اسکی بہن صفیہ بنت ابی عبید حضرت عبد اللہ بن عمر کی بیوی تھی۔ شروع میں تو اس کے حالات اچھے تھے اور قاتلان حسینؓ سے اسی نے چن چن کر بدلہ لیا، مگر پھر آہستہ آہستہ اسکے حالات خراب ہوتے گئے، یہاں تک کہ اخیر میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

١٧ - بَابُ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ

اچھے کاموں کے حکم اور برے کاموں سے منع کرنے کے بیان میں

مصنف نے کتاب الفتن کا اختتام اس باب سے کیا جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق روایات کو لائے، فللّٰہ در المصنف ما الطف نظرہ، گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ فتنے تو جو دنیا میں آنے ہیں ان کو آنا ہی ہے، لیکن انسان کو اپنی طرف سے ان کو دفع کرنے کا علاج اور تدابیر کی سعی کرنی چاہیے۔

٤٣٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُولُ: يَا هَذَا، اتَّقِ اللهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ". ثُمَّ قَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الفتن - باب ذكر الفتن ودلائلها ٤٢٥٢

[2] قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ» يُقَالُ: الْكَذَّابُ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، وَالْمُبِيرُ: الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ (جامع الترمذي - كتاب الفتن - باب ما جاء في ثقيف كذاب ومبير ٢٢٢٠)

وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ } إِلَى قَوْلِهِ { فَسِقُونَ } [1]. ثُمَّ قَالَ: «كَلَّا وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدَيِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ [2] قَصْرًا».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں خرابی کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے سے ملاقات کرتا تو اس سے کہتا تم اللہ کا خوف کرو اور اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ اسلئے کہ یہ بات تمہارے لئے حرام ہے پھر جس وقت وہ شخص اس سے دوسرے دن ملاقات کرتا تو اس گناہ گار کی گناہ پر ڈٹے رہنے کے باوجود (وہ شخص) اسکے کھانے پینے اور بیٹھنے میں شرکت کر لیتا پھر جب ان لوگوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالی نے بھی ان نیک لوگوں دلوں کو گناہ گار لوگوں کے دلوں کے ساتھ ملا دیا پھر ابن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ بنی اسرئیل والوں میں جنہوں نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر داؤد اور عیسیٰ کی زبان سے (یعنی ان انبیاء کی زبانی) لعنت کی اخیر آیت (یعنی) عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ تا فَسِقُونَ (کو پڑھا) پھر فرمایا: اللہ کی قسم! البتہ تم لوگ خیر کی بات بتلاؤ گے اور برے کاموں سے منع کروگے اور تم ظالم کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسکو ظلم سے روک کر (راہ) حق کی طرف اس طرح جھکاؤ گے کہ جو جھکانے کا حق ہے اور تم اس کو حق پر مضبوطی کے ساتھ روکو گے جیسا کی حق پر روکنے کا حق ہے۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بنو اسرائیل میں خرابی اور نقصان کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک شخص دوسرے کو جب معصیت پر دیکھتا تو وہ اس کو اس سے روکتا اور تنبیہ کرتا، پھر جب اسی شخص کی اس سے اگلے دن ملاقات ہوتی تو (باوجود اس دوسرے شخص کے اپنی معصیت پر قائم رہنے کی) اس کا ارتکاب معصیت اس کے لئے اس کا اکیل اور شریب ہونے سے مانع نہ ہوتا یعنی ارتکاب معصیت کے باوجود اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا اسی طرح جاری رہتا، پس جب انہوں نے یہ صورت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے قلوب کو یکساں کر دیا۔

حدیث شریف میں ہے: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ [3]، نیز دعاء قنوت میں یہ جملہ ہے وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ [4] جس کا تقاضا یہ ہے کہ فساق وفجار اور جو لوگ معاصی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے ان معاصی کو ترک نہ کریں ان سے اپنے روابط اور تعلقات کو منقطع کر دینا چاہیے، اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر وہ بھی ان ہی جیسے ہو جائیں گے۔

---

[1] سورۃ المائدۃ ۷۸ ـ ۸۱

[2] قال الشيخ (الخطابي): قوله: لتأطرنه معناه: لتردنه عن الجور، وأصل الأطر: العطف أو الثني، ومنه تأطر العصى وهو تثنيتها اهـ (معالم السنن ج ٤ ص ٣٣٠)۔

[3] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم ٤٥٩٩

[4] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب القنوت في صلاة الفجر ١٤٧٥ (عالم الكتب الطبعة الأولى ١٤١٤هـ)

پھر آگے اس حدیث میں یہ ہے: آپ ﷺ قسماً تاکید کے ساتھ فرمارہے ہیں کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالم کے ہاتھ پکڑ کے اس کے ظلم سے اس کو روکتے رہو اور اس کو اس کے ظلم سے ہٹا کر حق پر جماتے رہو۔

آپ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ کمال خیرخواہی اور ہمدردی: اس حدیث میں تو یہ حکم آپ ﷺ کا امت سے متعلق ہے کہ ان کو ایسا کرنا چاہئے اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یہ حال خود اپنا بیان فرمایا ہے چنانچہ ترمذیؒ کی کتاب الامثال میں یہ روایت ہے کہ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَتِ الذُّبَابُ وَالفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهَا» [1] آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میری مثال اپنی امت کے بارے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص آگ روشن کرے شمع وغیرہ تو پروانے بکثرت اس کے اندر گر کر ہلاک ہونے لگتے ہیں، تو آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ یہی حال میرا ہے کہ تم لوگ معاصی کا ارتکاب کر کے جہنم میں داخل ہونا چاہتے ہو اور میرا حال یہ ہے کہ میں تم کو تمہاری پٹیاں پکڑ پکڑ کر جہنم کی طرف سے دوسری طرف کھینچ کر لا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گھسے جارہے ہو جزی اللہ عنا سیدنا و مولانا محمد اما ھو اھلہ۔

٤٣٣٧ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ الْحَنَّاطُ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ، زَادَ: «أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْمُحَارِبِيُّ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَرَوَاهُ خَالِدٌ الطَّحَّانُ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرت ﷺ سے گزشتہ روایت کے ہم معنی روایت کیا اسمیں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے دل نافرمانوں کے جیسا بنادیں گے پھر اللہ تعالی تم لوگوں پر بھی لعنت فرمائے گا جس طرح ان لوگوں پر لعنت فرمائی تھی امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محاربی نے علاء کے واسطہ سے، عبداللہ بن عمرو بن مرہ بن سالم الافطس عن ابی عبیدہ عن عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے نقل کیا ہے اور خالد طحان نے عن العلاء عن عمرو بن ابی عبیدہ سے روایت کیا ہے (یعنی خالد طحان نے سالم کا واسطہ حذف کر دیا بذل [2])۔

تخریج: جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٤٧) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٣٦) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٠٦)

٤٣٣٨ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، الْمَعْنَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ، وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الأمثال - باب ماجاء في مثل ابن آدم وأجله وأمله ٢٨٧٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢٦٦

مَوَاضِعِهَا: { عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ❶ }، قَالَ: عَنْ خَالِدٍ، وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ» وَقَالَ عَمْرٌو: عَنْ هُشَيْمٍ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ كَمَا قَالَ خَالِدٌ أَبُو أُسَامَةَ: وَجَمَاعَةٌ، وَقَالَ شُعْبَةُ فِيهِ: «مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ».

ترجمہ: ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم لوگ اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہو اور اسکو بے محل رکھتے ہو یعنی آیت کریمہ عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ کو اے لوگو! تم لوگوں پر اپنی جان کی فکر کرنا ضروری ہے اور جو شخص بہک گیا وہ تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جبکہ تم راہ ہدایت پر ہو، حالانکہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے بے شک جب لوگ ظالم شخص کے ظلم کو دیکھیں اور اس ظالم کے ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اس کو ظلم سے باز نہ رکھیں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب میں ان تمام لوگوں کی گرفت فرمائے عمرو بن عون نے ہشیم سے اپنی روایت میں فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے. کوئی قوم ایسی نہیں کہ اس میں برے کام نہ ہوتے ہوں اور قدرت کے باجود لوگ اس برے کام کو ختم نہ کریں مگر اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں پر عمومی عذاب نازل فرمائے گا امام ابو داودؒ نے فرمایا: اس روایت کو ابو اُسامہ اور ایک جماعت نے خالد راوی کی طرح بیان کیا۔ شعبہ نے اس حدیث میں کہا کہ ایسی کوئی قوم نہیں ہے کہ جس میں گناہ ہوتے ہوں اور اس قوم میں زیادہ لوگ گناہ سے بچنے والے ہوں (لیکن یہ لوگ کثرت اور قدرت کے باجود گناہ سے نہ رکیں تو سب پر عذاب الٰہی نازل ہو گا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٣٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٧/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩/١)

شرح الحدیث: تبلیغ کی اہمیت اور اسکا وجوب: حضرت صدیق اکبرؓ لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ تم یہ آیت پڑھتے ہو اور اس کو غلط جگہ پر رکھتے ہو، یعنی اسکا غلط مطلب لیتے ہو اس آیت کا ترجمہ یہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ (کہ تم اپنی فکر کرو، اگر تم ہدایت پر ہو گے تو گمراہ ہونے والے کی گمراہی تمہارے لئے مضر نہ ہو گی) یعنی تم اس آیت سے یہ سمجھتے ہو کہ دوسروں کو تبلیغ کرنا ضروری نہیں خود آدمی کا ہدایت پر ہونا یہ کافی ہے پھر وہ آگے فرماتے ہیں: حالانکہ ہم نے حضور اقدس ﷺ سے یہ سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ لوگ جب ظالم کو اس کو ظلم پر دیکھتے ہوئے اس کو ظلم سے نہیں روکیں گے تو قریب ہے یہ بات کہ عذاب سبھی پر آئے، ارتکاب معاصی کرنے والوں پر بھی اور نہ روکنے والوں پر بھی اور دوسری روایت میں اس طرح ہے جس

❶ تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جب کہ تم ہوئے راہ پر (سورۃ المائدۃ ١٠٥)

کے راوی ہشیم ہیں، حالانکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب کسی قوم کے اندر معاصی کا ارتکاب ہو رہا ہو تو جو لوگ اس کی تغییر پر قادر ہوں گے اور پھر اس کی تغییر نہیں کریں گے تو عذاب ان سب پر آئے گا۔

آگے مصنف ؒ نے ایک تیسری روایت ذکر کی یعنی جس میں یہ زیادتی ہے: هُمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ، جب کہ معاصی کا ارتکاب نہ کرنے والے تعداد میں زائد ہوں ارتکاب کرنے والوں سے، یہ قید بظاہر اس اعتبار سے ہے کہ قدرت علی التغییر اسی وقت ہو گی جب نہ کرنے والے زائد ہوں: حضرت ؒ نے بذل المجھود [1] میں شعبہ کی روایت مسند احمد سے نقل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہاں شعبہ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں جس کو مصنف فرما رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ، وقال الترمذی حسن صحیح قالہ المنذری۔

٤٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، أَظُنُّهُ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ، فَلَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا».

ترجمہ: حضرت جریر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کسی قوم میں کوئی شخص برے کام کا مرتکب ہو اور قوم کے لوگ قدرت کے باوجود اس شخص اور اس کے کام کو تبدیل نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنا عذاب ان لوگوں کی موت آنے سے قبل ہی پہنچا دیتا ہے (دنیا ہی میں)۔

تخریج: سنن أبي داود- الملاحم (٤٣٣٩) سنن ابن ماجہ- الفتن (٤٠٠٩)

٤٣٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ [2] - وَقَطَعَ هَنَّادٌ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ، وَفَّاهُ ابْنُ الْعَلَاءِ: - فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگوں میں سے جو شخص شریعت کے خلاف کوئی کام (ہوتا ہوا) دیکھے اور اس کام کو ہاتھ سے بدل دینے کی (یعنی طاقت سے برائی مٹانے کی) قدرت رکھتا

---

[1] بذل المجھود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٢٦٨-٢٦٩

[2] وظاهر ما في الهداية ان الامر بالمعروف باليد عام عند الصاحبين، واما عند الامام (ابي حنيفة) فباليد الى الامراء وباللسان الى غيرهم، يعني تغيير باليد صاحبين (الهداية شرح بداية المبتدي- ج ٦ ص ٥٢٥) کے نزدیک تو عام ہے اور امراء اور غیر امراء سب کے حق میں ہے، اور امام صاحب کے نزدیک اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ تغییر باللسان کا حق تو سب کے لئے ہے اور تغییر بالید یعنی ہاتھ سے اصلاح کرنا یہ امراء اور حکام کا کام ہے عام لوگوں کیلئے نہیں۔

ہو تو اس کام کو اپنے ہاتھ سے بدل دے (مٹا دے)۔ ہناد استاد نے حدیث صرف یہیں تک ناقص ذکر کی جبکہ ابن العلاء نے اس حدیث کو مکمل ذکر کیا اسمیں آگے یہ ہے اور اگر ہاتھ سے بدل دینے (یعنی برائی کو ہاتھ سے مٹانے) کی قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے ہی (برائی کو برا کہے) اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو اپنے دل ہی میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کم سے کم درجہ ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الإیمان (٤٩) جامع الترمذي - الفتن (٢١٧٢) سنن النسائي - الإیمان وشرائعه (٥٠٠٨) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٧٥) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠/٣)

شرح الحدیث: اس حدیث میں تغییر منکر کے مراتب بیان کئے گئے ہیں اول تغییر بالید کہ قوت بازو سے روک دو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے، ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تغییر بالید کا حق سب کو نہیں ہے بلکہ امراء وحکام کو ہے اور صاحبین کے نزدیک عام ہے۔

والحدیث اخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه مختصرا ومطولاً، وقد تقدم فی کتاب الصلاة، قاله المنذری۔

٤٣٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ، كَيْفَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: { عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ } ؟ قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ - يَعْنِي - بِنَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ» . وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: «أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ».

ترجمہ: ابو امیہ شعبانی سے روایت ہے کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنیؓ سے پوچھا کہ اے ابا ثعلبہ اس آیت کریمہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں یعنی (عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ) کے بارے میں (تو انہوں نے کہا تم نے خوب علم والے شخص سے دریافت کیا) مراد خود انکی ذات ہے) اللہ کی قسم! اس آیت کریمہ کے بارے میں میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں تم امر بالمعروف اور نہی کرتے رہو یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ کنجوسی کی پیروی کی جارہی ہے اور نفسانی خواہش کی اتباع کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہو اور ہر ایک ذی رائے شخص خود پسندی میں مبتلا ہو جائے پھر اپنا خیال کرو اور عوام کے خیال کو دل سے نکال دو اس لئے کہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں جو صبر کے دن ہیں جن میں صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا کہ جس طرح مٹھی میں انگارہ رکھنا اور ان دنوں میں دین پر عمل کرنے والے شخص کے لئے پچاس کے ثواب کے مساوی اجر ملے گے۔ راوی کہتے ہیں کہ کسی دوسرے راوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا انہی میں سے

پچاس آدمیوں کو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں: بلکہ تمہارے پچاس آدمیوں کا ثواب ملے گا۔

تخریج جامع الترمذي-تفسير القرآن (٣٠٥٨) سنن أبي داود-الملاحم (٤٣٤١) سنن ابن ماجه-الفتن (٤٠١٤)

شرح الحدیث: **وہ کون سا وقت ہے جس میں ترک تبلیغ مضر نہیں**؟ اس حدیث کا تعلق بھی اسی آیت سے ہے جس کے بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کا قول گذر چکا ابو ثعلبہؓ سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل سے فرمایا کہ تم نے اس آیت کے بارے میں ایسے شخص سے سوال کیا جو اس سے واقف ہے مراد اپنی ذات ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سَأَلْتُ بصیغہ متکلم ہو اس صورت میں خبیر کا مصداق حضور ﷺ ہوں گے کہ میں نے اسکے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تھا (بذل [1]) بہر حال انہوں نے یہ فرمایا کہ میں نے اس آیت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے یہ جواب مرحمت فرمایا تھا: بلکہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور جب تم لوگوں کی حالت وہ دیکھو جو آگے حدیث میں مذکور ہے تب ایسا کرو کہ بس اپنی فکر کرو اور عوام کی فکر چھوڑ دو اور وہ حالت یہ ہے کہ لوگ شدت بخل کو اختیار کرنے لگیں اور انسان کی فطرت میں جو بخل کی صفت ہے وہ اس کا کامل اتباع کرنے لگے شحا مطاعا، اور دوسری صفت ہے وهَوًى مُتَّبَعًا کہ لوگ صرف خواہشات نفسانیہ کا اتباع کرنے لگیں ودنیا مؤثرة یعنی ہر معاملہ میں دنیوی مصلحت کو ترجیح دینے لگیں اور چوتھی صفت ہے وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، کہ ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرنے لگے۔

یہ ہے لوگوں کی وہ حالت جس کے پائے جانے کے وقت ترک تغییر اور ترک تبلیغ آدمی کے لئے مضر نہیں، اس حدیث ابو ثعلبہ میں صدیق اکبرؓ والی حدیث کے مقابلہ میں تشریح زیادہ ہے، حاصل اس کا یہی ہے کہ ترک تبلیغ ایک مخصوص وقت میں ہے ہر حال میں نہیں، علماء کرام سے اس آیت کی ایک اور توجیہ منقول ہے وہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں ترک تبلیغ کو غیر قرار دیا گیا ہے جب کہ لوگ خود ہدایت پر ہوں (إِذَا اهْتَدَيْتُمْ) اور لوگ ہدایت پر اسی وقت ہوں گے جب وہ اپنے جملہ فرائض کی تکمیل کرتے ہوں گے اور منجملہ فرائض کے ایک تبلیغ بھی ہے لہٰذا ترک تبلیغ کی صورت میں إِذَا اهْتَدَيْتُمْ والی شرط ہی نہیں پائی جارہی ہے پس حاصل اس کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ تبلیغ کے باوجود بھی اگر لوگ نہ مانیں تو پھر تمہارے حق میں کچھ ضرر نہیں ہے۔

آگے اس حدیث میں یہ ہے: فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ [2]، آپ ﷺ فرمارہے ہیں:

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢٧٢

[2] اس کو ماقبل سے مناسبت کیا ہے؟ اس کے بارے میں الكوكب الدري على جامع الترمذي (ج ٤ ص ١٢٩) میں یہ لکھا ہے کہ گویا یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ کیا سب لوگوں کی ایسی حالت بھی ہو سکتی ہے؟ تو اسکے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کیا تعجب کی بات ہے اسلئے کہ یہ زمانہ تو وہ زمانہ ہوگا جس میں دین پر قائم رہنا ایسا مشکل ہو جائے گا جیسے ہاتھ کی مٹی میں چنگاری، پس ایسی فضا اور ماحول میں تو جو بھی بدتر حالت پیش آئے وہ قرین قیاس ہے۔

بیشک تمہارے آگے ایسے دن آنے والے ہیں جن میں دین پر قائم رہنا آدمی کے لئے ایسا مشکل ہو گا جس طرح مٹھی میں چنگاری کا رکھنا اور اس زمانہ میں شریعت پر چلنے والے کے لئے پچاس آدمیوں کے اعمال کے برابر ثواب ہو گا ایسے پچاس جو اس جیسے عمل کرتے ہونگے۔

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: «أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ» [1]: یعنی ان پچاس آدمیوں سے کیا اسی زمانہ کے پچاس آدمی مراد ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم میں سے پچاس مراد ہیں۔

کیا غیر صحابی صحابی سے افضل ہو سکتا ہے؟ بذل [2] میں فتح الودود سے نقل کیا ہے کہ اس غیر صحابی کے عمل کے اجر کا صحابہ کے عمل پر پچاس گنا المضاعف ہونا صرف اس عمل کے اعتبار سے ہے جس کو اختیار کرنا آنے والے زمانہ میں انسان پر زیادہ شاق ہو گا نہ کہ مطلقا اھ لہذا حدیث سے یہ سمجھنا درست نہ ہو گا کہ غیر صحابی کا اجر کلاً صحابی کے اجر سے بڑھ سکتا ہے اھ۔ والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، قال الترمذي حسن غريب، قاله المنذري۔

٤٣٤٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ أَبِي حَازِمٍ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ» أَوْ «يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ زَمَانٌ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً، تَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ، قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ، وَأَمَانَاتُهُمْ، وَاخْتَلَفُوا، فَكَانُوا هَكَذَا» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَقَالُوا: وَكَيْفَ بِنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «تَأْخُذُونَ مَا تَعْرِفُونَ، وَتَذَرُونَ مَا تُنْكِرُونَ، وَتُقْبِلُونَ عَلَى أَمْرِ خَاصَّتِكُمْ، وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَامَّتِكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَكَذَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ».

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کی کیا حالت ہو گی جب وہ زمانہ ہو گا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا: عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ چھانے جائیں (یعنی جو اچھے اچھے لوگ ہیں وہ انتقال کر جائیں گے) جو کمینے لوگ ہیں وہ باقی رہ جائیں گے جن کے عہد وپیمان اور امانتیں گڈمڈ ہو جائیں گے (یہ فرما کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت ہم لوگ کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شریعت کے نیک کاموں کو اختیار کر لینا اور جو ناجائز ہوں اس کو چھوڑ دینا اور خاص اپنی فکر کرنا اور دوسروں

[1] یہ تو جمہور کے مسلک کے پیش نظر ہے اور بعض علماء جیسے ابن عبد البرؒ انہوں نے تو اس جیسی روایات سے استدلال کیا ہے کہ غیر صحابی، صحابی سے افضل ہو سکتا ہے، کذا فی ہامش البذل (ج ١٧ ص ٢٧٣)، اور مظاہر حق (جدید ج ٥ ص ٨٥٣ - ٨٥٤) میں مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ (جامع الترمذي كتاب الأمثال ٢٨٦٩) اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن عبد البرؒ کا یہ مسلک جو اوپر مذکور ہوا لکھا ہے، اور جمہور کا استدلال منجملہ دلائل کے اس حدیث سے بھی ہے خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ (سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ٤٦٥٧)۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٧٣

کی فکر چھوڑ دینا۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٦) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٢)

شرح الحدیث: **فتن کے زمانہ میں آدمی کو کیسے رہنا چاہیے؟** آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ کیا حال ہو گا تم لوگوں کا یعنی کیا کرو گے تم جب ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کو چھان دیا جائے گا گھٹیا اور کمینے لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جن کے معاملات اور امانات مخلوط اور گڈمڈ ہو جائیں گے، اور اس وقت آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں تشبک فرمائی کہ اس طرح خلط ہو جائیں گے اسپر صحابہؓ نے عرض کیا کہ پھر اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے یا رسول اللہ (ﷺ)؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو معروف اور نیک کام ہیں ان کو اختیار کرتے رہو اور جو ناجائز اور منکر ہیں ان کو ترک کرتے رہو اور بس اپنی فکر میں رہو عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سوال پر فرمایا الْزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ الخ، کہ گھر سے باہر نہ نکلو اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٣٤٣ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ أَبِي الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ ذَكَرَ الْفِتْنَةَ، فَقَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ، وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ، وَكَانُوا هَكَذَا» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذَلِكَ، جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: «الْزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ لوگوں کے عہد و پیمان ٹوٹ رہے ہیں اور امانتیں پامال ہو رہی ہیں اور ان لوگوں کی یہ حالت ہو جائے گی اور آپ ﷺ نے (یہ فرما کر) ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیا یہ بات سن کر میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: ایسے زمانہ میں میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے فتنے کے زمانے میں تم اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ اور زبان کو قابو رکھو اور شریعت کے نیک کاموں کو اختیار کر لو اور گناہ کو چھوڑ دو اور خاص اپنے آپ کی فکر کرو اور دوسروں کو فکر چھوڑ دو۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٦) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٣)

٤٣٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: افضل جہاد یہ ہے کہ انسان ظالم بادشاہ یا ظالم حکمران کے سامنے عدل وانصاف کی بات کہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦١/٣)

شرح الحدیث: یہ حدیث ترجمۃ الباب کے عین موافق ہے اسی لئے یہاں لائی گئی ہے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد اس لئے کہا گیا ہے کہ مجاہد کو جہاد مع الکفار میں دونوں احتمال ہوتے ہیں اپنے غالب ہونے کا بھی اور مغلوب ہونے کا بھی، اول کی امید اور ثانی کا خوف لیکن ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے میں اپنی ہلاکت ہی کا غلبہ ظن ہے لہٰذا یہ زیادہ مشکل کام ہوا، پس افضل بھی یہی ہوا۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٣٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ الْمَوْصِلِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ، عَنِ الْعُرْسِ ابْنِ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ، كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا - وَقَالَ مَرَّةً: «أَنْكَرَهَا» - كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا، كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا".

ترجمہ: حضرت عرسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جس نے وہ گناہ دیکھا اور اس نے اس گناہ کو ناپسند کیا (راوی نے فَكَرِهَهَا کے بجائے کبھی أَنْكَرَهَا کا جملہ ذکر کیا) تو اس شخص کو مثال ایسی ہے جیسے اس شخص نے گناہ کو نہیں دیکھا اور وہ وہاں موجود نہ تھا اور جس شخص نے وہ گناہ نہیں دیکھا لیکن وہ اس گناہ سے رضا مند ہے تو گویا اس شخص نے (گناہ) دیکھا ہے (اور اس جگہ موجود اور گناہ میں شریک ہے)۔

شرح الحدیث: یعنی جب کسی جگہ پر کوئی ناجائز اور حرام کام ہو رہا ہو تو جو شخص وہاں پہلے سے موجود ہے لیکن وہ اس کو برا سمجھتا ہے تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اس جگہ حاضر ہی نہ ہو اور اس کے برعکس جو شخص اس جگہ پر اپنے جسم کے اعتبار سے غیر موجود ہو لیکن اس ناجائز کام کو وہ پسند کرتا ہو تو وہ حکم میں اس شخص کے ہے جو اس جگہ پر موجود اور اس کام میں شریک ہو۔

٤٣٤٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ مُغِيرَةَ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: «مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا».

ترجمہ: عدی بن عدی نے اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح عرس نے روایت کیا ہے جس نے گناہ ہوتا ہوا دیکھا مگر اسے برا سمجھا تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے دیکھا ہی نہیں۔

٤٣٤٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَهَذَا لَفْظُهُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَنْ يَهْلِكَ النَّاسُ حَتَّى يَعْذِرُوا، أَوْ يُعْذِرُوا مِنْ أَنْفُسِهِمْ [1]».

ترجمہ: سلیمان بن حرب حضرت ابو بختری مروی ہے کہ مجھے صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی نے بتایا جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ سلیمان استاد نے کہا کہ مجھ سے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ ارشاد فرمایا: لوگ ہر گز ہلاک نہیں ہوں گے جب تک کہ لوگ گناہ کرتے کرتے اپنے لئے کوئی عذر نہ چھوڑیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٢٦٠)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان کے عیوب اور معاصی غالب نہ ہو جائیں اسمیں دونوں لغت ہیں اعذر باب افعال سے اور عذر یعذر مجرد سے۔

یہ تو اس کے حاصل معنی ہیں اور دراصل یہ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا [2] کے قبیل سے ہے اور اس کی نظیر وہ ہے جو آخر کتاب میں باب فی الخلفاء میں آرہی ہے حجاج کے کلام میں وَيَا عَذِيرِي مِنْ عَبْدِ هُذَيْلٍ [3] یعنی اگر میں نے اسکے بعد آپ سے کچھ سوال کیا تو پھر آپ مجھ کو اپنے ساتھ مت رکھنا گویا اس صورت میں آپ کے پاس مجھ کو ساتھ نہ رکھنے کا معقول عذر ہو گا اسی طرح یہاں بھی ہے کہ لوگ اس وقت تک ہلاک نہ ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جب تک کہ ان کے معاصی غالب نہ ہو جائیں، البتہ جب ان کے معاصی غالب ہو جائیں گے اور حد سے بڑھ جائیں گے تب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں گے اور گویا لوگوں کی یہ حالت اللہ تعالیٰ کیلئے انکو عذاب دینے کا ایک معقول عذر ہو گا۔

١٨ - بَابُ قِيَامِ السَّاعَةِ

قیامت قائم ہونے کا بیان

یہ کتاب الفتن کا آخری باب ہے، تمام فتن کی انتہاء قیام ساعت ہی ہے۔

٤٣٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ، فَقَالَ: «أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ [4] عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ». قَالَ

---

[1] وفي النهاية وفيه الحديث لن يهلك الناس حتى يعذروا من انفسهم يقال اعذر فلان من نفسه اذا امكن منها. يعني انهم لا يهلكون حتى تكثر ذنوبهم وعيوبهم فيستوجبون العقوبة ويكون لمن يعذبهم عذر كأنهم قاموا بعذره في ذلك، ويروى بفتح الياء من عذرته وهو بمعناه، وحقيقة عذرت محوت الاساءة وطمستها۔ تنبیہ: خطابی اور بذل کے نسخہ میں لمن یعذبهم مصحف ہو کر لمن بعدهم بن گیا ہے، فلیتنبه۔

[2] کہا اگر تجھ سے پوچھیں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام (سورۃ الکهف ٧٦)

[3] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في الخلفاء ٤٦٤٣

[4] بسط الكلام عليه ابن قتيبة في 'التأويل'. وقال المراد أي منكم، وأجاب العيني بان المراد من أمته، وبسطه الحافظ، والنووي أيضا

ابْنُ عُمَرَ: فَوَهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تِلْكَ فِيمَا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَإِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ»، يُرِيدُ بِأَنْ يَنْخَرِمَ ذَلِكَ الْقَرْنُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں ایک رات عشاء کی نماز ادا فرمائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا: تم لوگوں نے اس رات کو دیکھا ہے؟ تو صحابہؓ نے کہا: جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایک سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ بات سن کر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ یہ تو ایسی احادیث نقل کرتے ہیں (کہ سو سال میں قیامت آجائے گی) حالانکہ آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا زمین پر آج کے دن جس قدر لوگ ہیں ان میں سے کوئی شخص سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا مطلب یہ تھا کہ یہ صدی گزر جائے اور موجودہ نسل ختم ہوجائیگی اور دوسری صدی شروع ہوگی۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٦) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٣٩) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٣٧) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٥١) سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٤٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٨٨)

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اپنی آخر حیات میں نماز کے سلام کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم اپنی اس رات کو دیکھ رہے ہو؟ شرح میں لکھا ہے کہ اسکا جواب محذوف ہے تقدیرہ: قالوا نعم، قال فاضبطوھا یعنی اس مقام سے صحابہؓ کا یہ جواب سمجھ میں آرہا ہے اور مقام ہی سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا پھر اس کو ذہن میں رکھو اور وہ یہ کہ اس رات کے سو سال کے بعد جتنے لوگ اس وقت روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بارے میں اور اس سو سال کے مطلب میں رائے زنی کرنے لگے یعنی یہ سمجھے کہ شاید مراد یہ ہے کہ اس رات سے لے کر سو سال کے اندر قیامت آجائے گی وہ فرماتے ہیں: حالانکہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اس وقت جتنے لوگ زمین پر موجود ہیں ان میں سے کوئی سو سال کے بعد باقی نہ رہے گا، نہ یہ کہ کوئی بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقصد اس ارشاد سے لوگوں کو نصیحت کرنا ہے اور ان کو خبر دینا ہے اس امت کی عمروں کے کم ہونے کی اور یہ کہ ان کی عمریں گذشتہ امتوں کی طرح طویل نہیں ہیں تاکہ وہ عبادت کے اندر کوشش کریں اھ میں کہتا ہوں کہ آپ کی نصیحت صرف صحابہ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ نصیحت عام ہے اور دائمی ہے تقریباً ہر زمانہ کے لوگوں کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے اب سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہیں رہے گا یہ بات ہر زمانہ کے لوگوں پر صادق آتی ہے لہٰذا ہر زمانہ کے لوگوں کو آپ کے اس ارشاد سے موعظت وعبرت حاصل کرنی چاہیے۔

صحابہ میں سب سے اخیر میں وفات حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ کی ہوئی ہے ایک قول ان کی وفات کے بارے میں

۱۰۰ھ کا ہے اور دوسرا قول ۱۱۰ھ کا اور دونوں صورتوں میں آپ ﷺ کے قول کی صداقت ظاہر ہے کیونکہ آپ نے یہ بات اپنی عمر شریف کے آخر میں فرمائی تھی، حاشیۂ بذل میں سیوطی کی تدریب سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی وفات کے سو سال بعد صحبت یعنی اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ ناقابل قبول ہوگا اھ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں واخرج احمد فی مسندہ (ج ۳ ص ۳۲۶) انہ قال ذلك قبل الموت بشهر اھ [1]۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۴۳۴۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَنْ يُعْجِزَ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ [2]».

ترجمہ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن سے کم محروم نہیں کرے گا، آدھے دن سے مراد قیامت کے دن کا آدھا دن (پانچ سو سال) ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الملاحم (۴۳۴۹) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۹۳/۴)

شرح الحدیث آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو محروم نہیں کریں گے نصف یوم سے یعنی کم از کم نصف یوم تک یہ میری امت باقی رہے گی اس کے بعد قیامت آئے گی اس نصف یوم سے پانچ سو سال مراد ہے جیسا کہ بعد والی حدیث میں آرہا ہے آخرت کا دن مراد ہے جو ایک ہزار سال کے برابر ہوگا، قال اللہ تعالیٰ: وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ (سورة الحج ۴۷) [3]۔

۴۳۵۰- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تَعْجِزَ أُمَّتِي عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ»، قِيلَ لِسَعْدٍ: وَكَمْ نِصْفُ ذَلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: «خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ».

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۲۷۹

[2] وفي هامش البذل (ج ۱۷ ص ۲۸۱): وكذب ابن حزم في الملل والنحل ج ۲ ص ۱۰۵ لمن عين للدنيا عمرا. وفي الدر المنثور ۲ ر ۵ من مجموع المقطعات ما يدل على ان عمرها ۱۷۰۴ سنة.

[3] ذكر القاري تحت حديث ابن ماجه الآيات بعد المائتين. احتمالا انها بعد الالف اھ راجع إلى الأصل لو شئت. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ۱۰ ص ۱۰۰، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ۲۸۲)۔

قدر عاجز نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو نصف دن کی مہلت نہ بخشے۔ حضرت سعدؓ سے لوگوں نے کہا کہ نصف روز کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے جواب دیا پانچ سو سال۔

تخریج سنن أبي داود - الملاحم (٤٣٥٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٠)

آخر كِتَابُ الْمَلَاحِمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحُدُودِ

حدود کا بیان

حدود حد کی جمع ہے اور حد کہتے ہیں اس شی کو جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور انکے اختلاط سے مانع ہو، حدود شرعیہ کو حدود اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مانع ہوتی ہیں فاعل کیلئے دوبارہ ارتکاب سے اور دوسرے شخص کیلئے بھی انزجار کا باعث ہوتی ہیں، وفی الهداية: الحد لغة هو المنع ومنه: الحداد للبواب وفي الشريعة: هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالى حتى لا يسمى القصاص حدا لأنه حق العبد ولا التعزير لعدم التقدير یعنی حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو حق اللہ ہے اسی لئے اس کو قائم کرنا ضروری ہے عفو اس میں جائز نہیں بخلاف قصاص کہ وہ حق العبد ہے اسی لئے صاحب حق (ولی مقتول) کو اس کے معاف کرنے کا حق ہے لہٰذا اس کو حد نہیں کہا جائے گا اور نہ تعزیر کو عدم تقدیر وعدم تعیین کی وجہ سے پھر آگے اس میں یہ ہے: والمقصد الأصلي من شرعه الانزجار عما يتضرر به العباد والطهارة ليست أصلية فيه بدليل شرعه في حق الكافر [1] یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حدود زاجرات ہیں نہ کہ مکفرات جو مشہور اختلافی مسئلہ ہے امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ نے تو اس پر مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْحُدُودَ كَفَّارَةٌ لِأَهْلِهَا اسی لئے ہمارے یہاں باوجود حد جاری ہونے کے توبہ کا وجود رہتا ہے صاحب ہدایہ نے اس کی دلیل یہ بیان کی کہ دیکھئے حدود کافر کے حق میں بھی مشروع ہیں اور ظاہر ہے کہ کافر کے حق میں طہارت نہیں پائی جاتی قال الراغب [2]: وتطلق الحدود، ويراد بها نفس المعاصي كما في قوله تعالى: تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا [3]۔

١ - بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنِ ارْتَدَّ

جو شخص مرتد ہو جائے

٤٣٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا، عَلَيْهِ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدی۔ ج ٤ ص ٧٧۔ ٧٨

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك۔ ج ١٥ ص ٤٣

[3] یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ (سورة البقرة ١٨٧)

السَّلَام أَحْرَقَ نَاسًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ لِأُحْرِقَهُمْ بِالنَّارِ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ»، وَكُنْتُ قَاتِلَهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ: وَيْحَ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے لوگوں کو جو مرتد ہو گئے تھے جلوا دیا تھا۔ ابن عباسؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا (اگر میں اس وقت موجود ہوتا) تو ان لوگوں کو آگ سے نہ جلاتا کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص عذاب سے تم عذاب نہ دو بلکہ میں ان دین سے پھر جانے والوں کو فرمان نبوی کے مطابق قتل کر ڈالتا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لے تو اس کو اقتل کر دو پھر جب ابن عباسؓ کی اس گفتگو کی اطلاع علیؓ کو ملی تو انہوں نے فرمایا بہت خوب اے ابن عباس! (یعنی علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی رائے کو پسند فرمایا یا یہ ترجمہ ہوگا ابن عباس کیلئے ہلاکت ہو [1])۔

تخریج: صحيح البخاري-الجهاد والسير (٢٨٥٤) صحيح البخاري-استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٤) جامع الترمذي-الحدود (١٤٥٨) سنن النسائي-تحريم الدم (٤٠٥٩) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٥١) سنن ابن ماجه-الحدود (٢٥٣٥) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢١٧/١)

شرح الحدیث: یعنی حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو جو مرتد عن الاسلام ہو گئے تھے احراق بالنار آگ میں جلانے کی سزا دی حضرت ابن عباسؓ کو جب یہ خبر پہنچی جو اس وقت امیر بصرہ تھے حضرت علیؓ کی جانب سے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا ان کی جگہ تو میں ان کو تحریق کی سزا نہ دیتا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ، بلکہ میں ان کو قتل کی سزا دیتا اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ جو مرتد ہو جائے اس کو قتل کیا جائے جب حضرت علیؓ کو ابن عباسؓ کا یہ قول پہنچا تو انہوں نے فرمایا وَيْحَ ابْنِ عَبَّاسٍ کہ ابن عباسؓ نے کیسی عمدہ بات فرمائی چنانچہ ترمذی کی روایت میں بجائے وَيْحَ کے صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، اکثر اہل علم کی رائے یہی ہے کما قال القاری لفظ وَيْحَ اظہار پسندیدگی اور مدح کیلئے آتا ہے اور دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ یہ کلمہ ترحم ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب یہ کہا جائے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کے اعتراض کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ یہ نہی تنزیہ کیلئے تھی بخلاف حضرت ابن عباسؓ کے کہ انہوں نے اسکو تحریم پر محمول کر کے حضرت علیؓ پر نکیر فرمائی۔

ہمارے نسخہ میں تو اسی طرح ہے وَيْحَ ابْنِ عَبَّاسٍ اور ایک نسخہ میں ہے وَيْحَ ام ابْنِ عَبَّاسٍ لفظ ام کی زیادتی کے ساتھ اور ایک تیسرے نسخہ میں ہے بن أُمِّ عَبَّاسٍ قال صاحب العون والظاهر أنه سهو من الكاتب [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢٨٥

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٢ ص ٤

قتل مرتد ومرتده میں اختلاف ائمہ: امام ترمذیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ فِي المُرْتَدِّ، وَاخْتَلَفُوا فِي المَرْأَةِ إِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الإِسْلَامِ. فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ: تُقْتَلُ، وَهُوَ قَوْلُ الأَوْزَاعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ: تُحْبَسُ وَلَا تُقْتَلُ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الكُوفَةِ[1] یعنی مرتد اگر مرد ہے تو اسکے بارے میں تو اتفاق ہے کہ اسکی سزا قتل ہے آیا قبل الاستتابہ ام بعدہ؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جمہور استتابۃ کے قائل ہیں اور حسن بصری اور اہل ظاہر کے نزدیک اس کا قتل فی الحال واجب ہے قبل الاستتابۃ، اب یہ کہ استتابہ جس کے جمہور قائل ہیں وہ بطریق وجوب ہے یا بطریق استحباب؟ مالکیہ کے یہاں معروف وجوب ہے اور حنفیہ کے یہاں استحباب، کذا فی اللامع، اور شافعیہ وحنابلہ کے یہاں دونوں روایت ہیں وجوب واستحباب (تراجم بخاری) اور مرتدہ کے بارے میں اختلاف ہے ائمہ ثلاث کے نزدیک۔ کما فی اللامع عن الموفق۔ مرد وعورت کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں دونوں کا حکم قتل ہی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: تجبر علی الاسلام بالحبس والضرب ولا تقتل لقولہ ﷺ لا تقتلوا امرأۃ، ولانها لا تقتل بالکفر الاصلی فلا تقتل بالطارئ کالصبی اھ[2] یعنی کافرہ حربیہ کے بارے میں جب یہ ہے کہ اسکو قتل نہیں کیا جاتا جس کا کفر اصلی ہے اسی طرح مرتدہ کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا جس کا کفر طاری ہے ایسے ہی حنفیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے نساء بنو حنیفہ کا استرقاق فرمایا تھا اور ان کو قتل نہیں کیا تھا، چنانچہ ان ہی میں سے ایک عورت انہوں نے حضرت علیؓ کو دی تھی جس سے محمد ابن الحنفیہ پیدا ہوئے (لامع) والحدیث اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجہ مختصراً ومطولاً، قالہ المنذری۔

۴۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ المُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ".

ترجمہ: عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال نہیں خون اس مسلمان کو جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کو لائق نہیں اور (اس بات کی شہادت دیتا ہو) کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے تین حالتوں کے: ① ایک تو شادی شدہ زنا کرنے والا ② دوسرے جان کے بدلے جان ③ تیسرے مرتد شخص کو جس نے دین اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔

تخریج: صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٤) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٦) جامع الترمذي - الديات

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الحدود - باب ما جاء فی المرتد ۱۴۵۸

[2] المغنی لابن قدامۃ - ج ۱۰ ص ۷۴

(١٤٠٢) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠١٦) سنن النسائي - القسامة (٤٧٢١) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٥٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٣٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٢/١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨١/٦) سنن الدارمي - الحدود (٢٢٩٨) سنن الدارمي - السير (٢٤٤٧)

شرح الحديث: یعنی مسلمانوں کا خون تین وجہ سے حلال ہو سکتا ہے ایک زنا بعد الحصان، کہ محصن ہونے کے باوجود زنا کرے اور دوسرے قصاص میں تیسرے ارتداد کی وجہ سے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٣٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ، فَإِنَّهُ يُرْجَمُ، وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا لِلهِ وَرَسُولِهِ، فَإِنَّهُ يُقْتَلُ، أَوْ يُصْلَبُ، أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ، أَوْ يَقْتُلُ نَفْسًا، فَيُقْتَلُ بِهَا".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا قتل جائز نہیں جو کہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اسکے پیغمبر ہیں مگر تین باتوں میں سے ایک کی وجہ سے: ① وہ شخص محصن ہو پھر بھی زنا کرے ② وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے نکلے تو وہ شخص قتل کیا جائے یا اس شخص کو سولی دی جائے یا جلاوطن کیا جائے گا ③ تیسرے وہ شخص جو کسی کو قتل کرے تو اس قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

تخریج: سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠١٦) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠١٧) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٤٨) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٥٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٨/٦)

شرح الحديث: اس حدیث میں بھی تین ہی کا ذکر ہے ایک زنا بعد الاحصان، دوسرا رجل محارب، تیسرا قاتل نفس یعنی قصاص اس حدیث میں بجائے تارک لدینہ کے رجل محارب مذکور ہے۔

آگے کتاب میں اس کا مستقل باب آرہا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحَارَبَةِ لہٰذا اس پر کلام وہیں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٤٣٥٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي، وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي، فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ، فَقَالَ: «مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى» - أَوْ «يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ؟» - قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ

الْعَمَلَ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ، قَالَ: «لَنْ نَسْتَعْمِلَ - أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ - عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ، وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى - أَوْ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ -»، فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ مُعَاذٌ، قَالَ: انْزِلْ، وَأَلْقَى لَهُ وِسَادَةً، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ، قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: هَذَا كَانَ يَهُودِيًّا، فَأَسْلَمَ، ثُمَّ رَاجَعَ دِينَهُ دِينَ السُّوءِ، قَالَ: لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ، قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: اجْلِسْ نَعَمْ، قَالَ: لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ، ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: أَحَدُهُمَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُومُ، أَوْ أَقُومُ وَأَنَامُ، وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي.

ترجمہ: ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور میرے ہمراہ اور دوسرے دو اشعری قبیلہ کے شخص تھے ان میں سے ایک میری دائیں جانب جبکہ دوسرا میری بائیں طرف تھا، دونوں نے آپ سے عامل کا منصب طلب کرنا چاہا آپ خاموش رہے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ! یا فرمایا: اے عبد اللہ بن قیس! تم اس سلسلہ میں کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ان دونوں نے مجھے اپنے دل کی بات سے مطلع نہیں کیا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ عامل بننے کا مطالبہ کریں گے گویا میں اس وقت آپ ﷺ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں جو آپ ﷺ کے ہونٹ کے نیچے تھی اور ہونٹ اوپر کو اُٹھا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اپنے کاموں پر اس شخص کو عامل (گورنر) نہیں بناتے جو ان (عہدوں کی) خواہش کرے لیکن اے ابو موسیٰ! یا عبد اللہ بن قیس! تم جاؤ (عبد اللہ بن قیس حضرت ابو موسیٰ کا نام ہے) پھر آپ نے ابو موسیٰ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبلؓ کو روانہ فرمایا۔ جب حضرت معاذ حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت معاذؓ سے کہا: اترو اور ان کیلئے ایک تکیہ رکھا۔ معاذؓ نے دیکھا کہ ایک شخص بندھا ہوا ہے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا: یہ یہودی شخص تھا۔ اسکے بعد اس نے اسلام قبول کیا تھا اب اپنے بُرے دین کی طرف چلا گیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا: میں نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق قتل نہ کیا جائے تین مرتبہ یہی فرمایا اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر ابو موسیٰؓ اور حضرت معاذؓ دونوں نے رات کو جاگنے کے بارے میں بیان کیا تو ان دونوں میں سے کسی نے یہ کہا کہ شاید وہ کہنے والے حضرت معاذؓ تھے کہ میں تورات میں بھی سوتا ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں یا (کہا) عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور مجھے توقع ہے کہ مجھ کو سونے میں بھی اسی قدر اجر ملے گا جتنا کہ عبادت کرنے میں اجر ملتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة (٢١٤٢) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٣٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٧٣٣) سنن النسائي - الطهارة (٤) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٣٨٢) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٥٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٣/٤)

شرح الحدیث: ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں جارہا تھا، میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور ہو گئے میرے دائیں بائیں، آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچنے کے بعد ان دونوں نے آپ ﷺ سے عمل طلب کیا یعنی یہ کہ ان کو کسی جگہ کا عامل بنادیا جائے، آپ ﷺ ان کے سوال پر خاموش رہے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تم کیا کہتے ہو، بظاہر مطلب یہ ہے کہ کیا تم ان کی سفارش کیلئے آئے جیسا کہ صورت حال سے مترشح ہوتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بخدا مجھ سے ان دونوں نے اپنی غرض بیان نہیں کی تھی اور نہ خود میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ اس لئے آئے ہیں، آپ ﷺ نے میرا جواب سن کر فرمایا: لَنْ نَسْتَعْمِلَ - أَوْلَا نَسْتَعْمِلُ - عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ کہ ہم کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بناتے جو اس کا طالب اور خواہشمند ہوتا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے: وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ، حضرت ابو موسیٰ ؓ فرمارہے ہیں کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس وقت آپ ﷺ مسواک فرمارہے تھے اور مسواک آپ ﷺ کے ہونٹ کے نیچے تھی جس کی وجہ سے ہونٹ اوپر کو ابھر رہا تھا، گویا یہ منظر اس وقت میرے سامنے ہے، اور بذل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ یہ آپ کے ہونٹ کا ابھرنا مسواک کرنے سے رک جانے کی وجہ سے تھا تأسفًا على سوالهما [1] یعنی چونکہ آپ کو ان دونوں شخصوں کا سوال ناگوار گذرا تھا تو اس افسوس میں مسواک ہونٹ کے نیچے دبائے ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث کا یہ ٹکڑا مختصراً کتاب القضاء باب فی طلب القضاء میں گذر چکا، اور اس سے پہلے کتاب الطہارۃ باب کَيْفَ يَسْتَاكُ میں گذرا ہے، اس جگہ کے لفظ یہ ہیں وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ [2]، اور وہاں اس کے بارے میں ایک اور اختلاف روایات بھی گذرا ہے، استحمال اور استعمال الگ الگ دو واقعے ہیں، فارجع الیہ۔

آگے حدیث میں ہے آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے فرمایا وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى، فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ۔ ابو موسیٰ ؓ کے ساتھیوں نے تو چونکہ عمل طلب کیا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کو انکار فرمادیا اور ابو موسیٰ ؓ چونکہ اس کے خواہاں بالکل نہ تھے بلکہ اپنے ساتھیوں کے طلب عمل سے بھی گھبرائے تھے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے اہل ہو تم کو ہم عامل بنا کر بھیجتے ہیں، اور پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل ؓ کو بھی آپ ﷺ نے بھیجا۔

یہ بعث معاذ ؓ کی روایت کتاب الزکوۃ میں بھی گذر چکی ہے اور وہاں پر یہ بھی اختلاف گذرا ہے کہ حضرت معاذ ؓ کو آپ ﷺ نے والی بنا کر بھیجا تھا یا قاضی، لیکن بہر حال آپ ﷺ نے ان دونوں کو الگ الگ مستقل عمل کیلئے بھیجا تھا، چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کما فی العون أَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا كَانَ عَلَى عَمَلٍ مُسْتَقِلٍّ [3] یعنی دونوں کے علاقے الگ الگ تھے اور یہ بھی آتا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۲۹۲
[2] سنن أبي داود — كتاب الطهارة — باب كيف يستاك ۴۹
[3] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ۱۲ ص ۸

ہے روایت میں کہ جب وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے تو آپس میں ایک دوسرے کے پاس جاکر ملاقات کیا کرتے تھے۔

قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ مُعَاذٌ، قَالَ: انْزِلْ، وَأَلْقَى لَهُ وِسَادَةً، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ الخ: یعنی حضرت معاذؓ شروع میں جب یمن پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس جاکر اترے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کو دیکھ کر ان کیلئے تکیہ منگا کر رکھا حضرت معاذؓ نے ان کے پاس ایک قیدی کو جکڑا ہوا دیکھا تو انہوں نے سواری سے اترنے سے پہلے پوچھا کہ یہ کون ہے ابو موسیٰؓ نے بتایا کہ یہ یہودی تھا اور اسلام لے آیا تھا پھر مرتد ہو گیا تو حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نہیں بیٹھوں گا جب تک تم اس پر حد نہیں جاری کر دو گے یعنی قتل جو کہ اللہ رسول کا فیصلہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ اجی آپ بیٹھئے تو سہی یہ کام بھی ابھی کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ تم اس کو قتل نہ کرادو مطلب یہ ہے کہ آپؓ میرے اعزاز واکرام کی فکر نہ کریں جو کام زیادہ ضروری اور اہم ہے یعنی حدود اللہ کی تنفیذ اس کو پہلے کیجئے، چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کرادیا (پھر اس کے بعد وہ اطمینان سے ان کے پاس بیٹھے) ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ، یعنی آپس میں بات چیت کرتے رہے اور اس گفتگو کے دوران تہجد اور قیام لیل کا بھی ذکر آیا، یہاں روایت میں یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میرا معمول تورات میں سونے اور آرام کرنے کا بھی ہے اور نماز پڑھنے کا بھی ہے، وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي، اور میں تو اللہ تعالیٰ سے اپنے سونے میں بھی اسی ثواب کی امید رکھتا ہوں جس کی امید قیام الیل میں رکھتا ہوں، اس روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا حال مذکور نہیں کہ وہ رات میں کیا کیا کرتے تھے، سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مبالغہ فی العبادۃ کرتے ہوں گے اسی لئے حضرت معاذؓ نے اسکے بالمقابل اپنا معمول بیان کیا، چنانچہ حافظ لکھتے ہیں: ووقع في رواية سعيد بن أبي بردة فقال أبو موسى أقرؤه قائما وقاعدا وعلى راحلتي. أتفوقه بفاء وقاف بينهما واو ثقيلة أي ألازم قراءته في جميع الأحوال [1]، یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں تو ہر حال میں تلاوت قرآن ہی کرتا رہتا ہوں۔ اور ان کی قراءت ہے بھی بہت مشہور نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ انکی قرأت سن کر فرمایا تھا: أُعْطِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ [2]، اس حدیث سے معلوم ہوا حد ثابت ہونے کے بعد اس کی تنفیذ میں دیر نہ کرنی چاہئے۔

والحديث فيه إكرام الضيف والمبادرة إلى إنكار المنكر وإقامة الحد على من وجب عليه وأن المباحات يؤجر عليها بالنية إذا صارت وسائل للمقاصد الواجبة أو المندوبة أو تكميلا لشيء منهما اه [3]۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۲ ص ۲۷۵

[2] جامع الترمذي – كتاب المناقب – باب مناقب أبي موسى الأشعري ۳۸۵۵

[3] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ۱۲ ص ۱۰

٤٣٥٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحِمَّانِيُّ، يَعْنِي عَبْدَ الْحَمِيدِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، وَبُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَدِمَ عَلَيَّ مُعَاذٌ، وَأَنَا بِالْيَمَنِ، وَرَجُلٌ كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَلَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ، قَالَ: «لَا أَنْزِلُ عَنْ دَابَّتِي حَتَّى يُقْتَلَ» . فَقُتِلَ، قَالَ أَحَدُهُمَا: وَكَانَ قَدِ اسْتُتِيبَ قَبْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس معاذ بن جبلؓ آئے اور میں ملک یمن میں تھا وہاں پر ایک یہودی شخص تھا جو کہ مسلمان ہونے کے بعد بے دین بن گیا تھا جب معاذ آئے تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے جانور (یعنی سواری) سے نیچے نہیں اتروں گا جب تک کہ یہ شخص قتل نہ کیا جائے پھر وہ شخص قتل کر دیا گیا طلحہ بن یحییٰ یا برید بن عبد اللہ میں سے کسی ایک نے کہا کہ اس کو قتل کرنے سے پہلے ابو موسیٰ اشعریؓ نے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہونے کا موقع دیا تھا لیکن اسنے ارتداد سے توبہ نہیں کی۔ (حکم یہی ہے کہ مرتد کو قتل کرنے سے پہلے توبہ کرنے کیلئے کہا جائے اگر وہ تائب ہو جائے تو فبہا ورنہ ارتداد کے جرم میں قتل کر دیا جائے)۔

شرح الحدیث: گذشتہ روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس رجل موثق کا قتل قبل الاستتابۃ کر دیا گیا تھا، اس روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ایسا نہیں بلکہ اس سے پہلے اس سے استتابۃ کرائی گئی تھی، اور اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے قَالَ: فَأُتِيَ أَبُو مُوسَى بِرَجُلٍ قَدِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَاهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا۔

استتابۃ کے بارے میں روایات مختلف ہیں جیسا کہ آگے مصنفؒ خود فرما رہے ہیں۔ حديث عبد الملك اخرجه البخاري مرسلا، وطريق ابن فضيل اخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

٤٣٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَأُتِيَ أَبُو مُوسَى بِرَجُلٍ قَدِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَاهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَدَعَاهُ، فَأَبَى، فَضُرِبَ عُنُقُهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، لَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِتَابَةَ، وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الِاسْتِتَابَةَ.

ترجمہ: ابو بردہؓ سے یہی حدیث روایت ہے (البتہ) اس روایت میں اس طرح ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا کہ جو مرتد ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس شخص سے اسلام قبول کرنے کیلئے تقریباً بیس رات تک کہا پھر معاذ بن جبلؓ آئے انہوں نے اس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے انکار کر دیا تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو عبد الملک نے ابو بردہؓ سے بغیر توبہ کرانے کے تذکرہ کے روایت کیا ہے اور ابن فضل نے اس روایت کو شیبانی سے سعید بن بردہ کے واسطے سے عن ابی بردہ عن ابی موسیٰ سے استغفار کرانے کے تذکرہ کے بغیر روایت کیا ہے۔

٤٣٥٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَلَمْ يَنْزِلْ حَتَّى ضُرِبَ عُنُقُهُ وَمَا اسْتَتَابَهُ.

ترجمہ: قاسم سے یہی حدیث روایت ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے کہ معاذؓ سواری سے نیچے نہیں اترے یہاں تک کہ اس شخص کی گردن اڑادی گئی اور حضرت معاذؓ سے اسے توبہ کر کے اسلام لانے کی دعوت نہیں (کیونکہ ابو موسیٰ یہ موقع دے چکے تھے [1])۔

٤٣٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ، فَلَحِقَ بِالْكُفَّارِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْتَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَاسْتَجَارَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَأَجَارَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سعد بن سرح آنحضرت ﷺ کے کاتب وحی تھے اس کو شیطان نے بہکا دیا۔ پھر کفار میں شامل ہو گیا فتح مکہ کے دن حضرت رسول کریم ﷺ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا پھر ان کیلئے حضرت عثمان بن عفانؓ نے ان کے لئے پناہ مانگی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو پناہ دے دی۔

تخریج: سنن النسائي-تحريم الدم (٤٠٦٩) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٥٨).

شرح الحدیث: یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو کہ حضرت عثمان غنیؓ کا رضاعی بھائی تھا آپ ﷺ کے کاتبین میں سے تھا آپ ﷺ اس سے لکھوایا کرتے تھے، شیطان نے اسکو لغزش میں مبتلا کر دیا پھر وہ کفار کیساتھ جاملا، فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا لیکن وہ بھاگ کر حضرت عثمانؓ کی پناہ میں چلا گیا، آپ ﷺ نے انکے اس امن کو قائم رکھا۔ یہ روایت مختصر ہے اسکے بعد والی روایت میں تفصیل مذکور ہے اور وہ تفصیل کتاب الجہاد میں بھی گذر چکی ہے بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ کے ذیل میں اور وہاں اس روایت کا بھی جو یہاں آئی ہے حوالہ دیا گیا ہے، اور اشکال وجواب بھی جو اس مقام پر ہوتا ہے یہاں پر بذل میں حضرت نے اس کے بارے میں تحریر فرمایا ہے قال في فتح الودود: وفيه أن التوبة عن الكفر في حياته صلى الله عليه وسلم: كانت موقوفة على رضاه صلى الله عليه وسلم، اتنی بات ہمارے یہاں کتاب الجہاد میں گذر چکی علامہ سندیؒ سے، یہاں بذل میں حضرت نے اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے: قلت لعله مخصوص بمن أمر صلى الله عليه وسلم بإهدار دمه قبل ذلك [2]، یعنی علامہ سندیؒ نے جو یہ فرمایا کہ حضور ﷺ کی حیات میں توبہ عن الکفر کا معتبر ہونا موقوف تھا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٧ ص ٢٩٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٧ ص ٢٩٧

حضور ﷺ کی رضامندی پر حضرت فرمارہے ہیں کہ ایسا مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس کو حضور ﷺ نے مہدر الدم قرار دیدیا ہو، جیساکہ یہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ ہوا۔

اوپر حدیث میں یہ آیا ہے، ابن ابی سرح کے بارے میں فَأَزَلَّهُ الشَّيطان ہو سکتا ہے یہ زلۃ وہی ہو جو اسکے ترجمہ میں أسد الغابة[1] میں اس کے حالات میں مذکور ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ حضور ﷺ کیلیے وحی لکھا کرتا تھا، پھر مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ مل گیا اور قریش مکہ کے پاس چلا گیا اور ان سے جاکر یہ کہا إني كنت أصرف محمدا حيث أريد کہ میں محمد (ﷺ) کا رخ جدھر کو چاہتا پھیر دیا کرتا تھا، وہ مجھ سے املاء کراتے تھے "عزيز حكيم "فأقول:" أو عليم حكيم "؟فيقول: "نعم كل صواب"، یعنی آپ ﷺ مجھ سے فرماتے عزیز حکیم، لکھنے کو اس پر میں کہتا کہ کیا اس کے بجائے علیم حکیم لکھ دوں؟ تو وہ کہتے ہاں لکھ دو دونوں برابر ہیں۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٣٥٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ، اخْتَبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَجَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا، كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى، فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: «أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ، فَيَقْتُلُهُ؟» فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ، أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ؟ قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ».

ترجمہ: مصعب بن سعد، سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن فتح مکہ ہوا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عثمان بن عفانؓ کے پاس جاکر روپوش ہو گیا۔ عثمانؓ اس کو خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئے۔ یہاں تک کہ اسکو حضرت نبی ﷺ کے روبرو کھڑا کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! عبداللہ کو بیعت فرمالیجئے آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور آپ نے تین مرتبہ اسکی طرف دیکھا اور ہر دفعہ اسکو بیعت کرنے سے انکار فرمایا تین مرتبہ انکار فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اس کو بیعت فرمالیا اسکے بعد آپ ﷺ ضرات صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم لوگوں میں سے کوئی عقلمند شخص نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں نے اس سے بیعت نہیں لی تو (وہ شخص) کھڑا ہوتا اور اس کو قتل کر دیتا۔ ان حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ آپ ﷺ کے قلب مبارک کے حال نہیں جانتے تھے آپ ﷺ نے اپنی آنکھ سے (اسکو قتل کرنے کا) اشارہ کیوں نہ فرمایا تو ہم لوگ ضرور اسکو قتل کر ڈالتے۔ آپ ﷺ نے (یہ سنکر) ارشاد فرمایا یہ بات نبی کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کنکھیوں سے مخفی اشارہ کرے۔

[1] أسد الغابة في معرفة الصحابة — ج ٣ ص ٢٦٠ (دار الكتب العلمية)

تخريج: سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٦٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٥٩)

٤٣٦٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ إِلَى الشِّرْكِ، فَقَدْ حَلَّ دَمُهُ».

ترجمہ: حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب غلام اپنے آقا سے شرک وکفر کی طرف بھاگ جائے (مرتد ہو جائے) تو اس کا خون (قتل) جائز ہو گیا۔

تخريج: صحيح مسلم - الإيمان (٦٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٤٩) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٦٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٥/٤)

٢ - بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گستاخ رسول کی سزا کے بیان میں [1]

یعنی جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کرے اسکے حکم کے بیان میں۔

٤٣٦١ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: «أَنْشُدُ اللهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ». فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ».

ترجمہ: عکرمہؓ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ ایک نابینا شخص کی ایک اُم ولد (باندی) تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائیاں کرتی۔ وہ نابینا شخص اس کو اس بات سے روکتا۔ لیکن وہ باندی (اپنی حرکت سے) باز نہ آتی اور وہ نابینا شخص اس کو ڈانٹتا لیکن وہ کسی طرح نہ مانتی ایک رات (اس باندی نے حسب معمول) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] واختلف في قبول توبة ساب النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم كما في رسائل ابن عابدين ج ١ ص ١٤ وله في ذلك رسالة مستقلة ص ٣١٣ (هامش بذل ج ١٧ ص ٢٩٨)

ہجو بیان کرنا شروع کی اور آپ ﷺ کو گالی دینے لگی تو اس نے چھرا لے کر اس باندی کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس چھرے پر زور دے کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان بچہ گرا (وضع حمل ہو گیا) اور وہ ساری جگہ خون میں لت پت ہو گی جب صبح ہوئی تو خدمت نبوی میں اس کا تذکرہ ہوا آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی (قسم دیتا ہوں) جو کہ میرا اس پر حق ہے کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے۔ یہ بات سن کر وہی نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا اور کانپتا ہوا حاضر ہوا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس باندی کو قتل کرنے والا شخص ہو۔ وہ باندی آپ ﷺ کو گالی دیا کرتی تھی اور میں اس کو ڈانٹتا تھا لیکن وہ جب باز نہیں آتی تھی اور اس کے بطن سے وہ موتیوں جیسے دو بیٹے میرے دو بیٹے ہیں اور وہ میری بڑی اچھی ساتھی تھی گزشتہ رات وہ باندی آپ ﷺ کو برا کہنے لگی اور آپ ﷺ کی ہجو بیان کرنے لگی تو میں نے چھرا لے کر اسکے پیٹ پر رکھ دیا اور اس پر (اپنا) وزن ڈال دیا یہاں تک میں نے اس کو قتل کر دیا (یہ سن کر) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ گواہ رہو کہ اس کو خون ھدر ہے (یعنی کوئی قصاص نہیں لیا جائے گا)۔

تخریج سنن النسائي - تحریم الدم (٤٠٧٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٦١)

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک نابینا صحابیؓ تھے جن کی ایک ام ولد تھی یعنی غیر مسلمہ جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی اور گالی دیا کرتی تھی وہ نابینا صحابیؓ اس کے آقا اس کو اس سے منع کرتے تھے لیکن اس سے وہ باز نہ آتی تھی ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شان میں بک بک کر رہی تھی تو ان صحابیؓ نے یہ کیا کہ ایک دھار دار لوہا لیا اور اس کی نوک کو اس باندی کے پیٹ پر رکھ کر اس پر بوجھ ڈال دیا اور اس کو ہلاک کر دیا اور چونکہ وہ اس وقت حاملہ تھی ایسا کرنے سے وہ بچہ باہر آ گیا اور وہ ساری جگہ خون سے ملوث ہو گئی جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ سے اس قتل کا ذکر کیا گیا آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور مجمع کو خطاب کر کے آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر میں کہتا ہوں اس شخص سے جس نے یہ کام کیا ہے جو اپنے اوپر میرا کچھ حق سمجھتا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے اس پر وہ نابینا صحابیؓ کھڑے ہو گئے اور چونکہ وہ مجلس میں پیچھے بیٹھے تھے اسلئے لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے اور کانپتے ہوئے آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا قاتل میں ہوں اور جو وہ حرکتیں کیا کرتی تھی اسکا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے اس سے دو بہت پیارے اور خوبصورت بیٹے بھی ہیں اور وہ میری پرانی رفیقہ حیات تھی، گزشتہ رات وہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگی تو میں نے مِغوَل لے کر اس کے پیٹ پر رکھی اور بوجھ ڈالدیا یہاں تک کہ وہ مر گئی آپ ﷺ نے یہ ساری بات سن کر فرمایا: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ کہ سب لوگ گواہ رہیں اس عورت کا خون معاف ہے۔

مسئلہ مترجم بہامیں فقہاء کی رائے: مسئلۃ الباب میں قدرے اختلاف اور تفصیل ہے وہ یہ کہ ساب النبی اگر

مسلم ہے تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اسکو بالا جماع قتل کیا جائے گا من غیر استتابۃ، اور اگر وہ ذمی ہے تو عند الجمہور ایسا کرنے سے اس کا عہد ٹوٹ جائیگا لہذا اسکو بھی قتل کیا جائیگا، البتہ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ اگر سب النبی کے بعد وہ اسلام لے آئے تو قتل نہیں کیا جائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک اگر وہ ذمی ہے تو ایسا کرنے سے اسکا نقض عہد نہیں ہو گا اور اسکی سزا قتل نہیں بلکہ تعزیر ہو گی۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٤٣٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا».

ترجمہ: عثمان بن ابی شیبہ، عبد اللہ بن جراح، جریر، مغیرہ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہے کہ ایک یہودی عورت حضرت رسول کریم ﷺ کو برا کہتی تھی اور آپ ﷺ کی ہجو بیان کرتی تھی اس پر ایک شخص نے اس عورت کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کو خون ھدر قرار دیا۔

٤٣٦٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَنُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ، فَقَامَ، فَدَخَلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا الَّذِي قُلْتَ آنِفًا؟ قُلْتُ: ائْذَنْ لِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَا وَاللَّهِ، مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَفْظُ يَزِيدَ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: أَيْ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ أَنْ يَقْتُلَ رَجُلًا إِلَّا بِإِحْدَى الثَّلَاثِ الَّتِي قَالَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُفْرٌ بَعْدَ إِيمَانٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ، وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتُلَ».

ترجمہ: ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں ابو بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ایک شخص پر غصہ ہوئے اور سخت ترین غصہ ہوئے یا یہ ترجمہ ہو گا یہ شخص حضرت ابو بکر پر سخت غصہ ہوا۔ میں نے کہا: اے رسول کریم کے خلیفہ! آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس شخص کی گردن اڑا دوں یہ بات کہنے سے ان کا غصہ جاتا رہا اور وہ کھڑے ہو کر اندر چلے گئے پھر انہوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا: تم نے ابھی کیا بات کہی تھی؟ میں نے عرض کیا: مجھے آپ اجازت دے تو میں اس شخص کی گردن اڑا دوں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: تم کو اگر میں حکم دیتا تو تم اس شخص کی گردن واقعی اڑا دیتے؟ میں نے عرض کیا: بلاشبہ میں اس کی گردن اڑا دیتا ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کے بعد یہ مقام کسی انسان کو حاصل نہیں ہوا کہ وہ غصہ میں قتل کا حکم

دیتے اگر کوئی ان کو گالی دیتا تو آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت فرض تھی لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی غصے میں قتل کا حکم دے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں (بذل)۔

تخریج سنن النسائي-تحريم الدم (٤٠٧١) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٦٣)

شرح الحدیث: حضرت ابو برزہ الاسلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز صدیق اکبرؓ کے پاس تھا وہ کسی شخص پر ناراض ہو رہے تھے اس پر وہ شخص ﷺ آپ کے ساتھ بدتمیزی پر اتر آیا یعنی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، ابو برزہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے اجازت طلب کی کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا میں اس کی گردن مار دوں؟ وہ کہتے ہیں کہ میرے اس لفظ نے ان کا سارا غصہ ٹھنڈا کر دیا (اور ان سے وہاں بیٹھا نہیں گیا) پس کھڑے ہوئے اور اندر چلے گئے، اور اندر جا کر ایک آدمی کے ذریعہ مجھے بلوایا اور فرمایا کہ تو نے ابھی کیا بات کہی تھی میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ سے اس شخص کے قتل کی اجازت طلب کی تھی، صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ کیا تو ایسا کر دیتا اگر میں تجھ کو اجازت دیتا میں نے کہا ہاں ضرور، انہوں نے فرمایا بخدا نہیں یہ بات کسی انسان کیلئے جائز نہیں، حضور ﷺ کے بعد، یعنی حضور ﷺ کا تو یہ مقام ہے کہ اگر آپ کسی پر کسی وجہ سے ناراض ہو کر اس کے قتل کا حکم فرمائیں تو اس کا قتل جائز ہو گا، اور ایسے ہی اگر کوئی آپ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا قتل بھی جائز ہو گا لیکن آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء میں سے کسی کا یہ حکم نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے اس کا قتل جائز ہو جائے۔

والحدیث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٣- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحَارَبَةِ

رہزنی کرنے کے بیان میں

حضرت امام بخاریؒ نے تو اس مسئلہ پر مستقل کتاب کا عنوان اختیار کیا ہے كِتَابُ الْمُحَارِبِينَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ اور پھر اس کے تحت چند باب ذکر فرمائے، بظاہر اس لئے کہ یہ مسئلہ کافی وسیع الذیل ہے۔

٤٣٦٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، "أَنَّ قَوْمًا مِنْ عُكْلٍ - أَوْ قَالَ: مِنْ عُرَيْنَةَ - قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آثَارِهِمْ، فَمَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ حَتَّى جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ، فَقُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ، وَأَرْجُلُهُمْ، وَسُمِرَ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ، فَلَا يُسْقَوْنَ" قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: «فَهَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا، وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ قبیلہ عکل یا عرینہ کے مدینہ منورہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے ان لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو کچھ دودھ دینے والی اُونٹنیاں عنایت فرمائی اور انہیں ان کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم فرمایا وہ لوگ (ان اونٹنیوں کو جنگل میں لے کر) چلے گئے جب وہ لوگ ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے (جنکا نام یسار تھا یا وہ ابوذر غفاریؓ کے بیٹے تھے معارف السنن) قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے آنحضرت ﷺ کو صبح کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو ان لوگوں کے پیچھے دوڑایا تو زیادہ دن نہیں چڑھا تھا کہ وہ تمام لوگ (پکڑ کر) حاضر کئے گئے آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور ان ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی ڈالی گئیں اور وہ لوگ مقام حرہ پر ڈال دیئے گئے وہ لوگ (پیاس کی وجہ سے) پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی نہیں ملتا تھا۔ ابو قلابہ نے بیان کیا ان لوگوں نے چوری اور قتل کیا اور ایمان قبول کرنے کے بعد کافر ہو گئے اور اللہ اس کے رسول سے انہوں نے جنگ کی۔

٤٣٦٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: «فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ، وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ، وَمَا حَسَمَهُمْ».

ترجمہ: حضرت ایوب سے اس روایت میں اس طرح مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سلائیاں گرم کرنے کا حکم فرمایا اور وہ سلائیاں ان لوگوں کی آنکھوں میں پھیری گئیں اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور انکے ہاتھ پاؤں کے زخموں سے خون روکنے کے لئے نہیں داغا گیا۔

٤٣٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: «فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهِمْ قَافَةً، فَأُتِيَ بِهِمْ»، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ: {إِنَّمَا جَزَؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا[1]} الْآيَةَ.

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے یہی روایت کی گئی ہے اور اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کے تعاقب میں نشانات قدم کے ذریعہ تلاش کرنے والے ماہر مخبروں کو روانہ کیا وہ لوگ گرفتار ہو کر حاضر کئے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (إِنَّمَا جَزَؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ الخ) نازل فرمائی۔ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں (فتنہ) وفساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ لوگ قتل کئے جائیں گے یا سولی دیئے جائیں گے یا ایک جانب کے ہاتھ اور دوسری جانب کے پاؤں کاٹے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔

---

[1] یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو (سورۃ المائدہ ۳۳)

٤٣٦٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَقَتَادَةُ، وَحُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، ذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِفِيهِ عَطَشًا حَتَّى مَاتُوا.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ پیاس کی وجہ سے اپنے منہ سے زمین کھودرہا تھا یہاں تک وہ سارے مر گئے۔

٤٣٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَهُ، زَادَ: ثُمَّ نَهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ «مِنْ خِلَافٍ» وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، وَسَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، عَنْ ثَابِتٍ، جَمِيعًا عَنْ أَنَسٍ، لَمْ يَذْكُرَا: «مِنْ خِلَافٍ»، وَلَمْ أَجِدْ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ «قَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ»، إِلَّا فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے اسی طرح روایت ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اسکے بعد آپ ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (٢٣١) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٠) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٣٤) صحيح البخاري - الطب (٥٣٦١) صحيح البخاري - الحدود (٦٤١٧) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٣) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧١) جامع الترمذي - الطهارة (٧٢) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨٤٥) سنن النسائي - الطهارة (٣٠٥) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٢٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٦٤) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٧٨) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٠٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٧/٣)

شرح الأحاديث: یہ حدیث "حدیث العرنین" کیساتھ مشہور ہے، امام ترمذیؒ نے تو اس کو کتاب الطہارۃ میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ اس میں بول ماکول اللحم کی طہارت اور نجاست کا مسئلہ ہے اور کتاب الاطعمہ میں بھی مختصراً اور امام ابو داودؒ نے اس کو یہاں کتاب الحدود میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ اس حدیث میں حد اور مثلہ وغیرہ کا ذکر ہے اور نسائی میں دونوں جگہ ہے اور صحیح بخاری میں تو دسیوں جگہ ہے [1]۔

حدیث العرنین کی شرح: عکل اور عرینہ یہ مستقل دو قبیلے ہیں اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں لیکن حافظؒ نے اس کو وہم قرار دیا ہے، اس روایت میں تو شک کے ساتھ ہے اور بعض روایات میں صرف عکل ہے اور بعض میں صرف عرینہ، اور بعض میں مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ عطف کے ساتھ، حافظ کہتے ہیں یہی صواب ہے اسلئے کہ ایک روایت میں طبرانی کی یہ ہے کہ ان میں چار عرینہ کے تھے اور تین قبیلہ عکل کے، اور بعض روایات میں ان کا آٹھ [2] ہونا مذکور ہے قال الحافظ لعل الثامن لیس منهما کما فی الفیض السمائی۔

---

[1] تفصیل کیلئے تخریج کی مراجعت کریں۔

[2] المعجم الأوسط للطبراني ٩٠٣٧ - ج ٩ ص ٢٩

ان لوگوں کے بارے میں حضرت انسؓ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے تو ان کو وہاں کی آب وہوا موافق نہ آئی ایک روایت میں ہے: فَعَظُمَتْ بُطُونُهُمْ [1] کمافی التحفة کہ مدینہ منورہ کی غذا موافق نہ آنے کی وجہ سے ان کے معدے خراب ہوگئے اور نفخ کی شکایت ہوگئی، تو آپ ﷺ نے ان کے بارے میں چند دودھ والی اونٹنیوں کا حکم فرمایا، اور ترمذی کے لفظ یہ ہیں: فَبَعَثَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِبِلِ الصَّدَقَةِ [2] اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب [3] پیا کرو، چنانچہ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور وہاں جاکر ان کا دودھ اور پیشاب پیا، لیکن جب تندرست ہوگئے تو انہوں نے یہ حرکت کی کہ آپ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کرڈالا اور ان اونٹوں کو تیزی کے ساتھ ہانک لے چلے، جب حضور اقدس ﷺ کو اس قصہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں گھوڑ سواروں کی ایک جماعت کو بھیج دیا (ففی رواية خَيْلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، أَمِيرُهُمْ كُرْزُ بْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِيُّ [4]) آپ ﷺ نے علی الصباح اس دستہ کو ان کے تعاقب میں بھیجا تھا، تو یہ لوگ ان کو بہت جلد دن چڑھنے سے پہلے پکڑ کر لے آئے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں، جیسا کہ ترمذی میں ہے: فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ اور دوسری سزا ان کو یہ دی گئی کہ سلائیاں گرم کرکے انکی آنکھوں میں پھیری گئیں دوسری روایت میں آرہا ہے: فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ یہ مسمار کی جمع ہے یعنی لوہے کی میخ، اور مقام حرہ میں ان کو ڈال دیا گیا، پانی طلب کرتے تھے لیکن ان کی فرمائش پوری نہیں کی گئی۔

اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو پینے کیلئے پانی کیوں نہیں دیا گیا اس لئے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جس مجرم کی سزا قتل ہو اگر وہ پانی طلب کرے تو منع نہیں کیا جائیگا، اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں، بعض نے کہا یہ صحابہ کی جانب سے تھا انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا تھا نہ کہ آپ ﷺ کے حکم سے، قال الحافظ: وهو ضعيف جدا لأن النبي صلى الله عليه وسلم اطلع على ذلك وسكوته كاف في ثبوت الحكم [5] اور کہا گیا ہے اسلئے کہ ان لوگوں نے ناشکری کی تھی البان ابل کے

---

[1] مسند أبي عوانة ٦١٠١—ج٤ص٨١

[2] جامع الترمذی – کتاب الطهارة – باب ماجاء فی بول مايؤكل لحمه ٧٢

[3] فی هامش البذل: وتقدم الكلام على حكم الابوال فی هامش البذل ج١ ص٤٠٥ تحت "باب الجنب يتيمم" تحت حديث ابی ذر رضی الله تعالی عنه انه قال اجتويت المدينة فامرلی رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم بذود وبغنم فقال لی اشرب من البانها واشك فی ابوابها، ولم يتعرض لها الشيخ فی المحلين، قال ابن العربی ج١ ص١٦٣ فی شرح الترمذی هذا حديث صحيح ثابت ثم بسط الكلام علی شرحه اهـ

[4] المعجم الكبير للطبراني ٦٢٢٣—ج٧ص٧

[5] فتح الباري شرح صحيح البخاري—ج١ص٣٤١

ساتھ جس سے انکو شفاء حاصل ہوئی تھی ❶ اس لیے ان کو سزا بھی وہی دی گئی جس کی انہوں نے ناشکری کی، علامہ سندیؒ کی رائے یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا قصاصا کیا گیا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کے راعی کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا یعنی اس کو پیاسا مارا تھا، چنانچہ نسائی کی ایک روایت میں ہے: اللّٰهُمَّ عَطِّشْ مَنْ عَطَّشَ آلَ مُحَمَّدٍ اللَّيْلَةَ ❷۔

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: «فَهَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا، وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ»: ابو قلابہ کا مقصد جو راوی حدیث ہیں عرنیین کی شدت جنایت کو بیان کرنا ہے کہ انہوں نے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا تھا اسی لئے ان کو اتنی سخت سزا دی گئی، چنانچہ آگے کتاب میں آرہا ہے: وَهُمُ الَّذِينَ أَخْبَرَ عَنْهُمْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْحَجَّاجَ حِينَ سَأَلَهُ یعنی حجاج بن یوسف نے کسی موقع پر حضرت انسؓ سے یہ سوال کیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو سزائیں دی ہیں ان میں تمہارے نزدیک سب سے شدید ترین عقوبت کون سی ہے؟ تو انہوں نے اس پر قصہ عرنیین ہی کو بیان کیا تھا آگے روایت میں آرہا ہے: وَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ، وَمَا حَسَمَهُمْ کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کرنے کے بعد ان کو داغ نہیں دیا تھا، اس لئے کہ سارق کو قطع ید کے بعد جو داغ دیا جاتا ہے وہ تو اس لئے کہ سارا خون بہا کر وہ ہلاک نہ ہو جائے حالانکہ اس کو ہلاک کرنا مقصود نہیں بخلاف عرنیین کے کہ ان کو ہلاک کرنا ہی مقصود تھا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: «فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهِمْ قَافَةً، فَأُتِيَ بِهِمْ»، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ: إِنَّمَا جَزَؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا اس بارے میں روایات اور علماء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ آیت محاربہ کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ❸، ایک قول تو اسمیں یہ ہوا کہ عرنیین کے بارے میں نازل ہوئی، حسن اور عطاء وغیرہ کا قول بھی یہی ہے اور امام بخاری کی رائے اس میں یہ ہے کہ یہ مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ آگے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں آرہا ہے اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ عرنیین کی تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً قطاع الطریق اور مفسدین فی الارض کے بارے میں ہے۔ حافظ ❹ فرماتے ہیں: قول معتمد یہ ہے کہ آیت کا نزول تو عرنیین ہی کے بارے میں ہوا اولاً جو کہ مرتد تھے لیکن یہ آیت اپنے عموم الفاظ کی وجہ سے مسلمان مفسدین اور قاطعین طریق کو بھی شامل ہے لیکن سزا دونوں کی الگ الگ ہوگی۔

---

❶ یعنی سیر ابی کی ناشکری میں یہ سزا دی گئی کہ ان کو پیاسا مار اگیا اور سیر اب نہیں کیا گیا۔

❷ السنن الصغرى للنسائي - كتاب تحريم الدم - باب ذكر اختلاف طلحة بن مصرف ومعاوية الخ ٤٠٣٦

❸ وكتب الشيخ في "الابواب والتراجم ٦، ٢٢١": ذكر في هامش اللامع اختلاف العلماء في تعيين من نزلت هذه الآية في حقهم بالبسط والبسط في الجزء السادس من "الاوجز" فقد ذكر فيه ان في آية المحاربة ثلاثة مسائل الاولى انه في الكفرة او في المسلمين، الثانية في تعريف المحارب الثالثة ان الاحكام الاربعة في الآية على التخيير او التنويع اه نیز اس میں لکھا ہے، والجمهور على انها نزلت في كتاب الطريق، اور قطع طریق کی چار قسمیں بدائع سے آگے آرہی ہیں۔

❹ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٨ ص ٢٧٤

قطاع الطریق کی عقوبۃ اور اس میں علماء کا اختلاف بالتفصیل: اگر یہ قطاع الطریق اور مفسدین کفار ہوں گے اس میں تو امام کو اختیار ہو گا جب ان پر قابو پالے کہ جو چاہے سزا دے، اور اگر وہ مسلم ہو تو امام مالکؒ کی رائے تو یہ ہے کہ وہاں بھی امام کیلئے تخییر ہے، اور جمہور علماء حنفیہ شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ نوعیت جرم کو دیکھا جائے گا اور اس کے اعتبار سے پھر ان کو سزا دی جائے گی لہٰذا آیت کریمہ اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ[1] میں لفظ اَوْ تفصیل اور تنویع کیلئے ہے بخلاف امام مالکؒ کے کہ ان کے نزدیک للتخییر ہے، چنانچہ بدائع الصنائع[2] میں حنفیہ کے مسلک کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ قطع[3] طریق کی چار صورتیں ہیں: ① باخذ المال فقط، ② بالقتل فقط، ③ باخذ المال والقتل یا ④ بالتخویف فقط، پہلی صورت میں صرف قطع ید اور رجل ہو گا، اور دوسری صورت میں صرف قتل اور دونوں کو جمع کرنے کی صورت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے کہ چاہے تو جمع بین العقوبتین کر دے یعنی قطع ید و رجل کے ساتھ قتل یا صلب بھی، اور اگر چاہے تو صرف قتل یا صلب کی سزا دے اور قطع نہ کرے[4]، اور صاحبین کے نزدیک جمع بین الجنایتین کی صورت میں سزا صرف قتل ہے بدون القطع، اور جس شخص نے نہ

---

[1] کہ انکو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے (سورۃ المائدۃ ۳۳)

[2] بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع — ج ۹ ص ۳۶۶ (دار الکتب العلمیة الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ)

[3] قطع طریق کی تعریف: اب یہ کہ قطع طریق کی حقیقت کیا ہے؟ (جو کہ سرقہ کی ایک بڑی قسم ہے) زیلعی علی الکنز میں باب قطع الطریق کے شروع میں لکھا ہے: شرائط قطع الطریق في ظاهر الروایة ثلاثة یعني ما یختص به دون السرقة الصغری ثلاثة أن یکون من قوم لهم قوة وشوکة تنقطع بهم الطریق، وأن لا یکون في مصر ولا فیما بین القری ولا بین مصرین، وأن یکون بینهم وبین المصر مسیرة سفر لأن قطع الطریق إنما یکون بانقطاع المارة ولا ینقطعون في هذه المواضع عن الطریق لأنهم یلحقهم الغوث من جهة الإمام والمسلمین ساعة بعد ساعة فلا یترك المرور والاستطراق. عن أبي یوسف أنهم لو کانوا في المصر لیلا أو فیما بینه وبین المصر أقل من مسیرة سفر تجري علیهم أحکام قطاع الطریق وعلیه الفتوی لمصلحة الناس وهي دفع شر المتغلبة المتلصصة اهـ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۲۳۵) یعنی قطع طریق کی حقیقت یہ ہے کہ لٹیروں اور مفسدین کی اتنی بڑی جماعت یا قوت و شوکت ایسی ہو جو قطع طریق کر سکے یعنی راستہ چلنا بند کر سکے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب یہ کام شہر میں یا دو شہروں کے بیچ میں نہ ہو، ایسے ہی چند دیہاتوں کے بیچ میں بھی نہ ہو نیز یہ کہ ان قطاع الطریق اور شہر کے درمیان فاصلہ مسافت سفر کے بقدر ہو اسلئے کہ یہ مواضع ایسے ہیں جہاں حکومت کی طرف سے اور ایسے ہی عام پبلک کی طرف سے مدد پہنچ سکتی ہے اور مرور منقطع نہیں ہو سکتا، اسی لئے یہ قیود لگائی گئیں کہ ایسے مواضع نہ ہوں، اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ شہر میں ہوں اور وقت رات کا ہو یا ان کے اور شہر کے درمیان مسافت سفر سے کم فاصلہ ہو تب بھی ان پر قطاع الطریق کے احکام جاری کئے جائیں گے، لوگوں کی مصلحت اور ان باغیوں کے دفع شر کیلئے۔

[4] اور تبیین الحقائق ج ۳ ص ۲۳۷ میں بھی اس مسئلہ کی کافی تفصیل مذکور ہے جمع بین الجنایتین یعنی قتل اور اخذ مال کا حکم اس میں اس طرح لکھا ہے والحالة الرابعة أن یؤخذ وقد قتل النفس وأخذ المال فإن الإمام فیه مخیر ① إن شاء قطع یده ورجله من خلاف وقتله. ② وإن شاء قتله وصلبه. ③ وإن شاء قطعه وصلبه. ④ وإن شاء قتله. ⑤ وإن شاء صلبه. ⑥ وإن شاء قطعه من خلاف وقتله وصلبه، سزا کی یہ چھ صورتیں ہوئیں جن میں امام کو اختیار ہے اور صاحبین کا مذہب یہ لکھا ہے: قال محمد — رحمه الله — یقتل أو یصلب ولا یقطع وأبو یوسف معه في المشهور لأن القطع حد علی حدة والقتل کذلك بالنص فلا یجمع بینهما بجنایة واحدة وهي قطع الطریق إذ لا یجوز الجمع بین الحدین بجنایة واحدة ولأنه اجتمع علیه العقوبة في النفس وما دونها حق

اخذ مال کیا اور نہ قتل بلکہ صرف تخویف کی تو اسکی سزا نفی من الارض ہے۔ الی آخر ما فی البذل۔ نفی سے کیا مراد ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے قال الحافظ: قال مالك والشافعي يخرج من بلد الجناية إلى بلدة أخرى زاد مالك فيحبس فيها وعن أبي حنيفة بل يحبس في بلده وتعقب بأن الاستمرار في البلد ولو كان مع الحبس إقامة فهو ضد النفي فإن حقيقة النفي الإخراج من البلد وحجة أنه لا يؤمن منه استمرار المحاربة في البلدة الأخرى فانفصل عنه مالك بأنه يحبس بها [1] یعنی امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک نفی سے مراد شہر بدر کرنا ہے، امام مالکؒ کے نزدیک مع الحبس، اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً، اور وہاں امام صاحبؒ کے نزدیک اس سے مراد صرف حبس ہے شہر بدر کرنا نہیں، کیونکہ شہر بدر کرنے میں یہی خطرہ ہے کہ جو اس نے یہاں کیا وہی وہاں جاکر کرے گا، اس پر امام مالکؒ نے فرمایا کہ شہر بدر کرنے کے ساتھ وہاں قید بھی کر دیا جائے تاکہ یہ خطرہ نہ رہے، کیونکہ نفی کی حقیقت تو اخراج من البلد ہے جو صرف حبس سے حاصل نہیں ہوتی۔ (عون)

٤٣٦٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ - قَالَ أَحْمَدُ: هُوَ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ نَاسًا أَغَارُوا عَلَى إِبِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَاقُوهَا، وَارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُخِذُوا،» فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ "، قَالَ: وَنَزَلَتْ فِيهِمْ آيَةُ الْمُحَارَبَةِ، وَهُمُ الَّذِينَ أَخْبَرَ عَنْهُمْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْحَجَّاجَ حِينَ سَأَلَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے اونٹ ھانک کر لے گئے اور مرتد ہو گئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے چرواہے کو جو مسلمان تھا قتل کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا پھر وہ لوگ گرفتار ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ (اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ) اور حضرت انس بن مالکؓ نے ان ہی لوگوں کا تذکرہ حجاج سے کیا تھا جب حجاج نے ان سے سوال کیا (کہ حجاج نے حضرت انسؓ سے پوچھا رسول کریم ﷺ نے سب سے شدید سزا کن لوگوں کو دی تھی)۔

تعالى فيدخل ما دون النفس في النفس كما لو اجتمع عليه حد الشرب والسرقة والرجم فإنه يكتفي بالرجم ويدخل فيه ما عداه ولأبي حنيفة - رحمه الله - ورضي عنه أنه وحد الموجب لهما وهو القتل وأخذ المال فيستوفيان. الى آخر ما بسط گویا صاحبین کی رائے یہ ہے کہ یہ قطع طریق جس کو سرقہ کبری بھی کہہ سکتے ہیں ایک بہت جامع جنایت ہے جس میں کبھی صرف اخذ مال ہوتا ہے کبھی صرف تخویف ہوتی ہے اور کبھی اخذ مال اور قتل دونوں پائے جاتے ہیں وفیہ ایضا: والحالة الثالثة أن يؤخذ وقد قتل النفس ولم يأخذ المال فإن الإمام يقتله حدا حتى لو عفا الأولياء لم يلتفت إلى عفوهم الى آخر ماذکر (تبیین الحقائق ج ۳ ص ۲۳۷)۔

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۱۲ ص ۱۱۰

٤٣٧٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، " أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا قَطَعَ الَّذِينَ سَرَقُوا لِقَاحَهُ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ بِالنَّارِ، عَاتَبَهُ اللهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا الْآيَةَ.

ترجمہ: محمد بن عجلان حضرت ابو الزنادؒ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو جنہوں نے اُونٹ چوری کئے تھے ہاتھ پیر کاٹے اور آگ سے انکی آنکھوں کو جلایا یعنی سلائیاں گرم کر کے انکی آنکھوں میں ڈال دی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی: إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ الخ۔

شرح الحدیث: یہ روایت مرسل ہے قال المنذری ھذا مرسل واخرجه النسائی مرسلاً۔

ابو الزناد کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرنیین کے ساتھ جو معاملہ فرمایا قطع اور سمل اعین کا تو اس پر آیت محاربہ کا نزول ہوا بطور عتاب کے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ ایک قول اس تفسیر کی آیت میں یہی ہے، اگر یہ قول صحیح ہے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے عدم انتظار الوحی، ومسارعة الاجتهاد فی الحکم اھ [1] اور دوسرا قول اس میں یہ ہے عرنیین اس آیت کریمہ میں داخل نہیں لان جرمهم فوق ماذکر فی هذه الآیة لہذا عتاب والا قول صحیح نہیں۔

٤٣٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ يَعْنِي حَدِيثَ أَنَسٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ یہ آیت کریمہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی اگر مسلمانوں میں سے گرفتار ہونے سے قبل کوئی شخص توبہ کر لے تو یہ نہیں ہو گا کہ اس شخص کے ذمہ سے حد معاف ہو جائے لیکن اگر مسلمان گرفتار ہونے سے قبل توبہ کرے تب بھی اسپر حد جاری ہو گی ھذا مذھب ابن عباس خلافا للجمهور بذل [2]۔

تخریج: سنن النسائي- تحريم الدم (٤٠٤٢) سنن أبي داود- الحدود (٤٣٧٠)

شرح الحدیث: یعنی آپ نے جو اس قوم کے ساتھ مثلہ کیا اور تعذیب بالنار کی یہ منسوخ ہے، نزول حدود سے پہلے کا واقعہ ہے،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٣١٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٣١١

ابن سیرین ؒ کا یہ قول امام ترمذیؒ نے بھی ذکر فرمایا ہے، اور اس سے پہلے انہوں نے حضرت انسؓ کی اس روایت [1] کی تخریج کی ہے جس کے لفظ یہ ہیں قَالَ: «إِنَّمَا سَمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَهُمْ لِأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرُّعَاةِ» . قال أبو عيسى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَهُ غَيْرَ هَذَا الشَّيْخِ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ ، وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ: { وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ [2] }، اس کا حاصل یہ ہوا کہ عرنیین کے ساتھ جو مثلہ وغیرہ کیا گیا وہ قصاصاً کیا گیا تھا کیونکہ ان لوگوں نے بھی حضور اقدس ﷺ کے راعی کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، اور ابن سیرینؒ کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ عرنیین کے ساتھ جو مثلہ کیا گیا وہ نزول حدود اور نسخ مثلہ سے پہلے کا واقعہ ہے بعد میں اس میں نسخ واقع ہو گیا لیکن پہلے جواب کے بارے میں جس میں یہ ہے کہ یہ معاملہ ان کے ساتھ قصاصاً کیا گیا کیونکہ ان لوگوں نے بھی آپ کے راعی کے ساتھ یہی کیا تھا، امام ترمذیؒ نے اس کو غریب قرار دیا ہے کما تقدم آنفا، میں کہتا ہوں یہ بات کہ ان لوگوں نے آپ کے راعی کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، صحیح بخاری کی روایت میں تو یہ نہیں ہے لیکن مسلم کی روایت میں ہے قال العيني في عمدة القاري: السؤال الثاني ما وجه تعذيبهم بالنار؟ الجواب: أنه كان قبل نزول الحدود وآية المحاربة والنهي عن المثلة فهو منسوخ . وقيل ليس بمنسوخ وإنما فعل النبي صلى الله عليه وسلم قصاصا لأنهم فعلوا بالرعاة مثل ذلك . وقد رواه مسلم في بعض طرقه اهـ [3] (تحفة) حاصل یہ کہ عرنیین کے ساتھ جو مثلہ کیا گیا یا تو قصاصاً کیا گیا اور یا یہ کہ یہ نسخ مثلہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور منسوخ ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ نسخ کی دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ بخاری کی کتاب الجہاد میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواز مثلہ ثم النهي عنه، یہ دونوں چیزیں ان کے سامنے پیش آئیں (گویا اسلام ابو ہریرہؓ کے بعد پیش آئیں) اور عرنیین کا قصہ اسلام ابو ہریرہؓ سے پہلے کا ہے [4]۔

٤٣٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: { إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ } إِلَى قَوْلِهِ: { غَفُورٌ رَّحِيمٌ [5] } ، نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْمُشْرِكِينَ، فَمَنْ تَابَ مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يُقْدَرَ عَلَيْهِ، لَمْ يَمْنَعْهُ ذَلِكَ أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ الَّذِي أَصَابَهُ".

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الطهارة - باب ما جاء في بول ما يؤكل لحمه ٧٣

[2] اور زخموں کے بدلہ ان کے برابر (سورۃ المائدہ ٤٥)

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ١ ص ٢٤٦ - ٢٤٧

[4] حافظؒ کی عبارت یہ ہے: يدل عليه (اى على النسخ) ما رواه البخاري في الجهاد من حديث أبي هريرة في النهي عن التعذيب بالنار بعد الإذن فيه وقصة العرنيين قبل إسلام أبي هريرة (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١ ص ٣٤١)

[5] بڑا بخشنے والا نہایت مہربان (سورۃ البقرۃ ١٧٣)

ترجمة: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا، آیت کریمہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر مسلمانوں میں گرفتار ہونے سے قبل توبہ کرے تب بھی اس پر حد جاری ہوگی ھذا مذھب ابن عباس (بذل)۔

شرح الحديث: **آية المحار به کی تفسیر عند الجمہور**: حضرت ابن عباسؓ کی رائے سے قطع نظر کرتے ہوئے جمہور نے جو معنی اس آیت کریمہ کیلئے ہیں اولاً ان کو سمجھا جائے اس آیت کی تفسیر معارف القرآن ادریسی میں یوں ہے: گذشتہ آیت میں فساد فی الارض اور قتل ناحق کی شناعت بیان فرمائی چونکہ فساد کی ایک صورت قطع طریق یعنی رہزنی اور ڈکیتی بھی ہے اس لئے اب اس آیت میں فساد کے انسداد کے لئے اول قطاع الطریق یعنی رہزنوں کی شرعی سزا کو بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد کی آیت میں سارق (چور) کی سزا کو بیان کرتے ہیں جو اسی حکم سابق کا تتمہ اور تکملہ ہے کیونکہ چوری بھی ایک قسم کا فساد ہے جزایں نیست کہ سزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اسکے احکام کی علانیہ مخالفت کرتے ہیں اور زمین میں بارادۂ فساد دوڑتے پھرتے ہیں یعنی قتل اور قطع طریق (رہزنی) کرتے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور مخالف جانب کے پاؤں کاٹے جائیں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پیر، یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ آیت رہزنوں اور ڈاکوؤں کے متعلق ہے خواہ مسلمان یا کافر اور الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ میں محاربہ سے رہزنی مراد ہے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی اور آیت میں محاربہ سے مراد ارتداد ہے، اور اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا الی آخرہ میں جو لفظ اَوْ وارد ہوا ہے وہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک تخییر کے لئے ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ ان چار سزاؤں میں سے بلحاظ نوعیت جرم جو نسی سزا مناسب سمجھے دے اور جمہور علماء کے نزدیک اَوْ تقسیم اور تنویع کے لئے ہے، یعنی مختلف حالات میں اختلاف احکام کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں جس نوع کے جرم کا ارتکاب کیا ہے ایسی نوع کی سزا ہوگی مثلاً اگر کسی نے کسی کو صرف قتل کیا ہے تو اس کی سزا صرف قتل ہوگی اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو وہ قتل بھی کیا جائے گا اور سولی بھی دیا جائے گا یعنی قتل کر کے عبرت کیلئے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے گا اور اگر صرف مال لوٹا ہے تو صرف ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ کر چھوڑ دیا جائے گا اور اگر صرف راہ رؤں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے تو اس کو جلاوطن کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یا قید میں ڈالد یا جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے جلاوطن مراد ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس سے مراد قید اور حبس ہے کیونکہ ان لوگوں کو اگر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر کی طرف بھیج دیا گیا تو وہاں کے مسلمانوں کو ایذاء پہنچائیں گے، اور اگر کفار کے ملک میں بھیجا جائے تو مرتد ہونے کا اندیشہ ہے ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي

الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِي الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ [1]۔ یہ حدیں اور سزائیں ان کیلئے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہیں اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے، مگر جو لوگ تمہارے پکڑنے اور گرفتار کرنے سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے، باقی حقوق عباد بغیر بندوں کے معافی کے ساقط نہیں ہوتے [2]۔

آیۃ کریمہ میں ایک اور مسئلہ فقہیہ: مطلب یہ ہے کہ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو حد جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ تو معاف ہو جائے گا [3]، اور حد ان سے ساقط ہو جائے گی، البتہ حق العبد باقی رہے گا، پس اگر مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر کسی کی جان لی ہے تو قصاص لازم ہو گا، مگر اس ضمان اور قصاص معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہو گا، اور ولی مقتول اگر اس کو قتل کرے تو وہ قتل بطور قصاص کے ہو گا نہ کہ بطور حد، خوب سمجھ لو۔

تنبیہ: اس حد کے سوا اور باقی حدود مثلاً حد زنا اور حد خمر اور حد سرقہ اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتے کذا فی البنایہ۔

امام ابو بکر رازیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف کا قول یہ ہے کہ یہ آیت قطاع الطریق یعنی رہزنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے خواہ وہ فاسق و فاجر مسلمان ہو یا کافر، اور بعض علماء (جیسے امام بخاری) اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی، مگر یہ قول شاذ ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے الخ [4]۔

حضرت ابن عباس کی رائے کی تشریح: اس آیت کریمہ کی تفسیر سامنے آجانے کے بعد آپ سمجھئے کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث یہاں ابوداؤد میں مختصر ہے ابن عباس کی مفصل اور واضح روایت سنن نسائی میں ہے، اس میں اس طرح ہے: نَزَلَتْ هَذِهِ الۡآيَةُ فِي الۡمُشۡرِكِينَ، فَمَنۡ تَابَ مِنۡهُمۡ قَبۡلَ أَنۡ يُقۡدَرَ عَلَيۡهِ، لَمۡ يَكُنۡ عَلَيۡهِ سَبِيلٌ، وَلَيۡسَتۡ هَذِهِ الۡآيَةُ لِلرَّجُلِ الۡمُسۡلِمِ فَمَنۡ قَتَلَ، وَأَفۡسَدَ فِي الۡأَرۡضِ، وَحَارَبَ اللهَ وَرَسُولَهُ، ثُمَّ لَحِقَ بِالۡكُفَّارِ قَبۡلَ أَنۡ يُقۡدَرَ عَلَيۡهِ لَمۡ يَمۡنَعۡهُ ذَلِكَ أَنۡ يُقَامَ فِيهِ الۡحَدُّ الَّذِي أَصَابَ [5]، اس نسائی کی روایت کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ اس آیت کریمہ میں جو وارد

---

[1] یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے (سورۃ المائدہ ۳۳)

[2] معارف القرآن از مولانا ادریس کاندھلوی — ج ۳ ص ۴۸۹ - ۴۹۰

[3] لہٰذا اخذ مال کی صورت میں قطع ید و رجل نہ ہو گا، اور قتل نفس کی صورت میں قتل حداً نہ ہو گا، گو قصاصاً ہو گا اگر ولی مقتول چاہے اور اگر گرفتاری سے پہلے توبہ نہ کرے تو یہ حد جو کہ حق اللہ ہے یعنی قطع ید و رجل اور قتل یہ لا محالہ ہو گا، اور صاحب مال یا ولی مقتول کے معاف کرنے سے معاف نہ ہو گا۔

[4] اس لئے کہ قتل مرتد ہر حال میں واجب ہے محاربہ اور اظہار فساد پر موقوف نہیں، دوم یہ کہ مرتد کا قتل ہی واجب ہے مرتد کا فقط ہاتھ کاٹ دینا یا اس کو جلا وطن کر دینا کافی نہیں، سوم یہ کہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اس وقت ساقط ہو جاتی ہے کہ جب مجرم گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلے، اور اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرے تو حد ساقط نہ ہو گی، سو یہ کہ یہ حکم قاطع طریق کا تو ہے مگر مرتد کا یہ حکم نہیں اس لئے کہ مرتد کی حد ہر حال میں توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے مرتد چاہے گرفتاری سے قبل توبہ کرے یا بعد گرفتاری کے اس پر حد جاری نہ ہو گی، چہارم یہ کہ مرتد کا حکم قتل ہے نہ کہ صلب (سولی) پنجم یہ کہ آیت کے الفاظ عام ہیں جو ارتداد اور رہزنی اور ناحق قتل سب کو شامل ہیں، غایۃ ما فی الباب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی تو اعتبار عموم الفاظ کا ہو گا نہ کہ خصوص مورد کا، دیکھو تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۰۷، و احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۴۰۷، معارف القرآن ادریسی ج ۲ ص ۴۹۰)

[5] سنن النسائی - کتاب تحریم الدم - باب ذکر اختلاف طلحۃ بن مصرف و معاویۃ الخ ٤٠٤٦

وارد ہے إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ الآية ❶ کہ ان قطاع الطریق میں جو ایسے ہوں گے کہ وہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلیں گے، تو ان سے حد یعنی حق اللہ معاف ہو جائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ قاطع طریق مشرک ہو کیونکہ یہ آیت شریفہ مشرکین ہی کے بارے میں ہے لیکن اگر وہ قاطع طریق مسلمین میں سے ہو اور گرفتاری سے پہلے قطع طریق کر کے دار الحرب بھاگ جائے تو اس کا حکم یہ نہیں ہے اس پر اگر حد جاری کرنے کا موقع نکل آئے بایں طور کہ وہ پھر دار الاسلام میں کسی وقت آجائے تو اس پر حد شرعی نافذ کی جائے گی یعنی وہی سزا جو قطاع الطریق کی ہوا کرتی ہے ایک صورت میں صرف قطع ید ورجل اور ایک صورت میں قتل یا دونوں، وہ اس پر جاری کی جائے گی، وانت تعلم ان هذا ليس هو مسلك الجمهور، فان عندهم هذه الآية والحكم المذكور فيها ليس مختصا باهل الشرك بل هو عام سواء كانوا اى قطاع الطريق مسلمين او مشركين، لیکن بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے ابن عباس کے اس قول کی توجیہ یہ نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے قول لَمْ يَمْنَعْهُ ذَلِكَ أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ الَّذِي أَصَابَهُ میں اس حد سے مراد حد شرعی نہیں بلکہ حق العبد مراد ہے، مثلاً وہ مال جو اس قاطع طریق نے لیا ہے یا جان ہی سہی، لیکن اس صورت میں یہ قتل قصاص کے طور پر ہوگا حد کے طور پر نہیں ہوگا کما تقدم عن "معارف القرآن" لیکن نسائی کی روایت مفصلہ سامنے آنے کے بعد حضرت کی یہ توجیہ توجیه القول بما لا يرضى به القائل کے قبیل سے ہو جائے گی ❷، بلکہ یہی کہنا پڑے گا کہ اس مسئلہ میں ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ خود بذل المجهود ❸ میں نسخۂ احمدیہ کے حاشیہ سے مولانا شاہ اسحاق صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے: لعله مذهب ابن عباس، والله تعالى اعلم بالصواب وهذا اجهد المقل في توضيح هذا المقام. والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري.

٤- بَابٌ فِي الْحَدِّ يُشْفَعُ فِيهِ

شرعی حد معاف کرنے کیلئے کیا اس میں سفارش کی جاسکتی ہے؟

٤٣٧٣ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا؟ - يَعْنِي - رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أُسَامَةُ، أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ؟» ثُمَّ قَامَ

---

❶ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے (سورة المائدة ٣٤)

❷ ویسے اس روایت ابو داؤد کی روایت مجملہ کے پیش نظر دیکھا جائے تو یہ ایک عمدہ توجیہ تھی حضرت کے طبع لطیف کے موافق اسلئے کہ حضرت کا ذوق اس قسم کے مواقع میں تنقید کا نہیں بلکہ توجیہ کا ہے۔

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣١١

فَاخْتَطَبَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا».

ترجمہ: عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے قریش کو مشکل میں ڈال دیا اس لئے کہ اس عورت نے چوری کی تھی پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس عورت کی بابت کوئی بات کر سکتا ہے تو لوگوں نے جواب دیا کہ اس بات پر اسامہ بن زیدؓ (ہی) جرأت کر سکتے ہیں جو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لاڈلے ہیں۔ پھر حضرت اسامہؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا اور اس عورت کی سفارش کی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اسی چیز نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا کہ جب ان میں کوئی صاحب حیثیت (مرتبہ والا شخص) چوری کا مرتکب ہوتا تو اس شخص کو سزا دیئے بغیر رہا کر دیتے اور جب ان لوگوں میں سے کوئی غریب شخص چوری کا مرتکب ہوتا تو اس شخص پر چوری کی سزا جاری کرتے اور اللہ کی قسم! اگر محمد کی صاحبزادی فاطمہؓ بھی (خدانخواستہ) چوری کرتی تو اس کا بھی ضرور ہاتھ کاٹ دیتا۔

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کی ایک عورت نے چوری کر لی جس کی وجہ سے قریش فکر مند تھے کہ اس کے بارے میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کون سفارش کرے، کیونکہ چوری کے ثبوت کے بعد اس کی سزا قطع ید لازمی ہے اور خاندان قریش کے لئے یہ بات بڑی باعث عار ہوگی کہ ایک قرشیہ کا ہاتھ کاٹا جائے اس لئے انہوں نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے محبوب خادم اسامہ بن زید کو آمادہ کیا اس پر کہ وہ اس بارے میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سفارش کریں چنانچہ انہوں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں جا کر اس کے بارے میں سفارش کی، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس پر بہت ناگواری ہوئی چنانچہ اس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ کہ گذشتہ امتیں بہت سی اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ اگر ان میں کوئی معزز گھرانے کا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے، اور اگر کم درجہ کا آدمی کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وَايْمُ اللهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا، اس موقع پر أعاذها الله من ذلك پڑھنا چاہئے بذل میں لکھا ہے [1]، ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے جس کے اخیر میں یہ ہے: قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: «قَدْ أَعَاذَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَسْرِقَ، وَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَقُولَ هَذَا» ـ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٣٧٤ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٩٣.

عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا، وَقَصَّ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ، قَالَ: فَقَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى ابْنُ وَهْبٍ، هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ فِيهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ: إِنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ فَقَالَ: اسْتَعَارَتِ امْرَأَةٌ، وَرَوَى مَسْعُودُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: سَرَقَتْ قَطِيفَةً مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فَعَاذَتْ بِزَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کی عادت تھی کہ وہ مانگی ہوئی چیز لے کر اس کا انکار کر دیا کرتی تھی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ دوسری روایت میں (اس طرح) ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا اس روایت کو ابن وہب نے یونس سے انہوں نے زہری سے روایت کیا اور اس روایت میں بھی اس طرح مذکور ہے کہ جس طرح لیث کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے دور نبوی میں فتح مکہ کے سال چوری کی تھی اور اس روایت کو ایک لیث نے یونس سے روایت کیا انہوں نے ابن شہاب سے اسی سند سے روایت کیا اور اس روایت میں اس طرح ہے کہ اس عورت نے کوئی شے ادھار لی تھی (پھر اس عورت نے اس شے کا انکار کر دیا) اور اس روایت کو مسعود بن الاسودؓ نے حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت کیا اور اس روایت میں اس طرح ہے کہ اس عورت نے آپ کے گھر میں سے ایک چادر چوری کی تھی اس روایت کو ابوزبیر نے جابرؓ سے روایت کیا کہ ایک عورت نے چوری کی پھر اس نے حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی کی پناہ لی۔

تخریج: صحيح البخاري – الشهادات (٢٥٠٥) صحيح البخاري – أحاديث الأنبياء (٣٢٨٨) صحيح البخاري – المناقب (٣٥٢٦) صحيح البخاري – المغازي (٤٠٥٣) صحيح البخاري – الحدود (٦٤٠٥) صحيح مسلم – الحدود (١٦٨٨) جامع الترمذي – الحدود (١٤٣٠) سنن النسائي – قطع السارق (٤٨٩٥) سنن أبي داود – الحدود (٤٣٧٣) سنن ابن ماجه – الحدود (٢٥٤٧) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (١٦٢/٦) سنن الدارمي – الحدود (٢٣٠٢)

شرح الحدیث: باب کی پہلی روایت جس کے راوی لیث ہیں اس میں قطع ید لاجل السرقۃ کا ذکر ہے، اور یہ حدیث کا دوسرا طریق یعنی معمر عن الزہری اس میں قطع ید لاجل جحود العاریۃ مذکور ہے اسی اختلاف روایت کو مصنف یہاں ذکر فرما رہے ہیں، لیکن انکار عاریۃ پر قطع ید کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاث اور جمہور اس کے قائل نہیں البتہ امام احمد اس کے قائل ہیں، چنانچہ چند باب کے بعد ایک باب آرہا ہے بَابٌ فِي الْقَطْعِ فِي الْعَوَرِ إِذَا جُحِدَتْ، اور وہاں مصنفؒ نے اسی ترجمہ کے مطابق روایات ذکر کی ہیں، بظاہر حنابلہ کے مسلک کی تائید میں کیونکہ خود مصنف حنبلی ہیں علی ما ھو المشہور، لہٰذا جمہور اس کے

جواب میں بھی یہی کہیں گے کہ اس امر اۃ مخزومیہ کو جہاں یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کے نام پر گھروں میں جا کر زیورات وغیرہ عاریۃً لے لیا کرتی تھی اور پھر بعد میں انکار کر دیا کرتی تھی تو جہاں اسکی یہ عادت تھی وہیں وہ کبھی سرقہ بھی کر لیا کرتی تھی جیسا کہ حدیث الباب میں موجود ہے، لہذا آنے والے باب کا جواب جمہور کی طرف سے یہی دیا جائیگا کہ اس کا قطع ید لاجل السرقہ تھا نہ کہ جحود عاریۃ کی بناپر۔

٤٣٧٥ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زَيْدٍ - نَسَبَهُ جَعْفَرٌ إِلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ».

ترجمہ: عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا نیک اور شریف لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دیا کرو سوائے حدود کے (یعنی ایسے لوگ جو عموماً نیک ہوتے ہیں اور عام طور پر گناہوں یا جرائم میں ملوث نہیں ہوتے، اگر ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو معاف کر دیا کرو۔ ہاں اگر ان سے کوئی ایسا جرم اور گناہ سرزد ہو جائے جو حدود کے زمرے میں آتا ہو تو وہ معاف نہ کیا جائے (بذل)۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٣٧٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨١/٦).

شرح الحدیث: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حکام اور امراء کو خطاب کرتے ہوئے کہ اچھے اور بھلے لوگوں کی لغزشوں کو درگذر کر دیا کرو مگر حدود، کہ اسمیں کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ذو الھیئۃ وہ شخص ہے جس کی حالت غیر مشکوک ہو، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جو لوگ شرارت میں معروف نہ ہوں تو ایسے شخص سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو درگذر کرو، یا اس سے مراد باحیثیت لوگ ہیں، اور عثرات سے مراد کہا گیا ہے کہ صغار ذنوب ہیں، اس صورت میں الا الحدود استثناء منقطع ہو گا، یا ذنوب سے مراد مطلق ذنوب، اور حدود سے مراد وہ ذنوب جو موجب حد ہیں، اس صورت میں استثناء متصل ہو گا، لیکن اس حدیث کو بعض علماء جیسے سراج الدین قزوینیؒ نے موضوع کہا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی ہے اور اس کے دوسرے طرق بیان کئے ہیں اس کی سند میں ایک راوی ہیں عبد الملک بن زید جن کے بارے میں کلام ہے کسی قدر تفصیل اس پر بذل المجھود[1] میں دیکھی جائے۔ والحدیث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣١٥ - ٣١٦

٥ ۔ بَابُ الْعَفْوِ عَنِ الْحُدُودِ مَا لَمْ تَبْلُغِ السُّلْطَانَ

جس وقت تک حدود کا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نہ ہو تو اس کو معاف کرنے کے بیان میں

٤٣٧٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ جُرَيْجٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «تَعَافُّوا الْحُدُودَ [1] فِيمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ باہمی طور پر اپنی حدود کو معاف کر دیا کرو لیکن جب میرے پاس کوئی حد پہنچ جائے گی یعنی میرے پاس وہ حد شرعاً ثابت ہو جائے تو ضرور حد واجب ہو گی۔

تخریج: سنن النسائي-قطع السارق (٤٨٨٦) سنن أبي داود- الحدود (٤٣٧٦)

شرح الحدیث: یعنی جو معاصی اور امور موجب حد ہیں تو ان کو قاضی تک پہنچنے سے پہلے آپس میں تم لوگ معاف کر سکتے ہو لیکن جب مسئلہ قاضی تک پہنچ جائے گا تو پھر اس وقت معافی کی گنجائش نہیں بلکہ حد واجب ہو کر رہے گی یہی ضابطہ سفارش کا بھی سمجھ لیا جائے کہ بلوغ الی السلطان سے پہلے آپس میں ایک دوسرے سے سفارش کی جا سکتی ہے بعد میں نہیں۔ والحدیث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٦ ۔ بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى أَهْلِ الْحُدُودِ

اگر کسی سے حد کا کام صادر ہو جائے تو جہاں تک ہو سکے اسکی پردہ پوشی کرنے کے بیان میں

یعنی جس شخص سے ایسے فعل کا صدور ہو جو موجب حد ہے شرعاً، اس میں اخفاء اور پردہ پوشی اولیٰ ہے جیسے زنا اور شرب خمر، بذل میں لکھا ہے: أي استحبابه، ولعله مقصود فيما فيه حق الله تعالى فقط اھ [2] جس کی مثال ہم نے اوپر دی، اور جہاں حق العبد ضائع ہو رہا ہو وہاں ستر اولیٰ نہیں چنانچہ کتاب الجہاد میں حدیث گذر چکی مَنْ كَتَمَ غَالًّا فَإِنَّهُ مِثْلُهُ [3]۔

٤٣٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ مَاعِزًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ، وَقَالَ لِهَزَّالٍ: «لَوْ سَتَرْتَهُ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ».

---

[1] وسیأتي ص ٢٥٦ من البذل في باب التجسس حدیث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه وفيه انا نهينا عن التجسس انتهى.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣١٨

[3] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب النهي عن الستر على من غل ٢٧١٦

ترجمہ حضرت نعیم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماعزؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا اور ہزال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو اس بات کو اپنے کپڑے کے ذریعہ چھپالیتا (پردہ پوشی کرتا) تو تمہارے لئے یہ بہتر ہوتا۔

شرح الحدیث وَقَالَ لِهَزَّالٍ: لَوْ سَتَرْتَهُ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ: حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ جن کے بارے میں یہ حدیث ہے اور جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر اقرار بالزنا کیا تھا یہ انہوں نے ہزّال کے مشورہ سے کیا تھا جیسا کہ آگے روایت میں اس کی تصریح آ رہی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہزال ہی سے فرمارہے ہیں کہ اگر تو ماعزؓ کے بارے میں پردہ پوشی کرتا تو تیرے لئے بہتر تھا۔ والحدیث اخرجه النسائی، قاله المنذری۔

٤٣٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّ هَزَّالًا أَمَرَ مَاعِزًا أَنْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرَهُ.

ترجمہ محمد بن عبید حماد یحییٰ ابن منکدر سے روایت ہے کہ حضرت ماعزؓ کو ہزال نے کہا تھا کہ تم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت بیان کرو (کہ میں نے زنا کا قصور کر لیا ہے)۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٣٧٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢١٧/٥)

٧ - بَابٌ فِي صَاحِبِ الْحَدِّ يَجِيءُ فَيُقِرُّ

حد والا گناہ کر کے حاکم کے پاس آ کر اقرار کرنے والے کے بیان میں

٤٣٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيدُ الصَّلَاةَ، فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ، فَتَجَلَّلَهَا [1]، فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا، فَصَاحَتْ، وَانْطَلَقَ، فَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ، فَقَالَتْ: إِنَّ ذَاكَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا، وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَتْ: إِنَّ ذَلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا، فَانْطَلَقُوا، فَأَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِي ظَنَّتْ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا، فَأَتَوْهَا بِهِ، فَقَالَتْ: نَعَمْ هُوَ هَذَا، فَأَتَوْا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، فَقَالَ لَهَا «اذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكِ» وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي الرَّجُلَ الْمَأْخُوذَ» ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا: «ارْجُمُوهُ» ، فَقَالَ: «لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، أَيْضًا عَنْ سِمَاكٍ.

ترجمہ علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ دور نبوی میں ایک خاتون نماز پڑھنے کے لئے نکلی اس

---

[1] بالجیم فهو کنایة عن الجماع قاله السیوطي وقال القاري: أي تغشيها بثوبه فصار كالجل عليها اهـ (عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ١٢ ص ٤٢)

خاتون کو (راستہ میں) ایک شخص مل گیا جو اس پر چڑھ گیا اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی (زنا کیا) اس خاتون نے شور مچایا لیکن وہ شخص چلا گیا، اس وقت ایک دوسرا شخص اس خاتون کے سامنے سے گزرا اس خاتون نے کہا، فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ کام کیا ہے اور مہاجرین میں سے ایک جماعت آئی ان سے اس خاتون نے یہی بات کہی کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے وہ تمام لوگ یہ بات سن کر دوڑے اور اس شخص کو جا پکڑ لیا جس کے متعلق خاتون کا خیال تھا کہ اس نے اس کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔ پھر اس شخص کو (پکڑ کر) اس خاتون کے پاس لائے اس خاتون نے (تصدیق کی اور) کہا: ہاں وہ یہی شخص ہے اس پر حضرات صحابہ کرامؓ اس شخص کو لے کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس پر سزا کا حکم فرما ہی رہے تھے کہ وہ شخص خود کھڑا ہو گیا جس نے اس سے زنا کیا تھا اور اس نے کہا (اقرار کرلیا) کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس خاتون سے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا تم چلی جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا اور آپ ﷺ نے اس شخص سے اچھی بات فرمائی یعنی جس شخص کو بے قصور پکڑا گیا تھا اسکی آپ ﷺ نے تعریف فرمائی اور جس شخص نے خاتون سے جرم کا ارتکاب کیا تھا اسکے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کو رجم کر دو۔ پھر فرمایا اس شخص نے اپنے اوپر حد جاری کرا کر ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس طرح کی توبہ مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول کی جاتی۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٣٧٩) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٩/٦)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت گھر سے نکلی مسجد میں جانے کیلئے نماز کی غرض سے راستہ میں ایک اجنبی شخص اس کو مل گیا پس وہ اس پر چھا گیا اور اپنی حاجت اس سے پوری کرلی، وہ عورت اس پر چیخی لیکن وہ شخص اپنا کام کر کے چلا گیا اس کے بعد کوئی اور شخص اس عورت کے پاس کو گذرا تو اس عورت نے اسی شخص کے بارے میں کہنا شروع کر دیا کہ اسی نے میرے ساتھ یہ فعل کیا ہے ایک مہاجرین کی جماعت کا وہاں کو گذر ہوا ان سے بھی اس عورت نے یہی کہا یہ لوگ اس شخص کو پکڑ کر اس عورت کے قریب لائے عورت نے کہا کہ ہاں یہی شخص ہے یہ لوگ اس کو حضور ﷺ کے پاس لے کر آئے جب آپ ﷺ نے اس شخص پر حد جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا تو اب اصل صاحب واقعہ مجلس میں سے کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! صاحب واقعہ تو میں ہوں، اس کے بعد یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے اس عورت سے تو یہ فرمایا کہ تو تو چلی جا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تو معاف کیا، کیونکہ وہ تو مجبور تھی جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ بغیر اس کے ارادہ اور رضا کے ہوا، اور اس شخص کے بارے میں جو بری تھا اچھی بات ارشاد فرمائی، اس کی دلداری کے لئے، صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا اس شخص کے بارے میں جو صاحب واقعہ تھا کہ اس کا رجم کرا دیجئے، لیکن ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ خود آپ ﷺ نے لوگوں کو رجم کا امر فرمایا ولفظہ: وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا: «ارْجُمُوهُ» [1]۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الحدود - باب ما جاء في المرأة إذا استكرهت على الزنا ١٤٥٤ه.

تحقیق نفیس واجب التنبیه: یہاں بذل المجہود میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے: فامر برجمه فرجم[1] کہ آپ ﷺ نے اس صاحب واقعہ کے رجم کا حکم فرمایا چنانچہ اس کا رجم کردیا گیا حضرتؒ کی یہ رائے ترمذی کی روایت کے سیاق کے تو موافق ہے لیکن ابوداؤد کی روایت جس کا سیاق، سیاق ترمذی کے خلاف ہے اسمیں آپکی جانب سے امر بالرجم کی تصریح نہیں ہے لہٰذا ابوداود کی روایت کے پیش نظر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کا رجم کرایا بلکہ اسکا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کا رجم نہیں کرایا اسلئے کہ لوگوں نے جب آپ ﷺ سے درخواست کی اسکے رجم کے بارے میں تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ، حضرت شیخؒ کی رائے بھی یہی ہے اور ترمذی کی روایت کے بارے میں حضرت نے حاشیۂ بذل میں لکھا ہے ھو عندی وھم کما فی ھامش الکوکب الدری[2]، حاشیۂ کوکب میں حضرت شیخ نے سیاق ابی داؤد ہی کو ترجیح دیتے ہوئے اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ اس شخص کا رجم نہیں کیا گیا گو بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا رجم کے بارے میں حضرت شیخ لکھتے ہیں: ویوافقه سیاق الذھبی فی التذکرۃ بلفظ فقالوا أ ترجمه فقال لقد تاب توبة الخ ویؤیدہ أیضا ما فی مسند أحمد فقیل یا نبی الله ألا ترجمه فقال لقد تاب توبة الخ اھ[3] وھذا تحقیق نفیس لم یتعرض له الشراح، والله تعالی اعلم بالصواب۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ تمام اہل مدینہ بھی اپنے معاصی کیلئے کریں تو سبھی کی قبول ہوجائے۔

یہاں ایک چیز اور قابل غور ہے وہ یہ کہ اس روایت میں یہ آیا ہے. فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ قَامَ صَاحِبُهَا، اس پر یہ اشکال ہے کہ ابھی تک تو اس شخص نے زنا کا اقرار نہیں کیا تھا اور نہ باقاعدہ کوئی بینہ تھا تو پھر آپ ﷺ نے اس رجل بری کے رجم کا ارادہ کیسے فرمالیا اس لئے شراح نے اسکی تاویل کی ہے کہ شاید راوی کی مراد یہ ہے فلما قارب ان یامر به یعنی ظاہر حال سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ بس اب آپ ﷺ اس پر حد کا فیصلہ فرمادیں گے کیونکہ لوگوں نے اس شخص کو آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا تھا اور آپ ﷺ اسکے بارے میں تفتیش فرمارہے ہوں گے اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ ہے: الظاهر ان الامر لم یکن الا باخراجه وابعادہ حیث رآہ اختل عقله وتشتت امرہ ولم یثبت علیه شئی الخ یعنی آپ کا یہ امر حد جاری کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ اخراج عن المجلس سے متعلق تھا اس لئے کہ وہ شخص اس تہمت کی وجہ سے حواس باختہ اور پریشان ہوگیا تھا کچھ بول ہی نہیں رہا تھا اس لئے آپ نے اس کو مجلس سے نکالنے کا حکم فرمایا لیکن وہ صاحب واقعہ یہ سمجھا کہ اس کو اقامۃ حد کے لئے لیجایا جارہا ہے اسلئے اس نے فوراً اپنے فعل کا اقرار کرلیا اس شخص بری کو بچانے کے لئے الی آخر ما فی البذل۔ والحدیث اخرجه الترمذی وابن

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۷ ص ۳۲۱
2. بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۷ ص ۳۲۱
3. الكوكب الدري على جامع الترمذي – ج ۲ ص ۳۸٤

ماجه بنحوه، قاله المنذری۔

٨۔ بَابٌ فِي التَّلْقِينِ فِي الْحَدِّ

حد واقع کرنے سے پہلے تلقین کئے جانے کے بیان میں

٤٣٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ، مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ، عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُومِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اعْتِرَافًا وَلَمْ يُوجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ»، قَالَ: بَلَى، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَأَمَرَ بِهِ فَقُطِعَ، وَجِيءَ بِهِ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ» فَقَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ» ثَلَاثًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابو اُمیہ مخزومیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا جس نے اقرار بھی کیا تھا لیکن اس کے پاس کچھ مال نہیں ملا۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میرا نہیں خیال کہ تم نے چوری کی ہو اس نے جواب دیا جی کی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد کا حکم فرمایا اور (اس کا ہاتھ) کاٹ دیا گیا پھر اسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی جانب رجوع کرو تو اسؓ نے کہا: میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! اس شخص کی توبہ قبول فرمایئے اور اس کی مغفرت فرما دیجئے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو عمرو بن عاصم نے اپنی سند سے اسحٰق بن عبد اللہ کے بعد بلا واسطہ ابو اُمیہ انصاری سے نقل کیا ہے۔

تخریج: سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨٠) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٩٣) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٠٣)

شرح الحدیث: تلقین فی الحد کا مطلب یہ ہے کہ جہاں پر ثبوت حد کا بطریق اقرار ہو رہا ہو تو وہاں قاضی کا یہ کوشش کرنا کہ حد کا ثبوت نہ ہو تو بہتر ہے گویا وہ اپنے اقرار سے پھر جائے وهذا التلقين مستحب لدرء الحد لا لإسقاط حق المسروق منه فيعطى له حقه وان أندرأ الحد كذا في البذل [1] یعنی اس تلقین سے مقصود حق العبد کو ضائع کرنا نہیں ہے لہٰذا مسروق منہ کو اس کا حق تو دلایا جائے اگرچہ حد ساقط ہو جائے مثلاً کوئی شخص قاضی کے پاس آ کر زنا کا اقرار کرے تو اسے کہے کہ ارے بیوقوف تجھے خبر بھی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٢٢

ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں اور بھلا مسلمان بھی کہیں زنا کر سکتا ہے اور ایسے ہی قاضی کا اسکے اقرار بالزنا کے وقت میں اعراض کرنا اس کی طرف سے رخ موڑ لینا اور جیسا کہ یہاں حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس چور سے جس نے آپ ﷺ کے سامنے چوری کا اقرار کیا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ کہ ہمارا خیال تو نہیں کہ تو نے چوری کی ہوگی۔

قَالَ: بَلَى، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ: اعتراف سرقہ عند الجمہور ثبوت سرقہ کے لئے ایک مرتبہ کافی ہے اور امام احمدؒ وابو یوسفؒ کے نزدیک اقرار مرتین ضروری ہے۔

فَقَالَ: «اسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ» فَقَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ»:

حدود صرف زواجر ہیں یا کفارات بھی؟ یعنی قطع ید کے بعد جب اس سارق کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو توبہ اور استغفار کا حکم فرمایا اس سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حد مکفر نہیں بلکہ زاجر ہے چنانچہ بذل المجہود میں ہے: وهذا يدل على أن الحد ليس بكفارة للذنوب، والكفارة هي التوبة اهـ[1] اس مسئلہ پر صحیح بخاری میں مستقل باب ہے بَابُ الحُدُودُ كَفَّارَةٌ اور اسی طرح ترمذی میں بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الحُدُودَ كَفَّارَةٌ لِأَهْلِهَا اس میں انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث ذکر کی ہے كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ، فَقَالَ: تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا - قَرَأَ عَلَيْهِمُ الآيَةَ - فَمَنْ وَفَّى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ الخ، اور عرف الشذی میں ہے: في كتب أصولنا أن الحدود زواجر، وعند الشافعية سواتر وكفارات، ولم أجد عن أئمتنا ومشائخنا أن الحدود زواجر فقط لا كفارات، لكن المحقق أن الحدود كفارات بعض الكفارة وعلى هذا عندي نقول[2]، شاہ صاحبؒ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ بات "حدود کفارہ نہیں ہیں حنفیہ کے نزدیک" یہ نقل صحیح نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی حدود میں تکفیر کو دخل ہے یعنی فی الجملہ وہ مکفر ہیں اور پھر اس کے موافق بعض ائمہ احناف کی عبارتیں نقل کی ہیں، فارجع اليه لو شئت، اور حاشیہ بذل میں حضرت شیخ نے فریقین کے دلائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے[3]۔ والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٢٣

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٣ ص ١٣٣

[3] ففي هامش البذل (ج ١٧ ص ٣٢٣): قال القاري في المرقاة ١٠/ص ٨٠ في حديث عبادة "من اصاب من ذلك شيئاً فعوقب في الدنيا فهو كفارة، ومنه اخذ اكثر العلماء ان الحدود كفارات، وحديث لا ادري الحدود كفارات ام لا، قبل العلم بذلك اهـ، وبنظر النووي ٢/ص ٧٣ وذكر العيني ١/ص ١٨٧ المؤيدات لحديث عبادة ان الحدود كفارات، قلت ويؤيد الحنفية حديث الباب وقوله تعالى انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله، الآية وفيها عذاب الآخرة مع عذاب الدنيا، ولذا اضطر صاحب تفسير الجمل بتاويل الآية بالكافر او بمن لم يقم عليه الحد اهـ ما في الهامش۔

٩۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَعْتَرِفُ بِحَدٍّ وَلَا يُسَمِّيهِ

کوئی شخص حد لازم ہونے کا اعتراف کرے لیکن اعتراف کرتے وقت یہ نہ کہے کہ کونسی حد ہے؟

٤٣٨١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، قَالَ «تَوَضَّأْتَ حِينَ أَقْبَلْتَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «هَلْ صَلَّيْتَ مَعَنَا حِينَ صَلَّيْنَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ عَفَا عَنْكَ».

ترجمہ: حضرت امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد قائم فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ہمارے پاس آئے تو تم نے وضو کیا تھا؟ اس شخص نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ہمارے ہمراہ نماز پڑھی تھی جب ہم نے نماز پڑھی تھی جواب دیا: جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اللہ نے تمہار گناہ معاف فرمادیا۔

تخریج صحیح مسلم - التوبة (٢٧٦٥) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨١)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے گناہ کا صدور ہو گیا ہے مجھ پر حد قائم کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے آتے وقت وضو کی تھی اسنے عرض کیا کی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نماز کے بارے میں سوال کیا کہ کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی جب ہم نماز پڑھ رہے تھے اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا جا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو معاف کیا۔

شراح نے لکھا ہے کمافی البذل کہ بظاہر اس شخص نے صغائر میں سے کسی صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو گا لیکن اسکا گمان یہ تھا کہ یہ موجب حد ہے اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا ہو گا کہ اس کا وہ فعل صغائر میں سے ہے اسی لئے آپ نے اس سے وضاحت طلب نہیں کی جس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ نماز اور وضو صغائر کے لئے مکفر ہیں نہ کہ کبائر کے لئے [1]۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی مختصراً ومطولاً، قالہ المنذری۔

١٠۔ بَابٌ فِي الِامْتِحَانِ بِالضَّرْبِ

تفتیش کیلئے مجرم کو مارنے پیٹنے کے بیان میں

٤٣٨٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ، أَنَّ قَوْمًا، مِنَ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود-- ج ١٧ ص ٣٢٥

الْكَلَاعِيِّينَ سُرِقَ لَهُمْ مَتَاعٌ، فَاتَّهَمُوا أُنَاسًا مِنَ الْحَاكَةِ، فَأَتَوُا النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَبَسَهُمْ أَيَّامًا ثُمَّ خَلَّى سَبِيلَهُمْ، فَأَتَوُا النُّعْمَانَ، فَقَالُوا: خَلَّيْتَ سَبِيلَهُمْ بِغَيْرِ ضَرْبٍ، وَلَا امْتِحَانٍ، فَقَالَ النُّعْمَانُ: «مَا شِئْتُمْ، إِنْ شِئْتُمْ أَنْ أَضْرِبَهُمْ فَإِنْ خَرَجَ مَتَاعُكُمْ فَذَاكَ، وَإِلَّا أَخَذْتُ مِنْ ظُهُورِكُمْ مِثْلَ مَا أَخَذْتُ مِنْ ظُهُورِهِمْ»، فَقَالُوا: هَذَا حُكْمُكَ؟ فَقَالَ: «هَذَا حُكْمُ اللهِ، وَحُكْمُ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِنَّمَا أَرْهَبَهُمْ بِهَذَا الْقَوْلِ، أَيْ لَا يَجِبُ الضَّرْبُ إِلَّا بَعْدَ الِاعْتِرَافِ».

ترجمہ: ازہر بن عبد اللہ حراری سے روایت ہے کہ قبیلہ کلاع کچھ لوگوں کا مال چوری ہو گیا ان لوگوں نے کچھ جولاہوں (کپڑے بننے والوں) پر چوری کی تہمت لگائی اور ان کو صحابی رسول نعمان بن بشیرؓ کے پاس لے کر آئے۔ نعمانؓ نے ان جولاہوں کو کچھ دن تک گرفتار رکھا پھر ان کو رہا کر دیا پھر قبیلہ کلاع کے لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نے جو لاہوں کو مار پیٹ کئے بغیر اور انکی تفتیش کئے بغیر رہا کر دیا نعمانؓ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم کو منظور ہو تو میں ان کو مارتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ اگر ان لوگوں کے پاس تمہارا سامان نکلے تو ٹھیک ہے ورنہ میں تم کو بھی اسی قدر ماروں گا جس قدر میں نے انکو مارا ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا کیا یہ تمہارا اپنا حکم ہے؟ نعمانؓ نے جواب دیا: یہ اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے۔

تخریج سنن النسائي-قطع السارق(٤٨٧٤) سنن أبي داود-الحدود(٤٣٨٢)

شرح الحديث ومسئلة الباب: بعض لوگ جو کلاعیین میں سے تھے یعنی قبیلہ ذی کلاع میں سے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے ان کا سامان چوری ہو گیا، ان کو کچھ لوگوں پر شک وشبہ تھا جو کہ کپڑا بننے والوں میں سے تھے حاکہ جمع ہے حائک کی یعنی جلاہا تو وہ نعمان بن بشیرؓ کے پاس گئے جو اس وقت امیر کوفہ تھے ان سے جا کر اپنا واقعہ بیان کیا اور اپنا شک وشبہ ظاہر کیا انہوں نے ان متہم لوگوں کو چند روز نظر بند رکھا جب کچھ ثبوت نہیں ملا تو ان کو چھوڑ دیا وہ کلاعیین ان کے پاس آئے اور کہا آپ نے ان کو بغیر پٹائی اور امتحان کے چھوڑ دیا انہوں نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ان کی پٹائی کروں میں ایسا کر سکتا ہوں اگر تم چاہو اس کے بعد تمہارا سامان اگر ان کے پاس سے نکل آیا تو فبہا ورنہ تمہاری کمر پر بھی اتنی ہی لگاؤں گا جتنے ان کے لگے اس پر وہ کہنے لگے کہ کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرا نہیں بلکہ اللہ ورسول کا فیصلہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجل متہم کو برائے تحقیق وتفتیش قید تو کیا جا سکتا ہے لیکن ضرب جائز نہیں چنانچہ کتاب القضاء میں ایک باب گذرا ہے بَابٌ فِي الْحَبْسِ فِي الدَّيْنِ وَغَيْرِهِ، لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ، وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: يُحِلُّ عِرْضُهُ يُغَلَّظُ لَهُ، وَعُقُوبَتُهُ يُحْبَسُ لَهُ۔ وفی روایۃ من هذا الباب أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ[1]۔

[1] سنن أبي داود-كتاب الأقضية-باب في الحبس في الدين وغيره ٣٦٣٠

بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کیا ہے: إلا أن العلماء جوزوا في أيامنا [1] هذه الامتحان بالضرب، وبماشاء من التهديد لما رأوا من تفويت الحقوق وإتلافها لولا ذلك، وكان فيما مضى من الزمان يكتفي باليسير من التهديد في اعتراف السارق اه [2] یعنی ہمارے موجودہ زمانہ میں علماء کرام نے امتحان بالضرب وغیرہ کی اجازت دی ہے ورنہ بغیر اس کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، ہاں گذشتہ زمانوں میں تہدید یسیر کافی تھی، والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۱۱ ـ بَابُ مَا يُقْطَعُ فِيهِ السَّارِقُ

کس قدر مال چوری کرنے کی صورت میں چور کا ہاتھ کاٹنا درست ہے؟

یعنی کتنے مال کی چوری میں قطع ید کیا جائیگا، یعنی نصاب سرقہ کیا ہے؟

سرقہ کی تعریف اورنصاب سرقہ میں مذاہب ائمہ: سَرقہ باب ضرب یضرب سے ہے اور سَرَق بھی اسی معنی میں ہے، اس کی تعریف فقہاء نے یہ کی ہے اخذ مال محرز خفیة یعنی دوسرے کا ایسا مال جو محفوظ ہو چپکے سے لے لینا، نصاب سرقہ کے بارے میں بذل المجہود [3] میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہوئے گیارہ مذہب ذکر کرکے گئے ہیں علامہ شوکانی فرماتے ہیں اس میں اصل مذاہب تو یہی ہیں یعنی گیارہ مذاہب جو ہم نے ذکر کئے ہیں اور فتح الباری میں ان مذاہب کو بیس تک پہنچادیا ہے لیکن ان گیارہ کے علاوہ جو باقی مذاہب ہیں ان کو مستقل مذاہب نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ وہ ان ہی گیارہ کی طرف راجع ہیں: ① امام شافعیؒ کے نزدیک ربع دینار ہیں، ② امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک ثلاثة دراهم، ③ حنفیہؒ کے نزدیک دس درہم، ④ داؤد ظاہری اور حسن بصریؒ کے نزدیک مطلق مال قلیل ہو یا کثیر۔

٤٣٨٣ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٠٧) صحيح مسلم - الحدود (١٦٨٤) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٥) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩١٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨٣) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) موطأ مالك - الحدود

---

[1] وفي هامش البذل (ج١٧ص٣٢٨): وفيه تفصيل عند الحنفية من ان المعروف بالبر لا يحبس ولا يعاقب، وهل يحلف؟ فيه قولان، والمستور يحبس، والمعروف بالفسق يعاقب (الشامي ج٢ص٢١٤ وص٢٠٥)۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٧ص٣٢٨

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٧ص٣٣٠-٣٣١

(١٥٧٥) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٠٠)

شرح الحديث: یہ حدیث امام شافعیؒ کی دلیل ہوئی جن کے نزدیک نصاب سرقہ ربع دینار ہے۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٣٨٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا». قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: «الْقَطْعُ فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چوتھائی دینار یا اس سے زائد میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے۔ احمد بن صالح نے حدیث میں تقطع کی جگہ القطع مصدر ذکر کیا ہے (جبکہ وہب اور ابن السرح وغیرہ نے تقطع صیغہ مضارع معرف ل ذکر کیا تھا بذل [1])۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٠٧) صحيح مسلم - الحدود (١٦٨٤) صحيح مسلم - الحدود (١٦٨٥) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٥) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩١٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨٤) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦) موطأ مالك - الحدود (١٥٧٥) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٠٠)

٤٣٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ».

ترجمہ: عبد اللہ، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے تین درہم کی ڈھال کی چوری کرنے (کی صورت) میں ہاتھ کاٹا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤١١) صحيح مسلم - الحدود (١٦٨٦) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٦) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٠٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨٥) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) موطأ مالك - الحدود (١٥٧٢) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٠١)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ نے چور کا ہاتھ کاٹا ہے ڈھال کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی آگے بھی ابن عمرؓ کی دوسری روایت میں یہی آرہا ہے یہ امام مالکؒ واحمدؒ کی دلیل ہوئی اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یہ ہے: قَطَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ رَجُلٍ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ دِينَارٌ، أَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ یعنی آپ ﷺ نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی بذل میں لکھا ہے کہ جمہور کا استدلال باب کی شروع کی احادیث سے ہے اور

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٢٩

حنفیہ کا اس آخری حدیث ابن عباسؓ سے [1]۔

اصل اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس مال کی چوری میں قطع ید کیا ہے جو قیمت میں ثمن مجن کے برابر ہو اب قیمت مجن کے بارے میں روایات مختلف ہیں، ربع دینار، ثلاثة دراہم اور عشرة دراہم امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جب قیمت مجن اسمیں اصل ہے اور اس کی تعیین میں چونکہ روایات مختلف ہیں لہذا اس میں احتیاطاً وہ مقدار لی جائے گی جس پر سب روایات صادق آتی ہوں اور چونکہ ایک روایت اس کی قیمت کے بارے میں عشرة دراہم کی بھی ہے لہذا اسی کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ یہ مقدار تو مجمع علیہ ہے اور جو اس سے کم ہے وہ غیر متفق علیہ مقدار ہے، بذل المجهود میں ہے: استدل الطحاوي للحنفية بحديث أيمن الحبشي قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لأدنى ما يقطع فيه السارق ثمن المجن، وفي رواية عن أم أيمن قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لا يقطع يد السارق إلا في حجفة حنفیہ کے اور مزید دلائل بذل المجهود [2] میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

٤٣٨٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، أَنَّ نَافِعًا، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُمْ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ سَرَقَ تُرْسًا، مِنْ صُفَّةِ النِّسَاءِ، ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا کہ جس نے (مقام) صفۃ النساء میں سے ایک ڈھال چوری کی تھی اور اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤١١) صحيح مسلم - الحدود (١٦٨٦) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٦) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٠٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٨٦) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) موطأ مالك - الحدود (١٥٧٢) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٠١)

٤٣٨٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَهَذَا لَفْظُهُ، وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «قَطَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ رَجُلٍ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ دِينَارٌ، أَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، وَسَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا، ایک ڈھال چوری کرنے کی وجہ سے جس ڈھال کی مالیت ایک دینار یا دس درہم ہو گی۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں محمد بن سلمہ اور معدان بن یحییٰ نے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٣٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٣٠-٣٣٤

اسی سند کے ساتھ ابن اسحق سے روایت کیا ہے۔

تخریج سنن النسائي-قطع السارق (٤٩٥٠) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٨٧)

١٢ ـ بَابُ مَا لَا قَطْعَ فِيهِ

جن اشیاء کی چوری کرنے کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

٤٣٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، أَنَّ عَبْدًا سَرَقَ وَدِيًّا مِنْ حَائِطِ رَجُلٍ، فَغَرَسَهُ فِي حَائِطِ سَيِّدِهِ، فَخَرَجَ صَاحِبُ الْوَدِيِّ يَلْتَمِسُ وَدِيَّهُ، فَوَجَدَهُ، فَاسْتَعْدَى عَلَى الْعَبْدِ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ، فَسَجَنَ مَرْوَانُ الْعَبْدَ وَأَرَادَ قَطْعَ يَدِهِ، فَانْطَلَقَ سَيِّدُ الْعَبْدِ إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ»، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ مَرْوَانَ أَخَذَ غُلَامِي، وَهُوَ يُرِيدُ قَطْعَ يَدِهِ، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تَمْشِيَ مَعِي إِلَيْهِ فَتُخْبِرَهُ بِالَّذِي سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَشَى مَعَهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ حَتَّى أَتَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، فَقَالَ لَهُ رَافِعٌ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ»، فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِالْعَبْدِ فَأُرْسِلَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْكَثَرُ: الْجُمَّارُ".

ترجمہ: عبداللہ بن حبان سے روایت ہے کہ ایک غلام نے ایک باغ میں کھجور کا ایک پودا چوری کر لیا اور اسکو اپنے آقا کے باغ میں لگایا تو پودے کا مالک اپنے پودے کو تلاش کرتا ہوا نکلا پھر اس نے وہ پودا پالیا اور اس وقت کے مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم کے یہاں اس غلام کے خلاف مقدمہ دائر کیا، مروان نے اس غلام کو قید کر دیا اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اس غلام کا مالک حضرت رافع بن خدیج کے پاس گیا اور اس نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے درخت پر لگے پھل کے چوری کرنے اور کھجور کے درخت کے تنے میں سے نکلنے والے سفید گودے کی چوری کرنے کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس شخص نے کہا کہ مروان نے میرے غلام کو گرفتار کیا ہے اور (وہ) اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے، میری خواہش ہے کہ آپ مروان کے یہاں میرے ساتھ چلیں اور آپ نے جو حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے (وہ حدیث) مروان کو سنائیں۔ رافع بن خدیج ان کے ہمراہ تشریف لے گئے یہاں تک کہ مروان کے پاس پہنچ گئے اور بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ پھل اور درختوں کے تنے سے نکلنے والے گودے کی چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ بات سن کر مروان نے غلام کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ امام ابو داؤد نے فرمایا کہ لفظ کثر کے معنی کھجور کے درخت کے تنے میں سے نکلنے والا سفید گودے کے ہیں۔

٤٣٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَجَلَدَهُ

مَرْوَانُ جَلَدَاتٍ وَخَلَّى سَبِيلَهُ.

ترجمہ: حضرت محمد بن یحییٰ سے اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ مروان نے اس کے غلام کے کچھ کوڑے مارے بطور تعزیر کے پھر اس کو رہا کر دیا۔

تخریج: جامع الترمذی - الحدود (۱٤٤۹) سنن النسائي - قطع السارق (٤۹٦۰) سنن أبي داود - الحدود (٤۳۸۸) سنن ابن ماجه - الحدود (2593) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦۳/۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٠/٤) موطأ مالك - الحدود (۱٥۸۳) سنن الدارمي - الحدود (۲۳۰٤)

شرح الأحاديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ کسی آدمی کے غلام نے یہ غلام واسع بن حبان کا تھا یعنی راوی حدیث محمد بن یحییٰ کا چچا اور غلام کا نام فیل لکھا ہے کسی کے باغ سے پودا چوری کیا اور چوری کرنے کے بعد اسنے اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا صاحب ودی اس کی تلاش میں نکلا چنانچہ اس کو پالیا اور اس عبد کے خلاف مروان بن الحکم کے پاس جو کہ امیر مدینہ تھا استغاثہ کیا مروان نے اس پر غلام کو قید کر لیا اور قطع ید کا ارادہ کیا غلام کا آقا یعنی واسع بن حبان رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے جا کر مسئلہ معلوم کیا انہوں نے اسکے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ، یہ سن کر واسع حبان نے کہا کہ امیر مدینہ نے تو میرے غلام کو پکڑ رکھا ہے اور قطع ید کا ارادہ کر رہا ہے لہٰذا براہ کرم آپ میرے ساتھ مروان کے پاس چلیں اور اس کو یہ حدیث سنا دیں چنانچہ حضرت رافع بن خدیج اسکے ساتھ مروان کے پاس گئے اور جا کر اس کو یہ حدیث سنائی مروان نے یہ حدیث سن کر غلام کو چھوڑ دینے کا حکم صادر کر دیا۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْكَثَرُ: الْجُمَّارُ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھل اور جمّار کی چوری میں قطع ید نہیں ہے جُمار کھجور کے تنے کے بیچ میں جو گودا ہوتا ہے سفید سفید اس کو کہتے ہیں، اور اس میں قطع ید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کے لینے میں سرقہ کے معنی نہیں پائے جاتے عدم حرز کی وجہ سے کہ یہ چیزیں محفوظ نہیں ہیں امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ جو شجر مکان محفوظ میں ہو اس کے ثمر کی چوری میں قطع ید ہے۔ اور ثمر میں قطع ید نہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ وہ مایتسارع الیہ الفساد کے قبیل سے ہے جس کی چوری میں ہمارے یہاں قطع ید نہیں ہے چنانچہ جو طعام مہیا للاکل ہو اس کی چوری میں بھی قطع نہیں ہے، بعد والی روایت میں یہ اضافہ ہے فَجَلَدَهُ مَرْوَانُ جَلَدَاتٍ وَخَلَّى سَبِيلَهُ یعنی مروان نے اس غلام کو تعزیراً چند کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا۔ والحدیث اخرجه النسائی مختصراً ......واخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه موصولاً مختصراً کذلك. قاله المنذری۔

٤٣٩٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ، فَقَالَ: «مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ

مُتَّخِذٍ خُبْنَةً، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ، وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ، فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ، فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ، وَمَنْ سَرَقَ دُونَ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ، وَالْعُقُوبَةُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْجَرِينُ: الْجُوخَانُ".

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے کسی شخص نے درخت پر لٹکے ہوئے میوے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس ضرورت مند شخص نے (وہ پھل) توڑ کر منہ میں رکھ لیا اور اپنی جھولی میں پھل جمع نہیں کیا تو اس شخص کو اس کو دوگناہ جرمانہ ادا کرنے پڑے گا اور اسکا تاوان بھرنا پڑے گا اور جس شخص نے اس میں سے اس کے خشک کرنے کی جگہ میں (کھلیان) جمع کرنے کے بعد چوری کیا اور وہ ڈھال کی مالیت کا تھا تو اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

تخریج: سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٥٨) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٥٩) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٩٠)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ سے درختوں [1] پر لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر حاجت مند اس کو توڑ کر منہ میں رکھ لے بشرطیکہ ساتھ نہ لیجائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں اور جو توڑ کر ساتھ لیجائے اسپر اس کا تاوان اور ضمان ہے اور سزا بھی، یعنی تعزیر۔

یعنی قطع ید تو دونوں صورتوں میں نہیں ہے عدم حرز کی وجہ سے جیسا کہ اوپر صرف توڑ کر کھالینے میں تو مضائقہ نہیں اور ساتھ لیجانے کی اجازت نہیں، اس میں تعزیر ہوگی اور ضمان، ضابطہ میں تو ضمان اتنا ہی برابر سرابر لیا جائے گا لیکن یہاں روایت میں نسخے مختلف ہیں بعض میں ہے، غرامۃ مثلہ اور بعض میں غرامۃ مثلیہ، دوگنا ضمان کا حکم اب نہیں ہے وہ منسوخ ہے۔

ما استفید من الحدیث: اس حدیث میں مسافر کیلئے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت مذکور ہے امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کتاب البیوع میں یہ ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي أَكْلِ الثَّمَرَةِ لِلْمَارِّ بِهَا علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: علماء نے اس کو مجاعۃ اور ضرورت پر محمول کیا ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان نصوص کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو تحریم مال مسلم کے بارے میں وارد ہیں اھ اور کوکب الدری میں یہ ہے کہ یہ عرف انصار پر محمول ہے ان کے یہاں ثمر ساقط کے کھانے کی اجازت تھی اور جائع کے لئے ثمر معلق کی بھی پس اس کا مدار عرف پر ہے اگر کسی جگہ معلق کی اجازت بھی عام ہو جائع اور غیر جائع دونوں کیلئے تو وہاں دونوں کیلئے جائز ہوگا اھ [2] اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جگہ مطلقاً اجازت نہ ہو تو کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا۔

وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ، فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ، فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ: اور اگر کوئی شخص اس پھل (کھجور وغیرہ) کی چوری

---

[1] یا معلق سے مراد کھجور کا وہ خوشہ ہے جس کو درخت سے توڑ کر چند روز کے لئے کھلیان میں پہنچانے سے پہلے لٹکا دیتے ہیں فی الجملہ خشکی کے لئے اس لئے کہ اگر اس خوشہ کو ویسے ہی کھلیان میں جمع کر دیں تو سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

[2] الکوکب الدري علی جامع الترمذي - ج ۲ ص ۳۲۵

اس وقت کرے کہ جب اس کو کھلیان میں پہنچا دیا گیا ہو حفاظت کے لئے اور اسکی مقدار ہو بھی اتنی جو ثمن مجن کو پہنچتی ہو تو اس صورت میں قطع ید ہوگا۔

غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً: یعنی کپڑے میں چھپا کر نہ لے جائے، صرف وہیں کھالے، خبنہ کہتے ہیں معطف الازار کو، یعنی لنگی کا وہ سرا جس کو موڑ کر لنگی باندھتے ہیں جیسے پاجامہ میں نیفا ہوتا ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ، وقال الترمذی حسن، قالہ المنذری۔

١٣ ۔ بَابُ الْقَطْعِ فِي الْخُلْسَةِ وَالْخِيَانَةِ

لوٹ مار کرنے والے اور امانت میں خیانت کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹے جانے کے بیان میں

٤٣٩١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ، وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال لوٹنے (زبردستی چھیننے یا اُچکنے) پر ہاتھ نہیں کٹے گا اور جس نے علی الاعلانیہ چیز چھین لی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٨) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٧١) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٩١) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٩١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/ ٣٨٠) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٠)

٤٣٩٢ - وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ قَطْعٌ».

ترجمہ: اور اسی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خیانت کرنے والے پر بھی قطع ید نہیں ہے یعنی اس کا ہاتھ نہیں کٹے گا۔

شرح الأحادیث: آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوٹ مار کرنے والے پر قطع ید نہیں ہے اور جو اس طرح علانیہ دوسرے کا مال چھینے وہ ہم میں سے نہیں۔

ترجمۃ الباب میں خُلْسَةِ کا لفظ تھا اور حدیث میں نُهْبَةً کا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور اسمیں قطع نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ انتہاب اور سرقہ دونوں کی حقیقت مختلف ہے کیونکہ انتہاب میں اخذ خفیۃً نہیں ہوتا بلکہ علانیہ اور خیانت میں اسلئے نہیں کہ وہاں حرز کے معنی مفقود ہیں اور یہ دونوں سرقہ کی حقیقت میں داخل ہیں۔

حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں تحریر ہے کہ چونکہ حدود سے مقصود زجر ہے اور زجر کی زیادہ احتیاج ان جنایات اور گڑبڑوں میں ہوتی ہے جن کا شیوع اور عموم ہو بخلاف خلسہ اور نہبہ کے کہ اسپر اقدام کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہو سکتا مگر وہی شخص جو انتہائی

بے باک اور جری ہو، ہاں تعزیر اس میں ہے جو حاکم مناسب سمجھے۔

۴۳۹۳ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، زَادَ «وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِسِ قَطْعٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " هَذَانِ الْحَدِيثَانِ لَمْ يَسْمَعْهُمَا[1] ابْنُ جُرَيْجٍ، مِنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَبَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا سَمِعَهُمَا ابْنُ جُرَيْجٍ مِنْ يَاسِينَ الزَّيَّاتِ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُمَا الْمُغِيرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے حضرت رسول کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اُچکنے والے شخص پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ابوزبیر سے یہ دونوں احادیث نہیں سنی ہیں اور مجھے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے یہ خبر موصول ہوئی کہ ابن جریج نے یہ احادیث، یاسین زیات سے سنی ہیں امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ان دونوں روایات کو مغیرہ نے ابوزبیر کے واسطہ سے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذی – الحدود (١٤٤٨) سنن النسائي – قطع السارق (٤٩٧١) سنن أبي داود – الحدود (٤٣٩٢) سنن ابن ماجه – الحدود (٢٥٩١) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٠) سنن الدارمي – الحدود (٢٣١٠)

شرح الحدیث: **قال ابوداؤد کی تشریح**: مصنف ان دونوں حدیثوں پر کلام کر رہے ہیں پہلی محمد بن بکر کی اور دوسری عیسی بن یونس کی، وہ یہ کہ ابن جریج نے یہ دونوں حدیثیں ابوالزبیر سے نہیں سنی ہیں اور یہی رائے امام نسائیؒ کی بھی ہے امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن جریج سے ان کی بہت سے تلامذہ نے روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی حدثنی ابو الزبیر نہیں کہا ہے (یعنی تحدیث کا لفظ جو کہ سماع پر دلالت کرتا ہے) وَلَا أَحْسَبُهُ سَمِعَهُ مِنْ أَبِي الزُّبَيْرِ گویا ان دونوں کی رائے متفق ہے اور امام ابوداؤدؒ نے اپنی رائے کی تائید اپنے استاد امام احمد بن حنبلؒ کے کلام، سے فرمائی کہ انہوں نے فرمایا إِنَّمَا سَمِعَهُمَا ابْنُ جُرَيْجٍ مِنْ يَاسِينَ الزَّيَّاتِ گویا ابن جریج اور ابوالزبیر کے درمیان واسطہ یاسین زیات کا ہے حافظ منذریؒ اس سب کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وقد صححه الترمذی من حديث ابن جريج عن ابی الزبير وهذا يدل على انه تحقق اتصاله یعنی امام ترمذیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث متصل ہے کوئی انقطاع اس میں نہیں ہے، حاشیہ نسائی میں نیل الاوطار سے اس انقطاع فی السند کی رائے کی تضعیف اس طرح کی ہے: اجيب بان سويد بن نصر روى عن ابن المبارك عن ابن جريج اخبرنی ابو الزبير، وقد اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه الى آخر ما فی الحاشية، والحديث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، وقال الترمذی: حسن صحيح.

---

[1] وفی هامش البذل (ج ١٧ ص ٣٤٠): قال ابن الهمام: صححه الترمذی وسكت عنه ابن القطان وعبد الحق فی أحكامه فهو تصحيح له منهما فتعليل أبي داؤد مرجوح الخ

١٤۔ بَابُ مَنْ سَرَقَ مِنْ حِرْزٍ

اس شخص کے بیان میں جو کسی شے کو محفوظ جگہ سے چوری کرلے؟

سرقہ میں حرز جمہور علماء کے یہاں شرط ہے، ورنہ بغیر اس کے سرقہ، سرقہ نہیں ہے داؤد ظاہری اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ نباش پر قطع ید نہیں کیونکہ کفن غیر محرز ہے بعض شراح نے امام احمدؒ کا مذہب بھی مثل ظاہر یہ کے لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں چنانچہ أوجز المسالك[1] میں ہے: الشرط الرابع كون المسروق في حرز عند جمهور العلماء خلافا لداؤد الظاهري اذلا يعتبر الحرز، ثم قال الموفق: اذا ثبت اعتبار الحرز والحرز ما عُدّ حرزا في العرف الخ.

٤٣٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَمَّادِ بْنِ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ أُخْتِ صَفْوَانَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلَيَّ خَمِيصَةٌ لِي ثَمَنُ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا، فَجَاءَ رَجُلٌ فَاخْتَلَسَهَا مِنِّي، فَأُخِذَ الرَّجُلُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِهِ لِيُقْطَعَ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: أَتَقْطَعُهُ مِنْ أَجْلِ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا، أَنَا أَبِيعُهُ وَأُنْسِئُهُ ثَمَنَهَا؟ قَالَ: «فَهَلَّا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ زَائِدَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جُعَيْدِ بْنِ حُجَيْرٍ، قَالَ: نَامَ صَفْوَانُ، وَرَوَاهُ مُجَاهِدٌ، وَطَاوُسٌ، أَنَّهُ كَانَ نَائِمًا فَجَاءَ سَارِقٌ فَسَرَقَ خَمِيصَةً مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ، وَرَوَاهُ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: فَاسْتَلَّهُ مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ فَاسْتَيْقَظَ، فَصَاحَ بِهِ فَأُخِذَ. وَرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ، وَتَوَسَّدَ رِدَاءَهُ، فَجَاءَ سَارِقٌ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ، فَأُخِذَ السَّارِقُ فَجِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت صفوان بن امیہؓ سے مروی ہے کہ میں (ایک دن) مسجد میں ایک اُونی یا ریشمی دھاری دار چادر پر سورہا تھا جس کی قیمت تیس درہم تھی۔ اس وقت ایک شخص آیا اور مجھ سے وہ چادر اُچک کرلے گیا۔ پھر وہ آدمی گرفتار ہوگیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا ہاتھ کاٹنے کیلئے فرمایا۔ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تیس درہم کیلئے اس شخص کا ہاتھ کاٹ رہے ہیں میں یہ حیلہ اختیار کرتا ہوں میں اس چادر کو اس شخص کو اُدھار پر فروخت کرتا ہوں اسکی قیمت بعد میں لونگا (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو اگر اس طرح کرنا تھا تو میرے پاس لانے سے قبل ایسا کیا ہوتا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو زائدہ نے سماک سے، انہوں نے جعید بن حجیر سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صفوانؓ سوگئے طاؤس اور مجاہد کہتے ہیں کہ وہ سورہے تھے کے اتنے میں چور آیا اور اس نے ان کے سر کے نیچے سے چادر نکال لی۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب ان کے سر کے نیچے

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك—ج٦ ص٥٧

سے چادر کھینچ لی تو وہ بیدار ہو گئے اور شور مچایا اور وہ چور پکڑ لیا گیا۔ زہری نے فرمایا کہ حضرت صفوان بن اُمیہؓ اپنی چادر کو تکیہ بنا کر مسجد میں سو رہے تھے کہ ایک چور آیا اور چادر لے گیا تو اس چور کو خدمت نبوی ﷺ میں لایا گیا۔

تخریج: سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٨) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٩) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٨٣) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٨٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٩٤) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٩٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٦٥) موطأ مالك - الحدود (١٥٧٩)

شرح الحديث والكلام عليه من حيث الفقه: صفوان بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا (مسجد المدینۃ او مسجد مکۃ قولان کما فی الاوجز [1]) میرے اوپر ایک چادر یا کمبل پڑا ہوا تھا جس کی قیمت تیس درہم تھی ایک شخص آیا جو اس چادر کو مجھ سے اچک لے گیا وہ شخص پکڑا بھی گیا اور اس کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے ثبوت سرقہ کے بعد اس کے قطع ید کا حکم فرمایا صفوان کہتے ہیں آپ ﷺ کے اس فیصلہ پر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا کہ صرف تیس درہم کی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ اس کا قطع ید کیا جائے (اس لئے اس کے لئے میں یہ حیلہ اختیار کرتا ہوں کہ میں) اس چادر کو اس کے ہاتھ نسیئۃ فروخت کرتا ہوں یعنی بعد میں اس سے پیسے لیتا رہوں گا لہٰذا اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَهَلَّا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ کہ تو نے یہ صورت چور کو میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ اختیار کر لی مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس مسئلہ پہنچنے کے بعد سفارش یا ترک حد کی گنجائش نہیں رہتی۔

یہ چادر ان کے بدن پر تھی یا کہاں تھی اسکے بارے میں روایات مختلف ہیں جس کو مصنف آگے خود بیان فرما رہے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے فَسَرَقَ خَمِيصَةً مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ اور دوسری روایت میں ہے: فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ، وَتَوَسَّدَ رِدَاءَهُ۔

باب کی پہلی روایت مطلق تھی، علیّ [2] خمیصۃ، اور ان دونوں سے معلوم ہوا کہ سر کے نیچے تھی سر کے نیچے ہونے کی صورت میں تو حرز بالاتفاق پایا جا رہا ہے لیکن اگر چادر سونے والے کے برابر میں رکھی ہو تب بھی صحیح قول کی بناء پر حرز میں شمار ہوتی ہے چنانچہ حاشیۂ بذل میں ہے: وفی ''الھدایۃ'' بعد ما ذکر الحرز بالمکان وبالمحافظ ولا فرق بین أن یکون المحافظ مستیقظاً أو نائماً والمتاع عندہ أو تحتہ ھو الصحیح لأنہ یعد النائم عند متاعہ حافظاً لہ فی العادۃ یعنی جو شخص اپنے سامان کے پاس پڑا سو رہا ہو تو اس صورت میں وہ اپنے مال کی حفاظت اور نگرانی کرنے والا عرفاً سمجھا جاتا ہے قال ابن الھمام: قولہ ھو الصحیح احتراز عن قول بعضھم باشتراط کون المتاع تحت رأسہ أو تحت جنبہ اھ [3]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٤٣

[2] كذا في نسخة البذل علىّ بتشديد الياء وكذا في نسخة الشيخ ويحتمل ان يكون على بحرف الجر على خميصة وعلى هذا يمكن ان يحمل على معنى الروايتين الاخريين، والله اعلم.

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٤٢

حدیث الباب میں ایک اور مسئلہ: اس واقعہ میں ایک اختلافی مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ قاضی کے قطع ید کا فیصلہ کرنے کے بعد اگر مسروق منہ یعنی مالک شئی سارق کو شئی مسروق کا مالک بنادیں یا اس کے بدست بیع کر دے تو قطع ید ہوگا یا نہیں؟ مسئلہ اختلافی ہے حنفیہ کے یہاں قطع ید نہیں ہوگا، شافعیہ حنابلہ وابو یوسف کے نزدیک قطع ید ہوگا لحدیث الباب، طرفین کی جانب سے اس حدیث کا جواب بذل المجهود میں اور اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اوجز میں دیا گیا ہے فارجع الیہ لو شئت، مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں سارق کے لئے ثبوت ملک کہاں ہوا ہے اس لئے کہ مسروق منہ تملیک بطریق بیع چاہتا تھا اور بیع کا تحقق صرف ایجاب سے نہیں ہوسکتا جب تک کہ قبول نہ پایا جائے لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف نہیں، والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه. قاله المنذری۔

١٥ - بَابٌ فِي الْقَطْعِ فِي الْعَوَرِ إِذَا جُحِدَتْ

﴿اس بیان میں کہ عاریت پر کوئی شے لے کر انکار کرنے کی صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟﴾

یعنی مستعیر کوئی چیز عاریۃ پر لینے کے بعد عاریۃ پر لینے کا انکار کر دے تو اس صورت میں قطع ید ہوگا یا نہیں؟ مسئلہ اختلافی ہے جو ہمارے یہاں بَابٌ فِي الْحَدِّ يُشْفَعُ فِيهِ میں گذر چکا اور وہاں اس باب کا حوالہ بھی گذر چکا، وفی هامش البذل: قال ابن الهمام: بذلك قال إسحاق بن راهوية، وهو رواية عن احمد والجمهور، على أنها لا تقطع الخ [1]۔

٤٣٩٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ - قَالَ مَخْلَدٌ: عَنْ مَعْمَرٍ - عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ امْرَأَةً مَخْزُومِيَّةً كَانَتْ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ فَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَقُطِعَتْ يَدُهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَوْ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، زَادَ فِيهِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: «هَلْ مِنِ امْرَأَةٍ تَائِبَةٍ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولِهِ؟ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - وَتِلْكَ شَاهِدَةٌ، فَلَمْ تَقُمْ، وَلَمْ تَتَكَلَّمْ» وَرَوَاهُ ابْنُ غَنَجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: فِيهِ فَشَهِدَ عَلَيْهَا.

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ مخزوم میں ایک عورت جو عاریتاً سامان لیتی پھر مکر جاتی حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: اس حدیث کو جویریہ نے نافع سے روایت کیا انہوں نے ابن عمر یا صفیہ بنت ابی عبید (ابن عمرؓ کی اہلیہ محترمہ) سے روایت کیا۔ اس روایت میں جویریہ نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت رسول کریم ﷺ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کوئی عورت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرے۔ تین مرتبہ آپ نے فرمایا اور وہی عورت (جو کہ مانگ کر چیز لے کر انکار کر دیتی تھی) بیٹھی ہوئی تھی لیکن وہ نہ تو اٹھی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٤٥

اور نہ ہی اس نے کوئی بات کی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن غنج نے نافع سے اور انہوں نے صفیہ بنت ابوعبید سے روایت کیا ہے۔ جس میں راوی نے کہا کہ اس عورت کی چوری پر گواہی دی۔

تخریج: سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٨٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٣٩٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے اس امرأۃ مخزومیہ کے قطع ید کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اس میں بغیر اس عورت کا نام لئے توبہ کی ترغیب فرمائی اور تین بار فرمائی اسی مخزومیہ کی موجودگی میں لیکن وہ نہ کھڑی ہوئی اور نہ کچھ زبان سے بولی، اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اقامت حد کے بعد بھی توبہ کی احتیاج باقی رہتی ہے لیکن جو علماء حد کو مکفر مانتے ہیں وہ اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ اس توبہ کا تعلق آئندہ سے ہے کہ آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گی۔

٤٣٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ عُرْوَةُ، يُحَدِّثُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «اسْتَعَارَتْ امْرَأَةٌ - تَعْنِي - حُلِيًّا عَلَى أَلْسِنَةِ أُنَاسٍ يُعْرَفُونَ، وَلَا تُعْرَفُ هِيَ، فَبَاعَتْهُ، فَأُخِذَتْ، فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِقَطْعِ يَدِهَا» ، وَهِيَ الَّتِي شَفَعَ فِيهَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَقَالَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت جس کو کوئی نہیں جانتا تھا اس نے کچھ مشہور لوگوں کے نام زیور مستعار لیا۔ پھر اس نے زیور فروخت کر دیا (اور اس کی رقم ہضم کر لی) اس عورت کو گرفتار کر کے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور یہ وہی عورت ہے جس کے سلسلہ میں اُسامہ بن زیدؓ نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سفارش فرمائی تھی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ارشاد فرمایا یعنی أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ۔

شرح الحدیث: یہ حدیث بھی اسی امرأۃ مخزومیہ کے بارے میں ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ایسا کیا (بلکہ یہ تو اس کی عادت ہی تھی کما هو مصرح في الرواية الآتية) کہ کسی کے گھر جا کر ان سے عاریۃً ان کا زیور لے لیا ایسے لوگوں کے نام پر جو معروف گھرانے کے تھے، دوسرے کے نام پر اس لئے لیا کہ یہ خود تو اس لائق نہ تھی کہ اس کو لوگ پہچانتے ہوں اور اس پر اعتماد کرتے ہوں، اسی لئے دوسروں کے نام پر جا کر لیا کہ فلاں گھر والوں نے تمہارا فلاں زیور عاریۃً پر منگایا ہے، آگے راوی کہتا ہے کہ اس نے لینے کے بعد اس کو فروخت کر دیا پھر بعد میں وہ پکڑی بھی گئی اور حضور ﷺ کے پاس اس کو لایا گیا، آپ نے اس کے قطع ید کا حکم فرمایا، آگے راوی کہتا ہے کہ یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے سفارش کی تھی اور آپ ﷺ نے وہ سخت بات ارشاد فرمائی تھی جو کہ فرمائی تھی۔ مصنفؒ کا منشا ان روایات کو اس باب میں لانے سے یہ ہے کہ انکار عاریۃ حکم میں سرقہ کے ہے جس طرح سرقہ میں قطع ید ہوتا ہے اسی طرح اس میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ کی ایک روایت: وقد تقدمت المسئلة قبل ذلك مرارًا، والجواب عنه أيضًا من جانب

الجمهور، والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري.

٤٣٩٧ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِقَطْعِ يَدِهَا، وَقَصَّ نَحْوَ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، زَادَ «فَقَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهَا».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی مخزوم میں ایک عورت عاریتاً چیز لے کر انکار کر دیا کرتی تھی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اس کے بعد قتیبہ عن اللیث عن ابن شہاب والی سند کے مذکور حدیث کی طرح بیان کیا۔ جس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا۔

تخریج سنن النسائي-قطع السارق (٤٨٩٨) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٩٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٦٢/٦)

١٦ - بَابٌ فِي الْمَجْنُونِ يَسْرِقُ أَوْ يُصِيبُ حَدًّا

اگر کوئی مجنون چوری کرے یا حد نافذ ہونے والا کوئی جرم کرے؟

یعنی مجنون آدمی اگر چوری کرے یا ایسا جرم کرے جس کی سزا حد ہے۔

٤٣٩٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ [1]، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ".

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے (یعنی وہ مرفوع القلم ہیں اور ان سے مواخذہ نہیں) ایک تو سونے والے شخص سے جب تک وہ بیدار نہ ہو دوسرے مجنون شخص سے جب تک وہ ہوش میں نہ آئے تیسرے نابالغ بچہ سے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو (بالغ نہ ہو جائے)۔

تخریج سنن النسائي-الطلاق (٣٤٣٢) سنن أبي داود-الحدود (٤٣٩٨) سنن ابن ماجه-الطلاق (٢٠٤١) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٠١/٦) سنن الدارمي-الحدود (٢٢٩٦)

شرح حدیث رفع القلم کنایہ ہے عدم تکلیف سے، آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تین آدمی مرفوع القلم اور غیر مکلف ہیں اور قابل مواخذہ نہیں، ایک سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو، اور ایک وہ جو جنون میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اسے افاقہ نہ ہو،

---

[1] لكن ذكر الحموي في الاشباه والنظائر ان النائم كالمستيقظ في خمس وعشرين مسئلة ثم بسطها، وكذا بسط الكلام في احكام الصبيان بما لا مزيد عليه، وحديث الباب تكلم عليه صاحب العون ج ٤ ص ٢٤٤ والحافظ في الفتح ج ٩ ص ٣١٦ وج ١٢ ص ٩٨ والعيني ج ٩ ص ٥٦١ وج ١١ ص ١٥١ (هامش البذل ج ١٧ ص ٣٤٨)

دوسرے نابالغ بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

حدیث سے ترجمۃ الباب والے مسئلہ کا حکم معلوم ہو گیا کہ اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اور نہ اس کو اس میں کچھ گناہ ہوگا، یعنی حقوق اللہ کے اعتبار سے، لیکن حقوق العباد میں ان سے مطالبہ ہوگا چنانچہ یہ تینوں کسی کا کوئی مالی نقصان کر دیں تو ان کے مال میں ضمان واجب ہوگا۔ (بذل) حاشیۂ بذل میں حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ جن میں نائم بمنزلہ مستیقظ کے ہے جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے۔ والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٣٩٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِمَجْنُونَةٍ قَدْ زَنَتْ، فَاسْتَشَارَ فِيهَا أُنَاسًا، فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ أَنْ تُرْجَمَ، فَمُرَّ بِهَا عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: مَجْنُونَةُ بَنِي فُلَانٍ زَنَتْ، فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ أَنْ تُرْجَمَ، قَالَ: فَقَالَ: ارْجِعُوا بِهَا، ثُمَّ أَتَاهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَمَا عَلِمْتَ "أَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَعْقِلَ؟" قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَمَا بَالُ هَذِهِ تُرْجَمُ؟ قَالَ: لَا شَيْءَ، قَالَ: فَأَرْسِلْهَا، قَالَ: فَأَرْسَلَهَا، قَالَ: فَجَعَلَ يُكَبِّرُ.

ترجمۃ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت پیش کی گئی جو کہ مجنونہ تھی اس عورت نے زنا کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں مختلف لوگوں سے رائے لی پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا اس وقت) اس طرف سے حضر... ؓ کا گزر ہوا تو انہوں نے دریافت کیا اس خاتون کا کیا معاملہ ہے؟ تو لوگوں نے اس عورت کے بارے میں بتلایا کہ یہ عورت مجنونہ ہے اور فلانی قوم کی ہے اس عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو سنگسار کئے جانے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اس عورت کو پھر لے کر آؤ اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے علم میں نہیں ہے کہ تین اشخاص سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ ایک تو مجنون سے جب تک کہ اس کو عقل نہ آئے دوسرے سونے والے شخص سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو، تیسرے نابالغ کے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: پھر کس وجہ سے اس عورت کو سنگسار کیا جارہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑ دیجئے۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور تکبیر فرمانے لگے (رجم کے حکم میں ایسے کس طرح غلطی ہو رہی تھی بذل [1])۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے جس کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کے پاس ایک مجنون عورت کو لایا گیا جس نے زنا کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کے بارے مین لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور پھر انہوں نے اس کے رجم کا حکم دیدیا، جب اس عورت کو لے جایا جارہا تھا تو راستہ میں حضرت علیؓ کے پاس سے اس کا گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٧ ص ٣٥٠

کہ اس کا کیا معاملہ ہے، اس کو کہاں لے جا رہے ہو، لوگوں نے صورت حال بیان کر دی اس پر انہوں نے فرمایا کہ اسکو لوٹا کر لے چلو اور حضرت عمرؓ سے جا کر عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپکو معلوم نہیں ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں (جن میں ایک مجنون بھی ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا بلیٰ یعنی انکی تصدیق کی، حضرت علیؓ نے پوچھا کہ پھر اسکو رجم کیوں کرایا جا رہا ہے تو انہوں نے فرمایا: نہیں کچھ بات نہیں، انہوں نے فرمایا: پھر اسکو چھوڑ دیجئے، اس پر انہوں نے اسکو چھوڑ دیا، قَالَ: فَجَعَلَ يُكَبِّرُ، حضرت عمرؓ معاملہ کی نزاکت کو سمجھ کر تکبیر پڑھنے لگے۔

اس واقعہ کی توجیہ میں خطابیؒ[1] فرماتے ہیں کہ دراصل جنون کی دو قسمیں ہیں مُطبق اور غیر مطبق، یعنی ایک وہ جس میں کبھی کبھی افاقہ بھی ہو جاتا ہے اور ایک وہ جس میں کبھی افاقہ نہیں ہوتا، ہر وقت جنون ہی کی حالت رہتی ہے حضرت عمرؓ کا یہ امر بالرجم قسم اول کیلئے نہیں تھا بلکہ قسم ثانی کیلئے تھا اور ان کا منشاء یہ تھا کہ اگر کوئی مجنون افاقہ کی حالت میں زنا کرے اور پھر بعد میں اس پر جنون طاری ہو جائے تو اس کا یہ جنون اقامت حد سے مانع نہیں ہونا چاہیے، اور حضرت علیؓ کی رائے کا حاصل یہ ہے کہ جنون یہ ایسا شبہ ہے کہ جس کی وجہ سے حد کا درأ کیا جانا چاہئے اسلئے کہ ضابطہ ہے الحدود تندرأ بالشبہات پس ہو سکتا ہے کہ اس عورت مجنونہ نے جو زنا کیا تھا وہ کامل افاقہ کی حالت میں نہ کیا ہو بلکہ ایسے وقت میں کیا ہو جب جنون کا اثر کچھ باقی ہو، حضرت علیؓ کی اس رائے کے سامنے آنے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی موافقت فرمائی اور حد کو اس عورت سے ساقط کر دیا۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: هَذِهِ مَعْتُوهَةُ بَنِي فُلَانٍ، لَعَلَّ الَّذِي أَتَاهَا وَهِيَ فِي بَلَائِهَا، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ عَلِيٌّ: وَأَنَا لَا أَدْرِي، یہ وہی بات ہے جو خطابیؒ کے کلام میں گذر گئی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ زنا افاقہ کی حالت میں نہ ہو حضرت عمرؓ نے افاقہ کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے امر بالرجم فرمایا تھا اور حضرت علیؓ نے شبہ اور تردد کی حالت ظاہر فرما کر عدم رجم کو ترجیح دی جس کو اخیر میں حضرت عمرؓ نے بھی مان لیا۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٤٠٠ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، نَحْوَهُ، وَقَالَ أَيْضًا: حَتَّى يَعْقِلَ، وَقَالَ: «وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَفِيقَ»، قَالَ: فَجَعَلَ عُمَرُ يُكَبِّرُ:

ترجمہ: اعمش سے اسی طریقہ سے روایت ہے اس روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: حَتَّى يَعْقِلَ، وَقَالَ: «وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَفِيقَ»، قَالَ: فَجَعَلَ عُمَرُ يُكَبِّرُ یعنی (بچہ) جب تک سمجھ دار نہ ہو اور کہا کہ مجنون جب تک اس کو جنون سے افاقہ نہ ہو۔ راوی نے بیان کیا پھر حضرت عمرؓ تکبیر پڑھنے لگے۔

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٣٦٣

۴۴۰۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مُرَّ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَعْنَى عُثْمَانَ، قَالَ: أَوَ مَا تَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَفِيقَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ»، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَخَلَّى عَنْهَا.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کا گزر ہوا۔ پھر عثمان بن ابی شیبہ کی حدیث کی طرح روایت کیا اور اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں سے قلم اُٹھالیا گیا۔ ایک مجنون سے کہ جس کی عقل مغلوب ہو جائے، دوسرے سونے والے شخص سے کہ جب تک وہ جاگے، تیسرے نابالغ سے کہ جب تک اس کو احتلام ہو (یعنی بالغ ہو) حضرت عمرؓ نے فرمایا: بلاشبہ آپ سچ اور درست کہتے ہیں۔ پھر انہوں نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

تخریج: سنن أبي داود-الحدود (۴۳۹۹) مسند أحمد-مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۵۵)

۴۴۰۲ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، الْمَعْنَى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، قَالَ هَنَّادٌ الْجَنْبِيُّ: قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ قَدْ فَجَرَتْ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا، فَمَرَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَخَذَهَا فَخَلَّى سَبِيلَهَا، فَأُخْبِرَ عُمَرُ، قَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا، فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَبْلُغَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَبْرَأَ»، وَإِنَّ هَذِهِ مَعْتُوهَةُ بَنِي فُلَانٍ، لَعَلَّ الَّذِي أَتَاهَا وَهِيَ فِي بَلَائِهَا، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَأَنَا لَا أَدْرِي.

ترجمہ: حضرت ابوظبیان سے مروی ہے ہناد استاد نے ابوظبیان کی نسبت الجنبی ذکر کی جبکہ عثمان بن ابی شیبہ نے ابوظبیان بغیر نسبت کے ذکر کیا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس بدکاری کی مرتکب ایک عورت کو لایا گیا۔ آپ نے اس عورت کو رجم کیے جانے کا حکم فرمایا اس طرف سے (اس وقت) حضرت علیؓ کا گزر ہوا انہوں نے اس عورت کو پکڑ کر رہا کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی بات اطلاع ملی انہوں نے فرمایا حضرت علیؓ کو میرے پاس لاؤ (چنانچہ) حضرت علیؓ تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپکو معلوم ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قلم اُٹھالیا گیا تین اشخاص سے ایک نابالغ سے جب تک کہ وہ بلوغ کو پہنچے، دوسرے سونے والے شخص سے جب وہ بیدار ہو تیسرے مجنون شخص سے جب تک وہ ٹھیک ہو (اور) یہ عورت تو فلاں قوم کی مجنونہ عورت ہے۔ ہو سکتا ہے (اس وقت) کسی نے اس عورت سے اس وقت زنا کیا ہو جب اس عورت کو پاگل پن کا دورہ پڑا ہوا ہو (یہ سن کر) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا مجھے اس کو معلوم نہیں ہے۔ (کہ یہ عورت اس وقت مجنونہ تھی) حضرت علیؓ نے فرمایا مجھ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ یہ عورت زنا کے وقت مجنونہ نہ تھی (لہذا شبہ کی وجہ

سے حد جاری نہ کی جائے گی)۔

تخريج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٥٥)

٤٤٠٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ فِيهِ: «وَالْخَرِفِ».

ترجمة: علیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخصوں سے قلم اُٹھالیا گیا ہے ایک تو سونے والے شخص سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو، دوسرے بچے سے جب تک بالغ نہ ہو، تیسرے پاگل شخص سے جب تک کہ اس کو عقل نہ آئے۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: اس حدیث کو ابن جریج نے قاسم بن یزید سے اور انہوں نے علیؓ سے مرفوعاً روایت کیا البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے قلم اٹھالیا گیا ہے کہ (اس) بوڑھے شخص سے بھی کہ (بڑھاپے کی وجہ سے) جس کی عقل جاتی رہی ہو۔

تخريج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١٦)

شرح الحديث: یعنی ایک روایت میں مجنون کے ساتھ "خَرِف" کا بھی اضافہ ہے خرف فتح خاء اور کسر راء کے ساتھ ماخوذ ہے "خَرَف" سے، وهو فساد العقل من الكبر، یعنی بڑھاپے کی وجہ سے حواس باختہ ہونا، وهو غير المجنون فإن المجنون من الأمراض السوداوية يقبل العلاج، والخرف بخلاف ذلك، ولهذا لم يقل في الحديث حتى يعقل لأن الغالب أنه لا يبرأ منه إلى الموت [1]۔

حدیث الباب کے بعض طرق میں ہے عن المجنون اور بعض میں ہے عن المجنون المغلوب على عقله، اور ایک میں ہے عن المعتوه، حضرت نے بذل میں تو یہ لکھا ہے المعتوه، اى الجنون، لأن العته نوع من المجنون [2] اور کوکب الدری میں کل اطلاق جائز الاطلاق المعتوه المغلوب على عقله پر لکھا ہے: المراد بالمعتوه هنا المجنون (اس لئے کہ حدیث میں "المعتوه" کے ساتھ "المغلوب على عقله" مذکور ہے) لا المعنى المشهور، وهو الذي ليس برشيد وليس له كثير تجربة وخبرة وبصيرة في الامور، اھ یعنی معتوہ کے معنی تو دراصل اناڑی اور بے وقوف کے ہیں مگر وہ یہاں مراد نہیں، حضرت شیخ کے حاشیۂ بذل میں ہے: اختلف في ان المعتوه في حكم المجنون او الصبي او البالغ كما في الأشباه ص ٣٤٢۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٥٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٥٣

۱۷ - بَابٌ فِي الْغُلَامِ يُصِيبُ الْحَدَّ

نابالغ لڑکے کے جرم کرنے کے بیان میں

یعنی نابالغ لڑکا کوئی ایسا جرم کرے جو موجب حد ہو بالغ کے حق میں، اس کے بارے میں حاشیۂ بذل [1] میں شرح اشباہ ونظائر سے نقل کیا ہے کہ ایسے لڑکے کی تعزیر کی جائے گی تادیباً، اور ایسے ہی حبس وہ بھی تادیباً لا عقوبۃً۔

٤٤٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي عَطِيَّةُ الْقُرَظِيُّ، قَالَ: «كُنْتُ مِنْ سَبْيِ بَنِي قُرَيْظَةَ، فَكَانُوا يَنْظُرُونَ، فَمَنْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ [2] قُتِلَ، وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ، فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ».

ترجمہ: حضرت عطیہ قرظی سے مروی ہے کہ میں بھی قبیلہ بنو قریظ کے قیدیوں میں شامل تھا تو مسلمانوں نے دیکھنا (جانچنا) شروع کر دیا کہ کون بالغ ہے اور کون نابالغ تو جس کے ناف کے نیچے بال ہوتے تو اس کو قتل کر دیتے اور جس کے ناف کے نیچے بال نہیں تھے تو اس کو قتل نہ کرتے تو میری ناف کے نیچے بال نہیں (اُگے) تھے (اس لئے مجھ کو رہا کر دیا گیا)۔

٤٤٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «فَكَشَفُوا عَانَتِي، فَوَجَدُوهَا لَمْ تَنْبُتْ، فَجَعَلُونِي مِنَ السَّبْيِ».

ترجمہ: عبد الملک بن عمیر سے اسی طرح مروی ہے اور اس روایت میں ہے کہ لوگوں نے میرے ناف کے نیچے کا حصہ کھول کر دیکھا تو ان لوگوں نے دیکھا کہ میرے زیر ناف بال نہیں نکلے ہیں (اس لئے مجھ کو چھوڑ دیا گیا) اور مجھ کو قیدی بنا لیا گیا (مجھ کو نابالغ ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا)۔

شرح الأحاديث: عطیہ قرظیؓ جو کہ صحابی ہیں یہود بنو قریظہ میں سے تھے، بنو قریظہ کے بارے میں کتاب الجہاد میں گذر چکا کہ آپ ﷺ نے ان میں سے رجال کو قتل اور نساء اور صبیان کو قید فرمایا تھا، اور جس کے بارے میں شبہ تھا بلوغ اور عدم بلوغ کا تو اسکے بارے میں فیصلہ زیر ناف بالوں پر رکھا گیا تھا، جس کا انبات ہو چکا تھا اس کو قتل کر دیا گیا اور جس کا نہیں ہوا تھا اس کو قتل نہیں کیا، تو یہ عطیہ اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ چونکہ میرا بھی اس وقت تک انبات نہیں ہوا تھا اس لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔

٤٤٠٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد کی جنگ میں وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے اور وہ اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ۳۵٤

[2] قال الباجي ج ۳ ص ۱٦۹ وبه قال أكثر أصحابنا في حقوق الناس لا حقوق الله الخ- (حاشية بذل ج ۱۷ ص ۳۵٤)

وقت چودہ سال کے تھے آپ نے انہیں جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی پھر وہ غزوۂ خندق کے دن آپ کے سامنے پیش کئے گئے جب وہ پندرہ سال کے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی (گویا بلوغت کی عمر پندرہ برس طے ہو گئی)۔

٤٤٠٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ نَافِعٌ، حَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الْحَدُّ بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

ترجمہ: نافع نے فرمایا: میں نے یہ حدیث عمر بن عبد العزیز سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بالغ اور نابالغ کے درمیان حد فاصل ہے۔

تخريج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٢١) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٧١) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٦٨) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦١) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣١) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠٦) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢)

شرح الأحاديث: اس کے بعد حدیث ابن عمرؓ آرہی ہے کہ ان کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تھا غزوۂ احد کے موقع پر جنگ میں شرکت کیلئے مگر آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی تھی جب کہ ان کی عمر چودہ سال کی تھی، پھر اسکے بعد آئندہ سال غزوۂ خندق میں شرکت کیلئے پیش کیا گیا تو اس وقت آپ ﷺ نے اجازت دیدی، یہ حدیث کتاب الخراج میں بَابُ مَتَى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ میں گذر چکی ۔حديث عطية القرظي اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه ، وقال الترمذي حسن صحيح ، قاله المنذري۔

١٨ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْرِقُ فِي الْغَزْوِ أَيُقْطَعُ؟

جو شخص سفر جہاد کے دوران چوری کرلے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

٤٤٠٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، عَنْ شِيَيْمِ بْنِ بَيْتَانَ، وَيَزِيدَ بْنِ صُبْحٍ الْأَصْبَحِيِّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ فِي الْبَحْرِ، فَأُتِيَ بِسَارِقٍ يُقَالُ لَهُ: مِصْدَرٌ، قَدْ سَرَقَ بُخْتِيَّةً، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُقْطَعُ الْأَيْدِي فِي السَّفَرِ، وَلَوْلَا ذَلِكَ لَقَطَعْتُهُ».

ترجمہ: حضرت جنادہ بن ابی اُمیہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ بسر بن ارطاۃ کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ انکے پاس ایک چور لایا گیا جس کا نام مصدر تھا اس نے ایک خراسانی مادہ اونٹ چوری کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دورانِ سفر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس بنا پر میں اسکا ہاتھ نہیں کاٹتا ورنہ میں اسکا ہاتھ لازمی طور پر کاٹتا۔

تخریج: سنن النسائي-قطع السارق (٤٩٧٩) سنن أبي داود- الحدود (٤٤٠٨)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے جنادۃ بن ابی امیہ کہتے ہیں کہ میں بسر بن ارطاۃ کے ساتھ تھا دریائی سفر میں تو ایک چور کو لایا گیا جس کا نام مِصْدر تھا جس نے ایک بختی اونٹنی چوری کی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ سفر میں قطع ید نہیں کرنا چاہیے، اور اگر یہ سفر کی حالت نہ ہوتی تو میں اس کا قطع ید کر دیتا یہ روایت ترمذی میں بھی ہے مختصراً اس کے لفظ یہ ہیں: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُقْطَعُ الْأَيْدِي فِي الْغَزْوِ».

الکلام علی الحدیث من حیث الفقه: بذل میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام اوزاعی نے اختیار کیا، اکثر فقہاء اس کے قائل نہیں، بعض نے جواب دیا کہ حدیث ضعیف ہے، اور بعض نے کہا کہ اس سے مال غنیمت میں چوری کرنا مراد ہے اور چونکہ غنیمت میں اس کا بھی حصہ ہے اس لئے قطع ید نہ ہو گا، اور اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کے قطع ید کی وجہ سے لحوق بدار الحرب کا اندیشہ ہو اھ [1] اور جمہور کی دلیل حضرت عبادہؓ کی یہ حدیث ہے: جاهدوا الناس في الله القريب والبعيد ولا تبالوا في الله لومة لائم وأقيموا حدود الله في الحضر والسفر رواه عبد الله بن أحمد في مسند أبيه، یعنی زوائد مسند احمد کی روایت ہے، قال في مجمع الزوائد: وأسانيد أحمد وغيره ثقات يشهد لصحته عمومات الكتاب والسنة وإطلاقاتهما لعدم الفرق فيها بين القريب والبعيد والمقيم والمسافر انتهى [2] (عون)، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْهُمْ: الأَوْزَاعِيُّ: لَا يَرَوْنَ أَنْ يُقَامَ الحَدُّ فِي الغَزْوِ بِحَضْرَةِ العَدُوِّ مَخَافَةَ أَنْ يَلْحَقَ مَنْ يُقَامُ عَلَيْهِ الحَدُّ بِالعَدُوِّ، فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ مِنْ أَرْضِ الحَرْبِ وَرَجَعَ إِلَى دَارِ الإِسْلَامِ أَقَامَ الحَدَّ عَلَى مَنْ أَصَابَهُ كَذَلِكَ قَالَ الأَوْزَاعِيُّ اھ [3]۔

دار الحرب میں حدجاری کی جائے یا نہیں؟ اور اس میں حضرت شیخؒ کی رائے جس کو حضرتؒ نے حاشیۂ بذل میں لکھا یہ ہے والظاهر عندي اخذ به الحنفية. والمعنى ان الحدود لا تقام في دار الحرب كما في البدائع، وهو يخالف [4] ما في الكوكب، وفي المغني لا يقام الحد في دار الحرب وبه قال الاوزاعي، ويقام اذا رجع، وقال الحنفية ولا اذا رجع، وقال مالك والشافعي يقام فيه ايضًا. واستدل لمذهبه بحديث الباب [5]، یعنی چونکہ یہ واقعہ دار الحرب کا تھا اس لئے ان صحابی نے حد جاری

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٣٥٧
2. عون المعبود على سنن أبي داود- ج ١٢ ص ٨٣
3. جامع الترمذي- كتاب الحدود- باب ما جاء أن لا تقطع الأيدي في الغزو ١٤٥٠
4. یعنی صاحب کوکب کی رائے یہ نہیں ہے جو حضرت شیخ فرما رہے ہیں کوکب میں تو یہ لکھا ہے کہ عدم اقامت حد اگر خوف لحوق کی وجہ سے ہو تو پھر یہ عدم اقامت حد موقت ہو گی الی وقت العود الی دار الاسلام وعلی هذا فالنفي علی الاستحباب، لما انه لا يجوز اقامة الحدود هناك انتهى من الكوكب.
5. بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٧ ص ٣٥٧

نہیں کی، اور حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ دار الحرب میں حد جاری نہ کی جائے جیسا کہ بدائع وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور امام احمدؒ کا مذہب جیسا کہ مغنی میں ہے یہ ہے کہ دار الحرب میں تو نہ قائم کی جائے لیکن واپسی کے بعد قائم کی جائے اور یہی مذہب انہوں نے امام اوزاعیؒ کا قرار دیا ہے، اور حنفیہ کا مذہب یہ لکھا ہے انہوں نے کہ ان کے نزدیک رجوع کے بعد بھی نہ قائم کی جائے گی، اور امام مالکؒ و شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ دار الحرب ہی میں قائم کی جائے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، وقال الترمذی غریب، قالہ المنذری۔

١٩ - بَابٌ فِي قَطْعِ النَّبَّاشِ

کفن چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹے جانے کے بیان میں

٤٤٠٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ، عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، فَقَالَ: «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ - يَعْنِي الْقَبْرَ -» ، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ - أَوْ مَا خَارَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ - قَالَ: «عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ» ، أَوْ قَالَ: «تَصْبِرُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ: «يُقْطَعُ النَّبَّاشُ لِأَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْمَيِّتِ بَيْتَهُ».

ترجمہ: صامت، حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے بوذر! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں اور اطاعت گزار ہوں یارسول اللہ! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ اس قدر بکثرت مریں گے کہ (مدینہ منورہ) میں ایک قبر کے بقدر جگہ ایک غلام کے بدلہ حاصل ہو سکے گی۔ میں نے عرض کیا: اللہ اور رسول خوب واقف ہیں یا عرض کیا کہ اللہ اور رسول میرے بارے میں جو ارشاد فرمائیں میں اسی طریقہ سے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر صبر کرنا ضروری ہے۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: حماد بن ابی سلمہ نے فرمایا کہ کفن چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اسلئے کہ وہ مردے کے مکان میں داخل ہو گیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٩/٥)

شرح الحدیث: نباش وہ شخص جو نبش قبور کرتا ہو یعنی قبر کھود کر کفن چوری کرتا ہو، مسئلہ مختلف فیہ ہے، طرفین (امام ابوحنیفہ، امام محمد) کے نزدیک اس میں قطع نہیں ہے وبہ قال الثوری والزھری، اور ائمہ ثلاث اور امام ابویوسف کے نزدیک اسمیں قطع ید ہے کذا فی المرقاۃ واحکام القرآن للجصاص (ھامش البذل ج ١٧ ص ٣٥٨) حنفیہ کے نزدیک عدم قطع اسلئے ہے کہ قبر حرز نہیں ہے، اور جمہور کا استدلال حدیث الباب سے ہے جس میں یہ ہے «يَا أَبَا ذَرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، فَقَالَ: «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ - يَعْنِي الْقَبْرَ -» یہ حدیث کتاب الفتن میں گزر چکا،

اس حدیث میں قبر پر چونکہ بیت کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے جمہور نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے، بذل میں اس پر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ حدیث میں قبر پر بیت کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن جب گھر خالی ہو اس پر کوئی نگراں اور محافظ نہ ہو تو وہ حرز نہیں ہوتا[1]، والحدیث اخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٢٠ - بَابٌ فِي السَّارِقِ يَسْرِقُ مِرَارًا

جب چور بار بار چوری کرے

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یعنی اگر کوئی شخص بار بار چوری کرے تو اسکا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں حنفیہ حنابلہ ایک طرف ہیں اور مالکیہ وشافعیہ ایک طرف، ہمارے یہاں سرقۂ اولیٰ میں دایاں ہاتھ اور ثانیہ میں بایاں پاؤں، اسکے بعد اگر چوری کرے تو قطع کی سزا نہیں ہے بلکہ تعزیر اور حبس دائم ہے یہاں تک کہ تائب ہو، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک تیسری مرتبہ میں بایاں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ میں دایاں پاؤں کاٹا جائیگا، اسکے بعد اگر کرے تو تعزیر اور حبس ہے، اور حدیث الباب میں ان سب کے خلاف ہے۔

٤٤١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عَقِيلٍ الْهِلَالِيُّ، حَدَّثَنَا جَدِّي، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جِيءَ بِسَارِقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا سَرَقَ. فَقَالَ: «اقْطَعُوهُ»، قَالَ: فَقُطِعَ، ثُمَّ جِيءَ بِهِ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا سَرَقَ، فَقَالَ «اقْطَعُوهُ»، قَالَ: فَقُطِعَ، ثُمَّ جِيءَ بِهِ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا سَرَقَ، فَقَالَ: «اقْطَعُوهُ»، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّمَا سَرَقَ، قَالَ: «اقْطَعُوهُ»، فَأُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ، فَقَالَ «اقْتُلُوهُ»، قَالَ جَابِرٌ: فَانْطَلَقْنَا بِهِ فَقَتَلْنَاهُ، ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بِئْرٍ، وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے سامنے ایک چور کو پیش کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس شخص نے تو چوری کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ہاتھ کاٹ دو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کا (دایاں) ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس کو دوسری مرتبہ لے کر حاضر ہوئے پھر آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا تو حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے تو چوری کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پاؤں) کاٹ دو۔ پھر اس شخص کا (بایاں) پاؤں کاٹ دیا گیا اس کے بعد پھر تیسری مرتبہ اس شخص کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اس شخص کے قتل کا حکم فرمایا پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ!

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٥٩

اس نے چوری کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ (بایاں ہاتھ کاٹ دو تو اس کا بایاں) ہاتھ کاٹ دیا گیا اسکے بعد اسکو چوتھی مرتبہ لے کر حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکو قتل کر دیا جائے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص نے چوری کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاؤں کاٹ دو تو اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا گیا پھر جب اس کو پانچویں مرتبہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم فرمایا حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں پھر ہم اس کو لے گئے اور اس کو قتل کر دیا اور اس کو گھسیٹ کر کنویں میں پھینک دیا اور اوپر سے اس کے پتھر مارے۔

تخریج: سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٧٨) سنن أبي داود - الحدود (٤٤١٠)

شرح الحدیث: یعنی ایک چور کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو، اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس نے صرف چوری ہی تو کی ہے (پھر قتل کا حکم کیوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا قطع ید کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پھر دوسری بار اسی چور کو لایا گیا اور تیسری بار بھی اور چوتھی بار بھی، ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کا حکم فرماتے اور صحابہؓ کے عرض کرنے پر بجائے قتل کے قطع کا حکم فرماتے، حتی کہ اسکے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے پھر اس کو پانچویں بار لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «اقْتُلُوهُ» ، قَالَ جَابِرٌ: فَانْطَلَقْنَا بِهِ فَقَتَلْنَاهُ، ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بِئْرٍ، وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ اس کو قتل کرو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کو لے جا کر قتل کر دیا، اور پھر کھینچ کر اس کو کنویں میں ڈال دیا اور اوپر سے اس پر پتھر مارے پس انجام اس شخص کا وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ شانہ نے لسان نبوت سے شروع ہی میں جاری کرایا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرقہ میں چاروں ہاتھ پاؤں کا قطع کیا جائے گا جیسا کہ شافعیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے لیکن اس حدیث میں پانچویں بار میں سارق کے قتل کا حکم دیا گیا ہے جس کے یہ دونوں امام قائل نہیں بلکہ کوئی بھی ائمہ اربعہ میں سے قائل نہیں، البتہ ابو مصعب مالکی اس کے قائل ہیں۔

حدیث ائمہ اربعہ کے خلاف ہے، اس کے جوابات: لہٰذا یہ حدیث ان دونوں اماموں کے بھی خلاف ہے، اس حدیث کی توجیہ میں مختلف آراء ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ قتل اسکے ارتداد کیوجہ سے تھا ولذا اجرّوہ ولم یصلوا علیہ ولم یدفنوہ، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ [1]، اور امام نسائیؒ کی رائے یہ ہے کہ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَمُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ راوی غیر قوی ہے قال النسائي: ولا أعلم في هذا الباب حديثا صحيحا [2]، یعنی قتل سارق کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اور حافظ ابن القیمؒ کی رائے اس کے بارے میں یہ ہے کہ قتل شارب فی الرابعة کا حکم اور ایسے ہی قتل سارق کا حکم۔ ان صح الحدیث، مصلحت اور تعزیر پر محمول ہے، علامہ شامیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ قتل

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب الإمام يأمر بالعفو في الدم ٤٥٠٢

[2] السنن الكبرى للنسائي - ج ٤ ص ٣٤٨ بحواله تهذيب السنن - ج ٤ ص ١٩٨٦

سیاسۃً تھا۔ (کذا فی ہامش البذل [1])۔

اصل مسئلہ مترجم بہا جو کہ اختلافی ہے کما سبق بیان الاختلاف اس میں کوئی صحیح حدیث مرفوع نہیں، شافعیہ مالکیہ کا استدلال حدیث الباب سے ہے جس پر کلام اوپر گذر چکا کہ وہ توان کے بھی خلاف ہے، نیز حدیث منکر ہے کما قال النسائی۔

مسئلۃ الباب میں حنفیہ کی دلیل: اسی طرح احناف کا استدلال بھی اس بارے میں آثار صحابہؓ سے ہے چنانچہ ہدایہ [2] میں ہے: ولنا قول علي [3] رضي الله عنه فيه إني لأستحي من الله تعالى أن لا أدع له يدا يأكل بها ويستنجي بها ورجلا يمشي عليها وبهذا حاج بقية الصحابة رضي الله عنهم فحجهم فانعقد إجماعا ولأنه إهلاك معنى لما فيه من تفويت جنس المنفعة والحد زاجر (أي لا متلف) ولأنه نادر الوجود والزجر فيما يغلب وقوعه بخلاف القصاص [4] لأنه حق العبد فيستوفى ما أمكن جبرا لحقه والحديث طعن فيه الطحاوي رحمه الله أو نحمله على السياسة اھ اس حدیث سے مراد وہ ہے جو شروع میں امام شافعیؒ کی جانب سے صاحب ہدایہ نے نقل کی ہے ولفظہ: من سرق فاقطعوه فإن عاد فاقطعوه فإن عاد فاقطعوه [5]۔

اور موطأ محمد میں ہے: وَقَدْ بَلَغنا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُمَا لَمْ يَزِيدَا فِي الْقَطْعِ عَلَى قَطْعِ اليد اليمنى أو الرجل اليسرى، فإن أُتِيَ بِهِ بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَقْطَعَاهُ وَضَمَّنَاهُ. وَهُوَ قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله [6]، یہ روایت بلاغاتِ مؤطا میں سے ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عمرؓ و علیؓ سے چور کے حق میں صرف پہلی اور دوسری مرتبہ قطع کرنا ثابت ہے اسکے بعد نہیں اسکے بعد ان دونوں سے تضمین ثابت ہے یعنی سارق سے مال مسروق کا ضمان لیا جائے گا، اور

---

(1) بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٦٠-٣٦٣

(2) الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٤ ص ١٨٥-١٨٦

(3) یعنی حنفیہ کی دلیل اس میں حضرت علیؓ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں مجھے حیاء آتی ہے اللہ تعالیٰ سے اس بات سے کہ میں سرقہ کی سزا میں سارق کا نہ ہاتھ چھوڑوں جس سے وہ کھائے اور استنجاء کرے اور نہ پاؤں چھوڑوں جس سے وہ چل پھر سکے، یہی دلیل انہوں نے صحابہ کے سامنے پیش فرمائی جس کی وجہ سے وہ ان پر غالب آگئے، پس گویا اس پر اجماع منعقد ہو گیا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ سزا (چار ہاتھ پیر قطع کر دینا) تو در حقیقت آدمی کو بالکل ہلاک ہی کر دینا ہے جنس منفعت کے فوت ہو جانے کی وجہ سے حالانکہ حق سے مقصود زجر ہے نہ کہ تلف کرنا، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹنے کے بعد بھی پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ کوئی چوری کرے ایسا تو بہت قلیل اور نادر ہے حالانکہ زجر (جو کہ مقصود بالحد ہے) وہ تو ان جرائم میں ہوا کرتی ہے جو کثیر الوقوع ہوں، آگے ایک دفع دخل مقدر ہے۔

(4) یہ دفع دخل مقدر ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دے تو اس کے بدلہ میں اس جنایت کرنے والے کے بھی چاروں ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں، وحاصل الجواب ان القصاص حق العبد واما قطع اليد فی السرقة فهو من قبيل حق الله تعالى۔

(5) الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٤ ص ١٨٥

(6) التعليق الممجد على موطأ محمد — ج ٣ ص ٦٨-٧٠

پہلی اور دوسری مرتبہ میں قطع ید ور جل ہوگا تضمین نہ ہوگی، وهذا عند أبي حنيفة خلافاً للشافعي وغيره، والمسألة مبرهنة في كتب الأصول [1]۔ وحدیث الباب اخرجه النسائي وقال هذا منكر، قاله المنذري۔

۲۱۔ بَابٌ فِي تَعْلِيقِ يَدِ السَّارِقِ فِي عُنُقِهِ

چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کے گلے میں لٹکا دینے کے بیان میں

یعنی چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو اسکے گلے میں لٹکا دیا جائے، حدیث الباب میں بھی یہی ہے۔

۴۴۱۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، قَالَ: سَأَلْنَا فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، عَنْ تَعْلِيقِ الْيَدِ فِي الْعُنُقِ لِلسَّارِقِ، أَمِنَ السُّنَّةِ هُوَ؟ قَالَ: "أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ، فَقُطِعَتْ يَدُهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا، فَعُلِّقَتْ فِي عُنُقِهِ.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن محیریز نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت فضالہ بن عبید سے دریافت کیا کہ چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں لٹکا دینا سنت ہے؟ انہوں نے جواب دیا یا ایک چور کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا اس چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور آپ نے اس کے ہاتھ کو لٹکانے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ ہاتھ اس چور کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔

تخریج: سنن النسائي-قطع السارق(٤٩٨٢)سنن النسائي-قطع السارق(٤٩٨٣)سنن أبي داود-الحدود(٤٤١١)

شرح الحدیث: شافعیہ وحنابلہ کے یہاں تعلیق الید مسنون ہے چنانچہ المغنی میں ہے: ويسن تعليق اليد في عنقه؛ لما روى فضالة بن عبيد [2] الخ یعنی حدیث الباب رواه ابوداؤد وابن ماجه، وفعل ذلك علی رضي الله تعالى عنه اه، قال ابن الهمام والمنقول عن الشافعي وأحمد أنه مستحب، فإن لم يفعل لا يأثم. ويسن تعليق يده في عنقه لأنه - عليه الصلاة والسلام - أمر به. رواه أبو داود وابن ماجه. وعندنا ذلك مطلق للإمام إن رآه، ولم يثبت عنه - عليه الصلاة والسلام - في كل من قطعه ليكون سنة [3]۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیق الید ہر سارق کے بارے میں ثابت نہیں تاکہ اس کو سنت کہا جائے لہٰذا علی رأی الامام ہے اگر چاہے۔ والحدیث اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] التعليق الممجد على موطأ محمد—ج٣ص٧٠

[2] المغني شرح مختصر الخرقي—ج١٠ص٢٤٢ (دار عالم الكتب الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ)

[3] شرح فتح القدير—ج٤ص٢٤٨ (طبعة الأولى بالمطبعة الكبرى الأميريه ١٣١٦هـ)

٢٢۔ بَابٌ فِي بَيْعِ الْمَمْلُوكِ إِذَا سَرَقَ

چوری کرنے والے غلام کو بیچ دینے کے بیان میں

٤٤١٢ ۔ حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب غلام چوری کرے تو اس کو فروخت کر دو اگرچہ اس کی قیمت ایک نش (بیس درہم) ہی ملے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤١٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣٧)

شرح الحدیث: حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کا غلام چوری کرے تو اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے اگرچہ کتنی ہی کم قیمت میں ہو۔ نش کہتے ہیں نصف اوقیہ کو یعنی بیس درہم، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ مصنف یہ حدیث یہاں لائے اس لحاظ سے کہ یہ اس کو کم قیمت پر فروخت کر دینا بھی ایک طرح کی تعزیر ہے۔

والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٣۔ بَابٌ فِي الرَّجْمِ

سنگسار کرنے کے بیان میں

٤٤١٣ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: {وَالَّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (1)}، وَذَكَرَ الرَّجُلَ بَعْدَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ جَمَعَهُمَا، فَقَالَ: {وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا (2)}. فَنَسَخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْجَلْدِ، فَقَالَ: {الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (3)}.

ترجمہ: عکرمہ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ

---

(1) اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کر دے اللہ ان کے لئے کوئی راہ (سورۃ النسآء ١٥)

(2) اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو ان کو ایذاء دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا خیال چھوڑ دو (سورۃ النسآء ١٦)

(3) بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے (سورۃ النور ٢)

فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا یعنی تم لوگوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں توان پر چار شخصوں کو گواہ بناؤ پس اگر وہ (چار گواہ) شہادت دیں توان عورتوں کو گھروں میں قید کر دو یہاں تک کہ انکو موت آجائے یا اللہ ان کیلئے کوئی راستہ نکال دے۔ پھر آپ نے عورتوں کے تذکرہ کے بعد مردوں کا تذکرہ فرمایا پھر مرد و عورت دونوں کی ساتھ بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا: وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا یعنی جو دو مرد بدکاری (لواطت) کا ارتکاب کریں توانکو تکلیف دو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نیک بن جائیں توانکو چھوڑ دو (معاف کردو) یہ آیات اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ سے منسوخ ہوگئی۔ یعنی زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کو ایک سو کوڑ مارے جائیں۔

شرح الحدیث: جو عورتیں تمہاری بیویوں میں سے فاحشہ یعنی زنا کا ارتکاب کریں تو تم ان پر چار گواہ قائم کرلو پس جب گواہ قائم ہوجائیں تو تم فی الحال ان عورتوں کو گھروں میں روک کر رکھو یہاں تک کہ انکو موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی اور صورت تجویز کرے یہ ابتدائی حکم ہے حد زنا کے نازل ہونے سے پہلے، چنانچہ جب حد زنا مشروع ہوئی تو آپ نے فرمایا جیسا کہ باب کی دوسری حدیث میں آرہا ہے: خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا مجھ سے ایسی عورتوں کا حکم لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے فیصلہ فرمادیا ہے۔

وَذَكَرَ الرَّجُلَ بَعْدَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ جَمَعَهُمَا. فَقَالَ: {وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا}: پہلی آیت میں صرف عورتوں کا ذکر تھا اور اس دوسری آیت میں وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مرد اور عورت دونوں کا ذکر جمع کر دیا گیا اسی کو ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا مرد کو عورت کے بعد اس طور پر کہ دونوں کو جمع کر دیا اس آیت میں بھی کوئی خاص حد زنا مذکور نہیں بلکہ یہ ہے اٰذُوهُمَا کہ جو مرد و عورت زنا کریں ان کو اذیت پہنچاؤ، اسی لئے ابن عباسؓ فرمارہے ہیں۔

فَنَسَخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْجَلْدِ، فَقَالَ: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ: اس آیت شریفہ میں وہ سبیل مذکور ہے جس کا وعدہ پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا۔

الثَّيِّبُ[1] بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ: آیت شریفہ میں صرف بکر کا حکم مذکور ہے اور اس حدیث میں بکر اور ثیب دونوں کا، ثیب سے مراد شادی شدہ بلکہ محصن ہے[2]، اسکی سزا اس حدیث میں رجم اور جلد مائۃ

---

[1] ای اذا زنی الثیب بالثیب وکذا قولہ البکر بالبکر. لکن ھذا القید لیس باحترازی بل اذا زنی الثیب بالبکر اوزنی البکر بالثیب یرجم الثیب منھما ویجلد البکر زانی اور مزنیہ اگر دونوں ثیب ہیں تب دونوں کا رجم ہوگا اور اگر دونوں بکر ہیں تو دونوں کے لئے جلد مائۃ ہوگا اور اگر ایک ثیب اور دوسرا بکر ہو تو جو ثیب ہوگا اس کا حکم رجم ہوگا اور جو بکر ہوگا اس کا حکم جلد مائۃ ہوگا۔

[2] یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے کہ بولا تو گیا "ثیب" اور مراد اس سے محصن ہے، احصان چند صفات کے مجموعہ کا نام ہے جن میں ایک صفت

اور بکر یعنی غیر محصن کی سزا جلد مائة یعنی سو کوڑے اور نفی سنة یعنی ایک سال کیلئے شہر بدر کرنا جس کو تغریب عام بھی کہتے ہیں بیان کی گئی ہے، جمع بین الرجم والجلد یعنی رجم کے ساتھ سو کوڑے بھی لگانا یہ امام احمد اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا مسلک ہے اور ائمہ ثلاثہ اور ایک روایت میں امام احمد رجم کے ساتھ جلد کے قائل نہیں ان کے نزدیک یہ جمع کا حکم منسوخ ہے اور ناسخ اس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے ماعز بن مالک اسلمی کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا صرف رجم کیا بغیر جلد کے اور بکر میں جلد مائة یعنی سو کوڑے کے ساتھ تغریب عام یعنی ایک سال کیلئے شہر بدر کرنا یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے، حنفیہ نفی سنہ کے قائل نہیں یعنی اس کو جزء حد قرار نہیں دیتے بلکہ اس کو سیاست پر محمول کرتے ہیں بذل [1] میں ان اختلافات پر تفصیل سے کلام مذکور ہے اور اخیر میں "بدائع" سے نقل کیا ہے:

(وَلَنَا) قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ { ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖ } . وَالِاسْتِدْلَالُ بِهِ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا - أَنَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ - أَمَرَ بِجَلْدِ الزَّانِيَةِ وَالزَّانِي، وَلَمْ يَذْكُرْ التَّغْرِيبَ، فَمَنْ أَوْجَبَهُ فَقَدْ زَادَ عَلَى كِتَابِ اللهِ - عَزَّ وَجَلَّ - وَالزِّيَادَةُ عَلَيْهِ نَسْخٌ، وَلَا يَجُوزُ نَسْخُ النَّصِّ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ، وَالثَّانِي - أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَعَلَ الْجَلْدَ جَزَاءً، وَالْجَزَاءُ اسْمٌ لِمَا تَقَعُ بِهِ الْكِفَايَةُ مَأْخُوذٌ مِنَ الِاجْتِزَاءِ - وَهُوَ الِاكْتِفَاءُ - فَلَوْ أَوْجَبْنَا التَّغْرِيبَ لَا تَقَعُ الْكِفَايَةُ بِالْجَلْدِ، وَهَذَا خِلَافُ النَّصِّ [2]، یعنی خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں جیسا کہ اصول فقہاء کا مشہور مسئلہ ہے، اور تغریب عام کو جزء حد قرار دینے سے خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم آتی ہے۔

آگے انہوں نے ایک اور عقلی وجہ بیان کی کہ تغریب تو خلاف مصلحت ہے اور گویا اسکو اور مزید موقع دینا ہے اس ناجائز کام کا، اسلئے کہ اگر اپنے ہی شہر میں رہے گا تو چونکہ وہاں اس کے اور بہت سے اعزہ اور اہل تعلق موجود ہیں انکی وجہ سے شرمائے گا دوبارہ ارتکاب جرم سے، بخلاف دوسرے شہر کے کہ وہاں یہ مانع نہ ہوگا، باقی مطلقاً عدم تغریب کے ہم قائل نہیں، اگر امام تغریب ہی میں مصلحت سمجھے تو بطور تعزیر کے کر سکتا ہے نہ بطریق حد اھ حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ ثیب میں زنا کی سزا رجم ہے اور بکر میں زنا کی سزا جلد مائة، ثیب سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جو محصن ہو اور بکر سے مراد غیر محصن ہے۔

احصان کن صفات کے مجموعہ کا نام ہے: رجم کے لئے صفت احصان کا ہونا بالاجماع ضروری ہے، اب یہ کہ شرائط احصان کیا ہیں اس کو دیکھنا ہے، بخاری کا ترجمہ ہے بَابُ رَجْمِ الْمُحْصَنِ، قال العینی: والمحصن بِفَتْحِ الصَّادِ عَلَى صِيغَةِ اسْمِ الْمَفْعُولِ من الْإِحْصَانِ وَهُوَ الْمَنْعُ فِي اللُّغَةِ. وَجَاءَ فِيهِ كَسْرُ الصَّادِ، فَمَعْنَى الْفَتْحِ أحصن نفسه بالتزوج عَن عمل

ثیوبة بھی ہے یعنی ثیب ہونا، محصن جن صفات کے مجموعہ کا نام ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٧١

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ٩ ص ٢١١-٢١٢

الْفَاحِشَة، ومعنى الكسر على القياس وَهُوَ ظَاهر، وَالْفَتْح على غير الْقيَاس. وَقَالَ أَصْحَابنَا: شُرُوط الْإِحْصَان فِي الرَّجْم سَبْعَة: ① الْحُرِّيَّة ② وَالعقل ③ وَالْبُلُوغ ④ وَالْإِسْلَام ⑤ وَالْوَطْء ⑥ وَالسَّادِس الْوَطْء بِنِكَاح صَحِيح ⑦ وَالسَّابِع كَونهمَا محصنين حَالَة الدُّخُول بِنِكَاح صَحِيح. وَقَالَ أَبُو يُوسُف وَالشَّافِعِيّ وَأحمد: الْإِسْلَام لَيْسَ بِشَرْط لِأَنَّهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رجم يهوديين. قُلْنَا: كَانَ ذَلِك بِحكم التَّوْرَاة قبل نزُول آيَة الْجلد فِي أول مَا دخل صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْمَدِينَة، فَصَارَ مَنْسُوخا بهَا. وَقَالَ ابْن الْمُنْذر: وَأَجْمعُوا على أَنه لَا يكون الْإِحْصَان بِالنِّكَاحِ الْفَاسِد وَلَا الشُّبْهَة، وَخَالفهُم أَبُو ثَوْر فَقَالَ: يكون مُحصنا، وَاخْتلفُوا إِذا تزوج الْحر أمة هَل تحصنه؟ فَقَالَ الْأَكْثَرُونَ: نعم، وَعَن عَطاء وَالْحسن وَقَتَادَة وَالثَّوْرِي والكوفيين وَأحمد وَإِسْحَاق لَا[1].

معلوم ہوا شرائط احصان سات ہیں، ان میں سے بعض میں اختلافات بھی ہیں، چنانچہ مغنی میں ہے: الرابع الحرية وهي شرط في قول أهل العلم كلهم إلا أبا ثور قال: العبد والامة هما محصنان يرجمان إذا زنيا إلا أن يكون إجماع يخالف ذلك وحكي عن الأوزاعي في العبد تحته حرة هو محصن يرجم إذا زنا وان كان تحته أمة لم يرجم[2]، اسی طرح صفت اسلام میں اختلاف ہے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک شرائط احصان میں سے ہیں، حنابلہ وشافعیہ کے نزدیک نہیں ہیں، کما سیأتی فی باب رجم الیهودیین

اور درمختار میں ہے شرائط (إحصان الرجم) سبعة (① الحرية و② التكليف) أي عقل و③ بلوغ (و④ الإسلام و ⑤ الوطء) ⑥ وكونه (بنكاح صحيح) حال الدخول (و) ⑦ كونهما (بصفة الإحصان) المذكورة وقت الوطء، فإحصان كل واحد منهما شرط لصيرورة الآخر محصنا، فلو نكح أمة أو الحرة عبدا فلا إحصان إلا أن يطأها بعد العتق فيحصل الإحصان به لا بما قبله الى آخره. قال ابن عابدين قوله "شرائط احصان الرجم" قيده به لان احصان القذف غير هذا، وقوله بنكاح صحيح، خرج الفاسد كنكاح بغير شهود، فلا يكون به محصنا، وقوله حال الدخول احتراز عما لو وطئ فى نكاح موقوف على الاجازة ثم اجازت المرأة العقد او ولى الصغيرة، فلا يكون بهذا الوطئ محصنا وان كان العقد صحيحا لانه وطئ فى عقد لم يصح الا بعده لا حال الوطئ وفى الكنز والدخول بالنكاح الصحيح و كونهما محصنين حالة الدخول. قال الزيلعى اما الدخول فلقوله عليه الصلاة والسلام: الثيب بالثيب الحديث، والثيابة لا تكون بغير دخول، ولانه باصابة الحلال تنكسر شهوته ويشبع فيستغنى به عن الزنا۔ واما احصانهما حالة الدخول فلان هذه النعمة به تتكامل، اذ الطبع ينفر عن صحبة المجنونة وقلما يرغب فى الصغيرة لقلة رغبتها فيه۔ وفى المملوكة حذرا عن رق الولد[3]، علامہ زیلعیؒ نے ان شرائط احصان میں سے ہر

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٢٣ ص ٤٥٠ (دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ)

[2] المغني شرح مختصر الخرقي — ج ١٢ ص ٣١٥-٣١٦

[3] رد المحتار على الدر المختار — ج ٦ ص ٢٢-٢٣ (دار الكتب العلمية الطبعة الأولى ١٤١٥ هـ)

ہر شرط کی لِم اور علت بھی ذکر کی ہے لہٰذا اس کو دیکھا جائے کہ مفید اور موجب بصیرت ہے واللہ تعالی الموفق، وفی الاوجز عن الموفق السابع ، ان یوجد الکمال فیھما جمیعا حال الوطی فیطا الرجل العاقل الحر امرأة عاقلة حرة ،وھذا قول ابی حنیفة واصحابه الخ موفق چونکہ حنبلی ہیں لہٰذا یہی مسلک حنابلہ کا ہوا، اس کے بعد انہوں نے اس میں امام مالک اور شافعی کا اختلاف نقل کیا ہے جو اوجز میں مذکور ہے فارجع الیه لو شئت۔

مذکورہ بالاعبارات کا خلاصہ: اس سب کا ماحصل یہ ہے کہ زنا فاحشہ عظمیٰ ہے اسی لئے اس کی سزا عقوبت شدیدہ یعنی رجم رکھی گئی ہے، لیکن زنا کی یہ سزا یعنی رجم مطلقاً نہیں بلکہ اس وقت میں ہے جبکہ زانی میں صفت احصان بھی پائی جارہی ہو اسلئے کہ صفت احصان سے زنا کی وقاحت اور شناعت اور بڑھ جاتی ہے اسلئے کہ صفت احصان ان اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے جو زنا کے ارتکاب سے مانع ہے لیکن وہ شخص اس کے باوجود زنا کا ارتکاب کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس کا یہ جرم بہت شدید ہو جاتا ہے اور وہ صفات عند الجمہور سات ہیں: ① حریۃ، ② عقل، ③ بلوغ، ④ اسلام، ⑤ نکاح صحیح، ⑥ وطی بنکاح صحیح، ⑦ دخول کے وقت واطی اور موطوءہ دونوں میں ان مذکورہ بالا صفات کا پایا جانا (جن کو احصان سے تعبیر کیا جاتا ہے) لہٰذا اگر کسی حر نے باندی سے نکاح کیا اور اسی حالت میں وطی کی اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی سے زنا کا صدور ہو گیا اور اس کے بعد پھر وہ باندی آزاد بھی کردی گئی تو چونکہ یہاں پر صفت احصان وقت الدخول نہیں پائی گئی وطی کے وقت موطوءہ کے باندی ہونے کی وجہ سے اسلئے اس صورت میں اس زنا کا حکم رجم نہ ہو گا الا یہ کہ اس باندی کے آزاد ہونے کے بعد دوبارہ اس سے وطی کی گئی ہو اور اسکے بعد زنا پایا گیا تو اس صورت میں اس کا حکم رجم ہو گا یا ایسے ہی کسی حرہ نے غلام سے نکاح کیا اور پھر وہ اوپر والی صورت پائی گئی اس کا بھی یہی حکم ہے، الحاصل جس مرد اور عورت میں مذکورہ بالا صفت احصان پائی جائے گی اور پھر اس کے بعد وہ مرد یا عورت زنا کریگا تب اس کا رجم ہو گا ورنہ نہیں۔

رجم کے ثبوت میں بعض فرق کا اختلاف: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ رجم کے مسئلہ میں بعض فرق کا اختلاف ہے قال الحافظ: قال ابن بطال أجمع الصحابة وأئمة الأمصار على أن المحصن إذا زنى عامدا عالما مختارا فعليه الرجم ودفع ذلك الخوارج وبعض المعتزلة واعتلوا بأن الرجم لم يذكر في القرآن وحكاه ابن العربي عن طائفة من أهل المغرب لقيهم وهم من بقايا الخوارج واحتج الجمهور بأن النبي صلى الله عليه وسلم رجم وكذلك الأئمة بعده...... وثبت في صحيح مسلم عن عبادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب الرجم اھ[1] كله من "الابواب والتراجم" و"اوجز المسالك" بزيادة من الزيلعي. والحديث اخرجه مسلم والترمذي والنسائي. قاله المنذري.

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۲ ص ۱۱۸

٤٤١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ، عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: "السَّبِيلُ: الْحَدُّ" قَالَ سُفْيَانُ: {فَآذُوهُمَا}: الْبِكْرَانِ، {فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ}: الثَّيِّبَاتُ.

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے (زانی اور زانیہ کیلئے) راستہ نکال دے گا اس راستہ سے مراد حد لگنا ہے۔ سفیان الثوریؒ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا: میں سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ بد فعلی کرنے والے غیر شادی شدہ ہوں تو ان کو سزائیں دو اور وَالّٰتِي يَأْتِيْنَ اضافہ میں مراد جو شادی شدہ عورتیں گناہ بدکاری کریں تو انکا حکم گھروں میں قید رکھنا تھا۔

٤٤١٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا: الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ".

ترجمہ: حضرت عبادہؓ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے سیکھ لو بیشک اللہ نے عورتوں کیلئے راستہ نکال دیا ہے مقرر کر دیا ہے ثیب کو ثیب کے ساتھ ایک سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے۔ اور باکرہ (غیر شادی شدہ کنواری) عورت سے کنوارہ مرد زنا کرے تو ان کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کرنا ہے۔

٤٤١٦ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ، بِإِسْنَادِ يَحْيَى وَمَعْنَاهُ، قَالَ: «جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ».

ترجمہ: حسن سے یحییٰ کی روایت کے ہم معنیٰ (ثیب جس وقت ثیب کے ساتھ زنا کرے) تو اس کو ایک سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے۔

٤٤١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خُلَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِهَذَا الْحَدِيثِ -، فَقَالَ نَاسٌ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: يَا أَبَا ثَابِتٍ، قَدْ نَزَلَتِ الْحُدُودُ، لَوْ أَنَّكَ وَجَدْتَ مَعَ امْرَأَتِكَ رَجُلًا كَيْفَ كُنْتَ صَانِعًا؟ قَالَ: كُنْتُ ضَارِبَهُمَا بِالسَّيْفِ حَتَّى يَسْكُتَا، أَفَأَنَا أَذْهَبُ فَأَجْمَعُ أَرْبَعَةَ شُهَدَاءَ؟ فَإِلَى ذَلِكَ قَدْ قَضَى الْحَاجَةَ، فَانْطَلَقُوا فَاجْتَمَعُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَمْ تَرَ إِلَى أَبِي ثَابِتٍ قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَفَى بِالسَّيْفِ شَاهِدًا» ثُمَّ قَالَ: «لَا لَا، أَخَافُ أَنْ يَتَتَابَعَ فِيهَا السَّكْرَانُ وَالْغَيْرَانُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى وَكِيعٌ، أَوَّلَ هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا هَذَا إِسْنَادُ حَدِيثِ ابْنِ الْمُحَبِّقِ، أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْفَضْلُ بْنُ

دَلْهَمٍ لَيْسَ بِالْحَافِظِ، كَانَ قَصَّابًا بِوَاسِطَ».

ترجمہ: یہی حدیث عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مروی ہے، کچھ لوگوں نے سعد بن عبادہؓ سے کہا: اے ابو ثابت! حدود نازل ہو چکی ہیں اور اگر تم اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پاؤ گے تو کیا کرو گے؟ حضرت سعد نے کہا: میں تو ان دونوں کو تلوار کے ساتھ ماردوں گا حتی کے ابدی مر جائیں، اور یہ بات کہ میں جاؤں اور چار گواہ لاؤں اور اس وقت تک بدکاری فعل ہو جائے۔ پھر لوگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابو ثابت نے یوں اور یوں کہا ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایسی حالت میں) تلوار کی گواہی کافی ہے، پھر فرمایا: نہیں نہیں مجھے ڈر ہے کہ اس معاملے میں نشہ میں بدمست آدمی بھی غیرت مند کی مانند ایسا کرنے لگے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: اس حدیث کا پہلا حصہ وکیع نے روایت کیا ہے اور اس میں فضل بن دلہم راوی ہے اور اس کی سند کا متن دوسرا ہے کہ ایک آدمی کسی کی لونڈی سے ملوث ہو گیا۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: فضل بن دلہم حافظ نہ تھا، وہ واسط میں ایک قصاب تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٠) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٤١٥) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٣) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٧)

٤٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ، فَقَالَ: "إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا، وَرَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ الزَّمَانُ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ تَعَالَى، فَالرَّجْمُ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا كَانَ مُحْصَنًا، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ حَمْلٌ، أَوِ اعْتِرَافٌ، وَايْمُ اللهِ، لَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ: زَادَ عُمَرُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَكَتَبْتُهَا".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا: حضرت محمد ﷺ کو اللہ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور ان پر کتاب قرآن کریم نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا اس میں (زانی کو) سنگسار کیے جانے کی آیت کریمہ تھی جس کو کہ ہم لوگوں نے تلاوت کیا اور یاد کر لیا اور محفوظ کیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے (زانی کو) سنگسار کیا اور اب مجھے ڈر ہے کہ ایک عرصہ گزر جائے اور کہنے والا شخص یہ کہنے لگے کہ کتاب اللہ میں تو ہم سنگسار کرنے کا حکم نہیں پاتے پھر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو ترک کر دینے سے لوگ گمراہ ہو جائیں خبردار! سنگسار کیا جانا ضروری ہے۔ زنا کرنے والے پر چاہے زنا کرنے والا مرد ہو یا عورت جو شادی شدہ ہو اور اس پر گواہ قائم ہوں یا حمل ہو یا اقرار سے ثابت ہو اور اللہ کی قسم لوگ اگر یہ بات نہ کہتے کہ (حضرت) عمر فاروقؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اس آیت کو قرآن میں

تحریر کردیا یعنی سنگسار کرنے کی آیت کو۔

تخریج صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤١) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٩٢) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩١) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣١) سنن أبي داود - الحدود (٤٤١٨) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٩/١) موطأ مالك - الحدود (١٥٥٨) موطأ مالك - الحدود (١٥٦٠) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٢)

مضمونِ حدیث: حضرت عمرؓ رجم کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ رجم کا حکم برحق ہے قرآن کریم میں اس کے بارے میں آیت نازل ہوئی جس کو ہم نے شروع میں پڑھا، یعنی گو بعد میں منسوخ التلاوۃ ہوگئی، اور اس کے مطابق حضور ﷺ نے زانی کا رجم کیا اور آپ ﷺ کے بعد ہم لوگوں نے بھی، لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد لوگ رجم کا انکار نہ کرنے لگیں، یہ کہہ کر کہ کتاب اللہ میں اس کا ذکر نہیں ہے اور پھر گمراہ ہوں، لہٰذا جان لینا چاہیے کہ زانی محصن اور محصنہ کیلئے رجم کا حکم برحق ہے، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ حَمْلٌ، أَوِ اعْتِرَافٌ۔

ثبوت زنا کے اسباب: ثبوت زنا کی صورت بیان فرمارہے ہیں کہ یا تو بذریعہ شہود کے یا اعتراف زنا کے یا وجود حمل کے ذریعہ، یعنی غیر شادی شدہ عورت میں حمل کا پایا جانا، اعتراف زنا اور شہادت شہود ان دونوں سے ثبوت زنا تو متفق علیہ ہے لیکن ظہور حمل والا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ میں سے امام مالک اسکے قائل ہیں، بذل میں ہے شوکانی سے: وهو مروي عن عمر ومالك وأصحابه قالوا: إذا حملت ولم يعلم لها زوج ولا عرفنا إكراهها لزمها الحد إلا أن تكون غريبة وتدعي أنه من زوج أو سيد، وذهب الجمهور إلى أن مجرد الحمل لا يثبت به بل لابد من الاعتراف أو البينة، واستدلوا بالأحاديث الواردة في درء الحدود بالشبهات [1]. الى آخر ما في البذل. والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصراً ومطولاً. قاله المنذري.

٢٤ ـ بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ

رجم ماعز بن مالک کے بیان میں

٤٤١٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي، فَأَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: ائْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ، وَإِنَّمَا يُرِيدُ بِذَلِكَ رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَخْرَجًا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَعَادَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ. فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، حَتَّى قَالَهَا أَرْبَعَ مِرَارٍ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ؟» قَالَ: بِفُلَانَةٍ، فَقَالَ: «هَلْ ضَاجَعْتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «هَلْ بَاشَرْتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «هَلْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٧٢-٣٧٣

جَامَعْتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ. فَأُخْرِجَ بِهِ إِلَى الْحَرَّةِ، فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ جَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ أَصْحَابُهُ، فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيفِ بَعِيرٍ فَرَمَاهُ بِهِ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبَ اللهُ عَلَيْهِ».

ترجمہ: نعیم بن ہزیل سے مروی ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ میرے والد کی زیر پرورش یتیم تھے۔ انہوں نے محلہ کی لڑکی سے زنا کر لیا تو میرے والد صاحب نے ان سے کہا تم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنے اس کام کی خبر دو۔ شاید نبی ﷺ تمہارے لئے گناہ سے توبہ کی دعا فرمائیں اس (مشورہ) سے انکا مقصد یہ تھا کہ ان کیلئے کوئی راستہ نکلے تو حضرت ماعزؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے مجھ پر آپ قرآن کے مطابق حکم فرمائیں (یعنی سزا دیجئے) تو آپ ﷺ نے چہرہ انور پھیر لیا۔ (یعنی رخ موڑ لیا) تو دوبارہ انہوں نے یہی عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے زنا کر لیا ہے مجھ پر آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کے مطابق حکم فرمائیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے چار مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم چار مرتبہ کہہ چکے کہ میں نے زنا کیا ہے تم یہ بتلاؤ کہ تم نے کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ ماعزؓ نے عرض کیا: فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس عورت کے ساتھ لیٹے تھے؟ ماعزؓ نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: تم اس عورت سے لپٹے تھے؟ ماعزؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس عورت سے جماع کیا تھا؟ ماعزؓ نے عرض کیا: جی ہاں، تب آپ نے ان کو رجم کئے جانے کا حکم فرمایا۔ ان کو لوگ (مقام) حرہ میں لے کر گئے جب ان کو سنگسار کیا جانے لگا تو وہ پتھروں کی تکلیف سے گھبرائے جزع فزع کرنے لگے اور دوڑ کر بھاگے تو عبد اللہ بن انیسؓ نے پکڑ لیا۔ انکے ساتھی تھک گئے تھے تو انہوں نے ان کو اُونٹ کا کھر مارا اور ان کو قتل کر دیا پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو یہ واقعہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیا شاید وہ تائب ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤١٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢١٧/٥)

شرح الحدیث: یہ ماعز بن مالک اسلمیؓ کی حدیث ہے یعنی ان کے زنا سے متعلق جس کو مصنف نے متعدد طرق اور مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے، اس روایت میں یہ ہے کہ نعیم بن ہزال کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک ایک یتیم لڑکے تھے جنہوں نے میرے باپ کی گود میں پرورش پائی تھی، وہ قبیلہ کی ایک باندی کے ساتھ مبتلا ہو گئے۔ حاشیۂ بذل میں ہے کہ اسکا نام فاطمہ تھا اور ہزال کی باندی تھی، کما فی التلقیح لابن جوزی [1]، وقیل اسمہا منیرہ کما فی تھذیب اللغات للنووي [2]، نعیم کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد میرے والد ہزال نے ماعز سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور جو کچھ تم سے ہوا اسکی خبر آپ ﷺ کو کرو، شاید وہ

---

[1] تلقیح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير — ص ٣٧١

[2] تهذيب الأسماء واللغات — ج ٢ ص ٣٧٢

تمہارے لئے دعاء اور استغفار کر دیں، اور تمہارا اس سے چھٹکارا ہو جائے، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور جا کر زنا کا اقرار کیا، اور یہ بھی کہ مجھ پر حکم شرعی جاری کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر اعراض فرمایا، ان کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعراض کی چار بار نوبت آئی۔

ثبوتِ زنا بالاقرار میں تعدد اقرار اور اس میں ائمہ کا اختلاف: اسی لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ثبوت زنا بالاقرار کیلئے چار بار اقرار ضروری ہے، مختلف مجالس [1] میں، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی اگرچہ چار بار اقرار ضروری ہے لیکن اختلاف مجلس ان کے یہاں ضروری نہیں، اور باقی دو امام یعنی امام مالکؒ و شافعیؒ ان کے یہاں اقرار مرۃ واحدۃ کافی ہے، آگے روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ؟ قَالَ: بِفُلَانَةٍ، فَقَالَ: هَلْ ضَاجَعْتَهَا؟ الخ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب ٹھوک بجا کر ان سے سوالات کئے جس کا وہ صاف صاف جواب دیتے رہے اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رجم جاری کرنے کا حکم فرما دیا۔

قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ: یہاں پر ایک اختلافی مسئلہ ہے جس کو حضرت شیخؒ نے حاشیۂ بذل [2] میں لکھا ہے وہ یہ کہ مجلس رجم میں امام اور شہود کا حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں، امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک واجب نہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک واجب ہے، امام نوویؒ نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے واستدل صاحب الهداية بأنه منصوص عن علي رضي الله تعالى عنه فيما لا يدرك بالقياس، اس کے بعد حضرت شیخؒ نے اپنی رائے احتمالاً یہ لکھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی رجم کی ابتداء آپ ہی نے کی ہو جیسا کہ غامدیہ کے قصہ میں آتا ہے جس کے لفظ یہ ہیں: ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: ارْمُوا [3]، یعنی اس واقعہ میں رمی کی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ایک چھوٹی سی کنکری کے ذریعہ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے فرمایا کہ اب تم اس کی رمی کر دو۔ روایت میں ہے کہ جب ان کو رجم کیا جا رہا تھا تو یہ جزع فزع کرنے لگے اور بھاگنے دوڑنے لگے جس کی وجہ سے رجم کرنا مشکل ہو رہا تھا، اتنے میں عبد اللہ بن انیس آگئے تو انہوں نے اونٹ کا کھر اٹھا کر مارا جس سے ان کا کام تمام ہو گیا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے فرار وغیرہ کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبَ اللهُ عَلَيْهِ۔

رجوع عن اقرار الزنا کا حکم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جس صورت میں زنا کا ثبوت اقرار سے ہوا ہو، اور پھر وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، جمہور علماء کا مسلک یہی ہے حنفیہ شافعیہ حنابلہ، اور ابن

---

[1] اختلاف مجالس سے متفرق مجلسیں مراد ہیں نہ کہ قاضی کی اور وہ یہاں پائی گئیں اسلئے کہ آپ جب اپنا رخ بدلتے تھے تو وہ اسی طرح جا کر پھر اقرار کرتے تھے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۳۷۵

[3] سنن أبي داود — كتاب الحدود — باب المرأة أمر النبي صلى الله عليه وسلم برجمها من جهينة ٤٤٤٤

ابی لیلیٰ اور ابو ثور کے نزدیک رجوع عن الاقرار معتبر نہیں، اس پر حد ساقط نہیں ہوگی، اور یہی ایک روایت امام مالک اور امام شافعی کی ہے، حاشیۂ بذل میں ہے: وحكى صاحب الهداية فيه خلاف الشافعي، لكن قال ابن الهمام: إن المسطور في كتبهم أنه لو رجع قبل الحد أو بعد ما أقيم عليه بعضه سقط الباقي، وبسط الحافظ في الفتح (ج ١٢ ص ١٠٤) والاختلاف فيه [1]۔

٤٤٢٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرْتُ لِعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، قِصَّةَ مَاعِزِ ابْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ: لِي حَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ حَدَّثَنِي ذَلِكَ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ» مَنْ شِئْتُمْ مِنْ رِجَالِ أَسْلَمَ مِمَّنْ لَا أَتَّهِمُ، قَالَ: وَلَمْ أَعْرِفْ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: فَجِئْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، فَقُلْتُ: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَسْلَمَ يُحَدِّثُونَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ حِينَ ذَكَرُوا لَهُ جَزَعَ مَاعِزٍ مِنَ الْحِجَارَةِ حِينَ أَصَابَتْهُ: «أَلَّا تَرَكْتُمُوهُ»، وَمَا أَعْرِفُ الْحَدِيثَ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَ الرَّجُلَ، إِنَّا لَمَّا خَرَجْنَا بِهِ فَرَجَمْنَاهُ، فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ صَرَخَ بِنَا: يَا قَوْمُ رُدُّونِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ قَوْمِي قَتَلُونِي، وَغَرُّونِي مِنْ نَفْسِي، وَأَخْبَرُونِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ قَاتِلِي، فَلَمْ نَنْزِعْ عَنْهُ حَتَّى قَتَلْنَاهُ، فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ: «فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ وَجِئْتُمُونِي بِهِ» لِيَسْتَثْبِتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ، فَأَمَّا لِتَرْكِ حَدٍّ فَلَا، قَالَ: فَعَرَفْتُ وَجْهَ الْحَدِيثِ.

ترجمہ: محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ میں نے عاصم بن قتادہ سے ماعز بن مالکؓ کے قصہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے نبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان کہ تم نے اس شخص کو کیوں نہیں چھوڑا قبیلہ اسلم کے اتنے لوگوں نے بیان کیا جتنے تم چاہو اور ان افراد پر کوئی تہمت بھی نہیں لگا سکتا یعنی وہ ثقہ ہیں لیکن میں اس جملہ کا مطلب نہیں سمجھا، تو میں جابر بن عبد اللہؓ کے پاس آیا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جب انہوں نے پتھر پڑنے کی وجہ سے ماعزؓ کی گھبراہٹ کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے ان کو (ماعزؓ کو) کیوں نہیں چھوڑ دیا مجھے اس جملہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو حضرت جابر نے بیان کیا: اے میرے بھتیجے! میں اچھی طرح اس حدیث سے واقف ہوں۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا کہ جنہوں نے حضرت ماعزؓ کو رجم کیا تھا۔ جب ہم لوگ ان کو لے کر نکلے اور ان کو پتھر مارے تو ان کو پتھروں کے مارنے کی تکلیف ہوئی اور انہوں نے چیخ ماری اور کہا کہ اے لوگو! تم لوگ مجھ کو نبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں واپس لے چلو کیونکہ میری قوم نے مجھے مروایا اور مجھ کو دھوکہ دیا انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ نبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن ماعز کی اس گفتگو کے بعد ہم لوگ باز نہیں آئے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٧ ص ٣٧٧

یہاں تک کہ انکو ہم نے قتل کر دیا۔ جب ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور آپ سے واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں نے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیا (یعنی رجم کرنا موقوف کیوں نہ کر دیا) اور میرے پاس ان کو لے کر کیوں حاضر نہیں ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وجہ سے فرمائی تھی کہ آپ ان (ماعزؓ) سے فرار کی وجہ معلوم کریں نہ کہ اس وجہ سے کہ (سزا) ملتوی کر دی جائے اس وقت حدیث کا مطلب میری سمجھ میں آیا۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨١)

شرح الحدیث: عاصم بن عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن محمد بن علی یعنی محمد بن الحنفیۃ کے بیٹے حسن نے یہ کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ قبیلہ اسلم کے اتنے لوگوں نے بیان کیا جتنے تم چاہو یعنی بہت سوں نے۔ یہ لفظ مَنْ شِئْتُمْ ترکیب میں فاعل واقع ہو رہا ہے حَدَّثَنِي ذَلِكَ کا، حسن بن محمد کہتے ہیں کہ یہ جملہ اگرچہ مجھ سے بیان تو بہت سے لوگوں نے کیا تھا مگر حدیث کے اس جملہ کا مطلب میں نہیں سمجھا تھا کہ کیا ہے (کیونکہ ان کے ذہن میں یہ تھا کہ رجوع عن الاقرار سے حد ساقط نہیں ہوتی) اس لئے میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے پاس گیا اور ان کی خدمت میں جا کر ان سے حدیث کے اس جملہ کا مطلب دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! میں اس سارے قصہ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ میں خود رجم کرنے والوں میں تھا، بات یہ پیش آئی تھی کہ جب ہم ماعز کو رجم کیلئے لے گئے تو وہ چلا کر کہنے لگے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لے چلو اس لئے کہ میری قوم نے مجھے مروایا ہے اور مجھے دھوکہ دیا ہے، اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو قتل نہیں کریں گے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: لیکن ہم نے اس کے اس قول کی پرواہ نہیں کی بلکہ ان کا رجم ہی کر ڈالا، پھر جب ہم لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اور ماعزؓ کے حال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا اور میرے پاس اسکو لے آتے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سببِ فرار معلوم کریں کہ آخر کیا کہنا چاہتا ہے، فَأَمَّا لِتَرْكِ حَدٍّ فَلَا اور آپ کا مقصد اس سے یہ نہ تھا کہ اس سے حد ساقط کر دی جاتی، حسن بن محمد کہتے ہیں فَعَرَفْتُ وَجْهَ الْحَدِيثِ کہ اب یعنی حضرت جابرؓ کے بیان سے حدیث کا مطلب میرے سمجھ میں آیا۔

حضرت جابرؓ کی یہ رائے ابن ابی لیلیٰ اور ابو ثور وغیرہ کے مذہب کے تو موافق ہے کہ رجوع عن الاقرار سے حد ساقط نہیں ہوتی، لیکن جمہور علماء نے اس کا یہ مطلب نہیں لیا، اور بذل المجهود میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے اس مقام کی شرح اور طرح کی ہے جو جمہور کے مسلک کے موافق ہے وہ یہ کہ حسن بن محمد کو تو یہ تردد ہو رہا تھا کہ حد کے فیصلہ کے بعد تو وہ ساقط نہیں ہوا کرتی تو پھر آپ نے جو یہ فرمایا کہ تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا، یہ آپ نے کیسے فرما دیا تو حضرت جابر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ویسے ہی مطلقاً چھوڑ دینا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ ہم اس سے معلوم کرتے بھاگنے کا منشاء کہ ویسے ہی تکلیف

کی وجہ سے بھاگ رہا ہے یا یہ کہ مقصود رجوع عن الاقرار ہے اگر وہ اپنی غرض رجوع عن الاقرار بیان کرتا تو اس پر ہم اس کو چھوڑ دیتے واللہ تعالیٰ اعلم [1]۔ یہ مطلب جمہور کے مسلک کے موافق ہے۔

صلوۃ علی ماعزؓ میں اختلاف روایات: اسکے بعد والی حدیث میں آرہا ہے، فَانْطُلِقَ بِهِ فَرُجِمَ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ آگے چند حدیث بعد بھی یہی آرہا ہے فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ [2]، اور بخاری کی روایت میں ہے خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ لیکن اسکے بعد امام بخاریؒ فرماتے ہیں لَمْ يَقُلْ يُونُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ قِيلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا [3]، اس پر حافظؒ نے فتح الباری میں کافی اختلاف رواۃ بیان کیا اور کثرت ان ہی رواۃ کی بیان کی جنہوں نے اس حدیث میں یہ لفظ "صلی علیہ" ذکر نہیں کیا، اور پھر آگے چل کر حافظ نے فرمایا ہے کہ بظاہر امام بخاری کا میلان اس لفظ کے ثبوت کی طرف دوسرے شواہد کی وجہ سے ہے اور پھر انہوں نے سنن ابی قرہ کی روایت ذکر کی ہے [4] کہ سنن ابی قرۃ کی حدیث ابی امامہ میں اسطرح ہے فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ قَالَ لَا قَالَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ [5] اس سے معلوم ہوا کہ پہلے روز آپ ﷺ نے نماز ان پر نہیں پڑھی دوسرے روز پڑھی پس حاصل یہ کہ بخاری کی روایت صلاۃ علی ماعزؓ کے بارے میں بطریق اثبات ہے اور سنن کی روایات ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں صلاۃ کی نفی ہے اور صحیح مسلم میں صلاۃ یا ترک سے کوئی تعرض ہی نہیں جہاں تک ہمارا تتبع ہے، لیکن امرأۃ جھنیہ کے بارے میں بلا اختلاف روایت نماز پڑھنے کا ثبوت ہے اسکے بارے میں ایک خاص نکتہ بھی ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے کتاب الجنائز میں نقل کر چکے اب یہ کہ مرحوم کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اسمیں امام مالکؒ اور احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ خود امامؒ اور دوسرے اہل فضل وعلم اسکی نماز جنازہ نہ پڑھیں ان کے حق میں مکروہ ہے اور جمھور علماء ومنھم ابو حنیفۃ والشافعی کے نزدیک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی بلکہ ہر کلمہ گو کی اہل قبلہ میں سے من غیر فصل بین اھل الفضل وغیرہ اس مسئلہ پر کلام کتاب الجنائز بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ قَتَلَتْهُ الْحُدُودُ میں گذر چکا۔ حدیث محمد بن اسحاق اخرجہ النسائی، واخرج البخاری ومسلم والترمذی والنسائی من حدیث ابی سلمۃ بن

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٧٨ - ٣٧٩

[2] سنن أبي داود — كتاب الحدود — باب رجم ماعز بن مالك ٤٤٣٠

[3] صحيح البخاري — كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة — باب الرجم بالمصلى ٦٤٣٤

[4] حافظ کی رائے یہی ہے کہ امام بخاری کی رائے اس لفظ کے ثبوت کی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ اشکال ہوگا کہ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث میں جو فصاعداً کی زیادتی ہے جو حنفیہ نے پیش کی ہے تو اس کا جواب امام بخاریؒ سے یہ منقول ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہیں تفرد بہا معمر، فتأمل۔

[5] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٢ ص ١٣١

عبد الرحمٰن عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرفا منہ بنحوہ، قالہ المنذری۔

۴۴۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنَّهُ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مِرَارًا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَسَأَلَ قَوْمَهُ: «أَمَجْنُونٌ هُوَ؟» قَالُوا: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ، قَالَ: «أَفَعَلْتَ بِهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ، فَانْطُلِقَ بِهِ فَرُجِمَ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: عکرمہ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالکؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ نے ان سے منہ موڑ لیا پھر انہوں نے بار بار یہی بات کہی تو آپ ﷺ نے منہ موڑ لیا۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے ان کی قوم سے یہ دریافت فرمایا کہ یہ شخص مجنون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں اسکو کسی قسم کا کوئی مرض لاحق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس عورت سے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پھر لوگ ان کو لے گئے اور سنگسار کر دیا اور آپ ﷺ نے ان کی نماز (جنازہ) نہیں پڑھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٨) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٨/١)

۴۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ جِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا قَصِيرًا، أَعْضَلَ، لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ قَدْ زَنَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلَعَلَّكَ قَبَّلْتَهَا؟» قَالَ: لَا، وَاللهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى الْآخِرُ، قَالَ: فَرَجَمَهُ، ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: «أَلَا كُلَّمَا نَفَرْنَا فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، خَلَفَ أَحَدُهُمْ لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ، أَمَا إِنَّ اللهَ إِنْ يُمَكِّنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا نَكَلْتُهُ عَنْهُنَّ».

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ جب ماعز بن مالکؓ کو خدمت نبوی ﷺ میں لایا گیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے قد کے گٹھے ہوئے جسم کے آدمی تھے۔ ان پر چادر نہیں تھی انہوں نے اپنے خلاف چار شہادتیں پیش کیں کہ میں نے زنا کیا ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تم نے بوسہ لیا ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا: واللہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے انکو سنگسار کیا اور خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: خبردار! جب ہم لوگ راہ الٰہی میں سفر کرتے ہیں (یعنی جہاد کیلئے روانہ ہوتے ہیں) تو کوئی آدمی پیچھے رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آواز نکالتا ہے جب بکرا اپنی مادہ پر جوش کے ساتھ سوار ہوتا ہے اور کسی عورت کو تھوڑے سے دودھ کی مقدار دے کر (زنا کر لیتا ہے) سن لو! اگر اللہ مجھ کو اس قسم کے کسی شخص پر قدرت عطا فرمائے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں کہ اسے عورتوں سے ہٹا کے ہی دم لوں۔

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرما رہے ہیں کہ جب ماعز بن مالکؓ کو حضور ﷺ کی مجلس میں لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ پستہ

قد اور گٹھے ہوئے جسم کے تھے اور ان کے بدن پر اسوقت چادر بھی نہ تھی، جب انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے چار بار اقرار کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایافَلَعَلَّكَ قَبَّلْتَهَا؟ قَالَ: لَا، وَاللهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى الْأَخِرُ، یعنی آپ نے ان سے فرمایا شاید کہ تم نے اسکی تقبیل کی ہوگی یعنی اس سے آگے اور کچھ نہ کیا ہوگا (یہ ہے وہ جس کو تلقین فی الحد کہتے ہیں جسکا باب گذر چکا) اسنے کہا کہ واللہ اس ذلیل وخوار نے تو زنا ہی کیا ہے اَخِر بروزن کبِد، اور اسکو آخر یا آخر بالمد نہ پڑھا جائے۔ چنانچہ انکو رجم کر دیا گیا، ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: «أَلَا كُلَّمَا نَفَرْنَا فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، خَلَفَ أَحَدُهُمْ لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ، أَمَا إِنَّ اللهَ إِنْ يُمَكِّنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا نَكَّلْتُهُ عَنْهُنَّ».

قصہ رجم ماعزؓ کے پیش آجانے کے بعد آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس طرح صحابہؓ میں جو بعض قصے زنا کے پائے گئے وہ اس وقت جب کہ اس گھر کے مرد جہاد میں نکلے ہوئے ہوتے تھے اور پھر آپ ﷺ نے زانی کے زنا کے وقت کی کیفیت اور ہیئت کی قباحت کو ایک بکرے کی کیفیت اور ہیئت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جب وہ مادہ پر بُڑبُڑاتا ہوا اچھل کر سوار ہوتا ہے بیان فرمائی آپ ﷺ فرمارہے ہیں: يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ کہ یہ شخص (جو زنا کر رہا ہے) ان میں سے کسی ایک کو یعنی عورتوں میں سے کسی ایک کو کثبہ عطا کرتا ہے کثبہ کی تفسیر راوی نے لبن قلیل کے ساتھ کی ہے جس سے مراد منی ہے اور پھر آپ ﷺ نے بڑے جلال سے فرمایا: دیکھو اگر مجھ کو اللہ تعالیٰ قدرت عطا فرمائے ان میں سے کسی پر یعنی ان بد فعلی کرنے والوں میں سے کسی ایک پر تو میں اس کو خوب اچھی طرح سزادوں۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ قَالَ: فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ، قَالَ سِمَاكٌ: فَحَدَّثْتُ بِهِ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَدَّهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ سماک کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہؓ سے بھی اسی طرح روایت سنی ہے لیکن پہلی روایت اس سے زیادہ مکمل ہے اور اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ماعزؓ کے اقرار کو دو مرتبہ رد کر دیا سماک کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر کو سنائی تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے (ماعزؓ کا قول) چار مرتبہ رد کر دیا۔ (پھر اسکے بعد ماعزؓ سے انکی عقل، کیفیت زنا کے متعلق سوال کیا تھا)۔

٤٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ أَبِي عَقِيلٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ شُعْبَةُ، فَسَأَلْتُ سِمَاكًا عَنِ الْكُثْبَةِ، فَقَالَ: «اللَّبَنُ الْقَلِيلُ».

ترجمہ شعبہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سماک سے دریافت کیا کہ پہلی روایت میں کہ کثبہ کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کثبہ تھوڑے سے دودھ کو کہا جاتا ہے (اس سے مراد منی ہے اور حقیقتاً تھوڑا دودھ بھی مراد ہو سکتا ہے

بذل[1]۔

تخریج صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٢) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٣/٥) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٦)

٤٤٢٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: «أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ؟» قَالَ: وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي؟ قَالَ: «بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ وَقَعْتَ عَلَى جَارِيَةِ بَنِي فُلَانٍ؟» قَالَ: نَعَمْ، فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ.

ترجمہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالکؓ سے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تمہارے متعلق جو اطلاع ملی ہے کیا وہ سچ ہے؟ (یعنی کیا تم نے زنا کیا ہے) انہوں نے عرض کیا کہ میرے متعلق آپ کو کیا معلوم ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے تم نے فلاں قبیلہ کی لڑکی سے بدکاری کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر انہوں نے اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور ان کو سنگسار کر دیا گیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٨) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٠/١)

شرح الحدیث یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ سے پوچھا: کیا وہ بات صحیح ہے تیری جو مجھ کو پہنچی ہے؟ انہوں نے پوچھا: میری کیا بات پہنچی ہے آپ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ کہ تو نے فلاں قبیلہ کی باندی سے ایسا ہی کیا ہے انہوں نے جواب میں کہا کہ ہاں صحیح پہنچی ہے بات یہ روایت روایت مشہورہ کے خلاف ہے جس میں یہ گذرا ہے کہ ماعزؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر خود زنا کا اقرار کیا تھا، علامہ طیبیؒ نے شرح مشکوۃ میں اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماعزؓ کے آپ کے پاس آنے سے پہلے یہ واقعہ پہنچ چکا ہو، پھر جب ماعز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تاکہ وہ انکار کر دے اس چیز کا جو اس کی طرف منسوب کی جا رہی ہے تاکہ اس سے حد ساقط ہو جائے لیکن اس نے بجائے انکار کے اقرار ہی کر لیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا لیکن وہ بار بار اقرار کرتا رہا لہٰذا اس روایت میں اختصار ہوا۔

والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٤٢٦ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَطَرَدَهُ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: «شَهِدْتَ عَلَى نَفْسِكَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ».

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٧ ص ٣٨٢

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حضرت ماعز بن مالکؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے دو مرتبہ اپنے زنا کا اقرار کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی بات رد کر دی۔ پھر وہ حاضر ہوئے اور انہوں نے مزید دو مرتبہ زنا کرنے کا اقرار کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اب تم نے اپنے اُوپر چار مرتبہ شہادت دے دی لوگو! اس کو لے جا کر سنگسار کر دو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٨) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٨/١)

٤٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنِي يَعْلَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: «لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «أَنِكْتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ مُوسَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَهَذَا لَفْظُ وَهْبٍ.

ترجمہ: عکرمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ماعز بن مالک بن مالکؓ سے ارشاد فرمایا: شاید تم نے بوسہ لیا ہو گا یا اس کو ہاتھ سے چھوا ہو گا یا آنکھوں سے اسکی شرمگاہ کو دیکھا ہو گا۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس عورت سے صحبت کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر اس اقرار کرنے کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ موسٰی نے اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا نام نہیں لیا اور یہ وہب کے الفاظ ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٨) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٨/١)

شرح الحدیث: یعنی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ماعز بن مالکؓ سے فرمایا ان کے اقرار بالزنا کے وقت کہ شاید کہ تو نے صرف اسکی تقبیل کی ہو یا اس کو بھینچا اور دبایا ہو۔

بذل میں بعض شروح سے نقل کیا ہے "الغمز" الكبس باليد وبالعين وبالحاجب، یعنی غمز کے معنی ہاتھ سے دبانے کے بھی ہو سکتے ہیں اور آنکھ سے اشارہ اور ابرو کے ذریعہ سے بھی کہ اس کو اوپر نیچے حرکت دے اپنی طرف مائل کرنے کے لئے، ويحتمل الحديث هذه المعاني كلها، قلت: ويحتمل أن يكون معنى الغمز الكبس بالذكر بأن لا يدخل حتى يتحقق الزنا[1] اس کے بعد حضرتؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ذکر کے ذریعہ چھونا مراد ہو، اور مطلب یہ کہ تو نے صرف اپنا ذکر اس کو لگایا ہو جس سے زنا کا تحقق نہیں ہوتا۔

(أو نظرت) أي إلى فرجها (قال: لا. قال: أفنكتها؟)، نكت بروزن بعت ناك ينيك نيكا یہ لفظ مقصود میں بالکل صریح ہے جس

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٣٨٤

کو اردو میں چودنا کہتے ہیں، (قال: نعم. قال: فعند ذلك أمر برجمه)۔

اقرار بالزنا کیلئے صریح الفاظ ضروری ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے ثبوت میں صریح الفاظ درکار ہوتے ہیں، اشارات وکنایات وہاں نہیں چلتے، اس کتاب کے مقدمہ میں آداب طالب حدیث کے ذیل میں گذرا ہے کہ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ کتاب الحدود کی کسی حدیث میں جب کوئی فحش اور گالی کا لفظ آتا تو اس لفظ کا ترجمہ اردو میں صاف صاف فرمادیتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ عربی کی گالی ہے جب ضرورۃً اور مصلحۃً سرور کونین ﷺ اس کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرماسکتے ہیں تو ہماری کیا حیثیت ہے چنانچہ کتاب الحدود میں یہ لفظ أَنِكْتَهَا اور بخاری شریف پر صلح حدیبیہ والی حدیث میں صدیق اکبرؓ کے کلام میں یہ لفظ آتا امْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ تو ان لفظوں کا اردو میں ترجمہ صریح کراتے۔ والحديث اخرجه ايضاً مرسلاً، واخرجه البخاري والنسائي مسنداً، قاله المنذري۔

٤٤٢٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الصَّامِتِ، ابْنَ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: جَاءَ الْأَسْلَمِيُّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ أَصَابَ امْرَأَةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، كُلُّ ذَلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ، فَقَالَ: «أَنِكْتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «حَتَّى غَابَ ذَلِكَ مِنْكَ فِي ذَلِكَ مِنْهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَهَلْ تَدْرِي مَا الزِّنَا؟» قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنَ امْرَأَتِهِ حَلَالًا، قَالَ: «فَمَا تُرِيدُ بِهَذَا الْقَوْلِ؟» قَالَ: أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: انْظُرْ إِلَى هَذَا الَّذِي سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتَّى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ، فَسَكَتَ عَنْهُمَا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتَّى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: «أَيْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ؟» فَقَالَا: نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هَذَا الْحِمَارِ»، فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هَذَا؟ قَالَ: «فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْقَمِسُ فِيهَا».

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن صامت جو حضرت ابو ہریرہؓ کے چچازاد بھائی ہیں، کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایک عورت سے حرام طریقہ سے ہمبستری کی ہے۔ آپ ﷺ ہر مرتبہ اس سے چہرہ موڑ لیتے تھے۔ پھر آپ پانچوں مرتبہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: کیا تم نے اس عورت سے صحبت کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہ تمہارا عضو اس عورت کے عضو میں غائب ہوگیا۔ حضرت ماعزؓ نے عرض کیا: جی ہاں پھر آپ نے دریافت فرمایا: اس طرح دخول ہوا کہ جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور کنویں میں رسّی جاتی ہے۔ حضرت ماعزؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ

ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ زنا کیا ہے؟ کہنے لگے: جی ہاں، یہی کہ جو کام انسان حلال طریقہ سے اپنی بیوی سے کرتا ہے، میں نے وہی کام حرام طریقہ سے کیا ہے آپ نے فرمایا: پھر اب تمہارا کیا مقصد ہے؟ حضرت ماعزؓ نے جواب دیا کہ کہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے گناہ سے پاک فرمادیجئے۔ آپ نے حکم فرمایا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپ نے حضرت ماعزؓ کے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ دیکھو اس آدمی کو (یعنی حضرت ماعزؓ کو) کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا جرم چھپادیا لیکن اس آدمی کے نفس نے اس آدمی کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ پتھروں سے ہلاک کیا جس طریقہ سے کتا ہلاک کیا جاتا ہے۔ آپ یہ بات سن کر خاموش ہوگئے۔ پھر آپ کچھ دیر چلے تو آپ کو راستہ میں ایک مردہ گدھا ملا کہ جس کا پیر (پھول جانے کی بنا پر) اُٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا فلاں اور فلاں شخص کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نیچے اترو اور اس گدھے کا گوشت کھاؤ۔ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! کون شخص اس مردار کا گوشت کھا سکتا ہے آپ نے فرمایا: تم نے ابھی اپنے مسلمان بھائی کی جو عیب جوئی کی کہ وہ اس مردار گدھے کے کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے! حضرت ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہے ہیں۔

شرح الحدیث كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاکر غائب ہو جاتی ہے اور ڈول کی رسی کنویں میں جاکر۔

غیبت کی حرمت وشناعت: فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ إلخ: یعنی آپ ﷺ نے دو شخصوں کا آپس میں کلام سنا کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو اس شخص کو کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے عیب کو چھپایا تھا یعنی اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں تھی پھر اس نے کیا حماقت کی کہ ایسا کام کر بیٹھا یعنی آپ کے سامنے اقرار یہاں تک کہ کتے کی موت مرا آپ ﷺ سن کر خاموش رہے پھر تھوڑی دور چل کر آپ ﷺ کا گذر ایک مردار حمار پر ہوا جس کی ایک ٹانگ بھی (اکڑ کر) اوپر اٹھ رہی تھی تو آپ ﷺ وہاں پر رکے اور ان دو شخصوں کا نام لے کر پوچھا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا جی ہم حاضر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنی سواری سے اترو اور اس مردار حمار کا گوشت کھاؤ (انْزِلا اسلئے فرمایا کہ یا تو وہ سوار ہوں گے یا پھر یہ کہ وہ مردار نشیب میں گڈھے وغیرہ میں پڑا ہو گا) اس پر ان دونوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اس مردار میں سے کون کھا سکتا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: فَلَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ، "لما" میں لام تاکید کے لئے ہے اور "ما" موصولہ ہے کہ بیشک وہ چیز جو تم نے خراب کی ہے اپنے بھائی کی آبرو سے وہ اس مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْقَمِسُ فِيهَا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ مرجوم اس وقت جنت کی نہروں میں غوطہ لگا رہا ہے۔ والحدیث اخرجہ النسائی، وقال فیہ "انکحتھا" (ای مکانٌ ابنکتھا) قالہ المنذری۔

٤٤٢٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنِ ابْنِ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ زَادَ: وَاخْتَلَفُوا عَلَيَّ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: رُبِطَ إِلَى شَجَرَةٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وُقِفَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مذکورہ بالا حدیث کی مانند مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ راویوں کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ ماعزؓ کو ایک درخت کے ساتھ باندھا گیا تھا، اور بعض نے کہا کہ اسے کھڑا کیا گیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٠) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٠) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٧) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩١) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٨) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٣/٢)

٤٤٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ اعْتَرَفَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبِكَ جُنُونٌ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَحْصَنْتَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ فِي الْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ، فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم میں سے ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے چہرہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ اس شخص نے اپنے اوپر چار بار زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم پاگل ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت رسول کریم ﷺ نے ان کیلئے رجم کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ان کو عید گاہ یا جنازہ گاہ میں سنگسار کر دیا گیا۔ جب ان پر پتھر پڑنے لگے تو وہ بھاگ گئے اور پکڑ لئے گئے اور ان کو رجم کیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا آپ ﷺ نے ان کی بھلائی بیان فرمائی اور ان پر نماز جنازہ نہیں ادا فرمائی۔

تخریج: صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٦٩) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٢٩) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٩) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٣/٣) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٥)

شرح الحدیث: فَرُجِمَ فِي الْمُصَلَّى، مصلی سے مراد مصلی الجنائز والعید ہے یعنی اس کے آس پاس جو کہ بقیع الغرقد کی جانب ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے: فَانْطَلَقْنَا بِهِ إِلَى بَقِيعِ الْغَرْقَدِ[1] اور قاضی عیاضؒ نے یہ سمجھا کہ راوی کی مراد یہ ہے کہ رجم خاص مصلی میں واقع ہوا اور پھر اس پر تفریع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مصلی مسجد کے حکم میں نہیں ہے ورنہ رجم اس میں نہ کیا جاتا تلویث کے خوف سے بخلاف اس کے جس کو دارمی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الحدود - باب من اعترف على نفسه بالزنى ١٦٩٤

مصلی مسجد کے حکم میں ہوتا ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ کا یہ استنباط درست نہیں الأ الرجم وقع عندہ لا فیہ [1]، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ گزشتہ روایت میں اس پر کلام گزر چکا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٤٤٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، وَهَذَا لَفْظُهُ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: «لَمَّا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، خَرَجْنَا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَوَاللَّهِ، مَا أَوْثَقْنَاهُ، وَلَا حَفَرْنَا لَهُ، وَلَكِنَّهُ قَامَ لَنَا» - قَالَ أَبُو كَامِلٍ: - قَالَ: «فَرَمَيْنَاهُ بِالْعِظَامِ وَالْمَدَرِ، وَالْخَزَفِ فَاشْتَدَّ، وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ، حَتَّى أَتَى عَرْضَ الْحَرَّةِ، فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيدِ الْحَرَّةِ حَتَّى سَكَتَ»، قَالَ: «فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ، وَلَا سَبَّهُ».

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ماعز بن مالکؓ کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو ہم لوگ ان کو بقیع کی جانب لے کر چلے تو واللہ ہم لوگوں نے نہ تو ان کو (رسی وغیرہ میں) باندھا اور نہ ان کیلئے کوئی گڑھا کھودا لیکن (رجم کرانے کیلئے) وہ خود کھڑے ہو گئے۔ مصنف کے استاذ ابو کامل کہتے ہیں کہ ابو سعید خدریؓ نے فرمایا اور ہم لوگوں نے ان کو ہڈیوں ڈھیلوں، کنکریوں سے مارا وہ بھاگنے لگے ان کے پیچھے ہم لوگ بھی بھاگے۔ یہاں تک کہ وہ مقام حرہ کی جانب پہنچے وہ وہاں پر ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ہم لوگوں نے مقام حرہ میں بڑے بڑے پتھر لے کر ان کو مارا یہاں تک کہ وہ سرد ہو گئے (مر گئے) پھر نبی ﷺ نے ان کیلئے نہ تو دعائے مغفرت فرمائی اور نہ ان کو برا کہا۔

شرح الحدیث: یعنی ماعز بن مالکؓ کو رجم کے وقت نہ باندھا جوڑا گیا اور نہ ان کیلئے گڈھا کھودا گیا بلکہ وہ ہمارے سامنے ہی کھڑے تھے تو جب ہم نے ان کا رجم شروع کیا عظام اور مدر وغیرہ سے تو وہ دوڑے تو ہم بھی ان کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ حرہ کی ایک جانب میں آکر ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے ہم نے مقام حرہ ہی کے پتھر اٹھا کر ان کا اس سے رجم کر دیا۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی بمعناہ، قاله المنذری۔

قَالَ: «فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ، وَلَا سَبَّهُ»: یعنی آپ ﷺ نے رجم پورا ہونے کے بعد ان کے بارے میں سکوت فرمایا نہ دعا فرمائی نہ بد دعاء اور اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ بعض لوگ ان کو لعن طعن کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے روکا وہ پھر ان کیلئے استغفار کرنے لگے تو آپ ﷺ نے استغفار سے بھی روک دیا، قَالَ: هُوَ رَجُلٌ أَصَابَ ذَنْبًا حَسِيبُهُ اللَّهُ آپ ﷺ کے استغفار نہ کرنے کی مصلحت ظاہر ہے تا کہ لوگوں کیلئے عبرت ہو اور لوگوں کے دل میں اس جرم کی شناعت و نحوست پیدا ہو۔

٤٤٣٢ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: ذَهَبُوا يَسُبُّونَهُ فَنَهَاهُمْ، قَالَ: ذَهَبُوا يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ فَنَهَاهُمْ، قَالَ: «هُوَ رَجُلٌ أَصَابَ ذَنْبًا

---

[1] أن الرجم وقع عنده لا فيه. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ـ ج ۱۲ ص ۱۳۰)

حَسِيبُهُ اللهُ».

ترجمہ: ابونضرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اسکے بعد گزشتہ حدیث والا واقعہ ذکر کیا لیکن اس حدیث میں گزشتہ حدیث کی طرح مکمل واقعہ مذکور نہیں راوی ابوسعید فرماتے ہیں پھر اس شخص کو لوگ بُرا کہنے لگے آپ ﷺ نے (اس کو بُرا کہنے سے) منع فرمایا پھر لوگ اس شخص کیلئے دعائے مغفرت مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے (دعائے مغفرت سے) منع فرمایا اور فرمایا اس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا اب اللہ (خود) اسکے لئے کافی ہے (یعنی یا تو اسکی بخشش فرمادیگا یا عذاب میں مبتلا کریگا تم لوگ اسکے بارے میں رائے زنی نہ کرو)۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٤) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣١) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٩)

٤٤٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنْكَهَ مَاعِزًا».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت ماعزؓ کا منہ سونگھا خاص وجہ سے آپ ﷺ نے منہ سونگھا کہ حضرت ماعزؓ کہیں شراب پینے کے سبب نشہ میں تو نہیں ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٥) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣٣)

شرح الحدیث: آگے روایت میں ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنْكَهَ مَاعِزًا، کہ آپ ﷺ نے ماعزؓ کے اقرار کے وقت نکھۃ فم یعنی ان کے منہ کو سونگھا تا کہ معلوم ہو کہ سکران تو نہیں، کیونکہ سکران کا اقرار معتبر نہیں۔ والحدیث اخرجہ مسلم بطولہ، قالہ المنذری۔

٤٤٣٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْأَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَتَحَدَّثُ "أَنَّ الْغَامِدِيَّةَ، وَمَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْ رَجَعَا بَعْدَ اعْتِرَافِهِمَا - أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ يَرْجِعَا بَعْدَ اعْتِرَافِهِمَا - لَمْ يَطْلُبْهُمَا، وَإِنَّمَا رَجَمَهُمَا عِنْدَ الرَّابِعَةِ".

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ (ہم لوگ آپ کے صحابہؓ) آپس میں مذاکرہ کررہے تھے کہ غامدیہ اور حضرت ماعز بن مالکؓ اگر زنا کا اقرار کرکے انکار کردیتے یا یہ کہا ایک دو دفعہ اقرار کے بعد پھر لوٹ کر نہ آتے تو آپ کو سزا نہ دیتے (رجم نہ کرتے) بلکہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ان کو اس وقت سنگسار کیا کہ جب وہ (واضح طور پر) چار دفعہ زنا کا اقرار کرچکے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٥) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٧/٥) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٠)

شرح الحدیث: یہ لفظ شک راوی کے ساتھ ہے کہ استاذ نے لَوْ رَجَعَا کہا تھا یا لَوْ لَمْ يَرْجِعَا لیکن جزا دونوں کی ایک ہے لَمْ

يَطْلُبْهُمَا لہٰذا یہ جملہ محتاج تشریح وتوجیہ ہے، اگر لَوْ رَجَعَا ہے تب تو مطلب یہ ہے کہ اگر یہ دونوں زنا کے اقرار کرنے کے بعد اس سے مطلقا رجوع کر لیتے تو پھر آپ ﷺ ان کو طلب نہ فرماتے بلکہ چھوڑ دیتے جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے خلافا لابن ابی لیلی وابی ثور، اور اگر یہ لَوْ لَمْ يَرْجِعَا ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ ایک یا دو مرتبہ اقرار کرنے کے بعد آپ ﷺ کی مجلس سے چلے جاتے اور اس کے بعد لوٹ کر نہ آتے تیسری اور چوتھی بار اقرار کیلئے تو آپ ﷺ ان کو تکمیل اقرار کیلئے طلب نہ فرماتے، کیونکہ اقرار جو معتبر ہے وہ چار مرتبہ کا اقرار ہے اور گویا آپ ﷺ ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1] پر عمل فرماتے۔ والحدیث اخرجه النسائی بنحوه، قاله المنذری۔

٤٤٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ صَبِيحٍ، قَالَ عَبْدَةُ: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُلَاثَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ اللَّجْلَاجِ، حَدَّثَهُ، أَنَّ اللَّجْلَاجَ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا يَعْتَمِلُ فِي السُّوقِ، فَمَرَّتِ امْرَأَةٌ تَحْمِلُ صَبِيًّا، فَثَارَ النَّاسُ مَعَهَا، وَثُرْتُ فِيمَنْ ثَارَ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: «مَنْ أَبُو هَذَا مَعَكِ؟» فَسَكَتَتْ، فَقَالَ شَابٌّ حَذْوَهَا: أَنَا أَبُوهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: «مَنْ أَبُو هَذَا مَعَكِ؟» قَالَ الْفَتَى: أَنَا أَبُوهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعْضِ مَنْ حَوْلَهُ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، فَقَالُوا: مَا عَلِمْنَا إِلَّا خَيْرًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْصَنْتَ؟» قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، قَالَ: فَخَرَجْنَا بِهِ فَحَفَرْنَا لَهُ حَتَّى أَمْكَنَّا، ثُمَّ رَمَيْنَاهُ بِالْحِجَارَةِ حَتَّى هَدَأَ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ عَنِ الْمَرْجُومِ، فَانْطَلَقْنَا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: هَذَا جَاءَ يَسْأَلُ عَنِ الْخَبِيثِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَهُوَ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ» ، فَإِذَا هُوَ أَبُوهُ، فَأَعَنَّاهُ عَلَى غُسْلِهِ وَتَكْفِينِهِ وَدَفْنِهِ، وَمَا أَدْرِي قَالَ: وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، أَمْ لَا، «وَهَذَا حَدِيثُ عَبْدَةَ وَهُوَ أَتَمُّ» .

ترجمہ: عبدہ، خالد بن لجلاج کہتے ہیں کہ انکے والد لجلاج نے انہیں بتایا کہ وہ (ایک دن) بازار میں بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے اس وقت ایک عورت نکلی (گزری) جو کہ ایک بچہ کو لئے ہوئے تھی لوگ اس عورت کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے میں بھی لوگوں کے ہمراہ (اس کو دیکھ کر) کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ دریافت فرما رہے تھے کہ اس بچہ کا والد کون شخص ہے؟ وہ عورت خاموش تھیں ایک نوجوان شخص نے جو اس عورت کے برابر کھڑا تھا عرض کیا: یا رسول اللہ! اس بچہ کا والد میں ہوں، نبی ﷺ پھر اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: اس لڑکے کا والد کون شخص ہے؟ نوجوان شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس بچہ کا والد ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر اپنے اردگرد بیٹھے کچھ لوگوں کو دیکھ کر ان سے اس نوجوان کی عقل وحواس کے بارے میں دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا: ہم لوگ اس

[1] جامع الترمذي — أبواب الحدود — باب ما جاء في درء الحدود ١٤٢٤

شخص کو ٹھیک ٹھاک تندرست سمجھتے ہیں یہ پاگل نہیں، پھر آپ ﷺ نے اس نوجوان سے دریافت فرمایا: کیا تم محصن ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے حکم دیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔ روای کہتا ہے کہ ہم لوگ اس شخص کو لے کر نکلے (چلے) اور اسے سنگسار گڑھے میں ڈال دیا یہاں تک کہ ہم اسکو رجم کرنے پر قادر ہو گئے پھر ہم نے اس شخص کو پتھروں سے مارا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مر گیا اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نوجوان کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ ہم لوگ اس شخص کو خدمت نبوی ﷺ میں لے گئے اور عرض کیا: یارسول! یہ شخص اس خبیث (زانی) کا حال دریافت کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اللہ کے ہاں زیادہ خوشبودار ہے مشک سے بھی بڑھ کر۔ پھر (بعد میں) پتہ چلا کہ وہ آدمی اس نوجوان کا والد تھا ہم لوگوں نے اس نوجوان (مرنے والے) کے غسل تجہیز و تکفین میں اسکی مدد کی ایک راوی نے بیان کیا کہ مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ یہ (لفظ) بھی فرمایا اسکی نماز جنازہ بھی پڑھو یا نہیں اور یہ عبدہ کی حدیث ہے جو زیادہ مکمل ہے محمد بن داؤد کی حدیث سے۔

مضمون حدیث: خالد بن اللجلاج کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے باپ نے خبر دی کہ وہ بازار میں بیٹھے کچھ کام کر رہے تھے، ایک عورت جسکی گود میں بچہ تھا گذری لوگ اسکے ساتھ چل دیئے میں بھی اسکے پیچھے جانے والوں میں تھا یہاں تک کہ ہم حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئے، وہاں دیکھا کہ آپ اس عورت سے دریافت فرمارہے ہیں کہ تیرے ساتھ جو یہ بچہ ہے اس کا باپ کون ہے؟ وہ خاموش رہی۔ اسکے برابر میں ایک جوان بیٹھا تھا اس نے کہا کہ یارسول اللہ! میں ہوں اس کا باپ، اس کے بعد پھر آپ نے اس عورت کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ پوچھا کہ اس بچہ کا باپ کون ہے پھر وہی جوان بولا: یارسول اللہ! اس بچہ کا باپ میں ہوں، اس پر آپ ﷺ نے اس کے ارد گرد جو لوگ تھے ان کی طرف دیکھ کر اس جوان کے بارے میں سوال کیا یعنی یہ کہ وہ صحیح العقل ہے مجنون تو نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک یہ ٹھیک ہی ہے، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس جوان سے پوچھا کہ تو محصن ہے؟ اس نے محصن ہونے کا اقرار کیا، آپ نے اس کے رجم کا حکم فرمادیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم اس جوان کو لیکر چلے اور اس کے لئے گڈھا کھودا یہاں تک کہ ہم اس کے رجم پر قابو پاگئے، پس اس کا ہم نے رجم کر دیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، کچھ دیر بعد ایک شخص اس مرجوم کے بارے میں دریافت کرتا ہوا آیا ہم اس کو حضور ﷺ کے پاس لے گئے اور ہم نے عرض کیا کہ یہ اس خبیث کے بارے میں دریافت کر رہا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: لَهُوَ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، کہ بخدا وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے، فَإِذَا هُوَ أَبُوهُ، یعنی معلومات کرنے سے پتہ چلا کہ یہ اس مرجوم کا باپ ہے پس ہم نے اس کی مدد کی اس مرجوم کے غسل اور اسکی تکفین اور دفن میں، نماز کے بارے میں راوی کو شک ہو رہا ہے کہ روایت میں اس کا ذکر ہے یا نہیں۔

اس حدیث میں مرد کے رجم کیلئے حفر کا ذکر ہے، حاشیۂ بذل میں ہے: فيه الحفر للرجل، وقال الموفق: لايحفر للرجل اجماعا اھ[1] اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم کہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا ہو گا۔ والحديث اخرجه النسائي.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٩٣

قالہ المنذری۔

٤٤٣٦ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، جَمِيعًا قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، وَقَالَ: هِشَامٌ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشُّعَيْثِيُّ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ هَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: عبد اللہ، خالد بن لجلاج، اپنے والد لجلاجؓ سے حضرت رسول کریم ﷺ سے گذشتہ حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧٩/٣)

٤٤٣٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَرْأَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا».

ترجمہ: سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے ایک عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کیا، اس نے اس عورت کا نام بھی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو بلوایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے زنا سے انکار کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کو حد کے کوڑے لگوائے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٠/٥)

٤٤٣٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ الْمَعْنَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَأَةٍ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجُلِدَ الْحَدَّ، ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصَنٌ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، مَوْقُوفًا عَلَى جَابِرٍ، وَرَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِنَحْوِ ابْنِ وَهْبٍ، لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا زَنَى فَلَمْ يُعْلَمْ بِإِحْصَانِهِ، فَجُلِدَ، ثُمَّ عُلِمَ بِإِحْصَانِهِ فَرُجِمَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو حد لگانے کا حکم فرمایا اس شخص کو کوڑے مارے گئے پھر آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ وہ تو شادی شدہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے حکم دیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔

٤٤٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَأَةٍ فَلَمْ يُعْلَمْ بِإِحْصَانِهِ، فَجُلِدَ، ثُمَّ عُلِمَ بِإِحْصَانِهِ، فَرُجِمَ».

ترجمة: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا اس شخص کے محصن ہونے کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پتہ نہیں تھا تو اس شخص کے درے لگائے گئے پھر پتہ چلا کہ وہ شخص محصن ہے تو اس شخص کو سنگسار کیا گیا۔

شرح الأحادیث: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جلد رجم کے قائم مقام نہیں ہو سکتا، ہاں اس کا عکس ہو سکتا ہے، اس لئے کہ جس صورت میں جلد مائۃ کفارہ ہو سکتا ہے تو رجم بطریق اولیٰ ہو گا مع زیادہ۔

حدیث پر ایک اشکال اور اسکا جواب: بذل[1] میں اس حدیث پر ایک اشکال کیا ہے وہ یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زانی کا جلد کرایا اس کا محصن ہونا معلوم نہ ہونے کی بناپر، پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کا رجم فرمایا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ جلد کا وقوع خطأ ہوا حالانکہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خطأ کے صدور کے بعد اس پر قائم اور بر قرار نہیں رہتے (لایقر علی الخطأ) وهذا اقرار علی الخطأ، اور یہ اشکال علی مذهب الجمهور ہے، اور جن علماء کے نزدیک جمع بین الجلد والرجم جائز ہے ان کے مسلک کے لحاظ سے کوئی اشکال نہیں، حضرتؒ نے اس اشکال کا کوئی جواب نہیں تحریر فرمایا، بذل کی عبارت وهذا اقرار علی الخطأ پر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے: فيه نظر لانه عليه الصلاة والسلام علم خطأه باخبار الناس اھ یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خطأ پر قائم کہاں رہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو اپنی خطأ پر مطلع ہو گئے تھے لوگوں کے خبر دینے سے۔ احقر کہتا ہے کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی بات اپنی جگہ درست ہے لیکن صاحب البذل کی مراد تو خطأ سے تحقق الجلد مع الرجم ہے وهو خطأ علی مسلك الجمهور، لیکن اس کو اقرار علی الخطأ نہیں کہا جائے گا اقرار علی الخطأ تو تب ہوتا اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کے محصن ہونے کی اطلاع نہ ہوتی اور اس زانی کا رجم نہ ہوتا، فتأمل۔

٢٥ ۔ بَابُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِهَا مِنْ جُهَيْنَةَ

قبیلہ جُہینہ کی اس عورت کا تذکرہ کہ جس نے زنا کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا

کتب حدیث میں زنا سے متعلق دو قصے زیادہ مشہور ہیں ایک ماعز بن مالک اسلمیؓ کا، دوسرا یہ واقعہ جس پر مصنف نے یہ مستقل ترجمہ قائم کیا ہے یعنی امرأة جهينة کا، احادیث میں اس عورت کی صفت غامدیہ بھی آتی ہے اور بارقیہ بھی، چنانچہ آگے کتاب میں آرہا ہے: قال الغساني جهينة وغامد وبارق واحد، اور حاشیہ بذل میں ابن الجوزی کی تلقیح[2] سے نقل کیا ہے: واسم هٰذه الْمَرْأَة سبيعة وقيل أبية بنت فرج۔

٤٤٤٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ هِشَامًا الدَّسْتُوَائِيَّ، وَأَبَانَ ابْنَ يَزِيدَ، حَدَّثَاهُمْ، الْمَعْنَى، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٣٩٥

[2] تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير — ص ٦٧٨

قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ امْرَأَةً، - قَالَ فِي حَدِيثِ أَبَانَ: مِنْ جُهَيْنَةَ -، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ إِنَّهَا زَنَتْ، وَهِيَ حُبْلَى، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيًّا لَهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَجِئْ بِهَا»، فَلَمَّا أَنْ وَضَعَتْ جَاءَ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَصَلُّوا عَلَيْهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، تُصَلِّي عَلَيْهَا وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا» لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبَانَ: فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا.

ترجمہ: عمران بن حصینؓ سے مروی ہے ابان راوی نے کہا کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی جبکہ ہشام راوی نے مِنْ جُهَيْنَةَ کا لفظ ذکر نہیں کیا اور کہنے لگی کہ میں نے زنا کیا ہے اور یہ کہ میں زنا سے حمل سے ہوں آپ ﷺ نے اس عورت کے ولی کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم اس عورت کو ٹھیک طریقہ سے رکھنا جب اس عورت کے بچہ کی پیدائش ہو جائے تو اس کو (میرے پاس) لے کر آنا چنانچہ جب اس عورت کے ولادت ہو گئی تو اس عورت کا ولی اس کو خدمت نبوی ﷺ میں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس عورت کے متعلق فرمایا کہ اس عورت کے کپڑے اچھی طرح لپیٹ دیئے جائیں اور آپ نے حکم ارشاد فرمایا تو اس کو سنگسار کیا گیا اس کے بعد آپ نے صحابہؓ کو حکم فرمایا۔ کہ اس عورت کی جنازے کی نماز پڑھی جائے ان حضرات نے اس عورت کی نماز (جنازہ) ادا کی۔ عمر فاروقؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس عورت پر نماز جنازہ پڑھیں گے، جبکہ اس عورت نے زنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ مدینہ کے ستر اشخاص پر تقسیم کر دی جائے تو انکو کافی ہو، تو کیا کوئی بات اس سے زیادہ اچھی ہو گی کہ اس عورت نے اپنے نفس (جان) کو قربان کر ڈالا یعنی وہ خود رجم کرانے کیلئے خدمت نبوی میں حاضر ہو گئی مسلم راوی نے ابان سے فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا کا جملہ ذکر نہیں کیا۔

٤٤٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا يَعْنِي: فَشُدَّتْ.

ترجمہ: اوزاعی نے فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا کا جملہ ذکر کیا ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے کپڑے باندھے گئے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٦) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣٥) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٠) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٥)

٤٤٤٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً - يَعْنِي - مِنْ غَامِدٍ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ فَجَرْتُ، فَقَالَ: «ارْجِعِي»، فَرَجَعَتْ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْغَدُ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، فَوَاللهِ إِنِّي لَحُبْلَى. فَقَالَ لَهَا:

«ارْجِعِي» . فَرَجَعَتْ . فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ أَتَتْهُ . فَقَالَ لَهَا: «ارْجِعِي حَتَّى تَلِدِي» . فَرَجَعَتْ . فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ، فَقَالَتْ: هَذَا قَدْ وَلَدْتُهُ . فَقَالَ لَهَا: «ارْجِعِي فَأَرْضِعِيهِ حَتَّى تَفْطِمِيهِ» فَجَاءَتْ بِهِ وَقَدْ فَطَمَتْهُ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ يَأْكُلُهُ . فَأَمَرَ بِالصَّبِيِّ فَدُفِعَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا، وَأَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، وَكَانَ خَالِدٌ فِيمَنْ يَرْجُمُهَا . فَرَجَمَهَا بِحَجَرٍ فَوَقَعَتْ قَطْرَةٌ مِنْ دَمِهَا عَلَى وَجْنَتِهِ . فَسَبَّهَا . فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَهْلًا يَا خَالِدُ . فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ» . وَأَمَرَ بِهَا فَصُلِّيَ عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ .

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ غامد کی ایک عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا تم واپس ہو جاؤ تو وہ عورت واپس چلی گئی پھر اگلے دن اس عورت نے آکر عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ جس طرح آپ نے حضرت ماعز بن مالکؓ کو واپس فرما دیا تھا، آپ مجھے بھی واپس فرمانا چاہتے ہیں (یعنی آپ مجھے رجم نہیں کرنا چاہتے) اور واللہ میں تو زنا سے حاملہ بھی ہوں تو بھی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا واپس ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ عورت چلی گئی۔ تیسرے دن وہ عورت پھر حاضر ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا: واپس چلی جاؤ اور جب تک بچہ پیدا نہ ہو مت آنا وہ عورت واپس چلی گئی جب اس عورت کے بچہ کی پیدائش ہوئی تو وہ بچہ لے کر حاضر ہوئی اور اس نے کہا اس بچے کو میں نے جنم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور بچہ کو دودھ پلاؤ یہاں تک کہ اس بچہ کی مدت رضاعت پوری ہو جائے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں بچہ کا دودھ چھڑا کر اسے لے آئی اور اس بچہ کے ہاتھ میں کوئی شے تھی جس کو وہ کھا رہا تھا تو آپ ﷺ نے بچہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اسکو کسی ذمہ دار کے سپرد کیا جائے تو یہ بچہ کسی مسلمان کے سپرد کر دیا گیا اور اس عورت کیلئے حکم فرمایا گیا تو اس عورت کیلئے ایک گڑھا کھودا گیا اور اس کو رجم کرنے کا حکم ہوا تو وہ رجم کی گئی اور اس کے رجم کرنے میں خالد بن ولید بھی شامل تھے تو ان کا پتھر اس عورت کے ایسا لگا کہ اس عورت کے خون کا قطرہ ان کے چہرہ پر پڑا تو انہوں نے اس عورت کو برا بھلا کہا آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا: اے خالد! ٹھہر جاؤ (اس کو برا بھلا مت کہو) اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بلاشبہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز ٹکس لینے والا شخص ایسی توبہ کرتا تو اس کی بھی بخشش ہو جائے۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس عورت پر نماز پڑھی گئی اور اس کی (مسلمانوں کے قبرستان میں) تدفین ہوئی۔

تخریج: صحیح مسلم - الحدود (١٦٩٥) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٢) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٤)

شرح الأحادیث: عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ امْرَأَةً، - قَالَ فِي حَدِيثِ أَبَانَ: مِنْ جُهَيْنَةَ - أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: یعنی اس امراۃ جہینہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنے زنا اور پھر اس سے حمل کا اقرار کیا، آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور جب اس کا وضع حمل ہو جائے تب

اس کو لیکر آنا، چنانچہ وہ وضع حمل کے بعد اس کو لیکر آیا، آپ نے رجم سے پہلے ہدایت فرمائی کہ اس کے بدن کے کپڑوں کو اس پر اچھی طرح لپیٹ دیا جائے اور پھر آپ نے اس کا رجم کرادیا، پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس پر نماز پڑھی جائے چنانچہ لوگوں نے اس پر نماز پڑھی حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اس پر نماز پڑھیں حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ اہل مدینہ میں سے ستر آدمیوں پر (جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو) تقسیم کردیا جائے تو سب کے لئے کافی ہوجائے اور بھلا اس سے افضل اور عمدہ بات کیا ہوگی کہ اس نے اپنے اختیار سے اپنی جان بخش دی۔

مصنف نے اس واقعہ کو متعدد طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ کہیں بتامہا اور کہیں اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، یہ پہلی روایت جس کے راوی عمران بن حصینؓ ہیں تو مجمل تھی، اس کے بعد والی روایت میں تفصیل ہے جس کے راوی بُریدۃ بن الحُصیبؓ ہیں، چنانچہ اس کا مضمون یہ ہے کہ:

قبیلۂ غامد کی ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی آکر اس نے اپنے زنا کا اقرار کیا آپ نے اس کو لوٹ جانے کا حکم فرمایا وہ اس وقت چلی گئی اور اگلے روز پھر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ شاید آپ مجھ کو لوٹاتے رہیں گے اسی طرح جس طرح ماعز بن مالکؓ کو لوٹایا تھا میں قسم کھاکر کہتی ہوں کہ میں حُبلی من الزنا ہوں، آپ نے اس وقت یہی فرمادیا کہ لوٹ جا چنانچہ وہ لوٹ گئی اور اگلے روز پھر تیسری مرتبہ آئی، اس مرتبہ آپ نے اس کو یہ فرماکر لوٹادیا کہ وضع حمل کے بعد آنا، چنانچہ وہ چلی گئی اور جب کچھ روز بعد وضع حمل ہوگیا تو وہ بچہ کو لیکر آپ ﷺ کے پاس آئی آپ نے اس وقت یہ فرماکر لوٹادیا کہ اس کو دودھ پلاتی رہ مدت رضاعت پورا ہونے کے بعد آنا، چنانچہ وہ فطام کے بعد اس کو لیکر پھر آئی جب کہ اس بچہ کے ہاتھ میں کوئی چیز کھانے کی تھی آپ نے بچہ کے بارے میں فرمایا کہ کوئی اس کو اپنی گود میں لے لے۔ وَأَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا، وَأَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، آپ نے پہلے اس کے لئے گڈھا کھودنے کا حکم فرمایا اور پھر اسکے بعد رجم کا۔ رجم کرنے والوں میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے، رجم کرتے وقت خون کا ایک قطرہ ان کے چہرے پر آپڑا اس پر انہوں نے اس کو کچھ سخت سست کہا، آپ ﷺ نے سن کر فرمایا، مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ، کہ اے خالد رکو، خدا کی قسم اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ صاحب مکس بھی کرے تو اسکی بھی بخشش ہوجائے اور پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد دفن کردی گئی۔

صاحب مکس سے مراد وہ عشّار ہے جو ناجائز طریقہ سے عشر وصول کرے، یعنی ناجائز ٹیکس، کتاب الخراج کے شروع میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث مرفوع گزری ہے لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ [1] ۔ والحدیث اخرجه مسلم والنسائی وحدیث مسلم اتم من هٰذا، قاله المنذری۔

---

[1] سنن أبی داود- کتاب الخراج والإمارة والفئ- باب فی السعاية علی الصدقة ۲۹۳۷

٤٤٤٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ زَكَرِيَّا أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ امْرَأَةً، فَحُفِرَ لَهَا إِلَى الثَّنْدُوَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَفْهَمَنِي رَجُلٌ عَنْ عُثْمَانَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الْغَسَّانِيُّ: «جُهَيْنَةُ وَغَامِدٌ وَبَارِقٌ وَاحِدٌ».

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک عورت کو سنگسار کیا تو اس کے لئے سینہ تک ایک گڑھا کھودا گیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں (مجھے عثمان استاد کی یہ حدیث چونکہ صحیح سمجھ نہیں آئی تھی تو) ایک شخص نے مجھے عثمان استاذ کے الفاظ سمجھائے غسانی نے کہا کہ جہینہ، غامد اور بارق ایک ہی قبیلہ کے نام ہیں۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ایک عورت کے رجم کیلئے ایک گڑھا کھودوایا آدمی کے سینہ تک۔ اور اس کے بعد کی روایت میں ہے۔ ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: ارْمُوا وَاتَّقُوا الْوَجْهَ، یعنی آپ ﷺ نے اس کے رجم کی ابتداء کی چنے کے برابر کی کنکری سے اور پھر دوسرے لوگوں سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم اس کا رجم کردو یعنی رجم کے ذریعہ ہلاک کردو، اور آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ چہرہ پر نہ مارا جائے۔

رجم حبلی سے متعلق چند اختلافی مسائل: ان احادیث میں چند مسائل ہیں: ① اوّل یہ کہ حاملہ کا رجم وضع حمل کے بعد ہی کیا جائے یہ تو متفق علیہ ہے اب یہ کہ وضع حمل کے بعد رجم کب کیا جائے؟ امام نوویؒ نے شرح مسلم [1] میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ واحمدؒ اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ جب تک رضاعت کا انتظام نہ ہو تو رجم نہ کیا جائے، اور اگر کوئی پلانے والی نہ ہو تو پھر وہ عورت اس کو خود دودھ پلاتی رہے مدت رضاعت میں اور پھر فطام کے بعد اس کا رجم کیا جائے، اور امام ابو حنیفہؒ ومالکؒ فی روایۃ یہ فرماتے ہیں کہ وضع حمل کے بعد رجم کیا جائے گا اور کسی مرضعہ کے حصول کا انتظار نہیں کیا جائیگا، الیٰ آخر ماذکر۔ وفی الهدایة: وإذا زنت الحامل لم تحد حتى تضع حملها كيلا يؤدي إلى هلاك الولد وهو نفس محترمة وإذا كان حدها الجلد لم تجلد حتى تتعالى من نفاسها أي ترتفع يريد به تخرج منه لأن النفاس نوع مرض فيؤخر إلى زمان البر بخلاف الرجم لأن التأخير لأجل الولد وقد انفصل وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يؤخر إلى أن يستغني ولدها عنها إذا لم يكن أحد يقوم بتربيته لأن في التأخير صيانة الولد عن الضياع وقد [روي أنه عليه الصلاة و السلام قال للغامدية بعدما وضعت: ارجعي حتى يستغني ولدك] اهـ [2] وفی الدر المختار (ويقام على الحامل بعد وضعها) لا قبله أصلا بل تحبس لو زناها ببينة (فإن كان حدها الرجم رجمت حين وضعت) إلا إذا لم يكن للمولود من يربيه، قال ابن عابدين (قوله إلا إذا لم يكن إلخ) هذه رواية عن الإمام اقتصر عليها صاحب المختار قال في البحر: وظاهره أنها هي المذهب. وفي النهر:

[1] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ١١ ص ٢٠٢

[2] الهدایة شرح بدایة المبتدی — ج ٤ ص ٩٥ - ٩٦

ولعمري أنها من الحسن بمكان اھ[1]، معلوم ہوا کہ حنفیہ کے اس میں دو قول ہیں: ① متن ہدایہ میں تو اسی کو اختیار کیا ہے جو حنفیہ کا مذہب امام نوویؒ نے نقل کیا ہے، ② دوسری روایت اس میں جمہور کے موافق ہے علامہ شامیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح قول یہی ہے۔ یہ تو ہیں مذاہب ائمہ اور یہاں کتاب میں غامدیہ کے بارے میں دو مختلف روایتیں ہیں عمران بن حصینؓ کی ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رجم بعد الوضع فوراً کیا گیا اور بریدہؓ کی روایت میں فطام کی تصریح ہے، امام نوویؒ اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فوجب تأويل الأولى إلى الثانية لتتفقا، کذا فی البذل، اور اس کے برخلاف ابن الہمامؒ کی رائے ترجیح کی ہے کہ انہوں نے پہلی روایت کو اصح کہا ہے وقال لان فی الثانیة بشیرا فیه مقال، اھ من هامش البذل[2]۔

② دوسرا مسئلہ یہاں پر حفر کا ہے مرجوم کیلئے، حافظ لکھتے ہیں: وعند الشافعية لا يحفر للرجل وفي وجه يتخير الإمام وهو أرجح لثبوته في قصة ماعز فالمثبت مقدم على النافي وقد جمع بينهما بما دل على وجود حفر في الجملة وفي المرأة أوجه ثالثها الأصح إن ثبت زناها بالبينة استحب لا بالإقرار، وعن الأئمة الثلاثة في المشهور عنهم لا يحفر وقال أبو يوسف وأبو ثور يحفر للرجل وللمرأة[3]، اور ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ مرد کیلئے حفر نہیں کیا جائے گا اور عورت کے بارے میں امام احمدؒ کا ظاہری کلام یہ ہے کہ اس کیلئے بھی حفر نہ کیا جائے، اور پھر دوسرا قول وہی لکھا جو شافعیہ کے یہاں اصح ہے وفی الهداية: والرجل والمرأة في ذلك سواء لأن النصوص تشملهما، وإن حفر لها في الرجم جاز لأنه عليه الصلاة والسلام حفر للغامدية إلى ثندوتها[4]، قال الباجي: قال مالك: لا يحفر للمرجوم ولا سمعت أحدا ممن مضى يحب ذلك، وقال الشافعي: يحفر للمرأة، إلى آخر ما في الاوجز[5]، ان نقول سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاث کے نزدیک حفر مطلقاً نہیں لا للرجل ولا للمرأة اور شافعیہ کے نزدیک مرد کے حق میں دو قول ہیں اثبات و نفی والارجح الاول، اور عورت کے بارے میں تین روایتیں ہیں اثبات اور نفی تیسری روایت جو اصح ہے وہ وہی ہے جو اوپر گزری الفرق بین ثبوت الزنا بالاقرار وبالبینة۔ والحدیث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٤٤٤ ـ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ سُلَيْمٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ زَادَ: ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلِ الْحِمَّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: «ارْمُوا وَاتَّقُوا الْوَجْهَ، فَلَمَّا طَفِئَتْ أَخْرَجَهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا» وَقَالَ: فِي التَّوْبَةِ نَحْوَ حَدِيثِ

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٦ ص ٢١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٠٠

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٢ ص ١٢٦

[4] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٤ ص ٨٩

[5] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٦ ص ٥

بُرَيْدَةَ.

ترجمہ: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ دوسری سند میں یہ اضافہ ہے کہ پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چنے کے برابر کنکریوں سے مارا اور ارشاد فرمایا: اس عورت کے مارو لیکن اس کے چہرہ کو بچا کر مارنا، جب اس عورت کا انتقال ہو گیا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو (گڑھے سے) نکالا اور اس پر نماز (جنازہ) پڑھی اور توبہ کے بارے میں وہی بات ارشاد فرمائی جو حضرت بریدہؓ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣/٥)

٤٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللهِ، اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، وَقَالَ الْآخَرُ وَكَانَ أَفْقَهَهُمَا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ، وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ: «تَكَلَّمْ»، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا - وَالْعَسِيفُ: الْأَجِيرُ - فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ، وَبِجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبَ عَامٍ، وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ إِلَيْكَ» وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً، وَغَرَّبَهُ عَامًا، وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا، فَاعْتَرَفَتْ، فَرَجَمَهَا.

ترجمہ: ابوہریرہؓ اور خالد جہنیؓ سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی مقدمہ لے کر آئے ان میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمادیجئے اور دوسرے شخص نے کہا اور وہ شخص زیادہ عقلمند تھا) جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہی فیصلہ فرمادیجئے اور مجھے اگر اجازت عطا فرمایئے کہ کچھ عرض کر سکوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیان کرو۔ اس شخص نے عرض کیا بلاشبہ میرا لڑکا اس شخص کا نوکر تھا۔ عسیف، (مزدوری پر کام کرنے والے کو کہتے ہیں) اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا تو لوگوں نے مجھے بتلایا کہ میرے لڑکے کو سنگسار ہونا ہے تو میں نے اس لڑکے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دے دی ہیں۔ پھر میں نے علماء سے دریافت کیا تو ان حضرات نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے پر ایک سو درے اور ایک سال کی جلاوطنی لازمی ہے اور اس شخص کی بیوی پر سنگسار ہونا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غور سے سنو اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی کے مطابق کروں گا تمہاری بکریاں اور باندیاں تو تم ہی کو واپس کر دی جائیں گی اور اس کے لڑکے کو آپ نے ایک سو کوڑے مارے اور ایک سال تک کے لئے جلاوطن کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انیس اسلمی کو حکم فرمایا کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائے اگر وہ عورت اقرار کرلے تو اس کو رجم کردے تو اس عورت نے اقرار کرلیا اور سنگسار کردی گئی۔

تخریج صحيح البخاري - الوكالة (٢١٩٠) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٦) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٤٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧٥) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٥٨) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤٠) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٧٠) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٣١) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٥٠) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٨) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣٣) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٥) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٤٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٥/٤) موطأ مالك - الحدود (١٥٥٦) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٧)

شرح الحدیث حضرت ابوہریرہؓ اور یزید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ دو شخص جن کا آپس میں جھگڑا تھا حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، ان میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرمادیجئے، دوسرے نے کہا جو ان میں زیادہ سمجھدار تھا، ہاں یارسول اللہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیجئے، اور مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کردوں۔

راوی نے ان دونوں میں سے ایک کو افقہ قرار دیا یا تو اپنے علم سابق کی بنا پر کہ وہ ان دونوں کو پہلے سے جانتا تھا یا اس کے طرز کلام وغیرہ باتوں سے اندازہ لگایا، اس لئے کہ اس نے اجازت طلب کی واقعہ بیان کرنے کی اور قاعدہ میں پورا واقعہ بیان کیا، واقعہ اس نے یہ بیان کیا کہ میرا بیٹا اس کے یہاں مزدوری پر لگا ہوا تھا کام کرتا تھا اس کو اس کی بیوی کے ساتھ زنا کی نوبت آگئی، بعض لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کا رجم ہوگا تو میں نے رجم کے بدلہ میں بطور فدیہ کے اس شخص کو (مزنیہ کے شوہر کو) سو بکریاں اور ایک باندی [1] دیدی پھر میں نے دوسرے اہل علم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ بتلایا کہ میرے بیٹے کی حد تو جلد مائۃ اور تغریب عام ہے اور رجم تو فی الواقع اس شخص کی بیوی پر ہے یہ سب کچھ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ بخدا میں کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ کروں گا پھر آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تیری بکریاں اور باندی تجھ کو واپس کی جاتی ہیں، اور آپ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے لگائے اور اس کو ایک سال کیلئے شہر بدر کیا وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ الخ اور آپ نے اپنے خادم انیس اسلمی کو حکم دیا کہ اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائے اگر وہ بھی اعتراف زنا کرے تو اس کا رجم کیا جائے، چنانچہ اس نے اعتراف کرلیا اور اس کا رجم کردیا گیا۔

ایک اشکال مع جواب: یہاں پر ایک مشہور اشکال ہے کہ آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا کہ اگر وہ اقرار زنا کرلے تو اس کا رجم کیا جائے حالانکہ زنا کے بارے میں تو تجسس نہیں کیا جاتا بلکہ اسکے برخلاف تلقین مستحب ہے کہ جہاں تک ہو

---

[1] قال الحافظ: فالضمير في قوله فافتديت منه لخصمه وكأنهم ظنوا أن ذلك حق له يستحق أن يعفو عنه على مال يأخذه وهذا ظن باطل اهـ (ج ١٢ ص ١٣٩)

سکے حد کا ثبوت نہ ہو، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس واقعہ میں اس عسیف یعنی مزدور کے والد نے حضور ﷺ کی مجلس میں یا آپ کے سامنے یہ کہا کہ میرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اس کا یہ قول قذف اور تہمت کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کا یہ کہنا بغیر بینہ کے تھا لہٰذا اس صورت میں اس عورت کو معلوم ہونے کے بعد (کہ مجھ پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے) حد قذف کے مطالبہ کا حق پہنچتا تھا بشرطیکہ وہ زنا کا اقرار نہ کرے تو یہ آپ کا بھیجنا اس اعتبار سے تھا نہ اس اعتبار سے جو اعتراف میں مذکور ہے (کہ اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اس کا رجم کر دیا جائے)۔

اُنیس کو بھیجنے پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ توکیل فی الحدود جائز نہیں حنفیہ کے نزدیک ففی الهداية: "ويجوز الوكالة بالخصومة في سائر الحقوق"، "وكذا بإيفائها واستيفائها إلا في الحدود والقصاص فإن الوكالة لا تصح باستيفائها مع غيبة الموكل عن المجلس" [1] اس لئے کہ جو توکیل ناجائز ہے وہ تو وہ ہے جو خود خصم کی جانب سے ہو، یعنی احد الخصمین حد کے معاملہ میں دوسرے شخص کو وکیل بنا کر قاضی کے پاس بھیجے استیفاء کیلئے کیونکہ یہاں پر یہ صورت نہیں ہے، یہاں تو خود حضور ﷺ نے یعنی والی اور حاکم نے اپنے ایک آدمی کو حد کے بارے میں حاکم بنا کر بھیجا ہے اور یہ جائز ہے اس میں کوئی اشکال نہیں۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۲۶۔ بَابٌ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ

یہودی اور یہودیہ کو زنا کرنے کی وجہ سے سنگسار کرنے کے بیان میں

یہی وہ مسئلہ ہے جس کی وجہ سے امام شافعیؒ واحمدؒ اس بات کے قائل ہیں کہ اسلام شرائط احصان سے نہیں، بخلاف حنفیہ ومالکیہ کے کہ ان کے نزدیک اسلام شرائط احصان میں داخل ہے، اور حدیث الباب یعنی رجم الیہودیین کا جواب ان کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فیصلہ بحکم التوراۃ تھا یعنی حکم توراۃ کے پیش نظر، یعنی اس وقت تک اسلام میں رجم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور توراۃ میں رجم کا حکم عام ہے محصن اور غیر محصن پر، اور آپ ﷺ جس چیز کے بارے میں آپ پر کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو اتباع بما فی التوراۃ کے مامور تھے، کذا فی البذل نقلا عن الحافظ [2]، چنانچہ آگے روایت میں تصریح آرہی ہے کہ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِنِّي أَحْكُمُ بِمَا فِي التَّوْرَاةِ» فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ: "فَبَلَغَنَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِمْ {إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا [3]}، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ" اور

[1] الهداية في شرح بداية المبتدي — ج ۵ ص ۴۸۵

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۴۰۷

[3] ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے (سورۃ المائدہ ۴۴)

کوکب میں اس کے بارے میں یہ لکھا ہے: قوله رجم یهودیاً ویهودیة ، وکان تعزیراً لشیوع الفحشاء فیما بینهم وإلا فالا حصان منتف ههنا فلم یبق إلا الجلد وقد ورد في الروایة "من أشرك بالله فلیس بمحصن" اه [1] اس صورت میں یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ یہ واقعہ ابتداء کا ہے اسلام میں حکم رجم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

٤٤٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الزِّنَا؟» فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ، فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ، فَنَشَرُوهَا فَجَعَلَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَيْكَ، فَرَفَعَهَا فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ.

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہودی حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے تذکرہ کیا کہ ہم لوگوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ تورات میں زنا کے سلسلے میں کیا حکم پاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ زنا کرنے والوں کو ذلیل کرکے کوڑے مارتے ہیں۔ عبد اللہ بن سلام نے ان لوگوں سے فرمایا تم لوگ جھوٹے ہو۔ بلاشبہ تورات میں زانی کو رجم کرنے کا حکم ہے پھر وہ تورات لائے اور اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے زانی کو رجم کرنے والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس جگہ سے آگے پیچھے کا مضمون پڑھنے لگا۔ عبد اللہ بن سلام نے اس شخص سے کہا اپنا ہاتھ اٹھاؤ اس شخص نے اپنا ہاتھ جب اُٹھایا تو دیکھا اس میں رجم کی آیت موجود تھی۔ پھر تمام لوگ کہنے لگے اے محمد! عبد اللہ بن سلام نے درست فرمایا اس میں رجم کئے جانے کی آیت موجود ہے پھر آپ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو دونوں کو رجم کیا گیا عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ عورت کو پتھروں سے بچانے کے لئے اس پر جھکا جا رہا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٦٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٣٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٨٠) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٣) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠١) صحيح البخاري - التوحيد (٧١٠٤) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٩) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٦) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - الحدود (١٥٥١) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢١)

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ کچھ یہود آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آکر ایک یہودی اور یہودیہ کے زنا کا ذکر کیا، آپ

[1] الکوکب الدري علی جامع الترمذي – ج ٢ ص ٣٨٠

ﷺ نے پوچھا کہ توراۃ میں زنا کا حکم کیا لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ہے کہ ان کو رسوا کیا جائے اور کوڑے لگائے جائیں اس پر حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو، توراۃ میں تو رجم کا حکم موجود ہے، وہ توراۃ اٹھا کر لائے اور اسکو کھولا ایک یہودی نے اس میں جس جگہ رجم کا ذکر تھا اس پر ہاتھ رکھ لیا اور آیت رجم کو چھوڑ کر اسکے ماقبل مابعد کو پڑھنے لگا، حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی، بعد میں کہنے لگے صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، آپ ﷺ نے انکے رجم کا حکم صادر فرمادیا: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ، حضرت ابن عمرؓ فرمارہے ہیں کہ میں نے اس مرد یہودی کو دیکھا کہ جھکا جارہا ہے یعنی رجم کے وقت۔ اس یہودیہ پر رجم سے بچانے کیلئے کہ اس پر پتھر نہ پڑے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ قَدْ حُمِّمَ وَجْهُهُ، وَهُوَ يُطَافُ بِهِ، فَنَاشَدَهُمْ: «مَا حَدُّ الزَّانِي فِي كِتَابِهِمْ؟» قَالَ: فَأَحَالُوهُ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَنَشَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا حَدُّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟» فَقَالَ: الرَّجْمُ، وَلَكِنْ ظَهَرَ الزِّنَا فِي أَشْرَافِنَا، فَكَرِهْنَا أَنْ يُتْرَكَ الشَّرِيفُ، وَيُقَامُ عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَوَضَعْنَا هَذَا عَنَّا، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا مَا أَمَاتُوا مِنْ كِتَابِكَ».

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی کو لے گزرے جس کا چہرہ کالا کیا ہوا تھا اور وہ اسے گھمارہے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں قسم دے کر ان سے پوچھا: تم اپنی کتاب میں زانی کی کیا حد پاتے ہو؟ انہوں نے یہ بات اپنے ایک آدمی کی طرف تحویل کردی۔ تو رسول کریم ﷺ نے اس شخص کو قسم دے کر پوچھا: تمہاری کتاب میں زانی کی کیا حد ہے؟ اس نے جواب دیا: سنگسار کرنا، لیکن جب ہم کسی شریف آدمی کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی ضعیف کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کرتے تھے، پھر ہم نے رجم کو ترک کردیا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا اور اسے رجم کردیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرا حکم زندہ کیا جب کہ ان لوگوں نے اسے مردہ کردیا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٧) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٦/٤)

٤٤٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مُرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمٍ مَجْلُودٍ، فَدَعَاهُمْ، فَقَالَ: «هَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ قَالَ لَهُ: «نَشَدْتُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، أَهَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ»، فَقَالَ:

اللّٰهُمَّ لَا، وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهٰذَا لَمْ أُخْبِرْكَ، نَجِدُ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِنَا الرَّجْمَ، وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا، فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الرَّجُلَ الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ، وَإِذَا أَخَذْنَا الرَّجُلَ الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقُلْنَا: تَعَالَوْا فَنَجْتَمِعُ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَى التَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ، وَتَرَكْنَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ»، فَأَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿يَقُوْلُوْنَ إِنْ أُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَإِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ❶﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ❷﴾ فِي الْيَهُودِ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ❸﴾ فِي الْيَهُودِ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ❹﴾ قَالَ: هِيَ فِي الْكُفَّارِ كُلُّهَا، يَعْنِي هٰذِهِ الْآيَةَ.

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی گزرا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا آپ ﷺ نے یہود کو طلب فرمایا اور ان سے دریافت کیا: کیا تم لوگ توریت میں زنا کرنے والے شخص کی یہی سزا پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے ان لوگوں کے ایک عالم کو طلب فرمایا اور اسے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کیا تم لوگ اپنی کتاب میں زنا کرنے والے شخص کی یہی سزا پاتے ہو (کہ اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے اور لوگوں میں اس کو گھمایا جائے) تو وہ کہنے لگا: نہیں اور اگر آپ مجھے اتنی بڑی قسم نہ کھلاتے تو میں آپ سے بیان نہ کرتا یعنی صحیح صحیح بات نہ بتاتا) ہم لوگوں کی کتاب میں زنا کرنے والے شخص کی سزا اس کو رجم کرنا ہے لیکن جب امراء اور سرداروں میں زنا عام ہو گیا تو جب کسی باعزت شخص کو ہم اس جرم میں پکڑتے تو اس کو رہا کر دیتے اور جب کسی غریب کمزور شخص کو پکڑتے تو اس کو حد لگاتے تھے۔ پھر ہم لوگوں نے مشورہ کیا کہ آؤ تمام لوگ مل ایک ہی سزا پر اتفاق کر لیں کہ جو باعزت اور کمزور شخص دونوں پر جاری کر سکیں تو ہم لوگوں نے منہ کالا کرنے اور مجرم کے کوڑے مارنے پر اتفاق کیا اور سنگسار کرنا ترک کر دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ میں تمام لوگوں سے پہلے آپ جل جلالہ کے حکم کو زندہ کروں گا جب ان لوگوں نے اسے ختم کر دیا تھا۔ تو آپ نے اس شخص کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا اور اس شخص کو سنگسار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی قولہ تعالیٰ: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ۔ آپ ان لوگوں کی وجہ سے غمگین نہ ہوں جو کافر ہونے میں

---

❶ اے رسول غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا (سورۃ المائدہ ۴۱)

❷ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر (سورۃ المائدہ ۴۴)

❸ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم (سورۃ المائدہ ۴۵)

❹ اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان (سورۃ المائدہ ۴۷)

جلدی کر رہے ہیں یا کفار سے دوستی کرنے میں (جلدی کرتے ہیں) ان لوگوں سے جو لوگ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایمان لے آئے اور ان لوگوں کے دل ایمان نہیں یہاں تک کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وہ یہود کہتے ہیں اگر تمہیں اس نبی کی طرف سے حکم ملے (زانی کو) درے مارے جائیں تو اس کو قبول کر لو اور اگر سنگسار کئے جانے کا حکم دیں تو اس کو تسلیم نہ کرو پھر ارشاد فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ یعنی جو شخص کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا اور جو شخص کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالم ہے پھر ارشاد فرمایا جو شخص کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ شخص فاسق ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

تخریج صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٢٧) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٦/٤)

شرح الحدیث: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس کو ایک یہودی گزرا جس کا منہ سیاہ کیا گیا تھا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے یہاں زانی کی حد یہی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یہی ہے اس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے ایک عالم کو بلایا یعنی عبد اللہ بن صوریا کو، آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھ سے اس خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر توراۃ نازل کی کہ کیا تورات میں زانی کی حد یہی ہے؟ اس نے جواب دیا: بخدا نہیں، اور کہا کہ اگر آپ مجھ کو اتنی بڑی قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا، بات یہ ہے کہ ہماری کتاب میں زنا کی حد تو رجم ہی ہے لیکن ہمارے شرفاء میں زنا کی کثرت ہو گئی تو ہوتا یہ تھا کہ اگر کوئی شریف (معزز) آدمی زنا میں پکڑا جاتا تو اس کو ہم چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور اور کم حیثیت آدمی پکڑا جاتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ فَقُلْنَا: تَعَالَوْا فَنَجْتَمِعُ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ. فَاجْتَمَعْنَا عَلَى التَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ، وَتَرَكْنَا الرَّجْمَ۔

رجم کا جو بدل یہود نے اپنی طرف سے تجویز کیا: ہمارا مشورہ بعد میں یہ ہوا کہ آپس میں اتفاق رائے سے کوئی ایسی سزا تجویز کر لی جائے جو شریف اور غیر شریف سب پر قائم کی جاسکے تو ہمارا اتفاق تحمیم اور جلد پر ہو گیا، یعنی زانی اور زانیہ دونوں کے منہ سیاہ کر دینا، اور سو کوڑے لگانا، اور آگے روایت مفصلہ میں تجبیہ کا بھی ذکر آرہا ہے اور اسکی تفسیر بھی وہ یہ کہ زانی اور زانیہ دونوں کو ایک گدھے پر سوار کیا جائے اور اس پر اس طرح بٹھایا جائے کہ دونوں کی پشت سے پشت مل جائے ایک کا چہرہ سواری کے رخ پر ہو اور دوسرے کا دوسری جانب: اور اس طرح ان کو گدھے پر سوار کر کے پورے شہر میں ان کو گھمایا جائے، اور جلد کے بارے میں ایک اور روایت میں اس طرح آرہا ہے، يُضْرَبُ مِائَةً بِحَبْلٍ مَطْلِيٍّ بِقَارٍ[1]، یعنی کوڑے کو تار کول میں تر کر کے مارا جائے، آپ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا: اللَّهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ کہ یا اللہ بے

[1] سنن أبي داود - كتاب الحدود - باب في رجم اليهوديين ٤٤٥١

شک میں نے سب سے پہلے تیرے اس امر کو زندہ اور جاری کیا جس کو ان یہود نے ختم کر دیا تھا، اور پھر آپ ﷺ نے رجم کا حکم فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ بنحوہ، قالہ المنذری۔

٤٤٤٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَتَى نَفَرٌ مِنْ يَهُودٍ، فَدَعَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقُفِّ، فَأَتَاهُمْ فِي بَيْتِ الْمِدْرَاسِ، فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ: إِنَّ رَجُلًا مِنَّا زَنَى بِامْرَأَةٍ، فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ، فَوَضَعُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: «بِالتَّوْرَاةِ» . فَأُتِيَ بِهَا، فَنَزَعَ الْوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهِ، فَوَضَعَ التَّوْرَاةَ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: «آمَنْتُ بِكِ وَبِمَنْ أَنْزَلَكِ» ثُمَّ قَالَ: «ائْتُونِي بِأَعْلَمِكُمْ» . فَأُتِيَ بِفَتًى شَابٍّ، ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ الرَّجْمِ، نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت آئی اور حضور اکرم ﷺ کو (مدینہ منورہ میں واقع) وادی قف میں بلا کر لے گئے چنانچہ آپ لوگوں کے پاس بیت المدراس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابو القاسم! ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا ہے تو آپ ان کا فیصلہ فرما دیجئے۔ پھر ان لوگوں نے آپ کے لئے ایک تکیہ رکھ دیا۔ آپ اس تکیہ پر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: میرے پاس توریت لے کر آؤ۔ چنانچہ تورات پیش کی گئی آپ نے اپنے نیچے سے تکیہ نکالا اور اس پر تورات رکھی اور ارشاد فرمایا: اے تورات میں تجھ پر اور تیرے اتارنے والی ذات پر ایمان لاتا ہوں پھر ارشاد فرمایا: اس شخص کو بلاؤ جو کہ تم سب میں سب سے بڑا عالم ہو تو ایک نوجوان شخص کو لایا گیا اس کے بعد سنگسار کیے جانے کا واقعہ بیان کیا جیسا کہ مالک نے نافع سے نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٦٤) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٣٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٨٠) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٣٣) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠١) صحيح البخاري - التوحيد (٧١٠٤) صحيح مسلم - الحدود (١٦٩٩) جامع الترمذي - الحدود (١٤٣٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٤٩) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) موطأ مالك - الحدود (١٥٥١) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢١)

شرح الحدیث: أَتَى نَفَرٌ مِنْ يَهُودٍ، فَدَعَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقُفِّ، فَأَتَاهُمْ فِي بَيْتِ الْمِدْرَاسِ: یعنی چند یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ کو دعوت دی وادی قف کی طرف جانے کی، چنانچہ آپ ان کے ایک مدرسہ میں گئے جس میں وہ توراۃ پڑھتے پڑھاتے تھے، یہود نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک مرد اور عورت کے زنا کا قصہ پیش آ گیا ہے اس میں فیصلہ فرما دیجئے اس موقعہ پر انہوں نے آپ ﷺ کیلئے تکیہ بھی منگایا آپکے ٹیک لگانے کیلئے، آپ نے وہاں بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ میرے پاس توراۃ لیکر آؤ چنانچہ اس کو لایا گیا، جب توراۃ آپ کے سامنے آئی تو آپ نے اپنے نیچے سے تکیہ نکال کر سامنے رکھ کر اس پر بڑے احترام کے ساتھ توراۃ رکھی اور توراۃ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ میں تجھ پر ایمان لاتا

ہوں اور اس ذات پر جس نے تجھ کو نازل کیا ہے، اور پھر فرمایا آپ نے کہ اپنے کسی بڑے عالم کو میرے پاس لیکر آؤ، چنانچہ ایک جوان عالم کو لایا گیا، یعنی عبد اللہ بن صوریا۔

٤٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ: سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنْ مُزَيْنَةَ مِمَّنْ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ، وَيَعِيهِ، ثُمَّ اتَّفَقَا وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - وَهَذَا حَدِيثُ مَعْمَرٍ وَهُوَ أَتَمُّ - قَالَ: زَنَى رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَةٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اذْهَبُوا بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ، فَإِنَّهُ نَبِيٌّ بُعِثَ بِالتَّخْفِيفِ، فَإِنْ أَفْتَانَا بِفُتْيَا دُونَ الرَّجْمِ قَبِلْنَاهَا، وَاحْتَجَجْنَا بِهَا عِنْدَ اللهِ، قُلْنَا: فُتْيَا نَبِيٍّ مِنْ أَنْبِيَائِكَ، قَالَ: فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ، فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا؟ فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى أَتَى بَيْتَ مِدْرَاسِهِمْ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، فَقَالَ: «أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ؟» قَالُوا: يُحَمَّمُ، وَيُجَبَّهُ، وَيُجْلَدُ، وَالتَّجْبِيَةُ: أَنْ يُحْمَلَ الزَّانِيَانِ عَلَى حِمَارٍ، وَتُقَابَلَ أَقْفِيَتُهُمَا، وَيُطَافُ بِهِمَا، قَالَ: وَسَكَتَ شَابٌّ مِنْهُمْ، فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ، أَلَظَّ بِهِ النِّشْدَةَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِذْ نَشَدْتَنَا، فَإِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: «فَمَا أَوَّلُ مَا ارْتَخَصْتُمْ أَمْرَ اللهِ؟» قَالَ: زَنَى ذُو قَرَابَةٍ مِنْ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِنَا، فَأَخَّرَ عَنْهُ الرَّجْمَ، ثُمَّ زَنَى رَجُلٌ فِي أُسْرَةٍ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ رَجْمَهُ، فَحَالَ قَوْمُهُ دُونَهُ، وَقَالُوا: لَا يُرْجَمُ صَاحِبُنَا حَتَّى تَجِيءَ بِصَاحِبِكَ فَتَرْجُمَهُ، فَاصْطَلَحُوا عَلَى هَذِهِ الْعُقُوبَةِ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِنِّي أَحْكُمُ بِمَا فِي التَّوْرَاةِ» فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ: "فَبَلَغَنَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِمْ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ".

ترجمہ: محمد بن مسلم ابن شہاب زہری سے دو راوی نے اس حدیث کو نقل کیا: ① معمر ② یونس۔ یونس راوی نے کہا کہ استاد نے سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنْ مُزَيْنَةَ کے یہ اضافہ کیا وہ شخص علم کے پیروکار اور محفوظ رکھنے والا تھا جبکہ معمر نے یہ اضافہ نہیں ذکر کیا اسکے بعد دونوں ایک ہی طرح کی بات کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعید بن مسیّب ؒ کے پاس تھے کہ انہوں نے ہمیں حضرت ابوہریرہؓ کے واسطہ سے حدیث سنائی اور معمر کی حدیث زیادہ مکمل ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا تو ان دونوں نے ایک دوسرے سے کہا اس رسول کی خدمت میں چلو کیونکہ یہ رسول آسان شریعت دے کر مبعوث کیا گیا ہے پس اگر وہ سنگسار کرنے کے حکم سے نیچے کوئی کم درجہ کی سزا کا حکم دیں گے تو ہم اس حکم کو تسلیم کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت بھی پیش کریں گے کہ یہ حکم آپکے انبیاء میں سے ایک نبی کا ہے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ یہود نے کہا اے ابوالقاسم! آپ اس مرد اور عورت کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ جنہوں نے زنا کیا؟ آپ نے یہ بات سن کر کوئی جواب نہ دیا اور ان لوگوں کے

مدرسہ کی طرف تشریف لے گئے وہاں پر دروازہ پر کھڑے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں اس اللہ کی کہ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی تم لوگ توریت میں کیا حکم پاتے ہو اس شخص کے بارے میں جو زنا کا مرتکب ہوا ہو جبکہ وہ شادی شدہ بھی ہو؟ یہود نے بیان کیا کہ ایسے شخص کے چہرے پر کالک ملی جاتی ہے اور اس کو گدھے پر بٹھلا کر (شہر میں) گھمایا جاتا ہے اور اسکے دُرے مارے جاتے ہیں تجبیہ کی تفسیر زہری راوی نے یہ کی زانیہ، اور زانی کو گدھے پر سوار کیا جاتا ہے اور انکی پشت کو پشت سے ملایا جاتا ہے اور چہرہ ایک دوسرے کے مخالف سمت میں ہوتا ہے ان کو شہر میں گھمایا جاتا ہے لیکن ان لوگوں میں سے ایک نوجوان (عبد اللہ بن صوریا) یہ بات سن کر خاموش رہا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو خاموش دیکھا تو آپ نے اس شخص کو دوبارہ قسم کھلائی۔ اس پر اس شخص نے کہا: جب آپ نے ہم لوگوں کو قسم دے کر پوچھا ہے تو ہم لوگ تو تورات میں (زانی کو) سنگسار کئے جانے کا حکم پاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو کب سے ہلکا اور معمولی سمجھ کر ترک کر دیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہم لوگوں میں سے کسی بادشاہ کے خاندان میں سے ایک شخص نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار نہیں کیا پھر ایک دوسرے شخص نے عام لوگوں میں سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس شخص کو سنگسار کرنا چاہا لیکن اسکی قوم کے لوگ درمیان میں آگئے اور کہنے لگے ہمارا آدمی سنگسار نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ تم اپنے آدمی کو پیش نہ کرو اور اس کو سنگسار نہ کرو۔ آخر تمام لوگوں نے متفقہ طور پر اسی سزا پر اتفاق کیا۔ حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تو وہی حکم کرتا ہوں جو کہ تورات میں موجود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا وہ یہودی مرد اور عورت (جو کہ زنا کے مرتکب ہوئے تھے) سنگسار کر دیئے گئے۔ زہری نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی: (ترجمہ) ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت ہے اور نور ہے اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں وہ تمام رسول جو کہ اللہ کے اطاعت گزار ہیں الخ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی میں سے ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٠)

شرح الحدیث فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اذْهَبُوا بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ، فَإِنَّهُ نَبِيٌّ بُعِثَ بِالتَّخْفِيفِ: یعنی یہود میں ایک زنا کا واقعہ پیش آنے کے بعد آپس میں بعض نے بعض سے کہا کہ ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو کیونکہ ان کی شریعت میں تخفیف ہے، پس اگر وہ ہمیں رجم کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فتویٰ دیں گے تو اس کو قبول کر لیں گے اور بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر پیش کر دیں گے کہ یہ بھی تیرے ایک نبی کا فتویٰ تھا چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آکر زنا کا حکم دریافت کیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور کوئی کلام نہیں فرمایا بلکہ سیدھے ان کے مدرسہ پر پہنچے اور دروازہ پر پہنچ کر ٹھہر گئے، اور ان کو قسم دیکر پوچھا کہ توراۃ میں زنا کا حکم تم کیا پاتے ہو، جب کہ زانی محصن [1] ہو؟ انہوں نے تحمیم اور

---

[1] اس سے مستفاد ہو رہا ہے کہ رجم کیلئے احصان یہود کے یہاں بھی شرط تھا، اس سے قبل حافظ کے کلام میں گذرا ہے کہ ان کے یہاں شرط نہ تھا لیکن جہاں حافظ نے کہا ہے وہاں اسلام کی بحث چل رہی تھی ممکن ہے حافظ نے اسی لحاظ سے نفی کی ہو، بلکہ یہی متعین ہے اور یہاں احصان سے بظاہر نکاح مراد ہے فلا تخالف۔

تجبیہ اور جلد مائۃ کا ذکر کیا (یہاں روایت میں تجبیہ کی صورت بھی مذکور ہے جس کو ہم پہلے لکھ چکے)، لیکن ایک نوجوان ان میں سے خاموش رہا، جب حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے اس کو خاموش دیکھا أَلَظَّ بِهِ النِّشْدَةَ تو آپ نے اس کو قسم دیکر پوچھا اس نے عرض کیا کہ جب آپ نے مجھ کو قسم دیکر پوچھا ہے (تو اب مجھے بتانا ہی پڑے گا اور پھر) اس نے بتلایا کہ توراۃ میں رجم کا حکم ہے، تو آپ نے پوچھا کہ سب سے پہلے تم نے اس حکم کو کب ہلکا اور معمولی سمجھ کر چھوڑا، فَمَا أَوَّلُ مَا ارْتَخَصْتُمْ أَمْرَ اللّٰهِ؟ أي جعلتموه رخيصا وسهلا [1] اس جوان نے اس کا منشأیہ بتلایا کہ شروع میں ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ ہمارے بادشاہ کے کسی رشتہ دار نے زنا کیا تھا تو اس بادشاہ نے اس پر رجم جاری نہیں کیا، اس کے بعد عام لوگوں میں سے کسی شخص نے زنا کیا بادشاہ نے اسکے رجم کا ارادہ کیا اس پر اسکی قوم آکر حائل ہوگئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ جب تک تم اپنے آدمی کا رجم نہیں کروگے ہمارے آدمی کا بھی رجم نہیں ہوگا، تو اس وقت میں رجم کے بجائے اس سزا پر باہمی اتفاق ہوگیا تھا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِنِّي أَحْكُمُ بِمَا فِي التَّوْرَاةِ» فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا۔

٤٤٥١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ مُزَيْنَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: زَنَى رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ مِنَ الْيَهُودِ وَقَدْ أُحْصِنَا، حِينَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَقَدْ كَانَ الرَّجْمُ مَكْتُوبًا عَلَيْهِمْ فِي التَّوْرَاةِ، فَتَرَكُوهُ وَأَخَذُوا بِالتَّجْبِيهِ، يُضْرَبُ مِائَةً بِحَبْلٍ مَطْلِيٍّ بِقَارٍ، وَيُحْمَلُ عَلَى حِمَارٍ، وَجْهُهُ مِمَّا يَلِي دُبُرَ الْحِمَارِ، فَاجْتَمَعَ أَحْبَارٌ مِنْ أَحْبَارِهِمْ، فَبَعَثُوا قَوْمًا آخَرِينَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَلُوهُ عَنْ حَدِّ الزَّانِي، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ فِيهِ: قَالَ: «وَلَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ دِينِهِ، فَيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ، فَخُيِّرَ فِي ذَلِكَ»، قَالَ: {فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ [2]}.

ترجمہ: زہری کہتے ہیں میں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے سنا جو سعید بن مسیب، ابوہریرہؓ سے روایت کر رہا تھا کہ یہود میں ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کرلیا اور وہ دونوں محصن (شادی شدہ) تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ان لوگوں کی کتاب تورات میں (زانی کو) سنگسار کئے جانے کا حکم موجود تھا اور ان پر فرض تھا لیکن ان لوگوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا تھا اور (اسکے بجائے) انہوں نے (زانی کو) گدھے پر اُلٹے رخ بیٹھا کر رسواء کرنا اور ایک سو کوڑے تارکول میں ڈوبے ہوئے مارنے کی سزا دینے کا ارادہ کیا پھر ان لوگوں کے علماء اکٹھے ہوئے اور ان لوگوں نے کچھ لوگوں کو خدمت نبوی میں حد زنا معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ پھر محمد بن اسحاق راوی نے حدیث کو آخیر تک بیان کیا اور چونکہ وہ یہودی لوگ، آپ کے دین میں نہیں تھے اس لئے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ آپ ان لوگوں کا فیصلہ فرمائیں یا فیصلہ نہ

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ١٢ ص ١٤٠

[2] سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کردے ان میں یا منہ پھیرلے ان سے (سورۃ المائدۃ ٤٢)

فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ، یعنی اگر یہود آپ کے پاس حاضر ہوں تو آپ ان کا فیصلہ کریں یا نہ کریں۔ آپ اگر فیصلہ نہیں کریں گے تو وہ لوگ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور آپ اگر فیصلہ کریں تو انصاف سے کام لیں۔ اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٨٠)

شرح الحدیث: اس حدیث میں تجبیہ اور سو کوڑے تار کول میں لت پت کر کے لگانے کے اور تجبیہ کی صورت میں مذکور ہے فَقَالَ فِيهِ: قَالَ: «وَلَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ دِينِهِ، فَيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ، فَخُيِّرَ فِي ذَلِكَ»، قَالَ: { فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ }، اس حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے اس پر مصنف مستقل ترجمہ قائم کر چکے ہیں کتاب القضاء میں بَابُ الْحُكْمِ بَيْنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ اور وہاں پر یہ لکھا جا چکا ہے یعنی مسلمان قاضی کو دار الاسلام میں ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا چاہئے یا نہیں، امام مالکؒ کی رائے اس میں تخییر کی ہے اور حنفیہ کے نزدیک مرافعہ کی صورت میں فیصلہ کا حکم ہے ویسے نہیں، اور امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں: ایک یہی یعنی وجوب عند المرافعہ، دوسرے یہ کہ مطلقاً واجب ہے۔

٤٤٥٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ مُجَالِدٌ: أَخْبَرَنَا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَتِ الْيَهُودُ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنْهُمْ زَنَيَا، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِأَعْلَمِ رَجُلَيْنِ مِنْكُمْ»، فَأَتَوْهُ بِابْنَيْ صُورِيَا، فَنَشَدَهُمَا: «كَيْفَ تَجِدَانِ أَمْرَ هَذَيْنِ فِي التَّوْرَاةِ؟» قَالَا: نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ إِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ أَنَّهُمْ رَأَوْا ذَكَرَهُ فِي فَرْجِهَا مِثْلَ الْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ رُجِمَا، قَالَ: «فَمَا يَمْنَعُكُمَا أَنْ تَرْجُمُوهُمَا؟» قَالَا: ذَهَبَ سُلْطَانُنَا، فَكَرِهْنَا الْقَتْلَ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّهُودِ، فَجَاءُوا بِأَرْبَعَةٍ، فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ رَأَوْا ذَكَرَهُ فِي فَرْجِهَا مِثْلَ الْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِهِمَا.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ یہود ایک مرد اور ایک عورت کو جنہوں نے زنا کیا تھا، خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے لوگوں میں سے دو زیادہ علم رکھنے والوں کو بلاؤ۔ وہ شخص صوریا کے دونوں بیٹوں کو لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو قسم دی اور دریافت فرمایا: ان کیلئے توریت میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو تورات میں یہ حکم پاتے ہیں جب چار گواہ شہادت دیں کہ انہوں نے مرد کے ذکر کو عورت کی شرم گاہ میں اس طرح سے دیکھا ہے کہ جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو وہ دونوں سنگسار کئے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم کو کیا مانع ہے کہ تم نے ان دونوں کو سنگسار نہیں کیا؟ انہوں نے کہا کہ اب ہم لوگوں کی حکومت تو باقی نہیں رہی، تو ہم لوگوں کو (کسی کو) قتل کرنا ناپسند ہے۔ اس پر نبی ﷺ نے گواہوں کو طلب فرمایا وہ چار، گواہ لے کر حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے اسطرح گواہی دی کہ ہم لوگوں نے مرد کے عضو مخصوص کو عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جسطرح کہ سلائی، سرمہ دانی میں (ہوتی ہے) آپ ﷺ نے (رجم کئے جانے کا) حکم فرمایا۔

شرح الحديث: اس روایت سے معلوم ہوا کہ گذشتہ روایات میں جو لفظ شابؓ یا بلفظ بِأَعْلَمِ رَجُلَيْنِ مِنْكُمْ آیا ہے اس سے مراد ابن صوریا ہی ہے جیسا کہ وہاں شراح نے لکھا ہے، اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ ثبوت زنا کیلئے توراۃ میں بھی چار آدمیوں کی شہادت معتبر تھی جس طرح ہمارے یہاں ہے، اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ توراۃ میں بھی ثبوت زنا کیلئے صریح الفاظ کا ہونا مذکور ہے۔

قَالَ: «فَمَا يَمْنَعُكُمَا أَنْ تَرْجُمُوهُمَا؟» قَالَا: ذَهَبَ سُلْطَانُنَا، فَكَرِهْنَا الْقَتْلَ: آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے رجم کو کیوں ترک کر دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہماری حکومت اور زور کیونکہ ختم ہو گیا اس لئے قتل کی سزا کو ہم نے پسند نہیں کیا کہ اور قلت اور پسماندگی کی طرف آجائیں گے۔ والحديث اخرجه ابن ماجه مختصرا، قاله المنذري۔

٤٤٥٣ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، لَمْ يَذْكُرْ فَدَعَا بِالشُّهُودِ فَشَهِدُوا.

ترجمہ: اور شعبی سے بھی یہی حدیث روایت ہے لیکن اس روایت میں یہ (مروی) نہیں ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے گواہوں کو طلب فرمایا اور انہوں نے شہادت دی۔

٤٤٥٤ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، بِنَحْوٍ مِنْهُ

ترجمہ: شعبی سے اسی روایت جیسی روایت بیان کی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٧٠١) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٧)

٤٤٥٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَسَنٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: «رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَةً زَنَيَا».

ترجمہ: ابو زبیر نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کر دیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٧٠١) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٧)

٢٧ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِحَرِيمِهِ

اگر کوئی شخص اپنی محرم عورت سے زنا کرے؟

اور اس کے بعد باب آرہا ہے بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِجَارِيَةِ امْرَأَتِهِ ہر دو باب کے ذیل میں مصنف جو حدیث لائے ہیں وہ حنابلہ کا مستدل ہے مصنف بھی حنبلی ہیں۔

مذاہب ائمہ: اگر کوئی شخص اپنی محرم عورت سے نکاح کرے تو امام احمدؒ کے نزدیک یہ ہے انه یقتل کمافی حدیث الباب، اور شافعیہ ومالکیہ کے یہاں اس پر حسب ضابطہ حد جاری ہوگی (محصن ہونے کی صورت میں رجم اور غیر محصن ہے تو جلد) اور یہی رائے ہے صاحبین کی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں تعزیر ہے اشد التعزیر لاجل الشبهة بسبب النکاح اگرچہ نکاح صحیح نہیں، والحدیث محمول عند الجمهور علی المستحل، فلذا قتل لاجل الارتداد۔

٤٤٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ عَلَى إِبِلٍ لِي ضَلَّتْ، إِذْ أَقْبَلَ رَكْبٌ - أَوْ فَوَارِسُ - مَعَهُمْ لِوَاءٌ، فَجَعَلَ الْأَعْرَابُ يَطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَتَوْا قُبَّةً، فَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلًا فَضَرَبُوا عُنُقَهُ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَذَكَرُوا أَنَّهُ أَعْرَسَ بِامْرَأَةِ أَبِيهِ».

ترجمہ: براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میرے اونٹ گم ہو گئے تھے میں ان کو تلاش کر رہا تھا کہ اسی دوران کچھ لوگ یا چند سوار پہنچے ان لوگوں کے ہمراہ ایک جھنڈا تھا تو دیہاتی لوگ رسول کریم ﷺ کے ہاں میری قدر و منزلت کی وجہ سے میرے گرد گھومنے لگے۔ پھر گھڑ سواروں کا دستہ ایک قبہ پر پہنچا اور انہوں نے وہاں سے ایک شخص کو باہر نکال کر اسکی گردن اڑادی۔ اسکے بارے میں میں نے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس نے اپنے والد کی بیوی سے نکاح کیا تھا۔

شرح الحدیث: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میرے اونٹ جو کہ گم ہو گئے تھے ان کو تلاش کرتا ہوا پھر رہا تھا اچانک سامنے سے ایک جماعت سواروں کی آتی ہوئی نظر آئی جن کے ساتھ جھنڈا بھی تھا (جس سے معلوم ہوا کہ یہ دستہ آپ ﷺ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے کیونکہ جھنڈا امارت کی علامت ہے) بہت سے اعراب اور بدوی میرے ارد گرد جمع ہو گئے میرے اس مرتبہ اور قرب کی وجہ سے جو حضور ﷺ سے تھا اچانک وہ دستہ گھوڑ سواروں کا ایک قبہ میں پہنچا اور اس میں سے ایک مرد کو نکال کر لایا اور اسکی گردن ماردی۔ یہاں اس روایت کے سیاق میں کچھ تقدیم و تاخیر معلوم ہو رہی ہے، کیونکہ فَجَعَلَ الْأَعْرَابُ کا تعلق جملہ سابقہ إِذْ أَقْبَلَ رَكْبٌ سے کچھ نہیں ہے اسی طرح آگے إِذْ أَتَوْا قُبَّةً میں ضمیر فاعل اقرب یعنی اعراب کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے بلکہ اس کا تعلق رَكْبٌ سے ہے۔

اس روایت کے سیاق اور الفاظ میں کافی اختلاف ہے ترمذی نسائی وغیرہ کی روایات میں جیسا کہ بذل [1] میں مذکور ہے۔

فَسَأَلْتُ عَنْهُ: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس قتل کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے بتلایا کہ اس شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا تھا، یعنی زمانہ جاہلیہ کے دستور کے مطابق کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا اپنی مادر سے نکاح کر لیتا تھا، غالباً اس نے بھی ایسا جائز اور حلال سمجھ کر کیا جسکی وجہ سے مرتد ہو گیا، وفی "الابواب والتراجم [2]" فی "باب رجم

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٢٢
2. الأبواب والتراجم - ج ٦ ص ٢٢٢

المحصن" قال الحافظ: وأشهر حديث في الباب حديث البراء لقيت خالي ومعه الراية فقال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى رجل تزوج امرأة أبيه أن اضرب عنقه أخرجه أحمد وأصحاب السنن وفي سنده اختلاف كثير اهـ [1].

قال ابن قدامة: وإن تزوج ذات محرمه، فالنكاح باطل بالإجماع. فإن وطئها، فعليه الحد. في قول أكثر أهل العلم؛ منهم الحسن، وجابر بن زيد ومالك، والشافعي، وأبو يوسف، ومحمد، وإسحاق، وأبو أيوب، وابن أبي خيثمة. وقال أبو حنيفة، والثوري: لا حد عليه؛ لأنه وطء تمكنت الشبهة منه، فلم يوجب الحد. ثم قال: إذا ثبت هذا، فاختلف في الحد، فروي عن أحمد أنه يقتل على كل حال، والرواية الثانية، حده حد الزاني وبه قال الحسن، ومالك، والشافعي؛ لعموم الآية والخبر، والقول في من زنى بذات محرمه من غير عقد، كالقول في من وطئها بعد العقد [2]، الى آخر ما بسط.

وفي الهداية: ومن تزوج امرأة لا يحل له نكاحها فوطئها لا يجب عليه الحد عند أبي حنيفة رحمه الله "ولكن يوجع عقوبة إذا كان علم بذلك وقال أبو يوسف ومحمد والشافعي رحمهم الله عليه الحد إذا كان عالما بذلك لأنه عقد لم يصادف محله فيلغو اهـ [3]، معلوم ہوا اس مسئلہ میں تین مذہب ہوئے ایک امام احمد کا یعنی قتل جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، دوسرا امام مالک شافعیؒ [4] اور صاحبین کا کہ اس پر حد زنا ہے، اور تیسرا امام صاحب کا کہ اس میں تعزیر ہے، اور موفق کے کلام میں یہ بھی گذر چکا کہ اس مسئلہ میں نکاح اور عدم نکاح سب برابر ہیں، یعنی خواہ یہ وطی عقد کے بعد ہو یا بغیر عقد کے، لیکن یہ موفق کے کلام میں ہے جو حنبلی ہیں لیکن ہمارے یہاں یہ اسی صورت میں ہے جب وطی بعد العقد ہو اسلئے کہ شبہ تو عقد ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اسی لئے حد ساقط ہوئی ہے، اور اگر بغیر عقد کے اس سے وطی کی تو حد جاری ہوگی چنانچہ شامی میں ہے تزوج امرأة ممن لا يحل له نكاحها فدخل بها لا حد عليه وإن فعله على علم لم يحد أيضا ويوجع عقوبة في قول أبي حنيفة. وقالا: إن علم بذلك فعليه الحد في ذوات المحارم اهـ فعمم في المرأة على قوله ثم خص على قولهما بذوات المحرم اهـ اسی طرح در مختار میں ہے (و) لا حد أيضًا (بشبهة العقد) أي عقد النكاح (عنده) أي الإمام (كوطء محرم نكحها) وقالا إن علم الحرمة حد وعليه الفتوى [5].

جمہور کی طرف سے حدیث کا جواب اوپر گذر چکا کہ انکے نزدیک یہ مستحل پر محمول ہے اور جمہور کے مذہب کی دلیل آیت

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٢ ص ١١٨

[2] المغني لابن قدامة — ج ١٢ ص ٣٤١ — ٣٤٣ (ملخص)

[3] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٤ ص ١٠٣

[4] وهو رواية عن احمد كما تقدم عن الموفق.

[5] رد المحتار على الدر المختار — ج ٦ ص ٣٢ — ٣٣

کریمہ ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [1]، اور ایسے ہی وہ حدیث جو شروع میں گذر چکی الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ الحديث، کیونکہ یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے لہٰذا زنا ہونا اس پر صادق آیا۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٤٥٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ قُسَيْطٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَقِيتُ عَمِّي وَمَعَهُ رَايَةٌ، فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: «بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةَ أَبِيهِ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَآخُذَ مَالَهُ».

ترجمہ: حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے چچا سے ملاقات کی ان کے ہمراہ ایک جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنے والد کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کر لیا ہے اور آپ ﷺ نے اس شخص کی گردن اُڑا دینے اور اس کا مال ضبط کر لینے کا حکم فرمایا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦٢) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥٧) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦٠٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٥/٤)

٢٨ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِجَارِيَةِ امْرَأَتِهِ

اگر کوئی شخص بیوی کی باندی سے زنا کرلے تو اس کی کیا سزا ہے؟

٤٤٥٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُنَيْنٍ وَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَرُفِعَ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، وَهُوَ أَمِيرٌ عَلَى الْكُوفَةِ، فَقَالَ: لَأَقْضِيَنَّ فِيكَ بِقَضِيَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَتْ أَحَلَّتْهَا لَكَ جَلَدْتُكَ مِائَةً، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ أَحَلَّتْهَا لَكَ رَجَمْتُكَ بِالْحِجَارَةِ، فَوَجَدُوهُ قَدْ أَحَلَّتْهَا لَهُ، فَجَلَدَهُ مِائَةً» قَالَ قَتَادَةُ: كَتَبْتُ إِلَى حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، فَكَتَبَ إِلَيَّ بِهَذَا.

ترجمہ: حبیب بن سالم سے مروی ہے کہ ایک شخص جسکو عبد الرحمٰن بن حنین کہا جاتا تھا اس نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرلی تو یہ معاملہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کے یہاں پیش ہوا اسوقت وہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے فرمایا: میں تمہارا فیصلہ اسی طرح کروں گا جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ اگر تمہاری بیوی نے اپنی باندی کو تمہارے لئے حلال کر دیا تھا تو میں تمہیں ایک سو کوڑے ماروں گا، اور اگر حلال نہیں کیا تھا تو میں تم کو پتھروں سے سنگسار کروں گا۔ پھر جب تحقیق واقعہ کی تو پتہ چلا کہ

[1] بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے (سورۃ النور ۲)

اس شخص کی بیوی نے اس شخص کیلئے اپنی باندی کو حلال کر دیا تھا۔ پس نعمان بن بشیرؓ نے اس شخص کے ایک سو کوڑے مارے۔ قتادہؒ نے بیان کیا کہ میں نے اس سلسلہ میں حضرت حبیب بن سالم کو تحریر کیا تو انہوں نے یہ حدیث تحریر فرما کر روانہ کی۔

٤٤٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الرَّجُلِ يَأْتِي جَارِيَةَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: «إِنْ كَانَتْ أَحَلَّتْهَا لَهُ جُلِدَ مِائَةً، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ أَحَلَّتْهَا لَهُ رَجَمْتُهُ».

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرے ارشاد فرمایا: اگر بیوی نے اجازت دے دی تو اس شخص کو ایک سو درے ماروں گا ورنہ اسے سنگسار کر دوں گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحدود (١٤٥١) سنن النسائي - النكاح (٣٣٦٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٥٨) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٥١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٢) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٩)

شرح الأحاديث: یعنی جس شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے وطی کی تھی اسکے بارے میں نعمان بن بشیرؓ نے حضور ﷺ کے فیصلہ کے مطابق اپنا یہ فیصلہ کیا کہ اسکی بیوی سے معلوم کیا جائے اگر وہ یوں کہے کہ میری طرف سے اس وطی کی اجازت ہے تب تو جلد مائۃ اس کی سزا ہو گی، اور اگر اس کی طرف سے اجازت نہ ہو تو پھر اس کی سزا رجم ہے، چنانچہ اس کی بیوی سے معلوم کیا گیا تو اس نے کہا کہ میری طرف سے اجازت تھی چنانچہ اس کے سو کوڑے لگائے گئے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ یہ ہیں کہ امام احمدؒ کا مسلک تو وہی ہے جو حدیث الباب میں ہے یعنی ایک صورت میں صرف جلد اور ایک صورت میں رجم، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک حسب ضابطہ حد جاری ہو گی تحلیل اور عدم تحلیل کا اعتبار نہیں، اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس نے اسکو حلال سمجھ کر کیا ہے تب تو حد ساقط ہو جائے گی لاجل الشبهة، البتہ تعزیر کا مستحق ہو گا، اور اگر وطی حرام سمجھنے کے باوجود کی ہے تب اس پر حد ہو گی جمہور کی جانب سے حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اسکی سند میں اضطراب ہے [1]، نیز خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غیر متصل ہے [2]، وفي الأوجز حديث النعمان بن بشير الذي ذكره الموفق ضعفه المحدثون، قال الترمذي: في إسناده اضطراب سمعت محمداً يعني البخاري يقول: لم يسمع قتادة من حبيب، وأبو اليسر لم يسمعه أيضاً من حبيب بن ابي ثابت، وسألت محمد بن اسماعيل عنه، فقال: أنفي هذا الحديث (وفي المنذري، انا اتقي هذا الحديث)، وقال النسائي: هو مضطرب، كما

[1] جامع الترمذي - كتاب الحدود - باب ماجاء في الرجل يقع على جارية امرأته ١٤٥٢

[2] معالم السنن - ج ٤ ص ٣٩٢

حکاہ عنہ ابن القیم فی ((الھدی))، وکذا ضعفہ البیہقی وغیرہ، والحدیث الذی ذکرہ ابن عبد البر أخرجہ ابو داؤد عن سلمۃ بن المحبق، قال النسائی: لا یصح ھذا الحدیث، وقال أبو داؤد: سمعت أحمد بن حنبل یقول: الذی رواہ عن سلمۃ بن المحبق شیخ لا یعرف۔ الی آخر ما فی الاوجز [1]، یہ سلمۃ بن المحبق کی حدیث آگے کتاب میں آرہی ہے۔

حدیث النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، وحدیث سلمۃ بن المحبق اخرجہ النسائی وقال لا تصح ھذہ الاحادیث وحدیث الحسن اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٤٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي رَجُلٍ وَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، «إِنْ كَانَ اسْتَكْرَهَهَا فَهِيَ حُرَّةٌ، وَعَلَيْهِ لِسَيِّدَتِهَا مِثْلُهَا، فَإِنْ كَانَتْ طَاوَعَتْهُ، فَهِيَ لَهُ، وَعَلَيْهِ لِسَيِّدَتِهَا مِثْلُهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَمَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، وَسَلَّامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، هَذَا الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرْ يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ، قَبِيصَةَ.

ترجمہ: حضرت سلمہ بن محبق سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سلسلہ میں کہ جس نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرلی تھی یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ اگر اس شخص نے زبردستی صحبت کرلی تو وہ باندی آزاد ہے اور اس جماع کرنے والے شخص کو اس باندی کی مالکہ کو اسی قسم کی باندی ادا کرنا ضروری ہوگا اور اگر اس باندی نے بخوشی صحبت کی تو وہ باندی اس صحبت کرنے والے شخص کی ہوجائے گی اور اس باندی کی مالکہ عورت کو اس جیسی دوسری باندی ادا کرنا ضروری ہوگا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حسن سے یونس، عمرو، منصور اور سلام نے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے (البتہ) یونس اور منصور نے روایت میں قبیصہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ ان دونوں نے عن الحسن عن سلمہ بلاواسطہ نقل کیا ہے (بذل [2])۔

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کی باندی سے وطی کی یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر اس نے اس باندی کے ساتھ وطی جبراً کی ہے تب تو وہ باندی آزاد ہوجائے گی اور اس واطی کے ذمہ اس جاریہ کی سیدہ کیلئے ضمان میں اس جیسی باندی واجب ہوگی، اور اگر اس نے اس جاریہ کے ساتھ وطی اس کی رضامندی سے کی ہے تو وہ باندی واطی کیلئے ہو جائے گی اور اس واطی پر اس جیسی باندی واجب ہوگی سیدہ کیلئے، اس حدیث کے بارے میں خطابیؒ فرماتے ہیں: لا أعلم أحداً من الفقهاء يقول به، وفيه أمور تخالف الأصول [3] یعنی اس حدیث کا کوئی فقیہ قائل نہیں، اور اس میں بہت سی چیزیں اصول کے خلاف پائی جارہی ہیں، اور حاشیہ بذل میں ہے: وقال ابن القيم في الهدي: إلى تصحيح هذا الحديث وقال قواعد الشرع

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٦ ص ٣٨٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٢٧

[3] معالم السنن للخطابي — ج ٣ ص ٣٣١

تقتضيه وضعف حديث سلمة بن المحبق الآتي وبسط الكلام عليهما.

حيث النعمان بن بشير رضي الله عنه أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث سلمة بن المحبق أخرجه النسائي وقال لا تصح هذه الأحاديث وحديث الحسن أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري.

٤٤٦١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ الدِّرْهَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «وَإِنْ كَانَتْ طَاوَعَتْهُ فَهِيَ وَمِثْلُهَا مِنْ مَالِهِ لِسَيِّدَتِهَا».

ترجمہ: سلمہ بن محبق سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے ارشاد فرمایا البتہ اس الفاظ سے یہ حدیث مذکور ہیں کہ اگر اس باندی نے بخوشی صحبت کرائی تو وہ باندی اور اسی جیسی ایک دوسری باندی، بیوی کو شوہر کے مال میں سے دلوائی جائے گی۔

تخریج: سنن النسائي - النكاح (٣٣٦٣) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦/٥)

٢٩ - بَابٌ فِيمَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ

اغلام بازی کرنے والے کی سزا کے بیان میں

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: لواطت عند الجمہور زنا کے حکم میں ہے لہٰذا اس پر حد زنا جاری ہوگی، پس اگر محصن ہے تو رجم ہوگا اور اگر غیر محصن ہے تو جلد، امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کا مسلک یہی ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس کی حد مطلقاً رجم ہے، اور امام احمدؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں ایک مثل امام مالکؒ کے یعنی مطلقاً رجم، اور دوسری مثل شافعیؒ کے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لواطت زنا کے حکم میں نہیں اسی لئے ان کے نزدیک اس میں صرف تعزیر ہے، وفی حاشیة الترمذي: من عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند ابي حنيفة ولكنه يعزر ويسجن حتى يموت او يتوب ولو اعتاد اللواطة قتله الامام محصنا كان او غير محصن سياسةً. وقالا اى الصاحبان هو كالزنا فيحد جلداً ان لم يكن احصن، ورجماً ان احصن ولابى حنيفة انه ليس بزنا ولا فى معناه فلا يثبت فيه حده، وذلك لان الصحابة اختلفوا فى موجبه ومنهم من اوجب التحريق بالنار ومنهم من قال يهدم عليه الجدار، ومنهم من نكسه من مكان مرتفع مع اتباع الحجارة، فلو كان زنا او فى معناه لم يختلفوا.

٤٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ، وَالْمَفْعُولَ بِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مِثْلَهُ وَرَوَاهُ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ، وَرَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جس شخص کو قوم لوط کا عمل (اغلام بازی) کرتے دیکھو تو کرنے والے یعنی اغلام باز اور کروانے والے دونوں افراد کو قتل کر دو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو سلیمان بن بلال نے عمرو بن ابی عمرو سے اسی طریقے سے روایت کیا ہے اور عیار بن منصور نے عکرمہ بن ابی عباسؓ کے واسطے سے مرفوعاً اور ابن جریج نے ابراہیم عن داؤد، عن عکرمہ، عن ابن عباس کے واسطہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحدود (١٤٥٦) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٢)

٤٤٦٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، وَمُجَاهِدًا، يُحَدِّثَانِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي الْبِكْرِ يُؤْخَذُ عَلَى اللُّوطِيَّةِ، قَالَ: «يُرْجَمُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ بکر (یعنی کنوارا) شخص اگر اغلام بازی میں پکڑا جائے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے۔

شرح الأحاديث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ، وَالْمَفْعُولَ بِهِ»: اور اس کے بعد والی روایت میں اس طرح ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي الْبِكْرِ يُؤْخَذُ عَلَى اللُّوطِيَّةِ، قَالَ: «يُرْجَمُ»، پہلی حدیث مرفوع تھی اور یہ موقوف، نیز پہلی روایت میں قتل کا لفظ تھا اور اس میں رجم، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو»، یہ عبارت یہاں بے محل ہے، عمرو بن ابی عمرو اور عاصم دونوں کی حدیثیں آئندہ باب بَابٌ فِيمَنْ أَتَى بَهِيمَةً میں آرہی ہے، حافظ منذریؒ نے بھی اس پر یہ اشکال کیا ہے۔ عمرو بن ابی عمرو کی حدیث تو یہ ہے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوهَا مَعَهُ»، اور عاصم کی حدیث اس طرح ہے، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ».

دونوں میں مخالفت ظاہر ہے کہ پہلی حدیث میں اتیان بہیمۃ کی سزا مذکور ہے یعنی قتل اور دوسری حدیث میں مطلقاً حد کی نفی ہے، نیز یہ دوسری ابن عباسؓ کی حدیث موقوف ہے گویا ان کی اپنی رائے اور فتویٰ ہے، اسی لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ حدیث عاصم سے حدیث عمرو کی تضعیف ہو رہی ہے، ہماری یہ بات حافظ منذریؒ کی تو یہ رائے کے موافق ہے لیکن حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں کچھ اور ہے اور ان کی رائے میں یہ قال ابوداؤدؒ بے محل نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل عمرو بن ابی عمرو کی دو حدیثیں ہیں ایک پہلے باب میں جس میں لواطت کا ذکر ہے اور ایک عمرو بن ابی عمرو کی حدیث وہ ہے جو آئندہ باب بَابٌ فِيمَنْ أَتَى بَهِيمَةً میں آرہی ہے تو حضرتؒ نے مصنفؒ کے کلام میں عمرو بن ابی عمرو کی حدیث سے پہلے باب والی حدیث مراد لی

جس کا مضمون یہ ہے کہ لواطت میں فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دیا جائے، اور عاصم کی حدیث کا مضمون یہ ہے جو ابن عباسؓ کا اپنا قول ہے لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ، تو حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب ابن عباسؓ کے نزدیک اتیان بہیمہ کی صورت میں حد نہیں ہے تو پھر ان کے نزدیک لواطت میں بھی حد نہ ہونی چاہیے اس لئے کہ قضاء الشہوۃ فی غیر محل الحرث دونوں جگہ پایا جا رہا ہے، لہٰذا پہلے باب کی حدیث ابن عباسؓ کی رائے کے خلاف ہوئی اور گویا اس دوسری حدیث نے آکر پہلے باب کی حدیث کی تضعیف کر دی، لیکن ہمارے نزدیک ظاہر شراح کی ہی رائے ہے [1] منذریؒ وغیرہ کی اور اس کتاب میں یعنی سنن ابی داؤد میں اور بھی بعض جگہ ایسا ہوا ہے کہ قَالَ أَبُو دَاوُدَ کا ذکر فی غیر محلہ ہوا ہے ہمارے ذہن میں اس کی نظائر ہیں اس جگہ کتاب الحج میں ایسا ہوا ہے اور ایک جگہ کتاب الصلاۃ میں ''ابواب صلاۃ الخوف'' واللہ تعالی اعلم۔

٣٠ - بَابٌ فِيمَنْ أَتَى بَهِيمَةً

جانور سے بدکاری کرنے والے کی سزا

٤٤٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوهَا مَعَهُ» قَالَ: قُلْتُ لَهُ: مَا شَأْنُ الْبَهِيمَةِ؟ قَالَ: «مَا أُرَاهُ قَالَ ذَلِكَ إِلَّا أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُؤْكَلَ لَحْمُهَا، وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذَلِكَ الْعَمَلُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هَذَا بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی چوپایہ سے زنا کیا تو اس شخص کو مار ڈالو اور اس کے ساتھ اس جانور کو بھی مار ڈالو۔ عکرمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ اس چوپایہ (جانور) کا کیا جرم ہے؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ میرے خیال میں جناب رسول ﷺ نے (جانور کو مار ڈالنے) کی بات اسلئے کی کہ جس جانور کے ساتھ ایسا برا کام کیا جا چکا ہو اس کے گوشت کھانے کو اچھا نہ سمجھا ہو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحدود (١٤٥٥) جامع الترمذي - الحدود (١٤٥٥) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٤)

٤٤٦٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَنَّ شَرِيكًا، وَأَبَا الْأَحْوَصِ، وَأَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثُوهُمْ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ عَطَاءٌ، وَقَالَ الْحَكَمُ: «أَرَى أَنْ يُجْلَدَ، وَلَا يُبْلَغَ بِهِ الْحَدَّ» وَقَالَ الْحَسَنُ: «هُوَ بِمَنْزِلَةِ الزَّانِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو».

---

[1] اس لئے کہ حضرت قدس سرہ عمرو بن ابی عمرو کی حدیث سے پہلے باب والی حدیث مراد لے رہے ہیں تو مصنف اسکی تضعیف کیسے کر سکتے ہیں اسلئے کہ مصنف عمرو بن ابی عمرو کی پہلی حدیث کی تو اس کے متابعات اور دوسرے طرق کے ذریعہ پہلے باب میں تقویت بیان کر چکے ہیں، چنانچہ مصنف وہاں کہہ چکے ہیں قال ابو داؤد رواہ سلیمان بن بلال عن عمرو بن ابی عمرو مثلہ. ورواہ عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس رفعہ. ورواہ ابن جریج عن ابراہیم عن داؤد بن الحصین عن عکرمۃ عن ابن عباس رفعہ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ چوپایہ سے بدکاری کرنے والے شخص پر کوئی حد نہیں لگائی جائے گی۔
امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عطاء نے اسی طرح سے بیان کیا کہ لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ اور حکم نے بیان کیا کہ اس شخص کے درے لگائے جائیں لیکن حد کے دروں سے کم، حسن نے بیان فرمایا کہ اس شخص کی سزا زنا کرنے والے شخص جیسی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عاصم کی روایت عمرو بن ابی عمرو کی روایت کی تضعیف کر دیتی ہے۔

شرح الأحادیث: اس باب کی دونوں حدیثیں اس سے پہلے والے باب میں نقل ہو چکیں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص کسی حیوان کے ساتھ بد فعلی کرے اس کو اور اس جانور دونوں کو قتل کر دو اور پھر شاگرد کے دریافت کرنے پر قتل حیوان کی مصلحت حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمائی کہ شاید اس لئے کہ آپ کو یہ پسند نہیں کہ ایسے جانور کا لحم کھایا جائے جس کے ساتھ یہ گندہ فعل کیا گیا ہے شراح نے اس کی اور بھی مصالحت لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ کہیں ایسا نہ ہو اس فعل کے بعد اس جانور کے اس قسم کا بچہ پیدا ہو جو اس جانور کے مشابہ ہو، اور کہا گیا ہے اس لئے کہ اگر وہ جانور زندہ رہا تو جب بھی اس پر نظر پڑے گی تو اس فعل کا تصور اور ذکر تذکرہ ہوا کرے گا اور اس فاعل کی شرمندگی کا باعث ہو گا۔
اس کے بعد جاننا چاہیے کہ اتیان بہیمہ میں جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مذہب صرف تعزیر ہے کسی کے نزدیک اس میں حد نہیں، چنانچہ بذل میں ہے وذهب الائمة الأربعة أن من أتى بهيمة يعزر ولا يقتل، والحديث محمول على الزجر والتشديد اھ لیکن حاشیۂ بذل میں ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت میں اس کا حکم مثل لواطت کے ہے کما فی الہدی لابن القیم [1]۔

٣١- بَابُ إِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ بِالزِّنَا، وَلَمْ تُقِرَّ الْمَرْأَةُ

اگر کوئی مرد زنا کا اقرار کرلے اور عورت منکر رہے؟

٤٤٦٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَرْأَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا».

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے فلانی عورت سے زنا کیا ہے اور اس عورت کا نام بھی لیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس عورت کے پاس قاصد بھیجا اور اس واقعہ کے بارے میں پوچھا مگر اس عورت نے انکار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے حد (زنا) لگائی اور عورت کو چھوڑ دیا۔

---

[1] ينظر احكام القرآن— ج٣ ص ٢٦٣ ، بذل المجهود في حل أبي داود— ج١٧ ص ٤٣١

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٣٤٠)

شرح الحدیث: یہ سہل بن سعدؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر ایک عورت کا نام لیکر اس کے ساتھ زنا کا اقرار کیا، آپ ﷺ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا اس نے زنا کا انکار کیا تو اس پر آپ ﷺ نے اس زانی مقر پر جلد کی حد جاری کرائی (وہ غیر محصن ہوگا) اور عورت کو اسکے حال پر چھوڑ دیا کوئی تعرض نہیں فرمایا، بظاہر اسلئے کہ اس نے حد قذف کا مطالبہ نہ کیا ہوگا، اگر مطالبہ کرتی تو اس زنا پر حد قذف بھی جاری کی جاتی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے قذف کا مطالبہ کیا ہو اور اس شخص پر حد قذف بھی جاری کی گئی ہو لیکن راوی نے اسکا ذکر نہیں کیا (بذل) بذل میں تو صرف اتنا ہی ہے [1]۔

مسئلہ مترجم بہامیں مذاہب ائمہ: لیکن حضرت شیخؒ نے حاشیۂ بذل میں ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں جمہور اور حنفیہ کا اختلاف نقل کیا ہے وہ یہ کہ اس صورت میں اقرار کرنے والے پر حد جمہور اور صاحبین کے نزدیک ہے اور امام صاحب کے نزدیک حد نہیں [2]، چنانچہ در مختار میں ہے: ویثبت أیضا بإقرارہ صریحا صاحیا، ولم یکذبه الآخر. قال ابن عابدین: فلو أقر بالزنا بفلانة فکذبته درئ الحد عنه سواء قالت تزوجني أو لا أعرفه أصلا [3] ......وإن أقرت المرأة بالزنا بفلان وكذبها الرجل فلا حد عليها أيضا عند الإمام خلافا لهما في المسألتين [4] (بحر الرائق [5]) اور دوسرا مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ عورت کے انکار کے بعد حد قذف مرد پر جاری ہوگی یا نہیں تو اوپر بذل المجہود سے گذر چکا کہ یہ اس کے مطالبہ پر موقوف ہے کہ اگر مطالبہ کریگی تو حد قذف بھی جاری ہوگی ورنہ نہیں، اس میں دوسرے ائمہ کا اختلاف ہے، چنانچہ حاشیۂ بذل میں ہے: قال ابن القیم فی الحدیث امران احدهما وجوب الحد على الرجل وان كذبته المرأة خلافا لابی حنیفة انه لا يحد، والثاني لا يجب عليه حد القذف، وحديث ابن عباس الآتي منكر الخ [6] اس سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں مرد پر حد قذف نہیں ہے، اور ابن عباسؓ کی جو روایت یہاں کتاب میں آگے آرہی ہے اس میں یہ ہے: أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَكْرِ بْنِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٣٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٣٣ - ٤٣٤

[3] رد المحتار على الدر المختار - ج ٦ ص ١٠ - ١١

[4] یعنی اگر مرد یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس شخص پر حد زنا جب جاری ہوگی جب وہ عورت اسکی تصدیق کرے ورنہ نہیں، اسی طرح عورت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر وہ زنا کا اقرار کرے کہ فلاں مرد کے ساتھ میں نے زنا کیا ہے لیکن مرد اسکی تکذیب کرتا ہے تو عورت پر بھی حد زنا جاری نہ ہوگی، اور صاحبین و جمہور کے نزدیک دونوں مسئلوں میں اقرار کرنے والے پر حد جاری ہوگی خواہ دوسرا اسکی تصدیق کرے یا نہ کرے۔

[5] البحر الرائق شرح كنز الدقائق - ج ٥ ص ١١ (دار الكتب العلمية ١٤١٨ھ)

[6] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٣٤

لَيثٍ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَقَرَّ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَجَلَدَهُ مِائَةً، وَكَانَ بِكْرًا، ثُمَّ سَأَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْأَةِ، فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ. فَجَلَدَهُ حَدَّ الْفِرْيَةِ ثَمَانِينَ، حنابلہ کے نزدیک چونکہ اس صورت میں حد قذف نہیں ہے اس لئے ابن قیمؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ حدیث منکر ہے، جیسا کہ اوپر گذرا، دوسرے ائمہ کے مذاہب اس میں باقی ہیں، امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کے یہاں بھی اس صورت میں حد قذف ہے اسلئے امام نوویؒ نے وَأْمُرْ أُنَيْسُ الْأَسْلَمِيَّ. أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ کی شرح میں جو اشکال نقل کیا ہے کہ حد زنا میں تجسس نہیں ہوتا اور پھر اس کا جو جواب دیا ہے کہ یہ بھیجنا اقامت حد کیلئے نہیں تھا بلکہ اس عورت کو یہ بتلانے کیلئے کہ فلاں شخص نے تجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو اگر تو اس کا انکار کرتی ہے تو تیرے لئے حد قذف کے مطالبہ کا حق ہے، اور پھر اس کے بعد وہ فرماتے ہیں: وقد اخرج ابو داؤد و النسائی عن ابن عباس الخ۔ یعنی وہی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی، اسکے بعد کہتے ہیں: وقد سکت علیہ ابو داؤد وصححہ الحاکم واستنکرہ النسائی، اس سے شافعیہ کا مذہب بھی معلوم ہو گیا، کہ ان کے نزدیک بھی اس صورت میں حد قذف ہے جس طرح حنفیہ کے نزدیک ہے لیکن حنابلہ کے نزدیک نہیں ہے۔

٤٤٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هَارُونَ الْبُرْدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ فَيَّاضٍ الْأَبْنَاوِيِّ، عَنْ خَلَّادِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَقَرَّ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَجَلَدَهُ مِائَةً، وَكَانَ بِكْرًا، ثُمَّ سَأَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْأَةِ، فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ. فَجَلَدَهُ حَدَّ الْفِرْيَةِ ثَمَانِينَ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی بکر بن لیث میں سے ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس شخص نے ایک عورت کے ساتھ اپنے زنا کرنے کا چار دفعہ اقرار کیا تو آپ نے اس شخص کو ایک سو کوڑے لگوائے اور وہ شخص کنوارا تھا۔ پھر اس شخص سے عورت کے خلاف شہادت طلب کی (تو وہ شخص کوئی گواہ پیش نہ کر سکا پھر اس عورت سے پوچھا) تو عورت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! یہ شخص جھوٹا ہے تو اس شخص پر حد قذف لگائی گئی (اور اس کے اسی کوڑے مارے گئے)۔

٣٢ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ دُونَ الْجِمَاعِ، فَيَتُوبُ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَهُ الْإِمَامُ

کوئی شخص کسی عورت سے صحبت کے علاوہ گناہ والے کام کرے پھر، حاکم کے پکڑنے سے قبل تائب ہو جائے؟

٤٤٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَا: قَالَ عَبْدُ اللهِ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنِّي عَالَجْتُ امْرَأَةً مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ. فَأَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُونَ أَنْ أَمَسَّهَا، فَأَنَا هَذَا. فَأَقِمْ عَلَيَّ مَا شِئْتَ. فَقَالَ عُمَرُ: قَدْ سَتَرَ اللهُ عَلَيْكَ لَوْ سَتَرْتَ عَلَى نَفْسِكَ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَيْئًا، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ، فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا، فَدَعَاهُ، فَتَلَا عَلَيْهِ، {وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَهُ خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ كَافَّةً؟ فَقَالَ: «لِلنَّاسِ كَافَّةً».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں مدینہ کے کنارہ ایک عورت سے چھیڑ چھاڑ کی اور میں نے صحبت کے علاوہ تمام کام کیا ہے۔ تو اب میں حاضر خدمت ہوں، مجھے جو چاہیں سزا دے دیجئے۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا جرم چھپا دیا تھا اگر تم بھی اپنا جرم چھپا لیتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ وہ شخص چل دیا۔ نبی ﷺ نے اسکے پیچھے ایک شخص روانہ کیا اور اس کو آپ نے طلب فرمایا اور اسکو یہ آیت سنائی: وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ یعنی نماز کو قائم کرو، دن کے دونوں کناروں میں رات کے اندھیرے میں بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں تو ایک شخص ان لوگوں میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ حکم خاص اس شخص کیلئے ہے یا تمام لوگوں کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام لوگوں کے لئے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٠٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤١٠) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١١٢) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٩٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣٠/١)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے منتہائے مدینہ پر یعنی یہاں مسجد نبوی سے بہت دور فاصلہ پر ایک عورت کو چھیڑا اور سوائے جماع کے میں اس کے ساتھ سب کچھ کر گزرا، لہٰذا میں حاضر ہوں جو سزا آپ مجھ کو دینا چاہیں وہ دیں، وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے وہ فرمانے لگے کہ اگر تو اس معاملہ کو راز ہی میں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فاش نہیں کیا تھا تو زیادہ بہتر تھا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے اور وہ آدمی چلا گیا (اسی اثناء میں آپ پر وحی نازل ہوئی) تو آپ ﷺ نے ایک آدمی کے ذریعہ اس شخص کو بلایا اور اس کے آنے کے بعد آپ نے اس کو یہ آیت سنائی وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ [1] جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا یہ گناہ اسکے اعمال حسنہ کے طفیل میں معاف ہو گیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ حکم یعنی معافی کی بشارت صرف اسی شخص کیلئے ہے یا سب لوگوں کیلئے، آپ ﷺ نے فرمایا: لِلنَّاسِ كَافَّةً کہ سب کیلئے۔

اس صاحب واقعہ کے نام میں "بذل" میں لکھا ہے قيل هو أبو اليَسَر، وقيل: نبهان التمار، وقيل عمرو بن غزية اهـ، اور حاشیۂ بذل میں ہے: وبه جزم صاحب التلقيح [2] اذ قال هو أبو اليَسَر كعب بن عمرو الانصاري وقال النووي في الاسماء واللغات

---

[1] اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو (سورۃ هود ١١٤)

[2] تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير — ص ٧٨٦ - ٧٨٧

ابو الیسر او عمرو بن غزیۃ (1)، وبسط الحافظ الاختلاف فی اسمہ وحملہ علی التعدد، وکذا ذکر اختلاف الفاظ الروایۃ فی ذلک اھ (2)، نیز بذل میں ہے فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ کی شرح میں وفی روایۃ البخاری قال الرجل إلی ھذہ، وظاھرہ أن صاحب القصۃ ھو السائل، وفی روایۃ عند مسلم: فقال یا رسول اللہ: أله وحدہ وللدارقطنی مثلہ، ویحمل علی تعدد السائلین، قالہ الحافظ (3)۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

۳۳- بَابٌ فِي الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ

غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کی سزا

جاننا چاہیے کہ عبد اور امۃ کی حد پچاس کوڑے ہیں خواہ وہ بکر ہوں یا ثیب عند الائمۃ الاربعۃ (4)۔ کیونکہ حریۃ شرائط احصان میں سے ہے لہٰذا ان کا رجم کسی حال میں نہ ہوگا، اور بعض علماء جیسے ابو ثور کا اس میں اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ دونوں غیر شادی شدہ ہیں تب تو ایسا ہی ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو رجم ہوگا ان دونوں کا بھی، اسلئے کہ حریۃ ان کے نزدیک شرائط احصان سے نہیں ہے کما فی الأوجز، یا یہ کہیے کہ غلام اور باندی کا احصان ابو ثور کے نزدیک یہی ہے کہ وہ شادی شدہ ہوں اس کے بعد اب آپ حدیث الباب کو لیجئے۔

٤٤٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ. قَالَ: «إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ» قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: "لَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ. وَالضَّفِيرُ: الْحَبْلُ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد جہنیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ غیر شادی شدہ باندی جب زنا کرے تو کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ باندی زنا کرے تو اس کے درے مارو پھر اگر وہ زنا کرے تو اسکے درے مارو۔ اگر پھر زنا کرے تو اس کے درے مارو۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو اگر چہ ایک رسّی کے عوض کیوں نہ ہو۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا چوتھی مرتبہ میں ارشاد فرمایا کہ اس باندی کو فروخت کر دو ایک رسّی کے عوض اور ضفیر رسّی کو کہتے ہیں۔

---

(1) تھذیب الأسماء واللغات - أولاً: الأسماء - ج ۲ ص ۳۱۱

(2) بذل المجھود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ٤٣٥

(3) بذل المجھود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ٤٣٦

(4) اس میں اور دوسرے علماء کا اختلاف ہے ینظر التفصیل فی الأوجز ج ٦ ص ٣٤

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٥) صحيح البخاري - العتق (٢٤١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤٧) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٦٩) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) موطأ مالك - الحدود (١٥٦٤) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٦)

شرح الحديث من حيث الفقه: آپ ﷺ سے اس باندی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے زنا کیا اور حال یہ کہ وہ محصنہ نہیں تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ زنا کرے تو اس کے کوڑے لگائے جائیں، اور اگر پھر زنا کرے تب بھی کوڑے لگاؤ، روایت میں اسی طرح تین مرتبہ ہے اور آگے یہ ہے کہ اگر اس کے بعد بھی زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو اگرچہ ایک رسی کے ٹکڑے ہی کے بدلہ میں ہو[1]۔

ضفیر یعنی شعر مضفور، بٹے ہوئے بال جس سے رسی کا کام لیا جاتا ہو، یہاں پر یہ مشہور اشکال ہے کہ اس باندی کی بیع اس حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ ہے: لایؤمن احد کم حتی یرضی لاخیہ مایرضی لنفسہ[2]، کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کیلئے پسند کرے تو جب وہ اس باندی کو اپنے لئے پسند نہیں کر رہا ہے تو جس کے ہاتھ اسکو فروخت کر رہا ہے اس کیلئے کیوں پسند کر رہا ہے، اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ دوسرا خود اس کو اپنے لئے پسند نہ کرے اور جب مشتری خود اس کو پسند کر رہا ہے باوجود اس عیب کے، اس لئے کہ بیع میں مبیع کے عیب کا اظہار ضروری ہے کما یشیر الیہ قولہ ولو بضفیر، تو پھر اس میں اس حدیث کی مخالفت نہیں، اور دوسرا جواب اسکا یہ دیا گیا ہے ان لتبدل الایدی دخلا فی ازالة هذه الخصال کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر اس جاریہ کو اس فاحشہ کے ارتکاب کی جرأت اس مالک کے یہاں ہو رہی ہے تو دوسرے مالک کے یہاں جا کر بھی اس کی جرأت ہو، کذا فی ھامش[3] البذل عن الکوکب الدری، وفیہ ایضاً: واجاب عنه الحافظ (ج ١٢ ص ١٣٤) بوجوه آخر۔

اس حدیث میں إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ[4] ہے، اس لَمْ تُحْصَنْ کی قید سے معلوم ہوتا ہے بطور مفہوم مخالف کہ اگر باندی محصنہ ہو تو پھر اس کا یہ حکم یعنی جلد نہیں ہے بلکہ رجم ہوگا اور یہ بات ائمہ اربعہؒ کے مسلک کے خلاف ہے ہاں ابو ثور کی اس سے تائید ہوتی

---

[1] یہ امر بالبیع عند الجمہور استحباب کیلئے ہے وزعم ابن الزمعة انه للوجوب ولکن نسخ (کذا فی البذل) وفی هامشه: وبالوجوب زعم داؤد کما قال النووی ج ٢ ص ٧٠.

[2] عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ - أَوْ قَالَ: لِجَارِهِ - مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" (صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه مسلم ما يحب لنفسه الخ ٤٥)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٣٨

[4] وفی الاوجز عن العینی قوله "ولم تحصن" مفهومه انها اذا احصنت لاتجلد بل ترجم کالحرة لکن الامة تجلد محصنة کانت او غیر محصنة ولا اعتبار للمفهوم حیث نطق القرآن صریحا بخلافه فی قوله تعالیٰ فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات فالحدیث دل علی جلد غیر المحصن والآیة دلت علی جلد المحصن لان الرجم لا ینصف فیجلد ان عملا بالدلیلین ۔ الی آخر ما فی الاوجز ج ٦ ص ٣٤ ۔

ہے جن کا اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف ہے اس کے جمہور کی طرف سے متعدد جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ یہ لفظ اس حدیث میں شاذ ہے صرف امام مالک کی روایت میں ہے قال شراح المؤطا، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفہوم مخالف معتبر نہیں اور یا یہ کہا جائے کہ احصان سے مراد اس جگہ عتق ہے یا عفت، اسلئے کہ احصان چار معنی میں مستعمل ہے: ① العفة، ② التزوج، ③ العتق، ④ الاسلام۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٤٧٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَحُدَّهَا، وَلَا يُعَيِّرْهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ عَادَتْ فِي الرَّابِعَةِ فَلْيَجْلِدْهَا، وَلْيَبِعْهَا بِضَفِيرٍ، أَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں کسی شخص کی باندی زنا کاری کرے تو اس کو حد لگائے اسے صرف شرمسار کر کے نہ چھوڑ دیا جائے۔ یا یہ مطلب کہ فیصلہ کوڑے لگانے کے بعد مزید اس پر سب شتم نہ کیجائے (بذل) یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی اور اگر وہ چوتھی مرتبہ زنا کی مرتکب ہو تو اس کو فروخت کر دو اگرچہ (اس کی قیمت) بال کی بنی ہوئی رسّی ہی ملے۔

٤٤٧١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِي كُلِّ مَرَّةٍ: «فَلْيَضْرِبْهَا كِتَابُ اللهِ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا»، وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: «فَإِنْ عَادَتْ فَلْيَضْرِبْهَا كِتَابُ اللهِ، ثُمَّ لِيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس باندی کو ہر مرتبہ کتاب اللہ کے مطابق مارے (یعنی حد لگائے قرآن میں ہے: فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ [1]) اور اسکو صرف ڈانٹ ڈپٹ کر کے نہ چھوڑے یا حد مارنے کے بعد پھر اس کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اگر وہ باندی چوتھی مرتبہ زنا کرے تو پھر اس کو کتاب اللہ کے مطابق حد لگائے اس کے بعد اس باندی کو فروخت کر دے اگرچہ اس کی قیمت بال کی بنی ہوئی رسّی ہی وصول ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٥) صحيح البخاري - العتق (٢٤١٧) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤٧) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٣) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٠) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٧٠) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٩/٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) موطأ مالك - الحدود (١٥٦٤) سنن الدارمي - الحدود (٢٣٢٦)

شرح الحدیث: اسکے بعد والی حدیث میں یہ زیادتی ہے قَالَ فِي كُلِّ مَرَّةٍ: «فَلْيَضْرِبْهَا كِتَابُ اللهِ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا» یعنی آپ نے فرمایا کہ ہر مرتبہ اسکے زنا کے بعد کتاب اللہ کے مطابق اس کی پٹائی کرے یعنی حد اس پر جاری کی جائے قال تعالی: فَعَلَيْهِنَّ

---

[1] ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا سے (سورۃ النساء ٢٥)

نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ اور اس سے پہلی روایت میں لَا يُثَرِّبُ عَلَيۡهَا کے بجائے وَلَا يُعَيِّرُهَا ہے، بذل میں لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اسکو سزا دینے میں صرف تعییر اور سب وشتم پر اکتفاء نہ کرے بلکہ حد قائم کرے وقیل المراد النهي عن التثريب بعد الجلد فإن الجلد صارت كفارة (بذل ❶) والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بنحوه، قاله المنذري.

حدیث الباب میں ایک اوراختلافی مسئلہ: اس حدیث میں جو یہ آیا ہے إذا زنت أمة أحدكم فليجلدها اس سے اور ایسے ہی اس کے بعد جو کتاب میں آرہا ہے، وَأَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ❷ سے ائمہ ثلاث نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مولی کو اپنے مملوک پر حد قائم کرنے کا حق ہے، حنفیہ کے نزدیک غیر امام کو اقامۃ حد کا حق نہیں ہے اسی لئے وہ اس حدیث کو تسبیب پر محمول کرتے ہیں أي ليكن سببا لجلدها رافعة إلى الإمام یعنی یہ مطلب نہیں کہ خود حد جاری کرے بلکہ حسب قاعدہ حد جاری کرانا مراد ہے، حنفیہ کا استدلال اس روایت سے ہے جو ابو مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے: أربع إلى الولاة الحدود، والصدقات، والجمعات، والفيئ (من البذل ❸)

٣٤ - بَابٌ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى الْمَرِيضِ

مریض پر حد جاری کرنے کے بیان میں

یعنی جو شخص حد کا مستحق ہے اگر وہ مریض ہو تو اسپر اسی حالت میں حد جاری کی جائے گی یا بعد البرء والصحۃ؟ جواب یہ ہے کہ اگر مریض کی حد ایسی ہے جس میں اسکو تلف کرنا ہی مقصود ہے جیسا کہ رجم میں ہوتا ہے اس میں تو انتظار صحت کی ضرورت نہیں اور اگر مریض کی حد جلد ہو تو اسمیں صحت کا انتظار ضروری ہے تاکہ اسکی ہلاکت کی نوبت نہ آئے کذا في الهداية (ج٢ ص ٤٩٣)۔

٤٤٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ اشْتَكَى رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى أُضْنِيَ، فَعَادَ جِلْدَةً عَلَى عَظْمٍ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ، فَهَشَّ لَهَا، فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهِ يَعُودُونَهُ أَخْبَرَهُمْ بِذَلِكَ، وَقَالَ: اسْتَفْتُوا لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي قَدْ وَقَعْتُ عَلَى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: مَا رَأَيْنَا بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِي هُوَ بِهِ، لَوْ حَمَلْنَاهُ إِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهُ، مَا هُوَ إِلَّا جِلْدٌ عَلَى عَظْمٍ، «فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَأْخُذُوا لَهُ مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُوهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً».

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٣٩

❷ سنن أبي داود – كتاب الحدود – باب في إقامة الحد على المريض ٤٤٧٣

❸ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٣٩

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کے بعض انصاری صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص بیمار پڑ گیا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ہڈی پر صرف کھال رہ گئی (گوشت سب ختم ہو گیا) اس وقت اس شخص کے پاس کسی شخص کی باندی گئی اس کو دیکھ کر وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے اس باندی سے صحبت کرلی۔ جب اس شخص کی قوم کے لوگ اس شخص کے پاس مزاج پرسی کے لئے آئے تو اس شخص نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ تم لوگ آنحضرت ﷺ سے میرے متعلق دریافت کرو کیونکہ میں نے ایک باندی سے بدکاری کی ہے جو میرے پاس آئی تھی۔ ان لوگوں نے یہ واقعہ خدمت نبوی میں عرض کیا اور کہا کہ ہم لوگوں نے تو ایسا مریض اور کمزور شخص کسی کو نہیں دیکھا جتنا کمزور اور مریض وہ شخص ہے۔ اگر ہم لوگ اس شخص کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوں تو اس شخص کی جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی وہ تو صرف ہڈیوں پر کھال ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ درخت کی ایک سو شاخیں لے کر اس شخص کو ایک ہی مرتبہ ماردیں۔

تخریج: سنن أبي داود-الحدود (٤٤٧٢) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٢٢/٥)

شرح الحدیث: ابوامامہ جن کا نام سعد بن سہل بن حنیف ہے وہ بعض انصاری صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان میں ایک شخص بیمار ہو گیا اور بیماری سے اتنا لاغر اور کمزور ہو گیا کہ ہڈی اور کھال کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا لیکن اس کے باوجود کوئی جاریہ ان کے پاس چلی گئی تو اس کو دیکھ کر ان میں نشاط پیدا ہو گیا اور اسکے ساتھ وطی کرلی، اس کے بعد جب کچھ لوگ ان کے پاس ان کی عیادت کیلئے آئے تو اس مریض صحابی نے ان سے کہا کہ میرے بارے میں جو کچھ مجھ سے ہوا حضور ﷺ سے استفتاء کرو، ان لوگوں نے حضور ﷺ سے ان صحابی کے ضعف اور لاغری کا حال بیان کر کے ان کے بارے میں آپ ﷺ سے استفتاء کیا، اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم اس کو آپ کے پاس لے کر آئیں گے تو ان کی وہ ہڈیاں بھی صحیح سالم نہیں رہیں گی آپ نے ان کے لئے یہ فیصلہ فرمایا، أَنْ يَأْخُذُوا لَهُ مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُوهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً کہ کھجور کے خوشہ کی سو شاخیں لے کر ان کو ایک ہی مرتبہ ان کے بدن پر ماردیں یعنی اس طور پر کہ ان سب شاخوں کا اس کے بدن پر لگنا معلوم ہو جائے۔

حیلۂ مذکورہ فی الحدیث پر کس امام کا عمل ہے؟ ائمہ میں سے اس حدیث کے صرف امام شافعیؒ قائل ہیں امام مالکؒ اور حنفیہؒ اس کے قائل نہیں ان کے نزدیک حد میں صحیح اور مریض یکساں ہیں جمہور کی جانب سے خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مریض میں یہ صورت جائز ہوتی تو حاملہ میں بھی یہی صورت جائز ہو سکتی تھی لیکن حاملہ کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس میں یہ صورت کافی نہیں، کذا فی البذل [1] عن الخطابی لیکن صورت مذکورہ میں یعنی جب مریض کے اندر جلد کے تحمل کے طاقت نہ ہو اور صحت کی بھی توقع نہ ہو اس صورت میں حنفیہ بھی امام شافعی کے ساتھ ہیں کما قال ابن الھمام علامہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٧ ص ٤٤١ - ٤٤٢

شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ عمل ان حیلوں میں سے ہے جو شرعاً جائز ہیں اور اس جیسے حیلہ کی اجازت اللہ تعالیٰ نے بھی دی ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا الآیۃ یہ آیت حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے قصہ میں سورۂ ص میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کی ایک بات پر ناراض ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ میں تجھ کو سو قمچیاں ماروں گا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا یہ حیلہ بیان فرمایا: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ [1] کہ اے ایوب تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو یعنی جس میں سو سینکیں ہوں اور اپنی بیوی کو اس سے مار لو، اور اپنی قسم نہ توڑو، چنانچہ اس آیت کی روشنی میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو قمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سو قمچیاں الگ الگ مارنے کی بجائے تمام قمچیوں کا ایک گٹھا بنا کر ایک ہی مرتبہ مارے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے لیکن اس کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں، کما قال ابن الھمام ایک تو یہ کہ اس شخص کے بدن پر ہر قمچی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے، دوسرے یہ کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو، اور اگر اتنے ہلکے سے بدن کو لگائیں کہ بالکل تکلیف نہ ہوئی تو قسم پوری نہ ہو گی [2]۔

٤٤٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: فَجَرَتْ جَارِيَةٌ لِآلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «يَا عَلِيُّ، انْطَلِقْ فَأَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ» . فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا بِهَا دَمٌ يَسِيلُ لَمْ يَنْقَطِعْ، فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ: «يَا عَلِيُّ، أَفَرَغْتَ» قُلْتُ: أَتَيْتُهَا وَدَمُهَا يَسِيلُ، فَقَالَ: «دَعْهَا حَتَّى يَنْقَطِعَ دَمُهَا، ثُمَّ أَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ، وَأَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى فَقَالَ فِيهِ: قَالَ: «لَا تَضْرِبْهَا حَتَّى تَضَعَ» وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

ترجمہ: علیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی شخص کی باندی نے زنا کر لیا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علیؓ! اٹھو اور اس پر حد قائم کرو حضرت علیؓ نے دیکھا تو اس باندی کے خون جاری تھا۔ میں واپس آیا تو آپ نے دریافت فرمایا: اے علیؓ تم حد مار کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس باندی کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس باندی کے خون جاری ہے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا، اس باندی کو چھوڑ دو جب تک اس کا خون بند نہ ہو اس کے بعد اس پر حد قائم کرو اور تم لوگ اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کیا کرو۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ ابو الاحوص نے عبد الاعلی سے اسی طرح روایت کی اور شعبہ نے عبد الاعلی سے روایت بیان کی ہے البتہ اس روایت میں اس طرح ہے کہ اس باندی کو حد نہ لگاؤ یہاں تک کہ اسکے بچہ پیدا ہو لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٥) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤١) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٧٣) مسند أحمد - مسند

---

[1] اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو (سورۃ ص ٤٤)

[2] ملخصاً من معارف القرآن — ج ٧ ص ٥٢٢ ۔

العشرة المبشرین بالجنة (١٥٦/١).

شرح الحدیث حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے گھرانے کی ایک باندی نے زنا کا ارتکاب کر لیا، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! جاؤ اور اس پر حد قائم کرو، میں اس کو لیکر چلا تو دیکھا کہ اس سے خون بہہ رہا ہے، میں لوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس کام سے فارغ ہو گئے؟ میں نے عرض کیا کہ میں اس باندی کے پاس گیا تھا لیکن اس کے خون بہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اس کو فی الحال چھوڑ دو، بعد میں حد جاری کر دینا اور یہ فرمایا آپ نے أَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، حدیث کے اس آخری ٹکڑے پر کلام ابھی گزر چکا اور اختلاف علماء بھی، والحدیث اخرجہ النسائی ومسلم والترمذی معناہ.

٣٥- بَابٌ فِي حَدِّ الْقَذْفِ

جھوٹی تہمت لگانے والے کی حد کے بیان میں

قذف کی تعریف اوراحصان قذف کامصداق: قذف کے لغوی معنی رمی کے ہیں وفی الشرع نسبة من أحصن إلی الزنا صریحًا، أو دلالة (هامش الهداية [1]) یعنی شخص محصن کو منسوب کرنا زنا کی طرف، نسبت صراحۃ ہو یا دلالۃ، لہٰذا غیر محصن پر تہمت زنا لگانے سے قاذف پر حد قذف جاری نہیں ہوگی اور احصان کے معنی آگے ہدایہ سے آرہے ہیں جس طرح رجم کے لئے زانی کے اندر صفت احصان کا پایا جانا ضروری ہے بغیر اسکے رجم نہیں ہوتا اسی طرح حد قذف کیلئے بھی مقذوف میں صفت احصان کا پایا جانا ضروری ہے، وفی الهداية: وإذا قذف الرجل رجلا محصنا أو امرأة محصنة بصريح الزنا وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطا إن كان حرا" لقوله تعالى: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ إلى أن قال فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً [2] الآية ويشترط مطالبة المقذوف لأن فيه حقه من حيث دفع العار، وإحصان المقذوف لما تلونا. والإحصان أن يكون المقذوف حرا عاقلا بالغا مسلما عفيفا عن فعل الزنا اھ [3] یہ جو احصان کی تعریف یہاں مذکور ہے یہ احصان القذف ہے اور وہ احصان جو باب الرجم میں گذرا وہ احصان الرجم تھا اسی لئے دونوں میں فرق ہے وقد سبقت الاشارة اليه هناك.

٤٤٧٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، أَنَّ ابْنَ أَبِي عَدِيٍّ، حَدَّثَهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَمَّا نَزَلَ عُذْرِي، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ ذَاكَ، وَتَلَا - تَعْنِي - الْقُرْآنَ، فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ، أَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوا حَدَّهُمْ».

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدی ـ ج ٤ ص ١٣٥

[2] اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں کو پھر نہ لائیں چار مرد شاہد تو مارو ان کو اسی درے (سورۃ النور ٤)

[3] الهداية شرح بداية المبتدی ـ ج ٤ ص ١٣٥ ـ ١٣٦

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب میری صفائی میں آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ان آیات کے نزول کا تذکرہ فرمایا اور قرآن کریم تلاوت فرمایا اس کے بعد آپ ﷺ جب منبر سے اُترے تو آپ نے دو مرد اور ایک عورت کے لئے (حد لگائے جانے کا) حکم فرمایا پھر لوگوں نے انہیں حد لگائی۔

٤٤٧٥ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَذْكُرْ عَائِشَةَ، قَالَ: فَأَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِالْفَاحِشَةِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، وَمِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ، قَالَ النُّفَيْلِيُّ: وَيَقُولُونَ: الْمَرْأَةُ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ.

ترجمہ: محمد بن اسحٰق سے اسی طرح مروی ہے اس روایت میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں اور اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں مردوں اور ایک عورت کو کہ جنہوں نے بری بات کہی تھی (نعوذ باللہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تھی) وہ مرد حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ تھے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ عورت حمنہ بنت جحش تھی۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٧٤) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٦٧)

شرح الحديث: حديث الافک: اس باب میں مصنف اس امت میں جو سب سے بڑا قذف اور تہمت کا واقعہ ہو سکتا ہے اس سے متعلق حدیث کا ایک جزلائے ہیں حدیث الافک یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ترمذی [1] میں چند صفحات میں مذکور ہے، افک کا یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں پیش آیا ۵ھ میں کما فی تاریخ الخمیس وفی التلقیح لابن الجوزی ۶ھ [2] اور حدیث الإفك کا ذکر ابوداود [3] میں بھی اشارۃً آیا ہے، ولفظه: عَنْ عَائِشَةَ. وَذَكَرَ الْإِفْكَ. قَالَتْ: جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: "أَعُوذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ [4]} الْآيَةَ. یہاں اس باب میں یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میری براءۃ کے بارے میں آیات نازل ہوئیں تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ان آیات کے نزول کا ذکر فرمایا اور ان آیات کو تلاوت فرمایا (جو دس آیتیں ہیں جو سورۂ نور میں) اور پھر منبر پر سے اترنے کے بعد دو مرد اور ایک عورت پر حد قذف جاری کرنے کا حکم فرمایا یعنی حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ، اور حمنہ بنت جحش۔

عبد اللہ بن ابی پر حد قذف جاری کی گئی یا نہیں؟ اس روایت میں عبد اللہ بن ابی کا ذکر نہیں آیا حالانکہ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب حديث الإفك ٣٩١٠، صحيح مسلم - كتاب التوبة - باب في حديث الإفك وقبول توبة القاذف ٢٧٧٠، جامع الترمذي - كتاب التفسير - باب تفسير سورة النور ٣١٨٠

[2] تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس - ج ١ ص ٤٧٥، تلقيح فهوم أهل الأثر - ص ٤٥

[3] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب من لم ير الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ٧٨٥

[4] جو لوگ لائے ہیں یہ طوفان تمہیں میں ایک جماعت ہیں (سورة النور ١١)

اسی کے بارے میں قرآن میں یہ ہے، وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ❶، کتب صحاح میں تو عبد اللہ بن ابی پر نہ حد جاری کرنے کا ذکر ہے اور نہ تہمت لگانے کا قاضی عیاضؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے قذف ثابت نہیں ہاں وہ اس مسئلہ کو اچھالتا ضرور تھا اور ریشہ دوانیاں کرتا تھا (بل الذي ثبت أنه كان يستخرجه ويستوشيه) لیکن حافظؒ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا قلت وقد ورد أنه قذف صريحا ووقع ذلك في مرسل سعيد بن جبير عند ابن أبي حاتم وغيره وفي مرسل مقاتل بن حيان عند الحاكم في الإكليل بلفظ فرماها عبد الله بن أبي اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی بعض روایات مرسلہ میں وارد ہے کہ اس پر حد جاری کی گئی اخرجه الحاكم في الإكليل، اور حافظؒ کے کلام میں یہ بھی ہے کہ ابن قیمؒ ان ہی میں سے ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی پر حد قذف جاری نہیں کی گئی ❷، اور پھر انہوں نے اسکی ایک حکمت بھی بیان کی، پھر حافظؒ نے اس رائے کا رد کرتے ہوئے وہ لکھا جو اوپر گذر گیا (من البذل ❸)

٣٦۔ بَابُ الْحَدِّ فِي الْخَمْرِ

شراب پینے کی مقرر سزا کا ذکر

حد زنا میں ایک صورت میں جلد اور ایک صورت میں رجم ہے اور یہ دونوں حکم قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن آیت رجم منسوخ التلاوۃ ہے حد زنا سو کوڑے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں اسکی تصریح ہے اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ❹، اسی طرح حد قذف اسی کوڑے ہیں جس کی قرآن کریم میں تصریح ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً ❺ لیکن حد شرب خمر جس کا یہ باب شروع ہو رہا ہے اس کی کوئی حد اور سزا قرآن کریم میں مذکور نہیں صرف خمر کی تحریم مذکور ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ❻، البتہ حد شرب احادیث سے ثابت ہے لیکن احادیث مرفوعہ میں اسکی خاص مقدار مقدار معین طور پر ثابت نہیں جیسا کہ باب کی پہلی حدیث میں آرہا ہے۔

٤٤٧٦ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، وَهٰذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

❶ اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجھ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے (سورۃ النور ١١)
❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٨ ص ٤٨١
❸ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٤٥
❹ بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے (سورۃ النور ٢)
❺ اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں کو پھر نہ لائیں چار مرد شاہد تو مارو ان کو اسی درے اور (سورۃ النور ٤)
❻ یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ (سورۃ المائدہ ٩٠)

عَلِيِّ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقِتْ فِي الْخَمْرِ حَدًّا»، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ، فَلُقِيَ يَمِيلُ فِي الْفَجِّ، فَانْطُلِقَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَاذَى بِدَارِ الْعَبَّاسِ، انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهُ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ، وَقَالَ: «أَفَعَلَهَا؟» وَلَمْ يَأْمُرْ فِيهِ بِشَيْءٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ، حَدِيثُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ هَذَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شراب کی کسی قسم کی کوئی حد متعین نہیں فرمائی اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک شخص نے شراب پی تو اسے نشہ ہو گیا اور راستہ میں لڑکھڑاتا ملا تو اس شخص کو لوگ لے کر خدمت نبوی میں لے جانے لگے۔ جب وہ شخص ابن عباسؓ کے مکان کے سامنے پہنچا تو وہ اچانک بھاگ گیا اور ابن عباسؓ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے لپٹ گیا پھر یہ پورا واقعہ خدمت نبوی میں عرض کیا گیا۔ آپ کو ہنسی آگئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس شخص نے اس طرح کیا ہے؟ اور آپ نے اس کے سلسلے میں کوئی حکم نہیں فرمایا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ میرے استاد حسن بن علی کی یہ وہ روایت ہے جس کو نقل کرنے میں اہل مدینہ منفرد ہیں (اس حدیث کے اکثر راوی اہل مدینہ نہیں ہاں عکرمہ اور ابن عباس مدنی ہیں ان دونوں کے اعتبار سے اس کو اہل مدینہ کی روایت کہہ سکتے ہیں۔ بذل [1])

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٧٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٢/١)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ نے خمر میں حد کی مقدار معین نہیں فرمائی، یہ مطلب نہیں کہ اس کیلئے آپ ﷺ نے کوئی حد ہی نہیں فرمائی جیسا کہ بعض لوگوں کو اس سے یہی وہم ہوا اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ خمر میں کوئی حد واجب نہیں بلکہ اس میں صرف تعزیر ہے لیکن یہ غلط ہے اسلئے کہ صحابہ کرامؓ سے اس میں وجوب حد پر اجماع منقول ہے اور یہ جو آگے حدیث ابن عباسؓ میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے شراب پی جس سے اس کو نشہ چڑھ گیا اور راستہ میں اِدھر اُدھر گرتے ہوئے اور جھکتے ہوئے اس کو دیکھا گیا لوگ اس کو پکڑ کر حضور ﷺ کے پاس لیجانے لگے جب راستہ میں حضرت عباسؓ کے گھر کے سامنے کو گذرا تو لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر حضرت عباسؓ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے چمٹ گیا لوگوں نے اس چیز کا ذکر حضور ﷺ سے کیا آپ ﷺ اس پر ہنسے اور مسکرائے اور فرمایا کہ کیا واقعی اس نے ایسا کیا ہے اور مزید اسکے بارے میں کوئی حکم نافذ نہیں فرمایا۔

اس قصہ سے عدم الحد فی الشرب پر استدلال صحیح نہیں، بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امام کیلئے یہ ضروری نہیں کہ محض لوگوں کے خبر دینے سے کسی شخص پر حد جاری کرے یا اس کے بارے میں بحث اور تفتیش کرے جب تک کہ وہ خود امام کے سامنے موجب حد کا اقرار نہ کرلے یا شہادت شہود سے ثابت نہ ہو جائے اور اس واقعہ میں یہ چیز پائی نہیں گئی۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٤٧

حد خمر میں ائمہ کے مذاہب: اب یہ کہ حد شرب خمر کی مقدار شرعاً کیا ہے؟ سو اس میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ کے نزدیک اسی ۸۰ کوڑے ہیں، اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک چالیس کوڑے، دونوں روایات مختلفہ آگے کتاب میں آرہی ہیں۔ والحدیث سکت علیه المنذری وقد رواه النسائی کما فی تعلیق الشیخ محمد عوامه.

٤٤٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ، فَقَالَ: «اضْرِبُوهُ». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُولُوا هَكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو مارو۔ تو ہم لوگوں میں سے کسی شخص نے اسے ہاتھ سے، کسی نے اپنے جوتے سے اور کسی نے کپڑے سے مارا۔ پھر جب فارغ ہو گئے تو جماعت میں سے کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل ورسوا کرے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کہو اس پر شیطان کی مدد نہ کرو۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کے پاس ایک شارب خمر کو لایا گیا آپ نے فرمایا اس کی پٹائی کرو، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پس بعض نے ہم میں سے اسکی پٹائی اپنے ہاتھ سے کی اور کسی نے جوتے سے بعضوں نے اپنے کپڑے سے یعنی اس کو لپیٹ کر اور کوڑے کی طرح بنا کر جب وہ شخص جانے لگا تو بعض لوگوں نے کہا، أَخْزَاكَ اللهُ اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے تو آپ ﷺ نے ایسا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسکے بارے میں شیطان کی اعانت مت کرو اسلئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرے گا تو اسی طرح تو وہ معاصی میں مشغول ہو گا جو شیطان کا عین مقصود ہے لہٰذا اسمیں شیطان کی اعانت ہے۔ والحدیث اخرجه البخاری، قاله المنذری۔

٤٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ أَبِي نَاجِيَةَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ فِيهِ بَعْدَ الضَّرْبِ: ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «بَكِّتُوهُ» فَأَقْبَلُوا عَلَيْهِ يَقُولُونَ: مَا اتَّقَيْتَ اللهَ، مَا خَشِيتَ اللهَ، وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ أَرْسَلُوهُ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: "وَلَكِنْ قُولُوا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ" وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ الْكَلِمَةَ وَنَحْوَهَا.

ترجمہ: محمد بن داؤد نے ابن الہاد سے اسی کے ہم معنی نقل کیا ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب لوگ اس شخص کو مار پیٹ کر فارغ ہو گئے تو آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ کرو تو لوگ اس کو یوں کہنے

لگے: تجھے اللہ کا ڈر نہیں آیا۔ تجھے اللہ کا خوف نہیں ہے اور تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرم وحیا نہیں آئی پھر اس شخص کو چھوڑ دیا۔ اس روایت کے اخیر میں یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیکن اے لوگو! اس طرح کہو کہ اے اللہ اس شخص کی مغفرت فرمادے اور اس شخص پر رحم فرما اور یحییٰ بن ایوب، حیوۃ اور ابن لہیعہ میں سے تشریح اور بعض راوی مقابلہ میں اس روایت کے الفاظ زیادہ نقل کرتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٥) صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٩) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٧٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٠٠)

شرح الحدیث: اس روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ اس کو زجر وتوبیخ کرو اس پر لوگوں نے اس کو کہا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تجھ کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرم نہیں آئی پھر اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُولُوا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔

٤٤٧٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ»، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرْبَعِينَ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ دَعَا النَّاسَ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ دَنَوْا مِنَ الرِّيفِ، - وَقَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْقُرَى وَالرِّيفِ - فَمَا تَرَوْنَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: نَرَى أَنْ تَجْعَلَهُ كَأَخَفِّ الْحُدُودِ، فَجَلَدَ فِيهِ ثَمَانِينَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّهُ جَلَدَ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ أَرْبَعِينَ» وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ضَرَبَ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ الْأَرْبَعِينَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کی صورت میں جوتوں اور کھجور کی چھالوں سے حد لگائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرابی کے چالیس کوڑے لگائے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اب لوگ باغات اور کھیتوں کے قریب ہوگئے ہیں۔ مسدد نے یہ الفاظ کہے گاؤں اور باغات، بھٹیوں سے (مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ شراب پینے لگے) تو اب شراب پینے والے شخص کی حد کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ حدود میں سب سے جو ہلکی حد ہے وہی متعین کردیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی شاخوں اور جوتوں سے چالیس مرتبہ مارا۔ شعبہ نے عن قتادہ عن انس اس طرح نقل کیا کہ اس کو دو کھجور کی چھالوں سے چالیس مرتبہ مارا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩١) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٦) جامع الترمذي - الحدود (١٤٤٣) سنن أبي داود - الحدود

(٤٤٧٩)سنن ابن ماجه-الحدود(٢٥٧٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(١١٥/٣)سنن الدارمي-الحدود(٢٣١١)

شرح الحديث: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے شرب خمر کی سزا میں جرید اور نعال سے پٹائی کی (اس روایت میں اسکی مقدار مذکور نہیں) اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چالیس کوڑے لگائے پھر جب حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے صحابہؓ کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ اب لوگ باغ اور کھیتوں کے قریب ہو گئے ہیں یعنی فتوحات کی وجہ سے یہ اس وقت کی بات ہے جب شام اور عراق جو سرسبز علاقے ہیں وہ فتح ہو گئے تھے مقصد یہ ہے کہ اب پھلوں اور انگوروں کی کثرت کی وجہ سے شراب نوشی بڑھ گئی تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ اب تمہاری رائے حد خمر کے بارے میں کیا ہے تو اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ حدود ثابتہ میں جو سب سے خفیف حد ہے وہ طے کر دی جائے چنانچہ اس پر اسّی ۸۰ کوڑے طے ہو گئے والحديث اخرجه مسلم بتمامه واخرجه البخاري المسند وفعل الصديق نقط واخرجه ابن ماجه المسند منه فقط قاله المنذري۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ الخ: اوپر ہشام کی روایت میں قتادہ سے یہ آیا تھا حضور ﷺ کے بارے میں انه جلد فی الخمر بالجريد والنعال بغير ذکر تعداد کے مصنف فرما رہے ہیں کہ ابن ابی عروبہ کی روایت میں اس کی تعداد مذکور ہے یعنی اربعین اور شعبہ کی روایت میں قتادہ سے، ضرب بجريد تين نحو اربعين، تو گویا اب تین طرح کی روایتیں ہو گئیں ایک مطلق بغیر ذکر عدد کے اور ایک میں جلد بالجريد اربعين، اور تیسری میں بجريد تين نحو اربعين، اس تیسری روایت میں ضرب کی تعداد اسّی ۸۰ بار ہو جائے گی اس لئے کہ ہر ضرب متضمن ہو گی دو ضربوں کو دو شاخوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے، اس حدیث میں آیا کأخف الحدود یعنی جو حدود قرآن کریم میں منصوص ہیں اور وہ تین ہیں ایک حد السرقة قطع يد، اور حد الزنا جلد مائة، اور حد القذف ثمانون جلدة، یہ حدیث حد خمر کے بارے میں حنفیہ مالکیہ کی دلیل ہے جن کے نزدیک حد قذف اسی، ۸۰ کوڑے ہیں۔

حديث ابي عروبة مرسل وحديث شعبة اخرجه مسلم و الترمذي واخرجه البخاري ولم يذكر اللفظ. قاله المنذري۔

٤٤٨٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الدَّانَاجُ، حَدَّثَنِي حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ الرَّقَاشِيُّ هُوَ أَبُو سَاسَانَ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ، فَشَهِدَ عَلَيْهِ حُمْرَانُ وَرَجُلٌ آخَرُ. فَشَهِدَ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ رَآهُ شَرِبَهَا - يَعْنِي الْخَمْرَ - وَشَهِدَ الْآخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتَّى شَرِبَهَا، فَقَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ. فَقَالَ عَلِيٌّ لِلْحَسَنِ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ. فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، قَالَ: فَأَخَذَ السَّوْطَ فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ، فَلَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِينَ، قَالَ: «حَسْبُكَ، جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ» ، أَحْسِبُهُ قَالَ: وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ.

ترجمہ: حصین بن منذر رقاشی ساسان کے والد سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس موجود تھا کہ اس وقت لوگ حضرت ولید بن عقبہ کو لے کر آئے اور ان پر حُمران نے (جو کہ حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے) اور ایک شخص نے گواہی دی تو ایک شخص نے (گواہی میں) بیان دیا کہ میں نے اس کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے ولید کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس نے شراب کی قے تبھی تو کی ہے جب اس نے پی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو حد مارنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے حد مارنے کیلئے حکم فرمایا۔ حضرت سیدنا حسنؓ نے جواب دیا کہ خلافت کے مشقت والے کاموں پر ان کو نگران اور ذمہ دار بنائیں جو خلافت کے منافع حاصل کرتے ہیں (مراد حضرت عثمانؓ اور بنو اُمیہ ہیں) پھر حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے فرمایا تم حد لگا دو۔ انہوں نے دُرّہ لے کر اس شرابی کو مارنا شروع کیا حضرت علیؓ شمار فرماتے رہے جب چالیس پر پہنچے تو فرمایا کافی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے (شرابی کو) چالیس کوڑے مارے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی چالیس ہی مرتبہ مارا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے اسی کوڑے مارے ہیں اور یہ سب ہی مشروع ہے اور مجھ کو تو یہ چالیس (کوڑے) مارنا بہت پسندیدہ ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٦) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٠) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٦٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٢/١) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٢)

شرح الحدیث: ابو ساسان کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا میرے سامنے ان کے پاس ولید بن عقبہ کو لایا گیا جس پر حُمران حضرت عثمانؓ کے غلام اور ایک دوسرے شخص نے شراب کی گواہی دی، ایک نے گواہی دی کہ میں نے اس کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے دوسرے نے کہا کہ میں نے اس کو شراب کی قئ کرتے ہوئے دیکھا ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ شراب پیئے بغیر تو اس کی قئ نہیں کر سکتا، گویا اس شہادت کا اعتبار فرمایا، اور پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس پر حد جاری کرو، انہوں نے اپنے بیٹے حسنؓ سے فرمایا کہ تو اس پر حد قائم کر، انہوں نے اس پر بہت کرارا جواب دیا وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا [1] کہ خوشگوار چیز پر آپ جن کو امیر بناتے ہیں ناگوار امور پر بھی انہی کو بنائیں، اس پر حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے بھتیجے سے فرمایا کہ اچھا حد تم قائم کرو، انہوں نے کوڑا اٹھایا اور مارنا شروع کیا اور حضرت علیؓ شمار کرتے رہے، پس جب چالیس پر پہنچے تو حضرت علیؓ نے ان کو روک دیا اور فرمایا حَسْبُكَ، حضور ﷺ نے چالیس ہی کوڑے لگائے ہیں اور ایسے ہی ابو بکر صدیقؓ نے اور عمرؓ نے اسی ۸۰ لگائے اور دونوں ہی مشروع ہیں لیکن میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے یعنی چالیس، اور صحیح مسلم میں بھی اسی طرح ہے یعنی اربعین۔

---

[1] وفي هامش البذل (ج ١٧ ص ٤٥٢): مثل معروف وقد قال عمر رضي الله تعالى عنه لابي مسعود اذ سأله اما يبلغني انك تقضي ولست بأمير فقال نعم ول حارها من تولى قارها، كذا في ازالة الخفاء ٢ ص ١١٩۔

جمع بین الروایات المختلفہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے لگوائے اور صحیح بخاری میں ہے عبید اللہ بن عدی بن الخیار کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اسکے اسی ۸۰ کوڑے لگوائے حالانکہ قصہ ایک ہی ہے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مشہور مذہب شرب خمر میں اسی ۸۰ کوڑوں کا ہے لہٰذا جمع بین الروایتین اس طرح کیا جائے کہ وہ جو ایک روایت میں آتا ہے أَنَّهُ جَلَدَهُ بِسَوْطٍ لَهُ رَأْسَانِ فَضَرَبَهُ بِرَأْسِهِ أَرْبَعِينَ یعنی ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے جس کوڑے کو استعمال کیا تھا اور چالیس لگوائے تھے اس کے دو سرے تھے، لہٰذا ایک مرتبہ میں دو کوڑے لگے پس مجموعہ اسی ۸۰ ہو گیا [1] اور اس صورت میں وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ سے اشارہ فعل عمرؓ یعنی ثمانین کی طرف ہو گا۔

یہ ولید بن عقبہ جس کا یہ واقعہ ہے حضرت عثمانؓ کا اخیافی بھائی تھا فتح مکہ کے دن اسلام لایا، حضرت عثمانؓ ہی کے پاس پرورش پائی یہاں تک کہ انہوں نے اسکو سعد بن ابی وقاصؓ کے عزل کے بعد کوفہ کا والی بنادیا وقصة صلاته بالناس أربعًا ،وهو سكران مشهورة، وقصة عزله بعد أن ثبت عليه شرب الخمر أيضا مخرجة في الصحيحين ،وعزله عثمان بعد جلده عن الكوفة، ولما قتل عثمان اعتزل الوليد الفتنة فلم يشهد مع علي ولا مع غيره ،ولكنه كان يحرض معاوية على قتال علي بكتبه وبشعره (من البذل [2]) اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ خمر کی قئ کرنا ثبوت حد کیلئے کافی ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ محض اس سے حد جاری نہیں کی جائے گی کیونکہ اسمیں مختلف احتمال ہیں مثلاً یہ کہ ہو سکتا ہے اس نے بے خبری میں اسکو پیا ہو شراب سمجھ کر نہ پیا ہو یا کسی کے اکراہ کی وجہ سے پیا ہو أو غير ذلك من الأعذار المسقطة للحدود [3]، اور آگے وہ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کی دلیل یہاں پر قوی ہے لأن الصحابة اتفقوا على جلد الوليد بن عقبة المذكور في هذا الحديث اور ہمارے اصحاب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ غالباً حضرت عثمانؓ کو شرب ولید کا علم تھا فقضى بعلمه في الحدود وهذا تأويل ضعيف اهـ (بذل) حاشیہ بذل میں لکھا ہے اس میں جو مذہب شافعیہ کا ہے وہی حنفیہ کا ہے کما في الهدایہ [4]۔ والحديث اخرجه مسلم وابن ماجه. قاله المنذري۔

٤٤٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنِ الدَّانَاجِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: «جَلَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ، وَأَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَكَمَّلَهَا عُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ:

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١١ ص ٢٢٠
[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٥٣
[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١١ ص ٢١٩
[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٥١ـ٤٥٢

وَقَالَ الْأَصْمَعِيُّ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا: «وَلِّ شَدِيدَهَا، مَنْ تَوَلَّى هَيِّنَهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا كَانَ سَيِّدَ قَوْمِهِ حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَبُو سَاسَانَ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شراب پینے والے کو سزا کے طور پر حد چالیس کوڑے مارے ہیں اور پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اس حد کو اسی کوڑوں سے مکمل فرمایا اور یہ تمام افعال مشروع ہیں۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا اصمعی نے بیان کیا وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا، کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے خلافت کی سہولیات حاصل کی ہیں اسی کو مشکلات بھی برداشت کرنے دو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٦) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨١) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٦٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٢/١) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٢)

شرح الحديث: اس حدیث کا مضمون پہلے آچکا۔

٣٧- بَابُ إِذَا تَتَابَعَ فِي شُرْبِ الْخَمْرِ

جو شخص کئی مرتبہ شراب پئے تو اسکی کیا سزا ہے؟

٤٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا شَرِبُوا الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاقْتُلُوهُمْ».

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب لوگ شراب پئیں تو ان کو کوڑے مارو اور پھر اگر وہ (دوبارہ) شراب پئیں (یعنی تیسری مرتبہ) تو کوڑے مارو پھر (چوتھی مرتبہ) پئیں تو انہیں قتل کر دو۔

شرح الحديث: یعنی تین بار تک شارب خمر کے کوڑے لگائے جائیں پھر چوتھی بار اگر پئے تو اسکو قتل کر دیا جائے اس کے بعد ابن عمرؓ کی روایت ہے جس میں یہ ہے وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي الْخَامِسَةِ: «إِنْ شَرِبَهَا فَاقْتُلُوهُ»، آگے بھی مصنفؒ طرق کا اختلاف خامسہ اور رابعہ میں بیان کر رہے ہیں آگے قبیصہ بن ذویب کی روایت میں آرہا ہے فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، وَرَفَعَ الْقَتْلَ، وَكَانَتْ رُخْصَةً، یعنی چوتھی مرتبہ بھی آپ نے شارب خمر کے کوڑے ہی لگائے، لہٰذا قتل کا حکم جو آپ کی جانب سے قولا تھا وہ آپ ﷺ کے عمل سے منسوخ ہو گیا۔

قتل شارب فی الرابعة کے نسخ کی بحث: منذریؒ امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں: والقتل منسوخ بهذا الحديث وغیرہ اور امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے حدیث الامر بالقتل سے مقصود زجر و تہدید ہو جیسے اس حدیث میں ہے مَنْ قَتَلَ

عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ (1) وہ فرماتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ قتل فی الخامسہ واجب ہو اور پھر اجماع امت سے منسوخ ہو گیا لیکن ایک طائفہ شاذہ قتل کا قائل ہے چار مرتبہ کے بعد خامسہ میں (2) (بذل عن المنذری (3)) امام ترمذیؒ نے بھی نسخ کے قول کو اختیار کیا ہے اسی قبیصہ بن ذویب کی حدیث کے پیش نظر، اور اسی مضمون کی دوسری حدیث جس کے راوی جابر بن عبد اللہؓ ہیں اس کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَمِمَّا يُقَوِّي هَذَا مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ أَنَّهُ قَالَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ" (4) اور حاشیہ بذل میں ہے: وأنكر الدمنتي على الترمذي النسخ، وبسط الكلام ورجح القتل اھ (5) یہ دمنتی یعنی علی بن سلیمان الدمنتی المالکی ہیں انہوں نے علامہ سیوطیؒ کے جو حواشی ہیں کتب ستہ پر ہر ایک کی الگ الگ تلخیص کی ہے سیوطیؒ کا حاشیہ جو ترمذی پر ہے اس کا نام قوت المغتذي ہے اور تلخیص دمنتی کا نام نفع قوت المغتذي ہے اسی طرح ابوداؤد پر جو حاشیہ ہے سیوطیؒ کا مرقاۃ الصعود اس کی جو تلخیص دمنتی نے کی اسکا نام رکھا درجات مرقاۃ الصعود ان علامہ دمنتی نے اپنے اس حاشیہ میں متعدد روایات قتل شارب بعد الرابعہ کے ثبوت میں ذکر کی ہیں اور پھر اخیر میں لکھتے ہیں: فهذه بضعة عشر حديثا كلها صحيحة صريحة في قتله بالرابعة وليس لها معارض صريح وقول من قال بالنسخ لا يعضده دليل وقولهم انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اتى برجل قد شرب بالرابعة فضرب به ولم يقتله "لا يصلح لرد هذه الاحاديث لوجوه الاول انه مرسل الى آخر ما بسط في ذلك حافظؒ نے فتح الباری میں منکرین نسخ کے اشکالات کے جوابات دیئے ہیں بذل میں خطابی سے نقل کیا تھا: أجمعوا على أنه لا يقتل إذا تكرر منه اس پر حاشیہ بذل میں ہے فقد ذكر الحافظ أن النعيمان جلد في الخمر اكثر من خمسين مرة نیز حاشیہ میں یہ بھی ہے: وبدلالة الاجماع استدل في تدريب الراوي على النسخ وبسط له القرائن اھ (6) اس نعیمان کے بعض واقعات فتح الباری میں مذکور ہیں اس باب کے تحت بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ جس میں امام بخاریؒ یہ حدیث لائے ہیں عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ

---

(1) سنن أبي داود - كتاب الديات - باب من قتل عبده أو مثل به أيقاد منه ٤٥١٥

(2) قال الحافظ: وكأنه أشار إلى بعض أهل الظاهر فقد نقل عن بعضهم واستمر عليه ابن حزم منهم واحتج له وادعى أن لا إجماع الخ (فتح الباري ج ۱۲ ص ۸۰)

(3) بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ٤٥٥

(4) جامع الترمذي - كتاب الحدود - باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه الخ ١٤٤٤

(5) بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ٤٥٦

(6) بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۷ ص ٤٥٥

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ [1]، یہ عبد اللہ جن کا لقب حمار ہے یہ اور نعیمان یہ دونوں ایک ہی ہیں یا الگ الگ اس پر کلام فتح الباری میں دیکھا جائے وکان یضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ حضور ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے اپنی عجیب اور نادر باتوں سے، اسکے بعض دلچسپ واقعات فتح الباری میں مذکور ہیں [2]۔

۴۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بِهَذَا الْمَعْنَى قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي الْخَامِسَةِ: «إِنْ شَرِبَهَا فَاقْتُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَكَذَا فِي حَدِيثِ أَبِي غُطَيْفٍ فِي الْخَامِسَةِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اسی طریقہ سے ارشاد فرمایا راوی کہتا ہے میرا خیال ہے اسمیں اس طرح ہے آپ ﷺ نے پانچویں مرتبہ میں فرمایا اگر وہ شخص (پانچوں مرتبہ) شراب پئے تو اس کو قتل کر دو۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: (راوی) ابو غطیف کی روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ اس کو پانچویں مرتبہ میں قتل کر ڈالو۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٣/٤)

۴۴۸۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا حَدِيثُ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ شَرِبُوا الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُمْ»، وَكَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّرِيدِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي حَدِيثِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ، فَاقْتُلُوهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نشہ کرے تو اس کو دُرے لگاؤ۔ اگر پھر (دوبارہ) نشہ کرے (شراب پئے خواہ تھوڑی یا زیادہ) تو پھر اس کے درے لگاؤ اگر پھر (تیسری مرتبہ) شراب پئے تو اس کو دُرّے لگاؤ اور اگر وہ اس پر بھی نہ رکے تو چوتھی مرتبہ میں اس کو قتل کر دو۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا: عمر بن

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحدود - باب ما يكره من لعن شارب الخمر وإنه ليس بخارج من الملة ٦٣٩٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٢ ص ٧٧

ابی سلمہ نے اپنے والد، ابو سلمہ سے روایت کیا وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص شراب پئے تو اس کو درے مارو اور اگر وہ پھر بھی نہ مانے (یعنی تین مرتبہ تک) تو پھر چوتھی مرتبہ اس شخص کو قتل کر دو۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا سہیل نے ابو صالح سے اسی طرح روایت کیا ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا اور اس میں فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ کی جگہ إِنْ شَرِبُوا الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُمْ۔ ہے تو اسی طرح ابو نعیم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے الشرید صحابی نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے حضرت رسول کریم ﷺ سے اور جدلی نے حضرت معاویہؓ سے روایت کیا۔ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ میں قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

تخریج سنن النسائي - الأشربة (٥٦٦٢) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٤) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٠/٢)

٤٤٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنَا، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ» ، فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، وَرَفَعَ الْقَتْلَ، وَكَانَتْ رُخْصَةً، قَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثَ الزُّهْرِيُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَعِنْدَهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَمُخَوَّلُ بْنُ رَاشِدٍ، فَقَالَ لَهُمَا: «كُونَا وَافِدَيْ أَهْلِ الْعِرَاقِ بِهَذَا الْحَدِيثِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الشَّرِيدُ بْنُ سُوَيْدٍ، وَشُرَحْبِيلُ بْنُ أَوْسٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَأَبُو غُطَيْفٍ الْكِنْدِيُّ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ذویبؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شراب پئے تو اس کو کوڑے مارو اور اگر پھر (دوبارہ) پئے تو کوڑے مارو اور اگر وہ اس پر بھی نہ رکے تو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اسکو قتل کر دو پھر ایک آدمی لایا گیا جس نے کہ شراب پی رکھی تھی تو آپ ﷺ نے اس شخص کو درے لگوائے پھر دوسری دفعہ اس شخص کو لائے پھر اسکے درے مارے پھر تیسری مرتبہ اسے لایا گیا آپ ﷺ نے اسے درے لگوائے پھر چوتھی مرتبہ اسے لایا گیا تو آپ ﷺ نے درے لگوائے اور اسکو قتل کرنے کا حکم فرمادیا، جو کہ رخصت تھا۔ سفیان نے بیان کیا زہری نے اس حدیث کو اس وقت بیان فرمایا کہ جب انکے پاس منصور ابن المعتمر اور مخول بن راشد بیٹھے ہوئے تھے ان سے زہری نے بیان کیا کہ تم اہل عراق کیلئے میری طرف سے یہ حدیث جا کر سناؤ۔

شرح الحدیث: یعنی امام زہریؒ نے جب یہ حدیث بیان کی اوپر والی تو ان کے پاس اس وقت منصور اور مخول بیٹھے تھے تو زہری نے ان سے فرمایا کہ میری طرف سے یہ حدیث اہل عراق کو جا کر سنا دو، اور وفد بن کر ان کے پاس چلے جاؤ، اس کی وجہ

بذل[1] میں یہ لکھی ہے کہ عراق میں کچھ خوارج تھے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے اب ظاہر ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ شارب خمر کو پہلی ہی مرتبہ میں قتل کر دیا جائے حالانکہ آپ ﷺ نے اس کو پانچویں مرتبہ پینے پر بھی قتل نہیں کیا۔

٤٤٨٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَا أَدِي - أَوْ مَا كُنْتُ لِأَدِيَ - مَنْ أَقَمْتُ عَلَيْهِ حَدًّا، إِلَّا شَارِبَ الْخَمْرِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّ فِيهِ شَيْئًا، إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ قُلْنَاهُ نَحْنُ».

ترجمہ: سعید، علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جس شخص کے حد لگاؤں اور وہ شخص (حد لگنے کی وجہ سے مرجائے) تو میں اسکی دیت نہیں ادا کروں گا سوائے شراب پینے والے شخص کے، اگر وہ حد سے مرجائے تو میں اسکی دیت بھرونگا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے شراب (پینے والے شخص کیلئے) کوئی حد مقرر نہیں فرمائی جو کچھ متعین کیا ہے وہ تو ہم لوگوں نے کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٦) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٧) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٦) سنن ابن ماجه - الحدود (2569) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٢) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٢)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ اگر میں کسی شخص پر حد جاری کروں (یعنی حد الجلد جس میں اہلاک مقصود نہیں ہوتا) اور پھر حد جاری کرنے کی وجہ سے وہ مرجائے تو میں اس کی دیت ادا نہیں کروں گا، سوائے شارب خمر کے کہ اگر وہ حد جاری کرنے کی وجہ سے مرجائے تو میں اس کی دیت ادا کروں گا کیونکہ شرب خمر کی حد حضور ﷺ کی جانب سے متعین نہیں تھی وہ ہم لوگوں نے آپس میں باہمی مشورہ سے طے کی تھی، وہ جو اس سے پہلے اس سلسلہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ذکر آیا تھا کہ انہوں نے اس بارے میں اخف الحدود کا مشورہ دیا تھا بعض روایات میں اس جگہ بجائے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے حضرت علیؓ کا نام مذکور ہے جیسا کہ موطاکی روایت میں ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں وکلاهما صحيح واشارا جميعا، کہ دونوں ہی کا ذکر یہاں پر صحیح ہے کہ ان دونوں حضرات نے یہ مشورہ دیا تھا۔

٤٤٨٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ الْمِصْرِيُّ، ابْنُ أَخِي رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ وَهُوَ فِي الرِّحَالِ، يَلْتَمِسُ رَحْلَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: «اضْرِبُوهُ» فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْعَصَا، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْمِيتَخَةِ - قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: الْجَرِيدَةُ الرَّطْبَةُ - ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِنَ الْأَرْضِ فَرَمَى بِهِ فِي وَجْهِهِ.

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ازہرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اب بھی حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف دیکھ رہا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٤٥٩

ہوں آپ ﷺ خیموں میں حضرت خالد کا خیمہ تلاش فرمارہے تھے اتنے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ تو آپ نے لوگوں سے حکم فرمایا: اس شخص کو مارو تو کسی شخص نے جوتے سے اور کسی شخص نے لاٹھی سے اس کو مارا اور کسی شخص نے کھجور کی گیلی شاخ سے اس کو مارا۔ ابن وہب نے فرمایا میتخہ کہتے ہیں کھجور کے درخت کی تازہ شاخ سے آنحضرت ﷺ نے زمین سے کچھ مٹی لے کر اس شخص کے چہرہ پر ڈال دی۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٠/٤)

شرح الحديث عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ وَهُوَ فِي الرِّحَالِ، يَلْتَمِسُ رَحْلَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، اور ایک دوسری روایت جو بعض نسخ ابی داود میں ہے، بذل کے حاشیہ پر بھی ہے [1]، اس میں یہ زیادتی ہے رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْفَتْحِ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ يَتَخَلَّلُ النَّاسَ يَسْأَلُ عَنْ مَنْزِلِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سفر کا واقعہ ہے فتح مکہ والے دن کا۔

عبد الرحمٰن بن ازہر فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن کی بات ہے کہ حضور ﷺ خیموں میں حضرت خالد بن الولید ؓ کے خیمہ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے اور یہ منظر گویا اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے، اسی اثناء آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا تھا جس نے شراب پی تھی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کی پٹائی کرو، چنانچہ لوگوں نے اس کو مارنا شروع کر دیا، بعض اس کی پٹائی جوتے سے کر رہے تھے اور بعض ڈنڈے سے اور بعض کھجور کی تر شاخ سے اور پھر اخیر میں حضور ﷺ نے زمین سے مٹی اٹھا کر اس کے چہرے پر مار دی۔

اس حدیث کا شروع کا ٹکڑا ضمناً واستطراداً راوی نے ذکر کیا ہے اپنے حفظ کی پختگی بیان کرنے کے لئے چنانچہ بذل میں ہے والمقصود بهذا الكلام بيان شدة حفظه اه [2]۔

اور اسکے بعد جو روایت آرہی ہے اس میں حنین کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شارب خمر کو لایا گیا جب آپ ﷺ حنین میں تھے اور اس میں یہ زیادتی ہے: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخَمْرِ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ جَلَدَ عُمَرُ أَرْبَعِينَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ ثَمَانِينَ فِي آخِرِ خِلَافَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ عُثْمَانُ الْحَدَّيْنِ كِلَيْهِمَا ثَمَانِينَ وَأَرْبَعِينَ، ثُمَّ أَثْبَتَ مُعَاوِيَةُ الْحَدَّ ثَمَانِينَ" یعنی حضور ﷺ کی حیات میں تو یہی ہوتا رہا کہ باقاعدہ شارب خمر کے کوڑے نہیں لگائے جاتے تھے متعین طور سے بلکہ مختلف چیزوں سے اس کی پٹائی کر دی جاتی تھی جس کے ہاتھ میں جو ہوا مثلاً جوتا، ڈنڈا، کھجور کی شاخ،

---

[1] اشارہ ہے حدیث ٤٤٨٩ کی طرف. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٦٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٦١

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں اس میں کوڑے کو استعمال کیا گیا تعداد میں اختلاف رہا، صدیق اکبرؓ نے اربعین اختیار کئے اور عمر فاروقؓ نے شروع میں اربعین اور اخیر میں ثمانین اور حضرت عثمان غنیؓ نے دونوں، لیکن پھر اخیر میں حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں اسکا استقرار ثمانین پر ہو گیا۔

٤٤٨٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِ خَالِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَزْهَرِ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَارِبٍ وَهُوَ بِحُنَيْنٍ، فَحَثَى فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ، ثُمَّ أَمَرَ أَصْحَابَهُ فَضَرَبُوهُ بِنِعَالِهِمْ، وَمَا كَانَ فِي أَيْدِيهِمْ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ: «ارْفَعُوا» فَرَفَعُوا، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخَمْرِ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ جَلَدَ عُمَرُ أَرْبَعِينَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ ثَمَانِينَ فِي آخِرِ خِلَافَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ عُثْمَانُ الْحَدَّيْنِ كِلَيْهِمَا ثَمَانِينَ وَأَرْبَعِينَ، ثُمَّ أَثْبَتَ مُعَاوِيَةُ الْحَدَّ ثَمَانِينَ".

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن ازہر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شرابی شخص کو لایا گیا آپ اس وقت غزوہ حنین میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے منہ پر مٹی ڈال دی اور صحابہ کرامؓ سے اس شخص کو مارنے کا حکم دیا تو ان حضرات نے اپنے جوتوں سے اس شرابی کو مارا اور جوتوں کے علاوہ جو کچھ ان حضرات کے ہاتھ میں تھا اس سے مارا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کرو اس پر لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، ابو بکر صدیقؓ حد شراب میں چالیس کوڑے لگاتے رہے پھر عمر فاروقؓ بھی اپنے ابتدائی زمانہ خلافت میں چالیس ہی کوڑے مارا کرتے تھے پھر اخیر زمانہ خلافت میں آپ نے بھی اسّی کوڑے مارے پھر عثمانؓ نے کبھی اسی کوڑے مارے اور کبھی چالیس کوڑے مارے پھر حضرت معاویہؓ نے اسّی کوڑے مقرر فرمائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥١/٤)

٤٤٨٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْفَتْحِ، وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ، يَتَخَلَّلُ النَّاسَ يَسْأَلُ عَنْ مَنْزِلِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِشَارِبٍ، فَأَمَرَهُمْ فَضَرَبُوهُ بِمَا فِي أَيْدِيهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالسَّوْطِ، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِعَصًا، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِنَعْلِهِ، وَحَثَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ، فَلَمَّا كَانَ أَبُو بَكْرٍ: أُتِيَ بِشَارِبٍ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ضَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي ضَرَبَهُ، فَحَزَرُوهُ أَرْبَعِينَ"، فَضَرَبَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ، كَتَبَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ انْهَمَكُوا فِي الشُّرْبِ، وَتَحَاقَرُوا الْحَدَّ وَالْعُقُوبَةَ، قَالَ: هُمْ عِنْدَكَ فَسَلْهُمْ، وَعِنْدَهُ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ، فَسَأَلَهُمْ، فَأَجْمَعُوا عَلَى أَنْ يَضْرِبَ ثَمَانِينَ، قَالَ: وَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا شَرِبَ افْتَرَى فَأَرَى أَنْ يَجْعَلَهُ كَحَدِّ الْفِرْيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَدْخَلَ عُقَيْلُ بْنُ

خَالِدٍ، بَيْنَ الزُّهْرِيِّ، وَبَيْنَ ابْنِ الْأَزْهَرِ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ، عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَزْهَرِ، عَنْ أَبِيهِ».

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ازہرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فتح مکہ کی صبح کو دیکھا، میں اس موقع پر خوب جوان تھا، آپ ﷺ لوگوں کے درمیان میں سے جا رہے تھے اور سیدنا خالد بن ولیدؓ کا پڑاؤ دریافت فرما رہے تھے کہ ایک شرابی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اس کو جوان کے ہاتھ میں تھا مارا۔ بعض نے کوڑا مارا، بعض نے لاٹھی ماری، بعض نے اپنا جوتا مارا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر مٹی پھینکی۔ پھر جب سیدنا ابو بکرؓ کا دور آیا تو ایک شراب پینے والا لایا گیا، تو انہوں نے صحابہ سے نبی کریم ﷺ کا عمل دریافت فرمایا کہ انہوں نے کس قدر مارا تھا۔ تو انہوں نے اس کا اندازہ چالیس دُرّوں کا لگایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے چالیس ضربیں لگائیں۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو لکھا کہ لوگ شراب پینے میں منہمک ہو گئے ہیں اور اس حد اور سزا کو وہ معمولی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: صحابہ کرامؓ آپ کے پاس ہیں ان سے دریافت کیجیے اور آپ کے پاس دور اول کے مہاجر صحابہ موجود تھے، تو آپؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ ایسے لوگوں کو اسی ضربیں لگائی جائیں۔ حضرت علیؓ نے کہا: شرابی جب شراب پیتا ہے تو جھوٹ بولتا اور تہمت لگاتا ہے، سو میں سمجھتا ہوں کہ اس حد کو تہمت کی حد کی مانند کر دیا جائے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ عقیل بن خالد نے اس روایت کی سند میں زہری اور عبدالرحمٰن بن ازہر کے مابین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ازہر عن ابیہ کا اضافہ کر دیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٨٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٥٠)

٣٨ - بَابٌ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حد لگائے جانے کے بیان میں

٤٤٩٠ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الشُّعَيْثِيُّ، عَنْ زُفَرَ بْنِ وَثِيمَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّهُ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ، وَأَنْ تُقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ».

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے مسجد کے اندر قصاص لینے اور وہاں پر (غلط معنی والے) شعر پڑھنے اور مسجد میں حد لگانے سے منع فرمایا۔ (کیونکہ مسجد میں خون لگنے کا احتمال ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الحدود (٤٤٩٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٣٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے منع فرمایا مسجد میں قصاص لینے سے اور (نامناسب) اشعار اس میں پڑھنے سے اور یہ کہ اس میں حدود قائم کی جائیں، کیونکہ اس میں تلویث مسجد کا قوی احتمال ہے تلویث بالدم وغیرہ (بذل [1]) ہمارے یہاں کتاب الایمان والنذور میں باب ماجاء فی تعظیم الیمین عند منبر النبی ﷺ میں یہ گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ کے عموماً فیصلے مسجد شریف میں منبر کے قریب ہوا کرتے تھے، خواہ وہ فیصلے حدود اور قصاص ہی سے متعلق کیوں نہ ہو، لیکن ان حدود اور قصاص کا اجراء اور استیفاء یہ خارج مسجد ہونا چاہئے جس کو مصنف نے اس باب میں بیان کیا۔

۳۹۔ بَابٌ فِي التَّعْزِيرِ

تعزیر کے بیان میں

تعزیر کی تعریف اوراسکاثبوت ومشروعیت: فقہائے کرام بھی کتاب الحدود کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد تعزیر کیلئے مستقل فصل قائم کرتے ہیں، تعزیر کے بارے میں لکھاہے والتعزیر تادیب دون الحد، کہ تعزیر اس سزا اور تادیبی کاروائی کانام ہے جو حد شرعی سے کم ہو، یہ ماخوذ ہے عزر سے بمعنی الرد والردع یعنی روکنا اور ٹوکنا، قال البابرتي والأصل في هذا أن من قذف غيره بكبيرة ليس فيها حد مقدر يجب التعزير [2]، یعنی جو شخص کسی شخص کی طرف ایسے کبیرہ گناہ کی نسبت کرے جس کیلئے کوئی شرعاً حد مقرر نہیں تو وہاں پر تعزیر واجب ہوتی ہے، ابن الہمامؒ [3] فرماتے ہیں وهو مشروع بالكتاب، قال الله تعالى فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا [4] أمر بضرب الزوجات تأديبا وتهذيبا. وفي الكافي قال عليه الصلاة والسلام: لا ترفع عصاك عن أهلك [5] الی آخر ماذکر۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ٤٦٤

[2] العناية شرح الهداية — ج ٤ ص ۲۱۱

[3] شرح فتح القدير — ج ٥ ص ۳۲۹

[4] تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی (سورۃ النساء ۳٤)

[5] وروى انه عليه الصلاة والسلام عزر رجلا قال لغيره يا مخنث وفي المحيط روي عنه عليه الصلاة والسلام، قال رحم الله امرأ علق سوطه حيث يراه اهله، واقوى من هذه الاحاديث قوله عليه الصلاة والسلام لا يجلد فوق عشر الا في حد، وقوله واضربوهم على تركها لعشر في الصبيان، فهذا دليل شرعية التعزير واجمع عليه الصحابة. وبالمعنى وهو ان الزجر عن الافعال السيئة كيلا تصير ملكات، فيفحش ويستدرج الى ما هو اقبح وافحش، فهو واجب، وذكر التمرتاشي عن السرخسي انه ليس فيه شئ مقدر، بل مفوض الى رأي القاضي لان المقصود منه الزجر واحوال الناس مختلفة فيه. فمنهم من ينزجر بالصيحة ومنهم من يحتاج الى اللطمة والى الضرب، ومنهم من يحتاج الى الحبس "وفي الشافي" التعزير على مراتب تعزير اشراف الاشراف هم العلماء والعلوية بالاعلام، وهو ان يقول له القاضي انك تفعل كذا وكذا فينزجر به، وتعزير الاشراف وهم الامراء والدهاقين بالاعلام والجر الى باب القاضي والخصومة في ذلك، وتعزير الاوساط وهم السوقة بالجر والحبس، وتعزير الاخساء بهذا كله۔

٤٤٩١ - أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمة: عبد اللہ، حضرت ابو بردہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے علاوہ تمام سزاؤں تعزیرات میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔

شرح الحدیث: **تعزیر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب کی تحقیق:** خطابیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ آدمی کو حق ہے اس بات کا کہ وہ اپنے غلام کی پٹائی کرے ترک صلاۃ وغیرہ معصیت پر، لیکن دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور یہی قول ہے اسحاق ابن راہویہ کا، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر چالیس کوڑوں تک نہیں پہنچنا چاہئے، اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر جرم کی حیثیت کے اعتبار سے ہے جس درجہ کا جرم ہو، اور اسکے لئے جو سزا حاکم مناسب سمجھے اسّی ۸۰ کوڑوں سے کم کم، اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ تعزیر جرم کے اعتبار سے ہوتی ہے، پس اگر اسکا جرم قذف سے بھی بڑا ہو تو سو اور سو سے بھی زیادہ کوڑے لگائے جاسکتے ہیں اھ [1]۔

اس میں امام شافعیؒ کا مذہب وہ ہے جس کو علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ ادنی الحدود تک نہ پہنچا جائے اس سے کم رہے، اور ادنی الحدود ان کے یہاں حد شرب ہے چالیس کوڑے، اب یہ کہ حد حر کا اعتبار ہے یا حد عبد کا؟ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں انکے دونوں قول ہیں، اگر حد الحر کو لیا جائے گا تو تعزیر کی زائد سے زائد مقدار ان کے نزدیک انتالیس کوڑے ہوں گے، اور اگر حد العبد کو لیا جائے گا تو انیس کوڑے ہوں گے، اور در مختار میں ہے کہ زائد سے زائد اس کی مقدار انتالیس کوڑے ہے، یعنی حد العبد سے کم، اور کم سے کم تین کوڑے، اور ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے، اور اس میں امام ابو یوسف کا قول یہ لکھا ہے کہ تعزیر کی مقدار پچھتر کوڑے تک ہو سکتی ہے، آگے اس میں ہے کہ طرفین نے حد العبد فی القذف کا اعتبار کرتے ہوئے جو کہ چالیس ہے، اس سے ایک کم کر دیا، اور امام ابو یوسف نے حد الحر کا اعتبار کرتے ہوئے اس سے ایک کوڑا کم کیا ایک روایت میں وھو قول زفر وھو القیاس، اور دوسری روایت میں پانچ کوڑے کم کر کے ان کی مقدار پچھتر کوڑے قرار دی [2]، اور در مختار میں یہ بھی ہے (و) التعزیر (لیس فیه تقدیر بل هو مفوض إلى رأي القاضي) وعليه مشايخنا زيلعي لأن المقصود منه الزجر،

ودہ بالضرب . وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال. وعندهما) الطرفین) وباقی الائمة الثلاثة لایجوز.

[1] معالم السنن—ج ٤ ص٤٠٧—٤٠٨

[2] خلاصة المذاہب اس کے بارے میں یہ ہے: امام احمدؒ ۱۰ کوڑے امام شافعیؒ انیس یا انتالیس کوڑے طرفین (ابو حنیفہؒ و محمدؒ) انتالیس کوڑے ابو یوسفؒ ایک کم اسّی یا پانچ کم اسّی امام مالکؒ علی رأی الامام بحسب الجرم وان زاد علی المائة۔

وأحوال الناس فيه مختلفة، اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں أي ليس في أنواعه تقدير، یعنی زائد سے زائد تو اس کی مقدار متعین ہے کہ مادون الحد ہونی چاہئے ❶، لیکن کس نوع کی تعزیر ہو مثلاً ضرب حبس یا فرک الاذن؟ اس لحاظ سے اس میں تعیین نہیں ❷، اور حدیث الباب امام احمدؒ و من وافقہ کی دلیل ہے، اور جمہور کی جانب سے اس حدیث کا جواب بذل میں لمعات سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ صحابہ کرام سے تجاوز عن العشرۃ ثابت ہے، اور بعضوں نے یہ جواب دیا کہ یہ حضور ﷺ کے زمانہ کے اعتبار سے ہے (کیونکہ وہ خیر القرون تھا) ❸۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٤٩٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ، حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: جابر، حضرت ابوبردہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے۔ پھر انہوں نے پہلی روایت جیسی روایت بیان فرمائی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٥٦) صحيح مسلم - الحدود (١٧٠٨) جامع الترمذي - الحدود (١٤٦٣) سنن أبي داود - الحدود (٤٤٩١) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦٠١) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٦/٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٥/٤) سنن الدارمي - الحدود (٢٣١٤)

٤٠ - بَابٌ فِي ضَرْبِ الْوَجْهِ فِي الْحَدِّ

حد میں منہ پر مارنے کے بیان میں ❹

---

❶ رد المحتار على الدر المختار - ج ٦ ص ١٠٦ - ١٠٧

❷ الأبواب والتراجم - ج ٦ ص ٢٣١

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٤٦٦ - ٤٦٧

❹ یہاں تک حدود کا بیان تھا اب مصنف تعزیر کو شروع کرتے ہیں مصنف نے کتاب الحدود میں کل چھ قسمیں حدود کی بیان کیں سب سے پہلے ردۃ اسکے بعد حرابۃ، اس کے بعد حد سرقہ، حد زنا، حد قذف، حد شرب خمر، اور قصاص کو مصنف نے آگے کتاب الدیات کے ذیل میں بیان کیا ہے کن کن چیزوں میں شریعت میں حد ثابت ہے اسکے بارے میں اوجز میں حافظ سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے اسکو سترہ چیزوں میں منحصر کیا ہے جن میں سے بعض حدود متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ، فمن المتفق عليه: ① الردة، ② والحرابة مالم يتب قبل القدرة، ③ والزنا، ④ والقذف بالزنا، ⑤ وشرب الخمر سواء اسكر اولم يسكر، ⑥ والسرقة، ان چھ کا بیان کتاب میں گذر چکا، ومن المختلف فيه: ① جحد العارية، ② وشرب مايسكر كثيره من غير الخمر، ③ والقذف بغير الزنا، ④ والتعريض بالقذف، ⑤ واللواط ولو بمن يحل له نكاحها، ⑥ واتيان البهيمة، ⑦ والسحاق، ⑧ وتمكين المرأة القرد وغيره من الدواب من وطيها، ⑨ والسحر، ⑩ وترک

٤٤٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی شخص کو (حداًیا تعزیراً) مارے تو منہ کو بچائے (یعنی منہ پر نہ مارے)۔

تخریج سنن أبي داود - الحدود (٤٤٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٤/٢)

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث مرفوع ذکر کی ہے إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ یعنی مارتے وقت چہرے سے بچا جائے اس پر نہ مارا جائے، یہ حکم عام ہے حد کو بھی شامل ہے جیسا کہ مصنف کے ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم، قالہ المنذری۔

آخر كِتَابُ الْحُدُودِ

للصلاة تکاسلاً، ⑪ والفطر فی رمضان وھذا کلہ خارج عما تشرع فیہ المقاتلۃ کما لو ترک قوم الزکاۃ وانصبوا لذلک الحرب اھ، ان مختلف فیہ حدود میں سے مصنف نے حد العاریۃ کو بھی ذکر کیا ہے اور اسی طرح لواطت کو اور اتیان البہیمۃ کو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الدِّيَاتِ

دیتوں کا بیان

امام بخاری نے كِتَابُ الْحُدُودِ کے بعد اور كِتَابُ الدِّيَاتِ سے پہلے كِتَابُ الْمُحَارِبِينَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ مستقلاً ذکر کی ہے، اور امام ابوداودؒ نے ردۃ اور حرابہ کو كِتَابُ الْحُدُودِ میں ذکر کیا ہے۔

دیت کی تعریف: قال القسطلاني: والدية هي المال الواجب بالجناية على الحرّ في نفس أو فيما دونها وهاؤها عوض عن فاء الكلمة وهي مأخوذة من الودي وهو دفع الدّية اھ [1] وقال الحافظ: وهي ما جعل في مقابلة النفس وسمي دية تسمية بالمصدر [2] یعنی دیۃ اصل میں وَدْیٌ تھاجو کہ مصدر ہے ودیٰ یدی کا یعنی دیۃ ادا کرنا اور دیۃ وہ مال ہے جو نفس کے بدلہ میں ہو، اور ایک ہوتا ہے اَرْش یعنی وہ مال جو مادون النفس کا بدلہ ہو وفی الدر المختار: الدية في الشرع اسم للمال الذي هو بدل للنفس لا تسمية للمفعول بالمصدر، لأنه من المنقولات الشرعية. والأرش اسم للواجب فيما دون النفس اھ [3] لیکن قسطلانی نے دیۃ کی تعریف میں نفس اور مادون النفس دونوں کو ذکر کر دیا ہے، کما تقدم قریباً لیکن انہوں نے دیت کی تعریف میں ایک قید بڑھائی وہ یہ کہ جنایۃ علی الحر سے جو مال واجب ہوتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ جنایۃ علی العبد سے جو مال واجب ہوتا ہے وہ دیت نہیں ہے، اس لئے کہ حر کی دیت تو متعین ہے بخلاف عبد کے کہ اسکی دیت متعین نہیں بلکہ عبد کی جو قیمت ہوگی وہ اس کی دیت ہوگی، اور ظاہر ہے کہ غلاموں کی قیمت کم زیادہ ہوتی حسب المنافع، چنانچہ فقہاء نے جنایۃ علی العبد کی فصل علیحدہ منعقد کی ہے، تنویر الابصار اور اسکی شرح درمختار میں ہے: (دية العبد قيمته فإن بلغت هي دية الحر و) بلغت قيمة الأمة دية الحرة (نقص من كل) من دية عبد وأمة (عشرة) دراهم إظهاراً لانحطاط رتبة الرقيق عن الحر وتعيين العشرة بأثر ابن مسعود - رضي الله تعالى عنه - وعنه من الأمة خمسة [4] یعنی جس عبد پر جنایت کی گئی ہے اور اس کو تلف کر دیا گیا ہے تو اس کی دیت اس کی بازاری قیمت ہوگی اس غلام کی بازار میں جو بھی قیمت ہو بشرطیکہ وہ قیمت حر کی دیت

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري— ج ١٠ ص ٤٠

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري— ج ١٢ ص ١٨٧

[3] رد المحتار على الدر المختار— ج ١٠ ص ٢٣٠

[4] رد المحتار على الدر المختار— ج ١٠ ص ٢٩٤

مقررہ سے کم ہو اور اگر اس کے برابر ہو یعنی دس ہزار درہم تو اس میں سے دس درہم کم کر دیئے جائیں گے مرتبۂ عبد کے انحطاط کو ظاہر کرنے کیلئے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔ مصنف نے دیات کے ذیل میں قصاص کو بھی بیان کیا ہے اسی طرح امام بخاریؒ نے بھی، حافظؒ فرماتے ہیں: وأورد البخاري تحت هذه الترجمة ما يتعلق بالقصاص لأن كل ما يجب فيه القصاص يجوز العفو عنه على مال فتكون الدية أشمل، یعنی جن جن چیزوں میں قصاص واجب ہوتا ہے تو چونکہ وہاں قصاص معاف کر کے مال لینا جائز ہے، اور دیۃ کی حقیقت بھی مال ہی ہے اس لئے دیت کا عنوان اعم اور اشمل ہے، آگے فرماتے ہیں حافظؒ: وترجم غيره كتاب القصاص وأدخل تحته الديات بناء على أن القصاص هو الأصل في العمد اهـ ❶ یعنی عمداً جنایت کرنے کی صورت میں اصل حکم قصاص ہی ہے، قصاص معاف کر کے مال لینا وہ ❷ امر آخر ہے، وفي البدائع ❸: أن وجوب الدية لم يعرف إلا بنص الكتاب العزيز، وهو قوله تبارك وتعالى { وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ ❹ } والنص وإن ورد بلفظ الخطأ لكن غيره ملحق به ❺۔

١ ـ بَابُ النَّفْسِ بِالنَّفْسِ

جان کے عوض جان لینے کا بیان

٤٤٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ، وَكَانَ النَّضِيرُ أَشْرَفَ مِنْ قُرَيْظَةَ، فَكَانَ إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْظَةَ رَجُلًا مِنَ النَّضِيرِ قُتِلَ بِهِ، وَإِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ فُودِيَ بِمِائَةِ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ. فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ. فَقَالُوا: ادْفَعُوهُ إِلَيْنَا نَقْتُلْهُ. فَقَالُوا: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتَوْهُ. فَنَزَلَتْ: "{ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ❻ }، وَالْقِسْطُ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، ثُمَّ نَزَلَتْ: { اَفَحُكْمَ

---

❶ فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٢ ص ١٨٧ ـ ١٨٨

❷ حاصل یہ کہ بعض مصنفین نے کتاب الدیات کا عنوان ذکر کر کے قصاص کو اسکے تحت ذکر کیا ہے اس حیثیت سے کہ دیت میں عموم و شمول ہے اسلئے کہ قصاص کے بجائے دیت لے سکتے ہیں ولا عکس (دیت کے بجائے قصاص نہیں لے سکتے) اور بعض مصنفین نے اسکے برعکس قصاص کا عنوان اختیار کر کے دیت کو اسکے تحت ذکر کیا ہے، اس حیثیت سے کہ قصاص ہمیشہ اصلی ہوتا ہے دیۃ کا بدل نہیں ہو سکتا، بخلاف دیت کے کہ وہ کبھی اصلی ہوتی ہے اور کبھی قصاص کا بدل ہوتی ہے لہذا دیت کو قصاص کے تابع کرنا چاہئے نہ کہ اسکا عکس۔

❸ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ١٠ ص ٣١٦

❹ اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو (سورۃ النسآء ٩٢)

❺ من الأبواب والتراجم — ج ٦ ص ٢٣٣

❻ اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے (سورۃ المآئدہ ٤٢)

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ [1] } "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ جَمِيعًا مِنْ وَلَدِ هَارُونَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ».

ترجمۃ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر یہود کے دو قبیلے تھے ان میں سے بنو نضیر بنو قریظہ قبیلہ سے معزز قبیلہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ بنو قریظہ قبیلہ کا کوئی شخص قبیلہ بنو نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو اسکے عوض بنو قریظہ میں بطور قصاص ایک شخص قتل کر دیا جاتا اور جب قبیلہ بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو (بنو نضیر کے اس قاتل کی جانب سے) ایک سو وسق کھجور دیت دے دی جاتی۔ جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی تو قبیلہ بنو نضیر کے ایک آدمی نے بنو قریظہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا، بنو قریظہ کے لوگوں نے کہا کہ قاتل کو ہمارے حوالے کیا جائے تا کہ ہم لوگ اس کو قتل کریں (قبیلہ بنو نضیر نے حسب سابق قاتل کو دینے سے انکار کر دیا) پھر ان لوگوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو ہم حاکم بنالیتے ہیں یہ تمام لوگ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اس پر یہ آیت کریمہ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ نازل ہوئی یعنی اے نبی! اگر آپ یہودیوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو عدل و انصاف سے فیصلہ فرمائیں عدل یہ ہے کہ جان کے عوض جان لی جائے پھر یہ آیت نازل ہوئی أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ یعنی کیا وہ لوگ جاہلیت کے فیصلہ کو پسند کرتے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٣) سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٤)

شرح الحدیث: یعنی مدینہ منورہ میں یہود کے دو قبیلے قریظہ اور بنو نضیر تھے، جن میں بنو نضیر شریف سمجھے جاتے تھے بنو قریظہ کے مقابلہ میں، پس اگر کوئی قرظی شخص بنو نضیر میں سے کسی کو قتل کر دیتا تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، اور اگر بنو نضیر میں سے کوئی قرظی کو قتل کرتا تو اس صورت میں بجائے قصاص کے سو وسق کھجور کے اس کے فدیہ میں دیدیئے جاتے، شروع میں اسی طرح ہوتا تھا پھر جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اور آپ ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو ایک نضیری یہودی نے ایک قرظی کو قتل کر دیا، تو اب ان یہود بنو قریظہ نے یہ کہا بنو نضیر سے کہ اپنے اس قاتل کو ہمارے حوالہ کیجئے تا کہ ہم اس کو قصاص میں قتل کریں، انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان محمد ﷺ حکم ہوں گے ان سے فیصلہ کرایا جائے چنانچہ یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ کریں۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ قسط جو ہے وہ یہی ہے کہ نفس کے بدلہ میں نفس لیا جائے، ثم نزلت أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ یعنی جب ان یہود نے اس حکم آیت کو پسند نہیں کیا اور آپس میں نزاع کرنے لگے تو اس پر یہ دوسری آیت نازل ہوئی، کہ کیا جاہلیت ہی کے قانون کو تلاش کرتے ہیں۔

اس حدیث میں ایک مسئلہ قضاء بین اهل الذمۃ کا ہے کہ مسلمان قاضی اہل کتاب کے درمیان فیصلہ کرے یا نہ کرے جس میں علماء کا اختلاف باب الرجم میں گذر چکا۔

[1] اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا (سورۃ المائدہ ۵۰)

یہاں بعض نسخوں میں یہ ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ جَمِيعًا مِنْ وَلَدِ هَارُونَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ» کہ یہود کے یہ دونوں قبیلے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ام المؤمنین حضرت صفیہؓ بھی ان ہی میں سے ہیں، جیسا کہ بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ میں گذرا سیدۃ قریظۃ والنضیر والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٢- بَابُ لَا يُؤْخَذُ أَحَدٌ بِجَرِيرَةِ أَخِيهِ أَوْ أَبِيهِ

باپ یا بھائی کے جرم میں بیٹے یا بھائی کے نہ پکڑے جانے کے بیان میں

٤٤٩٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ، حَدَّثَنَا إِيَادٌ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي: «ابْنُكَ هَذَا؟» قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: «حَقًّا؟» قَالَ: أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا مِنْ ثَبْتِ شَبَهِي فِي أَبِي، وَمِنْ حَلِفِ أَبِي عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ»، وَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: { وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى [1] }.

ترجمہ: حضرت ابو رمثہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اکرم ﷺ نے میرے والد سے دریافت فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا رب کی کعبہ قسم میرا ہی بیٹا ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا واقعی؟ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ پس رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے میرے والد سے میری مشابہت کو دیکھتے ہوئے اور میرے والد کی قسم پر کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ خبردار نہ تو تمہارے بیٹے کی غلطی کی سزا تم بھگتو گے اور نہ ہی تمہارے جرم کی سزا تمہارا بیٹا بھگتے گا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٣٢) سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٢٧/٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٦٣/٤) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٨)

شرح الحدیث: ابو رمثہؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں گیا (جب آپ ﷺ نے ہم دونوں کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ نے میرے بارے میں میرے والد سے پوچھا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں رب کعبہ کی قسم آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں، اس پر حضور ﷺ کو بہت ہنسی آئی جس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ دو وجہ سے ایک تو میری اپنے باپ کے ساتھ کھلی مشابہت کی وجہ سے، دوسرے میرے والد کے اس قسم کھانے کی وجہ سے اس موقعہ پر آپ ﷺ نے میرے والد سے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ نہ تو تجھ پر تیرا بیٹا جنایت کرتا ہے اور نہ تو اپنے بیٹے پر جنایت کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ تم دونوں میں سے کسی ایک کی جنایت کو دوسرا نہیں بھگتے گا، بلکہ جو بھی جنایت کرے گا باپ یا بیٹا، اس کا قصاص یا ضمان وہ خود بھگتے گا، یعنی اسلامی قانون یہ ہے اور زمانہ

[1] اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا (سورۃ الانعام ١٦٤)

جاہلیت والا طریقہ اسلام میں جائز نہیں ہے کہ اس زمانہ میں یہ ہوتا تھا کہ جنایت کی سزا صرف جانی کیساتھ خاص نہ تھی بلکہ جانی کا جو بھی مل جائے باپ یا بھائی یا اس کا بیٹا یا اسکے قبیلہ ہی کا کوئی فرد، اور اسلام میں یہ ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی اور ایسے ہی وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ [1]۔

یہ حدیث اس سے پہلے بھی گذر چکی بَابٌ فِي الْخِضَابِ میں لیکن مختصراً اور اس سے پہلے بھی بَابٌ فِي الْخُضْرَةِ میں، اس حدیث پر حاشیۂ بذل میں ہے کہ ابن قدامہ نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عمداً جنایت کی دیت خود جانی پر ہے، عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی اھ [2]۔ مسئلہ ہمارے یہاں بھی یہی ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: (و) اعلم أنه (لا تعقل عاقلة جناية عبد ولا عمد)، قال ابن عابدين: (قوله جناية عبد) من إضافة المصدر إلى فاعله وأما إذا جنى حر على نفس عبد فسيأتي (قوله ولا عمد) أي في النفس أو الطرف فإن العمد لا يوجب التخفيف بتحمل العاقلة فوجب القود به اھ [3] یہ مسئلہ دراصل کتاب الدیات کا ہے وہاں بھی آرہا ہے۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی مختصراً ومطولاً، وقال الترمذی: حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث عبيد الله ابن زياد، قاله المنذری۔

۳۔ بَابُ الْإِمَامِ يَأْمُرُ بِالْعَفْوِ فِي الدَّمِ

اس بیان میں کہ امام وقت صاحب حق کو خون معاف کرنے کا حکم دے

۴۴۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي الْعَوْجَاءِ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ، أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ، وَإِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ، فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، وَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ".

ترجمہ: حضرت ابو شریح الخزاعیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا کوئی قتل ہو گیا یا اس کا کوئی عضو کٹ گیا ہو تو اسے تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے: ① ایک یہ کہ قصاص لے لے، ② دوسرے یہ کہ معاف کر دے، ③ تیسرے یہ کہ دیت وصول کر لے۔ اور اگر کوئی ان تین کے علاوہ کوئی چوتھی بات اختیار کرنا چاہے تو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لو، اور جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

1. اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے (سورۃ البقرۃ ۱۷۹)
2. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۶
3. رد المحتار علی الدر المختار — ج ۱۰ ص ۳۲۹

تخریج: سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٦) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٢٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣١/٤) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥١).

شرح الحدیث: یعنی جس صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے خواہ اس قصاص کا تعلق نفس سے ہو یا طرف سے تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ولی دم کو جس کو قصاص لینے کا حق پہنچتا ہے ہمیشہ عفو اور ترک قصاص کی ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ اس باب میں پہلی حدیث کے علاوہ جتنی بھی احادیث ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قصاص کے بجائے مطلقاً عفو یا عفو باخذ الدیۃ کی ترغیب مذکور ہے، البتہ باب کی پہلی حدیث میں یہ ہے جو ابو شریح خزاعی سے مرفوعاً مروی ہے مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ، أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ الخ۔ قتل کا تعلق نفس سے ہے اور خَبْل کا طرف سے یعنی قطع عضو، یعنی جو جنایت عمداً ہو خواہ اس کا تعلق جان سے ہو یا عضو سے تو وہاں پر مجنی علیہ یا اس کے ولی کو تین اختیار حاصل ہیں یا تو قصاص لے اور یا مطلقاً معاف کر دے یا دیت لے، فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، کہ اگر وہ ان تین چیزوں کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرے تو اس کو روک دو، اس حدیث میں تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب قاعدہ وضابطہ ولی مقتول کو جو شرعاً حق حاصل ہے اس کو بیان فرمایا کہ اس کو اختیار ان تین میں سے کسی ایک کا ہے جس کو وہ اختیار کرے ان تین کے علاوہ اور کوئی چوتھی چیز یہاں نہیں ہے، اب یہ کہ ان تین میں سے اولیٰ کیا ہے اس کا ذکر بعد والی روایت میں آرہا ہے وہ یہ کہ آپ ان تین میں سے اولاً عفو کو اور ثانیاً دیۃ کو ترجیح دیتے تھے جیسا کہ مصنف کے ترجمۃ الباب میں ہے۔

قتل عمد میں بجائے قصاص کے دیۃ لینے کا حق ولی مقتول کو کب ہے؟ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ، کے بارے میں وہ یہ کہ قتل عمد کی صورت میں اصل حکم تو قصاص کا ہے کہ ولی مقتول قاتل سے قصاص لے اور قتل عمد میں دیت لینے کا اختیار دو اماموں کے نزدیک تو مطلقاً ہے یعنی امام شافعی "واحمد" وھو روایۃ عن مالک" اور امام ابو حنیفہ" اور امام مالک" کے نزدیک ولی مقتول کو اخذ دیۃ کا حق اس صورت میں ہے جب کہ قاتل دیت دینے پر راضی ہو اور اگر وہ راضی نہ ہو تو اخذ دیۃ کا حق نہیں ہے یہ حدیث اس مسئلہ میں شافعیہ وحنابلہ کے موافق ہے اور اس مسئلہ پر مستقل باب آگے آرہا ہے: بَابُ وَلِيِّ الْعَمْدِ يَرْضَى بِالدِّيَةِ حنفیہ کی دلیل وہاں آئے گی، یہاں حدیث الباب میں سے وَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ یعنی جو شخص ان امور ثلاثہ سے چوتھے کی طرف تجاوز کرے بعد اس کے یعنی یہ بات اس کو پہنچ جانے کے بعد کہ اختیار صرف تین امور میں ہے وہ چوتھی چیز کیا ہو سکتی ہے مثلاً معاف کرنے کے بعد یا دیت لینے کے بعد پھر قتل کر دے یا شروع میں مطلقاً معاف کر دیا بغیر دیت کے پھر دیت بھی طلب کرنے لگے۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ وحدیث انس الآتی اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فِيهِ قِصَاصٌ، إِلَّا أَمَرَ فِيهِ بِالْعَفْوِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی قصاص کا مقدمہ آتا اور آپ ﷺ اس میں معافی کی ترغیب نہ دیتے۔

تخریج سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٧) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٩٢)

٤٤٩٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قُتِلَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَفَعَهُ إِلَى وَلِيِّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَلِيِّ: «أَمَا إِنَّهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا، ثُمَّ قَتَلْتَهُ، دَخَلْتَ النَّارَ» قَالَ: فَخَلَّى سَبِيلَهُ، قَالَ: وَكَانَ مَكْتُوفًا بِنِسْعَةٍ، فَخَرَجَ يَجُرُّ نِسْعَتَهُ فَسُمِّيَ ذَا النِّسْعَةِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی قتل کر دیا گیا تو یہ قضیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسکے قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کر دیا قاتل کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے اسکے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے وارث سے فرمایا کہ دیکھو اگر یہ سچ کہتا ہے پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا تو تم آگ میں ڈالے جاؤ گے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس مقتول کے وارث نے قاتل کا راستہ چھوڑ دیا۔ قاتل کے دونوں بازو تسموں سے بندھے ہوئے تھے تو وہ اپنے تسموں کو گھسیٹتا ہوا نکلا لہٰذا اس کا نام ذَا النِّسْعَةِ تسمہ والا پڑ گیا۔

تخریج جامع الترمذي - الديات (١٤٠٧) سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٨)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی کا قتل ہو گیا تو اس واقعہ کو آپ تک پہنچایا گیا اس پر آپ ﷺ نے اس قاتل کو ولی مقتول کو سونپ دیا، اس قاتل نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! بخدا میرا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا (صرف پٹائی کا تھا) مگر وہ مر گیا، تو اس پر آپ ﷺ نے ولی مقتول سے فرمایا کہ یہ قاتل اگر اپنے قول میں سچا ہے اور پھر بھی تو نے اسکو قتل کر دیا تو تو جہنم میں جائے گا۔ ولی مقتول نے آپ ﷺ کی یہ بات سنکر اسکو چھوڑ دیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص ایک چمڑے کے تسمہ کے ساتھ مکتوف تھا[1]، وہ نکل کر بھاگا اسکے بھاگنے کے ساتھ تسمہ بھی کھنچتا ہوا جا رہا تھا اسلئے ان کا ہی ذو النِسعہ رکھ دیا گیا (تسمہ والا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس قتل پر بظاہر قتل عمد کی تعریف صادق آتی ہو تو وہاں قاتل کا یہ کہنا کہ میرا ارادہ قتل کا نہیں تھا یہ قضاءً معتبر نہیں، لیکن اگر وہ قاتل اپنے قول میں صادق ہو تو اسکا یہ قول دیانۃً قابل قبول ہے، ورنہ اسکا وبال ولی مقتول پر پڑے گا۔ (بذل ج ۱۸ ص ۹) والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

---

[1] مکتوف کہتے ہیں اس شخص کو جس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف لے جا کر رسی وغیرہ سے باندھ دیئے جائیں اس زمانہ کی ہتھکڑی کا طریقہ یہی تھا۔

٤٤٩٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ أَبُو عُمَرَ الْعَائِذِيُّ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جِيءَ بِرَجُلٍ قَاتِلٍ فِي عُنُقِهِ النِّسْعَةُ، قَالَ: فَدَعَا وَلِيَّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ: «أَتَعْفُو؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَتَقْتُلُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ بِهِ»، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «أَتَعْفُو؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَتَقْتُلُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ بِهِ»، فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ، قَالَ: «أَمَا إِنَّكَ إِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ، وَإِثْمِ صَاحِبِهِ»، قَالَ: فَعَفَا عَنْهُ، قَالَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ يَجُرُّ النِّسْعَةَ.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک قاتل جس کی گردن میں تسمہ پڑا ہوا تھا لایا گیا وائلؓ فرماتے ہیں کہ پس آپ ﷺ نے مقتول کے وارث کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تو اسے معاف کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا تو دیت لینے کے لیے تیار ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، فرمایا کیا تو اسے قتل کرے گا؟ کہا کہ ہاں، فرمایا کہ پھر اسے لے جا جب وہ واپس جانے کے لیے مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو معاف کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، پھر فرمایا کہ کیا تو دیت لیتا ہے؟ کہا کہ نہیں، فرمایا کیا تو قتل کرے گا؟ کہا کہ ہاں، فرمایا کہ اچھا پھر اسے لے جا، پھر جب چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھ اگر تو اسے معاف کردے تو یہ مجرم شخص اپنے اور مقتول دونوں کا بوجھ اٹھالے گا۔ وائلؓ کہتے ہیں کہ پھر مقتول کے وارث نے قاتل کو معاف کردیا، میں نے اسے (قاتل کو) دیکھا کہ تسمہ گھسیٹا جارہا تھا۔

٤٥٠٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: علقمہ بن وائلؓ سے اس طرح روایت ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨٠) سنن النسائي - القسامة (٤٧٢٣) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٥) سنن أبي داود - الديات (٤٤٩٩) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٩)

شرح الأحاديث: وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس تھا ایک قاتل کو آپ کے پاس لایا گیا جس کے گلے میں چمڑے کا تسمہ پڑا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ولی مقتول کو بلا کر ترتیب وار اس کے سامنے تین باتیں رکھیں اول عفو کی بات کہ کیا تو معاف کرسکتا ہے اسنے اس سے انکار کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے دیت لینے کو فرمایا اس نے اس سے بھی انکار کیا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو قتل ہی کرنا چاہتا ہے اس نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو لے جا اس کو اسی طرح سوال وجواب کی نوبت آپ ﷺ کے اور اس قاتل کے درمیان تین مرتبہ آئی آپ ﷺ نے فرمایا: أَمَا إِنَّكَ إِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ، وَإِثْمِ صَاحِبِهِ، کہ اگر تو اسکو معاف کردیتا تو وہ لوٹتا اپنے سابقہ گناہوں کے ساتھ اور اس صاحب واقعہ یعنی مقتول کے

گناہ کے ساتھ یعنی اسکے قتل کے گناہ إِثْمِ صَاحِبِهِ سے مراد اثم قتل صاحبہ ہے اور خود مقتول کے گناہ مراد نہیں یعنی یہ مطلب نہیں کہ اگر تو اس قاتل کو معاف کر دے گا تو وہ مقتول کے گناہوں کے ساتھ لوٹے گا یعنی مقتول کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے کیونکہ یہ مطلب وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ کے خلاف ہے، یہ سن کر ولی مقتول نے اس قاتل کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا اور اپنے تسمہ کو کھینچتا ہوا بھاگ نکلا اس جملہ کا یہ مطلب بذل [1] میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے یہی نقل کیا ہے اور حضرتؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مراد تو آپ کی یہ ہے جو ہم نے لکھی لیکن عبارت آپ ایسی لائے جو موہم ہے دوسرے معنی کو جو غیر مقصود ہے (مقتول کے گناہوں کو قاتل پر ڈال دینا) ولی مقتول کو عفو پر ابھارنے کیلئے اور علامہ سندیؒ نے بھی اس حدیث کے معنی مرادی یہی لکھے ہیں اور اسکے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس مطلب میں ترغیب عفو کا کوئی خاص پہلو نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وهذا المعنى لا يصلح للترغيب إلا أن يقال الترغيب باعتبار إيهام الكلام بالمعنى الظاهر ويجوز الترغيب بمثله توسلا به إلى العفو وإصلاح ذات البين كما يجوز التعريض في محله اهـ [2] اور یہ بات یعنی ایہام کلام والی حضرت کی تقریر میں گذر چکی الحاصل اس حدیث کے جو ظاہری معنی ہیں اس میں تو واقعی ترغیب عفو خوب ظاہر ہے لیکن وہ معنی اصول کے خلاف ہیں لہٰذا ظاہری معنی کو چھوڑ کر اس کی تاویل ضروری ہے اور تاویل کے بعد حدیث کے معنی وہی ہوتے ہیں جو اوپر لکھے گئے رہی بات ترغیب کی تو وہ ایہام کلام سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحیح مسلم اور نسائی کی ایک روایت کے لفظ یہ ہیں أَنْ يَبُوءَ بِإِثْمِكَ، وَإِثْمِ صَاحِبِكَ؟ [3] ای اثم قتل صاحبك، صاحبک سے مراد تو مقتول ہی ہے جیسا کہ یہاں ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے لیکن اس روایت میں بجائے باثمہ کے باثمك ہے جس سے مراد ولی مقتول ہے اس لئے کہ خطاب اسی کو ہے اسکی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ چونکہ اس قتل ناحق کی وجہ سے ولی مقتول کو صدمہ ورنج پہنچا ہے اور اس کے باوجود اس نے معاف کر دیا جس سے ولی مقتول کے گناہ معاف اور زائل ہو گئے تو اس ازالہ معاصی میں قاتل کے قتل کو بھی فی الجملہ دخل ہوا تو اس حیثیت سے کہا گیا یبوء باثمك یعنی قاتل کا یہ قتل اور پھر تیری طرف سے اسکا عفو تیرے معاصی کے ازالہ کا ذریعہ ہوگا۔

۴۵۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَطَاءٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَبَشِيٍّ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا قَتَلَ ابْنَ أَخِي، قَالَ: «كَيْفَ قَتَلْتَهُ؟» قَالَ: ضَرَبْتُ رَأْسَهُ بِالْفَأْسِ، وَلَمْ أُرِدْ قَتْلَهُ، قَالَ: «هَلْ لَكَ مَالٌ تُؤَدِّي دِيَتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَرَأَيْتَ إِنْ أَرْسَلْتُكَ تَسْأَلُ النَّاسَ تَجْمَعُ دِيَتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَمَوَالِيكَ يُعْطُونَكَ دِيَتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ لِلرَّجُلِ: «خُذْهُ» فَخَرَجَ بِهِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۱۱

[2] حاشية السيوطي والسندي على سنن النسائي — ج ۸ ص ۳۸۲

[3] صحيح مسلم — كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات — باب صحة الإقرار بالقتل، وتمكين ولي القتيل من القصاص إلخ ۱۶۸۰

لِيَقْتُلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّهُ إِنْ قَتَلَهُ كَانَ مِثْلَهُ» فَبَلَغَ بِهِ الرَّجُلُ حَيْثُ يَسْمَعُ قَوْلَهُ، فَقَالَ: «هُوَ ذَا فَمُرْ فِيهِ مَا شِئْتَ» فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْسِلْهُ»، وَقَالَ مَرَّةً: «دَعْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِ صَاحِبِهِ وَإِثْمِهِ، فَيَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ»، قَالَ: فَأَرْسَلَهُ.

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص خدمت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ایک حبشی شخص کو لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس شخص نے میرے بھتیجے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس شخص سے دریافت فرمایا: تم نے اس شخص کے بھتیجے کو کیسے قتل کیا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اسکے سر پر کلہاڑی ماری ہے (وہ مر گیا) لیکن میں نے اسکو جان سے مار دینے کے ارادہ سے نہیں مارا تھا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال موجود ہے کہ جس سے تم اسکی دیت ادا کر سکو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر میں تم کو چھوڑ دوں تو تم لوگوں سے سوال کر کے اسکی دیت جمع کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تمہارے آقا تمہیں دیت کیلئے مال دے دینگے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس آدمی سے (یعنی مقتول کے چچا سے) فرمایا: اسکو لے جاؤ۔ وہ اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے لے کر چل دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر یہ اس شخص کو قتل کر دیگا تو یہ بھی اسی قاتل جیسا ہو جائیگا مقتول کا ولی قاتل کو لے کر اس جگہ چلا گیا جہاں اس نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی یہ بات سن لی تو وہ شخص پھر اس حبشی کو لے کر حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یہ حاضر ہے جو چاہیں اسکے متعلق حکم فرمائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اسکو چھوڑ دو وہ شخص اپنا گناہ اور تمہارے بھتیجے کا گناہ اپنے سر پر لے کر دوزخ میں ہو گا۔ تو اس بات پر اس مقتول کے چچا نے اس قاتل کو چھوڑ دیا (قتل نہیں کیا)۔

تخریج: صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨٠) سنن النسائي - القسامة (٤٧٢٣) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٤١٥) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٩)

شرح الحديث: روایت میں جو لفظ "حبشی" آیا ہے اس کو بذل المجہود میں ضم حاء اور سکون با کے ساتھ ضبط کیا ہے اور یہ کہ حبشی ایک جگہ کا نام ہے جبل بأسفل مكة، بينه وبين مكة ستة أميال [1] الخ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں پر یہ لفظ منسوبا یعنی یائے نسبت کے ساتھ واقع ہے یعنی برجل حبشی، لہٰذا یہ نسبت حبشہ کی طرف ہوئی اور حبشہ کی طرف نسبت الحبشی بفتحتین مشہور ہے جیسے بلال حبشی (رضی اللہ عنہ) چنانچہ نسخہ منذری مطبوعہ میں حبشی ہی مشکل کر کے لکھا ہے۔

مضمون حدیث یہ ہے: وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک شخص ایک حبشی کو پکڑ کر لایا اور کہا کہ اس نے میرے بھتیجہ کو قتل کیا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اسکو کیسے قتل کیا اس نے کہا کہ میں نے اس کے سر پر کلہاڑی ماری تھی لیکن میرا ارادہ اس کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے یہ کہا کہ میں اور وہ ہم دونوں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١١

ایک درخت سے پتے وغیرہ جھاڑ رہے تھے اس نے مجھے کسی بات پر گالی دی جس سے مجھے غصہ آگیا اس پر جو کلہاڑی میرے ہاتھ میں تھی اس کی گردن پر ماردی جس سے وہ مرگیا آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس اتنامال ہے کہ جس سے تو اس کی دیت ادا کر سکے؟ اس نے کہا نہیں (اس پر حاشیۂ بذل میں لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات کی قتل عمد کے اندر دیت قاتل کے مال میں ہوتی ہے نہ کہ عاقلہ پر، وھو مجمع علیہ [1]) پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں تجھ کو چھوڑ دوں تو تو لوگوں سے مانگ مانگ کر اس کی دیت جمع کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے موالی اور آقا تجھ کو اس کی دیت دے سکتے ہیں؟ اس نے اس سے بھی انکار کیا، آپ نے ولی مقتول سے فرمایا جو اس قاتل کو لیکر آیا تھا کہ پکڑ اس کو اور لے جا قتل کرنے کے لئے، جب وہ لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی قاتل ہی جیسا ہو جائے گا، اس جملہ کے شراح نے دو مطلب لکھے ہیں ایک یہ کہ مرتبہ کے لحاظ سے دونوں یکساں ہو جائیں گے اور ولی مقتول کو قاتل پر کوئی فوقیت اور فضیلت نہ ہوگی، اپنا حق وصول کر لینے کی وجہ سے، دوسرا مطلب یہ کہ گناہ اور ظلم میں دونوں برابر ہو جائیں گے، کیونکہ قاتل نے یہ بات کہی ہے کہ میرا مقصود اس کو ہلاک کرنا نہیں تھا، پس یہ قتل قتل خطا ہوا یا شبہ عمد جس میں قصاص نہیں ہے، ذکر الوجھین الامام الخطابی [2]، لیکن بذل میں پہلے ہی معنی اختیار کئے ہیں اور حاشیۂ بذل میں لکھا ہے وبہ جزم فی احکام القرآن۔

فَبَلَغَ بِهِ الرَّجُلُ حَيْثُ يَسْمَعُ قَوْلَهُ: یعنی ولی مقتول اس قاتل کو اس جگہ لے گیا جہاں سے حضور ﷺ کی آواز سنی تھی اور آپ کے سامنے پہنچ کر عرض کیا لیجئے یہ قاتل حاضر ہے اسکے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمادیجئے، اس پر آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دے، اپنے گناہوں کو لیکر لوٹے گا، اور جہنم رسید ہوگا، اس پر اس نے قاتل کو چھوڑ دیا۔

یہ وائل بن حجرؓ کی حدیث ہے جس کو مصنف نے چند طرق سے اختلاف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بظاہر یہ ایک ہی واقعہ ہے امام نسائی کے طرز سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کیونکہ یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٥٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي الدَّارِ، وَكَانَ فِي الدَّارِ مَدْخَلٌ، مَنْ دَخَلَهُ سَمِعَ كَلَامَ مَنْ عَلَى الْبَلَاطِ، فَدَخَلَهُ عُثْمَانُ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَهُوَ مُتَغَيِّرٌ لَوْنُهُ، فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيَتَوَاعَدُونَنِي بِالْقَتْلِ آنِفًا، قَالَ: قُلْنَا: يَكْفِيكَهُمُ اللهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: وَلِمَ يَقْتُلُونَنِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ". فَوَاللهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا فِي إِسْلَامٍ قَطُّ، وَلَا أَحْبَبْتُ أَنَّ لِي بِدِينِي بَدَلًا مُنْذُ هَدَانِي اللهُ، وَلَا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٢

[2] معالم السنن — ج ٤ ص ٤١٦

قَتَلْتُ نَفْسًا، فَبِمَ يَقْتُلُونَنِي؟ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَرَكَا الْخَمْرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ».

ترجمہ حضرت ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عثمانؓ کے گھر ہی میں تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور کر دیئے گئے تھے۔ گھر میں ایک ایسی جگہ تھی جہاں داخل ہو کر مقام بلاط پر بیٹھے افراد کی باتیں سنی جاسکتی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اس جگہ میں گئے اور پھر جب واپس آئے تو ان کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ اب مجھے قتل کر دینے کی دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ ہم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی جانب سے آپ کی کفایت کرے گا، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں جب تک کہ اس سے تین باتوں میں سے ایک ظاہر نہ ہو: اسلام کے بعد کفر (ارتداد)، شادی شدہ (محصن) ہونے کے بعد زنا، کسی انسان کو قصاص لینے کے بغیر قتل کر دینا۔ اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کبھی زنا نہیں کیا، جاہلیت میں نہ اسلام لانے کے بعد، اور جب سے اللہ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے میں نے کبھی نہیں چاہا کہ میرا اس کے بدلے کوئی اور دین ہوتا، اور میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا ہے، تو پھر یہ مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابو بکرؓ نے دور جاہلیت میں ہی شراب پینی چھوڑ دی تھی۔

تخریج جامع الترمذي - الفتن (٢١٥٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠١٩) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٣٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٢/١) سنن الدارمي - الحدود (٢٢٩٧)

٤٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ ضُمَيْرَةَ الضَّمْرِيَّ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ سَعْدِ بْنِ ضُمَيْرَةَ السُّلَمِيَّ، وَهَذَا حَدِيثُ وَهْبٍ، وَهُوَ أَتَمُّ يُحَدِّثُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ مُوسَى: وَجَدِّهِ، وَكَانَا شَهِدَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا، ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ وَهْبٍ، أَنَّ مُحَلِّمَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَشْجَعَ فِي الْإِسْلَامِ، وَذَلِكَ أَوَّلُ غِيَرٍ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمَ عُيَيْنَةُ فِي قَتْلِ الْأَشْجَعِيِّ لِأَنَّهُ مِنْ غَطَفَانَ، وَتَكَلَّمَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ دُونَ مُحَلِّمٍ لِأَنَّهُ مِنْ خِنْدِفَ، فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عُيَيْنَةُ، أَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟» فَقَالَ عُيَيْنَةُ: لَا، وَاللهِ حَتَّى أُدْخِلَ عَلَى نِسَائِهِ مِنَ الْحَرْبِ وَالْحُزْنِ مَا أَدْخَلَ عَلَى نِسَائِي، قَالَ: ثُمَّ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ، وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عُيَيْنَةُ أَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟» فَقَالَ عُيَيْنَةُ: مِثْلَ ذَلِكَ أَيْضًا، إِلَى أَنْ قَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ يُقَالُ لَهُ: مُكَيْتِلٌ عَلَيْهِ شِكَّةٌ، وَفِي يَدِهِ دَرِقَةٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَمْ أَجِدْ لِمَا فَعَلَ هَذَا فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ مَثَلًا إِلَّا غَنَمًا وَرَدَتْ، فَرُمِيَ أَوَّلُهَا فَنَفَرَ آخِرُهَا، اسْنُنِ الْيَوْمَ وَغَيِّرْ غَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَمْسُونَ فِي فَوْرِنَا هَذَا، وَخَمْسُونَ إِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ» ، وَذَلِكَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَمُحَلِّمٌ رَجُلٌ طَوِيلٌ آدَمُ، وَهُوَ فِي طَرَفِ النَّاسِ، فَلَمْ يَزَالُوا حَتَّى تَخَلَّصَ، فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي بَلَغَكَ، وَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، فَاسْتَغْفِرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقَتَلْتَهُ بِسِلَاحِكَ فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ، اللَّهُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ» بِصَوْتٍ عَالٍ، زَادَ أَبُو سَلَمَةَ: فَقَامَ وَإِنَّهُ لَيَتَلَقَّى دُمُوعَهُ بِطَرَفِ رِدَائِهِ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: فَزَعَمَ قَوْمُهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْفَرَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ الْغِيَرُ: الدِّيَةُ".

ترجمہ: زیاد بن سعد بن ضمیرہ اپنے والد سعد سے اور اپنے دادا ضمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور موسیٰ راوی کہتے ہیں وہ دونوں سعد اور ضمیرہ غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ یہ زیاد عروہ بن زبیر کو حدیث سنا رہے تھے۔ پھر ہم موسیٰ بن اسماعیل کا استاذ کی حدیث سے وہب کی حدیث کی طرف آتے ہیں کہ محلم بن جثامہ لیثی نامی شخص نے اسلام کے دور میں قبیلہ اشجع میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا اور یہ (سب سے) پہلی دیت ہے جس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عیینہ نے اشجعی کی حمایت میں گفتگو کی کیونکہ وہ قبیلہ غطفان میں سے تھا اور اقرع بن حابس نے محلم کی حمایت اور ان کی جانب سے گفتگو کی اسلئے کہ وہ قبیلہ خندف میں سے تھا تو کافی آوازیں بلند ہوئیں اور (دونوں فریق کی جانب سے جھگڑا اور) شور وغل برپا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عیینہ! تم دیت نہیں لیتے ہو؟ عیینہ نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! میں دیت نہیں لوں گا یہاں تک کہ میں اس شخص کی عورتوں کو وہی غصہ ورنج نہ پہنچاؤں جو میری عورتوں کو پہنچا ہے۔ پھر صدائیں بلند ہوئیں اور خوب لڑائی اور شور وغل برپا ہوا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عیینہ! تم دیت قبول نہیں کرتے؟ عیینہ نے پھر اسی طریقہ سے جواب دیا جو جواب وہ پہلی دفعہ میں دے چکے تھے یہاں تک کہ ایک شخص قبیلہ بنی لیث میں سے کھڑا ہوا کہ جس کو مکیتل کہا کرتے تھے وہ شخص اسلحہ باندھے ہوئے تھا اور ہاتھ میں ڈھال لئے ہوئے تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس قتل کرنے والے شخص کے یعنی محلم کے شروع اسلام میں اس گھناؤنے جرم کی اس کے علاوہ کوئی مثال نہیں دے سکتا جس طرح کچھ بکریاں کسی چشمہ پر پانی پینے کیلئے پہنچیں تو کسی نے پہلی بکری کو مار دیا کہ جس کی وجہ سے ساری بکریاں بھاگ کھڑی ہوئی اور دوسری مثال میں یہ پیش کرتا ہوں کہ یہ کہاوت ہے کہ آپ آج ایک دستور بنا لیجئے اور کل اس میں تغیر تبدل کر دیجئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پچاس اونٹ ابھی فوراً ادا کریں اور پچاس اونٹ اس وقت ادا کریں جب ہم لوگ مدینہ منورہ کی طرف لوٹ آئیں (چنانچہ آپ نے اس شخص سے دیت ادا کرائی) اور یہ واقعہ ایک سفر کے دوران پیش آیا تھا محلم ایک طویل قد گندمی رنگ کا شخص تھا وہ لوگوں کے کنارے بیٹھا تھا لوگ بیٹھے تھے یا وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد موجود رہے یہاں تک کہ محلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے گناہ کیا ہے جس کی آپ کو اطلاع ملی ہے۔ اب میں

اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرما دیجئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسلام کے شروع زمانہ میں اس شخص کو اپنے اسلحہ سے قتل کیا ہے؟ اے اللہ! محلم کی مغفرت نہ کرنا آپ نے یہ بات باآواز بلند فرمائی (راوی ابو سلمہ نے یہ اضافہ کیا کہ محلم یہ بات سن کر کھڑا ہو گیا اور وہ اپنی چادر کے کونے سے اپنے آنسو پونچھ رہا تھا راوی) ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ محلم کی قوم نے کہا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد اس کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔

تخریج سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٣) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٢٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١١٢/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠/٦)

شرح الحدیث محلم بن جثامۃ اللیثی کا واقعۂ قتل اور اسکی تشریح: اب آگے محلم بن جثامۃ اللیثی کے قتل کرنے کا واقعہ روایت میں آرہا ہے جس کو مصنف نے دو طریق سے ذکر کیا ہے پہلے طریق میں مصنف کے استاد موسیٰ بن اسماعیل ہیں اور دوسرے میں وھب بن بیان، اور دونوں طریق محمد بن جعفر بن الزبیر پر جا کر مل جاتے ہیں، اور محمد بن جعفر روایت کرتے ہیں زیاد بن سعد سے اور زیاد بن سعد روایت کرتے ہیں اپنے باپ سعد بن ضمیرہ سے (جیسا کہ وھب کی روایت ہے) اور موسیٰ کی روایت میں عن ابیہ کے بعد وعن جدہ بھی ہے جس سے مراد ضمیرہ ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ زیاد اس حدیث کو اپنے باپ سعد اور دادا ضمیرہ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔

يُحَدِّثُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ: يُحَدِّثُ کا فاعل زیاد اور عروہ ترکیب میں مفعول بہ ہے اور اس جملہ مطلب یہ ہے محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے زیاد بن سعد سے اس وقت سنی جب کہ وہ اس کو عروہ سے بیان کر رہے تھے یعنی قصداً تو وہ عروہ کو سنا رہے تھے ضمناً میں نے بھی سن لی۔

وَكَانَا شَهِدَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا، موسیٰ کی روایت میں یہ ہے کہ یہ دونوں یعنی سعد اور ضمیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں شریک تھے، ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ وَهْبٍ، مصنف یہاں ان دو طریق میں سے طریق ثانی یعنی وھب بن بیان کے الفاظ نقل کر رہے ہیں، یعنی گو روایت تو مصنف کو موسیٰ اور وھب دونوں سے پہنچی ہے لیکن یہاں مصنف جو الفاظ ذکر کر رہے ہیں وہ وھب کی روایت کے ہیں (یہاں تک حل سند اور اس کی تشریح تھی) أَنَّ مُحَلِّمَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَشْجَعَ فِي الْإِسْلَامِ، وَذَلِكَ أَوَّلُ غِيَرٍ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمَ عُيَيْنَةُ فِي قَتْلِ الْأَشْجَعِيِّ لِأَنَّهُ مِنْ غَطَفَانَ، وَتَكَلَّمَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ دُونَ مُحَلِّمٍ لِأَنَّهُ مِنْ خِنْدِفَ، فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ، راوی واقعہ بیان کر رہا ہے کہ محلم بن جثامۃ اللیثی نے قبیلہ اشجع کے ایک شخص کو قتل کر دیا جس کا نام عامر بن الاضبط الاشجعی لا ہے (وبہ جزم فی مجمع الزوائد[1] وذکر القصہ) یہ قتل کا قصہ ابتداء اسلام کا ہے جیسا کہ آگے اسی روایت میں آرہا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد — ج ٧ ص ٨

کا فیصلہ فرمایا تھا چونکہ واقعہ قتل کا یہ پہلا تھا لہٰذا دیت کا فیصلہ بھی پہلا ہوا جیسا کہ راوی کہہ رہا ہے وذلك اول غير، غير كذيه لفظًا ومعنى۔

ان پر عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کھڑے ہوئے اول الذکر مقتول کی جانب سے کہ اس کے قبیلہ کا تھا اور مؤخر الذکر قاتل یعنی محلم کی جانب سے کیونکہ وہ محلم کے قبیلہ کا تھا مطلب یہ کہ جو شخص قاتل کے قبیلہ کا تھا یعنی اقرع بن حابس وہ تو یہ چاہتا تھا کہ فیصلہ بجائے قتل اور قصاص کے دیت ہی پر ہو جائے اور جو شخص مقتول کی جانب سے تھا یعنی عیینہ بن حصن وہ فیصلہ بجائے دیت کے قصاص کا چاہتا تھا دونوں فریق میں گرما گرمی اور مجلس میں شور ہو گیا سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر جب کہ آپ مقام حنین میں تھے ایک درخت کے سایہ کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور وہاں یہ بات چیت فریقین میں ہوئی آپ ﷺ نے عیینہ سے فرمایا کہ کیا تو دیت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں؟ اس نے کہا نہیں بخدا جب تک میں قاتل کے گھر والوں پر وہ غم اور مصیبت نہ واقع کر دوں جو اس نے ہمارے گھر والوں پر ڈالی ہے اس پر پھر شور ہوا اور جھگڑا بڑھا آپ ﷺ نے عیینہ سے پھر وہی بات فرمائی اس نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، إِلَى أَنْ قَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ يُقَالُ لَهُ: مُكَيْتِلٌ عَلَيْهِ شِكَّةٌ، وَفِي يَدِهِ دَرَقَةٌ، یہاں تک کہ ایک شخص لیثی یعنی جو قاتل کے قبیلہ کا تھا جس کا نام مکیتل تھا جس کے بدن پر ہتھیار تھے اور ہاتھ میں ایک ڈھال تھی اس نے مجلس میں کھڑے ہو کر یہ کہا یَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَمْ أَجِدْ لِمَا فَعَلَ هَذَا فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ مَثَلًا إِلَّا غَنَمًا وَرَدَتْ، فَرُمِيَ أَوَّلُهَا فَنَفَرَ آخِرُهَا، اسْنُنِ الْيَوْمَ وَغَيِّرْ غَدًا، اس شخص نے کھڑے ہو کر تقریر کے انداز میں حضور ﷺ کو خطاب کر کے یہ عرض کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ وہ قاتل کے قبیلہ کا تھا لیکن اس نے آپ ﷺ کو قصاص ہی لینے کا مشورہ دیا اور اپنی اس رائے کی تائید اور تقویت کے لئے دو مثالیں پیش کیں پہلی مثال میں قصاص لینے کا فائدہ سمجھایا اور دوسری مثال میں ترک قصاص کی مضرت پہلی مثال یہ ہے جیسے کوئی بکریوں کا ریوڑ جو پانی کی طرف جارہا ہو جس میں ایک بکری آگے آگے چل رہی ہو اور اس کا کوئی شکاری شکار کر لے تو ظاہر ہے کہ پچھلی ساری بکریاں جان بچا کر بھاگ جائیں گی یہ مثال تو ہوئی قصاص لینے کے فائدہ میں اسطرح پر کہ یہ واقعہ قتل اسلام میں قتل کا پہلا واقعہ ہے اب اگر اس میں قاتل سے قصاص لے کر اس کو قتل کر دیا گیا تو دوسرے لوگ جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں قتل وغارت وہ اس سے عبرت پکڑیں گے اور پھر آگے ان کو اس قسم کے واردات کی ہمت نہیں ہو گی۔

اور دوسری مثال جس سے ترک قصاص کی مضرت بیان کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے [1] اسنن الیوم وغیر غدا کہ اگر آپ نے اس مرتبہ بجائے قصاص کے دیت قبول کر لی اور پھر اس کے بعد کوئی اور قصہ قتل کا پیش آیا وہاں بھی اولیائے قاتل اسی پر اصرار

---

[1] آج تو یہی طریقہ اختیار کر لیجئے (جو شروع میں کیا تھا یعنی دیت) آئندہ اس میں جو آپ چاہیں وہ تغیر کر لینا۔

کریں گے کہ اس موقعہ پر بھی دیت ہی کا فیصلہ کر دیا جائے اور قصاص نہ لیا جائے اور اگر آپ قصاص لینا چاہیں گے بھی تب بھی وہ لوگ اس پر تیار نہ ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اس مرتبہ تو دیت ہی قبول کر لیں اور آج کے بعد کوئی اور قتل کا قصہ پیش آئے گا اس میں آپ قصاص لے لیجئے گا حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ اس مرتبہ تو قصاص اور دیت لینے سے آئندہ دیت ہی کا فتح باب ہو جائے گا اور پھر یہی سلسلہ چل پڑے گا مگر آپ ﷺ اس کی اس تقریر سے کچھ متاثر نہیں ہوئے بلکہ اسکے بعد بھی آپ نے دیت ہی کا فیصلہ فرمایا اور اس کی تقریر کو قطعاً نظر انداز کر دیا چنانچہ روایت میں ہے فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَمْسُونَ فِي فَوْرِنَا هَذَا، وَخَمْسُونَ إِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ» ، وَذَلِكَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیت سو اونٹ لئے جائیں گے پچاس فی الحال اور پچاس مدینہ واپسی پر آگے روایت میں ہے: وَمُحَلِّمٌ رَجُلٌ طَوِيلٌ آدَمُ، وَهُوَ فِي طَرَفِ النَّاسِ، یعنی وہ قاتل یعنی محلم ایک لا بنے قد کا آدمی تھا گندمی رنگ مجلس کے کنارے پر تھا آپ ﷺ کے ارد گرد چونکہ لوگوں کا مجمع تھا تو وہ محلم اپنی جگہ سے اٹھ کر گویا لوگوں کو چیرتا ہوا آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا اسکے آنسو بہہ رہے تھے اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف کرتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے توبہ کی اور آپ ﷺ سے اپنے لئے استغفار کی درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ابتدائے اسلام میں اپنی تلوار سے اس کو ناحق قتل کیا ہے، اور پھر آپ ﷺ نے ناراض ہوتے ہوئے اس کے لئے بجائے استغفار کے باآواز بلند یہ فرمایا اللّٰهُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ اے اللہ محلم کی مغفرت نہ کیجئے اس پر وہ محلم اپنی چادر کے سرے سے اپنے آنسوں پونچھتا ہوا کھڑا ہو گیا راوی حدیث ابن اسحاق کہتا ہے کہ محلم کے قبیلہ والے یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد محلم کے لئے استغفار فرمائی۔

آپ کی اس بد دعا اور واقعہ کا ذکر اور حوالہ ہمارے یہاں ابواب المُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي میں ایک حدیث کے ذیل میں جس میں آپ ﷺ نے آپ ﷺ کی نماز کے سامنے گذرنے والے سے فرمایا تھا اللّٰهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ [1]، وہاں گذر چکا کمیتل نے اپنی تقریر میں جو دو مثالیں بیان کیں، اس کے بارے میں حاشیۂ بذل میں حضرت شیخ ؒ نے لکھا ہے ذکر فی ھامش ابی داؤد وعدۃ معانی لقول محلم، فارجع الیہ [2]، یعنی ان جملوں کی تشریح میں اور بھی اقوال ہیں جو حاشیۂ ابو داود میں لکھے ہیں۔

اور یہ جو روایت میں آیا ہے راوی کے کلام میں وذلك اول غِيَرٍ کہ یہ دیت کا پہلا فیصلہ ہے، اس میں تسامح ہے اس لئے کہ یہ واقعہ تو غزوۂ حنین میں پیش آیا تھا ۸ھ میں جیسا کہ اوپر گذر چکا، لہٰذا یہ اولیت اولیت اضافی ہو سکتی ہے کسی لحاظ سے یا زائد سے زائد یوں کہہ لیجئے کہ اول کا مطلب یہ کہ شروع شروع کا قصہ ہے۔ والحدیث اخرجہ ابن ماجہ مختصراً، قالہ المنذری۔

---

[1] سنن أبي داود - کتاب الصلاۃ - باب ما یقطع الصلاۃ ۷۰۵

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۸ ص ۱۵

٤ ـ بَابُ وَلِيِّ الْعَمْدِ يَرْضَى بِالدِّيَةِ

باب اس بیان میں کہ قتل عمد میں میت کا وارث دیت لے سکتا ہے

یعنی قتل عمد کی صورت میں ولی مقتول اگر دیت لینا چاہے تو لے سکتا ہے، یعنی بجائے قصاص کے لیکن یہ دیت لینا حنفیہ اور امام مالک کے مشہور قول میں فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے، لہٰذا بغیر قاتل کی رضامندی کے ولی مقتول کو اخذ دیت کا حق نہیں ہے بلکہ قصاص کا ہے، اور تیسرا حق یعنی عفو وہ تو بہر حال ہے ہی کہ نہ قصاص لے نہ دیت اور امام شافعیؒ اور احمدؒ اور مالکؒ فی روایۃ اور داؤد ظاہری انکے نزدیک ولی مقتول کو اختیار ہے مطلقاً قاتل چاہے یا نہ چاہے، یہ مسئلہ اور اس میں اختلاف پہلے بھی گذر چکا اور یہ تو اس مسئلہ کا اصل محل ہے ہی۔

٤٥٠٤ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا شُرَيْحٍ الْكَعْبِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هَذَا الْقَتِيلَ مِنْ هُذَيْلٍ، وَإِنِّي عَاقِلُهُ، فَمَنْ قُتِلَ لَهُ بَعْدَ مَقَالَتِي هَذِهِ قَتِيلٌ، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ: أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ، أَوْ يَقْتُلُوا".

ترجمہ: حضرت ابو شریح کعبیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اے قبیلہ خزاعہ کی جماعت! تم لوگوں نے قبیلہ ہذیل میں سے اس آدمی کو قتل کیا ہے اور میں اس کو دیت ادا کراؤں گا تو پھر میرے اس حکم کے بعد جس کا بھی کوئی مقتول عمداً قتل کر دیا جائے تو مقتول کے اہل خانہ کو دو اختیار حاصل ہیں یا تو وہ لوگ دیت وصول کریں یا قاتل کو قتل کر دیں۔

شرح الحديث من حيث الفقه: جس قتل کے واقعہ کا ذکر اس روایت میں ہے وہ قتل فتح مکہ والے سال پیش آیا جس کا ذکر ہمارے یہاں مقدمۃ العلم میں کتابۃ الحدیث کی بحث میں بھی گذرا ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے کتاب العلم میں أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللهِ - صلی اللہ علیہ وسلم - فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ الحديث [1]، جس کے اخیر میں وہ ہے جو یہاں روایت میں مذکور ہے، اس سے پہلی روایت میں بھی اور اس کے مابعد والی میں بھی، حاصل یہ کہ ایک خزاعی شخص نے ایک ہذلی شخص کو ان ہی ایام میں مکہ مکرمہ میں قتل کیا زمانہ جاہلیت کے ایک قتل کے انتقام میں جو ہذیل نے کیا تھا، جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے اس کی عقل یعنی دیت ادا کرتا ہوں، اور پھر آپ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا کہ اگر کسی قوم کا آدمی عمداً قتل کر دیا جائے تو ولی مقتول کو دو اختیار ہیں۔ یا دیت لے لے یا قصاص، بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ: أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ، أَوْ يَقْتُلُوا، اور بعد والی روایت میں بھی یہی ہے اسکے لفظ یہ ہیں إِمَّا أَنْ يُودَى، أَوْ يُقَادَ یعنی ولی مقتول کو دیت دی جائے اور یا وہ قصاص لے، یہ حدیث اپنے اطلاق

[1] صحيح البخاري - كتاب العلم - باب كتابة العلم ١١٢

اور عموم کے پیش نظر امام شافعیؒ واحمدؒ کی دلیل ہے، مذکورہ بالا اختلافی مسئلہ میں، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اخذ دیت کا حکم مقید ہے یعنی بشرطیکہ قاتل دیت دینے پر راضی ہو، اکثر روایات کے الفاظ تو اسی طرح ہیں اور ترمذی کی ایک روایت میں اس طرح ہے جو اس میں باب کی پہلی روایت ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ وَلِيِّ القَتِيلِ فِي القِصَاصِ وَالعَفْوِ بروایت ابوہریرہؓ: وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَقْتُلَ [1]، اس میں صرف عفو یا قصاص مذکور ہے، اور دوسری روایت وہی ابو شریح کی ہے جسکے الفاظ وہی ہیں جو ابوداؤد میں گذرے فَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ بَعْدَ اليَوْمِ، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيرَتَيْنِ، إِمَّا أَنْ يَقْتُلُوا، أَوْ يَأْخُذُوا العَقْلَ اور تیسری روایت اسطرح ہے: مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَلَهُ أَنْ يَقْتُلَ، أَوْ يَعْفُوَ، أَوْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ اس میں تینوں اختیار مذکور ہیں، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ذَهَبَ إِلَى هَذَا (ای الاختیار بین الامور الثلاثة) بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ اس کے حاشیہ میں لمعات سے لکھا ہے: وهو مذهب الشافعي واحمد وعند ابي حنيفة ومالك لا يثبت الدية الا برضا القاتل وهو احد قولي الشافعي لان موجب القتيل عمدا هو القصاص لقوله تعالى كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى [2] الا انه تعمد (كذا في الاصل والظاهر بدله مقيد) بوصف العمد لقوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم العمد قود، اى موجبه فايجاب المال زيادة فلا يكون للولي اخذ الدية الا برضا القاتل، والمسئلة مختلفة فيها بين الصحابة ومن بعدهم، ويمكن حمل الحديث على ذلك ايضا، فافهم.

مسئلة الباب میں حنفیہ کی دلیل: بذل میں حنفیہ کی طرف سے امام طحاویؒ کا جواب نقل کیا ہے قاله الطحاوي [3]: والحجة لهم حديث أنس في قصة الربيع عمته فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "كتاب الله القصاص" فإنه حكم بالقصاص ولم يخير. ولو كان الخيار للولي لأعلمهم النبي صلى الله عليه وسلم الى آخر ما في البذل، یہ حدیث جو امام طحاویؒ کے کلام میں ہے یہ آگے کتاب میں "باب القصاص من السن" میں آرہی ہے ولفظه: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ أُخْتُ أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى بِكِتَابِ اللهِ الْقِصَاصَ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا الْيَوْمَ. قَالَ: «يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ» الحديث [4] اور اس حدیث کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مقید ہے دوسری احادیث کی بناء پر۔

٤٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ،

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الدیات - باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو ١٤٠٥

[2] فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں (سورۃ البقرۃ ١٧٨)

[3] فتح الباری بشرح صحیح البخاری - ج ١٢ ص ٢٠٩

[4] سنن أبي داود - کتاب الدیات - باب القصاص من السن ٤٥٩٥

حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُودَى، أَوْ يُقَادَ". فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبْ لِي، قَالَ الْعَبَّاسُ: اكْتُبُوا لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اكْتُبُوا لِأَبِي شَاةٍ» وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ أَحْمَدَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اكْتُبُوا لِي يَعْنِي خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب فتح مکہ ہوا تو آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو تو اس مقتول کے وارث کو دو باتوں میں سے کوئی ایک اختیار حاصل ہے یا (قاتل سے) دیت وصول کی جائے یا قصاص (جان کے بدلہ جان) لیا جائے پس ایک یمنی شخص جس کا نام ابوشاہ تھا، اُٹھا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ حکم تحریر فرمادیں۔ عباس بن ولید (راوی) کہتے ہیں کہ ابوشاہ نے اكْتُبْ لِي کے بجائے اكْتُبُوا لِي کہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو یہ حکم تحریر کر دو یہ احمد بن ابراہیم استاذ مصنف کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ (اس شخص کے قول اكْتُبُوا لِي کا مطلب) مجھے آنحضرت ﷺ کا خطبہ تحریر کر دو۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٢) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٢) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٦) صحيح مسلم - الحج (١٣٥٥) جامع الترمذي - الديات (١٤٠٥) جامع الترمذي - العلم (٢٦٦٧) سنن النسائي - القسامة (٤٧٨٥) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٨).

٤٥٠٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، دُفِعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوهُ، وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کسی مومن کو کافر کے بدلے (قصاصًا) قتل نہ کیا جائے، اور جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا تو قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کیا جائے گا، وہ چاہیں تو اسے (قصاصًا) قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو دیت پر لے لیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الديات (١٣٨٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٦)

٥ - بَابُ مَنْ يَقْتُلُ بَعْدَ أَخْذِ الدِّيَةِ

باب اس بیان میں کہ کوئی دیت لینے کے بعد بھی قتل کرے

٤٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ وَأَحْسَبُهُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا أُعْفِي مَنْ قَتَلَ بَعْدَ أَخْذِهِ الدِّيَةَ».

ترجمة: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر گز معاف نہیں کروں گا اس شخص کو جو دیت وصول کر کے (قاتل کو) قتل کرے (یعنی ایسے شخص سے ضرور قصاص لیا جائے گا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٣/٣)

شرح الحدیث: اس لا أُعْفِي میں علامہ سندی نے دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ کہ یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے بروزن أُكرِمَ، یا مضارع معروف واحد متکلم، اعفاء سے (لا أُعْفِي) پہلی صورت میں یہ معنی لکھے ہیں أي: لا كثر ماله ولا استغنى، یعنی خدا کرے اس شخص کے مال میں کثرت اور برکت نہ ہو جس نے دیت لینے کے بعد قتل کر دیا، اور دوسری صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ میں نہیں معاف کروں گا اس شخص کو (بلکہ لا محالہ سزا دوں گا) جس نے دیت لینے کے بعد قصاص لیا، اور اسی طرح بعینہ بذل المجہود میں بھی ہے اور صاحب النہایۃ نے اس میں صرف ایک ہی احتمال لکھا ہے اور ہمارے پاس جو نہایہ کا نسخہ ہے اس میں اس کو لا أُعْفِي ماضی معروف کے طور پر لکھا ہے، اور لکھا ہے هَذَا دُعَاءٌ عَلَيْهِ: أَيْ لَا كَثُرَ مَالُهُ وَلَا اسْتَغْنَى اهـ [1]۔ یہ مضمون حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے قریب میں گذر چکا فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، وَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

٦ - بَابٌ فِيمَنْ سَقَى رَجُلًا سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ

کوئی کسی کو زہر کھلائے یا پلا دے اور وہ مر جائے تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

٤٥٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ: فَأَكَلَ مِنْهَا. فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، فَقَالَ: «مَا كَانَ اللَّهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذَلِكَ» أَوْ قَالَ: «عَلَيَّ» فَقَالُوا: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: «لَا» فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمة: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت، آنحضرت ﷺ کے پاس بکری کے گوشت میں زہر ملا کر لائی۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا پھر اس عورت کو لوگ پکڑ کر نبی ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اس سے معلوم کیا کہ تم نے کس وجہ سے زہر ملایا؟ اس نے جواب دیا میں نے آپ ﷺ کو جان سے مارنے کی نیت سے زہر ملایا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی یہ کام نہیں کرنے دے گا یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو میرے اوپر مسلط نہیں کرے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو ہم اس کو قتل کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (کیونکہ آپ اپنے لیے انتقال نہیں لیتے تھے بذل)۔ انسؓ نے فرمایا: پھر اس زہر کا اثر ہمیشہ میں آپ کے حلق کے اخر

[1] النهاية في غريب الحديث والأثر - ج ٣ ص ٢٦٦

(کوے) میں دیکھتا رہا۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٧٤) صحيح مسلم - السلام (٢١٩٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٨/٣)

٤٥٠٩ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: هَارُونُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً، مِنَ الْيَهُودِ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاةً مَسْمُومَةً، قَالَ: «فَمَا عَرَضَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذِهِ أُخْتُ مَرْحَبٍ الْيَهُودِيَّةُ الَّتِي سَمَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری بھیجی۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے کوئی تعرض نہیں کیا (یعنی اسکے قتل کا حکم نہیں فرمایا)۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ یہ عورت مرحب نامی شخص کی ہمشیرہ تھی اور یہودیہ تھی جس نے حضرت نبی کریم ﷺ کو (بکری کے گوشت میں) زہر ملا کر دیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجزية (٢٩٩٨) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٣) صحيح البخاري - الطب (٥٤٤١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٠٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥١/٢)

٤٥١٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً، مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ» وَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا، فَقَالَ لَهَا «أَسَمَمْتِ هَذِهِ الشَّاةَ» قَالَتِ الْيَهُودِيَّةُ: مَنْ أَخْبَرَكَ؟ قَالَ «أَخْبَرَتْنِي هَذِهِ فِي يَدِي» لِلذِّرَاعِ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ «فَمَا أَرَدْتِ إِلَى ذَلِكَ؟» قَالَتْ: قُلْتُ: إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ يَضُرَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ، فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا، وَتُوُفِّيَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ، وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ، حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ خیبر کی رہنے والی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا اور نبی ﷺ کی خدمت میں وہ (زہر آلود بکری) ہدیتاً بھیجی آپ ﷺ نے اس میں سے شانہ کا کچھ گوشت لے کر کھایا اور آپ کے ہمراہ کچھ صحابہؓ نے بھی کھایا پھر آپ ﷺ نے ان صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ہاتھ اٹھالو (اب مزید مت کھاؤ) اور آپ نے اس عورت کے پاس کسی کو بھیج کر اسے بلایا پھر اس سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا۔ اس نے عرض کیا: آپ ﷺ کو یہ

بات کس نے بتلائی؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس دستی کے گوشت نے بتلایا جو کہ میرے ہاتھ میں ہے (یعنی معجزہ کے طور پر خود دست کے گوشت نے بتلادیا کہ میرے اندر زہر ملا ہوا ہے) اس عورت نے جواب دیا: جی ہاں میں نے زہر ملایا۔ آپ نے دریافت فرمایا: (زہر ملانے سے) تمہارا کیا مقصد تھا؟ اس عورت نے جواب دیا: میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ اللہ کے پیغمبر ہیں تو ان کو زہر نقصان نہیں دیگا اور اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں تو ہم لوگوں کو آپ کی طرف سے آرام مل جائے گا (کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مرنے سے ہم راحت پائیں گے) تو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس عورت کا جرم معاف فرمادیا اور اس عورت کو کوئی سزا نہیں دی جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعض صحابہؓ میں سے کہ جنہوں نے گوشت تناول کیا تھا، وہ (زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے) وفات پا گئے اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسی زہر کی وجہ سے جو آپ نے بکری کے گوشت میں کھالیا تھا اپنے دونوں مونڈھے کے درمیان سینگی لگوائی اور ابوہند نے گائے کے سینگ اور چھری سے آپ کے سینگی لگائی اور ابوہند انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

٤٥١١ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ «مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ» فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْحِجَامَةِ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک یہودی عورت نے مقام خیبر میں ایک بھنی ہوئی بکری ہدیتاً بھیجی۔ پھر انہوں نے حدیث کو اسی طریقہ سے بیان کیا جس طرح حضرت جابرؓ کی حدیث گزری ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ بشر بن براء بن معرور انصاریؓ صحابی اس گوشت کے تناول کرنے سے وفات پاگئے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس عورت کو بلایا اور دریافت فرمایا تم نے ایسا کس وجہ سے کیا؟ آگے جابرؓ کی حدیث کی طرح بیان فرمایا۔ اسکے بعد آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا اور وہ عورت قتل کر دی گئی (یعنی حضرت بشر بن براءؓ صحابی کے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا گیا) اس روایت میں راوی نے حجامت (سینگی) لگائے جانے کا تذکرہ نہیں کیا۔

تخریج سنن أبي داود - الديات (٤٥١٠) سنن الدارمي - المقدمة (٦٨)

شرح الأحاديث: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ: فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور باب کی تیسری روایت میں ہے فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو لحم مسموم کھلانے کا قصہ: یہ واقعہ ۷ھ کا ہے کما فی هامش البذل عن التلقیح [1]۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے اسی باب کی أَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ، اس سے معلوم ہوا غزوۂ خیبر کے موقعہ کا قصہ ہے، مضمون حدیث یہ ہے

[1] تلقیح فهوم أهل الأثر — ص ٤٥، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢١

کہ ایک یہودی عورت جس کا نام زینب بنت الحارث لکھا ہے جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت زہر آلود کر کے آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کا دست اٹھا کر کھانا شروع کیا اور آپ کے ساتھ آپ ﷺ کے چند اصحاب نے بھی کھایا اور پھر ایک دم آپ نے کھانے والوں کو کھانے سے روک دیا، اور اس یہودیہ کے پاس ایک شخص کو بھیجا بلانے کے لئے جب وہ حاضر ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے، اس نے کہا آپ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے اس ذراع کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھی کہ مجھ کو اسی نے خبر دی ہے، یہ سن کر اس نے اعتراف کیا آپ نے پوچھا کہ تیرا مقصود اس سے کیا تھا؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ان کو کچھ نقصان نہ ہوگا، اور اگر واقع میں نبی نہیں ہیں (تو اچھا ہے مر جائیں گے ہمیں ان سے خلاصی ملے گی) آپ ﷺ نے اس کا جواب سن کر در گذر فرمادیا۔ اور پھر آگے باب کی آخری حدیث میں ہے: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ کہ چونکہ اس کے کھانے والوں میں بشر بن براء بن معرور انصاری صحابی بھی تھے وہ اس زہر کے اثر سے مر گئے تب آپ ﷺ نے اس یہودیہ کو قصاصاً قتل کر دیا، روایت میں ہے راوی کہتا ہے فَمَازِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ اس لحم مسموم کا اثر ہم آپ ﷺ کے حلق میں ہمیشہ ہی محسوس کرتے رہے "لہوات" جمع ہے "لہات" کی جو حلق کے بالکل اخیر میں گوشت کا ذرا سا ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے جس کو کوا کہتے ہیں اور باب کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس زہر کے اثر سے بچنے کیلئے علاجاً اپنے مونڈھے کے قریب پر پچھنے بھی لگوائے تھے، یہاں اس باب میں ابو داؤد کے بعض نسخوں میں چند روایات زائد ہیں جو بذل المجہود [1] کے حاشیہ پر لکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہ ہے وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ «مَازِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأَكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي» [2]، اور ایک روایت میں ہے أَنَّ أُمَّ مُبَشِّرٍ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: مَا يُتَّهَمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ بِابْنِي شَيْئًا إِلَّا الشَّاةَ الْمَسْمُومَةَ الَّتِي أَكَلَ مَعَكَ بِخَيْبَرَ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ بِنَفْسِي إِلَّا ذَلِكَ، فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي» [3]، یعنی بشر بن البراء کی والدہ آپ کی خدمت میں آئیں آپ ﷺ کے مرض الوفاۃ میں اور پوچھا کہ آپ ﷺ اپنی اس بیماری کے بارے میں کیا خیال کرتے ہیں؟ میں تو اپنے بیٹے کے بارے میں یہی وہم و خیال کرتی ہوں کہ اس کو اس شاۃ مسمومہ ہی کا اثر ہے جو اس نے آپ ﷺ کے ساتھ کھائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنے بارے میں یہی خیال ہے اور بس، اب یہ میری شہ رگ کے انقطاع کا وقت ہے، صحیح

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢٦ - ٢٧

[2] یہ روایت آگے ٤٥١٢ آرہی ہے۔

[3] یہ روایت آگے ٤٥١٣ آرہی ہے۔

بخاری میں بھی کتاب المغازی باب مرض النبي صلى الله عليه و سلم ووفاته میں روایت ہے: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ[1]۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمه: مصنف کی غرض ان احادیث کو ذکر کرنے سے اس مسئلہ کو بیان کرنا ہے جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو زہر کھلائے یا پلائے اور وہ مر جائے تو اس صورت میں قصاص ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں مذاہب بذل المجهود[2] میں امام خطابیؒ سے یہ نقل کئے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے کھانے میں زہر ملا دے اور وہ اسکو کھالے اور کھا کر مر جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس میں بہر صورت قصاص ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر زہر ملا کر اسکو کھلائے یا پلائے بغیر بتائے اور وہ مر جائے تو اس صورت میں تو قصاص ہے اور اگر کھانے میں زہر ملا کر اسکے سامنے رکھ دے اور یہ نہ کہے کہ تو اسکو کھالے بلکہ وہ از خود اس کو کھائے یا پئے اور مر جائے تو اس صورت میں قصاص نہیں، یہ امام شافعیؒ کا ایک قول ہے، اور اگر بالجبر پلائے تو اس صورت میں امام شافعیؒ کے یہاں بھی قصاص متعین ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ صرف پلانے کی صورت میں تو قصاص نہیں ہاں ایجار کی صورت میں دیت واجب ہو گی یعنی کسی کو لٹا کر اپنے ہاتھ سے اس کے حلق میں زہر ٹپکائے تب دیت ہے ورنہ نہیں "بدائع" میں بھی حنفیہ کا مذہب یہی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے کھانے یا پینے کی چیز زہر ملا کر رکھ دے اور وہ دوسرا شخص خود اٹھا کر اپنے ہاتھ سے کھالے یا پی لے، اس صورت میں دیت نہیں ہے بلکہ تعزیر اور تادیب ہے، اور اگر ایجار کی صورت اختیار کرے تو اس میں دیت واجب ہو گی، پس حاصل یہ کہ امام مالک کے نزدیک اس مسئلہ میں مطلقاً قصاص ہے اور امام شافعی کے نزدیک اکراہ کی صورت میں تو قصاص ہے اور بدون اکراہ کے دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے سامنے رکھ دے اور کچھ نہ کہے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور اگر سامنے رکھ کر کھانے یا پینے کا امر کرے تو اس صورت میں ان کا ایک قول یہ ہے کہ قصاص واجب ہو گا، دوسرے قول میں نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک قصاص تو کسی صورت میں نہیں، اور عرض کی صورت میں صرف تعزیر ہے اور ایجار کی صورت میں ان کے نزدیک دیت ہے۔

حدیث الباب میں چونکہ قصاص لینا مذکور ہے جو حنفیہ کے مسلک کے خلاف ہے بلکہ شافعیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک قصاص اکراہ کی صورت میں ہے غالباً اسی لئے خطابیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان روایات میں جن میں قصاص مذکور ہے اختلاف واضطراب ہے اور بعض میں انقطاع، اور دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر اس یہودیہ کا قتل قصاصاً نہ تھا بلکہ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته ٤١٦٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٢٥-٢٦

تعزیرا[1]۔حدیث انس رضی اللہ تعالی عنه اخرجه البخاری ومسلم ، قاله المنذری۔

۴۵۱۲ ۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ» حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ» زَادَ: فَأَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: «ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ» فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ «مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟» قَالَتْ: إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ «مَا زِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأَكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور صدقہ نہیں لیا کرتے تھے۔ حضرت ابو سلمہؓ سے بھی اسی طرح کی روایت میں مروی ہے...... جس میں حضرت ابوہریرہؓ کا ذکر نہیں ہے...... کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور صدقہ نہیں کھایا کرتے تھے، پھر آگے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی عورت نے مقام خیبر میں ایک بھنی ہوئی بکری ہدیتاً بھیجی جس میں اس عورت نے زہر ملا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے شانہ کا کچھ گوشت لے کر کھایا اور آپ کے ہمراہ کچھ صحابہؓ نے بھی کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ہاتھ اُٹھالو (اب مزید مت کھاؤ) کیونکہ اس گوشت نے مجھے بتلایا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ اس زہر کے کھانے کی وجہ سے حضرت بشر بن براء بن معرور انصاری صحابی انتقال کر گئے۔ آپ نے اس عورت کے پاس کسی کو بھیج کر اسے بلایا پھر اس سے دریافت فرمایا: تمہیں کس شے نے ابھارا تھا تمہارے اس گھناؤنے جرم پر کہ تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو آپ کو کچھ نقصان نہ ہوگا، اور اگر آپ حکومت کے خواہاں لیڈر ہیں تو میں لوگوں کو آپ سے راحت پہنچا دوں گی (یعنی اچھا ہے مر جائیں گے ہمیں ان سے خلاصی ملے گی)۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور وہ عورت قتل کر دی گئی (یعنی حضرت بشر بن براءؓ صحابی کے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا گیا)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس تکلیف کے متعلق بتایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی کہ میں خیبر میں کھائے ہوئے اس گوشت کے اثر سے ہمیشہ تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں، اور اب یہ وقت آگیا ہے کہ (جیسے) اس نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔

[1] معالم السنن ــ ج ٤ ص ٤٢١ ـ ٤٢٣

تخریج صحيح البخاري - الجزية (٢٩٩٨) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٣) صحيح البخاري - الطب (٥٤٤١) سنن أبي داود - الديات (٤٥١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥١) سنن الدارمي - المقدمة (٦٩)

٤٥١٣ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أُمَّ مُبَشِّرٍ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: مَا يُتَّهَمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ بِابْنِي شَيْئًا إِلَّا الشَّاةَ الْمَسْمُومَةَ الَّتِي أَكَلَ مَعَكَ بِخَيْبَرَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ بِنَفْسِي إِلَّا ذَلِكَ، فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَرُبَّمَا حَدَّثَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ مُرْسَلًا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَكَرَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّ مَعْمَرًا كَانَ يُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مَرَّةً مُرْسَلًا فَيَكْتُبُونَهُ، وَيُحَدِّثُهُمْ مَرَّةً بِهِ فَيُسْنِدُهُ فَيَكْتُبُونَهُ، وَكُلٌّ صَحِيحٌ عِنْدَنَا، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَلَى مَعْمَرٍ أَسْنَدَ لَهُ مَعْمَرٌ أَحَادِيثَ كَانَ يُوقِفُهَا".

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے مرض وفات کے ایام میں ام مبشرؓ (زید بن حارثہ کی بیوی) نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ میں تو اپنے بیٹے کے متعلق یہی خیال کرتی ہوں کہ اس کی موت خیبر میں کھائی زہر آلود بکری کے اثر سے ہوئی تھی، تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا میرا بھی اپنے متعلق یہی خیال ہے اور اب یہ وقت آگیا ہے کہ (جیسے) میری شہ رگیں کٹ چکی ہیں۔

٤٥١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ مُبَشِّرٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ: كَذَا قَالَ: عَنْ أُمِّهِ وَالصَّوَابُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَخْلَدِ بْنِ خَالِدٍ، نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَقَالَ: مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحِجَامَةَ.

ترجمہ: حضرت ام مبشرؓ سے مروی ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مخلد بن خالد کی روایت کے ہم معنی بیان کیا جیسا کہ حدیث جابرؓ میں بیان ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ بشر بن براء بن معرورؓ وفات پاگئے تو آپ ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور آپ نے پوچھا کہ تیرا مقصود اس سے کیا تھا؟...... پھر راوی نے حدیث جابرؓ کی طرح بیان کیا...... تب آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا اور وہ عورت قتل کر دی گئی (یعنی حضرت بشر بن براءؓ صحابی کے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا گیا)، اس روایت میں راوی نے حجامت (سینگی) لگائے جانے کا تذکرہ نہیں کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الديات (٤٥١٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٨)

٧- بَابُ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ أَوْ مَثَّلَ بِهِ أَيُقَادُ مِنْهُ

کوئی اپنے غلام کو قتل یا مثلہ کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

٤٥١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ».

ترجمہ: حضرت سمرہؓ نے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا تو ہم بھی اس شخص کو قتل کر دیں گے اور جو شخص اپنے غلام کا مثلہ کرے گا یعنی ناک، کان، کاٹے گا تو ہم بھی اس کا مثلہ کریں گے (یعنی اس کے ناک، کان کاٹیں گے)۔

٤٥١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ خَصَى عَبْدَهُ خَصَيْنَاهُ» ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَحَمَّادٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، مِثْلَ حَدِيثِ مُعَاذٍ.

ترجمہ: قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے غلام کو خصی کرے گا تو ہم بھی اس کو خصی کریں گے۔ پھر ہشام نے شعبہ اور حماد کی حدیث کی طرح بیان کیا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ ابوداود طیالسیؒ نے اس حدیث کو ہشام سے معاذ بن ہشام کی روایت جیسی روایت نقل کی ہے۔

٤٥١٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ مِثْلَهُ زَادَ ثُمَّ إِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ هَذَا الْحَدِيثَ فَكَانَ يَقُولُ: «لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ».

ترجمہ: ابن ابی عروبہ نے قتادہ سے اسی طرح روایت کی ہے جس طرح شعبہ نے نقل کی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر اس حدیث کے راوی حسن، اس حدیث کو بھول گئے اور وہ کہنے لگے کہ آزاد شخص غلام کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الديات (١٤١٤) سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٦) سنن أبي داود - الديات (٤٥١٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٨)

٤٥١٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: «لَا يُقَادُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ»

ترجمہ: حسن سے مروی ہے کہ آزاد شخص کو غلام کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

شرح الأحادیث اور مذاہب ائمہ کی تفصیل: جدع کے معنی ہیں ناک یا کان کاٹ دینا، اور زیادہ تر اس کا استعمال قطع الانف میں ہوتا ہے، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو اپنے غلام کو قتل کریگا ہم اس کو قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کان کاٹے

گا ہم اس کی ناک کان کاٹیں گے۔
غلام اور اسکے مولی کے درمیان قصاص کہ غلام کا مولی سے قصاص لیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے ایسا ائمہ اربعہ میں سے کسی کے یہاں نہیں ہے، البتہ بعض علماء اس کے قائل ہیں جیسے سفیان ثوری، قال سفیان الثوری إذا قتل عبدہ أو عبد غیرہ قتل به كذا في البذل عن الخطابي [1] حنفیہ کے نزدیک تو یہ حکم یعنی ترک قصاص کا اپنے غلام کے بارے میں ہے لیکن اگر غلام دوسرے کا ہے تو حر اور عبد غیر کے درمیان حنفیہ قصاص کے قائل ہیں [2]، خواہ اپنا غلام ہو خواہ دوسرے کا، لیکن یہاں حدیث میں خود مولی اور اس کے عبد کے درمیان قصاص کا ثبوت ہے جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔

جمہور اور ائمہ اربعہ کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ: اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہ حدیث زجر و توبیخ [3] پر محمول ہے تاکہ لوگوں کو اس پر اقدام کی ہمت نہ ہو، جیسا کہ شارب خمر کے بارے میں آتا ہے کہ اس کو پانچویں مرتبہ میں قتل کر دیا جائے، اور دوسری تاویل اس حدیث کی یہ کی گئی ہے کہ اس عبد سے اپنا آزاد کردہ مراد ہے یعنی جو پہلے اس کا عبد تھا جیسا کہ اس آیت کریمہ میں وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا [4]۔ اس آیت میں بیوی عورت پر یعنی اس کے شوہر کے انتقال کے بعد زوج کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی ماکان کے اعتبار سے، اور ایک جواب نسخ کا دیا گیا ہے کہ یہ حدیث سمرہ منسوخ ہے، اس حدیث میں قتل کے بعد دوسرا جزء جدع ہے اول یعنی قتل یہ تو ہوا قصاص فی النفس اور ثانی یعنی جدع یہ ہوا قصاص فیما دون النفس، اس جزء ثانی میں علماء کا اتفاق ہے کہ قصاص فیما دون النفس بین العبد والحر مطلقاً نہیں ہے خواہ اپنا عبد ہو یا عبد غیر، اگر بعض علماء کا اختلاف ہے بھی تو صرف جزء اول یعنی قصاص فی النفس میں ہے بعض سے مراد سفیان ثوری كما تقدم آنفاً، اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب یہ حدیث جزء ثانی کے اعتبار سے منسوخ ہے تو جزء اول کے اعتبار

---

[1] اور اصل خطابی میں اس کے بعد یہ ہے: وقد اختلف عنه (أي عن الثوري) في ذلك، وحكي أنه قال مثل قول أبي حنيفة وأصحابه. (معالم السنن-ج ٤ ص ٤٢٥، بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ٢٩)

[2] یعنی قصاص فی النفس اور قصاص فیما دون النفس بین الحر والعبد کے حنفیہ بھی قائل نہیں ففی الهداية ٤ ,ص ٥٥٣ ولا قصاص بين الرجل والمرأة فيما دون النفس ولا بين الحر والعبد ولا بين العبدين (اى فيما دون النفس)

[3] علامہ سندیؒ فرماتے ہیں یہ جو تاویل و توجیہ شراح کیا کرتے ہیں کہ اس لفظ سے مقصود زجر و توبیخ ہے اس کا نہ تو یہ مطلب ہے کہ اس لفظ کے سوائے زجر کے اور کوئی معنی مراد نہیں اس لئے کہ پھر تو وہ لفظ مہمل ہو جائے گا اور نہ یہ مطلب ہے کہ یہ لفظ مستعمل تو معنی حقیقی ہی میں ہے لیکن مقصود زجر ہے کیونکہ اس کا تو گویا مطلب یہ ہوا کہ مصلحۃً کذب جائز ہے بلکہ اس توجیہ کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ یہ لفظ مقام کے مناسب معنی مجازی میں مستعمل ہے مثلاً مطلق سزا اور سخت لفظ استعمال کیا گیا زجر و توبیخ کے لئے اھ۔ بہت بہترین تشریح ہے فللہ درہ۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نے سنایا تھا کہ میں نے اپنے والد صاحب کے سامنے کسی حدیث کے بارے میں یہ کہا کہ یہ تو تغلیظ پر محمول ہے تو شیخ فرماتے تھے کہ میری اس بات پر والد صاحب کو بہت ہی غصہ اور ناگواری ہوئی اور فرمایا کہ تغلیظ کی توجیہ اخبار میں نہیں چلتی۔

[4] اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں (سورة البقرة ٢٣٤)

سے بھی منسوخ ہے، لما ثبتا ثبتا معاً فلما نسخا نسخا معاً، کذا فی البذل عن الخطابی [1]، امام ترمذیؒ حدیث الباب کے بعد فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ: إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ إِلَى هَذَا، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْهُمْ: الحَسَنُ البَصْرِيُّ، وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: لَيْسَ بَيْنَ الحُرِّ وَالعَبْدِ قِصَاصٌ فِي النَّفْسِ، وَلَا فِيمَا دُونَ النَّفْسِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا قَتَلَ عَبْدَهُ لَا يُقْتَلُ بِهِ، وَإِذَا قَتَلَ عَبْدَ غَيْرِهِ قُتِلَ بِهِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اھ [2]۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر عمل ابراہیم نخعی کا ذکر کیا ہے اور ثوری کا مذہب حنفیہ کے موافق لکھا ہے بخلاف خطابیؒ کے کہ انہوں نے اس پر عمل ثوری کا لکھا ہے اور نخعی کا مذہب حنفیہ کے موافق لکھا ہے لیکن خطابی سے گذر گیا کہ سفیان ثوری کے اس میں دو قول ہیں، پس ہو سکتا ہے کہ نخعی سے بھی دونوں روایتیں ہوں مثل سفیان ثوری کے، واللہ تعالی اعلم۔

ائمہ ثلاث کا استدلال جو مطلقاً قصاص بین الحر والعبد کے قائل نہیں ہیں اس آیت کریمہ سے ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ [3] اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ تخصیص الشيء بالذكر لا ينفي الحكم عما عداه۔

بعد والی روایت میں یہ ہے زَادَ ثُمَّ إِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ هَذَا الْحَدِيثَ فَكَانَ يَقُولُ: «لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ»، قتادہ جو حسن بصری کے شاگرد ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے استاد اس حدیث کو بیان کر کے بھول گئے چنانچہ وہ کہتے ہیں لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ، خطابیؒ کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث مأول ہو اور زجر و توبیخ پر محمول ہو جیسا کہ جمہور کہتے ہیں یا کوئی اور تاویل وہ اس کی کرتے ہوں اھ۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٥١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ تَسْنِيمٍ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا سَوَّارٌ أَبُو حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مُسْتَصْرِخٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: جَارِيَةٌ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ «وَيْحَكَ مَا لَكَ؟» قَالَ: شَرًّا، أَبْصَرَ لِسَيِّدِهِ جَارِيَةً لَهُ فَغَارَ فَجَبَّ مَذَاكِيرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيَّ بِالرَّجُلِ» فَطُلِبَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْهَبْ فَأَنْتَ حُرٌّ» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى مَنْ نُصْرَتِي؟ قَالَ: «عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ» أَوْ قَالَ: «كُلِّ مُسْلِمٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الَّذِي عَتَقَ كَانَ اسْمُهُ رَوْحُ بْنُ دِينَارٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الَّذِي جَبَّهُ زِنْبَاعٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا زِنْبَاعٌ أَبُو رَوْحٍ كَانَ مَوْلَى الْعَبْدِ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ انکے دادا عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص چیختا ہوا حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اسکی ایک باندی تھی (اور اپنی تکلیف کی وجہ سے اس نے اپنا

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٤٢٥، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢٩

[2] جامع الترمذی - کتاب الدیات - باب ماجاء فی الرجل یقتل عبدہ ١٤١٤

[3] فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام (سورۃ البقرۃ ١٧٨)

واقعہ بیان نہیں کیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ تیرا برا ہو، اس نے جواب دیا: بہت برا ہوا میرے مالک کی ایک باندی تھی میں نے اسکو دیکھ لیا تو اس نے مارے غیرت کے میرا عضو مخصوص کاٹ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسکے مالک کو بلاؤ، اسے تلاش کیا گیا لیکن وہ مل نہ سکا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! (اگر میرا مالک زبردستی مجھے غلام بنانا چاہے) تو میری کون شخص طرف داری کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان شخص یا ہر صاحب ایمان پر تمہاری اعانت لازم ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الدیات (٤٥١٩) سنن ابن ماجه - الدیات (٢٦٨٠)

شرح الحدیث: یعنی ایک شخص چلاتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا، اور یہ کہتا ہوا جَارِيَةٌ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ کہ اسکی باندی یارسول اللہ، یعنی شدت تکلیف کی وجہ سے پورا جملہ وہ ادا نہ کر سکا، بس اتنا ہی کہا کہ اسکی باندی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو تجھے کیا ہوا یعنی آگے تو بات کہو، اس پر اس نے کہا کہ بہت برا ہوا میں نے اپنے آقا کی باندی کو دیکھ لیا تھا جس پر اس کو غیرت آئی اور میرا ذکر اس نے کاٹ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس لایا جائے، اس کو تلاش کیا گیا مگر ملا نہیں آپ ﷺ نے اس غلام سے کہا تو تو جا آزاد ہے، اس نے عرض کیا کہ میری مدد اور حمایت کون کریگا یعنی اگر میرا مولی مجھے پکڑنے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری مدد ہر مسلمان پر واجب ہے۔

بذل[1] میں لکھا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے اور اس میں اس چیخنے والے غلام کا جواب یہ مذکور ہے: سَيِّدِي رَآنِي أُقَبِّلُ جَارِيَةً لَهُ فَجَبَّ مَذَاكِيرِي، اور ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس غلام کے مولی کا نام زِنباع ہے ابورَوح، اور حاشیہ بذل میں ابن الجوزیؒ کی تلقیح[2] سے منقول ہے کہ اس غلام کا نام سَندَر ہے۔

٨ـ بَابُ الْقَتْلِ بِالْقَسَامَةِ

قسامت کا بیان

قسامة سے متعلق مباحث اربعه: یہاں پر چار بحثیں ہیں: ① لفظ قسامة کے لغوی وشرعی معنی ② قسامة کی مشروعیت اور اس میں علماء کا اختلاف ③ قسامة کی کیفیت اور طریقہ ④ القصاص بالقسامة، یعنی قسامة سے قصاص کا ثبوت بھی ہو سکتا ہے یا نہیں یا صرف دیت ہی ثابت ہوتی ہے۔

بحث اوّل—قسامة کے لغوی وشرعی معنی: کہا گیا ہے کہ قسامة اسم مصدر ہے بمعنی القسم اور کہا گیا ہے کہ یہ مصدر ہے يقال أقسم يقسم قسامة نیز اسکا اطلاق اس جماعت پر بھی ہوتا ہے جو قسمیں کھاتی ہے امام الحرمینؒ سے منقول ہے کہ قسامت عند

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٣١

[2] تلقيح فهوم أهل الأثر – ص ٢٠٣

الفقہاء تو نام ہے ایمان کا اور اہل لغت کے نزدیک حالفین کی جماعت کا اور شرعاً قسامت نام ہے ان قسموں کا جن کو اولیاء مقتول کھاتے ہیں استحقاق دم پر (ھذا علی قول الجمھور) یا ان قسموں کا جن کو مدعیٰ علیہم کھاتے ہیں نفی قتل پر (علی قول الحنفیۃ)۔

بحث ثانی- قسامۃ کی مشروعیت اور اس میں علماء کا اختلاف: قسامت ان امور میں سے ہے جو زمانہ جاہلیت میں پائے جاتے تھے اور پھر اسلام نے بھی انکو برقرار رکھا، ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کانت فی الجاھلیۃ فاقرھا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم علی ما کانت علیہ فی الجاھلیۃ رواہ عبد الرزاق اور صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جاہلیت میں اولاً جو قسامت پائی گئی وہ ہمارے میں یعنی بنو ہاشم میں پائی گئی کان رجل من بنی ھاشم استاجرہ رجل من قریش من فخذ اخری الی آخر القصۃ- امام بخاریؒ نے اس پر عنوان قائم کیا القسامۃ فی الجاھلیۃ، اور اس سے پہلا باب ہے باب ایام الجاھلیۃ اور یہ دونوں باب ابواب المناقب کے ضمن میں ہیں اسکے بعد پھر امام بخاریؒ نے کتاب الحدود کے بعد کتاب الدیات کے ضمن میں دوبارہ باب القسامۃ کا باب قائم کیا جس میں انہوں نے اسلام میں آپ ﷺ کے زمانہ میں جو قسامت پیش آئی اسکو ذکر فرمایا، اور امام نسائیؒ نے کتاب البیوع کے بعد متصلاً کتاب القسامۃ والقود والدیات کو ذکر کیا اور اس میں شروع میں یہی ابن عباسؓ والی روایت قسامۃ فی الجاھلیۃ کی ذکر کی، اسکے بعد متصلاً قسامۃ کا دوسرا باب قائم کیا جس میں یہود خیبر والی قسامت کو ذکر کیا قسامۃ فی الجاھلیۃ والا قصہ ہمارے یہاں ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ میں نہیں ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ قسامت اصول شرع میں سے ایک اصل ہے، تقریباً تمام ہی علماء صحابہ اور تابعین اس کے قائل ہیں اگرچہ اسکی کیفیت میں اختلاف ہے، لیکن بعض علماء اسکے قائل نہیں جیسے سالم وسلیمان بن یسار، قتادہ وابن علیہ، اور امام بخاریؒ، اور عمر بن عبد العزیزؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں اور ابن رشد نے بھی یہی بات لکھی ہے، اور اسکے بعد وہ لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا مستدل وہ حدیث ہے جو حویصہ اور محیصہ کے قصہ سے ثابت ہے وھو حدیث متفق علی صحتہ من اھل الحدیث الا انھم مختلفون فی الفاظہ اور اسکے بعد لکھتے ہیں: اور دوسرا فریق جو اسکا منکر ہے وہ یہ کہتا ہے کہ قسامت شریعت کے اصول مجمع علیہا کے خلاف ہے اور پھر انہوں نے ان کو ذکر کیا، کما فی الأوجز [1]۔

قسامۃ کے بارے میں امام بخاریؒ کا مسلک: حضرت شیخؒ حاشیۂ لامع الدراری اور الأبواب والتراجم میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے جو بات فرمائی کہ امام بخاریؒ قسامت کے قائل نہیں ہیں، اسی طرح ابن المنیرؒ اور علامہ کرمانیؒ کے کلام میں بھی ہے اور علامہ قسطلانیؒ نے کتاب القسامۃ کے شروع میں تو یہی فرمایا لیکن آخر باب میں ان لوگوں پر رد کیا جو یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ قسامت کے قائل نہیں، اسی طرح حافظؒ نے بھی یہی بات فرمائی کہ یہ کہنا کہ امام بخاریؒ نفس قسامت کے قائل

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك—ج ۱۵ ص ۱۵۰-۱۵۲

نہیں صحیح نہیں، نفس قسامت کے تو وہ قائل ہیں البتہ قصاص بالقسامۃ کے قائل نہیں، نیز اس بات کے بھی قائل نہیں کہ ابتداء ایمان کی مدعی سے ہو بلکہ اس میں انکی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں قصۂ انصار میں، یعنی بعض سے معلوم ہوتا ہے ابتداء الایمان بالمدعین، اور بعض سے ابتداء الایمان بالمدعیٰ علیہم، لہٰذا اس اختلاف کی صورت میں انہوں نے امر متفق علیہ کو اختیار کیا یعنی الیمین [1] علی المدعیٰ علیہ (والبینۃ علی المدعی) الی آخر ما ذکر۔ اور یہی بات علامہ عینیؒ نے بھی فرمائی ہے کہ امام بخاریؒ قصاص بالقسامۃ کے منکر ہیں نہ کہ اصل قسامت کے، اور حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ یہی رائے میری عمر بن عبد العزیزؒ کے بارے میں ہے کہ وہ بھی قصاص بالقسامۃ کے منکر ہیں نہ کہ مطلق قسامت کے۔

بحث ثالث- قسامۃ کی کیفیت اور طریقہ: قسامت کی کیفیت اور طریقہ، اور اس میں علماء کا اختلاف نیز حنفیہ اور جمہور کی دلیل ومنشأ اختلاف یہ من حیث الفقہ ایک اہم بحث ہے، حافظؒ کے کلام میں اوپر گذر چکا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں انصار اور یہود خیبر کے درمیان جو قسامت کا قصہ پیش آیا اس میں روایات مختلف ہیں، وہ اختلاف یہی ہے کہ آپ نے ابتداء ایمان کی انصار جو کہ مدعین تھے ان سے فرمائی یا یہود جو مدعیٰ علیہم تھے ان سے؟ چنانچہ امام ابو داودؒ نے یہاں اس سلسلہ میں دو باب قائم کیے اور دونوں میں سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیجؓ کی حدیث ذکر فرمائی، پہلے باب کی حدیث بطریق يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ہے، اس طریق میں تو ابتداء ایمان کی مدعین سے ہے چنانچہ اس کے لفظ یہ ہیں: «يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ» قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: «فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ» الخ۔ یعنی آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں یہود میں سے کسی ایک شخص پر تو پھر وہ شخص پورا تمہارے حوالہ کر دیا جائیگا، انصار نے عرض کیا کہ ہم کیسے قسم کھاسکتے ہیں جب کہ ہم نے قتل کا مشاہدہ نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس تو پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تم کو اس قسم کھانے کی کلفت سے بری کر دیں گے (قصہ کی تکمیل ہم بعد میں ذکر کریں گے) اور دوسرے باب میں مصنف نے اس حدیث کو بطریق سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ذکر کیا ہے، جو اس پہلی روایت کے خلاف ہے اس میں اس طرح ہے کہ جب انصار آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اس قتل کے واقعہ کو آپ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا «تَأْتُونِي بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَ هَذَا» قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ. قَالَ: «فَيَحْلِفُونَ لَكُمْ» قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، دیکھیے اس میں انصار جو کہ مدعین تھے ان سے آپ نے بینہ کا مطالبہ کیا، جب انہوں نے بینہ پیش کرنے سے عذر کر دیا تب آپ نے فرمایا کہ اب یہود قسمیں کھائیں گے الی آخر القصۃ یہ دو مختلف روایتیں ہیں: ① یحییٰ بن سعید ② اور سعید بن عبید کی، ان میں سے جمہور نے یحییٰ بن سعید کی روایت کو لیا اور حنفیہ نے سعید ابن عبید کی، اور حضرت امام

[1] گویا جو رائے حنفیہ کی ہے اس میں اسی کو انہوں نے اختیار فرمایا ہے۔

بخاریؒ نے باب القسامۃ میں اسی دوسری روایت کو ذکر فرمایا ہے، اسی لئے شراح کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں حنفیہ کی موافقت کی ہے، اسی طرح نسائی میں ایک روایت ہے عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ کے طریق سے، جس میں اس طرح ہے فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقِمْ شَاهِدَيْنِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ، أَدْفَعْهُ إِلَيْكُمْ بِرُمَّتِهِ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمِنْ أَيْنَ أُصِيبُ شَاهِدَيْنِ [1]، حافظ ابن قیمؒ نے مختصر سنن ابی داؤد کی شرح تہذیب السنن میں جمہور کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: قال النسائي: لا نعلم أحدا أتابع عمرو بن شعيب على هذه الرواية، ولا سعيد بن عبيد على روايته عن بشير بن يسار، والله أعلم. وقال مسلم: رواية سعيد بن عبيد غلط، ويحيى بن سعيد أحفظ منه [2] (لیکن اوپر آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ امام بخاریؒ نے قسامت کے باب میں سعید بن عبید ہی کی روایت کو لیا ہے، یعنی جو اصل اس مسئلہ کا محل ہے وہاں پر، اور یحییٰ بن سعید کی روایت کو بھی اگرچہ انہوں نے ذکر کیا ہے لیکن دوسرے مقام پر یعنی ابواب الجزیہ میں (چنانچہ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یحییٰ بن سعید والے طریق کو باب القسامۃ میں قصداً ذکر نہیں فرمایا تاکہ کوئی شخص مسئلہ قسامت میں اس سے نہ استدلال کر بیٹھے) اسکے بعد حافظ ابن قیمؒ نے ان دونوں مختلف روایتوں میں امام بیہقی کی طرف سے تطبیق اس طرح دی یحییٰ بن سعید کی روایت کو اصل قرار دیتے ہوئے کہ ممکن ہے سعید بن عبید کی روایت میں بینہ سے مراد اسکے متبادر معنی نہ ہوں یعنی گواہ بلکہ اس سے مراد ایمان المدعین ہی ہوں [3] جس کی تفسیر اور بیان یحییٰ بن سعید کی روایت میں آگیا، اور یا یہ کہا جائے کہ سعید بن عبید کی روایت میں بینہ سے متبادر معنی ہی مراد ہیں لیکن جب انہوں نے بینہ نہ ہونے کا عذر پیش کیا تو آپ نے ان پر ایمان کو پیش کیا جیسا کہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں ہے (اس دوسری توجیہ کا حاصل یہ ہوا کہ ان دونوں روایتوں میں اختصار واقع ہوا اور واقعہ یہ ہے کہ آپکی طرف سے دونوں چیزیں پائی گئی تھیں، اور مجموعہ روایتین سے یہی ثابت ہوا کہ اولیائے مقتول کے پاس اگر بینہ نہ ہو تو ان ہی سے قسمیں لی جائیں گی، وهذا هو مسلك الجمهور) [4]۔

جاننا چاہیے کہ علماء کی ایک جماعت نے جیسا کہ بحث ثانی میں گذر چکا قسامت کا سرے ہی سے انکار کیا ہے یہ کہہ کر کہ یہ مجمع علیہا اصول کے خلاف ہے، اور ان اصول میں ایک اصل مجمع علیہ یہ بھی ہے البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه، حنفیہ نے جو صورت قسامۃ کی اختیار کی ہے اس میں کم از کم اس اصل کلی کی مخالفت نہیں ہے وہ طریقہ اسکی مخالفت سے محفوظ ہے، لہٰذا حنفیہ کا مسلک اسمیں متعدل ہوا، فتأمل وتدبر ولا تكن من المستعجلين۔

---

[1] سنن النسائي – كتاب القسامة – باب ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر سهل فيه ٤٧٢٠

[2] تهذيب السنن – ج ٤ ص ٢٠٠٠ ـ ٢٠٠١

[3] کیونکہ مسئلہ قسامت میں ایمان مدعین ہی بینہ کے قائم مقام ہوتی ہیں۔

[4] تهذيب السنن – ج ٤ ص ٢٠٠١ ـ ٢٠٠٢

آگے روایت میں یہ ہے کہ صحابہؓ نے جب آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ ان یہود کی قسموں کا کیا اعتبار یہ تو جھوٹی قسم کھالیں گے تو اسکے بعد یہ ہے فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ، جب انصار نے یہود کی قسموں کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ ناقابل اعتبار ہیں تو اب یہ مقدمہ خارج ہو گیا تھا اسلئے کہ انصار کو تو یہی دو اختیار تھے (علی مسلك الجمهور) کہ یا تو وہ خود قسمیں کھائیں یا پھر مدعی علیہم سے قسمیں لی جائیں، مگر وہ دونوں کیلئے تیار نہ ہوئے لہٰذا مقدمہ خارج لیکن چونکہ وہ شکستہ دل تھے قتل کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے جبراً لخاطرهم یعنی انکی دلجوئی کیلئے اور قطع منازعت اور اصلاح ذات البین کے طور پر اپنے پاس سے سو اونٹ دیت میں ان انصار کو عطا فرمادیئے۔

من عنده اور من ابل الصدقة کی توجیه: ایک روایت میں تو ہے مِنْ عِنْدِهٖ اور ایک میں ہے مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ جمع بین الروایتین اس طرح کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے وہ اونٹ صدقہ کے اونٹوں میں سے اپنے پاس سے خرید لئے (اشتراها من ابل الصدقة بمال دفعه من عنده) اور یا یہ کہا جائے کہ من عندہ سے اپنا ذاتی مال مراد نہیں ہے بلکہ اس سے بیت المال ہی مراد ہے جس کا انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا مصالح میں خرچ کرنے کے لئے [1] (تحفة)۔

ان کلی اختلافات کو جاننے کے بعد اب آپ جمہور علماء اور حنفیہ کے نزدیک قسامت کی پوری صورت سمجھئے، صاحب هدایہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قتیل کسی محلہ میں پایا جائے (جس میں قتل وغیرہ کا اثر ونشان ہو) اور قاتل معلوم نہ ہو تو ان اہل محلہ میں سے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں جن کا انتخاب ولی مقتول کریگا وہ اس طرح قسم کھائیں باللہ ما قتلناہ ولا علمنا له قاتلا، جب وہ یہ قسمیں کھالیں تو ان پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ انکے قسم کھانے کے بعد ان پر دیت واجب نہیں ہوگی [2] کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا تبرئکم یهود بایمانها، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دیت اور قسامت کے درمیان جمع فرمایا تھا جیسا کہ حدیث سہل میں ہے اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد تبرئکم یهود یہ محمول ہے ہمارے نزدیک ابراء عن القصاص پر (یعنی یہود قسمیں کھانے کی وجہ سے تم کو مطالبہ قصاص سے بری کر دیں گے نہ کہ دیت سے) اور پھر آگے صاحب هدایہ لکھتے ہیں کہ ان پچاس میں سے جو قسم کھانے سے انکار کریں تو اس کو حبس کیا جائیگا یہاں تک کہ قسم کھائے اھ۔

اور جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قسامت کی صورت یہ ہے کہ اولاً یہ دیکھا جائے گا کہ فریقین کے درمیان لوث ہے یا نہیں، لوث کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا قرینہ پایا جا رہا ہو جو مدعین کے صدق پر دلالت کرے کہ وہاں ان کا خیال صحیح ہے قاتل یہی لوگ ہوں گے مثلاً عداوت ان دونوں کے درمیان، پس اگر لوث نہیں ہے تب تو اس دعویٰ اور مقدمہ کا حکم وہی ہے جو اور دعاوی کا ہوتا ہے کہ اگر مدعی بینہ پیش کرے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ والا فالقول قول المنکر، لیکن اگر

---

[1] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي – ج ٤ ص ٦٨٣ – ٦٨٤

[2] الهداية شرح بداية المبتدي – ج ٨ ص ١٨٥ – ١٨٦

ان کے درمیان عداوت اور لوث ہے تو اس صورت میں اولاً اولیائے دم یعنی مدعین سے پچاس قسمیں لی جائیں گی اگر وہ قسمیں کھالیں تو ان کے حق میں [1] دیت کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور اگر وہ قسمیں کھانے سے انکار کریں تو پھر مدعی علیہم سے قسمیں لی جائیں گی اور قسمیں کھا کر وہ بری ہو جائیں گے، متن ابی شجاع جو فقہ شافعی میں ہے اس میں قسامت کے بارے میں صرف اتنا ہے کہ جب دعویٰ دم کے ساتھ لوث پایا جا رہا ہو جس سے صدق مدعی کا گمان غالب ہو تو مدعی پچاس قسمیں کھائے اور اس پر وہ دیت کا مستحق ہو جائے گا اور اگر وہاں پر لوث نہ ہو تو پھر یمین مدعی علیہ پر عائد ہوگی [2]۔ اور الإقناع سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اگر مقتول کا وارث جو کہ مدعی ہے وہ ایک ہی ہو تو تنہا وہی پچاس قسمیں کھائے گا اور اگر چند ورثاء ہیں تو یہ پچاس قسمیں ان پر تقسیم کر دی جائیں گی ان کے حق وراثت کے اعتبار سے [3]، تفصیلات خود ان کی کتابوں میں دیکھی جائیں، اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ قسامت میں قسمیں کن پر آئیں گی امام مالک و شافعی اور جمہور کے نزدیک ورثہ قتیل قسم کھائیں گے یعنی مدعین اور ان کی پچاس قسمیں کھانے سے ان کا حق ثابت ہو جائے گا الی آخر ماذکر من الکلام علی الدلائل [4]۔ گذشتہ عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ قسامت کے لئے ائمہ ثلاث کے نزدیک لوث کا ہونا ضروری ہے محض کسی محلہ میں قتیل کا پایا جانا موجب قسامت ان کے نزدیک نہیں ہے بخلاف حنفیہ کے کہ ان کے یہاں صرف قتیل کا پایا جانا کافی ہے، اور اس میں ان کے نزدیک لوث کی احتیاج نہیں، اس کے علاوہ حنفیہ اور جمہور کے مذہب میں دو اختلاف اور نمایاں ہیں اول یہ کہ جمہور کے نزدیک ایمان کی ابتداء مدعین سے ہے بجائے بینہ کے اور حنفیہ کے نزدیک مدعین کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں یمین صرف مدعی علیہم پر عائد ہوتی ہے اور دوسرا اختلاف یہ کہ مدعیٰ علیہم کے قسموں کے بعد جمہور کے نزدیک دیت ساقط ہوتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک واجب ہوتی ہے، پہلی بات جمہور کی خلاف قیاس ہے اور دوسری بات حنفیہ کی خلاف قیاس ہے، پیش نظر دونوں ہی فریق کے مقصود اتباع حدیث ہے، شکر اللہ تعالی مساعیھم۔

بحث رابع - القصاص بالقسامة: یعنی قسامت سے قصاص ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ سو امام مالکؒ واحمدؒ اور شافعیؒ فی القدیم قصاص بالقسامة کے قائل ہیں جبکہ دعوی قتل عمد کا ہو اور حنفیہ اور امام شافعی فی الجدید، وھو الاصح عندھم قسامت کے قصاص کے قائل نہیں صرف وجوب دیت کے قائل ہیں کذا قال النوویؒ [5] اور ابن رشدؒ فرماتے ہیں: ھل یجب بھا الدم؟ أو

---

[1] مطلقاً امام شافعی کے نزدیک علی القول الاصح اور امام مالک واحمد کے نزدیک قتل خطا کی صورت میں دیت اور قتل عمد کی صورت میں قصاص کا فیصلہ بشرطیکہ معین شخص پر دعویٰ ہو۔

[2] متن أبي شجاع المسمى الغاية والتقريب—ص ٣٨

[3] الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع—ج ٢ ص ٤٢٩ - ٤٣٠

[4] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج ١١ ص ١٤٤

[5] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج ١١ ص ١٤٤

الفدية؟ أو دفع لمجرد الدعوى؟ فقال مالك وأحمد: يستحق بها الدم في العمد، والدية في الخطأ. وقال الشافعي والثوري وجماعة: تستحق بها الدية فقط. وقال بعض الكوفيين: لا يستحق بها إلا دفع الدعوى یہ بھی فرمارہے ہیں کہ امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک قسامت سے قصاص کا ثبوت ہو جاتا ہے قتل عمد کی صورت میں یعنی اگر قتل عمد کا دعوی ہے اور قتل خطأ کی صورت میں دیت کا ثبوت ہوتا ہے اور امام شافعیؒ اور ایک جماعت کے نزدیک صرف دیت کا ثبوت ہوتا ہے، اور تیسرا قول اسمیں بعض کوفیین کا ہے (غیر حنفیہ) کہ قسامت یعنی مدعی علیہم کی قسموں کے ذریعہ صرف دعوی مدعی کا رفع ہوتا ہے نہ اس سے قصاص کا ثبوت ہوتا ہے نہ دیت کا اھ [1]۔ اب احادیث الباب کو لیجئے۔

٤٥٢٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ، انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي أَمْرِ أَخِيهِ وَهُوَ أَصْغَرُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْكُبْرَ الْكُبْرَ» أَوْ قَالَ: «لِيَبْدَأِ الْأَكْبَرُ» فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ» قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: «فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَوْمٌ كُفَّارٌ، قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ، قَالَ سَهْلٌ: «دَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا»، قَالَ حَمَّادٌ: هَذَا أَوْ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَمَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: فِيهِ «أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ أَوْ قَاتِلِكُمْ؟» وَلَمْ يَذْكُرْ بِشْرٌ دَمًا، وَقَالَ عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى، كَمَا قَالَ حَمَّادٌ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى فَبَدَأَ بِقَوْلِهِ: «تُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا، يَحْلِفُونَ» وَلَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِحْقَاقَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ».

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ اور حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ محیصہ بن مسعود اور عبد اللہ بن سہل خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور ایک کھجور کے باغ میں دونوں علیحدہ ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن سہل قتل کئے گئے ان کے متعلقین نے یہودیوں پر تہمت لگائی پھر ان کے بھائی عبد الرحمن بن سہل اور چچازاد بھائی حویصہ اور محیصہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ عبد الرحمن جو چھوٹا بھائی تھا اس نے اپنے بھائی کے معاملہ میں آپ سے گفتگو کی تو آنحضرت ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے بڑے شخص کو بات کہنے دو، یا فرمایا: پہلے بڑا شخص بات کرے۔ پھر ان دونوں نے اپنے ساتھی کے بارے میں گفتگو کی

[1] بداية المجتهد ونهاية المقتصد — ج ٢ ص ٤٢٧ - ٤٣٣ (دار المعرفة الطبعة السادسة ١٤٠٢ هـ)

تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں میں سے پچاس شخص یہود۔ کے ایک شخص پر قسم کھائیں (جس پر قتل کا شک ہو) پھر اس مشتبہ شخص کے گلہ کی رسی اسے دیدی جائے گی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہم نے تو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر ہم کس طرح قسم کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا: پھر یہودیوں کے پچاس شخص قسم کھاکر اپنی براءت کرالیں گے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کافر لوگ ہیں۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ نے اپنی طرف سے ان کو دیت عطا فرمائی۔ سہل نے بیان کیا کہ میں ایک دن ان لوگوں کے اونٹ بکریوں کے باندھنے کی جگہ گیا وہاں پر ایک اونٹنی نے مجھے لات ماردی۔ حماد نے بھی یہی یا اس قسم کی روایت نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بشر بن مفضل اور مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ پچاس قسمیں کھانے کے لئے تیار ہو اس طرح تم اپنے قتل کیے گئے شخص کے خون کے مستحق بن جاؤ گے یا قاتل کے خون کے مستحق بن جاؤ گے؟ بشر نے اپنی روایت میں دم کا ذکر نہیں کیا۔ بشر کے علاوہ راوی نے یحییٰ سے حماد کی طرح روایت کیا ہے۔ ابن عیینہ نے یحییٰ سے روایت کی تو رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے ابتدا کی: یہودی پچاس قسمیں کھاکر تم سے اپنے آپ کی براءت کرالیں گے اور انہوں نے خون کے استحقاق کا تذکرہ نہیں کیا (وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ ذکر نہیں کیا) امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ ابن عیینہ کا وہم ہے۔ (کیونکہ حماد بن زید، بشر بن مفضل اور امام مالکؒ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ کو پہلے کا ذکر سب نے کیا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٥) صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩١) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٩) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) جامع الترمذي - الديات (١٤٢٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧١٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٠) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٧٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) موطأ مالك - القسامة (١٦٣٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٣)

شرح الحدیث: سہل بن ابی حثمہؓ اور رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ محیصہ بن مسعود اور عبداللہ بن سہل یہ دونوں مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف گئے وہاں کسی باغ میں پہنچے وہاں جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے پھر جس جگہ سے جدا ہوئے تھے وہاں آکر محیصہ نے اپنے ساتھی عبداللہ بن سہل کو جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ایک کھجور کے درخت کے نیچے مقتول پڑے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہاں یہود کے علاوہ کون قاتل ہو سکتا ہے لہٰذا ان ہی کے بارے میں شک کیا گیا چنانچہ مقتول کا بھائی عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچیرے بھائی حویصہ اور محیصہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے عبدالرحمٰن جو کہ مقتول کے بھائی اور اس کے ولی تھے انہوں نے آپ سے بات کرنی شروع کی لیکن عمر میں یہ سب سے چھوٹے تھے اسلئے آپ نے فرمایا: الْكُبْرَ الْكُبْرَ جو تم میں بڑا ہے اسکو مقدم کرو چنانچہ انکے دونوں ساتھیوں نے اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کی یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ولی مقتول اور اصل مدعی تو عبدالرحمٰن ہی تھے لہٰذا دعوی اور مطالبہ ان ہی کی طرف سے ہونا چاہئے تھا قاعدہ

اور ضابطہ میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں کہ دعوی بڑے کی جانب سے ہو دعوی تو اصل اور ولی ہی کی جانب سے ہوگا بلکہ آپ کی مراد یہ ہے کہ واقعہ جو پیش آیا اس کی صورت حال جو بڑا ہو وہ بیان کرے چنانچہ آپ ﷺ نے پوری بات سننے کے بعد یہ فرمایا یُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ الخ کہ تم میں سے پچاس آدمی قسمیں کھائیں یہ مضمون بحث ثالث میں گذر گیا یہ پورا گذر چکا آگے آخر قصہ میں یہ ہے قَالَ سَهْلٌ: «دَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا»، سہل بن ابی حثمہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ایک روز میں ان اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوا کسی ضرورت سے تو ان اونٹنیوں میں سے (جو دیت میں ملی تھیں) ایک اونٹنی نے میرے بہت زور سے لات ماری بظاہر اس کے ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ مجھے یہ قسامت کا قصہ پورا اچھی طرح یاد ہے یہ ایک بات رہ گئی تھی اس کو بھی کیوں چھوڑوں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَمَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: فِيهِ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا: پہلی روایت حماد بن زید کی تھی یحییٰ بن سعید سے، ان کی روایت کے لفظ دوسرے تھے اور ان دو یعنی بشر اور مالک کے لفظ یہ ہیں جو یہاں ذکر کئے، اختلاف الفاظ کو بیان کرنا مقصود ہے، یہ روایت جیسا کہ پہلے گذر گیا حنفیہ کے خلاف ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء ایمان کی مدعین سے ہوگی، اس پر تفصیلی کلام تو پہلے گذر چکا، اس کا ایک جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ اس بارے میں روایات کے الفاظ مختلف ہیں ایک میں ہے يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ اور اس روایت میں ہے استفہام کے ساتھ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا حضرت فرماتے ہیں کہ یہ استفہام انکاری ہے، اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ انصار سے فرمارہے ہیں کہ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ ہم تم ہی سے قسمیں لیکر تمہارے حق میں فیصلہ کردیں، ان انصار کا طرز کلام اس طرح ہوگا کہ گویا یہ یقینی امر ہے کہ قتل یہود ہی نے کیا ہے لہٰذا ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں، اور ہمارا حق ان سے دلوایا جائے تو اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تم ہی سے قسمیں لیکر تمہارے حق میں فیصلہ کردیں اس پر وہ چونکے کہ نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم بغیر دیکھے قسمیں کھالیں، اس کے بعد آپ نے جو اصل حکم تھا وہ بیان کیا کہ جب تمہارے پاس بینہ نہیں ہے تو پھر یہود ہی کے قسموں پر فیصلہ ہوگا، اس پر وہ لوگ تیار نہیں ہوئے، کہ انکی قسمیں قابل اعتبار نہیں، لہٰذا مقدمہ خارج، لیکن پھر آپ نے انصار کی دلداری میں اپنی جانب سے دیت ادا فرمادی، یہ جواب وہاں بھی آنا چاہئے جہاں ہم نے شروع میں حنفیہ کی دلیل بیان کی ہے اسکے بعد مصنف ایک اور اختلاف بیان کر رہے ہیں: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى فَبَدَأَ بِقَوْلِهِ: «تُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا، يَحْلِفُونَ» وَلَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِحْقَاقَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ».

اس سے پہلے بھی مصنف یحییٰ بن سعید کے تلامذہ کا اختلاف الفاظ حدیث میں بیان کر چکے ہیں جو ابھی قریب میں گذرا، یہاں یحییٰ بن سعید کے ایک اور شاگرد سفیان بن عیینہ کا اختلاف بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ انکی روایت کا سیاق ہی دوسرا ہے، ان کی روایت میں ابتداء ہی سے ایمان یہود کا ذکر ہے بجائے ایمان مدعین کے جس کے حنفیہ قائل ہیں لیکن مصنف نے اسکو ابن

عیینہ کا وہم قرار دیا ہے کیونکہ ابن عیینہ کے علاوہ باقی تینوں راوی حماد بن زید اور بشر بن المفضل اور مالک نے انکے خلاف روایت ذکر کی ہے، اور حدیث میں ایمان مدعین سے کلام کی ابتداء کی ہے، اسکے بعد مصنف نے یہی حدیث بالتفصیل بجائے بشیر بن یسار کے بطریق ابو لیلی عن سہل بن ابی حثمہ ذکر کی ہے جسمیں بعض الفاظ زائد بھی ہیں چنانچہ اس میں ہے: خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ کہ یہ دونوں خیبر کی جانب محض سیر کیلئے ہیں گئے تھے بلکہ کسی ضرورت اور مجبوری کے تحت گئے تھے مثلاً فقر، اور اس میں ہے قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ کہ عبد اللہ بن سہل کو قتل کر کے ایک گڑھے میں یا درخت کے چاروں طرف جو پانی کیلئے حوض سا کر دیتے ہیں یا کسی چشمہ میں ڈال دیا گیا شک راوی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہ صحابی محیصہ یہود کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: أَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ، نیز اس میں ہے فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ کہ ان مقتول صحابی کے ساتھ جو صحابی خیبر میں تھے یعنی محیصہ وہ آپ ﷺ سے اس بارے میں کلام کرنے لگے، اس پر آپ نے فرمایا: كَبِّرْ كَبِّرْ، یعنی بڑے کی تعظیم کر یہ آپ علیہ السلام نے دو بار فرمایا مطلب یہ کہ کلام کرنے میں اس کو مقدم کر، پھر اس پر آپ سے انکے بڑے بھائی حویصہ نے بات شروع کی، لیکن اس سے پہلی روایت میں یہ گذر چکا کہ ابتداء کلام کی عبد الرحمن بن سہل نے کی، ولم یتعرض له في البذل ولا في عون المعبود، ہو سکتا ہے عبد الرحمن کے بعد محیصہ نے بات شروع کی ہو، انسے بھی آپ نے یہی فرمایا ہو، اور محیصہ نے پیش قدمی عبد الرحمن کے بعد اس لئے کی ہو کہ اصل واقعہ کے وقت وہی موجود تھے، واللہ تعالی اعلم۔

والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٤٥٢١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَالٌ، مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَأَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ لَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ - وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ - وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ، فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ، وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَبِّرْ كَبِّرْ» يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذَنُوا بِحَرْبٍ» فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَكَتَبُوا إِنَّا وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ «أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ» قَالُوا: لَيْسُوا مُسْلِمِينَ، فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ قَالَ سَهْلٌ: «لَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ».

ترجمہ: ابو لیلیٰ کو حضرت سہل بن ابی حثمہؓ اور ان کی قوم کے بزرگوں نے بتلایا کہ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ کسی مشقت اور مجبوری کی بناء پر جو انہیں پہنچی تھی خیبر کی طرف نکل گئے؟ پھر محیصہ کے پاس لوگ آئے اور انکو خبر دی گئی کہ عبد اللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا ہے اور انہیں کسی گڑھے یا چشمہ میں پھینک دیا گیا ہے۔ پھر محیصہ یہودیوں کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم! تم نے ہی اس کو قتل کیا ہے یہود نے کہا کہ ہم نے قتل نہیں کیا پھر محیصہ اپنے قبیلہ کے پاس گئے اور ان کو سارا واقعہ بتلایا پھر محیصہ اور حویصہ...... یہ حویصہ محیصہ سے عمر میں بڑے تھے...... اور عبد الرحمٰن بن سہل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے محیصہ نے یہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ خیبر میں موجود عینی شاہد تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: عمر کا لحاظ کر کے بڑے کو بات کرنے دو، اسکے بعد حویصہ نے گفتگو کی پھر محیصہ نے بھی گفتگو کی آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا تو یہ یہود ی دیت ادا کر دیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اس سلسلہ میں خط لکھا۔ ان لوگوں نے اس خط کا یہ جواب تحریر کیا کہ اللہ کی قسم ہم لوگوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حویصہ اور محیصہ اور عبد الرحمٰن سے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ قسم کھا کر اپنے بھائی کے خون کا قصاص وصول کر دگے؟ تو انہوں نے عرض کیا نہیں: پھر آپ نے ارشاد فرمایا: یہودی لوگ تمہارے لئے قسم کھائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: وہ لوگ مسلمان نہیں ہیں پھر آپ ﷺ نے اپنی طرف سے دیت ادا فرمائی اور مقتول کے ورثاء کو ایک سو اونٹنیاں بطور دیت عطا فرمائیں۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں ان مقتول کے اہل خانہ کے گھروں میں ان کے پاس پہنچ گئیں۔ سہل نے بیان کیا ان ہی میں سے ایک لال رنگ کی اونٹنی نے میرے لات ماری تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٥) صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩١) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٩) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) جامع الترمذي - الديات (١٤٢٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧١٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) موطأ مالك - القسامة (١٦٣٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٣)

٤٥٢٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ: عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ «قَتَلَ بِالْقَسَامَةِ رَجُلًا مِنْ بَنِي نَصْرِ بْنِ مَالِكٍ بِبَحْرَةِ الرُّغَاءِ عَلَى شَطِّ لِيَّةِ الْبَحْرَةِ» قَالَ: الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ مِنْهُمْ. وَهَذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ بِبَحْرَةٍ أَقَامَهُ مَحْمُودٌ وَحْدَهُ عَلَى شَطِّ لِيَّةَ.

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے قسامت میں ایک شخص کو بحرة الرغاء نامی جگہ میں لیۃ البحر کے کنارے قتل کیا جو کہ قبیلہ بنی نصر بن مالک سے تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ قاتل اور مقتول دونوں کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا اور یہ محمود بن خالد کے الفاظ ہیں۔ بِبَحْرَةٍ کا لفظ صرف محمود بن خالد استاد نے کہا ہے۔ لیۃ البحر کے کنارے پر۔

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ نے قسامت کے ذریعہ ایک شخص کو جو قبیلہ نصر بن مالک سے تھا مقام بحرۃ الرُّغاء میں جو لِیَّۃِ الْبَحْرَۃِ کی جانب واقع ہے قتل کیا، قاتل اور مقتول دونوں ایک ہی قبیلہ سے تھے، بحرۃ الرغاء طائف کے مضافات میں لیہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، بذل میں محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ غزوۂ حنین سے واپسی پر طائف کا ارادہ فرما رہے تھے تو وہاں راستہ میں بحر الرغاء میں ایک شخص کا قصاص لیا[1]۔

وَهٰذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ: مصنف کے اس حدیث میں کئی استاذ ہیں محمود کے علاوہ، تو مصنف کہہ رہے ہیں کہ عَلٰی شَطِّ لِيَّةِ الْبَحْرَةِ یہ محمود کا لفظ ہے اور دوسرے اساتذہ نے لفظ بحرہ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف عَلٰی شَطِّ لِيَّةِ ذکر کیا۔

اس حدیث میں قصاص بالقسامۃ کا ثبوت ہے جسکے امام مالکؒ و احمدؒ یہ دو قائل ہیں، حنفیہ اور شافعیہ کی طرف سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کی تفصیل ہمارے علم میں نہیں، ہو سکتا ہے یہاں قتل کا ظہور بینہ یا قسامت کے بعد قاتل کے اقرار کے بعد ہوا ہو۔ کذا فی البذل[2]۔

٩ ۔ بَابٌ فِي تَرْكِ الْقَوَدِ بِالْقَسَامَةِ

قسامت میں قصاص نہ لینے کے بیان میں

یہ ترجمۃ الباب صرف حنفیہ اور امام شافعیؒ کے قول اصح کے مطابق ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں اختلاف کا بیان پہلے گذر چکا۔

٤٥٢٣ ۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا ـ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقُوا فِيهَا، فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا، فَقَالُوا لِلَّذِينَ وَجَدُوهُ عِنْدَهُمْ: قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا، فَقَالُوا: مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا، فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَقَالَ لَهُمْ «تَأْتُونِي بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَ هٰذَا» قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ، قَالَ: «فَيَحْلِفُونَ لَكُمْ» قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، فَكَرِهَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ، فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ.

ترجمہ: بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک انصاری شخص جس کا نام سہل بن ابی حثمہ تھا انہوں نے بتایا کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ خیبر گئے پھر وہاں پر پہنچ کر (تمام لوگ) علیحدہ علیحدہ ہو گئے پھر ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ جس جگہ وہ شخص مقتول ہونے کی حالت میں ملا تھا وہاں کے لوگوں سے انہوں نے کہا کہ تم نے ہمارے اس ساتھی کو قتل کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل سے واقف ہیں۔ اس کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٨ ص ٣٨ ـ ٣٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٨ ص ٣٩

بعد ہم تمام لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سہل ابی حثمہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گواہ پیش کرو اس شخص پر کہ جس نے اس کو قتل کیا ہے، ہم نے جواب دیا: ہمارے پاس گواہ موجود نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ لوگ (یعنی جن کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ انہوں نے قتل کیا ہے) تمہارے واسطے قسم کھائیں گے۔ سہلؓ کی جماعت نے جواب دیا کہ ہم لوگ یہود کے قسم کھانے پر رضامند نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ برا لگا کہ اس شخص کے خون کا کوئی حق نہ لیا جائے (یعنی نہ تو قاتل سے قصاص لیا جائے اور نہ دیت وصول کی جائے) آپ ﷺ نے صدقات کے اونٹ میں سے ایک سو اونٹ اسکی دیت میں ادا کئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٥) صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩١) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٩) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) جامع الترمذي - الديات (١٤٢٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧١٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) موطأ مالك - القسامة (١٦٣٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٣)

شرح الحدیث: اس روایت کے اخیر میں ہے قَالَ فَقَالَ لَهُمْ «تَأْتُونِي بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَ هَذَا» قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ، قَالَ: «فَيَحْلِفُونَ لَكُمْ» قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، فَكَرِهَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ، فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ.

اس باب کی روایت پر کلام پہلے باب کے تحت گذر چکا حضرت امام بخاریؒ نے بھی سہل بن ابی حثمہ کی اس حدیث کو ان ہی الفاظ کے ساتھ اسی طریق سے ذکر فرمایا ہے اور یہ حنفیہ کے مسلک کے عین مطابق ہے جمہور اس روایت کا جو جواب دیتے ہیں وہ پہلے باب میں گذر چکا۔

٤٥٢٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَاشِدٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: أَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مَقْتُولًا بِخَيْبَرَ، فَانْطَلَقَ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «لَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلَى قَتْلِ صَاحِبِكُمْ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ يَكُنْ ثَمَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّمَا هُمْ يَهُودُ وَقَدْ يَجْتَرِئُونَ عَلَى أَعْظَمَ مِنْ هَذَا، قَالَ: «فَاخْتَارُوا مِنْهُمْ خَمْسِينَ فَاسْتَحْلِفُوهُمْ فَأَبَوْا، فَوَدَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ».

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی خیبر میں قتل کیا گیا تو اس شخص کے ورثاء خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے پاس دو ایسے گواہ موجود ہیں جو کہ تم لوگوں کے ساتھی کے قتل کئے جانے کی شہادت دیں؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہاں پر تو مسلمانوں میں کوئی موجود نہیں تھا اور وہ تو تمام کے تمام یہودی ہیں اور وہ لوگ اس سے زیادہ بڑے کام کی جرات کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: تم لوگ ان لوگوں میں سے پچاس آدمی منتخب کر لو اور ان سے قسم کھلواؤ مگر مقتول کے اولیاء نے ان یہود کی قسم کھلانے سے انکار کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت اپنی طرف سے ادا فرمائی۔

تخریج صحیح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٤)

شرح الحدیث: پہلے باب میں سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج دونوں کی حدیث ایک ہی طریق سے اور ایک ہی مضمون کی گذری ہے اور اس باب میں دونوں حدیثوں کی سند مختلف ہے مگر مضمون متحد، دونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعین سے بینہ کا مطالبہ فرمایا، اوپر والی حدیث میں مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ تھا اور اس دوسری حدیث میں مِنْ عِنْدِہٖ اس اختلاف کی توجیہ پہلے باب میں گزر چکی۔

٤٥٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ، قَالَ: إِنَّ سَهْلًا وَاللَّهِ أَوْهَمَ الْحَدِيثَ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَتَبَ إِلَى يَهُودَ «أَنَّهُ قَدْ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ قَتِيلٌ فَدُوهُ» . فَكَتَبُوا يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ خَمْسِينَ يَمِينًا مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا، قَالَ: «فَوَدَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ بِمِائَةِ نَاقَةٍ» .

ترجمہ: عبد الرحمن بن بجید سے مروی ہے کہ بقسم سہل بن ابی حثمہ کو اس حدیث کے بیان کرنے میں غلطی ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو تحریر کیا کہ تم لوگوں کے درمیان ایک مقتول ملا ہے تو اب تم لوگ اس مقتول کو دیت ادا کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ پچاس قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے اس شخص کو نہ قتل کیا اور نہ ہی ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی دیت اپنے پاس سے ایک سو اونٹ ادا فرمائی۔

تخریج صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٩١) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٩) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) جامع الترمذي - الديات (١٤٢٢) سنن النسائي - القسامة (٤٧١٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٧٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) موطأ مالك - القسامة (١٦٣٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٣)

شرح الحدیث: **باب اول کی حدیث جو مستدل جمہور ہے اسکا وہم ہونا**: عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ فرما رہے ہیں کہ واللہ بالتحقیق سہل بن ابی حثمہ کو حدیث القسامۃ بیان کرنے میں وہم ہو گیا (جس طرح انہوں نے بیان کیا یعنی ابتدائے ایمان مدعین سے اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (قصہ قتل پیش آنے اور انصار کے دعویٰ قائم کرنے پر) یہود خیبر کی طرف لکھوایا کہ تمہارے درمیان ایک قتیل پایا گیا ہے لہٰذا اسکی دیت ادا کرو، انہوں نے اسکے جواب میں پچاس قسموں کے ساتھ یہ مضمون لکھ کر بھیجا مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا الخ عبد الرحمن بن بجید پہلے باب کی حدیث جس سے جمہور استدلال کرتے ہیں اس کو وہم قرار دے رہے ہیں، عبد الرحمن بن بجید کا قول نقل کرنے والے سند میں محمد بن ابراہیم ہیں حافظؒ نے اصابہ میں محمد بن ابراہیم کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں وما كان سهل بن أبي خيثمة بأكثر منه

علما ولكنه كان أسن منه اھ [1]، کہ سہل بن ابی حثمہ ہمارے استاد عبد الرحمن بن بجید سے علم میں بڑھ کر نہ تھے ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ عمر میں ان سے بڑے تھے، عبد الرحمن بن بجید کے بارے میں عون المعبود میں اصابہ وغیرہ کتب رجال سے انکی صحبت کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے، بعض حضرات نے ان کیلئے صحبت ثابت کی ہے اور بعض نے تردد کا اظہار کیا ہے اور ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: أدرك النبي صلى الله عليه وسلم ولم يسمع منه فيما أحسب، وفي صحبته نظر، إلا أنه روى، فمنهم من يقول إن حديثه مرسل، وكان يذكر بالعلم [2] اور حافظ منذریؒ نے امام شافعیؒ کا جواب نقل کیا کہ جب کسی سائل نے ان سے سوال کیا کہ آپ ابن بجید کی حدیث کو کیوں اختیار نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابن بجید کے ثبوت سماع میں ہمیں تردد ہے، اگر ان کا سماع ثابت نہیں تو ان کی حدیث مرسل ہوئی بخلاف سہل بن ابی حثمہ کے کہ ان کی صحبت اور ثبوت سماع معلوم ہے [3]۔ اس کے بعد مصنف نے اس باب میں ایک اور حدیث ذکر کی۔

٤٥٢٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لِلْيَهُودِ وَبَدَأَ بِهِمْ «يَحْلِفُ مِنْكُمْ خَمْسُونَ رَجُلًا» فَأَبَوْا. فَقَالَ لِلْأَنْصَارِ: «اسْتَحِقُّوا» قَالُوا: نَحْلِفُ عَلَى الْغَيْبِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَجَعَلَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةً عَلَى يَهُودَ لِأَنَّهُ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ.

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور سلیمان بن یسار انصار صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اولاً یہود سے فرمایا: تم لوگوں میں سے پچاس افراد قسم کھائیں انہوں نے انکار کیا۔ پھر حضرت رسول کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا: تم لوگ اپنا حق (قسم کھا کے) ثابت کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ بغیر دیکھے قسمیں کھائیں؟ پھر آنحضرت ﷺ نے یہود پر ان کی دیت کو لازم قرار دیا کیونکہ اسکی لاش ان لوگوں کے ہاں (پاس) سے ملی تھی۔

شرح الحديث: پس معلوم ہوا کہ اس باب ثانی کی جملہ روایات میں ابتداء ایمان کی یہود سے ہے۔

١٠ - بَابُ يُقَادُ مِنَ الْقَاتِلِ

قاتل سے قصاص لینے کے بیان میں

اور ایک نسخہ میں ہے: أَيُقَادُ مِنَ الْقَاتِلِ بِحَجَرٍ أَوْ بِمِثْلِ مَا قَتَلَ [4] (یعنی جس آلہ جارحہ سے قاتل نے قتل کیا (پتھر وغیرہ) اسی

[1] الإصابة في تمييز الصحابة – ج ٤ ص ١٥٢ (دار الكتب العلمية بيروت)

[2] الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر – ج ٢ ص ٨٢٣

[3] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٤٣

[4] عون المعبود على سنن أبي داود – ج ١٢ ص ٢٥٧ وحاشيه بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٤٧

الہ جارحہ سے اسے بھی قتل کیا جائے گا)، یقاد قود سے ماخوذ ہے بمعنی قصاص اس دوسرے نسخہ سے معلوم ہوا کہ مصنف کی غرض اس باب سے قصاص بالمثل کو بیان کرنا ہے یعنی جس طرح اور جس آلہ سے قاتل نے قتل کیا ہے قصاص میں قاتل کو بھی اسی طرح قتل کرنا جسکے جمہور قائل ہیں، بخلاف حنفیہ کے کہ انکا مسلک یہ ہے کہ لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ [1] یہ ایک حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں جسکو امام طحاویؒ نے روایت کیا بسندہ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہما واخرجہ ابو داؤد الطیالسی، ولفظہ: لَا قَوَدَ إِلَّا بِحَدِيدَةٍ، کذا فی البذل [2]۔

٤٥٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ: عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، «فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک لڑکی اس طرح پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں سے کچل دیا گیا تھا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں فلاں شخص نے یہاں تک کہ اس یہودی کا بھی نام لیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کر کے اقرار کیا۔ پھر اس یہودی کو پکڑ کر لایا گیا تو اس نے اقرار کیا اور آنحضرت ﷺ نے اس (یہودی قاتل کا پتھر سے) سر کچلنے کا حکم فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٩٥) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٢) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٢) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٤) سنن النسائي - القسامة (٤٧٤١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٧) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧١/٣) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٥)

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی راستہ میں اس طرح پائی گئی جسکا سر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچل دیا گیا تھا، لیکن ابھی اس میں کچھ رمق باقی تھی، حضور ﷺ کو اسکی اطلاع کی گئی، آپ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے اور چند لوگوں کا نام الگ الگ لیکر اس سے پوچھا کہ کیا فلاں نے تجھ کو قتل کیا ہے وہ بولنے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے سر کے اشارے سے انکار کرتی رہی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسکے سامنے ایک یہودی کا نام لیا تو اسکے نام پر اس نے سر کے اشارہ سے ہاں کیا۔ باب کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے، کَانَ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ جو وَضَح کی جمع ہے چاندی کے زیور کو کہتے ہیں یعنی جس نے چاندی کے زیور پہن رکھے تھے، اور اس یہودی نے اس لڑکی کو ان زیورات کے لالچ ہی میں مارا تھا، آپ ﷺ نے اس یہودی کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا کہ اسکو بھی اسی طرح قتل کیا جائے۔ جس طرح اس نے اس لڑکی کو قتل کیا، فقتل بین حجرین۔

---

[1] شرح معانی الآثار ٥٠٢٦ - ج٣ ص١٨٤

[2] مسند أبي داود الطيالسي ٨٣٩ - ج٢ ص١٤٨، بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص٤٩ - ٥٠

اس حدیث میں دو مسئلے ہیں: اس حدیث سے قصاص بالمثل کا ثبوت ہوا جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے، لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہوئی اس لحاظ سے، اور ایک دوسرے لحاظ سے یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے دون الصاحبین جیسا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی تقریر ترمذی عرف الشذي میں ہے وہ یہ کہ جو قتل مثقل کبیر سے ہو وہ امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد میں داخل ہے اور ائمہ ثلاثہ وصاحبین کے نزدیک قتل عمد میں داخل ہے پس ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک تو یہ قتل قتل عمد تھا جس میں قصاص ہے، اور امام صاحب کے نزدیک یہ قتل شبہ عمد تھا جس میں دیت ہے نہ کہ قصاص۔ حالانکہ یہاں پر قصاص لیا گیا، ان دونوں باتوں کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا گیا کہ اس یہودی کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا وہ تعزیراً اور سیاسۃً تھا، اور قتل شبہ عمد والے اشکال کا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس قاتل یہودی نے قطع طریق بھی کیا تھا لہٰذا قطاع الطریق میں سے ہوا، اور قطع طریق میں قتل کی سزا وہ جس طرح بھی ہو قتل ہی ہے [1]۔

ایک تیسرا مسئلہ: اس حدیث کے بعض طرق سے چونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودی کا قتل صرف لڑکی کے اقرار قتل پر کیا گیا اسلئے بعض مالکیہ نے اس سے اس پر استدلال کیا کہ ثبوت قتل کیلئے صرف مقتول کا اقرار کافی ہے لیکن یہ استدلال عدم واقفیت پر مبنی ہے اسلئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں تصریح ہے اس بات کی کہ اس یہودی نے قتل کا اقرار کیا کذا فی تقریر شیخ الهند رحمه الله تعالى على جامع الترمذی [2]، اور بذل المجهود میں یہ تیسرا مسئلہ اور اس میں مالکیہ کا اختلاف اس کا ذکر نہیں کیا گیا البتہ یہ ہے کہ فادعى بعض المالكية أن زيادة قتادة هذه (اس زیادتی سے مراد اقرار یہودی ہے جو قتادہ کی روایت میں مذکور ہے) غير مقبولة. قال الحافظ: ولا يخفى فساد هذه الدعوى فقتادة حافظ زيادته مقبولة الخ [3]۔ حديث الباب الاول اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، والحديث الثاني اخرجه مسلم والنسائي، والحديث الثالث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

تنبیہ: باب کی دوسری حدیث ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَيُّوبَ نَحْوَهُ، اوپر سند میں اس طرح آیا ہے: عبد الرزاق عن معمر عن ایوب، اس قال ابوداؤد سے سمجھ میں آتا ہے کہ ابن جریج براہ راست ایوب سے روایت کرتے ہیں جس طرح اوپر سند میں معمر ایوب سے روایت کرتے ہیں، حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں اس پر یہ نقد کیا ہے کہ ابن جریج کی روایت طحاوی اور دار قطنی میں بھی ہے اور وہاں پر سند اس طرح ہے: ابن جريج عن معمر عن ايوب، اور اسی طرح صحیح مسلم میں بروایت محمد بن بكر عن ابن جريج، فالظاهر سقوط لفظ معمر من رواية أبي داؤد اھ (بذل ج ۱۸ ص ۴۸)، لہٰذا ابن جریج

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي— ج ۳ ص ۱۰۷-۱۰۸

[2] الورد الشذي على جامع الترمذي— ص ۲۳۳ (معهد الخليل الإسلامي ۱۴۱۶ھ)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ۱۸ ص ۴۹

عبدالرزاق کے عدیل ہیں نہ کہ معمر کے کما یتوھم من ھذہ العبارۃ۔

۴۵۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى حُلِيٍّ لَهَا، ثُمَّ أَلْقَاهَا فِي قَلِيبٍ، وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ، فَأُخِذَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ حَتَّى يَمُوتَ»، فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَيُّوبَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی شخص نے انصار کی ایک لڑکی کو اس کے زیور کی لالچ کی وجہ سے جان سے مار ڈالا اور پھر اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا اور اس کا سر پتھروں سے کچل ڈالا پھر وہ شخص پکڑا گیا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس کے رجم کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ وہ شخص مر جائے تو اس شخص کو سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ ابوداودؒ فرماتے ہیں ایوب سے ابن جریج نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٩٥) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٢) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٢) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٤) سنن النسائي - القسامة (٤٧٤١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٢٨) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٧١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٥)

۴۵۲۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ جَدِّهِ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً كَانَ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ لَهَا فَرَضَخَ رَأْسَهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ لَهَا: «مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ، قَتَلَكِ؟» فَقَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: «مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ قَتَلَكِ؟» قَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: «فُلَانٌ قَتَلَكِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، بِرَأْسِهَا، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

ترجمہ: ہشام بن زید اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی چاندی کے زیور پہنے ہوئے تھی اس لڑکی کو ایک یہودی نے (پکڑ لیا اور) پتھر سے اسکا سر کچل دیا پھر نبی ﷺ اس لڑکی کے پاس تشریف لے گئے اور ابھی اس کی زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے معلوم کیا تمہیں کس نے قتل کیا ہے فلاں فلاں شخص نے؟ اس لڑکی نے اپنے سر کے اشارہ سے بتلایا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے تمہیں قتل کیا ہے؟ پھر اس لڑکی نے اپنے سر کے اشارے سے انکار کیا پھر آپ ﷺ نے اس لڑکی سے تیسری مرتبہ دریافت فرمایا کہ کیا فلاں شخص نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس لڑکی نے اپنے سر کے اشارے سے بتلایا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے اس لڑکی کے قاتل کے بارے میں حکم فرمایا اور اسے دو پتھروں کے درمیان کچل کر قتل کر دیا گیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٩٥) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٢) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٢) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٤) سنن النسائي - القسامة (٤٧٤١) سنن أبي داود -

الديات (٤٥٢٩) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧١/٣) سنن الدارمي - الديات (٢٣٥٥)

١١ - بَابُ أَيُقَادُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ

کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے کے حکم کے بیان میں

٤٥٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَالْأَشْتَرُ، إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ إِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مَا فِي كِتَابِي هَذَا، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَأَخْرَجَ كِتَابًا، وَقَالَ أَحْمَدُ: كِتَابًا مِنْ قِرَابِ سَيْفِهِ، فَإِذَا فِيهِ «الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، أَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ، مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» قَالَ مُسَدَّدٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، فَأَخْرَجَ كِتَابًا.

ترجمہ: قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں اور اشتر بن مالک، علیؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا: حضور اکرم ﷺ نے آپ کو کوئی خاص حکم ارشاد فرمایا جو عام صحابہ کرامؓ سے نہ فرمایا ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: نہیں سوائے اس کے جو میری کتاب میں ہے۔ مصنف کے استاد مسدد کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے ایک کتاب نکالی مصنف کے دوسرے استاد امام احمد فرماتے ہیں کہ اپنی تلوار کے نیام سے نکالی۔ اس میں یہ تحریر تھا کہ تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں اپنے غیر (کافروں) پر اور ان کا ادنی آدمی (چاہے غلام ہو) بھی کافروں کو پناہ دے سکتا ہے۔ خبر دار! کوئی صاحب ایمان شخص کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے نہ ذمی جو اپنے عہد پر قائم ہو (کافر کے بدلے قتل نہیں ہو سکتا)۔ اور جو شخص دین میں بدعت ایجاد کرے اس کا گناہ اسی کو ہو گا اور جو شخص دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا کسی نئی بدعتی کو اپنے پاس جگہ (پناہ دے) تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ مسدد ابن ابی عروبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک کتاب نکالی۔

٤٥٣١ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَلِيٍّ زَادَ فِيهِ «وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَيَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد اور انکے والد دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت علیؓ کی گذشتہ حدیث کی طرح روایت

بیان فرمائی البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان لوگوں میں سے معمولی شخص پناہ دے سکتا ہے اور مسلمانوں میں سے طاقتور شخص کمزوروں پر مالِ غنیمت لوٹائے گا اور جو شخص لشکر سے باہر نکلے اور جنگ کرے وہ ان لوگوں کو جو لشکر ہی میں بیٹھا رہے مالِ غنیمت جمع کرائے گا۔

تخریج: صحیح البخاري - العلم (١١١) صحیح البخاري - الحج (١٧٧١) صحیح البخاري - الجهاد والسیر (٢٨٨٢) صحیح البخاري - الجزیة (٣٠٠١) صحیح البخاري - الفرائض (٦٣٧٤) صحیح البخاري - الدیات (٦٥٠٧) صحیح البخاري - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٨٧٠) صحیح مسلم - العتق (١٣٧٠) جامع الترمذي - الدیات (١٤١٢) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٧) سنن النسائي - القسامة (٤٧٣٤) سنن أبي داود - الدیات (٤٥٣٠) سنن ابن ماجه - الدیات (٢٦٥٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرین بالجنة (١/٧٩) سنن الدارمي - الدیات (٢٣٥٦)

شرح الأحادیث **ذمی کا قصاص مسلم سے اور اس میں حنفیہ کی دلیل:** اس حدیث کا شروع کا حصہ الدر المنضود کے مقدمہ میں کتابت حدیث کی بحث میں گذرا ہے اور آخر حصہ اَلْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، یہ کتاب الجهاد بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ میں گذر گیا، اسکی شرح وہاں دیکھی جاسکتی ہے، اور وہاں یہ بھی گذر گیا کہ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ [1]، مسئلۃ الباب میں حنفیہ کی دلیل ہے، وہ یہ کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلم کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک ذمی کا قصاص مسلم سے نہیں لیا جائے گا بخلاف حنفیہ کے، انکے نزدیک لیا جائے گا، مسئلہ قصاص میں انکے نزدیک کافر ذمی اور مسلم دونوں برابر ہیں، اس حدیث میں یہ بھی ہے مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا الخ کہ جو شخص دین میں کوئی نئی بات جاری کرے یعنی بدعت تو اس کا وبال اسی پر ہے۔ اور جو شخص کوئی بدعت جاری کرے یا کسی مبتدع کی حمایت اور اعانت کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

والحدیث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٢ ـ بَابٌ فِي مَنْ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟

اس بیان میں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پائے تو اس کو قتل کر دے؟

٤٥٣٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، الرَّجُلُ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا» قَالَ سَعْدٌ: بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ» قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ إِلَى مَا يَقُولُ سَعْدٌ.

---

[1] سنن أبي داود - کتاب الجهاد - باب في السریة ترد علی أهل العسکر ٢٧٥١

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی غیر آدمی کو دیکھے تو کیا وہ شخص اس آدمی کو مار ڈالے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں پھر حضرت سعدؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے آپ ﷺ کو عزت عطا فرمائی حق کے ساتھ (یعنی میں اس آدمی کو قتل کردوں گا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سنو! تم لوگوں کے سردار کیا کہہ رہے ہیں۔ استاذ مصنف عبدالوہاب نے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو سعد کیا کہہ رہے ہیں (یعنی حضرت سعد کی غیرت مند ہونے کی تعریف مقصود تھی اور بس بذل [1])۔

تخريج: صحيح مسلم - اللعان (١٤٩٨) سنن أبي داود - الديات (٤٥٣٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٥/٢) موطأ مالك - الأقضية (١٤٤٦) موطأ مالك - الحدود (١٥٥٧)

شرح الحديث اور مسئلة الباب کی تحقیق: حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ اسکی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے تو کیا وہ دیکھنے والا یعنی شوہر اس زانی کو قتل کر سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، یعنی قتل کرنا جائز نہیں تو اس پر انہوں نے عرض کیا، کیوں نہیں قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو عزت بخشی، یعنی وہ اس زانی کو ضرور قتل کرے گا اور اس کو ذرا اس میں تامل نہیں ہوگا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا دوسرے حضرات کو خطاب کرتے ہوئے (غالبًا وہ ان ہی کے قوم کے ہوں گے کیونکہ یہ رئیس الخزرج تھے) دیکھو تو سہی یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں، بذل میں لکھا ہے کہ شراح یہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد کی مراد والعیاذ باللہ آپ ﷺ کے کلام کی تردید نہیں اور نہ انکی مراد یہ ہے کہ ایسی صورت میں اسکو قتل کرنا جائز ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ باغیرت آدمی کی طبیعت اس معاملہ کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتی اور وہ اس کو بغیر قتل کئے نہیں رہ سکتا، اسی لئے آپ ﷺ نے بھی ان کی تردید یا اس پر تنبیہ نہیں فرمائی بلکہ اظہار تعجب فرمایا یعنی ان کی حمیت اور غیرت پر [2]، اور بہر حال مسئلہ وہی ہے جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قتل کرنا جائز نہیں، چنانچہ یہ مسئلہ الدر المنضود میں کتاب اللعان میں گذر چکا، بذل المجہود ہی سے نقل کرتے ہوئے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لے اور وہ اس زانی کو قتل کردے تو اس صورت میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس قاتل کو بھی قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ قتل بغیر شہود کے ہے، ہاں اگر بینہ قائم ہو جائے یا زانی کے ورثاء اعتراف کرلیں زنا کا تو پھر اس صورت میں قصاص نہیں یہ حکم تو قضاءً تھا اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اس پر قتل کا کوئی گناہ نہیں اسکے صادق ہونے کی صورت میں اھ اور یہی بات الحل المفہم میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کی گئی ہے لیکن حضرت شیخ نے حاشیۂ بذل میں باب اللعان میں درمختار سے یہ مسئلہ نقل کیا ہے: (دخل رجل بيته فرأى رجلا مع امرأته أو جاريته

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص٥٣-٥٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص٥٣-٥٤

نقتله حل) له ذلك (ولا قصاص) عليه اھ جس میں تصریح ہے اس بات کی کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک جمہور کے خلاف ہے جو بذل میں مذکور ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے اسمیں دو قیدیں ذکر کی ہیں بعض فقہاء سے ایک یہ کہ وہ اجنبی محصن ہو، دوسرے یہ کہ صاحب خانہ یعنی عورت کے شوہر کے شور کرنے پر بھی وہ شخص زنا سے نہ رکے، لیکن پھر انہوں نے احصان کی قید پر اشکال کیا ہے اسلئے کہ یہاں پر یہ جواز قتل زانی بطور حد کے نہیں ہے تاکہ احصان کی قید لگائی جائے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قبیلہ سے ہے اور پھر آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ عورت اس اجنبی کے اس فعل پر راضی ہو اور رکنے کی کوئی اور صورت نہ ہو تو پھر دونوں کو قتل کر سکتا ہے [1]۔ والحديث الباب الاول اخرجه مسلم وابن ماجه، والحديث الثاني اخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤٥٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ امْرَأَتِي رَجُلًا أُمْهِلُهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ قَالَ: «نَعَمْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں اس کو مہلت دوں یہاں تک کہ میں چار گواہ لیکر آؤں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (ضرور)۔

تخریج: صحيح مسلم - اللعان (١٤٩٨) سنن أبي داود - الديات (٤٥٣٣) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٦٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٤٦) موطأ مالك - الحدود (١٥٥٧)

١٣ - بَابُ الْعَامِلِ يُصَابُ عَلَى يَدَيْهِ خَطَأً

غلطی سے کسی عامل سے کوئی شخص زخمی ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی عامل جو کہ صدقات وغیرہ وصول کرنے پر حکومت کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اگر کسی بات پر وہ رعایا میں سے کسی کو کوئی گزند اور نقصان پہنچا دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حدیث الباب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عامل اور غیر عامل دونوں کا حکم برابر ہے۔

٤٥٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا جَهْمِ بْنَ حُذَيْفَةَ مُصَدِّقًا فَلَاجَّهُ رَجُلٌ فِي صَدَقَتِهِ، فَضَرَبَهُ أَبُو جَهْمٍ، فَشَجَّهُ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: الْقَوَدَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَكُمْ كَذَا وَكَذَا» فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: «لَكُمْ كَذَا وَكَذَا» فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: «لَكُمْ كَذَا وَكَذَا» فَرَضُوا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي خَاطِبٌ الْعَشِيَّةَ

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ١٠ ص ٢١١-٢١٢

عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ هَؤُلَاءِ اللَّيْثِيِّينَ أَتَوْنِي يُرِيدُونَ الْقَوَدَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِمْ كَذَا وَكَذَا فَرَضُوا، أَرَضِيتُمْ؟» قَالُوا: لَا، فَهَمَّ الْمُهَاجِرُونَ بِهِمْ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكُفُّوا عَنْهُمْ، فَكَفُّوا، ثُمَّ دَعَاهُمْ فَزَادَهُمْ، فَقَالَ: «أَرَضِيتُمْ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «إِنِّي خَاطِبٌ عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ» قَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَرَضِيتُمْ؟» قَالُوا: نَعَمْ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو جہم بن حذیفہ کو صدقہ وصول کرنے کیلئے روانہ فرمایا ایک شخص نے اپنا صدقہ ادا کرنے کے سلسلہ میں ان سے لڑائی کی تو ابو جہم نے اس شخص کو ایسے مارا کہ اس شخص کا سر پھٹ گیا۔ اس پر اسکے متعلقین خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اس قدر مال وصول کرلو۔ وہ لوگ اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔ آپ ﷺ فرمایا: اس قدر مال (پہلی مرتبہ سے بڑھا کر فرمایا) قبول کرلو (لیکن) وہ لوگ رضامند نہیں ہوئے پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: تو اس قدر مال لے لو (دوسری مرتبہ کی پیشکش سے مزید بڑھا کر پیشکش فرمائی بذل) تو وہ لوگ رضامند ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں آج شام لوگوں کے سامنے خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو تمہاری رضامندی کے بارے میں بتاؤں گا ان لوگوں نے جواب دیا ٹھیک ہے۔ پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: قبیلہ لیث میں سے یہ لوگ میرے پاس (ابو جہم سے) قصاص لینے کے مقصد سے آئے۔ میں نے ان لوگوں کو اس قدر مال ادا کرنے کا وعدہ کیا تو وہ لوگ تیار ہو گئے۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم راضی ہو؟ ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ مہاجرین نے ان لوگوں کو (اقرار سے پھر جانے پر) سزا دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین کو منع فرمایا تو مہاجرین باز آگئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو طلب فرمایا اور مزید کچھ زیادہ مال ادا کرنے کیلئے فرمایا پھر ان لوگوں سے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ رضامند ہو گئے؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم لوگ رضامند ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کے سامنے خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کے سامنے تم لوگوں کی رضامندی بیان کروں گا ان لوگوں نے جواب دیا ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور ان لوگوں سے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ رضامند ہو گئے: ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

تخریج سنن النسائي - القسامة (٤٧٧٨) سنن أبي داود - الديات (٤٥٣٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٣٢)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ابو جہم بن حذیفہ کو صدقات وصول کرنے کیلئے بھیجا تو صدقہ وصول کرنے کے سلسلہ میں ایک شخص سے ان کا جھگڑا ہو گیا انہوں نے اس کے کوئی چیز ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا تو اس کی قوم کے لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے قصاص یعنی بدلہ لینے کے لئے، تو آپ ﷺ نے ایک مقدار مال کی ان کے سامنے رکھی کہ وہ اس کو لے لیں مگر وہ راضی نہ ہوئے، آپ ﷺ نے اس مقدار میں اور اضافہ کیا اس پر بھی راضی نہ

ہوئے، پھر اور اضافہ فرمایا اس پر راضی ہوگئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب لوگ شام کو آنا میں مجلس میں سب لوگوں کے سامنے اس معاملہ کو اور تمہاری رضامندی کو رکھ دوں گا، انہوں نے کہا بہتر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شام کو سب لوگوں کے سامنے یہ بات رکھ دی یعنی یہ کہ یہ لوگ اتنا مال لینے پر راضی ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ لوگوں کے سامنے ان سے اقرار کرانا چاہا رضامندی کا، مگر وہ اپنی بات سے پھر گئے، اس پر مہاجرین نے ان کی اصلاح کا ارادہ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے روک دیا وہ رک گئے، پھر ایک دوسری مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پھر بلایا اور مال کی سابق مقدار میں اور اضافہ فرما کر ان کو راضی کرنا چاہا وہ اس پر راضی ہوگئے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پھر وہی فرمایا کہ میں تم لوگوں کی رضامندی سب لوگوں کے سامنے رکھوں گا انہوں نے اس کو منظور کرلیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ان کی رضامندی کا ذکر فرمایا اور پھر سب کے سامنے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم راضی ہو؟ قالوا: نَعَمْ، اس پر وہ معاملہ رفع دفع ہوا، یہ معاملہ ابو جہم وہی ہیں جن کے بارے میں کتاب النکاح میں گذر چکا: أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ[1]، ان کے مزاج میں تیزی اور غصہ تھا اسی لئے یہ قصہ بھی پیش آیا تھا۔ والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه. قاله المنذری۔

۱۴۔ بَابُ الْقَوَدِ بِغَيْرِ حَدِيدٍ

﴿لوہے کے ہتھیار کے علاوہ سے اگر قتل کیا تو اس صورت میں قصاص لازم ہوگا یا نہیں؟﴾

۴۵۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، «فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک لڑکی جس کا سر دو پتھروں سے کچل دیا گیا تھا پائی گئی (اس وقت اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی)، تو اس سے پوچھا گیا تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے، کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کے نام پر اس نے سر کے اشارہ سے اقرار کیا، تو اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس یہودی نے بھی اقرار کرلیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی پتھر سے کچل دیا جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (۲۲۸۲) صحيح البخاري - الوصايا (۲۵۹۵) صحيح البخاري - الديات (۶۴۸۲) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (۱۶۷۲) جامع الترمذي - الديات (۱۳۹۴) سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۱) سنن أبي داود - الديات (۴۵۳۵) سنن ابن ماجه - الديات (۲۶۶۵) سنن ابن ماجه - الديات (۲۶۶۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۱۷۱) سنن الدارمي - الديات (۲۳۵۵)

[1] سنن أبي داود - كتاب النكاح - باب في النفقة المبتوتة ۲۲۸۴

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے رضِ راسِ جاریہ والی حدیث ذکر کی ہے جو قریب میں گذری ہے، بذل میں بھی لکھا ہے کہ وهٰذا الحدیث مکرر بسنده ومتنه تقدم قریباً [1]، تکرار کا کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آیا اسی لئے بہت سے نسخوں میں یہ باب اور حدیث نہیں ہے۔

١٥ - بَابُ الْقَوَدِ مِنَ الضَّرْبَةِ، وَقَصِّ الْأَمِيرِ مِنْ نَفْسِهِ

مار پیٹ کے قصاص کا بیان اور حاکم کا اپنے سے قصاص لینے کے بیان میں

یعنی معمولی سے پٹائی پر بھی کوئی قصاص اور ضمان ہوتا ہے؟ اور دوسرا جزء ترجمہ کا یہ ہے کہ اگر امیر رعایا میں سے کسی شخص پر کوئی جنایت کرے تو اس کا اپنے نفس سے بدلہ لینا۔

٤٥٣٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُسَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ، فَطَعَنَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُرْجُونٍ كَانَ مَعَهُ، فَجُرِحَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَعَالَ فَاسْتَقِدْ» فَقَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَا رَسُولَ اللهِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کچھ تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے اوپر اوندھا گرنے لگا۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی سے اس شخص کو مارا (تنبیہاً) جو آپ ﷺ کے پاس تھی تو لکڑی اس شخص کے چہرہ پر لگی اور اس کے زخم ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: آؤ مجھ سے قصاص لو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو معاف کردیا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٧٣) سنن أبي داود - الديات (٤٥٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨/٣)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ ایک مرتبہ لوگوں کے درمیان کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے تو اسی اثناء میں ایک شخص آگے بڑھا جو مال لینے کیلئے آپ ﷺ پر گرا جارہا تھا اور جھک رہا تھا، اس وقت آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی، آپ ﷺ نے تنبیہاً وہ چھڑی اسکو ماری (وہ اتفاق سے اسکے چہرے پر لگ گئی) جس سے اسکا چہرہ زخمی ہوگیا اس پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ آکر اپنا بدلہ مجھ سے لے لے اسنے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! بلکہ میں نے معاف کیا۔ والحدیث اخرجه النسائی، قاله المنذری۔

٤٥٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي فِرَاسٍ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٥٧

بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ، وَلَا لِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أُقِصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ أَتُقِصُّهُ مِنْهُ؟ قَالَ: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أُقِصُّهُ، وَقَدْ «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهِ».

ترجمہ: عمر فاروقؓ نے خطبہ دیا تو فرمایا: میں اپنے عاملین کو اس وجہ سے نہیں بھیجتا کہ وہ لوگ تم لوگوں کے بدن اور کھالوں کو ماریں یا تم لوگوں سے حق سے زیادہ مال وصول کریں اگر کوئی شخص ایسا کرے تو تم میرے پاس اس کا معاملہ پیش کرنا میں اس سے بدلہ دلاؤنگا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ اگر کوئی عامل اپنی رعایا کو کچھ سزا دے تو آپ اس کا بدلہ اس شخص سے لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو بدلہ دلاؤنگا۔ اور میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے آپ نے اپنی ذات سے قصاص دلوایا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٧٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٣٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/ ٤١)

شرح الحدیث: ابو فراس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا: ممکن ہے کسی عامل کی زیادتی اور تشدد کی شکایت آپ تک پہنچی ہو جس پر انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے عمال کو اسلئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری پٹائی کریں یا واجب سے زیادہ مال لیں، پس جس شخص کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے کسی عامل کی طرف سے تو وہ اپنے معاملہ کو میرے سامنے پیش کرے میں اسکو اسکا قصاص اس عامل سے دلاؤں گا، اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی ماتحت کے ساتھ تادیباً کوئی کام کرے مار پٹائی کا تو کیا آپ اس سے اسکا بدلہ دلوائیں گے؟ تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں بخدا میں اس سے اسکا قصاص دلواؤں گا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے نفس سے قصاص دلوایا ہے۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قصاص لینے کی دوسرے شخص سے درخواست کی جیسا کہ اوپر والی حدیث میں گذرا۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

١٦ - بَابُ عَفْوِ النِّسَاءِ عَنِ الدَّمِ

عورتوں کے قصاص معاف کر سکنے کے بیان میں

مسئلة الباب کی توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ قتل عمد میں آکر اولیاء مقتول میں سے ایک شخص کی رائے ترک قصاص اور معاف کرنے کی ہو تو پھر قصاص لینا جائز نہیں، اب یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر ان اولیاء میں کوئی عورت ہو اور وہ قصاص لینا نہ چاہے تو اس کا عفو کرنا معتبر ہو گا یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک معتبر ہے خطابیؒ فرماتے ہیں: قال أكثر أهل العلم: عفو النساء عن الدم جائز كعفو الرجال، وقال الأوزاعي وابن شبرمة: ليس للنساء عفو [1]، کہ جمہور کے نزدیک تو معتبر ہے، امام

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٤٣٨ - ٤٣٩

اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک معتبر نہیں۔

۴۵۳۸ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ حِصْنًا، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ، يُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «عَلَى الْمُقْتَتِلِينَ أَنْ يَنْحَجِزُوا الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَإِنْ كَانَتِ امْرَأَةً» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «بَلَغَنِي أَنَّ عَفْوَ النِّسَاءِ فِي الْقَتْلِ جَائِزٌ إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الْأَوْلِيَاءِ، وَبَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ فِي قَوْلِهِ يَنْحَجِزُوا يَكُفُّوا عَنِ الْقَوَدِ».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ قاتل کے اولیاء اور مقتول کے اولیاء قصاص کے متعلق جھگڑا کر رہے ہوں تو ان لڑائی کرنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ قصاص لینے سے باز رہیں (یہ حکم استحبابی ہے بذل) جو زیادہ نزدیکی (رشتہ دار) ہے وہ معاف کرے۔ پھر جو اس کے (رشتہ دار) کے بعد ہے (وہ معاف کرے) اگرچہ عورت ہو امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: يَنْحَجِزُوا کے معنی قصاص سے باز رہنے کے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (۴۷۸۸) سنن أبي داود - الديات (۴۵۳۸)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اولیاء قاتل اور اولیاء مقتول میں جب آپس میں جھگڑا ہو جائے یعنی اولیائے قاتل اصرار کر رہے ہیں ترک قصاص اور عفو پر، اور اولیائے قتیل قصاص لینے پر، تو آپ فرما رہے ہیں کہ اس جھگڑے کو ختم کیا جائے جس کی شکل آپ یہ بتلا رہے ہیں أَنْ يَنْحَجِزُوا کہ اولیائے مقتول ہی کو چاہئے کہ وہ قصاص لینے سے رکیں، یا مراد مقتتلین سے یہ ہے کہ اولیائے مقتول میں آپس میں اختلاف اور جھگڑا ہو گیا بعض عفو چاہتے ہیں اور بعض قصاص اور چونکہ ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کا قول ساقط ہے اسلئے آپ اولیاء میں جو اقرب الی القتیل ہے اسی کو آپ خاص طور سے عفو کی ترغیب اور پیش قدمی کا حکم دے رہے ہیں، اگرچہ وہ اقرب ہے عورت ہی کیوں نہ ہو، اس حدیث میں تصریح ہے عفو النساء کے معتبر ہونے کی جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، امام اوزاعیؒ کا قول اس حدیث کے خلاف ہے۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۱۷ - بَابُ مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

اس شخص کے بیان میں جو کسی بلوے میں قتل ہو جائے

۴۵۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَهَذَا حَدِيثُهُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: مَنْ قُتِلَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا فِي رِمِّيٍّ يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحِجَارَةٍ، أَوْ بِالسِّيَاطِ، أَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ، وَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ، وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ» قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: «قَوَدُ يَدٍ» ثُمَّ اتَّفَقَا «وَمَنْ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَغَضَبُهُ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ» وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ.

ترجمہ: طاؤس سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اندھا دھند پتھراؤ میں جو لوگوں کے درمیان ہو رہی ہو مارا گیا یا کوڑے سے مارا گیا یا لاٹھی مارنے سے تو وہ قتل خطا ہے اور اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہے اور جو شخص جان بوجھ کر قتل کیا گیا تو اس صورت میں قصاص واجب ہے ابن عبید نے قَوَدُ یَدٍ فرمایا ہے (یعنی قصاص فی النفس) اور جو شخص قصاص کے درمیان حائل ہو جائے تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کی ناراضگی ہے اس کا نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔ اور سفیان کی حدیث زیادہ مکمل ہے۔

۔۔۔ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي غَالِبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، پھر محمد بن ابی غالب استاد نے سفیان کی طرح روایت بیان کی ہے۔

تخریج: سنن النسائي-القسامة (٤٧٨٩) سنن النسائي-القسامة (٤٧٩٠) سنن أبي داود-الديات (٤٥٣٩)

شرح الاحادیث: **شرح السند**: اس حدیث میں مصنف کے دو استاذ ہیں محمد بن عبید اور ابن السرح، محمد بن عبید کے استاد حماد ہیں اور ابن السرح کے سفیان، اور یہ دونوں روایت کرتے ہیں سفیان اور حماد عمرو سے اور وہ طاؤس سے، ابن السرح کی سند تو یہیں آکر ختم ہو گئی، لہذا یہ روایت موقوف بلکہ مقطوع ہوئی اور محمد بن عبید کی روایت میں طاؤس روایت کر رہے ہیں حضور ﷺ سے لہٰذا یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی متن حدیث یہ ہے۔

مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا فِي رَمْيٍ يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحِجَارَةٍ، أَوْ بِالسِّيَاطِ، أَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ، وَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ: یعنی جو شخص اندھا دھند لڑائی میں مارا جائے جسکی صورت یہ ہے کہ دو جماعتوں میں لڑائی ہوئی لاٹھی ڈنڈے پتھر استعمال ہوئے جانبین سے اور پھر اس میں کوئی شخص مارا گیا جس میں یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ یہ قتل کیسے ہوا کس چیز سے ہوا مثقل کبیر سے ہوا یا صغیر سے ہوا، تو اس قتل کو قتل خطأ قرار دیا جائے گا لہٰذا قتل خطأ والی دیت ہی واجب ہو گی، ومن قتل عمدا فهو قود یعنی جس قتل کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ قتل قتل عمد ہے بایں طور کہ قتل عمد کی تعریف وہاں پر صادق آتی ہو تو اسکا حکم قصاص ہے، اور ابن عبید کی روایت میں ہے "قَوَدُ يَدٍ" ید سے مراد نفس یعنی قصاص فی النفس۔

ثُمَّ اتَّفَقَا وَمَنْ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَغَضَبُهُ: اب تک حدیث کے الفاظ جو گزرے ہیں وہ ابن السرح کی روایت سے تھے اور یہ اخیر کے الفاظ ابن السرح اور ابن عبید دونوں کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے قصاص کے فیصلہ کے بعد اس قصاص لینے سے مانع بنے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا مستحق ہو گا نہ اس کی نفل عبادت قبول ہو گی، نہ فرض۔

وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ: یعنی حماد کے مقابلہ میں سفیان کی روایت اتم ہے شروع میں مصنف نے فرمایا تھا: وَهَذَا حَدِيثُهُ کہ ہم

سفیان کی حدیث روایت کر رہے ہیں تو گویا سفیان کی روایت اختیار کرنے کی یہ وجہ ترجیح ہوئی۔

عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الخ: یہ روایت عمرو بن دینار کی بروایت سلیمان بن کثیر مسنداً ہے۔ والحدیث اخرجه النسائی وابن ماجه مرفوعاً، قاله المنذری۔

۱۸۔ بَابُ الدِّيَةِ كَمْ هِيَ؟

دیت کی مقدار کے بیان میں

کتاب الدیات کے شروع میں گذر چکا کہ دیت کا اطلاق عرف فقہاء میں بدل النفس پر، اور بدل الاطراف پر ارش کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ویسے توسعاً ارش پر دیت کا بھی اطلاق ہو جاتا ہے۔

قتل کے اقسام اور تعریفات: جب یہ معلوم ہو گیا کہ دیت کا استعمال قتل نفس میں ہوتا ہے اور مصنف کی غرض یہاں مقدار دیت کو بیان کرنا ہے، جسکا مدار قتل کی نوعیت پر ہے، کیونکہ قتل کی ائمہ ثلاث اور صاحبین کے نزدیک تین قسمیں ہیں: ① قتل عمد اور ② قتل شبہ عمد اور ③ قتل خطا[1] اور ہر ایک کا حکم اور دیت الگ الگ ہے لہٰذا اب احتیاج اسکی ہے کہ قتل کی ان قسموں کو جانا جائے اور انکی تعریف معلوم کی جائے اسکے بعد ہر ایک کی دیت معلوم کی جائے، پس جاننا چاہئے کہ آلات قتل تین ہیں: ① محدّد، ② مثقل کبیر، ③ مثقل صغیر، قتل عمد وہ ہے جو سلاح یعنی ہتھیار کے ذریعہ سے ہو یا اس چیز سے جو جاری مجری السلاح ہو یعنی مُحَدَّد (ہر دھار دار چیز) اور قتل خطا وہ ہے جو مثقل صغیر سے ہو، یعنی وہ دھار دار چیز جس سے عامۃً ہلاکت واقع نہیں ہوتی جیسے معمولی سا ڈنڈا، چھوٹا پتھر، پھر خطا کی دو قسمیں ہیں: ① ایک خطأ فی الفعل، ② ایک خطأ فی الظن (سیأتی بیانہ) اور جو قتل مثقل کبیر سے ہو یعنی وہ غیر دھار دار چیز جس سے اکثر ہلاکت واقع ہو جاتی ہے اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ وہ قتل عمد میں داخل ہے یا شبہ عمد میں، امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد میں اور صاحبین اور جمہور کے نزدیک قتل عمد میں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مثقل کبیر امام صاحب کے نزدیک ملحق ہے مثقل صغیر کے ساتھ اور عند الجمہور والصاحبین ملحق ہے محدد کے ساتھ۔ اور جو اوپر گذرا ہے کہ خطا کی دو صورتیں ہیں خطأ فی الفعل یہ ہے کہ کوئی شخص مارنا چاہتا تھا کسی جانور کو لیکن نشانہ نے خطا کھائی اور لگ گیا انسان کو اور خطأ فی الظن یہ ہے کہ دور سے کسی شخص نے کسی انسان کو کمبل اوڑھے ہوئے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ شیر یا چیتا ہے اس کو مار ڈالا یہ خطأ فی الظن ہے قصاص صرف قتل عمد میں ہے اور قتل شبہ عمد و خطا میں صرف دیت ہے شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور خطا میں غیر مغلظہ۔

ابل دیت کی تفصیل: دیت اگر اونٹ سے دی جائے تو اس کی تعداد بالاتفاق سو ہے قتل خطا کی دیت بالاتفاق اخماساً ہے

[1] اور امام مالک کے نزدیک صرف دو ہی قسمیں ہیں وہ شبہ عمد کے قائل نہیں۔

یعنی سو اونٹ پانچ قسم کے ہر ایک بیس بیس جس میں چار قسمیں تو متفق علیہ ہیں بنت مخاض، بنت لبون، حقہ، جذعہ پانچویں کی تعیین میں اختلاف ہے، حنفیہ وحنابلہ کے یہاں وہ ابن مخاض ہے اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک ابن لبون، اور شبہ عمد کی دیت امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اثلاثًا ہے حقہ، جذعہ، خَلِفِہ، پہلے دو تیس تیس اور خلفہ چالیس، خَلِفِہ یعنی حاملہ اور شیخین (ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ) اور امام احمدؒ کے نزدیک شبہ عمد کی دیت ارباعًا ہے یعنی سو اونٹ چار قسم کے ہر ایک پچیس، بنت مخاض بنت لبون، حقہ، جذعہ اور یہ پہلے گذر چکا کہ امام مالکؒ شبہ عمد کے قائل نہیں۔

دیت کا مصداق کیا کیا چیزیں ہیں؟ یہ مذکورہ بالا تفصیل تو اس صورت میں ہے جب دیت میں اونٹ دیئے جائیں، اب یہ کہ دیت میں کیا کیا چیزیں دی جاسکتی ہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے امام شافعیؒ کے نزدیک دیت میں اصل ابل ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے اگر اونٹ ملتے ہوں تو وہ دیئے جائیں فان لم توجد فقیمته بالغة ما بلغت، یعنی سو اونٹوں کی قیمت دی جائے گی جہاں تک بھی وہ پہنچ جائے اور امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک دیت کا مصداق تین چیزیں ہیں: ① الابل، ② الدراہم، ③ الدنانیر، امام صاحبؒ کے نزدیک تینوں میں اختیار ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک گاؤں والوں کے حق میں ابل متعین ہے اور سونے چاندی والوں کے حق میں سونا چاندی، اور حنابلہ کے قول راجح میں دیت کا مصداق پانچ چیزیں ہیں تین وہ جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اور دو اس کے علاوہ ④ بقر اور ⑤ شاة، اور چوتھا مذہب اس میں صاحبین کا ہے ان کے نزدیک دیت کا مصداق چھ چیزیں ہیں پانچ اوپر والی اور ⑥ چھٹی چیز حلل ابل کے بارے میں تو گذر چکا کہ وہ بالاتفاق سو ہیں: اور بقر کی تعداد دو سو ہے۔ اسی طرح حلل کی بھی اور شاة کی دو ہزار، كذا في هامش البذل عن الأوجز [1]، آگے ایک حدیث میں ان چیزوں کا ذکر آرہا ہے، دراہم کی تعداد میں بھی اختلاف ہے، امام ترمذیؒ نے ابواب الدیات میں پہلا باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الإِبِلِ دوسرا باب ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الدَّرَاهِمِ؟ دوسرے باب میں انہوں نے یہ حدیث ذکر کی عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا» [2]، اسکے بعد فرماتے ہیں والعمل على هذا الحديث عند بعض أهل العلم، وهو قول أحمد، وإسحاق، ورأى بعض أهل العلم الدية عشرة آلاف، وهو قول سفيان الثوري، وأهل الكوفة وقال الشافعي: لا أعرف الدية إلا من الإبل، وهي: مائة من الإبل [3]، دراہم کی تعداد جمہور کے نزدیک بارہ ہزار ہے اور حنفیہ کے نزدیک دس ہزار، روایات دونوں طرح کی ہیں اور جمع بین الروایتین یہ ہے کہ دراہم کی دو قسمیں ہیں وزن ستہ اور وزن سبعہ، وزن ستہ کے اعتبار سے بارہ ہزار، اور وزن سبعہ کے لحاظ سے دس ہزار، وزن ستہ کا

---

1. أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٤ ص ٥٥٠، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٦٢
2. جامع الترمذي – كتاب الديات – باب ما جاء في الدية كم هي من الدراهم؟ ١٣٨٨
3. جامع الترمذي – كتاب الديات – باب ما جاء في الدية كم هي من الدراهم؟ ١٣٨٩

مطلب یہ ہے کہ ہر دس درہم چھ مثقال کے برابر ہوں، اور وزن سبعہ میں یہ ہے کہ ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں۔
نیز امام ترمذیؒ نے پہلے باب میں فرمایا ہے: وقد أجمع أهل العلم على أن الدية تؤخذ في ثلاث سنين، في كل سنة ثلث الدية، ورأوا أن دية الخطأ على العاقلة الخ [1] یعنی دیت پوری دفعۃً نہیں لی جاتی بلکہ تین قسطوں میں تین سالوں میں، اور یہ کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے عاقلہ پر یعنی عصبہ پر واجب ہوتی ہے، اور پھر اسکے بعد انہوں نے عاقلہ کا مصداق اور اس میں علماء کا اختلاف لکھا ہے اور ہمارے یہاں اس سے پہلے گذر چکا کہ قتل عمد کی دیت قاتل کے مال میں واجب ہوتی ہے یہ اجماعی مسئلہ ہے۔
وفي الهداية: والدية في الخطأ مائة من الإبل أخماسا، ومن العين ألف دينار، ومن الورق عشرة آلاف درهم وقال الشافعي: من الورق اثنا عشر ألفا، ولا تثبت الدية إلا من هذه الأنواع الثلاثة (الإبل والذهب والفضة) وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة، ومن الغنم ألفا شاة، ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان". لأن عمر رضي الله عنه هكذا جعل على أهل كل مال منها [2] یعنی حضرت عمرؓ سے ان مذکورہ بالا اشیاء ستہ سے اسی طرح دیت لینا ثابت ہے جو جس کا اہل تھا اس سے وہی لیا، اہل ابل سے ابل اور اہل دراہم سے دراہم، اور اہل ذہب سے دنانیر وهکذا، اور امام صاحبؒ کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ یہ اشیاء ثلاثہ باقیہ جو ہیں جن کے صاحبین قائل ہیں ان کا ثبوت آثار مشہورہ سے نہیں ہے، اسی لئے امام صاحبؒ نے ان کو تین نہیں لیا۔ اب احادیث الباب کو لیجئے۔

٤٥٤١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَضَى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطَأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ: ثَلَاثُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَثَلَاثُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَعَشَرَةُ بَنِي لَبُونٍ ذَكَرٍ".

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ جس شخص کو خطاً قتل کیا گیا اس کی دیت ایک سو اونٹ ہوگی، جن میں تیس بنت مخاض اور تیس بنت لبون اور تیس حقے اور دس بنی لبون ہونگے۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٠١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٤١) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٧)

شرح الحدیث: اس حدیث میں قتل خطا کی دیت سو اونٹ اس ترتیب سے مذکور ہے بنت لبون، بنت مخاض اور حقہ ہر

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الديات - باب ما جاء في الدية كم هي من الإبل ١٣٨٦
[2] الهداية في شرح بداية المبتدي - ج٨ ص٦٨ - ٧٠

ایک تیس تیس اور دس ابن لبون، بذل میں خطابیؒ سے نقل کیا ہے: لا أعرف أحد أقال به من الفقهاء، کہ میرے علم میں نہیں کہ اس کو کسی فقیہ نے اختیار کیا ہو، اس پر حضرت شیخ "حاشیۂ بذل میں لکھتے ہیں کہ ابن قدامہ نے اس کو طاؤس کا مذہب قرار دیا ہے، اسی حدیث کی بنا پر [1] ۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

٤٥٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ"، قَالَ: فَكَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ، فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ، قَالَ: فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، قَالَ: وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ.

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم مقرر تھی (کیونکہ سو اونٹ اتنے ہی کے آتے تھے) اور اہل کتاب کی دیت اس وقت مسلمانوں کی دیت سے نصف مقرر تھی راوی کہتے ہیں کہ پھر اس طریقہ سے دیت کا حکم جاری رہا، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور وہ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اونٹ کی قیمت تو مہنگی ہوگئی راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سونے کے معاملہ کرنے والوں کیلئے دیت ایک ہزار دینار اور چاندی والے لوگوں پر بارہ ہزار (درہم دیت) مقرر فرمائی اور گائے، بیل والے شخص پر دو سو گائے اور بکری والے شخص پر دو ہزار بکریاں اور حلہ والے شخص پر دو سو جوڑے مقرر فرمائے اور آپ نے اہل ذمہ کی دیت چھوڑ دی اس کو نہیں بڑھایا جس طرح مسلمانوں کی دیت کو بڑھایا تھا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٠١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٤٢) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٧)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرمارہے ہیں کہ دیت کی قیمت یعنی دیت کے سو اونٹوں کی قیمت۔ کیونکہ دیت میں اصل ابل ہی ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی، اور دیت اہل کتاب یعنی ذمیوں کی اس وقت یعنی حضور ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی، پس دیت کی یہی مقدار چلتی رہی یعنی آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اونٹ اب گراں ہوگئے، اس پر اب حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں: چنانچہ انہوں نے (خلیفہ ثانی نے) دینار بجائے آٹھ سو

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٤٤٠، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٦٣.

کے ایک ہزار مقرر کردیئے اہل ذہب کے حق میں اور دراہم بارہ ہزار مقرر فرمادیئے چاندی والوں کے حق میں، اور اہل بقر پر دو سو بقر اور اہل شاۃ پر دو ہزار شاۃ اور اہل حلل پر دو سو حلّے، آگے حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اہل ذمہ کی دیت کو نہیں بڑھایا بلکہ اسکو اسی حال پر چھوڑ دیا اہل ذمہ کی دیت کا باب آگے مستقل آرہا ہے اس پر کلام وہیں آئے گا، دیت میں جو چیزیں دی جاتی ہیں وہ کل چھ ہیں اس حدیث میں وہ سب مذکور ہیں۔

٤٥٤٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَضَى فِي الدِّيَةِ عَلَى أَهْلِ الْإِبِلِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْقَمْحِ» شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ مُحَمَّدٌ.

ترجمہ: عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیت کے سلسلہ میں فرمایا کہ اونٹ والوں پر ایک سو اونٹ اور گائے اور بیل والوں پر دو سو گائے اور بکریوں والے لوگوں پر دو ہزار بکریاں اور حلہ (جوڑے) والوں پر دو سو حلے (جوڑے) اور گیہوں والوں پر اس قدر گیہوں جو کہ اس حدیث کے راوی محمد بن اسحٰق کو یاد نہیں رہا۔

٤٥٤٤ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرَ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ مُوسَى وَقَالَ: «وَعَلَى أَهْلِ الطَّعَامِ» شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ.

ترجمہ: امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن یعقوب طالقانی پر قراءت کی انہوں نے اپنی سند سے حضرت جابر سے نقل کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مقرر فرمایا پھر موسیٰ بن اسماعیل راوی کی حدیث کی طرح نقل کیا اس روایت میں محمد بن اسحٰق نے کہا کہ گندم والوں کے ذمہ کچھ (دیت ہے) جو کہ مجھے یاد نہیں رہا۔

٤٥٤٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فِي دِيَةِ الْخَطَإِ عِشْرُونَ حِقَّةً، وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنِي مَخَاضٍ ذُكُرٍ» وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ قتل خطا کے متعلق آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: (اس میں) بیس حقہ ہیں، بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس بنی مخاض ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الديات (١٣٨٦) سنن النسائي - القسامة (٤٨٠٢) سنن أبي داود - الديات (٤٥٤٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٥٠/١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٧)

شرح الحدیث: **دیة الخطأ میں حنفیہ و حنابلہ کی دلیل**: حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث میں قتل

خطأ کی دیت میں سو اونٹ اس تفصیل سے مذکور ہے، حقہ، جذعہ، بنت مخاض، بنت لبون اور ابن مخاض، ہر ایک بیس بیس، اس حدیث میں پانچویں چیز ابن مخاض ہے، یہی مذہب حنفیہ و حنابلہ کا ہے، اور امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک بجائے ابن مخاض کے ابن لبون ہے۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٥٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَدِيٍّ قُتِلَ، "فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيَتَهُ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی عدی میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی دیت بارہ ہزار مقرر فرمائی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابن عیینہ نے عمرو، عکرمہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا واسطہ نہیں ہے۔

تخریج جامع الترمذي- الديات (١٣٨٨) سنن النسائي - القسامة (٤٨٠٣) سنن أبي داود - الديات (٤٥٤٦) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٢٩) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٣)

١٩ - بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

قتل شبہ عمد کی دیت کا بیان

٤٥٤٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مُسَدَّدٌ خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» - إِلَى هَاهُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُسَدَّدٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا - «أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُذْكَرُ وَتُدْعَى مِنْ دَمٍ، أَوْ مَالٍ تَحْتَ قَدَمَيَّ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ، وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ» ثُمَّ قَالَ: "أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ، وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِ أَوْلَادِهَا" وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے دن خطبہ دیا تو آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر فرمایا اور پھر فرمایا: نہیں ہے خدائے واحد کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے (دشمن کے) لشکر کو تنہا شکست دی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک میں نے مسدد کی حدیث یاد کی ہے۔ پھر دونوں راوی متفق ہیں (فرمایا): سن لو! ہر فخر کی چیز جو زمانہ جاہلیت میں تھی اس کا ذکر ہوتا تھا اور دعویٰ کیا جاتا تھا خواہ خون ہو یا مال وہ تمام میرے دونوں پیروں کے نیچے ہیں مگر حاجیوں کا پانی پلانا اور بیت اللہ کی خدمت۔ پھر آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: خبر دار! قتل خطا کی دیت قتل شبہ عمد کے برابر ہو گی۔ جبکہ کوڑے اور لاٹھی سے (قتل کیا گیا ہو) اور وہ دیت ایک سو اونٹنیاں ہیں ان میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی اور مسدد کی حدیث مکمل ہے۔

۴۵۴۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: وہیب نے خالد سے بھی اسی مضمون اور سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔

۴۵۴۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ أَوْ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى دَرَجَةِ الْبَيْتِ أَوِ الْكَعْبَةِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، أَيْضًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَاهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، مِثْلَ حَدِيثِ خَالِدٍ، وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يَعْقُوبَ السَّدُوسِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَوْلُ زَيْدٍ، وَأَبِي مُوسَى مِثْلُ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے اس معنیٰ کی حدیث مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن یا فتح مکہ کے وقت بیت اللہ کی یا کعبہ کی سیڑھی پر خطبہ دیا۔ ابوداؤدؒ نے کہا: اسی طرح ابن عیینہ نے علی بن زید سے انہوں نے قاسم بن ربیعہ سے انہوں نے ابن عمرؓ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔ ایوب سختیانی نے بھی اسی طرح قاسم بن ربیعہ سے روایت کی خالد کی گزشتہ حدیث کی مانند اور حماد بن سلمہ نے اپنی سند سے یہ روایت عبداللہ بن عمروؓ سے بیان کی اور زید بن ثابت اور ابوموسیٰ اشعری کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔

تخریج: سنن النسائي – القسامة (۴۷۹۱) سنن أبي داود – الديات (۴۵۴۷) سنن ابن ماجه – الديات (۲۶۲۷) سنن الدارمي – الديات (۲۳۸۳)

شرح الأحادیث: یعنی جس روز مکہ مکرمہ فتح ہوا آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور بعد والی روایت میں ہے کہ یہ خطبہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر دیا[1] جس میں تین بار تکبیر کہی اور پھر یہ جملے بھی ارشاد فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندہ کی نصرت فرمائی۔ وعدہ سے مراد یہی مکہ مکرمہ کا فتح ہونا اور اسلام کا غلبہ، اور آگے ہے اور جس نے کفار کی جماعتوں کو شکست دی اشارہ ہے غزوۂ احزاب یعنی غزوۂ خندق کی طرف، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بے شک جو امور زمانۂ جاہلیت میں عزت اور فخر کے سمجھے جاتے تھے اور وہ حقوق جن کو اپنا حق واجب سمجھتے تھے، مثلاً خون بہا، یا سود کا روپیہ پیسہ یا سودی قرضہ، وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں یعنی میں ان کو باطل قرار دیتا ہوں، یعنی

[1] بیت اللہ شریف کا دروازہ زمین کی سطح سے کافی اونچا ہے آدمی کے قد سے بھی زیادہ، اسی لئے بیت اللہ میں داخل ہونے کیلئے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام نے آکر ان کو باطل کر دیا البتہ بعض امور جاہلیہ اس سے مستثنیٰ ہیں (جن کا ذکر آگے ہے) یعنی سقایۃ الحجاج حج کے زمانہ میں حاجیوں کے لئے سبیل لگانا اور ان کو پانی پلانا، اور بیت اللہ کی خدمت اور دربانی، پھر آگے حدیث میں قتل خطا جو شبہ عمد ہو اس کی دیت مذکور ہے کہ وہ سو اونٹ ہیں جس میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، واخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر وساق اختلاف الرواۃ فیہ، واخرجہ الدارقطنی فی سننہ وساق ایضا اختلاف الرواۃ فیہ، قالہ المنذری۔

٤٥٥٠ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَضَى عُمَرُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ: «ثَلَاثِينَ حِقَّةً، وَثَلَاثِينَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعِينَ خَلِفَةً مَا بَيْنَ ثَنِيَّةٍ إِلَى بَازِلِ عَامِهَا»

ترجمہ: مجاہد نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ سنایا کہ شبہ عمد میں تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس خلفے (حاملہ اونٹنیاں) چھ سال سے لے کر نو سالہ تک ادا کرنے ہیں۔

شرح الحدیث **امام شافعی وامام محمد کی دلیل**: شبہ عمد کی یہ دیت جو اس حدیث میں مذکور ہے یہی امام شافعیؒ و محمدؒ کا مسلک ہے یعنی اثلاثاً، اور شیخینؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ارباعاً ہے وتقدم بیان الاختلاف قبل ذلك، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ اونٹ ثنیہ اور بازل عام کے درمیان ہونے چاہئیں، ثنیہ وہ اونٹنی ہے جو پانچ سال کی ہو کر چھٹے میں داخل ہو، اور بازل وہ ہے جو آٹھ سال کی ہو کر نو میں داخل ہو، بازل اونٹنیوں کے ناموں میں جو عمر کے لحاظ سے ہیں یہ آخری نام ہے یعنی جو نویں سال میں داخل ہو، اس کے بعد جب دسویں سال میں داخل ہو تو اس کو مخلف کہتے ہیں، اور یہ دونوں نام اپنے مادہ کے اعتبار سے آخری ہیں چنانچہ اس کے بعد اس طرح کہا جاتا ہے بازل عام بازل عامین، مخلف عام، مخلف عامین وھکذا۔

٤٥٥١ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: «فِي شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثٌ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا وَكُلُّهَا خَلِفَةٌ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ قتل شبہ عمد کی دیت تین قسم سے ہے یعنی تینتیس حقہ، تینتیس جذعے اور چونتیس ثنیہ حاملہ اونٹنیاں چھ سالہ سے نو سالہ تک۔

شرح الحدیث: اس روایت میں شبہ عمد کی دیت ہے تو اثلاثا ہی لیکن اعداد میں فرق ہے چنانچہ اس میں تینتیس حقہ اور جذعہ تینتیس اور خلفہ چونتیس ہے، یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔

٤٥٥٢ - وَبِهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: «فِي شِبْهِ الْعَمْدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ».

ترجمہ: علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت کے بارے میں فرمایا کہ ۲۵ حقے، ۲۵ جذعے، ۲۵ بنت لبون، ۲۵ بنت مخاض ہیں۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں شبہ عمد کی دیت ارباعاً مذکور ہے اس تفصیل کے ساتھ جس کو شیخینؒ اور امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے وقد تقدم۔

٤٥٥٣ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فِي الْخَطَإِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ".

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قتل خطا کی دیت کے چار حصے بنیں گے پچیس حقہ، پچیس جذعہ، پچیس بنت لبون، پچیس بنات مخاض ہیں۔

شرح الحدیث: یعنی قتل خطا کی دیت ارباعاً ہے اس تفصیل کے ساتھ حقہ، جذعہ، بنت لبون، بنت مخاض، ہر ایک پچیس پچیس۔

٤٥٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، «فِي الْمُغَلَّظَةِ أَرْبَعُونَ جَذَعَةً خَلِفَةً، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَفِي الْخَطَإِ ثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنُو لَبُونٍ ذُكُورٌ، وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ».

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے دیت مغلظ (یعنی قتل شبہ عمد میں) مروی ہے کہ چالیس حاملہ جذعہ، تیس حقہ، تیس بنت لبون اور قتل خطا کی دیت میں تیس حقہ، تیس بنت لبون، بیس ابن لبون اور بیس بنت مخاض ہیں۔

شرح الحدیث: اس روایت میں بھی شبہ عمد کی دیت اثلاثاً ہے اس تفصیل کے ساتھ: چالیس جذعہ جو خلفہ ہوں یعنی حاملہ اور تیس حقہ اور تیس بنت لبون، اور قتل خطا کی دیت اس میں ارباعاً ہے حقہ اور بنت لبون تیس تیس، اور ابن لبون اور بنت مخاض بیس بیس۔

٤٥٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الدِّيَةِ الْمُغَلَّظَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ سَوَاءً. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: " إِذَا دَخَلَتِ النَّاقَةُ فِي السَّنَةِ الرَّابِعَةِ فَهُوَ حِقٌّ وَالْأُنْثَى حِقَّةٌ، لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ أَنْ يُحْمَلَ عَلَيْهِ وَيُرْكَبَ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَهُوَ جَذَعٌ وَجَذَعَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّادِسَةِ وَأَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ وَثَنِيَّةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّابِعَةِ فَهُوَ رَبَاعٌ وَرَبَاعِيَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ وَأَلْقَى السِّنَّ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي التَّاسِعَةِ وَفَطَرَ نَابُهُ وَطَلَعَ فَهُوَ بَازِلٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْعَاشِرَةِ فَهُوَ مُخْلِفٌ، ثُمَّ لَيْسَ

لَهُ اسْمٌ وَلَكِنْ يُقَالُ: بَازِلُ عَامٍ، وَبَازِلُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ عَامٍ، وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ، إِلَى مَا زَادَ، وَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: ابْنَةُ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ، وَابْنَةُ لَبُونٍ لِسَنَتَيْنِ، وَحِقَّةٌ لِثَلَاثٍ، وَجَذَعَةٌ لِأَرْبَعٍ، وَثَنِيٌّ لِخَمْسٍ، وَرَبَاعٌ لِسِتٍّ، وَسَدِيسٌ لِسَبْعٍ، وَبَازِلٌ لِثَمَانٍ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو حَاتِمٍ، وَالْأَصْمَعِيُّ: «وَالْجُذُوعَةُ وَقْتٌ وَلَيْسَ بِسِنٍّ» قَالَ أَبُو حَاتِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ: «فَإِذَا أَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ، وَإِذَا أَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ» وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: «إِذَا لَقِحَتْ فَهِيَ خَلِفَةٌ، فَلَا تَزَالُ خَلِفَةً إِلَى عَشَرَةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ عَشَرَةَ أَشْهُرٍ فَهِيَ عُشَرَاءُ» قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: «إِذَا أَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ، وَإِذَا أَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ».

ترجمہ: سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ سے دیت مغلظ کے متعلق مذکورہ بالا روایت کی طرح مروی ہے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ابوعبید نے اور متعدد علماء نے فرمایا کہ جب کوئی اونٹنی چوتھے سال میں لگے تو وہ حق ہے اور اس کی مؤنث حقہ ہے۔ اس لئے کہ وہ سواری اور سامان لادنے کے لائق ہوگئی اور جب وہ پانچویں سال میں لگے تو وہ جذعہ ہے اور جذع اور جب وہ چھٹے سال میں لگے اور وہ سامنے کے دانت گرائے تو وہ ثنی اور ثنیہ ہے پھر جب وہ ساتویں سال میں لگے تو وہ رباع اور رباعیہ ہے اور جب وہ آٹھویں سال میں داخل ہو اور وہ رباعیہ کے بعد کے دانت گرائے تو وہ اونٹنی سدیس اور سدس ہے پھر جب وہ اونٹنی نویں سال میں لگے اور اس کی دانتوں کی کلیاں نکل آئیں تو وہ اونٹنی بازل ہے اور جب وہ اونٹنی دسویں سال میں لگے تو وہ مخلف ہے اس کے بعد اونٹنی کا کوئی نام نہیں لیکن پھر اس طرح کہا جاتا ہے کہ ایک سال کا بازل دو سال کا بازل ایک سال کا مخلف دو سال کا مخلف وغیرہ وغیرہ راوی نضر بن شمیل نے بیان کیا بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی کو کہتے ہیں اور بنت لبون دو سال کی اونٹنی کو اور حقہ تین سال کی اونٹنی کو اور جذعہ چار سال کی ثنی پانچ سال کی رباع چھ سال کی، سدیس سات سال کی، بازل آٹھ سالہ اونٹنی کو کہتے ہیں، ابو حاتم اور اصمعی نے بیان کیا کہ جذعہ ایک وقت کا نام ہے کسی عمر کا نام نہیں ہے۔ ابو حاتم نے بیان کیا جس وقت وہ اونٹنی رباعی گرائے تو وہ رباع بن جاتی ہے اور جب ثنیہ گرائے تو وہ ثنی ہے۔ ابو عبید نے بیان کیا کہ جب وہ اونٹنی حاملہ ہو جائے تو اس کو خلفہ کہا جاتا ہے اور دس ماہ تک وہ خلفہ کہلاتی ہے۔ پھر دس مہینے حمل کے گزر جائیں، وہ اونٹنی عشراء کہلاتی ہے۔ اور ابو حاتم نے بیان کیا جس وقت وہ اونٹنی سامنے کے دانت نکالے تو اس کو ثنی کہا جاتا ہے پھر جس وقت رباعیہ دانت گرادے تو وہ اونٹنی رباع کہلاتی ہے۔

شرح الحدیث: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: بعض نسخوں میں اس عبارت سے پہلے بَابُ أَسْنَانِ الْإِبِلِ مذکور ہے، اور اس سے قبل کتاب الزکاۃ میں بَابُ تَفْسِيرِ أَسْنَانِ الْإِبِلِ کے عنوان سے ایک مفصل باب گذر چکا جس میں یہاں سے زیادہ تفصیل مذکور ہے فتذکر لیکن وہاں یہ جملہ نہیں گذرا فَإِذَا بَلَغَتْ عَشَرَةَ أَشْهُرٍ فَهِيَ عُشَرَاءُ، باقی چونکہ سب گذر گیا اسلئے یہاں لکھنے کی حاجت نہیں۔

٢٠ - بَابُ دِيَاتِ الْأَعْضَاءِ

اعضاء کی دیت کے بیان میں

٤٥٥٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ عَشْرٌ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ»

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انگلیاں سب برابر ہیں ہر انگلی کی دیت دس دس اونٹ ہے۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٣) سنن أبي داود - الديات (٤٥٥٦) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٧/٤) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٩)

٤٥٥٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ». قُلْتُ: عَشْرٌ عَشْرٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقَ بْنَ أَوْسٍ، وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ التَّمَّارُ، بِإِسْنَادِ أَبِي الْوَلِيدِ، وَرَوَاهُ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي صَفِيَّةَ، عَنْ غَالِبٍ، بِإِسْنَادِ إِسْمَاعِيلَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انگلیاں سب برابر ہیں میں نے عرض کیا: کیا ہر ایک انگلی کی دیت میں دس دس اونٹ ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محمد بن جعفر نے شعبہ کے واسطہ سے انہوں نے غالب سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے مسروق بن اوس سے سنا اور اسماعیل نے غالب سے ابو الولید کے واسطے سے بیان کیا۔ اور حنظلہ نے غالب سے اسماعیل کی سند کے ساتھ بیان کیا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٣) سنن أبي داود - الديات (٤٥٥٧) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٧/٤) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٩)

٤٥٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذِهِ وَهَذِهِ سَوَاءٌ» يَعْنِي الْإِبْهَامَ وَالْخِنْصَرَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں یعنی انگوٹھا اور

چھنگلی۔

تخریج: صحیح البخاري - الديات (٦٥٠٠) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٢) سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٥٨) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٧/١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٠)

٤٥٥٩ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ، هَذِهِ وَهَذِهِ سَوَاءٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ شُعْبَةَ، بِمَعْنَى عَبْدِ الصَّمَدِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: انگلیاں اور دانت (دونوں دیت کے حکم میں) اگلا دانت اور داڑھ برابر ہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو نضر بن شمیل نے شعبہ سے عبد الصمد کی طرح روایت کیا ہے۔

٤٥٦٠ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَاهُ الدَّارِمِيُّ، عَنِ النَّضْرِ.

ترجمہ: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں سے دارمی نے بواسطہ نضر یہ حدیث بیان کی۔

تخریج: صحیح البخاري - الديات (٦٥٠٠) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٢) سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٥٩) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٧/١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٠)

٤٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، وَالْأَصَابِعُ سَوَاءٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کے حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سارے دانت دیت کے حکم میں برابر ہیں اور انگلیاں دیت کے حکم میں برابر ہیں۔

تخریج: صحیح البخاري - الديات (٦٥٠٠) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٢) سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٠) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٧/١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٠)

٤٥٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَ الْيَدَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا (یعنی دیت ہر ایک انگلی کی برابر ہے خواہ پاؤں کی کوئی سی انگلی ہو یا ہاتھ کی)۔

تخریج: صحیح البخاري - الديات (٦٥٠٠) جامع الترمذي - الديات (١٣٩٢) سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦١) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٧/١) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٠)

٤٥٦٢ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي خُطْبَتِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ «فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ».

ترجمة: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: اور آپ ﷺ (اس وقت) اپنی پشت مبارک بیت اللہ کی جانب کئے ہوئے تھے انگلیوں میں (دیت) دس دس اونٹ ہیں۔

تخريج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٥٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٢) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٥٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٨٩)

٤٥٦٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فِي الْأَسْنَانِ خَمْسٌ خَمْسٌ».

ترجمة: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دانتوں میں (دیت کے) پانچ پانچ اونٹ ہیں۔

تخريج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٤١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٨٢) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٤)

شرح الأحاديث: اس باب کے شروع کی متعدد روایات میں اصابع اور اسنان کی دیت یعنی ارش مذکور ہے، وہ یہ کہ ہر اصبع میں من اصابع الید والرجل دس اونٹ ہیں اور اسنان میں سے ہر سن کے بدلہ میں پانچ اونٹ ہیں، لہٰذا دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کی دیت سو اونٹ ہوں گے، اسی طرح اصابع الرجلین میں بھی، اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک ہاتھ کی انگلیوں میں پچاس اونٹ ہیں اسی طرح صرف ایک پاؤں کی انگلیوں میں بھی پچاس اونٹ ہیں، ید اور رجل ہر ایک کی جنس الگ ہے اور دیت کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اس میں جنس منفعت کا اعتبار ہوتا ہے اور جنس منفعت پوری ضائع کر دی گئی تو پوری دیت ہوگی اور نصف میں نصف دیت ہوگی، اسی طرح عینین میں یہ قاعدہ جاری ہوگا، اور ناک چونکہ اپنی جنس میں ایک ہی ہے لہٰذا اسکو ضائع کرنے میں پوری دیت واجب ہوگی، یہاں پر حدیث میں ہے «هَذِهِ وَهَذِهِ سَوَاءٌ» يَعْنِي الْإِبْهَامَ وَالْخِنْصَرَ دوسری روایت میں ہے: «الْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، وَالْأَصَابِعُ سَوَاءٌ». أَصَابِعَ الْيَدَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ، قال الخطابي: واتفق عامة أهل العلم على ترك التفضيل، وأن كل سن خمسة أبعرة، وفي كل إصبع عشراً من الإبل: خناصرها وأباهمها سواء، الى آخر ما ذكر في البذل. یعنی مسئلہ بھی بالاتفاق یہی ہے، حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ شروع میں انگلیوں کے درمیان فرق کیا کرتے تھے ففي البذل عن الخطابي أنه كان يجعل في الإبهام خمس عشرة، وفي السبابة عشراً، وفي الوسطى عشراً، وفي البنصر تسعاً، وفي الخنصر ستاً، حتى وجد

کتابًا عند أبي عمرو بن حزم عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم أن الأصابع کلها سواء فأخذ به [1]۔

اعضاء کی دیت کا ضابطہ و قاعدہ: اعضاء کی دیت میں فقہاء نے یہ ضابطہ لکھا ہے کہ جس صورت میں جنس منفعت کی تفویت علی وجہ الکمال ہوگی، یا جمال مقصود کی تفویت ہوگی وہاں پوری دیت واجب ہوگی، ففی الهدایة: وفي المارن الدیة، وفي اللسان الدیة، وفي الذکر الدیة، والأصل في الأطراف أنه إذا فوت جنس منفعة علی الکمال أو أزال جمالا مقصودا في الآدمي علی الکمال یجب کل الدیة لإتلافه النفس من وجه وهو ملحق بالإتلاف من کل وجه تعظیما للآدمي [2]۔ یعنی جنس منفعت کو فوت کر دینا یہ فی الجملہ اتلاف نفس ہی ہے اور فی الجملہ اتلاف نفس کا حکم بھی وہی قرار دیا گیا ہے جو اتلاف من کل وجہ کا ہے تعظیما للآدمی اور جمال مقصود کی مثال میں لحیہ کو بھی لکھا ہے ففی الهدایہ: "وفي اللحیة إذا حلقت فلم تنبت الدیة" لأنه یفوت به منفعة الجمال [3]، یعنی اگر کسی نے کسی کی داڑھی کو اس طرح مونڈ دیا کہ جس سے وہ دوبارہ نہ اُگے تو وہاں بھی کامل دیت واجب ہوگی، اس لئے کہ داڑھی مرد کے حق میں ایسا جمال ہے جو مقصود ہے، بخلاف عورت کی داڑھی کے، کہ اگر اسکے چہرے پر بال نکل آئیں اور انکا کوئی حلق کر دے تو اس میں کچھ واجب نہیں اس لئے کہ داڑھی عورت کے حق میں نقص ہے نہ کہ جمال، کذا فی الشامي۔

جاننا چاہیے کہ اعضاء کی دیت بعض مرتبہ دیت نفس سے بڑھ جاتی ہے چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی کسی کے تمام دانت توڑ دے تو چونکہ ایک دانت میں پانچ اونٹ منصوص ہیں اس اعتبار سے تمام دانتوں میں ایک سو ساٹھ اونٹ واجب ہوں گے جیسا کہ بذل المجہود میں در مختار سے نقل کیا ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے: ولا بأس فیه لأنه ثابت بالنص علی خلاف القیاس اه [4]۔

حدیث ابی موسی رضی الله تعالی عنه الثاني اخرجه النسائي وابن ماجه، وحدیث ابن عباس رضی الله تعالی عنهما الاول اخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، وحدیثه الثاني اخرجه الترمذي، وابن ماجه (بالفاظ مختلفه) وحدیث عمرو بن شعیب الاول اخرجه النسائي وابن ماجه، والثاني اخرجه النسائي، قاله المنذري.

٤٥٦٤ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ شَيْبَانَ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ فَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرٍ، صَاحِبٌ لَنَا ثِقَةٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ

---

[1] معالم السنن— ج ٤ ص ٤٤٨، بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٨ ص ٨٠-٨١

[2] الهداية شرح بداية المبتدي— ج ٨ ص ٧٢-٧٣

[3] الهداية شرح بداية المبتدي— ج ٨ ص ٧٥

[4] رد المحتار علی الدر المختار— ج ١٠ ص ٢٣٨، بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٨ ص ٨٤

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَوْ عَدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ، وَيُقَوِّمُهَا عَلَى أَثْمَانِ الْإِبِلِ، فَإِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِي قِيمَتِهَا، وَإِذَا هَاجَتْ رُخْصًا نَقَصَ مِنْ قِيمَتِهَا، وَبَلَغَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ أَرْبَعِ مِائَةِ دِينَارٍ إِلَى ثَمَانِ مِائَةِ دِينَارٍ، وَعَدْلُهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِيَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَمَنْ كَانَ دِيَةُ عَقْلِهِ فِي الشَّاءِ فَأَلْفَيْ شَاةٍ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ الْعَقْلَ مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى قَرَابَتِهِمْ، فَمَا فَضَلَ فَلِلْعَصَبَةِ» قَالَ: وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْفِ إِذَا جُدِعَ الدِّيَةَ كَامِلَةً، وَإِذَا جُدِعَتْ ثَنْدُوَتُهُ فَنِصْفُ الْعَقْلِ خَمْسُونَ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ عَدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ أَوْ مِائَةُ بَقَرَةٍ أَوْ أَلْفُ شَاةٍ، وَفِي الْيَدِ إِذَا قُطِعَتْ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الرِّجْلِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الْعَقْلِ، ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ مِنَ الْإِبِلِ، وَثُلُثٌ أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ، أَوِ الْبَقَرِ، أَوِ الشَّاءِ، وَالْجَائِفَةُ مِثْلُ ذَلِكَ وَفِي الْأَصَابِعِ فِي كُلِّ أُصْبُعٍ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَسْنَانِ فِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَقْلَ الْمَرْأَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا مَنْ كَانُوا لَا يَرِثُونَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَرَثَتِهَا، وَإِنْ قُتِلَتْ فَعَقْلُهَا بَيْنَ وَرَثَتِهَا، وَهُمْ يَقْتُلُونَ قَاتِلَهُمْ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ فَوَارِثُهُ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا» قَالَ مُحَمَّدٌ: هَذَا كُلُّهُ حَدَّثَنِي بِهِ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ مِنْ أَهْلِ دِمَشْقَ، هَرَبَ إِلَى الْبَصْرَةِ مِنَ الْقَتْلِ».

ترجمہ امام ابوداوُدؒ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب میں شیبان استاذ سے روایت موجود پائی ہے لیکن میں نے ان سے اس حدیث کو نہیں سنا۔ پھر ہمارے ایک ساتھی ابو بکر نے جو کہ ثقہ ہیں ہم سے روایت کیا شیبان سے انہوں نے محمد بن راشد سے نقل کیا انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے اور سلیمان بن موسیٰ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ قتل خطاء کی دیت کی قیمت لگاتے تھے بستی والوں پر چار سو دینار یا اس کے برابر چاندی اور اس کی قیمت اونٹوں کی قیمت کے حساب سے لگاتے تھے۔ پھر جب مہنگائی ہوتی تو اس کی مالیت میں اضافہ فرمادیتے تھے اور جس وقت اونٹ سستے ہو جاتے تو دیت کی قیمت کم کر دیتے تھے اور یہ قیمت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک پہنچتی تھی اور اس کے برابر چاندی سے آٹھ ہزار درہم اسکی قیمت رہی اور آنحضرت ﷺ نے گائے، بیل والے لوگوں پر دو سو گائے کا حکم فرمایا اور جن لوگوں کے خون بہا کی دیت بکری سے دی جاتی ہو ان کیلئے دو ہزار بکریوں کا حکم فرمایا۔ عبد اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خون بہا مقتول کے وارثوں کی میراث ہے ان کی قرابت کے اعتبار سے۔ راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا: جب پوری ناک کاٹ دی جائے تو پوری دیت لازم ہو گی اور جب ناک کے اوپر کا نرم حصہ کاٹ دیا جائے تو نصف دیت ہو گی یعنی پچاس اونٹ یا اس کے

برابر سونا چاندی یا ایک سو گائے یا ایک ہزار بکریاں ہوں گی اور جب کسی کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے تو (اس صورت میں) نصف دیت دینی ہوگی اسی طرح ایک پاؤں (کاٹنے) میں نصف دیت ادا کرنا ضروری ہوگی اور مامومہ (یعنی اس زخم میں جو کہ دماغ کی جڑ تک پہنچے) میں ایک تہائی دیت ادا کرنا ہوگی یعنی ۳۳ اونٹ اور ایک ثلث یا اس کی مالیت، چاندی، سونے یا گائے، بکریاں اور جائفہ (یعنی پیٹ تک پہنچ جانے والے زخم) میں بھی اسی طرح ہے (یعنی جو حکم مامومہ کا ہے وہی جائفہ کا بھی ہے) اور انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے عوض دس اونٹ ادا کرنا ہوں گے اور دانتوں میں سے ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہوں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت جو وارثوں سے بچ جائے وہ اس کے عصبہ کی ہے اور اگر عورت قتل کی جائے تو اس کی دیت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی اور وہی قاتل کو قتل کریں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قاتل کیلئے وراثت میں سے کچھ نہیں۔ اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث وہ ہے جو عصبہ میں سے اس کا قریب ترین ہو اور قاتل بالکل وارث نہیں۔ محمد بن راشد کہتے ہیں کہ یہ مکمل حدیث سلیمان نے عمرو بن شعیب ان کے والد اور دادا کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ محمد بن راشد کا تعلق دمشق سے ہے یہ قتل کے خدشہ کے پیش نظر بصرہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

تخريج سنن النسائي- القسامة (٤٨٤١) سنن النسائي- القسامة (٤٨٤٢) سنن أبي داود- الديات (٤٥٦٤) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٨٢/٢) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (٢١٧/٢) سنن الدارمي- الديات (٢٣٧٤)

شرح الحديث: یعنی حضور ﷺ قتل خطا کی دیت کی قیمت اہل قری کے حق میں چار سو دینار متعین فرماتے تھے یا اسکی قیمت کے برابر چاندی، اور دیت کی مقدار متعین کرنے میں اونٹوں کے بھاؤ کا اعتبار کرتے تھے، جب اونٹ گراں ہوتے تھے تو قیمت دیت آپ ﷺ بڑھا دیتے تھے، اور جب وہ سستے ہوتے تھے تو قیمت گھٹا دیتے تھے، اور دیت کی قیمت آپ ﷺ کے زمانہ میں چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک رہی ہے یا اس کے برابر آٹھ ہزار درہم، حاصل یہ کہ دیت میں اونٹوں کی تعداد تو متعین ہے اس میں کوئی کمی زیادتی نہیں، اور اگر کوئی شخص بجائے اونٹوں کے دراھم اور دنانیر دے تو وہ اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے ہی دی جائے گی۔

آگے روایت میں یہ ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ الْعَقْلَ مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى قَرَابَتِهِمْ، فَمَا فَضَلَ فَلِلْعَصَبَةِ»، یعنی مقتول کی دیت اسکے ترکہ میں شمار کی جائے گی اور قتیل کے ورثاء میں اور دوسرے ترکہ کے ساتھ تقسیم کی جائے گی حسب قرابت جس کا جتنا حصہ ہوگا جس میں ذوی الفروض کو مقدم رکھا جائے گا ان سے جو بچے گا وہ عصبہ کیلئے ہوگا۔

اور آگے روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فیصلہ انف کے بارے میں یہ ہے کہ اگر وہ جڑ سے کاٹ دی جائے تو پوری دیت ہوگی اور اگر اسکا اوپر کا نرم حصہ کاٹ دیا جائے تو پھر نصف دیت ہے، پچاس اونٹ یا ان کی قیمت کے برابر سونا چاندی یا سو بقر یا ایک

ہزار بکریاں اور ایک ہاتھ کاٹے جانے میں نصف دیت اور اسی طرح ایک پاؤں میں۔

وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الْعَقْلِ: مامومہ سر کا وہ زخم جو ام الدماغ تک پہنچ جائے اس میں آپ نے ثلث دیت مقرر فرمائی یعنی تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کا ایک تہائی، اور جائفہ میں بھی ثلث دیت، جائفہ وہ زخم جو جوف بطن تک پہنچ جائے، اس حدیث میں شجّتین کا ذکر فرمایا آیا مامومہ اور جائفہ، کنز میں کتاب الدیات کے ذیل میں شجاج کے بارے میں مستقل ایک فصل ہے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مصنف نے شجاج کے لئے مستقل فصل منعقد کی ان کے مسائل کی کثرت کی وجہ سے، نیز اس میں لکھا ہے کہ شجاج جمع ہے شجّۃ کی اور وہ لغۃً اس جرح کا نام ہے جو چہرے میں یا سر میں ہو، اور جو اس کے علاوہ بدن کے کسی دوسرے حصہ میں ہو اس کو جراحت کہتے ہیں، لہٰذا جو زخم چہرے یا سر میں ہوگا اس کی دیت کی مقدار تو متعین ہوگی، اور عام جراحات میں دیت کی مقدار معین نہیں ہے بلکہ وہاں حکومت عدل کا اعتبار ہے، نیز اس میں لکھا ہے کہ شجاج کی دس قسمیں ہیں پھر ان کی تفصیل لکھی ہے، اسی طرح حاشیۂ بذل میں ہے: قال ابن رشد قال أهل اللغة والفقه: والشجاج عشرة في اللغة والفقه: أولها الدامية، وهي التي تدمي الجلد. ثم الخارصة، وهي التي تشق الجلد. ثم الباضعة الخ [1]

آگے اسی حدیث میں ہے وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَقْلَ الْمَرْأَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا مَنْ كَانُوا لَا يَرِثُونَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَرَثَتِهَا: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو دیت کسی عورت کے قتل کرنے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے وہ عصبۃ القاتلہ (اس عورت کے عصبہ) پر واجب ہوگی، وہ جو بھی ہو، اور حسب قاعدہ عاقلہ یعنی عاقلۃ المقتول اس کے وارث نہیں ہوں گے بلکہ ورثۃ المقتول اس دیت کے وارث ہوں گے، ہاں جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد بچے گا وہ بے شک عصبہ کو ملے گا، مطلب یہ ہے جس طرح مرد کی جنایت کا قاعدہ ہے کہ اس کی دیت جانی سے عصبہ پر واجب ہوتی ہے اور مجنی علیہ کے ورثہ کو ملتی ہے یہی حکم عورت کی جنایت کا بھی ہے، جب بات یہ ہے کہ جو حکم مرد کی جنایت کا ہے وہی عورت کی جنایت کا ہے تو پھر اس پر تنبیہ کیوں کی گئی، وہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یہ سمجھے کہ شاید عورت اس مسئلہ میں مرد کی طرح نہ ہو بلکہ عبد کی طرح ہو جس کی جنایت کے اس کے عاقلہ محتمل نہیں ہوتے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے یہ تصریح کی گئی۔

آگے ہے: وَإِنْ قُتِلَتْ فَعَقْلُهَا بَيْنَ وَرَثَتِهَا، وَهُمْ يَقْتُلُونَ قَاتِلَهُمْ، یعنی اور اگر عورت پر جنایت کی جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے تو اب اس کی جو دیت حاصل ہوگی جانی کے عاقلہ سے وہ عورت کے ورثہ میں تقسیم کی جائے گی، اگر حاصل ہونے والی شی دیت ہو، اور اگر دیت کے بجائے قصاص کا مسئلہ ہو تو قصاص لینے کا حق بھی عورت کے ورثہ کو ہوگا۔

وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ فَوَارِثُهُ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا»: یعنی اگر کوئی شخص اپنے رشتہ دار کو قتل کرے اور حال یہ کہ وہ قتل کرنے والا مقتول کے ورثہ میں سے ہو تو اس

[1] بداية المجتهد ونهاية المقتصد — ج ۲ ص ۴۱۹ . بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۸۳

قتل کی دیت میں اس قاتل وارث کا حصہ نہ ہو گا بلکہ دوسرے ورثہ کو ملے گا، اور اگر اس مقتول کے کوئی اور وارث نہ ہو سوائے اس قاتل کے تو یہ کریں گے کہ قاتل کے علاوہ کوئی دوسرا رشتہ دار جو باقی رشتہ داروں میں اقرب الی المقتول ہو اس کو دی جائے گی، مثلاً بیٹے نے باپ کو قتل کیا اور اس مقتول کا کوئی وارث نہ تھا سوائے اپنے بیٹے کے، لیکن اس مقتول نے ایک پوتا بھی چھوڑا ہے، تو اب اس مقتول باپ کی میراث بجائے قاتل بیٹے کے اس بیٹے کے بیٹے کو دی جائے گی کہ بیٹے کے بعد پھر اقرب الناس الی المقتول وہ پوتا ہی ہے، کذا قالوا فی شرح هذا الحديث۔ والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ الْعَامِلِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ» قَالَ: وَزَادَنَا خَلِيلٌ، عَنِ ابْنِ رَاشِدٍ، «وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ، فَتَكُونُ دِمَاءٌ فِي عِمِّيَّا فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی طرح سخت ہے اور اس صورت میں قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا محمد بن بکار مصنف کے استاد کہتے ہیں کہ خلیل نے ابن راشد سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ شیطان لوگوں کے درمیان اچھل کود کر داخل ہو جاتا ہے اور یوں لوگ اندھا دھند بغیر کسی عداوت اور ہتھیار کے قتل ہو جاتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٧)

شرح الحدیث: یعنی شبہ عمد کی دیت قتل خطأ سے زیادہ سخت ہے اور مغلظ ہے جس طرح کہ قتل عمد کی دیت مغلظ ہے اور شبہ عمد والے قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا یعنی لی تو جائیگی دیت ہی اور قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن دیت مغلظہ لی جائے گی۔

قتل عمد کی دیت کا مسئلہ اوراسکی تحقیق: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قتل عمد میں بھی دیت ہوتی ہے حنفیہ کے یہاں تو اس کا کوئی ضابطہ ہے نہیں بلکہ جس چیز پر بھی مصالحت ہو جائے طرفین کی رضامندی سے قصاص نہ لینے کی صورت میں لیکن کتب شافعیہ میں اسکی تصریح ہے کہ قتل عمد میں دیت ہوتی ہے اور وہ مغلظہ ہوتی ہے چنانچہ یہ اختلاف پہلے گذر چکا کہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک قتل عمد میں اولیائے مقتول کو اختیار ہے قصاص کا تو ہے ہی دیت کا بھی اختیار ہے خواہ قاتل راضی ہو یا نہ ہو اسی لئے ان کے یہاں اسکا مصداق بھی متعین ہے انکی کتابوں میں لکھا ہے کہ قتل عمد کی دیت اثلاثاً ہے حقہ وجذعہ تیس تیس اور خلفہ چالیس یہی ان کے یہاں شبہ عمد کی بھی دیت ہے مگر اس میں یعنی عمد میں مزید تغلیظ دو اعتبار سے اور ہے وہ یہ کہ دیت قاتل پر واجب ہوگی نہ کہ عاقلہ پر دوسرے یہ کہ حالاً ہوگی اور مؤجل نہ ہوگی بخلاف شبہ عمد کی دیت کے

کہ وہ عاقلہ پر ہوتی ہے اور مؤجل ہوتی ہے تین سال میں تین قسطوں میں لی جاتی ہے کما تقدم فی محلہ [1]۔

آگے روایت میں ہے: وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الخ آپ شبہ عمد کی صورت بتلا رہے ہیں کہ اس میں کیا ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان شیطان آکود پڑتا ہے اور معمولی سی بات بڑھتے بڑھتے خون کی نوبت آجاتی ہے اور اندھادھند لڑائی کا کام شروع ہو جاتا ہے بغیر کینہ اور عداوت کے اور بغیر ہتھیار استعمال کئے حاصل یہ کہ قتل عمد کی تو ایک معقول وجہ اور بنیاد ہوتی ہے عداوت اور کینہ وغیرہ اور اس میں قصداً آدمی سلاح استعمال کر کے قتل کرتا ہے بخلاف شبہ عمد کے کہ وہ خواہ مخواہ کسی معمول سی بات کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے بات بڑھتے بڑھتے اس میں قتل کی نوبت آجاتی ہے قتل کرنا وہاں مقصود نہیں ہوتا اسی لئے اسکو شبہ عمد کہتے ہیں۔

٤٥٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ».

ترجمة: عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں بتایا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مواضح (کی دیت) میں پانچ اونٹ ہے۔ (مواضح، موضحہ کی جمع ہے، ایسا زخم یا چوٹ جو کہ ہڈی تک پہنچ جائے اور اس کو ظاہر کر دے تو ایسے زخم کی دیت پانچ اونٹ ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي- الديات (١٣٩٠) سنن النسائي - القسامة (٤٨٥٢) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٦) سنن ابن ماجة - الديات (٢٦٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٩/٢) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٢)

٤٥٦٧ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ».

ترجمة: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ جو آنکھ اپنی جگہ قائم اور ثابت ہو تو اس میں تہائی دیت ادا کرنا ضروری ہے۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٤٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٧)

شرح الاحادیث: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ»: یعنی آپ

---

[1] چنانچہ شافعیہ کی کتاب فیض الإله المالك في حل ألفاظ عمدة السالك وعدة الناسك ج ٢ ص ٢٩١ میں ہے فصل إذا كان القتل خطأ أو عمد خطأ (شبه العمد) أو آل الأمر في العمد بالعفو إلى الدية وجبت الدية ودية الحر المسلم الذكر مائة من الابل فان كان عمدا فهي مغلظة من ثلاثة أوجه كونها حالة وعلى الجاني ومثلثه ثلاثين حقة وثلاثين جذعة وأربعين خلفة أي حوامل، وإن كان شبه عمد فهي مغلظة من وجه (واحد) كونها مثلثة مخففة من وجهين كونها مؤجلة وعلى العاقلة الخ یعنی قتل عمد کی دیت مغلظ ہے تین لحاظ سے اور شبہ عمد کی دیت مغلظ ہے صرف ایک لحاظ سے اور مخفف ہے دو حیثیت سے اور پھر آگے اس میں یہ ہے کہ قتل خطأ کی دیت تینوں لحاظ سے مخفف ہے فارجع الیہ لو شئت۔

نے فرمایا کہ شجہ موضحہ میں یعنی اس کی دیت میں پانچ اونٹ ہوتے ہیں موضحہ وہ زخم ہے جو گوشت اور پوست سے تجاوز کر کے ہڈی کو ظاہر کردے اور اس کے بعد والی حدیث میں ہے قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ۔

شرح الحديث من حيث الفقه وبيان المذاهب: یعنی آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا اس آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ پر قائم اور باقی ہو یعنی صرف روشنی اس کی ضائع ہوئی ہو ثلث دیۃ کا ایک تہائی دیت یہ حدیث جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے خلاف ہے صرف امام احمدؒ کی ایک روایت اس کے موافق ہے ورنہ سب علماء کی رائے اسمیں یہ ہے کہ اس صورت میں حکومت عدل ہے [1] یعنی ایک عادل شخص کا فیصلہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے، کہ آپ کا یہ ارشاد یعنی ثلث دیت بطور معیار اور قاعدہ کلیہ کے نہیں بلکہ کسی خاص واقعہ میں آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا اور ہو سکتا ہے واقعہ میں حکومت عدل یہی ہو واللہ تعالی اعلم۔ حديث المواضح اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث العين اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٢١ - بَابُ دِيَةِ الْجَنِينِ

جنین (پیٹ کے بچہ) کی دیت کے بیان میں

٤٥٦٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ هُذَيْلٍ، فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِعَمُودٍ فَقَتَلَتْهَا، وَجَنِينَهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: كَيْفَ نَدِي مَنْ لَا صَاحَ، وَلَا أَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَقَالَ: «أَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ؟» فَقَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ وَجَعَلَهُ عَلَى عَاقِلَةِ الْمَرْأَةِ.

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کے ایک آدمی کی دو بیویاں تھیں تو ان میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کے لکڑی مار کر اس کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالا پھر دونوں قبیلہ والے اپنا مقدمہ نبی ﷺ کی خدمت میں لائے۔ ان میں سے ایک شخص (قاتلہ عورت کے ولی) نے کہا: ہم لوگ کس طریقہ سے اسکی دیت ادا کریں جو کہ نہ تو رویا اور نہ اس نے کھایا، پیا اور نہ وہ چیخا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دیہات والوں کی طرح قافیہ بندی کر رہے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے قاتلہ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي (ج ٨ ص ٨٣) میں ہے "وفيما دون الموضحة حكومة عدل" لأنه ليس فيها أرش مقدر ولا يمكن إهداره فوجب اعتباره بحكم العدل، یعنی موضحہ میں چونکہ دیت منصوص ہے، اس میں وہی واجب ہوگی اور جس زخم کا اثر اس سے کم ہو اس میں حکومت عدل واجب ہے، اور حکومت عدل کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ حر کے بجائے اس شخص کو غلام فرض کر کے یہ دیکھا جائے کہ اس کی قیمت بغیر زخم کے کتنی ہے بازار میں اور جراحت کے ساتھ کتنی ہے تو اس جراحت کی وجہ سے قیمت میں جتنا نقصان پایا جائے گا مثلاً عشر قیمت تو اس میں عشر دیۃ واجب قرار دیجائیگی یہ تفسیر امام طحاوی سے منقول ہے ہدایہ میں اس میں اور بھی ایک قول ہے جس کو اس میں امام کرخی سے نقل کیا ہے۔

(عورت) کے ورثاء کو ایک غرہ دینے کا فیصلہ فرمایا اور یہ غرہ (قاتلہ) عورت کے عاقلہ کے ذمہ لازم فرمایا (غرہ سے مراد ایک غلام یا لونڈی ہے بچے کی دیت میں ایک غلام (یا باندی) دینے کا حکم فرمایا)۔

٤٥٦٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَزَادَ: فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ، وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْحَكَمُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ.

ترجمہ: منصور نے اسی سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے جو کہ اوپر مذکور ہوئی اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول عورت کی دیت کو قتل کرنے والی عورت کے عاقلہ پر لازم قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ کو اس بچہ کی دیت میں جو کہ پیٹ میں تھا دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حکم نے مجاہد کے واسطہ سے مغیرہ بن شعبہ سے اس طرح روایت بیان کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٩) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٨٧) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨٢) جامع الترمذي - الديات (١٤١١) سنن النسائي - القسامة (٤٨٢١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٦٨) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٤) سنن الدارمي - المقدمة (٦٤٢) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٠)

شرح الأحاديث: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں ایک ہذلی شخص کے تحت میں یعنی نکاح میں تھیں ان میں سے ایک نے دوسری کے ایک لکڑی اٹھا کر ماردی اور اس کو ہلاک کر دیا، دونوں عورتوں کے اولیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا قصہ لیکر گئے، دونوں میں سے ایک کے ولی نے کہا یعنی قاتلہ کے ولی نے کہ کیسے دیت ادا کرے ہم اس بچہ کی جو پیدا ہو کر نہ چیخا اور نہ اس نے کچھ کھایا نہ پیا، اس روایت میں ایک لفظ نہیں ہے جو دوسری روایت میں ہے: وَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، اور یہ تینوں جملے اس نے مسجع طریقے سے کہے وقف کے ساتھ، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا دیہاتیوں کی طرح گا رہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ان جملوں کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس میں ایک غرہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا اور اس کو جنایت کرنے والی عورت کے عاقلہ کے ذمہ قرار دیا، اس روایت میں کافی اختصار ہوا اس واقعہ سے متعلق کئی اجزاء اس کے اندر رہ گئے جو اس کے بعد آنے والی روایات میں مذکور ہیں، اول تو اس روایت میں جنین ہی کا ذکر نہیں ہے ان عورتوں کا نام جو آپس میں سوکنیں[1] تھیں، ایک کا ملیکہ تھا اور دوسری کا ام غطیف، یہ دونوں قبیلہ ہذیل سے تھیں۔

نیز آگے اس جنین کے بارے میں یہ ہے: فَأَسْقَطَتْ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ مَيِّتًا کہ جس بچہ کا اسقاط ہوا تھا وہ اس وقت میں مردہ تھا اور اس کے بال اگ آئے تھے۔

---

[1] یعنی باب کی اس پہلی روایت کے پیش نظر جس کے راوی مغیرہ بن شعبہؓ ہیں، اور آگے چند روایات کے بعد حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں یہ آرہا ہے أَنَّ امْرَأَتَيْنِ، مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دونوں ایک شخص کے نکاح میں نہیں تھیں بلکہ الگ الگ شوہروں کے نکاح میں تھیں، فیمکن تعدد الواقعة واللہ تعالی اعلم، ولم یتعرض له صاحب البذل ولا صاحب العون فلیفتش.

باب کی اس پہلی حدیث میں اس مقتولہ عورت یعنی ام الجنین کی دیت کا ذکر نہیں ہے، بعد کی روایت میں مذکور ہے فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ کہ مرنے والی عورت کی دیت حسب قاعدہ آپ نے قاتلہ کے عاقلہ کے ذمہ میں رکھی، نیز اس روایت میں "غرہ" کی تفسیر مذکور نہیں بعد کی روایت میں ہے قَضَى فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، نیز اس روایت میں ہے: ضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِعَمُودٍ اور اس کے بعد ایک روایت میں ہے بِمِسْطَحٍ، اور پھر مصنف نے نضر بن شمیل سے نقل کیا الْمِسْطَحُ: هُوَ الصَّوْبَجُ، صوبج وہ چیز ہے جس سے روٹی بنائی جاتی ہے جس کو اردو میں بیلن کہتے ہیں، اور ابو عبید سے مسطح کی تفسیر عُودٌ مِنْ أَعْوَادِ الْخِبَاءِ سے نقل کی ہے یعنی خیمہ کی لکڑی۔

جنین کی دیت کا مصداق: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جنین کی دیت غرہ یعنی غلام یا باندی قرار دی غلام یا باندی کوئی معیاری چیز نہیں ہے فقہاء نے اس کا مصداق نصف عشر الدیۃ قرار دیا ہے یعنی مرد کی کامل دیت کا بیسواں حصہ اور اگر عورت کی دیت کو دیکھا جائے تو اس کا حصہ ہو گا کیونکہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہوتی ہے لہٰذا مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ دونوں برابر ہیں جنین میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں اسکا کوئی فرق نہیں اس مسئلہ میں کافی تفصیل ہے جو ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے مثلاً اگر بچہ ماں کے پیٹ سے مردہ نکلا ہے تب تو دیت یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اگر زندہ پیدا ہو کر مرا تو اس میں کامل دیت واجب ہوتی ہے اسی طرح ام الجنین کے بھی مرنے نہ مرنے کی تفصیلات ہیں، ہدایہ میں دیکھی جائیں۔

٤٥٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّ عُمَرَ، اسْتَشَارَ النَّاسَ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَضَى فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ» فَقَالَ: ائْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ، فَأَتَاهُ بِمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، زَادَ هَارُونُ فَشَهِدَ لَهُ يَعْنِي ضَرْبَ الرَّجُلِ بَطْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ: «إِنَّمَا سُمِّيَ إِمْلَاصًا، لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُزْلِقُهُ، قَبْلَ وَقْتِ الْوِلَادَةِ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا زَلِقَ مِنَ الْيَدِ، وَغَيْرِهِ فَقَدْ مَلِصَ».

ترجمہ: مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ عمر فاروق نے لوگوں سے اسقاط حمل کے مسئلہ میں مشورہ طلب کیا مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا میں حضور ﷺ کے پاس حاضر تھا اس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک غلام، باندی ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: تم ایک شخص کو (بھی) لے کر آؤ جو کہ تمہاری بات کی شہادت دے تو وہ محمد بن مسلمہ کو لے کر حاضر ہوئے انہوں نے اسقاط حمل کے متعلق شہادت دی املاص کی تفسیر یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پیٹ پر مکا مار دے جس سے اس کا بچہ ضائع ہو جائے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا مجھ کو ابو عبید سے یہ بات پہنچی ہے کہ اسقاط حمل کو املاص اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ املاص کے معنی ازلاق کے یعنی کسی چیز کے پھسلانے کے ہیں گویا عورت بچہ کی پیدائش سے قبل اس کو پھسلاتی ہے

اسی طرح ہاتھ وغیرہ سے کوئی شے پھسل جاتی ہے تو اس کو بھی ملص کہا جاتا ہے۔

٤٥٧١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُمَرَ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ.

ترجمہ: حضرت مغیرہ نے عمرؓ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: اس روایت کو حماد بن زید اور حماد بن سلمہ نے ہشام بن عروہ عن عروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٩) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٨٧) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨٢) جامع الترمذي - الديات (١٤١١) سنن النسائي - القسامة (٤٨٢١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٧٠) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) سنن الدارمي - المقدمة (٦٤٢) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٠)

شرح الأحاديث: حضرت عمرؓ کو جنین کے بارے میں یہ مذکورہ بالا حدیث کا علم جس میں جنین کا حکم مذکور ہے نہیں تھا اس لئے انہوں نے لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ فرمایا اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں حضور ﷺ نے غرہ یعنی عبد یا امۃ کا فیصلہ فرمایا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس بارے میں کوئی شاہد ہو تو اس کو لاؤ انہوں نے محمد بن مسلمہؓ کو پیش کر دیا، یعنی ضَرْبَ الرَّجُلِ بَطْنَ امْرَأَتِهِ، یہ کسی راوی کی طرف سے املاص کی تفسیر ہے یعنی کسی شخص کا اپنی بیوی کے پیٹ پر مار دینا (جس سے بچہ باہر آجائے) اس تفسیر پر بذل میں اشکال لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اگر مقصود اس سے حکم شرعی کو بیان کرنا ہے تب تو اسلئے صحیح نہیں کہ شوہر کے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارنے سے اگر اسقاط جنین ہو جائے تو اس سے شوہر پر کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر اس سے مقصود لغوی معنی بیان کرنا ہے تو پھر اس میں زوج کے مارنے کی کیا قید ہے [1] اھ قلت اللهم الا ان يقال ان الحصر غير مقصود بل هو تمثيل اى مثلاً۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ: «إِنَّمَا سُمِّيَ إِمْلَاصًا، لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُزْلِقُهُ، قَبْلَ وَقْتِ الْوِلَادَةِ: اوپر روایت میں املاص المرأۃ کا ذکر آیا تھا جس سے مراد اسقاط تھا اسکے بارے میں مصنف مشہور امام لغت ابو عبید قاسم بن سلام کا قول نقل کرتے ہیں کہ جزایں نیست کہ اسقاط جنین کو املاص اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ وہ عورت اس میں اپنے بچہ کو قبل از وقت پھسلا دیتی ہے۔

٤٥٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَنْ قَضِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ، فَقَامَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ فَقَالَ: كُنْتُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِمِسْطَحٍ فَقَتَلَتْهَا، وَجَنِينَهَا، «فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِهَا بِغُرَّةٍ وَأَنْ تُقْتَلَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: " الْمِسْطَحُ: هُوَ الصَّوْبَجُ " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: "

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٩١

الْمِسْطَحُ: عُودٌ مِنْ أَعْوَادِ الْخِبَاءِ".

ترجمہ: ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ نے اسقاط حمل کا مسئلہ پوچھا کہ آنحضرت ﷺ اسقاط حمل کے سلسلہ میں کیا حکم فرماتے تھے؟ تو حمل بن مالک بن نابغہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میری دو بیویاں تھیں ان میں سے ایک بیوی نے دوسری بیوی کے بیلن مار کر اسے اور اسکے پیٹ کے اندر والے بچے کو قتل کر دیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اسکے بچے کی دیت میں ایک غرہ (غلام یا باندی) دیئے جانے کا حکم فرمایا اور اس خاتون قتل کرنے والی کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا (بطور قصاص کے) امام ابوداودؒ نے فرمایا نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ سطح کہتے ہیں اس لکڑی کو جس سے روٹی پکائی جاتی ہے یعنی بیلن۔ ابوعبید نے بیان کیا کہ وہ خیمہ کی ایک لکڑی تھی۔

٤٥٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرْ «وَأَنْ تُقْتَلَ» زَادَ: بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اللهُ أَكْبَرُ لَوْ لَمْ أَسْمَعْ بِهَذَا الْقَضَيْنَا بِغَيْرِ هَذَا.

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہوئے۔ پھر اسی طرح مروی ہے جس طرح اوپر مذکور ہے البتہ اس روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپ ﷺ نے اس خاتون کے قتل کئے جانے کا حکم فرمایا تھا۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غرہ غلام یا باندی ادا کرنے کا حکم فرمایا، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ اکبر! اگر ہم پہلے سے اس حکم کو نہ سنتے تو ہم کوئی دوسرا حکم دیتے۔

شرح الحديث: قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اللهُ أَكْبَرُ لَوْ لَمْ أَسْمَعْ بِهَذَا الْقَضَيْنَا بِغَيْرِ هَذَا، حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ بہت اچھا ہوا کہ میں نے اس مسئلہ میں مشورہ کر لیا تھا اگر مشورہ نہ کرتا تو میں اسکے خلاف فیصلہ کر دیتا معلوم نہیں کیا فیصلہ فرماتے ویسے فقہاء یہ لکھتے ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ جنین میں دیت کا واجب ہونا یہ خلاف قیاس ہے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ کچھ واجب نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس جنین کا پیٹ میں زندہ ہونا کوئی یقینی بات نہیں ہے ممکن ہے وہ پہلے ہی سے مردہ ہو۔

٤٥٧٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّمَّارُ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ طَلْحَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قِصَّةِ حَمَلِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: فَأَسْقَطَتْ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ مَيِّتًا، وَمَاتَتِ الْمَرْأَةُ، فَقَضَى عَلَى الْعَاقِلَةِ الدِّيَةَ، فَقَالَ عَمُّهَا: إِنَّهَا قَدْ أَسْقَطَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ، فَقَالَ أَبُو الْقَاتِلَةِ: إِنَّهُ كَاذِبٌ، إِنَّهُ وَاللهِ مَا اسْتَهَلَّ، وَلَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، فَمِثْلُهُ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسَجْعَ الْجَاهِلِيَّةِ وَكَهَانَتَهَا، أَدِّ فِي الصَّبِيِّ غُرَّةً» قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «كَانَ اسْمُ إِحْدَاهُمَا مُلَيْكَةَ وَالْأُخْرَى أُمَّ غُطَيْفٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے حمل بن مالک کے واقعہ میں مذکور ہے کہ اس خاتون نے (مردہ) بچہ جنا جس کے بال اگ چکے تھے لیکن وہ بچہ مردہ برآمد ہوا اور پھر وہ عورت بھی ہلاک ہو گئی تو آپ ﷺ نے قاتلہ خاتون کے عاقلہ سے دیت ادا

کرائی۔ مقتولہ خاتون کے چچا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس خاتون کے پیٹ سے ایسے بچہ کا اسقاط ہوا کہ جس کے بال نکل چکے تھے قتل کرنے والی خاتون کے والد نے عرض کیا: یہ شخص جھوٹا ہے اللہ کی قسم! وہ بچہ چیخا نہیں تھا اور نہ اس بچہ نے کھایا، پیا اس قسم کے بچہ کا قتل ضائع ہے (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اہل جاہلیت جیسی مقفی عبارت بول رہے ہو۔ جس طریقہ سے (عرب) کے کاہن بولا کرتے تھے۔ تم اس مردہ بچہ کے عوض ایک غرہ ادا کرو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: ان دونوں خواتین میں سے ایک کا نام ملیکہ تھا اور دوسری کا نام ام غطیف تھا۔

تخریج: سنن أبي داود – الديات (٤٥٧٢) سنن ابن ماجه – الديات (٢٦٤١) مسند أحمد – أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٠/٤) سنن الدارمي – الديات (٢٣٨١)

٤٥٧٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ، مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلَةِ، وَبَرَّأَ زَوْجَهَا وَوَلَدَهَا، قَالَ: فَقَالَ عَاقِلَةُ الْمَقْتُولَةِ: مِيرَاثُهَا لَنَا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، مِيرَاثُهَا لِزَوْجِهَا وَوَلَدِهَا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کو قتل کر دیا اور ان میں سے ہر ایک عورت کا شوہر بھی موجود تھا اور اولاد بھی تھی راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مقتولہ عورت کی دیت قتل کرنے والی عورت کے عاقلہ سے ادا کرائی اور اس عورت کے شوہر اور اس کی اولاد کو بری قرار دیا مقتول عورت کے عاقلہ نے عرض کیا: اس عورت کی وراثت ہم لوگوں کو ملنی چاہیے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ اس عورت کی وراثت عورت کے شوہر اور اس کی اولاد کو ملے گی۔

تخریج: سنن أبي داود – الديات (٤٥٧٥) سنن ابن ماجه – الديات (٢٦٤٨)

٤٥٧٦ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةً عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا، وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ، فَقَالَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ أُغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، لَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ» مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی ہذیل میں سے دو عورتوں میں آپس میں لڑائی ہوئی۔ ایک عورت

نے دوسری عورت کو پتھر مارا جس سے وہ عورت ہلاک ہوگئی پھر وہ جھگڑتے ہوئے خدمت نبوی ﷺ میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس بچہ کی دیت غرہ ہے یعنی غلام یا باندی اور آپ ﷺ نے عورت کی دیت قاتل کے عاقلہ پر مقرر فرمائی اور اس مقتول عورت کے لڑکے کو اور جو اس کے ہمراہ تھے ان کو وارث قرار دیا تو حمل بن مالک بن نابغہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کس وجہ سے اس بچہ کا تاوان دوں کہ جس نے نہ کچھ پیا تھا اور نہ کچھ کھایا تھا نہ اس نے آواز نکالی اور نہ وہ چیخا۔ ایسا خون بدر ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی لگتا ہے کیونکہ اس شخص نے مقفی عبارت کہی ہے۔ (یعنی بناوٹی اور پر تکلف گفتگو کر رہا ہے جو شریعت کے حکم کے معروضہ میں ہے)۔

٤٥٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے اس واقعہ کے متعلق مروی ہے کہ بے شک وہ عورت کہ جس پر آنحضرت ﷺ نے غرہ کا حکم فرمایا تھا وہ ہلاک ہوگئی پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اس عورت کی وراثت اس عورت کے بیٹوں کے لئے ہے اور اس کی دیت اس کے عصبات کے ذمہ ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الطب (٥٤٢٦) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٩) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٨) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨١) جامع الترمذي - الديات (١٤١٠) جامع الترمذي - الفرائض (٢١١١) سنن النسائي - القسامة (٤٨١٧) سنن أبي داود - الديات (٤٥٧٦) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٦) موطأ مالك - العقول (١٦٠٨) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٢)

شرح الحدیث اور اس پر اشکال وجواب: یعنی جس عورت کے خلاف آپ نے دیت کا فیصلہ فرمایا تھا یعنی جانیہ قتل کرنے والی اسکی وفات ہوگئی تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اسکی میراث اسکے بیٹوں کیلئے ہے (اس کے ورثہ یہی ہوں گے) اور یہ کہ دیت اس عورت کے عصبہ پر واجب ہوگی یعنی جیسا کہ قاعدہ اور ضابطہ ہے دیت کا کہ وہ عصبۃ القاتل پر ہی واجب ہوتی ہے اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وفات اس عورت کی ہوئی جس کے خلاف دیت کا فیصلہ کیا گیا تھا اور جس کے خلاف یہ فیصلہ کیا گیا تھا وہ وہ عورت ہے جو قاتلہ ہے لیکن یہ بات خلاف ظاہر سی معلوم ہوتی ہے ظاہر تو یہ ہے کہ جو عورت مضروبہ تھی جس پر ضرب واقع ہوئی تھی اور جس کے بچہ کا اسقاط ہوا تھا اس کی وفات ہونی چاہئے اس کے علاوہ یہ روایت ان روایات کے بھی خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات پانے والی عورت وہ مضروبہ ہی تھی جس کے حق میں دیت کا فیصلہ کیا گیا تھا علامہ طیبیؒ نے اسکی توجیہ کی ہے التی قضی علیھا سے مراد قضی لھا کیا جائے یعنی علی کو لام کے معنی میں لیا جائے اس صورت میں اس کا مصداق بجائے قاتلہ کے امرأۃ مقتولہ ہو جائے گی جس کے بچہ کا اسقاط ہوا تھا، لیکن اس صورت میں آگے

چل کر بأنَّ مِیراثَہَا لِبَنِیہَا، یہ دونوں ضمیریں تو اسی مقتولہ ہی کی طرف راجع ہونگی اور عَلٰی عَصَبَتِہَا کی ضمیر قاتلہ کی طرف ماننی پڑے گی گویا اس توجیہ سے اصل اشکال تو ہٹ جائیگا لیکن تشتت ضمائر لازم آئے گا ھکذا فی حاشیۃ الترمذی عن اللمعات۔

ملحوظہ: ترمذی ❶ میں یہ روایت بایں الفاظ یعنی جس پر اشکال واقع ہو رہا ہے کتاب الفرائض – باب ماجاء أن الأموال للورثۃ والعقل علی العصبۃ میں مذکور ہے، اور ابواب الدیات جو اصل محل ہے وہاں ترمذی میں یہ روایت مذکور نہیں، اس میں تو روایت اسی طرح ہے جس طرح ہونی چاہئے، یہ تو شراح کی رائے تھی لیکن ہمارے حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر میں جس کو حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں نقل فرمایا ہے یہ ہے کہ شراح کو تو اس روایت پر اشکال ہو رہا ہے کہ قاتلہ کی موت خلاف ظاہر ہے مقتولہ کی موت کا ذکر ہونا چاہئے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اشکال کی کوئی بات نہیں والأمر سھل الخ حضرت کی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ قاتلہ ہی کی موت کا ذکر ہے اور مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ جب گذشتہ واقعہ پیش آچکا یعنی جنین اور ام الجنین دونوں کا انتقال ہو چکا اور اس میں قاتلہ کے خلاف یہ فیصلہ ہو چکا کہ مقتولہ کی دیت عصبۃ القاتلہ کو دینی پڑے گی تو اس کے کچھ عرصہ بعد قاتلہ کا بھی انتقال ہو گیا تو اب مسئلہ سامنے آیا اس مرنے والی قاتلہ کی میراث کا، اب ظاہر ہے کہ اس کے مستحق اس کے اپنے ورثاء تھے اور ان کو ملنی چاہئے تھی لیکن اس موقع پر اس مرنے والی کے عاقلہ نے یہ کہا کہ جب اس کی جانب سے دیت ہم نے ادا کی تھی تو اس کی میراث بھی ہمیں ہی ملنی چاہئے، مگر ان کی بات چونکہ دیت اور میراث کے قاعدہ کے خلاف تھی، اس لئے آپ نے ان کی بات کو رد فرماتے ہوئے اس مرنے والی کی میراث کا فیصلہ اسکے ورثاء کیلئے اور دیت کا فیصلہ اس کے عاقلہ ہی پر برقرار رکھا، فللّٰہ در الشیخ نور اللہ مرقدہ، حضرت کو احادیث مشکلہ میں توجیہ و تطبیق کا بڑا ملکہ تھا وہ روایت کی تغلیط اور رواۃ کا تخطیۂ جلدی سے نہیں فرماتے تھے، اس اشکال وجواب پر کلام نصب الرایہ میں علامہ زیلعیؒ نے بھی کیا ہے کما فی ھامش البذل ❷۔

٤٥٧٨ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً، خَذَفَتِ امْرَأَةً فَأَسْقَطَتْ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَجَعَلَ فِي وَلَدِهَا خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ، وَنَهَى يَوْمَئِذٍ عَنِ الْخَذْفِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا الْحَدِيثُ «خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ» وَالصَّوَابُ مِائَةُ شَاةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَكَذَا قَالَ عَبَّاسٌ، وَهُوَ وَهْمٌ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کے پتھر مار دیا اس عورت کا حمل ساقط ہو گیا پھر یہ مقدمہ خدمت نبوی میں پیش کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کے بچے کے عوض پانچ سو بکریاں دلوائیں اور

---

❶ جامع الترمذي — كتاب الفرائض — باب ماجاء أن الأموال للورثة والعقل على العصبة ٢١١١

❷ نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٤ ص ٣٨٣، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٩٧

آئندہ کیلئے لوگوں کو کسی کو لکڑی اور پتھر سے مارنے کی ممانعت فرمادی۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: یہاں حدیث میں اسی طرح پانچ سو بکریوں کی تعداد مذکور ہے اور صحیح ایک سو بکریاں ہیں۔

تخریج سنن النسائي- القسامة (٤٨١٤) سنن أبي داود- الديات (٤٥٧٨)

شرح الحدیث: اس روایت میں غرہ کا مصداق یعنی دیۃ الجنین کی مقدار پانچ سو بکری قرار دی گئی ہے، حالانکہ پہلے گذر چکا کہ غرہ سے مراد نصف عشر الدیۃ ہے دیت کا بیسواں حصہ، اب اگر وہ بکریاں ہیں تو ایک سو ہوں گی کیونکہ دیت کی کل بکریاں دو ہزار ہیں، اور دو ہزار کا بیسواں حصہ ایک سو ہے، اور اگر دراہم لئے جائیں وہ دس ہزار ہیں اور دس ہزار کا بیسواں حصہ پانچ سو ہوتا ہے، لہٰذا یہاں پر روایت میں صحیح لفظ یا تو مِائَةُ شَاةٍ ہے کما قال المصنف یا خمس مائة درہم کما فی البذل [1]۔

٤٥٧٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، أَوْ فَرَسٍ، أَوْ بَغْلٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، لَمْ يَذْكُرَا أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جو بچہ (عورت کے) پیٹ میں ہلاک ہوگیا اسکے عوض غرہ دیا جائے یعنی غلام یا باندی یا گھوڑا یا خچر دیا جائے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حماد بن سلمہ اور خالد بن عبداللہ نے محمد بن عمرو سے نقل کیا اس میں گھوڑے اور خچر کا تذکرہ نہیں ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الطب (٥٤٢٦) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٩) صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٨) صحيح البخاري - الديات (٦٥١١) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٨١) جامع الترمذي- الديات (١٤١٠) جامع الترمذي- الفرائض (٢١١١) سنن النسائي- القسامة (٤٨١٧) سنن أبي داود- الديات (٤٥٧٩) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٦/٢) موطأ مالك - العقول (١٦٠٨) سنن الدارمي- الديات (٢٣٨٢)

شرح الحدیث: اس روایت میں فرس اور بغل کا اضافہ ہے جس پر مصنف نے آگے کلام کیا ہے، خطابیؒ کہتے ہیں کہ یہ عیسیٰ بن یونس کا وہم ہے اور بیہقیؒ فرماتے ہیں: ذکر البغل والفرس فیہ غیر محفوظ (بذل) [1]۔

٤٥٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْعَوَقِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: «الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِيعَةُ: "الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِينَارًا".

ترجمہ: شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: غرہ پانچ سو درہم ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ربیعہ الرائے نے فرمایا کہ غرہ سے مراد پچاس دینار ہیں۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ١٠٠

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ٩٩

٢٢ - بَابٌ فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ

مکاتب کی دیت کے بیان میں

٤٥٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ هِشَامٍ، وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ "قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ يُقْتَلُ يُودَى مَا أَدَّى، مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِيَةَ الْحُرِّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ الْمَمْلُوكِ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا جب مکاتب قتل کیا جائے تو اس مکاتب کے ورثہ کو دیت اس طرح دی جائے کہ مکاتب اپنے بدل کتابت میں سے جتنا حصہ دے چکا ہے اتنے حصہ کی دیت آزاد شخص کی دیت کی طرح ادا کی جائے اور باقی کی (دیت) غلام کی دیت کی طرح ادا کی جائے گی۔

تخریج: جامع الترمذي- البيوع (١٢٥٩) سنن النسائي - القسامة (٤٨٠٨) سنن أبي داود - الديات (٤٥٨١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢٢)

شرح الحدیث اور اس پر تفصیلی کلام: یعنی مکاتب کو اگر قتل کر دیا جائے (تو اب اس کی دیت کیا ہو گی؟ اس کے بارے میں آگے یہ ہے کہ) جتنا بدل کتابت اس نے ادا کر دیا ہے مثلاً نصف تو نصف دیت حر کی واجب ہو گی اور نصف دیت عبد کی، تو گویا نصف مکاتب میں حر کا معاملہ کیا جائے گا کیونکہ نصف بدل کتابت ادا کر چکا ہے اور نصف میں اس کے ساتھ غلام کا معاملہ کیا جائے گا کیونکہ نصف بدل کتابت ابھی باقی ہے، لہٰذا مثال مذکور میں اس کی دیت پچھتر اونٹ ہوں گے، کیونکہ غلام کی دیت حر سے نصف ہوتی ہے اس روایت کا تقاضا یہی ہے لیکن یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے وہ تو یہ فرماتے ہیں: المکاتب عبد ما بقي عليه درهم، جب تک مکاتب پورا بدل کتابت ادا نہ کرے وہ غلام ہی رہتا ہے کیونکہ حریت اور رقیت متجزی نہیں ہے، البتہ ابراہیم نخعی کا اس حدیث پر عمل ہے جیسا کہ حاشیہ کوکب میں ملا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے، اسی طرح اس کے بعد جو حدیث آرہی ہے: إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا، أَوْ وَرِثَ مِيرَاثًا يَرِثُ عَلَى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ، اس حدیث میں شرط کی جانب میں دو مسئلے مذکور ہیں: ① ایک حد کا ② دوسرا میراث کا لیکن جزاء کی جانب میں صرف ایک مسئلہ کا جواب مذکور ہے یعنی میراث کا، اور مسئلہ اولیٰ کی جزاء مقدر ہے یعنی اذا اصاب المکاتب حداً یحدّ حد الحر بقدر ما ادی، وحد العبد بقدر ما بقي، مسئلہ اولیٰ کی تشریح یہ ہے: ایک مکاتب جو نصف بدل کتابت ادا کر چکا تھا اور نصف باقی تھا، اس نے کسی موجب احد امر کا ارتکاب کیا مثلاً زنا کیا تو اس پر نصف حد حر جاری کی جائیگی اور نصف حد غلام کی یعنی پچھتر کوڑے لگائے جائیں گے اور مسئلہ ثانیہ کی صورت یہ ہو گی کہ ایک مکاتب ہے جس کا صرف ایک بھائی ہے پس اس مکاتب کے باپ کا انتقال ہو گیا تو اگر اس مکاتب نے کچھ بھی بدل

کتابت ادا نہ کیا ہو گا تو اس صورت میں صرف اس کا بھائی وارث ہو گا اور اگر پورا بدل کتابت ادا کر دیا ہو گا تو دونوں بھائی برابر کے وارث ہوں گے اور اگر اس مکاتب نے صرف نصف بدل کتابت ادا کی ہو گی تو حدیث الباب کی رو سے بجائے نصف میراث کے نصف النصف کا مستحق ہو گا، حضرتؒ نے الکوکب الدری میں اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے اور اسکے بعد لکھا ہے ولکنهم لم یأخذوا بهذا الروایة اور اس کے حاشیہ میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ صرف ابراہیم نخعی نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء یہ فرماتے ہیں: المکاتب عبد ما بقی علیه درهم وکان فیه الاختلاف فی السلف بسطه فی التعلیق الممجد عن البنایة اه [1]، یہ حدیث سنن ترمذی میں فی غیر محلہ ہے یعنی کتاب البیوع کے اندر بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُكَاتَبِ إِذَا كَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي اور اس میں یہ روایت اس طرح مذکور ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا أَوْ مِيرَاثًا وَرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ» وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُؤَدِّي الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا أَدَّى دِيَةَ حُرٍّ، وَمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ» وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ اور پھر اسکے بعد اس میں رواۃ کا اختلاف ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نے اسکو روایت کیا عکرمہ عن ابن عباس مرفوعاً اور بعض نے عِكْرِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَوْلَهُ (یعنی موقوفاً علیہ) وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ [2]۔

حدیث الباب کی توجیہ بلسان المحدث الگنگوہی: جاننا چاہیے کہ تمام شراح قاطبۃً اس حدیث کے بارے میں یہی لکھ رہے ہیں کہ جمہور علماء کا اس حدیث پر عمل نہیں ہے اور حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اسکی ایک توجیہ فرمائی ہے اور اس صورت میں یہ حدیث جمہور کے خلاف نہیں رہتی، حضرت نے اس پہلی حدیث کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ ما أدّى من کتابته میں ما موصولہ نہیں ہے بمعنی مقدار، بلکہ یہ ما بمعنی مادام یا ما مصدریہ ہے اور مصدر ہونے کی صورت میں اس کو ہم ظرف قرار دیں گے کقولھم "آتیك خفوق النجم" (ای وقت خفوقه) والمعنی یودی المکاتب حین ادی بدل کتابته دیة حر، وحین بقی علیه یُودی دیة العبد، حضرت نے جو فرمایا ہے کہ اس "ما" کو مصدریہ قرار دیا جائے اور ظرف مانا جائے، یہ بات بالکل صحیح ہے اسلئے کہ شرح جامی بحث فعل میں کسی جگہ لکھا ہے: وتقدیر الزمان قبل المصادر کثیر، لہٰذا اب اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ مکاتب مقتول کی دیت دی جائے گی بوقت اس کے بدل کتابت ادا کر چکنے کے حروالی دیت اور بوقت باقی رہنے

---

[1] الکوکب الدری علی جامع الترمذي — ج ۲ ص ۳۱۱

[2] جامع الترمذي – كتاب البيوع – باب ما جاء في المكاتب إذا كان عنده ما يؤدي ۱۲۵۹

بدل کتابت کے مملوک والی دیت، اور یہی جمہور کا مسلک ہے سبحان اللہ، للہ در الشیخ الگنگوھی والحدیث اخرجہ النسائی مسنداً ومرسلاً، قالہ المنذری۔

٤٥٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا، أَوْ وَرِثَ مِيرَاثًا يَرِثُ عَلَى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْسَلَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَهُ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَوْلَ عِكْرِمَةَ.

ترجمة: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مکاتب کوئی ایسی جنایت کرے جس پر حد لازم ہوتی ہو یا وہ میراث کا حق دار ہو تو وہ جتنا آزاد ہوا ہو اس کے مطابق وہ وارث ہوگا۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو وہیب نے ایوب کے واسطہ سے، انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے علیؓ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور حماد اور اسماعیل نے ایوب کے واسطہ سے انہوں نے عکرمہ سے یہ روایت مرسلاً روایت کی ہے اور اسماعیل بن عیینہ نے اس روایت کو عکرمہ کا قول قرار دیا ہے۔

تخريج: جامع الترمذي – البيوع (١٢٥٩) سنن النسائي – القسامة (٤٨٠٨) سنن أبي داود – الديات (٤٥٨٢) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (٢٢٢/١)

شرح الحديث: مصنف نے اس حدیث کی سند میں رواۃ کا اختلاف واضطراب بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں ایک اختلاف تو یہ ہے کہ یہ حدیث مسند ہے یا مرسل؟ حماد بن زید نے تو اس کو مرسل قرار دیا ہے اور وہیب نے مسند، دوسرا اختلاف یہ کہ یہ حدیث مسانید ابن عباس سے ہے یا مسانید علی سے، حماد بن سلمہ نے تو اس کو مسند ابن عباس قرار دیا اور وہیب نے مسند علی، اور اسماعیل ابن علیہ نے اس کو قول عکرمہ قرار دیا ہے، اس اختلاف رواۃ کا ذکر اوپر ترمذی سے بھی آچکا ہے، لیکن مصنف نے یہ اختلاف زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے، اور گویا جمہور کی جانب سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔

٢٣ - بَابٌ فِي دِيَةِ الذِّمِّيِّ

ذمی کی دیت کے بیان میں

٤٥٨٣ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أُسَامَةُ

بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، مِثْلَهُ.

ترجمة: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاھد (ذمی) کی دیت آزاد شخص کی دیت کی آدھی ہے۔ امام ابوداوُدؒ فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید اور عبد الرحمن نے اس روایت کو عمرو بن شعیب سے اس طرح بیان کیا ہے۔

تخريج: سنن النسائي- القسامة (٤٨٠٦) سنن أبي داود- الديات (٤٥٨٣)

شرح الحديث: **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ مع الدلیل:** اس باب کا حوالہ اس سے پہلے ہمارے یہاں گذر چکا بَابُ الدِّيَةِ كَمْ هِيَ؟ کے شروع میں جسکے لفظ یہ ہیں: دِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ الحدیث، ذمی کی دیت میں اختلاف ہے امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک اس کی دیت نصف دیۃ المسلم اور امام شافعیؒ کے نزدیک ثلث دیۃ المسلم کے برابر ہے اور حنفیہ کے نزدیک ذمی کی دیت دیت مسلم کے برابر ہے لیکن امام احمدؒ کے یہاں یہ اس وقت ہے جب قتل خطاً ہو اور اگر اس ذمی کا قتل قتل عمد ہے یعنی کسی مسلمان نے اسکو عمداً قتل کیا ہے تو قصاص تو البتہ نہیں ہے انکے نزدیک لیکن دیۃ المضاعف ہو گی یعنی پوری بارہ ہزار درھم کذا قال الخطابی اور حنفیہ کے مسلک کے بارے میں خطابیؒ فرماتے ہیں: وقال أبو حنيفة وأصحابه وسفيان الثوري: ديته دية المسلم، وهو قول الشعبي والنخعي ومجاهد، وروي ذلك عن عمر وابن مسعود رضي الله تعالى عنهما [1] ۔قلت والدليل للحنفية ما قال في الهداية: ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: "دية كل ذي عهد في عهده ألف دينار" [2]. قال الزيلعي: أخرجه أبو داود في المراسيل عن سعيد بن المسيب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "دية كل ذي عهد في عهده ألف دينار". انتهى [1]. واخرج الترمذي بسنده عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَى الْعَامِرِيَّيْنِ بِدِيَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَكَانَ لَهُمَا عَهْدٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» [2] الی آخر ما فی البذل یہ روایت ترمذی امام ترمذیؒ نے اسکو ایک مستقل باب بلا ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور جن عامریین کی دیت کا اس میں ذکر ہے اسکے بارے میں تحفۃ الأحوذي میں لکھا ہے کہ ان دونوں شخصوں کو عمرو بن أمية الضمري نے قتل کر دیا تھا ان کو انکا ذمی ہونا معلوم نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی دیت وہی دلوائی جو مسلمانوں کی ہوتی ہے [3]، نیز ظاہر قرآن سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے

---

[1] معالم السنن- ج ٤ ص ٤٥٩

[2] الهداية شرح بداية المبتدي- ج ٨ ص ٧٢

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية- ج ٤ ص ٣٦٦

[2] جامع الترمذي- كتاب الديات- باب: بلا ترجمة ١٤٠٤، بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ١٠٢- ١٠٣

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي- ج ٤ ص ٦٥٩

قال تعالى وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ [1] ،اس آیت میں ذمی کیلئے مطلق دیت فرمایا گیا اور دیت مطلقہ ظاہر ہے کہ وہ وہی ہے جو دیت مسلم ہے۔والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ ،قالہ المنذری۔

٢٤ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُقَاتِلُ الرَّجُلَ فَيَدْفَعُهُ عَنْ نَفْسِهِ

اپنے دفاع میں حملہ آور کو قتل کرنے والے کے حکم کے بیان میں

٤٥٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَاتَلَ أَجِيرٌ لِي رَجُلًا فَعَضَّ يَدَهُ، فَانْتَزَعَهَا، فَنَدَرَتْ ثَنِيَّتُهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهْدَرَهَا، وَقَالَ: «أَتُرِيدُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضِمُهَا كَالْفَحْلِ؟» قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَهْدَرَهَا، وَقَالَ: بَعِدَتْ سِنُّهُ.

ترجمہ: صفوان بن یعلیٰ اپنے والد یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک خادم نے ایک شخص (یہ خود یعلیٰ ہیں) سے لڑائی کی تو اس نے اس شخص کے ہاتھ کو اپنے دانتوں سے کاٹ ڈالا۔اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کاٹنے والے شخص کا دانت نکل گیا۔پھر یہ شخص نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اسکے دعوی کو باطل کردیا(یعنی اسکی دیت نہیں دلوائی)اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:کیا تم چاہتے ہو کہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں ڈالے رکھے اور تم اس کو اونٹ کی طرح سے چباڑالو؟عطایا ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا اپنے دادا سے کہ صدیق اکبرؓ نے اس دانت کی دیت نہیں دلوائی اور فرمایا:اللہ کرے اس شخص کا دانت ٹوٹ جائے یہ بد دعا ہے۔

٤٥٨٥ ـ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، بِهَذَا زَادَ ثُمَّ قَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَاضِّ «إِنْ شِئْتَ أَنْ تُمَكِّنَهُ مِنْ يَدِكَ فَيَعَضَّهَا ثُمَّ تَنْزِعُهَا مِنْ فِيهِ» وَأَبْطَلَ دِيَةَ أَسْنَانِهِ.

ترجمہ: عطاء،یعلیٰ بن امیہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کرتے ہیں البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے کاٹنے والے شخص سے فرمایا:اگر تم چاہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس کے منہ میں اپنا ہاتھ دے دو وہ شخص (تمہارا ہاتھ) کاٹے پھر تم اس کو کھینچ لو......اور آپ نے اس شخص کے دانتوں کی دیت نہیں دلوائی۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة(٢١٤٦)صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨١٤)صحيح البخاري - المغازي(٤١٥٥)صحيح البخاري- الديات(٦٤٩٨)صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٤)سنن النسائي - القسامة (٤٧٦٣)سنن أبي داود - الديات (٤٥٨٤)سنن ابن ماجه - الديات(٢٦٥٦)مسند أحمد - مسند الشاميين(٢٢٢/٤)

[1] اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں (سورۃ النساء ۹۲)

شرح الأحاديث: یعلی بن امیہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک اجیر یعنی خادم کا جھگڑا ہو گیا ایک شخص سے تو میرے اجیر نے اس کی انگلی کو اپنے دانتوں میں دبالیا اس شخص نے اپنی انگلی کو زور سے کھینچا اجیر کے سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا (جس سے دبا رکھا تھا) وہ اجیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا یعنی ضمان اور قصاص کے مطالبہ کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس دانت پر کچھ واجب نہیں فرمایا اور اس اجیر سے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی انگلی کو تیرے منہ میں دیئے رہے اور تو اسکو چباتا رہے اونٹ کی طرح یعنی جس طرح جانور گھاس چباتا ہے اور اس کے بعد والی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ اگر تو چاہے تو اس کا قصاص اس طرح ہو سکتا ہے کہ تو اپنی انگلی کو اسکے منہ میں رکھ کر اس کو چبانے کا موقع دے اور پھر تو اپنی انگلی اسی طرح زور سے کھینچ لے (تاکہ اس کا دانت بھی اسی طرح ٹوٹ جائے) یہ سن کر مزدور خاموش ہو گیا یعنی اس طرح کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہوا، اور اس کا سارا اشتعال ختم ہو گیا اسلئے کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے اپنی انگلی کو کھینچنے سے اس کا دانت ٹوٹ جائے اور انگلی کا زخمی ہونا الگ رہا۔

یہ جو عض ید کا واقعہ اس روایت میں مذکور ہے اسمیں روایات حدیثیہ مختلف ہیں عاض اور معضوض کی تعیین کے اعتبار سے، مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اجیر یعلیٰ کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ کو خود یعلیٰ کے ساتھ پیش آیا اختلاف روایات کی تفصیل بذل میں مذکور ہے اس میں امام نوویؒ سے یہ بھی منقول ہے: یحتمل انهما قضيتان جرتا ليعلى ولأجيره في وقت أو وقتين اھ [1]

مسئلة الباب میں مسلک جمہور: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے واقعہ میں ضمان اور قصاص نہیں ہے کیونکہ یہاں پر مقصود مدافعت عن نفسہ ہے نہ کہ اضرار الغیر حاشیۂ بذل میں ہے: وبذلك قالت الثلاثة، وقال مالك: فيه الدية كذا في المغني (ج ١٠ ص ٣٥٤) وفصل فيه الدردير (ج ٤ ص ٣٥٦) بأنه إن أراد قطع أسنانه ففيه الدية وإن أراد تخليص يده فلا اھ [1] صحیح بخاری کی روایت میں عاض یا معضوض کی کوئی تعیین نہیں ہے اسکے لفظ یہ ہیں: عَنْ عِمْرَانَ بن حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجلا عَضَّ يَدَ رَجُل، فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ فوقعت ثَنِيَّتَاهُ [2] الخ اور دوسری روایت ہے عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ فِي غَزْوَةٍ فَعَضَّ رَجُلٌ فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3]۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وليس فيه قضية ابي بكر رضي الله تعالى عنه، قاله المنذري۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج ١١ ص ١٦٠

[1] بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٨ ص ١٠٤ـ١٠٥

[2] صحيح البخاري—كتاب الديات—باب إذا عض رجلا فوقعت ثناياه ٦٤٩٧

[3] صحيح البخاري—كتاب الديات—باب إذا عض رجلا فوقعت ثناياه ٦٤٩٨

٢٥ - بَابٌ فِيمَنْ تَطَبَّبَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَأَعْنَتَ

علم طب جانے بغیر اپنے آپکو طبیب ظاہر کر کے کسی کو نقصان پہنچانے والے کی سزا کے بیان میں

٤٥٨٦ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ» قَالَ نَصْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا الْوَلِيدُ، لَا نَدْرِي هُوَ صَحِيحٌ أَمْ لَا».

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم طب نہ جانتا ہو اور وہ شخص دوسروں کو علاج کرے (اور اس کے معالجہ سے کوئی شخص مر جائے) تو وہ شخص ضامن ہے۔ نصر نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے بیان کیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو صرف ولید نے بیان کیا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ درست ہے یا نہیں؟

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٨٣٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٨٦) سنن ابن ماجه - الطب (٣٤٦٦)

شرح الحديث: یعنی جو شخص کسی کا علاج معالجہ کرے اور واقع میں وہ طبیب نہ ہو (تو اگر ایسے شخص سے کسی کو ضرر پہنچے) تو وہ طبیب ضامن ہو گا اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔

٤٥٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ الْوَفْدِ الَّذِينَ، قَدِمُوا عَلَى أَبِي قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا طَبِيبٍ تَطَبَّبَ عَلَى قَوْمٍ، لَا يُعْرَفُ لَهُ تَطَبُّبٌ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَعْنَتَ فَهُوَ ضَامِنٌ» قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: «أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِالنَّعْتِ إِنَّمَا هُوَ قَطْعُ الْعُرُوقِ وَالْبَطُّ، وَالْكَيُّ».

ترجمہ: عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ وفدین کہ میرے والد کے پاس آئے تھے اس روز کے بعض افراد نے مجھ سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص طبیب نہ ہو اور وہ کسی کا معالجہ کرے اور اس سے پہلے شخص کا علم طب جاننا مشہور نہ ہو پھر اس شخص کے علاج معالجہ سے کسی کو نقصان پہنچ جائے تو وہ شخص ضامن ہے۔ عبد العزیز کہتے ہیں کہ یہ ضمان اس وقت نہیں آئے گا جب ڈاکٹر نے صرف زبان سے دوا بتائی یا دوا لکھ کر دیدی تو اسے کھانے سے مریض مر جائے تو اس ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہو گا، کوئی شخص رگ کو کاٹ دے یا برے طریقہ سے زخم ڈال دے یا داغ لگا دے (وہ شخص ضامن ہو گا)۔

شرح الحديث: عمر بن عبد العزیزؒ کے بیٹے جن کا نام عبد العزیز ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا بعض ان مہمانوں نے جو میرے والد کے پاس آئے تھے انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا مضمون وہی ہے جو اوپر آچکا اس

کے بعد ہے قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: «أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِالنَّعْتِ إِنَّمَا هُوَ قَطْعُ الْعُرُوقِ وَالْبَطُّ، وَالْكَيُّ». عبد العزیز یہ کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں جس علاج معالجہ کا ذکر ہے اس سے مراد صرف دوا تجویز کر دینا نہیں، زبانی بتادیا ہو یا لکھ کر دیدیا ہو کہ فلاں دوالیکر کھالو، بلکہ یہاں پر مقصود عملاً جو علاج معالجہ کیا جائے اس کا حکم بیان کرنا ہے مثلاً کوئی علاجاً کسی کی رگ کا منہ کھولے جیسے فصد میں ہوتا ہے، یا بدن کے کسی حصہ میں شگاف دے یا علاج بالکی کرے، لوہا وغیرہ گرم کر کے داغ دینا۔

مسئلة الباب میں فقہاء کی رائے: حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص فن طب سے ناواقف ہو اور پھر علاج کرے تو ایسی صورت میں اگر اسکے علاج سے کوئی ہلاک ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا لیکن قصاص اس میں نہیں ہے کیونکہ وہ طبیب اپنے اس عمل میں منفرد نہیں ہے بلکہ مریض کی اجازت اس میں شامل ہے، اسکی طلب پر اس نے علاج کیا، کذا فی البذل عن الخطابي [1]، حاشیۂ بذل میں ہے ابن قدامہ [2] سے نقل کرتے ہوئے حجام (پچھنے لگانے والا) اور ختان (ختنہ کرنے والا) اور اس کے علاوہ دوسرا علاج کرنے والے پر ضمان نہیں ہے دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ وہ اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے ہاتھوں نے کوئی جنایت نہ کی ہو، یعنی حد سے تجاوز اور کوئی فحش غلطی نہ کی ہو، ان دو شرطوں کے ساتھ ضمان نہیں ہے ورنہ ہے، وهذا مذهب الشافعي وأصحاب الرأي ولا نعلم فيه خلافاً [3]، اس مسئلہ کی نظیر مفتی کے غلط فتویٰ پر عمل کی وجہ سے کسی چیز کا ہلاک ہو جانا ہے، یہ مسئلہ ہمارے یہاں ابواب التیمم باب فی المجروح یتیمم میں گذر چکا، فارجع الیہ لو شئت۔ الحدیث اخرجہ النسائی مسنداً او منقطعا، واخرجہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٢٦ - بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

قتل خطا جو قتل عمد کے مشابہ ہو کی دیت کے بیان میں

٤٥٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مُسَدَّدٌ - خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ دَمٍ أَوْ مَالٍ تُذْكَرُ وَتُدْعَى تَحْتَ قَدَمَيَّ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ، وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ» ثُمَّ قَالَ: "أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں...... مسدد کہتے ہیں کہ فتح والے دن خطبہ

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٤٦١

[2] المغني شرح مختصر الخرقي — ج ٨ ص ١١٧ (دار عالم الكتب الطبعة الثالثة ١٤١٧ ھ)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٠٧

ارشاد فرمایا پھر سلیمان بن حرب اور مسدد دونوں اپنے بیان میں متفق ہیں..... کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبر دار جاہلیت کے دور کی فخر کی ہر بات چاہے خون سے متعلق ہو چاہے مال سے، جس کو بیان کیا جاتا ہو یا دعویٰ کیا جاتا ہو، وہ میرے قدموں کے نیچے (پامال کی جارہی) ہے سوائے حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت کے۔ (وہ پہلے کی طرح ہے)، پھر فرمایا: خبر دار! قتل خطا جو قتل عمد کے مشابہ ہو لکڑی یا ڈنڈے وغیرہ سے جیسے بھی ہو اس کی دیت سو اونٹ ہے، ان میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں۔

٤٥٨٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ

ترجمہ: وہیب نے خالد سے اسی سند اور مضمون کی حدیث بیان کی ہے۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٩١) سنن النسائي - القسامة (٤٧٩٣) سنن أبي داود - الديات (٤٥٨٨) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٢٧) سنن الدارمي - الديات (٢٣٨٣)

٢٧ - بَابٌ فِي جِنَايَةِ الْعَبْدِ يَكُونُ لِلْفُقَرَاءِ

فقراء کے غلام کے جرم کا بیان

٤٥٩٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ غُلَامًا، لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ، فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُنَاسٌ فُقَرَاءُ، «فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے کہ فقراء میں سے کسی فقیر کے آزاد نابالغ بچے نے کسی مالدار آدمی کے لڑکے کا کان کاٹ لیا تو اس غریب لڑکے کے اہل خانہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ تو نادار فقیر ہیں (یہ سن کر) آپ نے ان پر کوئی جرمانہ نہ لگایا۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٥١) سنن أبي داود - الديات (٤٥٩٠) سنن الدارمي - الديات (٢٣٦٨)

شرح الحديث: **مسئلہ مترجم بہا اور حدیث پر ایک کی تشریح:** ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا غلام کسی پر جنایت کرے جس کی وجہ سے ضمان واجب ہو رہا ہو لیکن اس غلام کا مولیٰ نادار اور فقیر ہے تو اس صورت میں کیا ہوگا؟ اس کا جواب تو یہ ہے کہ عبد کے جنایت کرنے کی صورت میں اس کے مولیٰ کے غنی یا فقیر ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ چاہے جو ہو، اس لئے کہ جنایت عبد کا ضمان رقبۃ العبد اور اس کی ذات پر ہوتا ہے، غلام کو فروخت کر دیا جائیگا اور پھر اس کی قیمت کے ذریعہ ضمان ادا کر دیا جائے گا، لیکن حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک غلام یعنی

نابالغ حر جس کے گھر والے فقیر اور نادار تھے اس نے ایک ایسے لڑکے کا [1] کان کاٹ دیا جو اغنیاء کا تھا تو اس غلام جانی کے گھر والے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ نادار اور فقیر ہیں، مطلب یہ ہے کہ ضمان ادا کرنے کی استطاعت نہیں تو حضور ﷺ نے ان پر کوئی ضمان واجب نہیں فرمایا، امام خطابیؒ کی رائے یہی ہے وہ فرماتے ہیں لأنه لو كان عبداً لم يكن لاعتذار أهله بالفقر معنى، لأن العاقلة لا تحمل عبداً، بل لا تحمل عمداً ولا اعترافاً، وذلك في قول أكثر أهل العلم. فأما الغلام المملوك إذا جنى على عبد أو حر، فجنايته في رقبته في قول عامة الفقهاء. واختلفوا في كيفية أخذ أرش الجناية من رقبته الخ [2]، اور یہی رائے اس میں بذل المجهود میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کی ہے، اور پھر حضرت نے یہ معنی لکھ کر مصنف پر اشکال کیا ہے کیونکہ مصنف نے اس پر عبد کا ترجمہ قائم کیا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ اگر مصنف نے "غلام" کو جو حدیث میں ہے عبد کے معنی میں لیا ہے پس ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ "غلام" کو نابالغ حر ہی پر محمول کیا اور پھر عبد کو نابالغ حر پر قیاس کرتے ہوئے اس کا حکم اس میں جاری کیا ہے اس لحاظ سے کہ دونوں یعنی عبد اور نابالغ حر یہ دونوں مجور عن التصرفات ہوتے ہیں تو یہ قیاس بھی صحیح نہیں کیونکہ عبد بہر حال مکلف ہے اور غلام حر نابالغ ہونے کی وجہ سے غیر مکلف ہے فلا يصح قياسه عليه اھ اور حضرت شیخ نے حاشیۂ بذل میں اس حدیث سے اشارہ کیا ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف وہ یہ کہ جنایۃ جرح (جنایۃ فیما دون النفس) میں اگر جارح و مجروح دونوں عبید ہوں تو اس میں قصاص ہے یا نہیں؟ مسئلہ اختلافی ہے حضرت شیخؒ [3] فرماتے ہیں کہ ابن رشد نے اس میں علماء کے تین قول لکھے ہیں ایک یہ کہ ان کے درمیان قصاص مطلقاً ہے فی النفس وفیما دون النفس دونوں، وهو قول الشافعي و مالك، قول ثانی یہ کہ ان میں مطلقاً قصاص نہیں وانهم كالبهائم. وهو قول الحسن وابن شبرمة وجماعة، تیسرا قول یہ کہ عبید کے درمیان قصاص فی النفس تو ہے البتہ قصاص فیما دون النفس نہیں، وبه قال ابو حنيفة والثوري اور پھر حنفیہ کی دلیل میں یہی عمران بن حصینؓ والی حدیث انہوں نے ذکر کی ہے مگر انہوں نے حدیث جو نقل کی ہے لفظ غلام کے ساتھ نہیں بلکہ لفظ "عبد" کیساتھ ہے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ غلام سے مراد اس حدیث میں عبد ہی ہے، اور نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے سقوط قصاص بين العبيد في الجروح کے مسئلہ میں، اور اس رائے کی تائید کہ حدیث میں غلام سے مراد مملوک ہی ہے امام نسائیؒ کے طرز سے بھی ہوتی ہے، اسلئے کہ انہوں نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے سُقُوطُ الْقَوَدِ بَيْنَ الْمَمَالِيكِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ لیکن اب اس پر یہ اشکال ہوگا کہ اگر یہ مسئلہ بین العبدین پیش آیا تھا تو اس صورت میں یہ تو صحیح ہے کہ قصاص نہیں حنفیہ کے نزدیک لیکن ارش تو واجب ہوتی ہے

[1] اس سے مراد بھی نابالغ حر ہے ۱۲۔
[2] معالم السنن ــ ج ٤ ص ٤٦٢
[3] بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٨ ص ١١٤

اور اسکا تعلق غلام کی ذات سے ہے نہ کہ مولیٰ سے تو پھر آپ نے ارش کا فیصلہ کیوں نہیں فرمایا؟ تو یا تو اسکی توجیہ یہ کی جائے کہ مراد یہ ہے فی الفور اس پر کچھ واجب نہیں قرار دیا یا مطلقاً ضمان کی نفی مراد نہیں، اور یا اسکو خصوصیت پر محمول کیا جائے واقعۃ حال لاعموم لہا، یا پھر اسکا نسخ تسلیم کیا جائے ذکر مثلہ فی حاشیۃ النسائی وھذا بتوفیق اللہ تعالیٰ غایۃ تنقیح فی ھذا المقام فللہ الحمد۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

٢٨ ـ بَابُ فِيمَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

لوگوں کے درمیان اندھادھند مارے جانے والے کے حکم کے بیان میں

٤٥٩١ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيًّا، أَوْ رِمِّيًّا يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحَجَرٍ، أَوْ بِسَوْطٍ، فَعَقْلُهُ عَقْلُ خَطَإٍ، وَمَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَقَوَدُ يَدَيْهِ، فَمَنْ حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بغیر دیکھے (یعنی اندھادھند میں) قتل کر دیا گیا یا پتھر چلانے میں یا کوڑے سے جو آپس میں ہو رہی تھی کوئی آدمی مارا گیا تو اس شخص کی دیت قتل خطاء کی دیت ہوگی اور جو شخص ارادہ سے قتل کیا گیا تو اس شخص کا قصاص لیا جائے گا اور جو شخص اس معاملہ کے درمیان پڑ کر قتل کرنے والے شخص کو بچانے کے لیے درمیان میں حائل ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٨٩) سنن النسائي - القسامة (٤٧٩٠) سنن أبي داود - الديات (٤٥٩١)

شرح الحديث: یہ حدیث اس سے پہلے بَابُ عَفْوِ النِّسَاءِ عَنِ الدَّمِ میں گذر چکی، وہاں پر مصنف کے استاد اس میں محمد بن ابی غالب تھے اور باقی سند وہی ہے جو یہاں پر مذکور ہے اور یہاں پر مصنف نے بجائے استاد کا نام ذکر کرنے کے حُدِّثت بصیغہ مجہول کہا پس ہوسکتا ہے یہاں پر حُدِثت کے فاعل وہی ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی دوسرے ہوں، فاللہ تعالیٰ اعلم۔

٢٩ ـ بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تَنْفَحُ بِرِجْلِهَا

اس بیان میں کہ کسی کو اگر جانور لات مار دے تو کیا حکم ہے؟

٤٥٩٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الرِّجْلُ جُبَارٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الدَّابَّةُ تَضْرِبُ بِرِجْلِهَا وَهُوَ رَاكِبٌ».

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ، حضرت ابوہریرہؓ سے حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانور کے پاؤں (کا نقصان) لغو اور بیکار ہے۔

شرح الحدیث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الرِّجْلُ جُبَارٌ» اور اس سے بعد والی حدیث اس سے زیادہ مفصل ہے جس میں ہے الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ [1]۔

پہلی حدیث اور دوسری حدیث کا جزء اول یہ دونوں تو ہم معنی ہی ہیں، دونوں کا تعلق جانور کے نقصان پہنچانے سے ہے یعنی کسی کا جانور کسی کے لات مار دے یا کسی کا جانور جو کھلا پھر رہا ہے وہ کسی کے کھیت کا نقصان کر دے مثلاً اسکے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس جنایت کا کوئی ضمان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جانور کی طرف سے ہے جو غیر مکلف ہے اس کے بارے میں مصنف یہاں پر یہ فرما رہے ہیں العجماء المنفلتة التی لا یکون معها احد، وتکون بالنهار، اس مسئلہ پر کلام ہمارے یہاں کتاب الاجارۃ کے بالکل آخری باب بَابُ الْمَوَاشِي تُفْسِدُ زَرْعَ قَوْمٍ میں گذر چکا، فلا حاجة الی الاعادة، اسکے بعد حدیث میں ہے الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، ان کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مزدور سے کان میں کام کرا رہا ہو اس کو کھودنے وغیرہ کا اور اس میں دب کر وہ کام کرنے والا یا کوئی اور گر کر یا دب کر مر جائے تو یہ هدر اور معاف ہے، ایسا ہی کنویں کا مسئلہ ہے کوئی شخص اپنی ملک میں کنواں کھودے اور اس میں گر کر کوئی مر جائے تو یہ بھی ہدر ہے، اور اس کے بعد ہے حدیث میں: وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ، اس مسئلہ پر مستقل مصنف کا ترجمہ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ، احیاء الموات کے بعد کتاب الجنائز سے پہلے گذر چکا، نیز اس سے بھی پہلے بَابٌ فِي إِقْطَاعِ الْأَرَضِينَ میں معادن قبلیہ والی حدیث کی شرح میں تفصیل سے گذر چکا۔ الحدیث الاول اخرجه النسائی، والثانی اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۳۰۔ بَابُ الْعَجْمَاءِ، وَالْمَعْدِنِ، وَالْبِئْرِ جُبَارٌ

اس بیان میں کہ جانور لات مارے یا معدنی کان میں حادثہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

۴۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ» قَالَ أَبُو

---

[1] حاشیہ بذل (ج ۱۸ ص ۱۱۰) میں ہے کہ شامی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ لکھا ہے: حدثنی عبد الله بن سعيد بن ابی سعيد المقبری عن جده قال کان اهل الجاهلية اذا عطب الرجل فی القليب جعلوا القليب عقله، واذا قتله دابة جعلوها عقله واذا قتله معدن جعلوه عقله فسئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فقال: العجماء جبار الحديث، یعنی زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کے کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے تو اس کنویں ہی کو اسکی دیت قرار دیتے تھے اور اسی طرح اگر دابہ کسی کو ہلاک کر دے تو اس دابہ ہی کو اسکی دیت قرار دیتے تھے اور اسی طرح معدن کو اسکی دیت قرار دیتے تھے حضور ﷺ سے جب اسکے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

داود: "العَجمَاءُ: المُنفَلِتَةُ الَّتِي لَا يَكُونُ مَعَهَا أَحَدٌ، وَتَكُونُ بِالنَّهَارِ، لَا تَكُونُ بِاللَّيْلِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: چوپائے کا زخم لگانا ھدر ہے اور کان کھودتے ہوئے اسمیں گرنے والے مزدور کا خون ھدر (معاف) ہے اور کنواں اگر ذاتی زمین میں ہو تو اسمیں گرنے والا خون ھدر ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ادا کرنا ضروری ہو گا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ چوپایہ مراد ہے جو کہ کھلا ہوا ہو اور اس کے ساتھ کوئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو اور دن کے وقت ہو رات میں نہ ہو۔

تخریج: صحیح البخاري - الزكاة (١٤٢٨) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٢٨) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٤) صحيح مسلم - الحدود (١٧١٠) جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٩٥) سنن أبي داود - الديات (٤٥٩٣) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٩) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٤) موطأ مالك - الزكاة (٥٨٣) موطأ مالك - العقول (١٦٢٢) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٨) سنن الدارمي - الديات (٢٣٧٧)

٣١ - بَابٌ فِي النَّارِ تَعَدَّى

جو آگ بھڑک کر پھیل جائے اس کے بیان میں

یعنی جو آگ کہ متعدی ہو جائے اور پھیل جائے، یہ لفظ اصل میں "تتعدی" تھا احدی التائین کو حذف کر دیتے ہیں اختصاراً۔

٤٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ الصَّنْعَانِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «النَّارُ جُبَارٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: آگ کے لگنے کی صورت میں اگر کوئی جل کر مر جائے تو اسکا خون معاف (ھدر) ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الديات (٤٥٩٤) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٧٦)

شرح الحدیث: ہمام بن منبہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں ان سے بکثرت روایت کرتے ہیں اور ان کا ایک صحیفہ بھی ہے اسی نام سے یعنی صحیفہ ہمام بن منبہ جس کا تعارف ہمارے یہاں کتاب الخراج بَابٌ فِي إِيقَافِ أَرْضِ السَّوَادِ وَأَرْضِ الْعَنْوَةِ میں گذر چکا۔ اس حدیث کا ترجمہ تو یہی ہے کہ آگ معاف ہے لیکن مطلب کیا ہے اس کا؟ کوئی کسی کے گھر میں آگ لگا دے یہ تو معاف نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے بہت سے محدثین کی رائے تو اس میں یہ ہے کہ اس میں کسی راوی سے غلطی ہوئی ہے اور صحیح الْبِئْرُ جُبَارٌ ہے جو مشہور حدیث ہے لیکن اگر حدیث کو صحیح قرار دیا جائے تو اسکی توجیہ اور صحیح مطلب یہ ہو گا کہ کوئی شخص اپنی زمین میں مثلاً کھیت پر کھلی جگہ میں اپنی کسی ضرورت سے آگ جلائے یا بلا ضرورت ہی کے سہی، اور پھر ہوا چل پڑے جس کی وجہ

سے اس کے شعلے اڑ کر دوسرے کے مال کا نقصان کر دیں تو اس کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس نقصان کا وہ آگ جلانے والا ذمہ دار نہیں، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس آگ جلانے والے کی طرف سے تعدی اور بے احتیاطی نہ پائی جائے، وہ یہ کہ اس نے ایسے وقت میں یہ کام کیا ہو جب ہوا ساکن ہو، آگ پھیلنے کا کوئی خطرہ نہ ہو، اور اگر تعدی پائی جائے گی تو پھر ضمان واجب ہوگا، كذا في البذل [1]. والحديث اخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢ ـ بَابُ الْقِصَاصِ مِنَ السِّنِّ

دانتوں کے قصاص کے بیان میں

٤٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ أُخْتُ أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى بِكِتَابِ اللهِ الْقِصَاصَ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا الْيَوْمَ. قَالَ: «يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ» فَرَضُوا بِأَرْشٍ أَخَذُوهُ، فَعَجِبَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قِيلَ لَهُ كَيْفَ يُقْتَصُّ مِنَ السِّنِّ؟ قَالَ: «تُبْرَدُ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ انس بن نضر کی ہمشیرہ ربیع نے ایک عورت کا سامنے والا دانت توڑ دیا۔ اس کے اولیاء خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے مطابق قصاص لینے کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر نے بیان کیا: اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ ﷺ کو سچا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا اس عورت کا دانت آج نہیں توڑا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ قصاص کا حکم دیتی ہے پھر جس عورت کا دانت ٹوٹا تھا اس کے ورثاء دیت لینے کیلئے رضامند ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے تعجب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے توکل پر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کے حلف کو سچا کر دیتا ہے۔ امام ابو داؤد ؒ فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل ؒ سے پوچھا کہ دانت کا قصاص کس طرح لیا جائے گا تو امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا: اس دانت کو ریتی سے گھس دیا جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٦) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٢٩) صحيح البخاري - الديات (٦٤٩٩) سنن النسائي - القسامة (٤٧٥٦) سنن أبي داود - الديات (٤٥٩٥) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٧/٣)

شرح الحديث: اس حدیث کا حوالہ اس سے پہلے بَابُ وَلِيِّ الْعَمْدِ يَرْضَى بِالدِّيَةِ میں گذر چکا، مضمون حدیث یہ ہے: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ انس بن النضر کی بہن رُبَیِّع کے کسی عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے، یہ انس بن النضر چچا ہیں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١١٢-١١٣

حضرت انس بن مالک کے کیونکہ حضرت انس کا نسب یہ ہے انس بن مالک بن النضر، لہٰذا ربیع جو کہ انس بن النضر کی بہن ہیں ان کی پھوپھی ہوئیں، تو بہر حال جس عورت کا دانت انہوں نے توڑا تھا اس کے اولیاء حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے کتاب اللہ کے موافق قصاص کا فیصلہ فرمایا یعنی السن بالسن، مطلب یہ ہوا کہ ربیع کا بھی دانت توڑا جائیگا، اس پر ربیع کے بھائی انس بن النضر نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میری بہن کا دانت آج نہیں توڑا جائیگا، مطلب یہ تھا ان شاء اللہ تعالیٰ اسکی نوبت نہیں آئے گی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے انس! قرآن کا فیصلہ تو قصاص ہی کا ہے [1] وہ اس پر خاموش رہے مگر انجام کار اس عورت کے اولیاء ارش لینے پر راضی ہو گئے، گویا قصاص معاف کر دیا اور جو بات انس بن النضر نے اعتماداً علی اللہ تعالیٰ کہی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے پورا فرمادیا، راوی کہتا ہے کہ اس پر حضور ﷺ کو تعجب ہوا (کیونکہ شروع میں تو عورت کے اولیاء قصاص پر مصر تھے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، کہ واقعی بعض بندے اللہ تعالیٰ کے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں حانث نہیں کرتے بلکہ بارہا کر دیتے ہیں، اس حدیث کی نظیر سعد بن عبادہؓ کا کلام قَالَ سَعْدٌ: بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، اس سے پہلے بَابٌ فِي مَنْ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ (رقم الحدیث ٤٥٣٢) میں گزر چکی۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قِيلَ لَهُ كَيْفَ يُقْتَصُّ مِنَ السِّنِّ؟ قَالَ: «تُبْرَدُ»: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ محترم حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ قصاص من السن کی کیا صورت ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو مِبرد یعنی ریتی سے گھسا جائے، ریتی سے گھسنے کا طریقہ اس صورت میں اختیار کیا جائے گا جب جنایت کسر سن ہو یعنی کوئی شخص کسی کے دانت کا کچھ حصہ توڑ دے تو اب اس میں قصاص کی صورت یہ ہے کہ ریتی کے ذریعہ اس کا بھی اتنا ہی گھس دیا جائیگا، لیکن اگر قلع سن کیا گیا ہو لیکن پورا دانت اکھاڑ دیا ہو تو پھر وہاں اس کی ضرورت نہیں ہوگی کما ھو ظاھر کذا فی البذل عما نقله مولانا محمد یحیی من تقریر شیخه رحمة الله علیهما [2]. والحدیث اخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه.

آخر كِتَابُ الدِّيَاتِ

[1] جاننا چاہیے کہ ضمان فی السن کے مسئلہ میں فقہاء نے صغیر اور کبیر کا فرق کیا ہے وہ یہ کہ بچہ کا دانت اگر دوبارہ نکل آئے جیسا کہ ظاہر ہے دوبارہ نکلنا ایک سال کے بعد تو وہاں پر ارش واجب نہ ہوگا بخلاف کبیر کے کہ اس کے اندر اول تو تاجیل سنہ اور عدم تاجیل ہی میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ اگر بعد میں نکل آئے تو اس وقت امام صاحبؒ کے نزدیک ضمان ساقط اور صاحبین کے نزدیک ارش واجب ہوتی ہے شامی (ج۵ ص ۳۷۵)۔

[2] بذل المجهود فی حل أبی داود — ج۱۸ ص ۱۰۹ ـ ۱۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ السُّنَّةِ

سنتوں کی اہمیت و فضیلت بیان

اور بعض نسخوں میں اس باب سے پہلے یہ عبارت ہے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اول کتاب السنة اور ہمارے نسخہ میں اگرچہ لفظ کتاب نہیں ہے لیکن بندہ کے ذہن میں پہلے سے یہی ہے کہ باب شرح السنة مستقل کتاب ہی ہے صرف ایک باب نہیں اور اسکے ذیل میں جو مصنفِ حدیث لائے ہیں وہ گویا اس کتاب کی اساس اور بنیاد ہے اور اس کے بعد جتنے ابواب آرہے ہیں کتاب الادب تک وہ سارے ابواب اسی شرح السنة کے تحت ہیں [1]۔

بیان غرض المصنف من ہذا الباب ای الکتاب: اب تک مصنفؒ سیر فرمارہے تھے اصل موضوع کتاب میں یعنی احادیث احکام اور ابواب فقہیہ میں، اور اب یہاں سے مصنف دوسرے نوع کے مضامین بیان کرتے ہیں، یعنی خالص احکام فرعیہ کا بیان تو ختم ہوا اب بعض چیزیں عقائد وایمانیات اور آداب کے قبیل سے بیان فرماتے ہیں چنانچہ سنت اور بدعت کا فرق، سنت کی ترغیب اور بدعت سے ترہیب اور اسکے علاوہ مسئلہ تقدیر نیز صفات باری تعالیٰ اور پھر کتاب الادب پر کتاب کو ختم فرمارہے ہیں، شرح السنہ یعنی سنت کا بیان، سنت یہاں فرض اور مستحب کا مقابل نہیں ہے بلکہ بدعت کے مقابلہ میں، گویا اہل سنت والجماعۃ کے عقائد کا اثبات اور فرق باطلہ کی تردید بیان کرنا چاہتے ہیں صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ مصنف نے چھیڑا، قدریہ اور معتزلہ وغیرہ پر رد کرنے کیلئے، اور اسی طرح مناقب صحابہ کو ایک خاص ترتیب سے بیان کیا ردأعلی الروافض والخوارج، اور مسئلہ زیادت ایمان ونقصان ایمان کو بھی ردأعلی المرجئة۔

مشروعات کے اقسام خمسہ: سنت کے بارے میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: جاننا چاہیے کہ مشروعات کی چار قسمیں ہیں: (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) سنت، (۴) نفل، اور دلیل حصر اسکی یہ ہے کہ جس چیز کا کھانا اولیٰ ہے اسکے ترک سے اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کا ترک ممنوع ہوگا یا غیر ممنوع اگر پہلی صورت ہے تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں یا اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوگا یا ظنی سے پہلی صورت میں اس کو فرض کہا جائیگا اور دوسری صورت میں واجب، اور غیر ممنوع الترک ہونے کی صورت میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ کام ایسا ہوگا کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس پر مواظبت فرمائی ہوگی یا نہیں، مواظبت کی صورت میں اس کو سنت کہا جائیگا اور بدون اس کے مندوب اور نفل، اور پھر

[1] شرح السنة کے نام سے فقہ الحدیث میں علامہ بغوی شافعیؒ کی مشہور تصنیف بھی ہے مشکوۃ کی اصل یعنی المصابیح کے مؤلف بھی یہی علامہ بغویؒ ہیں۔

فرماتے ہیں کہ سنت کی دو قسمیں ہیں سنن الهدی اور سنن الزوائد، اول جیسے جماعت کی نماز اور اذان اور اقامت، اس کا ترک مکروہ اور موجب اساءت ہے، اور ثانی یعنی سنن الزوائد کی مثال آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت لباس میں قیام وقعود وغیرہ میں، اور نفل اور مندوب کا حکم یہ ہے یثاب فاعله ولا يسيء تاركه کہ اگر کرے تو ثواب ہے اور چھوڑے تو اس میں کوئی برائی نہیں[1]، سنت کی تعریف ہمارے یہاں مقدمة العلم میں گزر چکی ہے اور الدر المنضود کی کتاب الصلاۃ، ابواب الجماعة میں سنت کی دو قسمیں: ① سن الهدی اور ② سنن الزوائد کا ذکر آیا ہے سنت کا مقابل بدعت ہے۔

تعريف البدعة: اور بدعت کی تعریف علامہ شامیؒ نے یہ لکھی ہے: ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما[2]، یعنی بدعت وہ چیز ہے جس کو ایجاد کیا جائے اس حق بات کے خلاف جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت ہے خواہ وہ علم ہو یا عمل یا کوئی حال، کسی دلیل سے نہیں بلکہ شبہہ کی وجہ سے اور اس کو دین اور صراط مستقیم قرار دیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بدعت ہوتی ہے وہ دلیل پر نہیں بلکہ شبہة الدلیل پر مبنی ہوتی ہے، اور یہ بھی نہیں کہ عناد اور مکابرہ پر مبنی ہو، اس لئے کہ جو امر مبتدع عناد پر مبنی ہو گا وہ کفر بھی ہو سکتا ہے جیسے ضروریات دین کا انکار (من الشامی)۔ فتاویٰ رحیمیہ[3] میں بدعت کی تعریف بہت سی مستند کتابوں سے نقل کی ہے اس کو دیکھا جائے، اور اسی میں تفسیر عثمانی سے نقل کیا ہے کہ بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب وسنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے، اور فتح الباری[4] میں ایک جگہ اس طرح ہے کہ بدعت لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونے کے ایجاد کی گئی ہو، اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہٰذا وہ مذموم ہی ہوگی اور مجمع البحار[5] میں ہے: حضرت عمرؓ نے قیام رمضان یعنی تراویح کے بارے میں فرمایا "نعمت البدعة" وہ لکھتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعة هدیٰ اور بدعة ضلالت، بدعة هدیٰ وہ کام ہے کہ جن چیزوں کی طرف شارع علیہ السلام نے دعوت اور ترغیب دی ہے وہ اس کے عموم کے تحت میں آجائیں لہٰذا وہ بدعت مذموم نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ایسی بدعت پر اجر کا وعدہ ہے، مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً الحديث[6] اور

---

1. رد المحتار على الدر المختار — ج ١ ص ٢١٨
2. رد المحتار على الدر المختار — ج ٢ ص ٢٩٩
3. فتاویٰ رحیمیہ — ج ٢ ص ١٦٥ - ١٦٦
4. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٣ ص ٢٧٨
5. مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار — ج ١ ص ١٤٨
6. السنن الكبرى للبيهقي — ج ٤ ص ٢٩٤

بدعت سیئہ وہ ہے جو آپ ﷺ کے امر کے خلاف ہو اور سید شریف جرجانی کے رسالہ تعریف الاشیاء میں ہے البدعۃ ھی الفعلۃ المخالفۃ للسنّۃ، سمیت بدعۃ لأن قائلھا ابتدعھا من غیر مثال، یعنی بدعت ہر وہ فعل ہے جو خلاف سنت ہو، اور بدعت کو بدعت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو اس کے قائل نے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے بغیر اس کے کہ شریعت میں اس کی مثال ہو اھ [1] اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اصطلاحی معنی میں معنی لغوی ملحوظ ہوتے ہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مقدمہ مشکوۃ میں لکھا ہے: واما البدعۃ المراد بہ اعتقاد امر محدث علی خلاف ما عرف فی الدین وما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم واصحابہ بنوع شبھۃ وتاویل لا بطریق جحود وانکار فان ذالك كفر اھ۔

بدعت کے اقسام خمسہ: اور علامہ شامیؒ نے بدعت کی پانچ قسمیں لکھی ہیں: ① اول حرام، جیسے وہ بدعتیں جنکو فرق باطلہ خوارج روافض وغیرہ نے اختیار کرر کھا ہے، ② دوم واجبہ، جیسے فرق باطلہ کی تردید کیلئے دلائل قائم کرنا، اور نحو وصرف کا سیکھنا جس سے قرآن وحدیث سمجھا جاسکے، ③ اور مندوبہ، جیسے مدارس قائم کرنا اور رباطین بنوانا، اور ہر وہ بھلا کام جو صدر اول میں نہ ہو، ④ اور مکروہہ جیسے مساجد کو زیادہ آراستہ اور مزین کرنا، ⑤ اور بدعت مباحہ جیسے عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانے پینے کی چیزیں اور نفیس کپڑے پہننا اھ [2] یعنی ان چیزوں کا اہتمام ورنہ نفس ثبوت تو ان چیزوں کا حدیث شریف سے بھی ہے یعنی کبھی کبھی آپ ﷺ نے عمدہ سے عمدہ لباس بھی پہنا ہے۔

١ - بَابُ شَرْحِ السُّنَّةِ

سنت کی وضاحت و تشریح کے بیان میں

٤٥٩٦ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہودی لوگ اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور عیسائی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔

تخریج: جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٤٠) سنن أبي داود - السنة (٤٥٩٦) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٩١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٢/٢)

---

[1] كتاب التعريفات للجرجاني — ص ٤٤ (مكتبة لبنان طبعة جديدة ١٩٨٥ء)

[2] رد المحتار على الدر المختار — ج ٢ ص ٢٩٩

٤٥٩٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، نَحْوَهُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ: " أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ «زَادَ ابْنُ يَحْيَى، وَعَمْرٌو فِي حَدِيثَيْهِمَا» وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ، كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ" وَقَالَ عَمْرٌو: «الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ».

ترجمة: حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: خبر دار! تم لوگوں میں سے (تم سے قبل) اہلِ کتاب بہتر (۷۲) فرقے ہوگئے اور اس اُمتِ محمدیہ کے لوگ تہتر (۷۳) فرقے بن جائینگے ان فرقوں میں سے بہتر فرقے دوزخ میں داخل ہونگے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ فرقہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے طریقہ پر ہوگا۔ راوی محمد ابنِ یحیٰی اور عمرو بن عثمان کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میری اُمت میں اس قسم کے لوگ پیدا ہونگے جن میں بدعات گھس جائینگی جیسے کہ پاگل کتے کے کاٹنے کے سبب جو بیماری لگتی ہے وہ انسان کی ہر ایک رگ اور (بدن کے ہر ایک) جوڑ میں گھس جاتی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – السنة (٤٥٩٧) مسند أحمد – مسند الشاميين (١٠٢/٤) سنن الدارمي – السير (٢٥١٨)

شرح الحدیث: یہ حدیث ابوہریرہؓ کی ہے اور اس کے بعد یہی حدیث حضرت معاویہؓ کی روایت سے آرہی ہے اس میں بغیر شک کے ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ ہے اور حدیث کے آخر میں یہ زیادتی ہے ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اسطرح مروی ہے لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، اور اسکے آخر میں ہے إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا ومن هي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي [1]، اس سے معلوم ہوا کہ ابو داود کی روایت میں لفظ جماعت سے صحابہ کرام کی جماعت مراد ہے اور بظاہر یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب اسی سے ماخوذ ہے مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي، اور باب کی حدیث ثانی میں یہ زیادتی بھی ہے وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ، كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ " وَقَالَ عَمْرٌو: «الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ»۔

اب حدیث کا ترجمہ اور شرح ہم مظاہر حق سے لکھتے ہیں: فرمایا رسول خدا ﷺ نے البتہ آئیگا اوپر امت میری کے یعنی زمانہ، جیسا کہ آیا اوپر بنی اسرائیل کے، مانند برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے وہ ہے کہ آیا تھا ماں اپنی

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح – ج ۱ ص ۳۷۹۔۳۸۰

کے پاس یعنی بد فعلی کی ظاہر میں، البتہ ہوگا بیچ امت میری کہ وہ شخص کہ کرے گا یہ اور تحقیق بنی اسرائیل متفرق ہوئے اوپر بہتر گروہ کے اور متفرق ہوگی امت میری اوپر تہتر گروہ کے، سب وہ بیچ دوزخ کے مگر ایک گروہ، صحابہ نے عرض کیا کہ کونسا ہوگا وہ گروہ اے رسول خدا کے، فرمایا جس پر ہوں میں اور میرے اصحاب، روایت کی یہ ترمذی نے اور بیچ روایت احمد کے اور ابی داؤد کے روایت ہے معاویہؓ سے کہ بہتر گروہ بیچ دوزخ کے اور ایک گروہ بیچ بہشت کے، اور وہ گروہ ہے جماعت اور تحقیق نکلیں گی بیچ امت میری کے کئی قومیں، سرایت کریں گی بیچ ان کے خواہشیں، یعنی بدعتیں عقائد میں اور اعمال میں، جیسے کہ سرایت کرتی ہے ہڑک ہڑک والے کو، نہیں باقی رہتی اس سے کوئی رگ، اور نہ کوئی جوڑ مگر کہ داخل ہوتی ہے اسمیں فائدہ مانند برابر پاپوش کیساتھ پاپوش کے، یعنی پاپوش جیسے پاپوش کے برابر ہوتی ہے، اسی طرح اس امت کے لوگ مطابق ہوں گے بنی اسرائیل کے، اور مراد ماں سے باپ کی بیوی ہے، یعنی سوتیلی ماں، والا سگی ماں سے کسی سے یہ حرکت ہوتی ہے کہ مانع طبعی اور شرعی دونوں جمع ہیں، اور مراد امتی سے اہل قبلہ ہے یعنی جو مسلمان گنے جاتے ہیں پس اس صورت میں معنی كُلُّهُمْ فِي النَّارِ کے یہ ہیں کہ بسبب گناہ کے اور بد اعتقادی کے دوزخ میں داخل ہوویں گے، پھر جسکا عقیدہ حد کفر کو نہ پہنچا ہوگا نکلے بسبب رحمت پروردگار کے، اور جماعت سے مراد اہل علم اور اہل فقہ، جماعت ان کو اس لئے کہا کہ جمع ہیں کلمہ حق پر۔

تہتر فرقوں کا مصداق: اور تہتر فرقوں کی تفریق یوں ہے کہ بڑے فرقے اہل اسلام کے آٹھ ہیں: ① معتزلہ اور ② شیعہ اور ③ خوارج، اور ④ مرجۂ اور ⑤ نجاریہ اور ⑥ جبریہ اور ⑦ مشبہہ اور ⑧ ناجیہ، پھر معتزلہ کے بیس فرقے ہیں اور شیعہ کے بائیس اور خوارج کے بیس اور مرجۂ کے پانچ اور نجاریہ کے تین اور جبریہ اور مشبہہ کے ایک ایک فرقہ ہیں کئی نہیں، اور فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہیں، سب یہ تہتر ہوئے۔

اب عقائد انکے سننے چاہئیں، معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے عمل آپ ہی پیدا کرتے ہیں اور انکار رویت کا کرتے ہیں، اور قائل ہیں وجوب ثواب وعقاب کے اللہ پر، اور مرجۂ کہتے ہیں کہ گناہ ساتھ ایمان کے کچھ ضرر نہیں کرتا جیسے کہ ساتھ کفر کے طاعت نہیں نفع دیتی، اور نجاریہ نفی صفات کی کرتے ہیں اور کلام الٰہی کو حادث کہتے ہیں، اور جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں کچھ اختیار نہیں رکھتا اور مشبہ خالق کو ساتھ خلق کے مشابہ کرتے ہیں، اور جسمیت اور حلول کے قائل ہیں، باقی فرقوں کے عقائد مشہور ہیں اسلئے نہیں بیان کئے۔

آگے لکھتے ہیں: اب حدیث میں ان کو مشابہت ہڑک والوں کے ساتھ اسلئے دی کہ جیسے ہڑک والوں پر ہڑک غالب ہوتی ہے اور پانی سے بھاگتا ہے اور پیاسا مر جاتا ہے ویسے ہی جھوٹے مذہب والوں پر خواہش نفسانی غالب ہوتی ہے اور علم حق سے بھاگ کر جنگل گمراہی میں وہ ہلاک ہوتے ہیں، عیاذاً باللہ منہ، مظاہر حق میں یہاں ایک اشکال اور اسکا مفصل جواب لکھا ہے، اشکال یہ ہے وہ فرماتے ہیں: لیکن یہاں عوام کو ایک بڑا شبہ آتا ہے کہ مثلاً ایک شخص جاہل مسلمان ہوا اور اس نے روافض اور اہل

سنت جماعت کو دیکھا کہ دونوں اپنے کو حق جانتے ہیں اور سند لاتے ہیں کتاب وسنت سے، اب یہ بے چارہ نہایت حیران ہے کہ حقیقت ایک کی دونوں میں سے کیونکر معلوم کرے، اس کے بعد اسمیں اسکا جواب مذکور ہے ہم بخوف اطالہ نہیں لکھتے وہیں دیکھا جائے [1]۔

بذل المجهود میں "تفترق امتی" کی تفسیر امت اجابت سے ساتھ کی ہے (جس طرح مظاہر حق میں) اور پھر آگے اسمیں تحریر ہے کہ اس تفرق سے مراد وہ تفرق مذموم ہے جو اصول دین میں واقع ہو، اور جو اختلاف فروع دین میں ہو وہ مذموم نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ہے، تم دیکھتے ہی ہو کہ فروع دین میں اختلاف کرنے والی جو جماعتیں ہیں وہ سب اصول دین میں متحد ہیں ان میں سے بعض بعض کی تضلیل نہیں کرتے، اور جو جماعتیں اصول دین میں مفترق ہیں وہ بعض بعض کی تکفیر اور تضلیل کرتے ہیں اسکے بعد بذل میں عدد مذکور فی الحدیث پر کلام ہے یعنی بہتر اور اور تہتر کہ یہ تحدید کیلئے ہے یا تکثیر کیلئے فارجع الیہ لو شئت [2]۔

اس حدیث میں ہے: كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ "کلب" کاف اور لام کے فتح کے ساتھ ہے مجنون کتا جس کو کلب کہتے ہیں (فتح کاف اور کسر لام کے ساتھ) اسکے کاٹنے کی وجہ سے آدمی میں جو مرض اور ہڑک پیدا ہوتی ہے اس کو کَلَب کہتے ہیں، وہ آدمی کے رگ وریشہ میں سرایت کر جاتا ہے اور مدت مدیدہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اس آدمی کی ہلاکت کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح بدعات کا زہر انسان کے اندر ایسا پیوست ہوتا ہے کہ اس کے دین کو تباہ وبرباد کر کے رہتا ہے، بدعت کے علاوہ جو اور دوسرے معاصی ہیں لوگ ان کو باوجود ارتکاب کے معصیت ہی سمجھتے ہیں اس لئے کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہو سکتی ہے اور صاحب بدعت چونکہ بدعت کو دین سمجھ کر اختیار کرتا ہے اس لئے عامۃ نہ اس کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے اور نہ وہ اس کی ضرورت سمجھتا ہے، وہ جو فتن کی حدیث میں گزرا ہے إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ [3] اس سے یہی مبتدعین مراد ہیں اور ان کے سربراہ۔

سوال وجواب: اس حدیث میں "امتی" سے مراد اکثر علماء کے نزدیک امت اجابت ہے یعنی اہل قبلہ، لیکن اس حدیث میں ان تمام فرقوں پر فِي النَّارِ کا حکم لگایا گیا ہے سوائے ایک فرقہ کے، یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ فِي النَّارِ سے مراد کیا ہے، اگر خلود فی النار مراد ہے تو یہ خلاف اجماع ہے اس لئے کہ وہ دوسرے فرقے بھی اسلامی فرقے ہیں اور مسلمان ہیں اور اگر مراد نفس دخول ہے تو یہ سب کے حق میں مشترک ہے، اہل سنت میں بھی اس قسم کے لوگ موجود ہیں؟ جواب یہ ہے کہ مراد تو نفس دخول فی النار ہی ہیں مگر دخول سے وہ دخول مراد ہے جو اختلاف عقائد کی وجہ سے ہو، اور جس جماعت واحدہ کے بارے

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ۱ ص ۲۰۷ ـ ۲۱۰

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۱۱۷

[3] سنن أبي داود – كتاب الفتن والملاحم – باب ذكر الفتن ودلائلها ۴۲۵۲

میں فرمار ہے ہیں فِي الْجَنَّةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاف عقائد کی وجہ سے جہنم میں نہیں جائیں گے گو اور دوسرے معاصی کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں، اور یا یہ کہا جائے بہتر فرقوں کے بارے میں جو فرمایا ہے فِي النَّارِ اس سے مراد طول مکث ہے، اور جس فرقہ کے بارے میں کہا گیا ہے فِي الْجَنَّةِ اس سے مراد عدم طول مکث فی النار ہے کہ وہ زیادہ دن جہنم میں نہیں رہیں گے، وعبر عنه بكونهم في الجنة ترغيبا في تصحيح العقائد، الی آخر ما ذکر العلامة السندی فی هامش ابن ماجه [1] اور مظاہر حق سے یہ گزر چکا ہے کہ ان بہتر فرقوں میں جس کا عقیدہ حد کفر کو نہ پہنچا ہو گا وہ آخر میں جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ والحديث اخرجه الترمذی وابن ماجه، وحديث ابن ماجه مختصر، وقال الترمذی حسن صحيح، قاله المنذری۔

۲۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ وَاتِّبَاعِ الْمُتَشَابِهِ مِنَ الْقُرْآنِ

باہمی جھگڑوں اور قرآنی متشابہات کی جستجو میں پڑنے کی ممانعت کا بیان

٤٥٩٨ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ {هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ} إِلَى {أُولُوا الْأَلْبَابِ [2]} قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَإِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ فَاحْذَرُوهُمْ».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تم لوگوں پر کتاب (قرآن) نازل کیا اس میں بعض آیاتِ کریمہ واضح ہیں وہ تو کتاب (اللہ) کی اصل ہیں اور بعض آیاتِ کریمہ متشابہ ہیں۔ (جن کے مختلف پہلو ہیں) تو اب جن لوگوں کے قلب میں ضلالت و گمراہی ہے وہ لوگ ان آیاتِ کریمہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں فتنہ برپا کرنے کیلئے اور اس کا مطلب پانے کیلئے۔ حالانکہ ان آیاتِ کریمہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگوں جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو کہ قرآنِ کریم کی متشابہ آیاتِ کریمہ کہ پیچھے پڑ جاتے ہیں تو وہ لوگ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نام لیا ہے تم لوگ ان لوگوں سے بچتے رہنا۔

---

[1] حاشية السندي على سنن ابن ماجة—ج ۲ص ٤٨٠

[2] وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی انکے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جنکے معنی معلوم یا متعین نہیں سو جنکے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور انکا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔ (سورة آل عمران ۷)

تخریج: صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٢٧٣) صحيح مسلم - العلم (٢٦٦٥) جامع الترمذي- تفسير القرآن (٢٩٩٣) سنن أبي داود- السنة (٤٥٩٨) سنن ابن ماجه- المقدمة (٤٧) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٤٨/٦) سنن الدارمي - المقدمة (١٤٥).

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جو اوپر مذکور ہے جس کا بقیہ یہ ہے هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ۔
وہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت آپ نے تلاوت فرمایا کریوں فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات قرآن کا اتباع کرتے ہیں یعنی ان کے درپے ہوتے ہیں ان کے معنی اور تفسیر کی کھود کرید کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہی ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر فرمایا ہے بُرے اور قبیح لقب کے ساتھ یعنی یہ کہ وہ اصحاب زیغ ہیں ان کے قلوب میں کجی ہے لہٰذا تم ان سے بچو اور احتیاط رکھو یعنی ان کے پاس جانے آنے سے اور تعلقات رکھنے سے۔

جاننا چاہئے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ علماء راسخین کو متشابہات کے معانی کا علم ہے یا نہیں "نور الانوار" میں یہ لکھا ہے کہ حنفیہ کی رائے اس میں یہ ہے کہ ان کا علم کسی کو نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کے معانی کا انکشاف قیام قیامت کے بعد ہی ہو گا اور امام شافعی اور اکثر معتزلہ کی رائے انہوں نے یہ لکھی ہے کہ علماء راسخین بھی ان کی تاویل سے واقف ہیں اور منشأ اختلاف یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں إِلَّا اللّٰهُ پر وقف ہے یا اس کے بعد وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ پر، ہمارے نزدیک إِلَّا اللّٰهُ پر وقف واجب ہے اور اس کے بعد وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ یہ جملہ مستانفہ ہے پس مطلب یہ ہوا کہ زائغین کا حصہ اتباع المتشابہات ہے اور راسخین کا حصہ تسلیم وانقیاد ہے اور دوسرے فریق کے نزدیک آیت میں وقف إِلَّا اللّٰهُ پر نہیں بلکہ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ پر ہے، اس کے بعد وہ فرماتے ہیں، لیکن یہ نزاع لفظی ہے اس لئے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ راسخین کو ان کی تاویل کا علم ہے ان کی مراد تاویل سے تاویل ظنی ہے جو حضرات علم کی نفی کرتے ہیں ان کی مراد تاویل سے تاویل مجزوم بہ اور یقینی ہے، نور الانوار کے متن کی عبارت جسکی شرح یہ لکھی گئی ہے یہ ہے: واما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه، وحكمه اعتقاد الحقية قبل الاصابة، كالمقطعات في اوائل السور مثل الم، حم اه[1] اور اسکے حاشیہ میں مقطعات کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس میں دو قول ہیں بعض کے نزدیک یہ متشابہات کے قبیل سے ہیں، اور بعضوں نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ متشابہات میں سے نہیں ہیں بل هي من جنس التكلم بالرمز فيعلم تاويله . كما قيل ان الالف رمز لى انا ، واللام رمز الى الله ، والميم رمز الى اعلم "فمعنى" الم انا الله اعلم ، وكما قيل ان "حم" رمز الى الرحمن اه. والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي ، قاله المنذري۔

[1] نور الأنوار — ص ۹۳

٣۔ بَابُ مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ

بدعتی لوگوں کی ہم نشینی سے بچنے اور ان سے بغض رکھنے کا بیان

الْأَهْوَاء جمع ہے ہویٰ کی بمعنی خواہش نفس اور یہاں مراد اس سے سوء عقیدہ اور بدعت ہے۔

٤٥٩٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ».

ترجمۃ: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت رکھنا اور اللہ کیلئے بغض رکھنا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٥٩٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٦/٥)

شرح الحدیث: یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنا اور اسی کیلئے بغض کرنا یہ افضل ترین عمل ہے اب جب افضلیت کا مدار اس پر ہے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں تو جب محبت اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگی تو وہ ان ہی لوگوں سے ہوگی جو اس کے مطیع اور فرماں بردار ہیں اسی طرح جب بغض صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگا تو وہ ان ہی سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان ہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندہ سے بغض رکھنا وہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہو سکتا علیٰ ھذا القیاس اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندہ سے جو محبت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہو سکتی بندہ نے کسی کتاب[1] میں دیکھا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ کہ مجھے تم سے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت ہے تو انہوں نے اسکے جواب میں یہ فرمایا أَنَا أُبْغِضُكَ فِي اللهِ اور مجھے تجھ سے اللہ تعالیٰ کیلئے بغض ہے اس نے کہا یہ کیسے؟ تو انہوں نے فرمایا لانك تلحن فی الاذان غلط دیتا ہے اسکے حروف صحیح اداء نہیں کرتا اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اس اخلاص اور للّٰہیت کا یہ اخلاص ہی صحابہ کرام کا ایک جوہر ہے جس کی وجہ سے سب پر فوقیت لے گئے۔

نیز جاننا چاہیے کہ حب اور بغض دونوں اعمال قلب میں سے ہیں دونوں کا تعلق قلب سے ہے اور اعمال قلب میں جو اخلاص ہو سکتا ہے وہ اعمال جوارح میں نہیں ہو سکتا۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بھی ظاہر ہے اس لئے کہ اہل اھواء عند اللہ تعالیٰ بغض کے مستحق ہیں۔

٤٦٠٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ، قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، - وَذَكَرَ ابْنُ السَّرْحِ، قِصَّةَ تَخَلُّفِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ - قَالَ: «وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

[1] بعد میں دیکھا گیا تو یہ روایت مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳ میں بحوالہ معجم کبیر للطبرانی (۳۰۵۹) مل گئی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ، حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، ثُمَّ سَاقَ خَبَرَ تَنْزِيلِ تَوْبَتِهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک سے مروی ہے اور یہ عبد اللہ، حضرت کعب کے تمام صاحبزادوں میں سے یہ شرف رکھتے تھے کہ حضرت کعبؓ کو ساتھ لے کر چلتے تھے جب حضرت کعب بن مالک نابینا ہو گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا مصنف کے استاد ابن السراح کہتے ہیں کہ حضرت کعبؓ نے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہم تین شخصوں سے گفتگو کرنے سے منع فرمادیا جب یہ مدت میرے لئے طویل ہو گئی تو میں حضرت ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پھاند کر انکے پاس پہنچا اور وہ میرے چچازاد بھائی تھے تو میں نے انکو سلام کیا اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے اپنی توبہ نازل ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٠٠) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٠) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٨) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن أبي داود - السنة (٤٦٠٠) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦)

شرح الحدیث: کعب بن مالک مشہور صحابی کے بیٹے عبد اللہ بن کعب جن کے بارے میں راوی کہتا ہے کہ یہ کعب کے بیٹوں میں جب وہ نابینا ہو گئے تھے قائد تھے یعنی ان کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر لے چلتے تھے، درمیان میں یہ جملہ معترضہ ہے، بہر حال وہ عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت کعبؓ نے غزوۂ تبوک میں اپنے تخلف کا قصہ سنایا، جس کا ایک جزء یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں سے یعنی مرارۃ بن الربیع کعب بن مالک وہلال بن امیہ سے کلام کرنے سے منع فرمادیا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر لوگوں کے ترک کلام کا سلسلہ دراز ہو گیا تو ایک دن میں اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے مکان کی دیوار پر چڑھا اور ان کو سلام کیا بخدا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، مصنف نے اس واقعہ کا صرف ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے، ترجمۃ الباب کی مناسبت کی وجہ سے یعنی اہل اھواء سے ترک سلام و کلام، مگر یہ ظاہر ہے کہ ان صحابی پر بلکہ کسی بھی صحابی پر اھل اھواء کا لقب صادق نہیں آتا، اب یا تو یہ توجیہ کی جائے کہ اثبات ترجمہ بطریق اولویت ہے، کہ جب ایک صاحب لغزش صحابی سے ترک سلام و کلام ہو سکتا ہے تو اھل اھواء (مبتدعین) جو فاسق و فاجر ہیں ان سے بطریق اولیٰ ہونا چاہئے، اسی توجیہ کی طرف اشارہ ہے بذل [1] میں کہ ان صحابی کی معصیت کا تعلق عمل سے تھا اور اھل اھواء کی خطاء کا تعلق عقائد سے ہوتا ہے جو معصیت فی العمل سے زیادہ سخت ہے اور یا کہئے کہ یہ صحابی تو یقیناً اھل اھواء میں سے نہیں تھے لیکن یہ جو کچھ کوتاہی اور لغزش وقتی طور سے ان سے صادر ہوئی تھی وہ ھوائے نفس پر مبنی تھی یہ کعب بن مالکؓ کا قصہ بخاری کی کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک کے بعد ایک مستقل باب میں پوری تفصیل کے ساتھ کئی صفحات میں مذکور ہے، اور اسی طرح

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ١٢٢ - ١٢٣

مسلم میں کتاب التوبہ میں ''باب حدیث توبۃ کعب بن مالك وصاحبیه'' ۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی مطولاً ومختصراً، قاله المنذری۔

٤۔ بَابُ تَرْكِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ

اہل بدعت کو سلام کا جواب نہ دینے کا بیان

٤٦٠١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ، فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ، فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَقَالَ: «اذْهَبْ فَاغْسِلْ هَذَا عَنْكَ».

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ میں کسی سفر سے اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے تو انہوں نے میرے ہاتھ میں زعفران مل دی میں اگلی صبح کو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے ہاتھوں کو دھو کر آؤ۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٠١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٠/٤)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الترجل میں گزر چکی یہ ترجمۃ الباب تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے پہلا باب مطلقاً مجانبۃ میں تھا یعنی ترک تعلق اور ترک سلام اس کا ایک فرد ہے۔

٤٦٠٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ سُمَيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهُ اعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِزَيْنَبَ: «أَعْطِيهَا بَعِيرًا» فَقَالَتْ: أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ؟ «فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صفیہ بنتِ حیی کا اُونٹ بیمار پڑ گیا اور حضرت زینبؓ کے پاس ایک اُونٹ (ضرورت سے) زائد تھا حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم وہ اُونٹ صفیہ کو دے دو۔ انہوں نے کہا یہ اُونٹ اس یہودی عورت کو دے دوں؟ یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ غصہ ہو گئے اور آپ نے حضرت زینبؓ سے ماہِ ذالحجہ محرم اور صفر کے مہینہ کے کچھ ایام تک گفتگو فرمانا چھوڑ دی (یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٠٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٢/٦)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ اپنے سفر حج کا قصہ نقل کرتی ہیں کہ راستہ میں حضرت صفیہؓ کی سواری کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینبؓ کے پاس ایک سواری ضرورت سے زائد تھی آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ انکو دیدو، تو انہوں نے کہا أَنَا أُعْطِي

تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ؟ کیا اپنی سواری اس یہودیہ کو دیدوں (حضرت صفیہؓ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں) تو اس کی اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہو گئے اور تقریباً ڈھائی ماہ تک ان سے کلام نہیں فرمایا ذی الحجہ محرم اور بعض حصہ صفر کا۔

٥- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ فِي الْقُرْآنِ

قرآنِ کریم میں جھگڑے کی ممانعت

٤٦٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم میں (شبہ کرکے) جھگڑنا کفر ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٠٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٦)

شرح الحدیث: مراء کے معنی شک کے بھی آتے ہیں اور جھگڑا اور جدال کے بھی اگر یہاں مراد پہلے معنی ہیں تب تو اس کا کفر ہونا ظاہر ہے اور اگر مراء سے دوسرے معنی یعنی جدال مراد ہے تو پھر اس میں دو احتمال ہیں یا اس سے مراد اس کی تاویل اور تفسیر میں جھگڑنا ہے اور یا الفاظ اور قرأت میں تاویل اور معنی میں اختلاف تو وہی ہے جو اہل سنت اور دوسرے فرق کے درمیان ہے قدریہ جبریہ وغیرہ میں، اور قرأت میں اختلاف مشہور ہے صحابہ کرامؓ کے درمیان بھی ہو چکا جیسے حضرت عمرؓ اور حکیم بن ہشام بن حکیمؓ کے درمیان مشہور ہے ان دونوں صورتوں میں کفر سے مراد افضاء الی الکفر ہوگا کہ یہ اختلاف مفضی الی الکفر ہو سکتا ہے لیکن اس جدال کو اختلاف فی الاحکام پر محمول کرنا درست نہ ہوگا اختلاف فی الفروع تو صحابہ اور علماء امت سے ثابت ہے اور حدیث میں اسکو رحمت قرار دیا گیا ہے۔

٦- بَابٌ فِي لُزُومِ السُّنَّةِ

سنتِ نبوی کی پیروی ضروری ہونے کا بیان

٤٦٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ [1] أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا

---

[1] والمثلية اما في وجوب العمل او القدر والكمية . ففي رواية الا واني والله قد امرت ، ووعظت ونهيت عن اشياء انها لمثل القرآن او اكثر الحديث ١٢ ـ

صَاحِبِهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ».

ترجمہ: مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا سن لو بے شک مجھے کتاب یعنی قرآن اور اسی کے ساتھ اسکے مثل (حدیث) بھی عطا کی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ حال آدمی) اپنی مسہری اور تخت (یعنی اپنے بستر وغیرہ اپنے آرام کرنے کی جگہ) پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کو یہ اختیار کرو اور قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اسکو تو حلال سمجھو اور قرآن میں جو حرام پاؤ اسکو حرام سمجھو خوب سن لو گھریلو گدھا تم لوگوں کیلئے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والے جانور حلال ہیں (جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ) اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال (واسباب حلال ہے) لیکن جب اس مال کا مالک اس سے مستغنی ہو اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے اور اگر یہ لوگ اس مہمان کی مہمانی نہ کریں تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

تخریج: جامع الترمذي-العلم (٢٦٦٤) سنن أبي داود-السنة (٤٦٠٤) سنن ابن ماجه-المقدمة (١٢) مسند أحمد-مسند الشاميين (١٣٢/٤)

شرح الحدیث: باب لزوم السنة، یعنی حدیث پر عمل کرنا واجب اور لازم ہے چنانچہ حدیث الباب میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح مجھ کو قرآن عطاء کیا گیا اسی طرح اس کے ساتھ اسکے مانند بھی عطاء ہوئی ہے جس سے مراد حدیث ہے قرآن کریم وحی ظاہر اور وحی متلو ہے اور حدیث وحی باطن اور وحی غیر متلو ہے واجب العمل ہونے میں دونوں برابر ہیں (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝ [1]) آگے آپ ﷺ بطور پیشگوئی کے فرمارہے ہیں عنقریب ایسا شخص پیدا ہوگا جو پیٹ بھرا اپنی مسہری اور چھپر کھٹ پر پڑا ہوا یہ کہے گا صرف اس قرآن کو لازم پکڑو صرف اسی کے حلال کو حلال اور اسی کے حرام کو حرام جانو، اسکے بعد آپ ﷺ نے الالا يحل سے بطور تمثیل کے فرمایا کہ حرمت ان چیزوں کی قرآن میں مذکور نہیں ہے بلکہ انکی حرمت میں نے بیان کی ہے جیسے حمار اھلی (گھریلو گدھا) بخلاف حمار وحشی (گورخر) کہ وہ حلال ہے۔ رجل شبعان یعنی آرام طلب فارغ البال متکبرانہ ھیئت میں اپنے تخت پر بیٹھ کر حدیث کا انکار کریگا مشکوٰۃ شریف میں اس مضمون کی متعدد روایات مختصر و مفصل باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں مذکور ہے، اور ہمارے یہاں بھی کتاب الخراج باب تعشیر اھل الذمہ میں گزر چکی۔ قاله المنذری واخرجه الترمذی وابن ماجه [2]۔

٤٦٠٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي

---

[1] اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا (سورۃ النجم ٣-٤)

[2] عون المعبود علی سنن أبي داود- ج ١٢ ص ٣٥٦

مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ».

ترجمہ: حضرت ابو رافعؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گز ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو تو وہ کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو کتاب اللہ میں جو پائیں گے، اسی پر عمل کریں گے۔

تخريج: جامع الترمذي-العلم (٢٦٦٣) سنن أبي داود-السنة (٤٦٠٥) سنن ابن ماجه-المقدمة (١٣) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٨/٦)

٤٦٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ» قَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَنَعَ أَمْرًا عَلَى غَيْرِ أَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ».

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ ابن عیسیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جس نے ہمارے طریقے کے خلاف کوئی کام کیا تو وہ مردود ہے۔

تخريج: صحيح البخاري-الصلح (٢٥٥٠) صحيح مسلم-الأقضية (١٧١٨) سنن أبي داود-السنة (٤٦٠٦) سنن ابن ماجه-المقدمة (١٤) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٧٣/٦)

شرح الحديث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ»، اور دوسری روایت میں ہے مَنْ صَنَعَ أَمْرًا عَلَى غَيْرِ أَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

یعنی جو دین میں نیا کام نکالے گا جس کی اصل پہلے سے نہیں ہے وہ مردود ہے اور اسکے بعد والی روایت میں ہے۔

٤٦٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ، وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَا: أَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ، وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ { وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ [1] } فَسَلَّمْنَا، وَقُلْنَا: أَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ، فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ [2]، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ

---

[1] اور نہ ان لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے تو ان کو تو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کر دوں (سورة التوبة ٩٢)

[2] يحتمل وجهين اما حقيقة لعلهم فهموا بالقرائن انها موعظة التوديع او على التشبيه اى كما يعظه احد عند الوداع كذا فى الكوكب وهامشه (هامش بذل)

وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کہتے ہیں کہ ہم حضرت عرباض بن ساریہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ہم نے انہیں سلام کیا اور کہا: ہم آپ سے ملنے کیلئے آئے ہیں اور یہ کہ آپ کی عیادت ہو جائے اور کوئی علمی نفع بھی حاصل کرلیں۔ تو حضرت عرباض بن ساریہؓ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف توجہ کر کے جامع اور بلیغ وعظ فرمایا، ایسا وعظ کہ اس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل دہل گئے۔ ہم میں سے کسی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ تو کسی کے الوداعی وعظ کی طرح تھا، تو آپ ﷺ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کرنا، اور اپنے حکام کی فرمانبرداری کرنا، خواہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، بے شک میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا، بہت اختلافات دیکھے گا۔ پس ان حالات میں میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنتؐ کو جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو اور میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – السنة (٤٦٠٧) سنن الدارمي – المقدمة (٩٥)

شرح الحديث: حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایسا مؤثر وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہنے لگیں اور قلوب ہل گئے ایک صحابی نے اس سے متاثر ہو کر جاں نثاری کے انداز میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ وعظ اور بیان تو ایسا ہے جیسا رخصت کرنے والے کا ہوتا ہے آپ ﷺ ہم سے کس چیز پر عہد لینا چاہتے ہیں اور خاص طور سے اسکی وصیت فرماتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اولاً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دوسرے امیر کی بات سننے اور ماننے کی اگرچہ وہ امیر حبشی اور سیاہ غلام ہی کیوں نہ ہو آگے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ تم میں سے میرے بعد زندہ رہیں گے وہ آگے چل کر بہت اختلاف پائیں گے (یعنی دین میں لہٰذا اس اختلاف کے وقت) تم میری خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا خوب قوت سے اسکو پکڑنا اور اپنے دانتوں کے نیچے دبانا یہ کنایہ ہے لزوم سنت میں کوشش کرنے سے اور بچانے اپنے آپ کو نئی باتوں سے اسلئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت سراسر گمراہی ہے بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ بدعت لغۃً دو قسم کی ہے: سیئہ اور حسنہ اور یہاں بدعت سے بدعت سیئہ ہی مراد ہے جو قبیح ہوتی ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٦٠٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَتِيقٍ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ

الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ خبردار حد سے بڑھنے والے ہلاک ہوئے، اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - العلم (٢٦٧٠) سنن أبي داود - السنة (٤٦٠٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٦/١)

شرح الحدیث: متنطعین سے مراد متعمقین ہیں یعنی جو لوگ بحث مباحثہ میں غلو کرنے والے ہیں اور لایعنی فضول باتوں میں الجھنے والے ہیں یا ایسی چیزوں میں بحث کرنے والے میں جہاں عقل کی رسائی نہیں جیسا کہ مسئلہ تقدیر وصفات آپ فرمارہے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنا شدید نقصان کیا اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ والحدیث اخرجہ مسلم، قالہ المنذری۔

٧- بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ

سنت پر عمل کو لازم پکڑنے کے بیان میں

٤٦٠٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو ہدایت کے راستہ کی طرف بلائے گا اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جس قدر اجر اس کی اتباع کرنے والوں کو ہوگا۔ اور ان اتباع کرنے والوں میں سے کسی کے ثواب میں کمی بھی نہیں ہوگی۔ اور جس نے گمراہی کے راستہ کی طرف بلایا تو اسے بھی اسی قدر گناہ ہوگا جتنا اس کی اتباع کرنے والوں کو ہوگا، اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔

تخریج: صحيح مسلم - العلم (٢٦٧٤) جامع الترمذي - العلم (٢٦٧٤) سنن أبي داود - السنة (٤٦٠٩) سنن الدارمي - المقدمة (٥١٣)

شرح الحدیث: جو لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دے تو اس کی دعوت پر جتنے لوگ اس کا اتباع کر کے اعمال صالحہ کریں گے ان سب کا ثواب اس داعی کو بھی ملے گا اور اس ملنے کی وجہ سے خود عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ آئے گی اور دوسرا جزء اس حدیث کا اس کا مقابل ہے کہ جو شخص لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دے گا تو جتنے لوگ اسکی دعوت کے اتباع میں اعمال سیئہ کریں گے تو ان سب کا گناہ اس داعی کو بھی ملے گا اور اصل عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ آئے گی اس جزء ثانی پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ باری تعالیٰ کا قول ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [1] کے خلاف ہے اسلئے کہ ان دونوں

[1] اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا (سورۃ الانعام ١٦٤)

میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ یہاں پر اصل عمل کرنے والے اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھارہے ہیں اور داعی کو جو گناہ ہوا ہے وہ اسکے سبب ضلالت بننے کی وجہ سے ہے اور سبب ضلالت ہونا خود گناہ ہے (بذل [1]) والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٦١٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا، مَنْ سَأَلَ عَنْ أَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ، مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام کر دی گئی، جو پہلے حرام نہ تھی۔

تخریج: صحیح البخاري - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٨٥٩) صحیح مسلم - الفضائل (٢٣٥٨) سنن أبي داود - السنة (٤٦١٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرین بالجنة (١٧٦/١)

شرح الحدیث: اس حدیث کے مضمون کا تعلق عہد نبوی سے ہے جو نزول وحی اور تحلیل و تحریم کا زمانہ تھا۔

الاصل فی الاشیاء الاباحة: اور اس حدیث سے یہ بھی سمجھ میں آرہا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک دلیل تحریم نہ پائی جائے لہٰذا فرمارہے ہیں کہ اگر کسی شخص کے فضول اور بلا ضرورت سوال کرنے پر کسی شئی کی تحریم کا حکم نازل ہو جائے تو یہ اس نے بہت بڑے جرم کا کام کیا کہ اسکے سوال کی وجہ سے لوگ تنگی میں مبتلا ہوئے اور وہ ایک حلال چیز کے حرام ہونے کا ذریعہ بنا جس طرح دوسرے لوگوں کو نفع اور سہولت پہنچانے کا ثواب عظیم ترین ہے اسی طرح تنگی میں مبتلا کرنے کا گناہ عظیم ہوگا خیر الناس من ینفع الناس [2]۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

٤٦١١ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ - أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ: «اللهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ»، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: "إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ، وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ١٤٩

[2] جامع الأحاديث للسيوطي - ج ٣٤ ص ٤٣٠

الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ". قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: «بَلَى، اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ، وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَلَا يُنْئِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، مَكَانَ يُثْنِيَنَّكَ، وَقَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي هَذَا: الْمُشَبِّهَاتِ، مَكَانَ الْمُشْتَهِرَاتِ، وَقَالَ: لَا يُثْنِيَنَّكَ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ، وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ بَلَى مَا تَشَابَهَ عَلَيْكَ مِنْ قَوْلِ الْحَكِيمِ حَتَّى تَقُولَ مَا أَرَادَ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ.

ترجمہ: یزید بن عمیرہ جو کہ معاذ بن جبلؓ کے شاگردوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب بھی معاذ بن جبل ﷺ وعظ کرنے کیلئے بیٹھا کرتے تھے تو یہ فرماتے اللہ تعالیٰ بڑا عادل و حاکم ہے (دین میں) شبہ کرنے والے لوگ ہلاک ہو گئے۔ معاذ بن جبلؓ نے ایک دن بیان کیا: تمہارے بعد بڑے بڑے فتنہ و فساد ہونگے اور مال کافی ہو جائیگا اور قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا نظم خوب عام ہو جائیگا اور منافق مرد و عورت، اور بچے، بوڑھے آزاد غلام سب پڑھینگے۔ پھر قریب ہے کہ ایک کہنے والا شخص کہے گا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ میری اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں قرآن کریم کو پڑھتا ہوں۔ اب وہ میری اتباع نہیں کرینگے جب تک کہ میں ان کیلئے قرآن کریم کے علاوہ کوئی نئی بات نہ نکالوں۔ پھر اگر وہ نئی بدعات پیدا کرے تو تم لوگ اس سے احتراز کرو۔ جو نئی بات پیدا ہو گی وہ ضلالت و گمراہی ہے اور میں تم کو عالم کی گمراہی سے ڈراتا ہوں اس لئے کہ شیطان گمراہی کی بات عالم کی زبان سے کہتا ہے اور کبھی منافق آدمی حق بات کہہ دیتا ہے یزید نے بیان کیا کہ میں نے معاذؓ سے معلوم کیا کہ مجھے اس بات کا علم کس طرح ہو گا کہ دانا شخص گمراہی کی بات بتلا رہا ہے اور منافق کبھی حق بات کہہ دیتا ہے؟ تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا: ہاں تم عالم شخص کی ان باتوں سے احتراز کرو جو شہرت پا جائیں اور لوگ اسکے متعلق باتیں بنانے لگیں لیکن ایسی باتوں کی وجہ سے تم عالم سے منحرف نہ ہو جانا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور تم جب بھی حق بات سنو قبول کر لو کیونکہ حق ایک روشنی ہوتی ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ معمر نے زہری کے واسطہ سے لَا يُثْنِيَنَّكَ کی جگہ لا يُنْئِيَنَّكَ بیان کیا ہے اور صالح بن کیسان نے زہری سے لفظ مُشْتَهِرَاتِ کی جگہ مُشْتَبِهَاتِ بیان کیا ہے اور اس جگہ لَا يُثْنِيَنَّكَ ہی بیان کیا ہے جس طریقہ سے عقیل نے بیان کیا ہے اور ابن اسحٰق نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ معاذؓ نے فرمایا: ہاں دانا آدمی کی بات تجھے اشتباہ میں ڈال دے اور تو یوں کہہ اُٹھے کہ آخر اس بات سے کیا مراد ہے۔

شرح الحدیث: **حضرت معاذ بن جبلؓ کے نصائح کی تشریح:** یزید بن عمیرہ جو حضرت معاذؓ کے شاگردوں میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد اور مربی معاذ بن جبل جب بھی وعظ و نصیحت کی مجلس قائم کرتے تو یہ بات تصحیح عقائد کیلئے ضرور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے اور حاکم ہونے کے ساتھ عادل ہے اور جس کو اس میں شک ہو وہ ہلاک اور برباد ہو گا، وہی یزید بن عمیرہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت معاذؓ نے اپنی مجلس میں یہ باتیں فرمائیں جو آگے آ رہی ہیں کہ تم لوگوں کے

پیچھے آنے والے دنوں میں فتنے اٹھیں گے جس میں مال و دولت کی بہت کثرت اور فراوانی ہو گی اور ان دنوں میں قرآن مفتوح ہو گا یعنی اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ خوب عام ہو گا یہاں تک کہ مومن اور منافق، مرد اور عورت بچے اور بوڑھے، غلام اور آزاد سب اس کو سیکھیں گے (اب ان سیکھنے والوں میں بعض جاہل اور گمراہ ایسے بھی ہوں گے جو پیشوائے قوم اور مخدوم بننا چاہیں گے) تو اس قسم کے لوگ کہیں گے کہ عوام کو کیا ہو گا میرا اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں قاری قرآن ہوں پھر وہ اپنے دل میں سوچے گا مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ کہ یہ لوگ میرا اتباع کرنے والے نہیں ہیں یعنی قرآن میں کیونکہ قرآن تو وہ لوگ بھی خوب جانتے ہیں اور پڑھے ہوئے ہیں جب تک کہ میں ان کیلئے کوئی نیک چیز نہ ایجاد کروں کیونکہ نئی چیز کی طرف لوگ مائل ہوتے ہیں، یعنی وہ اپنے دل میں یہ سوچے گا کہ قرآن دانی میں تو میں اور یہ برابر ہے اس میں تو مساوات کا درجہ ہو گیا اور اس کو مطلوب ہے اپنی سرداری لہٰذا میں کوئی نیا راستہ نکالوں ان لوگوں کو اپنا تابع اور گرویدہ بنانے کیلئے، تاکہ سرداری حاصل ہو، تو وہ اپنے اس نظریہ کے تحت اپنی دکان چلانے کیلئے دین میں کوئی بدعت اور نیا طریقہ جاری کرے گا اس کے بارے میں حضرت معاذؓ آگے فرما رہے ہیں: فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ، کہ میں تم کو اس شخص کی بدعت سے ڈراتا ہوں، یعنی اس کے تابع نہ ہونا اس لئے کہ جو بدعت وہ نکالے گا وہ سراسر ضلالت اور گمراہی ہو گی، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ، فرما رہے ہیں کہ میں تم کو عالم کی لغزش سے ڈراتا ہوں اس لئے کہ شیطان کبھی گمراہی کا کلمہ اور اس کی بات حکیم کی زبان سے نکلوا دیتا ہے، اور اس کے بالمقابل کبھی منافق اپنی زبان سے كَلِمَةَ الْحَقِّ کہہ دیتا ہے، قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ اس پر شاگرد نے حضرت معاذؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے ابھی جو یہ بات ارشاد فرمائی کہ عالم کبھی گمراہی کا بول بول دیتا ہے اور منافق کبھی کلمۃ الحق کہہ گزرتا ہے تو اس کو ہم کیسے پہچانیں، یعنی یہ کہ یہ بات عالم کی گمراہی کی بات ہے اور منافق کی یہ بات حق بات ہے تو اس پر انہوں نے فرمایا: بَلَى، اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ[1] الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، تو انہوں نے فرمایا ہاں تمہارا سوال درست ہے میں اس کی علامت بتلاتا ہوں کہ عالم کا کون سا کلام گمراہی کا ہے وہ یہ کہ اگر عالم کی زبان سے ایسی بات نکلے جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو جائے اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ بھائی یہ کیا بات کہی اس عالم نے، لوگوں میں اس کے بارے میں چرچا اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں اس کی مثال میں یہ دیا کرتا ہوں سبق میں کہ جیسے کچھ دن پہلے یہاں کی حکومت کی طرف سے نس بندی پر زور دیا گیا تھا جو شرعاً ناجائز ہے علماء کے مابین بھی یہ مسئلہ اٹھا بعض اس کے منکر اور خلاف تھے لیکن بعض علماء حقہ کے کلام میں لچک آگئی اس کے بارے میں کافی شور اس وقت سننے میں آیا کہ فلاں علامہ نے یہ کیا کہہ دیا، آگے فرماتے ہیں وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، اور ایک راوی نے کہا وَلَا يُنْئِيَنَّكَ، پہلا ثنی یثنی ثنیا سے

---

[1] آگے آرہا ہے کہ بعض راویوں نے اس کو "المشتبهات" کہا یعنی مخدوش اور مشتبہ باتیں۔

ہے جس کے معنی مائل کرنا اور موڑنا اور دوسرا باب افعال سے انأى ينئى انئا، یعنی دور کرنا سے ہے جس کا مجرد قرآن میں بھی ہے: وَنَأَى بِجَانِبِهِ❶ یہ فرمار ہے ہیں کہ اگر کسی عالم دین اور عالم برحق سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے اور کوئی غلط بات اس کی زبان سے نکل جائے تو اس لغزش میں تو اس کا اتباع نہ کیا جائے لیکن بالکلیہ اس سے اعراض بھی نہ کیا جائے، اور رخ نہ موڑا جائے، یعنی اور دوسرے امور حقہ میں اسکی بات مانی جائے فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ اس لئے کہ ہو سکتا ہے یا امید ہے کہ وہ عالم اپنی لغزش سے رجوع کرلے وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا، غالباً یہ اس کا جواب ہے کہ منافق کے کلمہ حق کو ہم کیسے پہچانیں، جواب کا حاصل یہ ہے کہ جو بات حق ہوتی ہے اس میں نورانیت ہوتی ہے جس کا پتہ خود چل جاتا ہے غالباً حضرت شیخ نے اپنی تصنیف "الاعتدال فی مراتب الرجال" میں بھی حضرت معاذ کی اس تقریر کے بعض جملے نقل فرمائے ہیں۔

٤٦١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ، ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ دُلَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، يُحَدِّثُنَا عَنِ النَّضْرِ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ قَبِيصَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ أَبِي الصَّلْتِ، وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ وَمَعْنَاهُمْ، قَالَ: كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ، فَكَتَبَ: " أَمَّا بَعْدُ، أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالِاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ، وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ، وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ، فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ - بِإِذْنِ اللَّهِ - عِصْمَةٌ، ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً إِلَّا قَدْ مَضَى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا، فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِي خِلَافِهَا - وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيرٍ مَنْ قَدْ عَلِمَ مِنَ - الْخَطَإِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ، فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّهُمْ عَلَى عِلْمٍ وَقَفُوا، وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوا، وَهُمْ عَلَى كَشْفِ الْأُمُورِ كَانُوا أَقْوَى، وَبِفَضْلِ مَا كَانُوا فِيهِ أَوْلَى، فَإِنْ كَانَ الْهُدَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا أَحْدَثَهُ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ هُمُ السَّابِقُونَ، فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ بِمَا يَكْفِي، وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي، فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ، وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ، وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُونَهُمْ فَجَفَوْا، وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا، وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ، كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ، فَعَلَى الْخَبِيرِ - بِإِذْنِ اللَّهِ - وَقَعْتَ، مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ، وَلَا ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ، لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ، يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ، ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدُ إِلَّا شِدَّةً، وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ، وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ، يَقِينًا

---

❶ اور بچائے اپنا پہلو (سورۃ الإسراء ۸۳، سورۃ فصلت ۵۱)

وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ، وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ، أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ، وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ، وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ، وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ: مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ، وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ، وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ، وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ: كُلُّهُ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ، وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ، وَمَا يُقْدَرْ يَكُنْ، وَمَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا، ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا".

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے تقدیر کے بارے میں خط کے ذریعے دریافت کیا انہوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: حمد وثنا کے بعد کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اسکے حکم اور اسکے نبی کے طریقے پر راہِ اعتدال پر چلنے کی وصیت کرتا ہوں اور اہل بدعت نے جو باتیں ایجاد کی ہیں انکو چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت ایجاد کیں جب نبی ﷺ کی سنتیں جاری ہو چکی تھیں اور وہ لوگ اسکی مشقت سے سبکدوش ہو گئے تھے تو تم پر سنتِ نبوی پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ سنت پر عمل کرنے سے تم گمراہی سے بچ جاؤ گے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ پھر یہ بات بھی سمجھ لو کہ لوگوں نے کوئی ایسی بدعت پیدا نہیں کی کہ جس کے باطل ہونے پر دلائل سامنے آچکے ہوں یا اسکے دیکھنے سے عبرت حاصل نہ ہوئی ہو اسلئے کہ سنت کو اس شخص نے جاری کیا تھا جسکو معلوم تھا کہ اسکے خلاف کرنے میں کون کونسے مفاسد ہیں۔ غلطیاں اور گمراہی پر چلنا حماقت اور اندھیرے راستے میں گرنا ہے۔ پس تم وہ طریقہ اختیار کرو جو طریقہ صحابہ نے اختیار کیا تھا اس لئے کہ وہ علم دین سے اچھی طرح واقف تھے اور بہت باریک بینی اور غور وفکر سے کام لے کر ان بدعات سے رکے تھے اور وہ حضرات ہم سے زیادہ دین کی تشریح سمجھنے پر قدرت رکھتے تھے اور ان میں جو فضائل تھے انکی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ افضل تھے۔ اگر تم لوگ جس طریقہ پر (قائم) ہو۔ پس اگر تم نے جو بدعات ایجاد کی ہیں وہ ہدایت کا رستہ ہے تب تو تم صحابہ کرام سے سنے اس رستے پر چل پڑے ہو (اور یہ بات بالکل بعید ہے) اور اگر تم یہ کہو کہ صحابہ کے بعد ایسے خیالات اور زمانہ کی تبدیلی آئی جسکی وجہ سے اس صحابہ کے رستے کے علاوہ رستہ ہم نے اختیار کیا اور صحابہ کرامؓ سے الگ اپنا راستہ بنالیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ہم سے ہر نیک کام میں سبقت لے جانے والے ہیں اور انہوں نے اس قدر کے مسئلے میں کافی شافی کلام فرمایا اور جو دل اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں اس سلف صالحین کے کلام کے تو اس سے پیچھے ہٹنے کی کوئی راہ نہیں اور ان سے آگے بھی کوئی مقام نہیں۔ بعض لوگوں نے اس حد سے کمی کی وہ حدِ اعتدال پر نہ رہے اور کچھ لوگ سلف کی اس حد سے آگے بڑھ گئے اور انہوں نے غلو کیا اور وہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے درمیان میں سیدھے راستے پر تھے۔ تم نے تقدیر کے اقرار کے بارے میں سوال لکھا ہے تو اللہ کے حکم سے تم نے یہ سوال اس شخص سے کیا جو کہ اچھے طریقہ سے جانتا ہے۔ تو یہ بات سمجھتا ہوں کہ لوگوں نے جس قدر بدعات پیدا کی ہیں اور جس قدر نئی نئی چیزیں پیدا کی ہیں وہ تقدیر کا اقرار کرنے سے نہ تو اثر کے اعتبار زیادہ واضح ہیں اور نہ یہ حکم کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہیں۔ یہاں تک کہ دورِ جاہلیت میں جہلاء بھی

اپنے اپنے کلام میں تقدیر کا تذکرہ کرتے تھے اور اپنے اشعار میں تقدیر سے ضائع ہونے والی چیز پر تسلی حاصل کرتے تھے۔ پھر اسلام نے اس خیال کو اور زیادہ قوت بخشی۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ایک دو حدیث نہیں بلکہ متعدد احادیث میں تقدیر کا تذکرہ فرمایا اور مسلمانوں نے آپ سے سنا اور اسکو آپکی زندگی اور آپ کے وصال کے بعد بھی کرتے رہے۔ اس پر یقین کر کے اور اس کو تسلیم کر کے ذہنی رائے کو کمزور جان کر کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ آئی ہو یا اسکی کتاب میں تحریر نہ کی گئی ہو یا اسکے متعلق تقدیرِ الٰہی جاری نہ کی گئی ہو ان تمام باتوں کے باوجود تقدیر کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی محکم کتاب میں موجود ہے اس سے صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ نے مسئلۂ تقدیر سیکھا اور اسی سے (تقدیر کا علم) حاصل کیا۔ تم اگر یہ بات کہو کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ آیتِ کریمہ کس وجہ سے نازل فرمائی؟ اور اسطرح کیوں کیا؟ تو تمہاری اس بات کا یہ جواب ہے کہ سلف صالحینؒ نے بھی ان آیاتِ کریمہ کو تلاوت کیا تھا۔ اور ان لوگوں کو اسکی تفسیر کا اچھی طرح سے علم تھا جس کا تم کو علم نہیں۔ اسکے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب (لوحِ محفوظ) اور تقدیر کو مانتے تھے بدبختی اور مقدر میں جو ہے وہ ہو کر رہیگا اور اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہوگی وہ ہوگا اور جو اللہ کی مرضی نہ ہو وہ نہیں ہوگا۔ ہم لوگ اپنے آپکو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار و قدرت نہیں رکھتے پھر وہ لوگ اسی اعتقاد پر اچھے کام کے حصول کے لئے محنت اور مشقت کرتے اور گناہوں سے بچتے۔

شرح الحدیث: حضرت عمربن عبدالعزیزؒکےایک مشکل ودقیق مکتوب کی تشریح: یہ مصنف نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ایک مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو عقیدہ تقدیر سے متعلق ہے، ان کے زمانہ میں فرقہ قدریہ کا زور ہو گا جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں تو گویا اس وقت کی فضا اور ماحول کی وجہ سے انہوں نے کسی شخص کے جواب میں اپنا یہ خط لکھا:

أَمَّا بَعْدُ، أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ، وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ، وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ، بعد حمد و صلوٰۃ کے میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں تقویٰ اختیار کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اعتدال اور میانہ روی کی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی سنت کی اتباع کی، اور مبتدعین نے جو بدعات جاری کی ہیں ان کے ترک کرنے کی (یہ بدعتیں ان لوگوں نے کب جاری کی ہیں) بعد اس کے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی سنتیں جاری و ساری ہو چکیں ہیں اور من جانب اللہ تعالیٰ لوگ اس احداث فی الدین کی مشقت کی کفایت کئے جا چکے ہیں، یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی سنتیں سامنے آجانے کے بعد جو ہر لائن اور شعبے میں پائی جاتی ہیں، اس احداثِ بدعات کی مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی تھی، جب سنیت کا ایک صاف اور واضح طریقہ سامنے آگیا تھا، اس احداث سے زیادہ تر اشارہ انکار تقدیر کی طرف ہے جو ایک بہت بڑا فتنہ ہے اس فتنہ کو مٹانے کی فکر ان کو دامن گیر تھی جیسا کہ اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے، فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ -بِإِذْنِ اللهِ- عِصْمَةٌ، یعنی جب یہ بات ہے جو ہم نے اوپر لکھی تو تم کو چاہئے کہ سنت کا طریقہ ہی اختیار کرو، یعنی تقدیر وغیرہ کے بارے میں جو کچھ حدیثوں سے ثابت ہے، اس لئے کہ یہ سنت کا اختیار کرنا تمہارے لئے باذن اللہ تعالیٰ عصمت اور سلامتی

کا ذریعہ ہو گا، ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً إِلَّا قَدْ مَضَى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا فرمارہے ہیں، جاننا چاہئے کہ یہ گمراہ لوگ اپنی طرف سے جو بھی بدعت نکالتے ہیں تو اس بدعت کا حال یہ ہے کہ اس بدعت کے خلاف یعنی اس کے بطلان پر گزشتہ زمانہ میں اس سے پہلے حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں دلیل قائم ہو چکی ہے أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا اس کا یا تو مطلب یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں بطلان بدعات پر عبرت پائی جاتی ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ خود بدعات میں عبرت پائی جاتی ہے اس بات کی کہ ان سے اجتناب رکھا جائے، فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِي خِلَافِهَا - وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيرٍ مَنْ قَدْ عَلِمَ مِنَ - الْخَطَإِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ اس لئے کہ سنت جاری کرنے والا ایسا عظیم اور باخبر شخص ہے جو جانتا ہے کہ اس خلاف سنت طریقہ میں کیا خطا اور لغزش ہے اور کیا حماقت اور بے تکا پن ہے اس شخص سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے، خلاف سنت طریقوں میں جو خرابیاں تھیں ان کو خوب آپ جانتے تھے۔ فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنْفُسِهِمْ، اپنے لئے تو اسی چیز کو پسند کر جس کو سلف صالحین نے اپنے لئے پسند کیا یعنی وہی اقرار بالقدر، قضاء و قدر کو تسلیم کرنا اور برحق سمجھنا۔ فَإِنَّهُمْ عَلَى عِلْمٍ وَقَفُوا، وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوا، اس لئے کہ وہ سلف صالحین علوم سے واقف تھے کیونکہ انہوں نے مشکوٰۃ نبوت سے علم حاصل کیا تھا اور ان حضرات نے اپنی بصیرت کاملہ سے اس چیز سے روکا ہے، یعنی قدریہ کے عقیدہ سے، لَهُمْ عَلَى كَشْفِ الْأُمُورِ كَانُوا أَقْوَى یہ لَهُمْ ضمیر مجرور نہیں ہے بلکہ یہ لام مفتوح ہے برائے تاکید، یعنی البتہ یہ حضرات سلف صالحین امور دین کی تحقیق اور تشریح میں بڑے مضبوط تھے، وَبِفَضْلِ مَا كَانُوا فِيهِ أَوْلَى اور یہ حضرات جن علوم و بصیرت کو اپنے اندر رکھتے تھے اس کی وجہ سے واقعی اس کشف اور تحقیق کے زیادہ اہل تھے، فَإِنْ كَانَ الْهُدَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ فرمارہے ہیں کہ اگر ہدایت کی بات وہ ہے جس پر تم ہو یعنی بجائے اثبات تقدیر کے انکار تقدیر تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس بارے میں تم سلف صالحین پر سبقت لے گئے، اور گویا وہ تم سے پیچھے رہ گئے، حاشا و کلا پچھلے لوگ اگلوں پر کیسے سبقت لے جاسکتے ہیں وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ [1]۔

وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا أَحْدَثَهُ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ: اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان مبتدعین کی جانب سے یہ عذر پیش کرے کہ انہوں نے جو بدعت جاری کی ہے وہ اس وجہ سے کی ہے کہ ان کی لائن ہی دوسری ہے سلف صالحین والی ان کی لائن ہی نہیں ہے تو اس مہمل [2] اعتذار کا آگے جواب دے رہے ہیں فَإِنَّهُمْ هُمُ

---

[1] اور اگاڑی والے تو اگاڑی والے وہ لوگ ہیں مقرب (سورۃ الواقعۃ ۱۱-۱۲)

[2] ہمارے ایک عزیز ہیں پڑوسی بھی ہیں ہم سے عقیدت بھی رکھتے ہیں، تعلیم انکی اسکول کی اور انگریزی ہے گھر کا ماحول اور لباس، میز کرسی پر کھانا وغیرہ، ایک روز بندہ نے انکی ان چیزوں پر اعتراض کیا کہ ہم تو ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے، کہنے لگے آپکو تو واقعی یہ چیزیں ناپسند ہی ہونی چاہئیں لیکن ہماری تو لائن ہی دوسری ہے۔

السَّابِقُونَ، فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ بِمَا يَكْفِي، وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي یعنی لائن بدلنا درست کہاں ہے اسلئے کہ خیر کی جانب سبقت لے جانے والے تو وہی حضرات ہیں سلف صالحین، سو ظاہر ہے کہ ان ہی کی لائن درست ہوگی بعد والوں کی لائن کیسے درست ہوسکتی ہے، یہ اعتذار اسی قسم کا تھا لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ [1]، آگے فرماتے ہیں کہ یہ سلف صالحین اس مسئلہ تقدیر کے بارے میں اتنا کچھ کہہ چکے اور بیان کر چکے ہیں جو کافی وشافی ہے، فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ، وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ، یعنی تقدیر کے بارے میں جتنی وضاحت سلف صالحین کر چکے ہیں اب نہ تو اس سے پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہے اور نہ آگے بڑھنے کی، یعنی تقدیر کا مسئلہ بہت نازک ہے سلف صالحین نے اس کے بارے میں جتنی بحث و تمحیص کی ہے نہ اس سے پیچھے ہٹنا چاہیے نہ آگے بڑھنا چاہئے، یعنی تقدیر کے مسئلہ میں اگر اور مزید بحث کی جائے گی تو اس میں گمراہی کا اندیشہ ہے، مَقْصَرٍ اور مَحْسَرٍ دونوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یا تو مصدر میمی ہے یا ظرف مکان، مقصر کے معنی روکنا یا روکنے کی جگہ اور حسر کے معنی ہیں کشف، تو محسر کے معنی ہوئے کشف کے یا کشف کی جگہ، وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُونَهُمْ فَجَفَوْا، وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا یعنی بعضوں نے جس حد پر جاکر سلف صالحین رکے تھے انہوں نے اپنے آپ کو اس سے ورے روکا اور تقصیر کی تو وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکے، یعنی نیچے گر گئے، اور بعض لوگ سلف صالحین کی حد سے آگے بڑھے تو وہ حد سے تجاوز کر گئے، یعنی کشف میں، پہلے جملہ میں تفریط کا ذکر ہے، دوسرے جملہ میں افراط کا، وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ اور بلاریب وشک یہ حضرات سلف صالحین اس افراط و تفریط کے درمیان اور صراط مستقیم پر تھے، كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ تونے مسئلہ تقدیر کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کوئی واقعی شئی ہے یا نہیں، فَعَلَى الْخَبِيرِ - بِإِذْنِ اللهِ - وَقَعْتَ پس تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے باخبر شخص کے پاس آیا یعنی ایک واقف شخص سے تونے سوال کیا، جس سے کرنا چاہئے، مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ، وَلَا ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ، میں نہیں جانتا ہوں کہ جو لوگ یہ نئی نئی باتیں نکال رہے ہیں اور بدعات ایجاد کر رہے ہیں وہ زیادہ ثابت اور قوی ہیں اقرار بالقدر سے، یعنی اقرار بالقدر سے زیادہ کوئی صحیح اور ثابت بات نہیں۔ اس کلام میں اقرار بالقدر کو بھی بدعات میں سے شمار کر لیا گیا ہے نصب ادلّۃ کے اعتبار سے، کیونکہ متکلمین نے اس پر جو دلائل قائم کئے ہیں، وہ بعد کے ہیں (بذل [2]) آگے اسی اقرار بالقدر کا ثبوت پیش کر رہے ہیں لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ. يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ، یعنی تقدیر کا ذکر اور اس کا ثبوت زمانہ جاہلیت میں تھا اس وقت سے چلا آرہا ہے وہ لوگ اس کا ذکر کرتے تھے اپنے کلام منثور میں بھی اور منظوم میں بھی اور اسی تقدیر کے ذریعہ سے اپنی فوت شدہ چیز پر اپنی تعزیت کرتے تھے اور اپنے آپ کو صبر دلاتے تھے یعنی کسی چیز کے فوت ہونے پر اپنے آپ کو اس طرح تسلی دیتے تھے کہ

---

[1] تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ (سورۃ الکافرون ٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٣٥

چلئے اسی طرح تقدیر میں تھا ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدُ إِلَّا شِدَّةً اور پھر اسلام نے آکر اس مسئلہ تقدیر کو پہلے سے بھی زائد مضبوط کیا ہے، وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر کا ذکر صرف ایک دو ہی حدیثوں میں نہیں کیا بلکہ بے شمار حدیثوں میں اسکو ذکر فرمایا ہے، وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ اور عام مسلمان بھی آپ سے اس کا ذکر سن کر اپنے کلاموں میں اسکو لاتے رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس کے بعد اگلے جملوں میں حقیقت تقدیر کی طرف اشارہ ہے يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ، وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ، أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ، وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ، وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ تقدیر کو اللہ تعالیٰ کی صفت یقین کے ساتھ تسلیم کرتے ہوئے اور اپنی اس رائے کی تضعیف و تردید کرتے ہوئے کہ کوئی شئی ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ شانہ کے احاطہ علمی سے باہر یا لوح محفوظ نے اسکا احصار نہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا ہو وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ: مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ، وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ، اور تحقیق یہ تقدیر اس سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں ہے یعنی شعراء جاہلیت کے کلاموں میں اور احادیث میں ہونے کے علاوہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے اور اسی طرح قرآن کریم سے علماء نے اس کو سیکھا ہے اور اخذ کیا ہے، وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا، اب یہاں سے منکرین تقدیر کے بعض شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہیں کیونکہ بعض آیات کے مضمون سے اور بعض تعبیرات سے وسوسہ گزرتا ہے اور شبہ ہوتا ہے نفی تقدیر کا (مگر اس قسم کی آیات کو انہوں نے یہاں اپنے اس کلام میں ذکر نہیں کیا صرف ان کا جواب دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں) لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ، وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ: كُلُّهُ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ، وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ، وَمَا يُقْدَرْ يَكُنْ، وَمَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، کہ دیکھو سلف صالحین نے بھی تو ان آیات کو پڑھا تھا اور انہوں نے بھی تو ان کی تفسیر کو جانا تھا جس کو تم نہیں جان سکے، یہ حضرات تو ان آیات کو جاننے کے باوجود قضاء و قدر کے قائل ہوئے ہیں، اور آدمیوں کی شقاوت، یعنی اور سعادت۔ دونوں طے شدہ ہیں تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں اور جو چیز تقدیر کے تحت میں ہوتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے، الحاصل جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا، گویا تمام کائنات عالم کا وجود تقدیر کے مطابق ہے، ہم لوگ نہ اپنے نقصان کے مالک ہیں نہ نفع کے، یعنی ہمارا نفع اور نقصان ہمارے اختیار میں نہیں ہے، ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا، یعنی قائلین قدر نے عقیدہ تقدیر سے یہ اثر نہیں لیا کہ تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں، خوف و رغبت سے ہاتھ دھو بیٹھیں بلکہ خائف بھی رہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور راغب بھی اس کے ثواب میں، فقط الحمد للہ مکتوب پورا ہوا مع الشرح۔

٤٦١٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ لِابْنِ عُمَرَ صَدِيقٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ يُكَاتِبُهُ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَكَلَّمْتَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدَرِ، فَإِيَّاكَ أَنْ تَكْتُبَ إِلَيَّ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي

أَقْوَامٌ يُكَذِّبُونَ بِالْقَدَرِ».

ترجمۃ: حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ کا ایک دوست ملک شام میں تھا جو کہ ان سے خط و کتابت کرتا رہتا۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے اس کو ایک مرتبہ تحریر کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے مسئلہ تقدیر کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات والی باتیں ایجاد کی ہیں لہٰذا تو اب تم مجھ سے خط و کتابت نہ کرنا اس لئے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ تقدیر کی تکذیب کریں گے (یعنی اسکو جھوٹا بتلائیں گے)۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦١٣) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٦١)

شرح الحدیث: نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست اہل شام میں سے جو ان سے خط و کتابت رکھتا تھا اور ایک روز انہوں نے اسکی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو تقدیر کے بارے میں کچھ ایسی ویسی بات اور شک و شبہ کرتا ہے لہٰذا سن لے کہ آئندہ مجھے لکھنے سے پرہیز کرنا یعنی میں تجھ سے ترک تعلق کرتا ہوں میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا آپ فرما رہے تھے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔

٤٦١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، أَخْبِرْنِي عَنْ آدَمَ، أَلِلسَّمَاءِ خُلِقَ أَمْ لِلأَرْضِ؟ قَالَ: «لَا، بَلْ لِلأَرْضِ». قُلْتُ: أَرَأَيْتَ لَوِ اعْتَصَمَ فَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الشَّجَرَةِ؟ قَالَ: «لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ». قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى { مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝ }[1] قَالَ: «إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا يَفْتِنُونَ بِضَلَالَتِهِمْ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَحِيمَ».

ترجمۃ: حماد، خالد الحذاء سے روایت کرتے ہیں کہ حسن بصریؒ سے میں نے دریافت کیا کہ اے ابو سعید! مجھے بتلائیں کہ آدم علیہ السلام آسمان کیلئے پیدا فرمائے گئے تھے یا زمین کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا: زمین کے لئے۔ میں نے دریافت کیا اگر وہ بچ جاتے اور درخت میں سے نہ کھاتے؟ انہوں نے دریافت کیا: وہ ضرور (اس درخت میں سے) کھاتے (اسلئے کہ مقدر میں یہی لکھا ہوا تھا) میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا (اے مشرکوں اور مشرکوں کے معبودان باطل سن لو! کہ) تم کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر اسکو جو کہ دوزخ میں جانے والا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا بلاشبہ شیاطین اپنی گمراہی میں کسی کو نہیں پھنسا سکتے سوائے اسکو کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم واجب کر دی۔

شرح الحدیث: **حضرت حسن بصریؒ سے مختلف سوالات اورانکے جوابات**: حضرت حسنؒ جو کبار تابعین میں سے ہیں اور سلوک و تصوف کے بڑے امام اور مرجع ہیں ان کے بارے میں بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ کہیں یہ قدری تو نہیں چونکہ بہت بڑے خطیب تھے تو ممکن ہے ان کی زبان سے بعض خطبات میں بعض ایسے لفظ نکل گئے ہوں جس سے

---

[1] کسی کو اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے، مگر اسی کو جو پہنچنے والا ہے دوزخ میں (سورۃ الصافات ١٦٢ - ١٦٣)

سامعین کو شبہ پیدا ہو گیا تو اسی بنیاد پر بعض لوگوں نے اس معاملہ کی وضاحت چاہنے کیلئے ان سے مختلف مجالس میں اس قسم کے سوال کئے تا کہ ان کے جواب سے واضح ہو جائے کہ کیا وہ واقعی انکار تقدیر کی طرف مائل ہیں یا لوگوں کا یہ خیال غلط ہے چنانچہ اس روایت میں یہ ہے کہ خالد حذاء نے ایک مرتبہ ان سے سوال کیا کہ یہ بتائے آدم علیہ السلام کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر رکھنے کیلئے پیدا کیا تھا یا زمین میں بھیجنے کیلئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں آسمان کیلئے نہیں بلکہ زمین ہی کیلئے یعنی ان کا آسمان سے زمین پر اترنا اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے طے تھا اسی کی بنا پر ایسا ہوا اور یہی تقدیر ہے پھر سائل نے سوال کیا کہ اچھا یہ تو بتائے کہ اگر وہ گیہوں کا درخت نہ کھاتے تب کیا ہوتا؟ انہوں نے جواب دیا کیسے نہ کھاتے کھانا طے ہو چکا تھا۔

سوال ثانی: اسکے بعد سوال کیا أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَتِنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝ ﴾، سائل نے اس آیت کریمہ کی تفسیر ان سے دریافت کی جو اس طرح ہے فإنكم وما تعبدون ما أنتم عليه بفاتنين إلا من هو صال الجحيم [1] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مشرکو تم اور تمہارے وہ سب معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو کسی شخص کو گمراہی میں مبتلا نہیں کر سکتے مگر اسی کو جو جہنم میں جانے والا ہے اس آیت سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ مشرکین اور ان کے یہ باطل معبود بعضوں کو گمراہ کر سکتے ہیں وہ بعض جو جہنم میں جانے والے ہیں چنانچہ انہوں نے یعنی خواجہ حسن بصری نے ان لوگوں کے سامنے اس آیت کریمہ کی تفسیر ایسی بیان کی جو بالکل صاف ہے جسکے بعد کوئی شک شبہ پیدا نہیں ہوتا انہوں نے فرمایا کہ صال الجحیم سے مراد یعنی جہنم میں جانے والوں سے مراد یہ نہیں کہ جو خود جہنم میں جانا چاہتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانا لکھدیا ہے۔

٤٦١٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنِ الْحَسَنِ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ [2] ﴾ قَالَ: «خَلَقَ هَؤُلَاءِ لِهَذِهِ، وَهَؤُلَاءِ لِهَذِهِ».

ترجمہ: حضرت خالد الحذاء حضرت حسنؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کریمہ ﴿ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنت کے واسطے اور ان لوگوں کو دوزخ کے واسطے پیدا فرمایا۔

٤٦١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ: ﴿ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَتِنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝ ﴾ قَالَ: «إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ».

ترجمہ: خالد الحذاء نے کہا کہ میں نے حسنؒ سے پوچھا اس آیت مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَتِنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝ کے بارے میں تو حسن نے فرمایا: شیطان اسی کو پھنسائے گا کہ جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ لکھ دی ہے۔

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي — ج ١٠ ص ٣٤٦

[2] اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے (سورۃ ہود ١١٩)

٤٦١٧ - حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ، كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ: "لَأَنْ يَسْقُطَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَقُولَ: الْأَمْرُ بِيَدِي".

ترجمہ: حسنؒ بیان کرتے تھے کہ آسمان سے گر جانا زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت یہ بات کہنے کہ معاملات میرے ہاتھ میں ہیں۔

شرح الحدیث: کہ ایک موقعہ پر حسن بصریؒ نے فرمایا (ایسے لوگوں کے سامنے جو ان پر شبہ کرتے تھے انکار قدر کا) البتہ یہ بات کہ میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں مجھ کو زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں یوں کہوں کہ میرے کام اور میرا انجام میرے ہاتھ میں ہے آگے بھی حمید ہی کی روایت آرہی ہے۔

٤٦١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا الْحَسَنُ، مَكَّةَ فَكَلَّمَنِي فُقَهَاءُ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ أُكَلِّمَهُ فِي أَنْ يَجْلِسَ لَهُمْ يَوْمًا يَعِظُهُمْ فِيهِ فَقَالَ: نَعَمْ فَاجْتَمَعُوا فَخَطَبَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَخْطَبَ مِنْهُ فَقَالَ: رَجُلٌ يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَنْ خَلَقَ الشَّيْطَانَ؟ فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ؟ خَلَقَ اللهُ الشَّيْطَانَ، وَخَلَقَ الْخَيْرَ، وَخَلَقَ الشَّرَّ»، قَالَ الرَّجُلُ: قَاتَلَهُمُ اللهُ، كَيْفَ يَكْذِبُونَ عَلَى هَذَا الشَّيْخِ.

ترجمہ: حضرت حمید سے مروی ہے کہ حسن بصریؒ ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں آئے تو مجھ سے مکہ معظمہ کے علماء نے بیان کیا کہ حسن بصریؒ سے عرض کرو کہ ایک دن ہمارے وعظ کیلئے مقرر کریں۔ حسن بصریؒ نے جواب دیا بہت بہتر ہے۔ پھر تمام اہلِ مکہ اکٹھا ہوگئے حضرت بصریؒ نے ان سے خطاب فرمایا تو میں نے اس سے اچھا کوئی خطیب نہیں دیکھا ایک شخص نے عرض کیا: اے ابو سعید! شیطان کو کس نے بنایا؟ حسن بصریؒ نے جواب دیا: سُبحَانَ اللهِ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی پیدا کرنے والا (بنانے والا) ہو سکتا ہے؟ شیطان کو اسی نے پیدا فرمایا۔ اسی نے اچھا بُرا دونوں پیدا فرمایا۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہلاک کردے اس بزرگ کی طرف کس قدر جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: **سوال ثالث**: یعنی ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ مکہ مکرمہ تشریف لائے حمید کہتے ہیں کہ مجھ سے علماء مکہ نے کہا میں حضرت حسن سے درخواست کروں اس بارے میں کہ وہ کسی روز اپنی مجلس وعظ قائم فرمائیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے درخواست کی جس کو انہوں نے منظور فرمالیا چنانچہ وقت مقررہ پر لوگ جمع ہوگئے اور انہوں نے لوگوں کو خطاب فرمایا، حمید کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑا خطیب کوئی نہیں دیکھا، مجلس وعظ میں ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ اے ابو سعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا؟ سبحان اللہ عجیب بات ہے کیا اللہ کے سواء بھی کوئی خالق ہے، شیطان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہر خیر وشر کا، ان کا یہ جواب سن کر سائل کہنے لگا خدا ناس کرے ان ناقدین کا کیسے تہمت باندھتے ہیں ان بزرگ پر۔ معتزلہ اور قدریہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق شر نہیں۔

٤٦١٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنِ الْحَسَنِ، {كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ

الْمُجْرِمِيْنَ [1] } قَالَ: «الشِّرْكُ».

ترجمة: حمید نے بیان کیا حسن بصریؒ نے فرمایا { كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ } یعنی ہم شرک کو کفار کے قلوب میں ڈالتے ہیں (یعنی یہاں ہٗ کی ضمیر شرک کی طرف راجع ہے)۔

شرح الحدیث: **سوال رابع**: یعنی نَسْلُكُهٗ کی ضمیر کا مرجع انہوں نے شرک کو قرار دیا اور آیت کی یہ تفسیر کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار کے دل میں عقیدہ شرک ہم ہی ڈالتے ہیں وہ کفار جن کیلئے مجرم ہونا مقدر ہو چکا ہے، تفسیر جلالین میں ہے "كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُ" أَيْ مِثْل إِدْخَالنَا التَّكْذِيب فِي قُلُوب أُولَئِكَ نُدْخِلهُ "فِي قُلُوب الْمُجْرِمِينَ" أَيْ كُفَّار مَكَّة اهـ عون [2]۔

٤٦٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَجُلٍ، قَدْ سَمَّاهُ غَيْرُ ابْنِ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدٍ الصِّيدِ، عَنِ الْحَسَنِ، فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ قَالَ: «بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ».

ترجمة: محمد بن کثیر، سفیان، ابنِ کثیر، ایک شخص، سفیان، عبید الصید، حسن بصری نے فرمایا کہ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ یعنی ان لوگوں میں اور ایمان میں رکاوٹ پیدا ہو گئی (یعنی مَا يَشْتَهُوْنَ سے مراد ایمان ہے)۔

شرح الحدیث: **سوال خامس**: کفار بروز قیامت ایمان لانے کو پسند کریں گے حالانکہ وہ وقت ایمان لانے کا نہیں ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرما رہے ہیں کہ جس چیز کو یہ کفار قیامت میں اختیار کرنا چاہیں گے یعنی ایمان، اس کے اور ان کے درمیان حیلولت کر دی جائے گی یعنی دنیا میں تو ہم واقع کر ہی چکے تھے، آخرت میں بھی ان کو ایمان سے دور رکھا جائے گا، حضرت حسن نے مَا يَشْتَهُوْنَ کی تفسیر اپنے صاف لفظوں میں ایمان کے ساتھ فرمائی، یعنی کفار کے ایمان سے مانع یہی تقدیر الٰہی تھی۔

٤٦٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: كُنْتُ أَسِيرُ بِالشَّامِ، فَنَادَانِي رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ فَقَالَ: يَا أَبَا عَوْنٍ مَا هَذَا الَّذِي يَذْكُرُونَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قُلْتُ: «إِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ عَلَى الْحَسَنِ كَثِيرًا».

ترجمة: سلیم ابنِ عون سے مروی ہے کہ میں ملک شام جا رہا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں نے (مڑ کر) دیکھا تو وہ رجاء بن حیوۃ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے ابو عون! لوگ حضرت بصریؒ کے حوالے سے کس بات کا چرچہ کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ لوگ حسن بصریؒ کی طرف بہت جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: یعنی رجاء بن حیوۃ نے ابن عون سے یہ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے جو لوگ حضرت حسن کی طرف سے نقل کرتے

---

[1] اسی طرح بٹھا دیتے ہیں ہم اس کو دل میں گنہگاروں کے (سورۃ الحجر ١٢)

[2] تفسير الجلالين— ص ٢٦٢ . عون المعبود على سنن أبي داود— ج ١٢ ص ٣٧٧ .

ہیں یعنی وہی انکار قدر تو انہوں نے جواب دیا کہ لوگ ان پر غلط الزام لگاتے ہیں۔

٤٦٢٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ، يَقُولُ: " كَذَبَ عَلَى الْحَسَنِ ضَرْبَانِ مِنَ النَّاسِ: قَوْمٌ الْقَدَرُ رَأْيُهُمْ وَهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُنَفِّقُوا بِذَلِكَ رَأْيَهُمْ، وَقَوْمٌ لَهُ فِي قُلُوبِهِمْ شَنَآنٌ وَبُغْضٌ يَقُولُونَ: أَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا؟ أَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا؟ "

ترجمہ: ایوب نے کہا کہ دو قسم کہ لوگوں نے حضرت حسن بصریؒ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ ایک تو (فرقہ) قدریہ نے وہ لوگ یہ بات چاہتے تھے کہ انکے (حضرت حسنؒ کے) نام لینے سے ہماری (یعنی قدریہ) کے مذہب کی ترویج ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو حضرت حسن بصریؒ سے عناد رکھتے تھے وہ کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ نے فلاں اور فلاں بات نہیں کہی؟

شرح الحدیث: ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی طرف غلط نسبت کرنے والے دو قسم کے آدمی ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ خود ان کا عقیدہ انکار قدر ہے، تو وہ حسن بصریؒ کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کر کے اپنی رائے کی ترویج اور تقویت چاہتے ہیں کہ دیکھو اتنے بڑے امام بھی تو یہی کہتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جن کے دلوں میں انکی طرف سے بغض وعداوت ہے تو وہ ان کی تنقیص اور تردید میں ایسا کرتے ہیں اور ان کے بعض اس قسم کے جملوں کو اچھالتے ہیں یعنی جن جملوں کی تاویل ہو سکتی ہے لیکن وہ ان کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے ان کی طرف ان کو منسوب کرتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے فلاں موقع پر یوں کہا اور فلاں موقع پر یوں کہا۔

٤٦٢٣- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَنَّ يَحْيَى بْنَ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيَّ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: كَانَ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ يَقُولُ لَنَا يَا فِتْيَانُ: «لَا تُغْلَبُوا عَلَى الْحَسَنِ فَإِنَّهُ كَانَ رَأْيُهُ السُّنَّةَ وَالصَّوَابَ».

ترجمہ: قرہ بن خالد فرماتے تھے کہ اے لڑکو! تم حضرت حسن بصریؒ کے خلاف کہاوے میں نہ آیا کرو کہ تم حضرت حسن بصریؒ کو تقدیر کا انکار کرنے والا سمجھو انکی رائے سنت کے مطابق اور صحیح تھی۔

شرح الحدیث: قرۃ بن خالد ہم سے کہا کرتے تھے: اے لڑکو! حسن کے خلاف لوگوں کے بہکاوے میں نہ آجانا اسلئے کہ انکی رائے سنت کے موافق اور درست تھی۔

٤٦٢٤- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: "لَوْ عَلِمْنَا أَنَّ كَلِمَةَ الْحَسَنِ تَبْلُغُ مَا بَلَغَتْ لَكَتَبْنَا بِرُجُوعِهِ كِتَابًا وَأَشْهَدْنَا عَلَيْهِ شُهُودًا، وَلَكِنَّا قُلْنَا: كَلِمَةٌ خَرَجَتْ لَا تُحْمَلُ ".

ترجمہ: ابن عون نے فرمایا کہ اگر ہم لوگوں کو علم ہوتا (اس بات کا) کہ جو بات حضرت حسن بصریؒ کی زبان سے نکل گئی تھی (جن سے تقدیر کے انکار کا شبہ تھا) کہ اس بات کو اس قدر شہرت حاصل ہو جائے گی تو ہم لوگ انکے رجوع پر ایک کتاب تحریر کر لیتے اور لوگوں کو اس پر گواہ بھی بناتے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ چلو انہوں نے ایک بات بیان فرمائی ہے اب اس بات

کو کون شہرت دے گا۔

شرح الحدیث: وہ جو اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت حسنؒ کے بعض تقریروں میں سے ایسے لفظ زبان سے نکلے تھے جن سے شبہ ہو سکتا تھا تقدیر کے خلاف اسی کا ذکر ہے اس روایت میں، ابن عون فرماتے ہیں کہ اگر ہمیں اس قسم کے جملوں کے بارے میں یہ خبر ہوتی کہ لوگ انکو کہاں سے کہاں پہنچادیں گے اور کچھ کا کچھ مطلب لیں گے تو ہم ان سے ان الفاظ کے بارے میں انکا رجوع لکھوالیتے کہ میں اپنے ان لفظوں کو واپس لیتا ہوں (جن کو تم غلط محمل پر محمول کر رہے ہو) اور رجوع لکھوانے کے بعد اس پر گواہ بھی قائم کر لیتے، لیکن ایسا اسلئے نہیں کیا گیا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ایک جملہ روانی میں ان کی زبان سے نکل گیا ہے کون اسے نقل کرے گا اور مشتہر کرے گا۔

٤٦٢٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: قَالَ لِي الْحَسَنُ: «مَا أَنَا بِعَائِدٍ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ أَبَدًا».

ترجمہ: ایوب نے کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں اب آئندہ اس قسم کی بات نہیں بیان کروں گا۔

شرح الحدیث: یعنی جب حضرت حسنؒ کو یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ ان کے اس قسم کے لفظوں کو اچھال رہے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ آئندہ میں اس قسم کا لفظ ہرگز نہیں بولوں گا۔

٤٦٢٦ - حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ، قَالَ: «مَا فَسَّرَ الْحَسَنُ آيَةً قَطُّ إِلَّا عَنِ الْإِثْبَاتِ».

ترجمہ: عثمان بتی کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ جب بھی (کسی قرآنی آیت کی) تفسیر بیان فرماتے تو اس میں تقدیر کے ثبوت (اور اس پر ایمان لانے) ہی کا ذکر بیان فرماتے۔

شرح الحدیث: یعنی حضرت حسن بصریؒ نے ہمیشہ آیات کی تفسیر اثبات تقدیر کے عقیدہ کے تحت ہو کر ہی بیان کی ہے بذل طرح ہے یعنی "اثبات" کو باب افعال کا مصدر قرار دیا ہے اور استاد محترم حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ فتح کے ساتھ ہے ثبت بمعنی ثقہ کی جمع اور ثقہ لوگوں سے مراد یہاں وہی لیا جائے جن کا عقیدہ ایمان بالقدر ہے یہ لفظ کتاب میں دو طرح منقول ہے ہمارے نسخہ میں تو اس طرح ہے "الا عن الاثبات" اور ایک نسخہ جس کا حوالہ حاشیہ پر موجود ہے اس میں ہے "الا علی الاثبات" ظاہر ہے کہ "علی" کی صورت میں یہ لفظ اثبات بالکسر یعنی مصدر ہے حضرت شیخؒ حاشیۂ بذل میں لکھتے ہیں ھکذا شرح ھذا الکلام الحافظ فی التھذیب وھو اختار اللفظ عن حمید قرأت القرآن علی الحسن ففسرہ علی الاثبات یعنی علی إثبات القدر اھ [1] لیکن "عن" کی صورت میں وہی ظاہر ہے جو حضرت ناظم صاحب نے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٤٤ ، تهذيب التهذيب — ج ٢ ص ٢٣٦

فرمایا ہے۔

٨۔ بَابٌ فِي التَّفْضِيلِ

صحابہؓ میں فرق مراتب کا بیان

غرض المصنف بالترجمة: سنن ابو داؤد میں کتاب المناقب یا ابواب المناقب کے عنوان سے کچھ نہیں ہے گو اس میں مناقب صحابہ کی کسی قدر روایات ہیں لیکن مصنف کی غرض چونکہ ان سے نفس منقبت کو بیان کرنا نہیں ہے اسلئے اس عنوان کو مصنف نے اختیار نہیں کیا، اسلئے کہ مصنف کا مقصود ہے صحابۂ کرام میں ترتیب بیان کرنا باعتبار فضیلت کے اسی لئے عنوان یہ قائم کیا یعنی التفضیل، کیونکہ اس مسئلہ تفضیل میں اہل سنت اور مبتدعین کا اختلاف مشہور ہے، اہل سنت کے نزدیک اس میں جو ترتیب ہے مصنف اسی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ بذل المجهود میں ہے باب في التفضيل :أي طريقة السلف في التفضيل بين أصحابه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، وقد خالف فيه أهل البدع السلف ومن ههنا شرع المصنف الرد على طوائف المبتدعين من الروافض اھ[1]۔

٤٦٢٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ، أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ».

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ دورِ نبوی میں ہم لوگ کہتے تھے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے برابر کسی کو نہیں ٹھہراتے پھر حضرت عمر فاروقؓ کے برابر، پھر حضرت عثمانؓ کے برابر کسی کو نہ کرتے تھے پھر دوسرے حضرات صحابہ کرامؓ کو ہم لوگ چھوڑ دیتے تھے ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤٥٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٢٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢)

شرح الحديث: حضرت ابن عمرؓ فرمارہے ہیں کہ ہم لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں اور آپ کی حیات میں آپس میں یہ کہا کرتے تھے (اور یہی عقیدہ رکھتے تھے) کہ صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا اور پھر دوسرے درجہ میں عمر فاروقؓ کو رکھتے تھے اور تیسرے درجہ میں حضرت عثمانؓ کو پھر باقی صحابہ کو ان کے حال پر چھوڑتے تھے اور ان کے درمیان مرتبہ کے اعتبار سے کوئی ترتیب قائم نہیں کرتے تھے یعنی تعیین کے ساتھ گویہ تو سمجھتے تھے کہ بعض کو بعض پر فوقیت ہے جو کہ بدیہی امر ہے اہل سنت وجماعت کے درمیان حضرات شیخین میں تو یہ ترتیب ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے اور اسکے بعد

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٥٠

پھر حضرات ختنین کے درمیان میں بھی عند الجمہور یہی ترتیب ہے کہ حضرت علیؓ کا مرتبہ حضرت عثمانؓ کے بعد ہے ویسے اس میں بعض علماء کا اختلاف منقول ہے جس کو ہم نے "الفیض السمائی" کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے فارجع الیہ لو شئت۔

مسلسلات نامی کتاب کا تعارف: موجودہ مسلسلات کے نام سے جو مشہور کتاب ہے "الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین" اس حصہ میں تو صرف احادیث مسلسلہ ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں اور دوسرا رسالہ "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" جس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے یا اپنے والد کے بعض منامات اور مکاشفات ذکر فرمائے ہیں اور تیسرا حصہ اس کا جس میں وہ احادیث نادرہ ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے بعض اساتذہ سے پہنچیں جن کا نام انہوں نے "النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر" رکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب دہلوی کا ایک مکاشفہ: یہ پوری بات توضمناً آگئی لکھنا یہ تھا کہ اس کتاب کو جو درمیانی حصہ ہے "الدر الثمین" اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنا ایک مکاشفہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے روحانی طور سے حضرت علیؓ پر تفضیل شیخین کا راز معلوم کیا حالانکہ حضرت علیؓ بہت سے اوصاف میں شیخین سے فائق ہیں اس روحانی سوال کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کے قلب پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو فیضان ہوا ہے اسکو ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ ہم یہ سمجھے کہ آپ ﷺ کے دو رُخ ہیں ظاہر اور باطن حضرات شیخینؓ تو آپ کے وجہ ظاہر کیلئے بمنزلہ جوارح (دست وپا) کے ہیں اور وجہ باطن جس کا تعلق مراتب فنا و بقاء سے ہے اس میں حضرت علیؓ آپ کے دست راست ہیں لیکن آپ ﷺ کے علوم جو مروی ہیں ان کا منبع وجہ ظاہر ہے اھ [1] اور ظاہر شریعت کا مدار ان علوم ہی پر ہے پس اسی لئے حضرات شیخینؓ کا رتبہ ان سے (علیؓ) بڑھ کر ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری والترمذی، قالہ المنذری۔

٤٦٢٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ: «أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ».

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہم لوگ کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ امت کے بہترین فرد ہیں پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمانِ غنیؓ۔

تخریج: صحیح البخاري - المناقب (٣٤٥٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٢٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢)

٤٦٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِي رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «أَبُو بَكْرٍ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عُمَرُ»،

---

[1] الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ٨ — ص ٣

قَالَ: ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ ثُمَّ مَنْ فَيَقُولَ عُثْمَانُ، فَقُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ يَا أَبَةِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: محمد بن حنفیہؒ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت علیؓ) سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت حنفیہؒ نے کہا: پھر کون (افضل ہے)؟ فرمایا: پھر حضرت عمر فاروقؓ۔ پھر میں اس بات سے ڈر گیا کہ میں دریافت کروں پھر کون (افضل ہے) اور وہ عثمانِ غنیؓ کا نام لیں تو میں نے کہا: پھر اباجان آپؓ ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔

شرح الحدیث: حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے والد سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کے باقی لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابو بکرؓ، میں نے پوچھا: پھر کون؟ انہوں نے فرمایا: اس کے بعد درجہ ہے عمرؓ کا، وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے سوال کا رخ بدل کر کہ کبھی یہ نہ کہہ دے کہ اس کے بعد عثمان ہے اس لئے میں نے اس طرح سوال کیا کہ پھر یعنی عمرؓ کے بعد تو آپ ہی ہیں تو انہوں نے جواب دیا: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، کہ میرا درجہ ان کے بعد کہاں سے ہوتا میں تو عام مسلمان کی طرح ایک فرد ہوں۔

٤٦٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْفِرْيَابِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ، يَقُولُ: «مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ خَطَّأَ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَالْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارَ، وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هَذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ».

ترجمہ: محمد فریابی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ بات کہے کہ علیؓ، ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے تو اس شخص نے ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور تمام مہاجرین اور انصار کو غلطی پر قرار دیا اور جو شخص اس قسم کا اعتقاد رکھے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس شخص کا کوئی عمل آسمان کی طرف جائے۔

شرح الحدیث: حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو یہ خیال کرے کہ حضرت علیؓ خلافت کے زیادہ مستحق تھے، شیخینؓ سے تو اس نے شیخینؓ اور تمام مہاجرین و انصار کا تخطئہ کیا، اور میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ اس کا کوئی عمل آسمان پر پہنچے گا اس عقیدہ کے ساتھ، اس لئے کہ یہ شخص مبتدع ہے، اس کا عقیدہ عقیدۂ سلف کے خلاف ہے۔

٤٦٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ السَّمَّاكُ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، يَقُولُ: «الْخُلَفَاءُ خَمْسَةٌ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ».

ترجمہ: حضرت سفیان ثوریؒ بیان کیا کرتے تھے کہ خلفاء پانچ ہیں، یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ۔

شرح الحدیث: حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ خلفاء پانچ ہیں، یعنی جن کی خلافت علی منہاج النبوۃ اور خلافت راشدہ ہے وہ

پانچ ہیں خلفاء اربعہؓ اور پانچویں عمر بن عبد العزیزؒ، جو عمر ثانی کے ساتھ معروف ہیں، اور پہلی صدی کے مجدد ہیں۔

۹۔ بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ

خلفاء کا بیان

یعنی خلفائے راشدین کے مناقب کے بیان میں اور ان کے علاوہ بھی بعض خلفاء بنی امیہ کا ذکر جیسے حجاج، یعنی انکی سیرت سیۂ اور کردار کے بیان میں۔ اور احادیث الباب سے بھی خلفاء راشدین کے درمیان ترتیب مستفاد ہو رہی ہے اور وہ وہی ترتیب ہے جو ان حضرات کی خلافت میں پائی گئی جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے، لہذا روافض پر رد ہو جائے گا۔

۴۶۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: مُحَمَّدٌ كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ، فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ بِأَيْدِيهِمْ، فَالْمُسْتَكْثِرُ، وَالْمُسْتَقِلُّ، وَأَرَى سَبَبًا وَاصِلًا مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَأَرَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ بِهِ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ، ثُمَّ وُصِلَ فَعَلَا بِهِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بِأَبِي وَأُمِّي لَتَدَعَنِّي فَلَأَعْبُرَنَّهَا، فَقَالَ: «اعْبُرْهَا» قَالَ: أَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْإِسْلَامِ، وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ، وَالْعَسَلِ، فَهُوَ الْقُرْآنُ لِينُهُ وَحَلَاوَتُهُ، وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ، وَالْمُسْتَقِلُّ، فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ، وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ، وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ: تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللهُ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ بَعْدَكَ رَجُلٌ فَيَعْلُو بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ، ثُمَّ يُوصَلُ لَهُ فَيَعْلُو بِهِ، أَيْ رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ، فَقَالَ: «أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا» فَقَالَ: أَقْسَمْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي مَا الَّذِي أَخْطَأْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقْسِمْ».

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے رات (خواب کی حالت میں) ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا تو میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں میں لے رہے تھے۔ کسی شخص نے بہت سا (شہد اور گھی) لے لیا۔ کسی نے تھوڑا سا لیا اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک رسّی لٹکی ہوئی ہے۔ میں نے پہلے آپ کو دیکھا یارسول اللہ! کہ آپ ﷺ نے اس رسّی کو پکڑ لیا اور آپ اُوپر چڑھ گئے اسکے بعد ایک دوسرے آدمی نے اس رسّی کو پکڑ لیا وہ بھی اُوپر چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے (اس رسّی کو) پکڑا، وہ بھی اُوپر چلا گیا پھر ایک اور (تیسرے) آدمی نے وہ رسّی پکڑی تو وہ رسّی درمیان سے ٹوٹ گئی، لیکن پھر مل گئی اور وہ شخص اُوپر چلا گیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ خواب سن کر فرمایا: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں مجھ کو اس خواب کی تعبیر

بیان کرنے دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: بادل کا ٹکڑا تو دین اسلام ہے اور وہ گھی اور شہد جو اسلام میں سے ٹپک رہا ہے تو اس سے مراد قرآن کریم ہے جس میں نرمی اور مٹھاس ہے اور یہ جو کچھ لوگوں نے اس سے بہت سا لے لیا اور کچھ لوگوں نے اس سے تھوڑا سا حاصل کیا۔ تو (اس سے مراد) یہی ہے کہ کسی شخص نے بہت قرآن کریم حاصل کیا اور کسی نے کم حاصل کیا۔ پھر وہ رسی جو کہ آسمان سے زمین تک معلق ہے وہ دین بر حق ہے جس کو آپ لئے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو بلندی عطا فرمائیں گے اور آپ ﷺ کے (وصال کے) بعد اس (خلافت کے) حق کو ایک دوسرا شخص لے لے گا اور اسکو بھی اللہ بلندی اور فوقیت عطا فرمائے گا۔ پھر ایک اور شخص (خلافت) حاصل کرے گا اور اسکو بھی اللہ بلندی عطا فرمائے گا اور پھر ایک تیسرا خلافت حاصل کریگا پھر یہ رسی ٹوٹ جائیگی پھر اس کو جوڑا جائے گا تو وہ شخص بھی فوقیت اور بلند مقام حاصل کرے گا یا رسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں نے (خواب کی) تعبیر درست بیان کی یا غلط بیان کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کچھ تو درست بیان کی اور کچھ غلط بیان کی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میں نے کیا غلطی کی آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تم قسم نہ کھاؤ۔

٤٦٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأَبَى أَنْ يُخْبِرَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے یہی واقعہ مذکور ہے اس میں اسطرح ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چاہا کہ آپ ﷺ غلطی بیان فرمائیں تو آپ علیہ السلام نے اس سے انکار فرما دیا۔

تخریج: صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٦٩) جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٩٣) سنن أبي داود - السنة (٤٦٣٢) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩١٨)

شرح الأحاديث بالبسط: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آکر اس نے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ آج رات میں نے دیکھا کہ آسمان پر بادلوں کا ایک ٹکڑا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ زمین پر کھڑے ہونے والے اس کو اپنے ہاتھ پر لے رہے ہیں، کوئی کم کوئی زیادہ (خواب کا ایک جزء تو یہ ہوا، آگے دوسرے جزء کا بیان ہے) اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک آرہی ہے، پس میں نے دیکھا آپ کو یا رسول اللہ کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا اور اس کو پکڑ کر اوپر پہنچ گئے پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا، پھر ایک اور شخص نے پکڑا وہ بھی اس کے ذریعہ اوپر چڑھ گیا پھر ایک تیسرے شخص نے اس کو سنبھالا مگر وہ رسی ٹوٹ گئی مگر پھر جڑ گئی پس وہ بھی اسکے ذریعہ اوپر پہنچ گیا، جو رسی آپ کے ہاتھ میں تھی اس کا مصداق تو آپ ﷺ کی نبوت ہے اور جو رسی دوسرے حضرات کے ہاتھ میں پہنچی اس کا مصداق خلاف نبوت ہے آپ ﷺ کے بعد جو دوسرے شخص آئے وہ صدیق اکبرؓ ہیں وہ اپنی مدت خلافت کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ سے جا ملے، علی

ہٰذا القیاس جو صاحب انکے بعد تشریف لائے یعنی حضرت عمرؓ، اور پھر جو ان کے بعد آئے ان سے مراد حضرت عثمان غنیؓ ہیں، مگر ان کی رسی ٹوٹ گئی اور پھر یہ ہے روایت میں کہ وہ جڑ گئی، یعنی خلافت کا تسلسل قائم رہا کہ وہ خلافت ان کے مابعد کی طرف منتقل ہو گئی، اور اس تسلسل کی تمامیت سے وہ تیسرے صاحب بھی اوپر پہنچ گئے، خواب پورا ہوا، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بِأَبِي وَأُمِّي لَتَدَعَنِّي فَلَأَعْبُرَنَّهَا، فَقَالَ: «اعْبُرْهَا» یعنی خواب سننے کے بعد قبل اسکے کہ حضور ﷺ کوئی تعبیر بیان فرمائیں حاضرین مجلس میں سے صدیق اکبر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے چھوڑ دیجئے یعنی مجھے اس بارے میں پیش قدمی کی اجازت دیدیجئے کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں حضرت صدیق اکبرؓ نے خواب کی تعبیر میں رغبت اور شوق ظاہر کرتے ہوئے آپ ﷺ سے اس کی اجازت کیوں لی ممکن ہے اس کا منشا یہ ہو کہ یہ خواب آپ ﷺ کے حق میں موجب بشارت ہے کہ منصب نبوت پر فائز ہو کر درجہ کمال کو پہنچ گئے اور یہ چیز خود آنحضرت ﷺ کے حق میں تو موجب فخر ہے لیکن آپ کی امت جو آپ پر جان نثار ہے جس میں سب سے بڑھ کر صدیق اکبرؓ ہیں ان کیلئے بھی موجب فخر ہے اس لئے بطور بیان منقبت کے صدیق اکبرؓ نے اس میں حصہ لینا چاہا، اور اس حیثیت سے بھی کہ آپ ﷺ اپنے لئے فخر کو پسند نہیں فرماتے تھے ایک شخص نے آپ کو کہا: یَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ۔ آپ نے فرمایا: ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ [1] اور گو کہ بیان واقع کے طور پر اپنے اوصاف جو موجبات فخر ہو سکتے ہیں ان کو آپ نے امت کے سامنے بیان فرمایا اظہار حقیقت کیلئے لیکن ساتھ ہی فخر کی نفی فرماتے رہے جیسے بیدی لواء الحمد یوم القیمة ولا فخر وانا سید ولد آدم ولا فخر ونحو ذلك من الاوصاف، قَالَ: أَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْإِسْلَامِ، وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ، وَالْعَسَلِ، فَهُوَ الْقُرْآنُ لِينُهُ وَحَلَاوَتُهُ، صدیق اکبرؓ نے یہ خوب کی تعبیر فرمائی کہ سائبان کا مصداق تو اسلام ہے اور اس میں سے جو گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اس کا مصداق قرآن کریم ہے قرآن کریم کی طراوت اور حلاوت، ممکن ہے ان دو وصفوں میں سے ایک کا تعلق قرآن کریم کے مضمون اور معانی سے ہو اور دوسری چیز کا تعلق اس کے کمال بلاغت اور حسن تعبیر سے وہ جو بھی ہو لیکن صدیق اکبرؓ نے سمن اور عسل دونوں کے مصداق کو قرآن کریم میں ہی منحصر فرمادیا، وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ، وَالْمُسْتَقِلُّ اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ یہ دو شخص وہی ہیں جو قرآن کریم سے فائدہ اٹھانے والے ہیں ایک زیادہ ایک کم اور آگے فرمایا کہ السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ سے مراد وہ حق اور نبوت ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ اسکو مضبوطی سے سنبھالے ہوئے ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلندی اور فوقیت عطا فرمائیں گے، پھر اس کام کو آپ کے بعد یعنی خلافت نبوت کو ایک شخص پکڑے گا اور اسکی وجہ سے وہ فوقیت لے جائے گا اس کے بعد دوسرا شخص آئے گا جو اس کام کو سنبھالے گا اور اسکی وجہ سے بلندی حاصل کرے گا پھر ایک تیسرا شخص اس کو سنبھالے گا پھر

[1] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في التخيير بين الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ٤٦٧٢

اس پر آکر اس سلسلہ کی رسی منقطع ہو جائے گی [1] پھر اسکو جوڑ دیا جائیگا، پھر وہ بھی اوپر چڑھ جائے گا، یہ تعبیر عرض کرنے کے بعد صدیق اکبرؓ نے عرض کیا أَيْ رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ الخ کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ سے بیان فرمائیں کہ میں نے صحیح کہا یا غلط، آپ نے فرمایا کہ کچھ صحیح کہا اور کچھ غلط انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دے کر عرض کرتا ہوں یا رسول اللہ! آپ مجھ سے ضرور بتائیں کہ میں نے کیا خطا کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا کہ قسم کیوں کھاتے ہو، یعنی میں بتاؤں گا نہیں۔

اس خطا کی تعیین میں جس کو آپ ﷺ نے تو ظاہر نہیں فرمایا، شراح حدیث کی آراء مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ خطا سے مراد آپ کی موجودگی میں تعبیر میں پیش قدمی کرنا اور اس کی اجازت لینا اور بعض نے کہا کہ تعبیر کے بعد اجزاء میں خطا مراد ہے، اب یہ کہ وہ خطا کیا ہے اس میں بعض یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سمن اور عسل دونوں کی تعبیر قرآن کریم سے دی ایک کی تعبیر قرآن سے اور دوسری کی حدیث سے دینی چاہئے تھی، اور حضرتؒ نے الکوکب الدری میں تعیین خطا میں ان اقوال کو غلط قرار دیا ہے اور اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ خواب کا ایک حصہ جو محتاج تعبیر و تشریح تھا اور وہ اپنے ظاہر پر نہیں تھا، صدیق اکبرؓ کو اس کی تشریح کرنی چاہئے تھی انہوں نے اس کو ویسے ہی چھوڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو انہوں نے اپنے ظاہر پر محمول رکھا یعنی خواب کا ایک جزء یہ تھا ثم اخذ به رجل فقطع به ثم وصل له فعلا به، اس کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر رسی ٹوٹے گی اسی کیلئے اس کو دوبارہ جوڑا جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے واقع میں یعنی مقطوع لہ ہی موصول لہ نہیں ہے بلکہ اسکا نائب اور خلیفہ ہے یعنی جو اسکے بعد آئے گا اور خواب میں دونوں کو ایک ہی سے تعبیر اس حیثیت سے کر دیا گیا تھا کہ نائب کا فعل گویا اصل کا فعل ہے، اور صدیق اکبرؓ نے اس کی تشریح کی نہیں بلکہ خواب کے اس جزء کو اس کے ظاہر پر محمول کیا اھ [2] حضرتؒ کے نزدیک خطا کا مصداق یہ ہے، اسی قسم کی بات ابن القیمؒ کے کلام سے بھی مستفاد ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم، حاشیۂ کوکب میں بھی تعیین خطا پر خاصا کلام ہے گویا شراح کے اقوال کی تلخیص ہے فارجع الیہ لو شئت، یہ حدیث مختصراً کتاب الایمان والنذور، میں باب القسم هل یکون یمینا میں گزری ہے اور وہاں اس بارے میں ایک اختلافی مسئلہ بھی گزرا ہے اس لفظ قسم سے قسم منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ. قالہ المنذری۔

٤٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ

---

[1] حضور اکرم ﷺ اور حضرات شیخین نے تو گویا اپنے بعد خلافت کے مسئلہ کو اشارۃً یا صراحۃً طے ہی فرما دیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے استخلاف کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں تھی تا آنکہ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا اور پھر اس پر بھی چند دن گذرنے کے بعد خلیفہ کا تعین ہوا اس لئے اس خواب میں اس کیفیت کو انقطاع سے تعبیر کیا گیا اور اس کے بعد جب خلیفہ کا تعین ہو گیا تو اس انقطاع تسلسل کے بعد اس کا وصل ہو گیا اسی فرق کو اس خواب میں ظاہر کیا گیا ہے۔

[2] الکوکب الدري علی جامع الترمذي — ج ٣ ص ٢١٠ - ٢١٢

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا؟» فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا، رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ، فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ، فَرَأَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں سے جس نے (رات) کو کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ (اپنا خواب) بیان کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اترا۔ پھر آپ کو ابو بکرؓ کو (اس ترازو میں) تولا گیا تو آپ ابو بکرؓ کے مقابلہ میں وزنی تھے۔ اسکے بعد ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو تولا گیا تو حضرت عثمانؓ وزنی ہوئے پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ وزنی ہو گئے اور اس کے بعد وہ ترازو اٹھالیا گیا۔ راوی نے بیان کیا کے اس خواب کے وجہ سے ہم نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کا اثر دیکھا۔

٤٦٣٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ذَاتَ يَوْمٍ «أَيُّكُمْ رَأَى رُؤْيَا؟» فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَرَاهِيَةَ، قَالَ: فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْنِي فَسَاءَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: «خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ابی بکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے جس شخص نے کوئی خواب دیکھا ہو وہ بیان کرے۔ اس کے بعد یہی حدیث بیان کی لیکن ناراضگی کا (اس روایت میں) تذکرہ نہیں کیا البتہ یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ اس خواب کو سن کر غمگین ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو یہ دیکھا ہے وہ نبوت کی خلافت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بادشاہت عنایت فرمادیں گے۔

تخریج: جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٨٧) سنن أبي داود - السنة (٤٦٣٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٤٤)

شرح الأحاديث: یعنی ایک روز آپ ﷺ نے حاضرین مجلس سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی نے رات خواب دیکھا ہے؟ تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ جیسے ایک ترازو ہے جو آسمان سے اتری تو اسمیں آپ ﷺ اور ابو بکرؓ تلے آپ کا پلڑا بھاری رہا اس کے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ تلے اس میں ابو بکرؓ کا بھاری رہا پھر عمرؓ اور عثمانؓ تلے اس میں عمرؓ کا بھاری رہا، خواب دیکھنے والا کہتا ہے کہ پھر وہ ترازو اوپر چلی گئی، صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس خواب کو سن کر ہم نے حضور ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کا اثر دیکھا۔

بظاہر اس لئے جیسا کہ بعض شراح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ موازنہ اشیاء متقاربہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی جہاں دو چیزوں کے درمیان معمولی سی کمی زیادتی ہو وزن میں، اور جن دو چیزوں کے درمیان فرق بین اور ظاہر ہو ان کا موازنہ کون کرتا ہے وہاں تو خود ہی نظر آرہا ہے کہ کون کم ہے کون زائد، تو گویا رفع میزان سے اشارہ ہو ابون بعید کی طرف یعنی عثمانؓ اور علیؓ کے

درمیان فرق زیادہ ہوگا اسی لئے نہیں تولا گیا، تو اسی سے آپ ﷺ کو رنج ہوا، لیکن حضرت گنگوہیؒ نے اس توجیہ کو پسند نہیں فرمایا، الکوکب الدری میں اس بناء پر کہ ابو بکر و عمر کے درمیان بھی بون بعید تھا، حضرت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ آپ کو رنج رفع میزان اور ترک موازنہ بین عثمانؓ و علیؓ کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس پورے خواب کو سن کر آپ ﷺ کا ذہن امت میں جو انحطاط آئے گا اور فتن و مصائب پیش آئیں گے اس طرف ذہن منتقل ہونے سے ہوا[1]، اس کے بعد جو روایت آرہی ہے اس میں یہ زیادتی ہے: فَقَالَ: «خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ» یعنی میرے بعد شروع میں تو خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی اور اس کے بعد پھر بادشاہت آجائے گی جس کے ہاتھ میں آنا مقدر ہے۔

یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ چونکہ اس حدیث میں جو خواب مذکور ہے اس میں خلافت عثمانؓ تک کا ذکر ہے آگے نہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ علیؓ کے زمانہ ہی سے بجائے خلافت کے ملک اور بادشاہت شروع ہو جائے گی، حالانکہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت علیؓ منہاج النبوۃ میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں اس کا جواب بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے یہ نقل کیا ہے کہ یہاں پر لفظ ثم تراخی اور فصل بالمهلة کیلئے ہے یعنی اس کے بعد آگے چل کر بادشاہت شروع ہوگی، حضرت عثمانؓ کے بعد متصلاً مراد نہیں ہے بلکہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت اور اس کے بعد حضرت حسن بن علیؓ کی بھی خلافت ایسی ہی ہے اسکے بعد ملک و بادشاہت ہے[2]۔ والحديث اخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٤٦٣٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنِيطَ عُمَرُ بِأَبِي بَكْرٍ، وَنِيطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ». قَالَ جَابِرٌ: فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: أَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّا تَنَوُّطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي بَعَثَ اللهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ يُونُسُ، وَشُعَيْبٌ لَمْ يَذْكُرَا عَمْرَو بْنَ أَبَانَ.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کی شب ایک نیک شخص کو خواب دکھایا گیا کہ ابو بکرؓ حضور ﷺ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور عمر فاروقؓ، ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور عثمان غنیؓ، عمرؓ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ جابر نے بیان کیا کہ پھر ہم لوگ جس وقت آپ کے پاس سے اُٹھ گئے تو ہم لوگوں نے (اپنے گمان سے یہ بات کہی کہ آپ نے جو نیک شخص ارشاد فرمایا تو (ہمارے خیال میں) اس سے مراد خود نبی ﷺ ہی ہیں اور بعض حضرات کا بعض سے جو چمٹنا اور تعلق ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حضرات اس خدمت کیلئے (بھیجے گئے) ہیں کہ جس خدمت کیلئے اللہ نے اپنے پیغمبر

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ٢٠٤ ـ ٢٠٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٥٩

کو مبعوث فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس روایت کو یونس اور شعیب نے بھی بیان کیا ہے اور ان حضرات نے روایت میں عمرو بن ابان کا تذکرہ نہیں فرمایا (یعنی جابر بن عبد اللہ سے پہلے عمرو بن ابان کو ذکر نہیں کیا لہٰذا یہ سند معلق ہوئی کیونکہ اس میں ابن شہاب زہری کا جابر بن عبد اللہ سے سماع ثابت نہیں)۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٥)

شرح الحديث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آج رات ایک صالح مرد کو خواب میں یہ دکھایا گیا کہ ابو بکر چمٹے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ سے اور عمرؓ ابو بکرؓ سے اور عثمانؓ عمرؓ سے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ ﷺ کی مجلس سے باہر آئے تو آپس میں کہنے لگے یعنی اس خواب کی تعبیر میں کہ رجل صالح سے مراد تو خود حضور ﷺ ہیں اور یہ بعض کا بعض سے چمٹنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دین کو لیکر حضور ﷺ کو بھیجا گیا ہے تو یہ حضرات جو خواب میں مذکور ہیں اس دین کے اسی ترتیب سے ذمہ دار ہوں گے، آپ ﷺ کے بعد ابو بکرؓ ان کے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ۔

٤٦٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: «إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيفًا، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ، ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَانْتَشَطَتْ، وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے دیکھا ہے (یعنی خواب دیکھا) کہ آسمان سے ڈول لٹکایا گیا تو پہلے ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہوں نے ڈول کے دونوں کونے پکڑ کر کچھ پیا (انہوں نے اچھی طرح نہیں پیا) پھر عمر فاروقؓ تشریف لائے تو انہوں نے اسے پکڑ کر اچھی طریقہ سیر ہو کر پانی نوش فرمایا اس کے بعد عثمان غنیؓ تشریف لائے انہوں نے اس نے اس لکڑی کو پکڑ کر پانی خوب اچھی طرح سے نوش فرمایا اس کے بعد حضرت علیؓ تشریف لائے انہوں نے اس کے کنارے کو پکڑا تو وہ ڈول حرکت کرنے لگا اور اس میں سے کچھ پانی علیؓ پر گر گیا۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٣٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢١)

شرح الحديث بالبسط: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آکر اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ڈول آسمان کی طرف سے نیچے کی طرف لٹکا کچھ دیر بعد صدیق اکبرؓ آئے انہوں نے اس ڈول کی دونوں جانب کے حلقے پکڑ کر اٹھایا اور اس سے پانی پیا معمولی سا، پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے انہوں نے بھی اس کے حلقے پکڑ کر اس کو اٹھایا اور پیتے رہے یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گئے پھر حضرت عثمانؓ آئے انہوں نے بھی اس کو اسی طرح پکڑ کر اٹھایا اور خوب سیراب ہو کر پیا پھر علیؓ تشریف لائے انہوں نے بھی اس کو اسی طرح پکڑ کر اٹھایا اور پینا

شروع کیا تو اس ڈول کا پانی چھلکا اور ان کے اوپر بھی چھلک کے کچھ گرا۔

اس خواب کے بارے میں کتب حدیث میں الفاظ مختلف ہیں، بخاری کی ایک روایت میں اسطرح ہے: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا جَاءَنِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ فَنَزَعَ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ [1]، حافظؒ فرماتے ہیں: وفي حديث أبي هريرة في الباب الذي يليه رأيتني على قليب وعليها دلو فنزعت منها ما شاء الله، اسکے بعد حافظ نے ابو داؤد کی یہ حدیث جو حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے اسکو ذکر کیا ہے: أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُ كَأَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ، ان دونوں حدیثوں میں فرق ظاہر ہے، ابن عمرؓ کی حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والے خود حضور ﷺ ہیں اور ابو داؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والا وہ شخص ہے جس نے آکر حضور ﷺ سے اپنا خواب بیان کیا، قال ابن العربي حديث سمرة يعارض حديث ابن عمر أوهما خبران قلت (حافظؒ) الثاني هو المعتمد فحديث بن عمر مصرح بأن النبي صلى الله عليه وسلم هو الرائي وحديث سمرة فيه أن رجلا أخبر النبي صلى الله عليه وسلم أنه رأى وقد أخرج أحمد من حديث أبي الطفيل شاهد الحديث ابن عمر وزاد فيه فوردت علي غنم سود وغنم عفر وقال فيه فأولت السود العرب والعفر العجم وفي قصة عمر فملأ الحوض وأروى الواردة ومن المغايرة بينهما أيضا أن في حديث ابن عمر نزع الماء من البئر وحديث سمرة فيه نزول الماء من السماء فهما قصتان تشد إحداهما الأخرى وكأن قصة حديث سمرة سابقة فنزل الماء من السماء وهي خزانته فأسكن في الأرض كما يقتضيه حديث سمرة ثم أخرج منها بالدلو كما دل عليه حديث بن عمر وفي حديث سمرة إشارة إلى نزول النصر من السماء على الخلفاء وفي حديث بن عمر إشارة إلى استيلائهم على كنوز الأرض بأيديهم وكلاهما ظاهر من الفتوح التي فتحوها، إلى آخر ما ذكر [2]، اور ترمذی کی روایت کے الفاظ اور ہی طرح ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوا فَنَزَعَ أَبُو بَكْرٍ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ فِيهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ الحديث [3]، حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ خواب کے دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں ایک میں صاحب

---

[1] صحيح البخاري - كتاب فضائل الصحابة - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم (لو كنت متخذا خليلا) ٣٤٧٣

[2] وفي حديث سمرة زيادة إشارة إلى ما وقع لعلي من الفتن والاختلاف عليه فإن الناس أجمعوا على خلافته ثم لم يلبث أهل الجمل أن خرجوا عليه وامتنع معاوية في أهل الشام ثم حاربه بصفين ثم غلب بعد قليل على مصر وخرجت الحرورية على علي فلم يحصل له في أيام خلافته راحة فضرب المنام المذكور مثلا لأحوالهم رضوان الله عليهم أجمعين. (فتح الباري — ج ١٢ ص ٤١٢ـ٤١٤)

[3] جامع الترمذي - كتاب الرؤيا - باب ما جاء في رؤيا النبي صلى الله عليه وسلم الميزان والدلو ٢٢٨٩

رویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے قصہ میں خواب دیکھنے والے کوئی صحابی ہیں اور خوابوں کے مضمون کے مناسب ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاً خواب دیکھا کسی صحابیؓ نے جس میں یہ ہے کہ آسمان سے پانی کا ڈول اترا اور بعد میں قصہ پیش آیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب دیکھنے کا جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا اپنے آپ کو کہ میں کنویں سے ڈول کے ذریعہ پانی کھینچ رہا ہوں اسلئے کہ پانی کا اصل مخزن آسمان ہے پھر وہاں سے اتر کر زمین پر پہنچا پھر زمین پر اترنے کے بعد یعنی کنویں میں اسکو ڈول سے کھینچا گیا جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے بارے میں ہے اور پھر اسکے بعد بعض روایات میں جنمیں صدیق اکبرؓ سے پانی کھینچنے کی ابتداء مذکور ہے ان میں اختصار ہے، پانی کھینچنے کی ابتداء خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اسکے بعد پھر صدیق اکبرؓ آئے اور انہوں نے کھینچنا شروع کیا، بہر حال خواب کا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈول کے ذریعہ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے تو صدیق اکبرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں سے ڈول لیکر خود پانی کھینچنا شروع کیا (چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے) فأخذ أبو بكر مني الدلو ليريحني اور انہوں نے صرف ایک یا دو ڈول پانی کھینچے، جن کو کھینچنے میں کمزوری تھی، اسکے بعد بخاری اور ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے بخاری میں فَغَفَرَ اللهُ لَهُ [1] اور ترمذی کے لفظ ہیں وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ، اسکے بعد حضرت عمرؓ آئے انہوں نے خوب سیراب کر دیا، اور ایک روایت میں ہے: فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا کہ انکے ہاتھ میں آکر وہ بڑا ڈول بن گیا پس نہیں دیکھا میں نے کسی مضبوط شخص اور پہلوان کو جو محنت اور کام کر رہا ہوان جیسا، یعنی حضرت عمرؓ نے بڑے زبردست پہلوان کی طرح اس کنویں میں سے پانی کھینچا، بخاری کی روایت میں اسکے بعد ہے حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ، یہاں تک کہ لوگوں نے یعنی اونٹ والوں نے وہاں پر یعنی اس کنویں کے قریب جس سے پانی نکالا جا رہا تھا اونٹوں کے باندھنے کی جگہ بنالی (کیونکہ اونٹ والے اونٹوں کو پانی کے چشمے کے قریب ٹھہراتے ہیں)۔

حافظؒ فرماتے ہیں کہ قوت اور ضعف کے ساتھ پانی کھینچنے سے مراد جیسا کہ حضرات شیخین کے بارے میں ہے فتوح اور غنائم ہیں [2] جن کی نوبت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بہت کم آئی ان کی مدت خلافت کے مختصر ہونے کی وجہ سے اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ان فتوح کی بہت کثرت ہوئی ان کی مدت خلافت کے طویل ہونے کی وجہ سے تقریباً دس ساڑھے دس سال بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ ان کی کل مدت خلافت دو سوا دو سال ہوئی، اور اسی طرح اس خواب میں حضرت عثمانؓ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بھی خوب کثرت سے پانی کھینچا ان کی مدت خلافت تو حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ ہوئی تقریباً بارہ سال، اس کے بعد حضرت علیؓ کے پانی کھینچنے کا ذکر ہے اور ان کے کھینچنے میں پانی کے چھلکنے کا ذکر ہے جس سے اشارہ اس اختلاف اور انتشار کی طرف ہے جو ان کے ساتھ ان کی خلافت کے زمانہ میں پیش آیا جنگ جمل صفین وغیرہ، اور اوپر حافظؒ کے کلام میں یہ بھی گزر

---

[1] صحيح البخاري - كتاب التعبير - باب نزع الماء من البئر حتى يروى الناس ٦٦١٦

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٢ ص ٤١٤

چونکہ اس خواب میں اشارہ ہے خلفاء پر آسمان سے نصرت کے نزول کا اور نیز اشارہ ہے ان حضرات کے زمین کے خزانوں پر غالب آنے کی طرف جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا یستفتح علیکم کنوز کسری وقیصر۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں جو آیا ہے: وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ انکے کسی گناہ یا تقصیر کی طرف نہیں ہے اور نہ اس میں انکے بارے میں کوئی نقص ہے انما هي كلمة كان المسلمون يدعمون بها كلامهم، وقد سبق في الحديث في صحيح مسلم انها كلمة كان المسلمون يقولونها افعل كذا والله يغفر لك، کہ اس جملہ کو بعض مرتبہ تزیین کلام کیلئے لایا جاتا ہے اور بعض مرتبہ کسی کام کی ترغیب کے وقت کہ اس کام کو محنت سے کر انشاء اللہ تعالیٰ تیری مغفرت کا ذریعہ ہو گا اھ كلام النووي هامش كوكب [1]۔ یہ خواب والی حدیث صحیحین میں بھی ہے دوسرے طرق سے اور اسی طرح ترمذی میں بھی، جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا۔

٤٦٣٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مَكْحُولٍ، قَالَ: «لَتَمْخُرَنَّ الرُّومُ الشَّامَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا إِلَّا دِمَشْقُ وَعَمَّانُ».

ترجمہ: حضرت مکحولؒ نے فرمایا ہے کہ اہل روم ملک شام میں چالیس روز تک ان رومیوں کے ہاتھ سے دمشق اور عمان کے علاوہ کوئی شہر محفوظ نہیں رہے گا۔

شرح الحدیث: المخر الشق از باب فتح ونصر کہا جاتا ہے مخرت السفينة جب وہ پانی کو چیرتی ہوئی جائے مکحول شامیؒ فرمارہے ہیں کہ اہل روم شام کو چیرتے ہوئے پھریں گے چالیس دن تک نہیں بچے گا یعنی نہیں محفوظ رہے گا بلاد شام میں سے کوئی مقام سوائے دمشق اور عمان کے یعنی اس لڑائی میں جو رومیوں کی طرف سے ہو گی شامیوں سے بلاد شام میں سے صرف یہ دو جگہ محفوظ رہ سکیں گی بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں جس فتنہ اور لڑائی کا ذکر ہے اور اسی طرح اسکے بعد والی حدیث میں ہمیں معلوم نہیں کہ اسکی تاریخ وقوع کیا ہے یہ کب ہوا یا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم [2]۔

٤٦٣٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْأَعْيَسِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَلْمَانَ، يَقُولُ: «سَيَأْتِي مَلِكٌ مِنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ يَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا إِلَّا دِمَشْقَ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن سلمانؒ نے بیان کیا ہے کہ عجمی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ آئے گا جو دمشق کے علاوہ تمام شہروں پر غلبہ پالے گا۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي – ج ١٥ ص ١٦١، الكوكب الدري على جامع الترمذي – ج ٣ ص ٢٠٦-٢٠٧

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي – ج ٣ ص ٢٠٦-٢٠٧، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ١٦٢

شرح الحديث: یعنی عجمی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نکلے گا جو تمام شہروں پر غالب آئے گا سوائے دمشق کے اسکے بارے میں اوپر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے کچھ آچکا اور حضرتؒ نے بذل میں اسکے بارے میں لکھا ہے ولعله إشارة إلى ما وقع من تیمور على بلاد الإسلام اه ❶ یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب تیمور لنگ نے بلاد شام پر آٹھویں صدی کے شروع میں حملہ کیا تھا اور دمشق کا بھی محاصرہ کر لیا تھا۔

٤٦٤٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا بُرْدٌ أَبُو الْعَلَاءِ، عَنْ مَكْحُولٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَوْضِعُ فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمَلَاحِمِ أَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوطَةُ».

ترجمہ: حضرت مکحولؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جنگوں کے وقت میں اہل اسلام کا خیمہ اور پناہ گاہ وہ جگہ ہوگی جس کا نام غوطہ ہے (غوطہ ملک شام میں ایک مقام ہے)۔

شرح الحديث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا خیمہ اور جائے پناہ لڑائیوں کے زمانہ میں وہ زمین ہوگی جس کا نام غوطہ ہے جو دمشق کا ایک نہایت سرسبز علاقہ ہے یہ حدیث کتاب الملاحم میں گزر چکی بَابٌ فِي الْمَعْقِلِ مِنَ الْمَلَاحِمِ میں اسکے بارے میں وہاں بذل میں گزر چکا: والغوطة كلها أشجار وأنهار متصلة، وهي بالإجماع أنزه بلاد الله وأحسنها منظرا ❷، اور یہاں بذل میں یہ بھی ہے کہ زمین کے مشہور اور بڑے باغات اور سرسبز علاقے چار ہیں جن میں ایک غوطہ بھی ہے اور باقی تین صُغد الأبُلّه شعب بوان ہیں غوطہ ان میں سب سے اعلیٰ ہے بذل میں لکھا ہے کہ شاید کہ غوطہ کا جائے پناہ ہونا جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ مہدی علیہ السلام ❸ کے زمانہ میں ہو مسلمان اور ان کے لشکروں کے پڑاؤ کی جگہ ہو ❹۔

ان روایات کے بارے میں جو یہاں مصنفؒ نے ذکر کی ہیں علامہ سندیؒ نے فتح الودود میں لکھا ہے کہ مصنف کا ان روایات کو یہاں لانا یعنی خلفاء راشدین کے ذکر کے بعد میں اشارہ ہے اس طرف کے فتن کا ظہور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد ہوگا۔

٤٦٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو ظَفَرٍ عَبْدُ السَّلَامِ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: "إِنَّ مَثَلَ

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٦٢

❷ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٧ ص ٢١٣

❸ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "عام طور پر حضرت مہدی کیلئے علیہ السلام کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جو لغوی معنی کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، اور مسلمانوں میں السلام علیکم، وعلیکم السلام یا وعلیکم وعلیہ السلام کے الفاظ روزمرہ استعمال ہوتے ہیں، مگر کسی کے نام کے ساتھ یہ الفاظ چونکہ انبیائے کرام یا ملائکہ عظام کیلئے استعمال ہوتے ہیں، اس لئے میں نے حضرت مہدیؒ کیلئے کبھی یہ الفاظ استعمال نہیں کئے، کیونکہ حضرت مہدیؒ نبی نہیں ہوں گے"۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید — ج ٢ ص ٣٦٢)

❹ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٦٢-١٦٣

عُثْمَانَ عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ. ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ يَقْرَؤُهَا وَيُفَسِّرُهَا {إِذْ قَالَ اللهُ يٰعِيسٰى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا [1]} يُشِيْرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ وَإِلَى أَهْلِ الشَّامِ".

ترجمہ: عوف سے مروی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ حجاج بن یوسف خطبہ دے رہا تھا اور (خطبہ میں) بیان کر رہا تھا کہ عثمانؓ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی پھر اس نے آیت پڑھی یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے عیسیٰ! میں تم کو دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور اپنی جانب تم کو بلانے والا ہوں اور تم کو کفار سے پاک کرنے والا ہوں قیامت تک (حجاج نے رَافِعُكَ إِلَيَّ کہہ کر) ہماری طرف اور اہل شام کی طرف اشارہ کیا۔

شرح الحدیث: یہاں (باب فی الخلفاء میں) مصنف نے چند روایات [2] حجاج بن یوسف ثقفی کی سیرت سیۂ اور اسکے جبر و تشدد سے متعلق ذکر کی ہیں جیسا کہ شروع میں ہم نے لکھا تھا کہ مصنف نے یہاں خلفائے راشدین کے علاوہ اور بعض دوسرے خلفاء اور امراء جور کا حال بھی ذکر کیا ہے تقابل کے طور پر یہ حجاج بن یوسف حضرت عثمانؓ کے حامیوں اور حضرت علیؓ کے مخالفین میں سے ہے حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث چونکہ بنو امیہ میں سے ہیں اور خلیفہ رابع حضرت علیؓ بنو ہاشم میں سے ہیں اور بنو ہاشم اور بنو امیہ کا تقابل معروف ہے اسلئے یہ حجاج حضرت عثمان غنیؓ کی فوقیت اور شرف حضرت علیؓ پر بہت نامناسب انداز میں بیان کر رہا ہے۔

اقتباس اول: اور کہہ رہا ہے کہ عثمانؓ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک یعنی علیؓ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی مثال یہود کے مقابلہ میں جو آیت کریمہ اس نے تلاوت کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں تم کو ان کفار یہود سے نجات عطا فرما کر اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھانے والا ہوں اور ان گندے ناپاک یہود سے پاکی عطا کرنے والا ہوں تو اس آیت کو حجاج تلاوت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں اور اسکی تفسیر میں رَافِعُكَ إِلَيَّ سے اشارہ اہل شام کی طرف کرتا تھا یعنی بنو امیہ کی طرف اور مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کے وقت اشارہ کرتا تھا اہل عراق کی طرف جو علی اور اصحاب علی ہیں والعیاذ باللہ منہ، گویا یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عزت اور فوقیت عطا فرمائی عیسیٰ علیہ السلام کو ان کو آسمان پر اٹھا کر یہود بے بہود پر، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فوقیت عطا فرمائی عثمانؓ اور عثمانیین کو ان کو خلافت عطا فرما کر علیؓ اور اصحاب علی پر۔ اس طرح کہ ان سے خلافت چھین کر بنو امیہ کی طرف منتقل فرمائی يُشِيْرُ إِلَيْنَا جس کے قائل عوف بن ابی جمیلہ ہیں یہ عراقی اور بصری ہیں اسی لئے کہہ رہے ہیں إِلَيْنَا یعنی الی اهل العراق اور حضرت علیؓ کا دار السلطنت عراق میں ہی تھا، جس طرح کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اموی کا دار السلطنت ملک شام میں تھا، اسی لئے اس نے اہل شام اور اہل عراق کا تقابل بیان کیا ہے۔

---

[1] جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ علیہ السلام میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے (سورۃ آل عمران ۵۵)

[2] بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حجاج کی مختلف تقاریر اور خطبات کے چند اقتباسات ذکر کئے ہیں تا کہ اس کے افکار و نظریات کا اندازہ ہو سکے۔

٤٦٤٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خَالِدٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَخْطُبُ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: "رَسُولُ أَحَدِكُمْ فِي حَاجَتِهِ أَكْرَمُ عَلَيْهِ أَمْ خَلِيفَتُهُ فِي أَهْلِهِ؟ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لِلَّهِ عَلَيَّ أَلَّا أُصَلِّيَ خَلْفَكَ صَلَاةً أَبَدًا، وَإِنْ وَجَدْتُ قَوْمًا يُجَاهِدُونَكَ لَأُجَاهِدَنَّكَ مَعَهُمْ". زَادَ إِسْحَاقُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: «فَقَاتَلَ فِي الْجَمَاجِمِ حَتَّى قُتِلَ».

ترجمہ: حضرت ربیع بن خالد الضبی سے مروی ہے کہ میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ اپنے خطبہ میں بیان کر رہا تھا کہ تم لوگوں میں سے کسی شخص کا پیغام رساں اور قاصد مرتبہ میں زیادہ بڑھا ہوا ہے یا اس کے گھر میں اس شخص کا نائب (جو شخص اس نے اہل خانہ کی مخالفت کی حفاظت کیلئے کیا وہ درجہ میں زیادہ ہے؟) میں نے اپنے دل میں یہ بات کہی کہ اللہ کی قسم! اب میں تیرے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھونگا اور اگر مجھ کو اس قسم کے لوگ مل جائیں جو کہ تجھ سے جہاد کریں تو میں بھی ان کے ساتھ مل کر تیرے خلاف جہاد کروں گا۔ اسحٰق نے اپنے حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ ربیع بن خالد نے جماجم کی لڑائی میں شرکت کی اور شہید ہو گئے۔

شرح الحدیث: **اقتباس ثانی**: ربیع بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حجاج کو اس کے خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا، سوال کے طور پر خطاب کرتا تھا لوگوں کو کہ بتاؤ تو سہی تم میں سے کسی شخص کا کوئی قاصد جس کو اپنے کسی کام کیلئے باہر بھیجے، وہ زیادہ معزز و مکرم ہو گا اس شخص کے نزدیک یا وہ شخص جس کو وہ اپنے اہل خانہ کی نگہداشت کیلئے ان پر چھوڑے، اس کا جواب ظاہر ہے کہ جس کو اپنے گھر پر چھوڑے گا وہ اس کے نزدیک زیادہ معتمد اور مکرم ہو گا اس کے مقابلہ میں جسکو کسی کام سے باہر بھیجا ہے، یہ اشارہ حضرات عثمانؓ اور علیؓ کی طرف ہے، حضرت عثمان غنیؓ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جنگ بدر کیلئے جاتے وقت اپنے گھر پر چھوڑا تھا حضرت رقیہؓ کی تیمار داری کیلئے، اور اس کے بالمقابل حضرت علیؓ کو ۹ھ میں صدیق اکبرؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیجا تھا بعض مخصوص اعلانات کرانے کیلئے، لہٰذا عثمان غنیؓ بدرجہا اشرف ہوئے حضرت علیؓ سے اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ان دونوں کے ساتھ معاملہ اس کے برعکس بھی تو ثابت ہے، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے گھر پر چھوڑا تھا یعنی غزوہ تبوک میں جاتے وقت اور فرمایا تھا: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى [1]، اور حضرت عثمانؓ کو ایک موقع پر مکہ مکرمہ قاصد بنا کر بھیجا تھا یعنی عمرۃ الحدیبیہ کے موقع پر، لہٰذا اس کا یہ استدلال قابل التفات نہیں، گو حضرت عثمان غنیؓ اہل سنت کے نزدیک فضیلت کے اعتبار سے ترتیب میں حضرت علیؓ سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن حجاج کا مقصود تو صرف یہ نہیں بلکہ تنقیص علیؓ مقصود ہے، آگے روایت میں ہے: فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لِلَّهِ عَلَيَّ أَلَّا أُصَلِّيَ خَلْفَكَ صَلَاةً أَبَدًا، وَإِنْ وَجَدْتُ قَوْمًا يُجَاهِدُونَكَ لَأُجَاهِدَنَّكَ مَعَهُمْ، ربیع بن خالد جو حجاج بن یوسف کا یہ خطبہ نقل کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس

---

[1] صحيح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه ٢٤٠٤

خطبہ کو سنتے وقت میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس بات پر معاہدہ کرتا ہوں کہ تیرے پیچھے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھوں گا، اور اگر میں کسی وقت لوگوں کو تجھ سے جہاد کرتا ہوا پاؤں گا تو ان کے ساتھ شامل ہو کر تجھ سے جہاد کروں گا۔

ثم قال: «فَقَاتَلَ فِي الْجَمَاجِمِ حَتَّى قُتِلَ»، ربیع بن خالد کے شاگرد ربیع کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ یہ یعنی ربیع بن خالد جماجم کی لڑائی میں شریک ہوئے اور وہاں مارے گئے، جنگ جماجم کا ذکر اس سے پہلے بھی کتاب الجهاد بَابٌ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ میں آیا ہے۔

٤٦٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: "اتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ لَيْسَ فِيهَا مَثْنَوِيَّةٌ، وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا لَيْسَ فِيهَا مَثْنَوِيَّةٌ، لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَاللهِ لَوْ أَمَرْتُ النَّاسَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنْ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَخَرَجُوا مِنْ بَابٍ آخَرَ لَحَلَّتْ لِي دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، وَاللهِ لَوْ أَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ لَكَانَ ذَلِكَ لِي مِنَ اللهِ حَلَالًا، وَيَا عَذِيرِي مِنْ عَبْدِ هُذَيْلٍ يَزْعُمُ أَنَّ قِرَاءَتَهُ مِنْ عِنْدِ اللهِ، وَاللهِ مَا هِيَ إِلَّا رَجَزٌ مِنْ رَجَزِ الْأَعْرَابِ مَا أَنْزَلَهَا اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَام، وَعَذِيرِي مِنْ هَذِهِ الْحَمْرَاءِ يَزْعُمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَرْمِي بِالْحَجَرِ فَيَقُولُ: إِلَى أَنْ يَقَعَ الْحَجَرُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ، فَوَاللهِ لَأَدَعَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الدَّابِرِ" قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِلْأَعْمَشِ فَقَالَ: أَنَا وَاللهِ سَمِعْتُهُ مِنْهُ.

ترجمہ: حضرت عاصم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حجاج کو ممبر پر بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس میں نہ کوئی شرط ہے نہ استثناء اور اسی طرح امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کے اطاعت کرو۔ اس میں کوئی استثناء نہیں ہے قسم اللہ کی اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ مسجد کے اس دروازہ سے باہر نکلا کریں پھر وہ لوگ دوسرے دروازے سے باہر نکل جائیں تو میرے لئے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میں (قبیلہ) مضر کے غلطیوں پر قبیلہ ربیعہ سے مواخذہ کروں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات ٹھیک ہے۔ کون شخص ہے جو مجھے معذور قرار دے عبد ہذیل کے طرف سے (اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں) جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جس طریقہ سے میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی قسم وہ تو اہل عرب کے گانوں میں سے ایک گانہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک پیغمبر پر نازل نہیں فرمایا ان اہل عجم کی جانب سے کون شخص مجھے معذور سمجھے گا کہ وہ عجمی سمجھتے ہیں جیسا کہ حجاج کے زمانہ میں اس قدر تیزی سے فتنے رونما ہونگے (کہ ایک شخص پتھر اٹھا کر مارے گا تو پتھر گرنے سے پہلے فتنہ رونما ہو چکا ہو گا)، پھر کہتا ہے کہ دیکھو یہ کہاں تک جاتا ہے، اللہ کی قسم! ان لوگوں کو گزشتہ کل کی طرح سے مٹا ڈالوں گا (یعنی ان کا نام ونشان نہیں رہے گا) راوی نے بیان کیا کہ میں نے اعمش کے سامنے یہ باتیں نقل کئے تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم حجاج سے میں نے اس طرح سنا ہے۔

شرح الحديث: **اقتباسِ ثالث:** حجاج کی یہ تقریر اس وقت کی ہے جب کہ وہ عبد الملک بن مروان کی جانب سے اس کی

خلافت میں والی عراق تھا، پہلے جملہ کا تو مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اس کا مامور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے، تقویٰ اختیار کرے جس میں کسی کا استثناء نہیں، یہ بات تو واقعی درست ہے، اس کے بعد وہ اپنی تقریر میں خلیفہ وقت عبد الملک کی اطاعت قانونی طور پر ذکر کر رہا ہے کہ ان کا سمع اور اطاعت ہر شخص پر واجب ہے بلا کسی استثناء کے، اور صرف یہی نہیں کہ اس کی اطاعت صرف جائز امور میں واجب ہے بلکہ ہر کام میں، چنانچہ وہ آگے کہہ رہا ہے کہ اگر میں لوگوں کو اس بات کا حکم کروں (امیر المؤمنین کی جانب سے) کہ وہ مسجد کے صرف فلاں دروازہ سے نکلیں اور پھر وہ اسکے خلاف دوسرے دروازہ سے نکلنے لگیں تو (انکی اس حکم عدولی اور مخالفت امر کی وجہ سے) میرے لئے ان کی جان اور مال دونوں حلال ہو جائیں گے، آگے اور مزید ترقی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ واللہ اگر میں قبیلۂ مضر کی جنایت میں ان کو سزا دینے کے بجائے ربیعہ کی گرفت کروں جو کہ دوسرا قبیلہ ہے تو یہ بات میرے لئے من جانب اللہ تعالیٰ حلال ہو گی، حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ حجاج کے کفریہ اقوال ہیں کیونکہ تحلیل حرام اور تحریم حلال میں صریح ہیں، اور اس میں احکام شرع کا انکار ہے، حالانکہ امراء اور سلاطین کی اطاعت صرف موافق شرع امور میں واجب ہے، نہ کہ مطلقاً [1]۔

اقتباس رابع : وَيَا عَذِيرِي مِنْ عَبْدِ هُذَيْلٍ يَزْعُمُ أَنَّ قِرَاءَتَهُ مِنْ عِنْدِ اللهِ، وَاللهِ مَا هِيَ إِلَّا رَجَزٌ مِنْ رَجَزِ الْأَعْرَابِ مَا أَنْزَلَهَا اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اب یہ کہہ رہا ہے: اے کون ہے وہ شخص جو مجھے معذور قرار دے عبد ہذیل کے بارے میں یعنی اگر میں اسکی تحقیر و تنقیص کروں، یہ اشارہ ہے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود ھذلیؓ کی طرف جن کو وہ بطور تحقیر واہانت کے قبیلہ ھذیل کے غلام سے تعبیر کر رہا ہے اور آگے انکے ایک خاص فعل پر نکیر کر رہا ہے اور انکے بارے میں کہہ رہا ہے کہ وہ عَبْدِ هُذَيْل اپنے مصحف والی قراءت کو من عند اللہ سمجھتا ہے، حالانکہ بخدا وہ کچھ بھی نہیں ہے، سوائے گاودیوں کے ایک گیت اور گانے کے، وہ منزل من اللہ ہی نہیں ہے، بذل [2] میں لکھا ہے کہ اس باب سے اس کا مقصود مصحف ابن مسعودؓ سے لوگوں کو نفرت دلانا ہے، جس کا منشا یہ ہوا کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے مختلف مصاحف کو جمع فرمایا تھا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنا مصحف دینے سے انکار کر دیا تھا جس کا قصہ ترمذی شریف کی روایت میں مذکور ہے سورۂ توبہ کی تفسیر میں طویل روایت ہے جس کی ابتداء اس طرح ہے: عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ حُذَيْفَةَ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّامِ فِي فَتْحِ أَرْمِينِيَةَ وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ العِرَاقِ، فَرَأَى حُذَيْفَةُ اخْتِلَافَهُمْ فِي القُرْآنِ الحديث، جسکے آخر میں ہے: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: "يَا أَهْلَ العِرَاقِ اكْتُمُوا المَصَاحِفَ الَّتِي عِنْدَكُمْ وَغُلُّوهَا فَإِنَّ اللهَ يَقُولُ: { وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٦٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٦٦

غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ [1] } فَاتقُوا اللهَ (كذا فی المطبوعة) والصحيح فالقوا الله بِالمَصَاحِفِ"،الی آخرہ [2] ۔چونکہ حجاج حضرت عثمانؓ اور امویین کے حامیوں میں سے ہے اس لئے عبد اللہ بن مسعودؓ پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کر رہا ہے اور اس سے بری طرح کر رہا ہے کہ جس میں اس نے اپنے کفر کی بھی پرواہ نہیں کی کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اس وقت وہ کلمہ کفریہ ہے۔

اقتباس خامس: آگے کہہ رہا ہے وَعَذِيرِي مِنْ هَذِهِ الْحَمْرَاءِ یعنی یا عذیری، کیونکہ یہ عذیری پہلے عذیری پر معطوف ہے جس کے شروع میں "یا" حرف نداء ہے، مِنْ هَذِهِ الْحَمْرَاءِ يَزْعُمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَرْمِي بِالْحَجَرِ فَيَقُولُ: إِلَى أَنْ يَقَعَ الْحَجَرُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ، "حمراء" سے مراد عجم ہیں جن کو موالی سے بھی تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے يَعْنِي الْمَوَالِيَ، یہ لکھا ہے کہ اس زمانہ میں عراق وغیرہ میں جو زیادہ تر ترکی رومی اور فارسی تھے اور وہ رنگ میں سرخ ہوتے تھے اسلئے انکو حمراء سے تعبیر کرتے تھے جیسا کہ عرب اسمر ہوتے ہیں حجاج کہہ رہا ہے ارے ہے کوئی ایسا جو مجھے معذور سمجھے ان حمراء کے بارے میں یعنی اگر میں انہیں ماروں یا کچھ کہوں، آگے اس غصہ کا منشا خود ہی ظاہر کر رہا ہے: یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ عبد الملک کے زمانہ میں ایسے فتنے برپا ہوں گے اتنی کثرت سے اور جلدی جلدی کہ اگر ایک جگہ سے پتھر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا جائے تو اس پتھر کے اس جگہ پہنچنے سے پہلے کوئی نہ کوئی فتنہ پایا جائے گا، پتھر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پھینکنے میں چند منٹ خرچ ہوتے ہیں، تو اسکے زمانہ میں اتنی جلدی جلدی فتنے پائے جائیں گے؛ عجمیوں کا یہ خیال حجاج جیسوں کو کہاں برداشت ہو سکتا ہے اسی لئے ان پر اظہار عتاب کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے فَوَاللهِ لَأَدَعَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الدَّابِرِ کہ بخدا میں ان کو تہس نہس اور کل گزشتہ کی طرح نیست و نابود کر دوں گا، قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِلْأَعْمَشِ فَقَالَ: أَنَا وَاللهِ سَمِعْتُهُ مِنْهُ، عاصم جو اس حکایت کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج کے اس خطبہ کا ذکر اعمش سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صحیح کہتے ہو میں نے بھی اس کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے، چنانچہ اس کے بعد روایت اعمش ہی کی آرہی ہے عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: هَذِهِ الْحَمْرَاءُ هَبْرٌ هَبْرٌ، ھبر کے معنی ہیں قطع کے، کہہ رہا ہے کہ یہ حمراء اور عجمی اس کے مستحق ہیں، کہ ان کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا جائے، وَاللهِ لَوْ قَدْ قَرَعْتُ عَصًا بِعَصًا، لَأَذَرَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الذَّاهِبِ، بخدا اگر میں لاٹھی پر لاٹھی چلا دوں یعنی لاٹھی استعمال کروں ان پر تو ان کو کل گزشتہ کی طرح کر چھوڑوں، یعنی مفقود کر دوں گا، يَعْنِي الْمَوَالِيَ یہ تفسیر ہے لَأَذَرَنَّهُمْ میں ضمیر منصوب کی، راوی کہتا ہے کہ حجاج کی مراد لَأَذَرَنَّهُمْ سے یہی موالی اور ممالیک ہیں۔

٤٦٤٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: هَذِهِ الْحَمْرَاءُ هَبْرٌ هَبْرٌ، «أَمَا وَاللهِ لَوْ قَدْ قَرَعْتُ عَصًا بِعَصًا، لَأَذَرَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الذَّاهِبِ» . يَعْنِي الْمَوَالِيَ.

---

[1] اور جو کوئی چھپاویگا وہ لائیگا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے (سورة آل عمران ١٦١)

[2] جامع الترمذی - کتاب التفسیر القرآن - باب: ومن سورة التوبة ٣١٠٤

ترجمہ: اعمش نے فرمایا میں نے حجاج سے سنا کہ یہ اہلِ عجم کاٹ ڈالنے کے لائق ہیں کاٹ ڈالنے کہ انکو قتل کر دیا جائے۔ اللہ کے قسم اگر میں لکڑی کو لکڑی پر ماروں یعنی انکے خلاف کاروائی کروں تو میں ان کا اس طرح نشان مٹادوں گا کہ جس طریقہ سے گزشتہ کل (کا نام ونشان نہیں)۔ الحمراء سرخ وسفید لوگوں سے مراد ہوائی عجمی ہیں۔

٤٦٤٥ - حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، قَالَ: جَمَّعْتُ مَعَ الْحَجَّاجِ فَخَطَبَ فَذَكَرَ حَدِيثَ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، قَالَ: فِيهَا «فَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا لِخَلِيفَةِ اللهِ، وَصَفِيِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ» وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ: «وَلَوْ أَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ» وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْحَمْرَاءِ.

ترجمہ: اعمش نے بیان کیا کہ میں نے حجاج کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی اس نے خطبہ پڑھا پھر پہلی روایت کی طرح ذکر کیا۔ اس خطبہ میں حجاج نے بیان میں کہا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور برگزیدہ شخصیت ہستی عبد الملک بن مروان کے فرمانبرداری کرو پھر انہوں نے گزشتہ حدیث کی طرح روایت بیان کی۔ اور آگے کہا اور اگر میں مضر کے بدلے ربیعہ کی گرفت کروں اور عجمیوں کا ذکر نہیں کیا۔

٤٦٤٦ - حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ» قَالَ سَعِيدٌ قَالَ لِي سَفِينَةُ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَعُمَرُ عَشْرًا، وَعُثْمَانُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ، وَعَلِيٌّ كَذَا» قَالَ سَعِيدٌ، قُلْتُ: لِسَفِينَةَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام لَمْ يَكُنْ بِخَلِيفَةٍ قَالَ: «كَذَبَتْ أَسْتَاهُ بَنِي الزَّرْقَاءِ يَعْنِي بَنِي مَرْوَانَ».

ترجمہ: سعید بن جمہان، سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نبوت کی خلافت تیس سال تک (باقی) رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہیں گے سلطنت (بادشاہت) عطا فرمادیں گے۔ سعید نے فرمایا کے سفینہ نے مجھ سے بیان کیا تم حساب لگالو۔ ابو بکرؓ کے خلافت کے دو سال اور عمر فاروقؓ کی خلافت کے دس سال اور عثمان غنیؓ کی خلافت کے بارہ سال اور علیؓ کی اس قدر سال کی خلافت کے (چھ سال)۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ یہ لوگ یعنی (بنو مروان) سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؓ خلیفہ نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا: بنی زرقاء یعنی بنی مروان کے سرین جھوٹ بولتے ہیں (یعنی یہ بات اس قدر بیہودہ ہے کہ زبان سے نہیں نکلی بلکہ انکے سرین سے آواز نکلی ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الفتن (٢٢٢٦) سنن أبي داود - السنة (٤٦٤٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٢٠/٥)

شرح الحديث: سفینہؓ جو کہ مشہور صحابی ہیں اور حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے خادم ہیں جن کا کچھ حال بَابٌ فِي الْعِتْقِ عَلَى الشَّرْطِ میں گزر چکا، ان سے روایت ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ نبوت کے طریقے پر اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سیرت کے مطابق آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد جو خلافت ہوگی وہ تیس سال تک چلے گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو بادشاہت عطا فرمائیں گے وہ بادشاہت کریگا اس کے

بعد والی روایت میں ہے قَالَ سَعِيدٌ: قَالَ لِي سَفِينَةُ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَعُمَرُ عَشْرًا، وَعُثْمَانُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ، وَعَلِيٌّ كَذَا».

خلفاء راشدین کی مدتِ خلافت: اس روایت میں ان تیس سال کا حساب مذکور ہے کہ وہ خلفاء اربعہ پر کس طرح تقسیم ہوئے، وہ یہ کہ سعید کہتے ہیں کہ مجھ سے سفینہ نے کہا لو سنبھالو یعنی محفوظ رکھو میں تفصیل بتاتا ہوں، اور پھر یہ تفصیل بتائی، ابو بکرؓ کی خلافت دو سال تک اور عمرؓ کی دس سال، اور عثمانؓ کی بارہ سال، یہ کل چوبیس سال ہوئے اس کے بعد علیؓ کا ذکر ہے مگر اس کے ساتھ سال نہیں شمار کرایا، صرف کَذَا کہہ دیا، گویا اشارہ ہے باقی سالوں کی طرف جو چھ ہیں اسکی کسی قدر تفصیل حضرت شیخؒ نے حاشیۂ بذل میں لکھی ہے، تاریخ الخلفاء اور تقریب سے نقل کر کے، اس میں لکھا ہے، صدیق اکبرؓ کی خلافت کی ابتداء آپ ﷺ کی وفات کے بعد ربیع الاول ۱۱ ؁ تا وفات جمادی الاولی ۱۳ ؁ کی کما فی التقریب، اور تاریخ الخلفاء میں بجائے جمادی الاولی کے جمادی الثانیہ، اس کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت صدیق اکبرؓ کی جانب سے الی آخر الوفاۃ والشہادۃ ذی الحجہ ۲۳ ؁، کل مدت خلافت ہوئی ساڑھے دس سال، اس کے بعد خلافت اور بیعت پہنچی حضرت عثمانؓ کو، الی آخر الوفاۃ والشہادۃ ذی الحجہ ۳۵ ؁ کل بارہ سال، اس کے بعد بیعت کی گئی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر الی آخر الوفاۃ والشہادۃ رمضان ۴۰ ؁، اس کے بعد حضرت حسنؓ کو خلافت ملی اپنے والد کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے، پھر چھ ماہ کے بعد حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح ہوگئی ربیع الاول یا آخر یا جمادی الاولی ۴۱ ؁ اس کے بعد حضرت حسنؓ کی وفات اور شہادت زہر دینے کی وجہ سے ۴۹ ؁ و قیل ۵۰ ؁ وقیل بعدها کذا فی التقریب [1]۔

قَالَ سَعِيدٌ قُلْتُ لِسَفِينَةَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ بِخَلِيفَةٍ. قَالَ كَذَبَتْ أَسْتَاهُ بَنِي الزَّرْقَاءِ يَعْنِي بَنِي مَرْوَانَ: سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ سے کہا کہ یہ لوگ یعنی بنو مروان تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہی نہیں تھے، انہوں نے جواب دیا کہ وہ جھوٹ بکواس کرتے ہیں، زرقاء ایک عورت تھی جسکی نسل سے یہ بنو امیہ ہیں، اور لفظ "استاہ" "است" کی جمع ہے جس کی اصل "ستہ [2]" تھی، ان کے اس جھوٹے کلام کی نسبت بجائے زبان کے سرین کی طرف، اس کی تقبیح اور تحقیر کیلئے، یعنی یہ کلام کلام نہیں ہے جو زبان سے سرزد ہوتا ہے یہ بدبودار ریح ہے جو سرین سے خارج ہوتی ہے، افواہ کو استاہ سے مجازاً تعبیر کیا۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

۴۶۴۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ، أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۱۷۰

[2] نواقض وضوء کے ابواب میں وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ (كتاب الطهارة باب في الوضوء من النوم ۲۰۳) کے ذیل میں اس لفظ کی تحقیق گزر گئی۔

ترجمہ: حضرت سفینہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ نبوت کی خلافت (یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ) تیس سال تک رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہیں گے دے دیں گے۔

تخریج: جامع الترمذي- الفتن (٢٢٢٦) سنن أبي داود- السنة (٤٦٤٧) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٢٠)

٤٦٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَسُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ، ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا، فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ، فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ، -قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: وَالْعَرَبُ تَقُولُ آثَمُ-، قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ «اثْبُتْ حِرَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ» قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ"، قُلْتُ: وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ: أَنَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

ترجمہ: عبداللہ بن ظالم مازنی سے روایت ہے (ابن ادریس کہتے ہیں سفیان راوی نے ہلال بن یساف اور عبداللہ بن ظالم کے درمیان ایک راوی (ابن حیان) کو ذکر کیا تھا جو میں بھول گیا) عبداللہ مازنی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جب فلاں شخص (حضرت معاویہ) کوفہ آئے اور اس نے فلاں شخص (حضرت مجدبہ بن شعیب) کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا کیا تو سعید بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم نہیں دیکھتے اس ظالم شخص کو (جو کہ حضرت علیؓ کی مذمت بیان کر رہا ہے) میں نو آدمیوں کے بارے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اور اگر میں دسویں شخص کا بھی تذکرہ کر دوں تو میں گنہگار نہ ہوں گا۔ ابن ادریس کہتے ہیں اہل عرب إِيثَمْ کی جگہ آثَمُ کہتے، ہیں میں نے عرض کیا: وہ نو حضرات کون کون سے ہیں؟ سعید نے جواب دیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کوہ) حراء تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ارشاد فرمایا: (اے پہاڑ!) ٹھہر جاؤ۔ تم پر نبی اور شہید و صدیق کے علاوہ کوئی شخص نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ نو حضرات کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، پھر میں نے عرض کیا: وہ دسواں کون شخص ہے؟ تو وہ کچھ دیر رکے رہے پھر انہوں نے جواب دیا: وہ دسواں شخص میں ہوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو اشجعی نے عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ سے اسی سند

کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔

تخریج جامع الترمذي- المناقب (٣٧٤٨) جامع الترمذي- المناقب (٣٧٥٧) سنن أبي داود- السنة (٤٦٤٨) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٣٤) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٨٨)

شرح الحدیث: **شرح السند:** اس حدیث میں مصنف کے استاد محمد بن العلاء ہیں اور محمد بن العلاء اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کرتے ہیں پہلی ابن ادریس سے عبد اللہ بن ظالم تک اور دوسری سند شروع ہوتی ہے سفیان سے عبد اللہ بن ظالم تک۔

قال [1] ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ: یہ جملہ معترضہ ہے، محمد بن العلاء کہہ رہے ہیں کہ میرے دوسرے استاد سفیان نے ہلال بن یساف اور عبد اللہ بن ظالم کے درمیان ایک واسطہ ذکر کیا تھا، مصنف کے آئندہ کلام سے اس واسطہ کی تعیین ہو رہی ہے کہ وہ ابن حیان ہے یہاں تک سند کی تشریح ہوئی۔

قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ [2] فُلَانٌ خَطِيبًا، فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ، فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ: **شرح المتن**: عبد اللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ جب فلاں شخص کوفہ میں آیا اور اس کی آمد پر فلاں شخص خطبہ دینے کیلئے کھڑا ہوا (یہ دونوں یعنی عبد اللہ بن ظالم اور سعید بن زید بھی وہاں موجود تھے) تو عبد اللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ سعید بن زید نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ سے کہا کہ تم اس ظالم کو دیکھ نہیں رہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ یہ سمعت کا مفعول ہے جو شروع میں آیا تھا اور پھر سعید بن زید نے یہ بھی فرمایا کہ میں نو شخصوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو میں گنہگار نہ

---

[1] الظاهر ان الضمير الى محمد بن العلاء لكن في البذل، ارجع الضمير الى ابن ادريس ١٢۔

[2] یہاں پر دو نسخے ہیں ایک نسخہ میں ہے "فلانا" پہلی صورت میں "اقام" بمعنی قام ہوگا اور دوسری صورت میں اقام متعدی ہوگا، اور اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ جب معاویہؓ کوفہ میں آئے تو انہوں نے ایک شخص کو خطیب بنا کر کھڑا کیا اور خطیب کا مصداق بہر حال دونوں صورتوں میں مغیرہ بن شعبہؓ ہی ہیں، اور یہ دونوں احتمال اسی طرح حضرت نے بذل (ج١٨ ص١٧٢) میں تحریر فرمائے ہیں لیکن اس میں روایات حدیثیہ مختلف ہیں چنانچہ سنن کبریٰ للنسائی کی ایک روایت میں ہے سمعت سعيد بن زيد قال: لما قدم معاوية الكوفة أقام مغيرة بن شعبة خطباء يتناولون عليا فأخذ بيدي سعيد بن زيد فقال ألا ترى هذا الظالم الذي يأمر بلعن رجل من أهل الجنة الخ (سنن الكبرى للنسائي كتاب المناقب طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه ٨٢٠٨) اس صورت میں خطیب کا مصداق مغیرہ بن شعبہ نہیں بلکہ ان کے قائم کردہ دوسرے لوگ، لہذا ابو داؤد کی اس روایت کا مطلب بھی یہی ہو سکتا ہے کہ جب معاویہؓ کوفہ میں تشریف لائے تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کسی خطیب کو کھڑا کیا خطبہ دینے کے لئے اور اسی کے ہم معنی روایت الضعفاء الکبیر للعقیلی میں ہے ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ خطیب غیر مغیرہ تھے جس کو کھڑا کیا تھا مغیرہ نے اور حدیث کی ایک دوسری کتاب مسند الشاشی میں اس طرح ہے سمعت عبد الرحمن ابن الاخنس يقول شهدت المغيرة بن شعبة يخطب بالكوفة فذكر عليا فنال منه فقال سعيد بن زيد اشهد الخ اس صورت میں خطیب خود مغیرہ ہوں گے لیکن اس روایت میں کلام ہے امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن الاخنس لم يسمع سعيد بن زيد، اور بعضوں نے اسکے بارے میں لکھا ہے "مجہول"، اور تقریب میں لکھا ہے "مستور" سنن کبریٰ وغیرہ کی روایت کے پیش نظر ہمارا خیال یہ ہے کہ یہاں سنن ابو داؤد کی روایت میں بھی "اقام فلان خطيبا" کے بجائے "خطباء" ہی ہوگا، کہ مغیرہ بن شعبہ نے چند خطباء کو کھڑا کیا خطاب کیلئے اور "اقام" بمعنی "قام" یہ خلاف ظاہر ہے "خطيباء اور خطباء کتابت میں ایک سے ہی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہوں گا میں نے پوچھا: وہ نو شخص کون ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا جب کہ آپ ﷺ حراء پہاڑی پر تھے (اور وہ ان حضرات کی وجہ سے حرکت میں آگیا تھا) ساکن ہو اے حراء حرکت مت کر کیونکہ اس وقت تجھ پر نبی ہے اور صدیق اور شہید، یہ تو بظاہر شمار کے اعتبار سے کل تین ہی ہوئے، اسلئے عبد اللہ بن ظالم نے دوبارہ سوال کیا کہ نو کی تعیین کیجئے کہ وہ نو کون ہیں جو اس وقت حراء پہاڑی پر تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ یہ تھے: ① رسول اللہ ﷺ، ② ابو بکر صدیقؓ، ③ وعمرؓ، ④ وعثمانؓ، ⑤ وعلیؓ، ⑥ وطلحہؓ، ⑦ وزبیرؓ، ⑧ وسعد بن ابی وقاصؓ، ⑨ وعبد الرحمن بن عوفؓ (یہ نو کی تعداد تو پوری ہو گئی اور دسویں کے بارے میں یہ کہا تھا کہ اگر اسکی بھی تعیین کر دوں تو کوئی گناہ نہیں، اسلئے انہوں نے پوچھا کہ وہ دسواں کون ہے؟ تو اس پر ٹھٹکے اور متأمل ہوئے اور پھر کہا کہ وہ میں ہوں اس روایت میں یہ آیا تھا: وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ. - قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: وَالْعَرَبُ تَقُولُ آثَمُ - یعنی اصل تو آثَمُ ہی ہے بروزن "اعلم" لیکن بعض مرتبہ امالہ کے ساتھ کہتے ہیں یعنی إِيثَمُ۔

عشرہ مبشرہ والی روایات: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں عشرۂ مبشرہ میں ابو عبیدہ بن الجراح مذکور نہیں حاشیۂ بذل [1] میں ہے کہ عشرہ مبشرہ کی احادیث میں وہ بھی مذکور ہیں لیکن اس روایت میں دس کا عدد جو پورا ہوا ہے وہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہے اور وہ جو عشرہ مبشرہ والی حدیث ہے جس کی طرف شیخ نے اشارہ فرمایا اس میں حضور ﷺ شامل نہیں اس لئے وہاں پر عاشر ابو عبیدہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن احادیث میں آپ ﷺ کے علاوہ دس مذکور ہیں وہ حراء کا واقعہ نہیں ہے چنانچہ ترمذی کی روایت ہے عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبُو بَكْرٍ فِي الجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الجَنَّةِ، وَسَعِيدٌ فِي الجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ فِي الجَنَّةِ» [2] لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ سعید بن زید کی روایت ترمذی میں دونوں طرح ہے ایک مثل ابو داود کی روایت کے جس میں عشرۂ مبشرہ میں خود حضور ﷺ شامل ہیں اور ابو عبیدہ مذکور نہیں اور ایک روایت سعید بن زید سے ترمذی میں وہ ہے جس میں دس کا عدد بغیر حضور ﷺ کے پورا ہو رہا ہے اور اس میں ابو عبیدۃ بن الجراح کو شمار کیا گیا ہے سعید بن زید کی روایات مختلف ہیں بعض میں حراء کا ذکر ہے جیسا کہ یہاں ابو داود کی روایت میں اور اسی طرح ترمذی کی ایک روایت میں جو اسی طریق سے ہے یعنی عبد اللہ بن ظالم کے واسطہ سے اور بعض میں حراء کا ذکر نہیں ہے جو عبد الرحمن بن حمید عن ابیہ کے واسطہ سے ہے اسمیں حراء کا ذکر نہیں ہے اور عاشر اس میں ابو عبیدہ ہیں بجائے حضور ﷺ کے اسی لئے امام ترمذیؒ نے بھی سعید بن زید کی روایات کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے وَقَدْ رُوِيَ مِنْ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٧٤

[2] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب مناقب عبد الرحمن بن عوف الخ ٣٧٤٧

غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1] اور سنن کبریٰ للنسائی میں سعید بن زید کی روایت اس طرح ہے عن عبد الرحمن بن الأخنس عن سعيد بن زيد قال: اهتز حراء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثبت حراء فليس عليك إلا نبي أو صديق أو شهيد وعليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن أبي وقاص وأنا [2]۔

اب حدیث الباب کا مطلب سمجھئے جس میں اس طرح ہے: لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا اس پہلے فلاں سے مراد حضرت معاویہؓ ہیں اور دوسرے فلاں سے مغیرہ بن شعبہؓ یعنی ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کوفہ میں تشریف لائے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو ان کی جانب سے کوفہ کے گورنر تھے وہ ان کی آمد پر خطیب بن کر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا جس میں تعریض تھی حضرت علیؓ پر اور تفضیل حضرت معاویہؓ کی ان پر جس پر سعید بن زید کو غصہ آیا جیسا کہ یہاں روایت میں ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ کہ یہ حضرت علیؓ پر تعریض کی جارہی ہے ان کو برا بھلا کہا جارہا ہے حالانکہ علیؓ ان حضرات میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی حضور ﷺ نے شہادت دی ہے علامہ سندیؒ فتح الودود میں لکھتے ہیں کہ امام ابوداودؒ نے بہت اچھا کیا کہ معاویہؓ اور مغیرہؓ کے نام کی تصریح نہیں کی کنایۃً بیان کیا فی مثل هذا المحل لكونهما صحابيين اه من البذل [3]۔ امام ابوداودؒ کی یہ عادت شریفہ کہ ایسے مواقع میں نام کی تصریح نہیں کرتے اس سے پہلے باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ میں اس عادت کا ذکر اور اس کے نظائر گزرے ہیں۔

٤٦٤٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: «عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ» قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ. قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ: هُوَ «سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ».

ترجمہ حضرت عبد الرحمٰن بن اخنس سے مروی ہے کہ وہ (ایک دن) مسجد میں تھے تو ایک شخص نے (بطور مذمت) حضرت علیؓ کا تذکرہ کیا تو حضرت سعید بن زیدؓ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں شہادت دیتا ہوں آنحضرت ﷺ پر کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ دس حضرات جنت میں ہیں۔ ایک تو آنحضرت ﷺ جنت میں،

---

[1] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب مناقب أبي الأعور الخ ٣٧٥٧

[2] سنن النسائي الكبرى - كتاب المناقب - باب أبو بكر وعمر وعثمان وعلي الخ ٨١٥٦

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ١٧٢

ابو بکر صدیقؓ جنّت میں، حضرت عمر فاروقؓ جنّت میں، حضرت عثمان غنیؓ جنّت میں، حضرت علیؓ جنّت میں، حضرت طلحہؓ جنّت میں، زبیر بن عوامؓ جنّت میں، سعد بن مالکؓ جنّت میں، عبدالرحمن بن عوفؓ جنّت میں ہیں اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا بھی نام بیان کر دوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دسواں شخص کون ہے؟ وہ (یہ سن کر) خاموش ہوگئے جب انہوں نے پھر دریافت کیا کہ وہ دسواں شخص کون ہے؟ تو انہوں نے کہا سعید بن زیدؓ۔

٤٦٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ فُلَانٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، فَجَاءَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهِ وَحَيَّاهُ وَأَقْعَدَهُ عِنْدَ رِجْلِهِ عَلَى السَّرِيرِ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، يُقَالُ لَهُ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهُ فَسَبَّ وَسَبَّ، فَقَالَ سَعِيدٌ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا الرَّجُلُ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيًّا، قَالَ أَلَا أَرَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ، وَلَا تُغَيِّرُ. أَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَإِنِّي لَغَنِيٌّ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْأَلَنِي عَنْهُ غَدًا إِذَا لَقِيتُهُ: «أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ» وَسَاقَ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ: «لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ، وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ».

ترجمہ: حضرت ریاح بن حارث سے مروی ہے کہ میں فلاں آدمی کے پاس کوفہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا (فلاں شخص سے مراد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہیں) اور ان کے گرد کوفہ کے حضرات اکٹھے تھے۔ اسی وقت حضرت سعید بن زیدؓ اور عمرو بن نفیلؓ تشریف لائے (حضرت مغیرہ بن شعبہؓ) نے مرحبا کہا اور السّلام علیکم کہا اور انہوں نے ان کو اپنے پیر کے پاس چارپائی پر بٹھایا پھر ایک کوفہ کا باشندہ حاضر ہوا جس کو قیس بن علقمہ کہا جاتا تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے اسکا استقبال کیا اس نے حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت سعیدؓ نے دریافت فرمایا یہ شخص کس کی مذمت کر رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ (یہ شخص) حضرت علیؓ کی مذمت کر رہا ہے۔ سعید نے جواب دیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی مذمت بیان کرتے ہیں پھر نہ تو تم (اس سے) روکتے ہو اور نہ ٹوکتے ہو میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور سعید بن زید فرماتے ہیں کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کروں کہ جو آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمائی۔ پھر آپ مجھ سے قیامت میں بوقت ملاقات دریافت فرمادیں۔ (حضرت) ابو بکر صدیقؓ جنّت میں ہونگے، حضرت عمر فاروقؓ جنّت میں ہونگے اس کے بعد حدیث کو آخر تک بیان اسی طریقہ سے بیان فرمایا کہ جس طریقہ سے اوپر مذکورہ ہے پھر حضرت سعید بن زیدؓ نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی شخص کا آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد میں اسطرح رہنا کہ جس سے اس شخص کے چہرہ پر غبار آجائے، تم لوگوں کی زندگی بھر کے تمام اعمال سے افضل ہے اگرچہ اس شخص کے عمر حضرت نوح علیہ السلام کے عمر کے برابر ہو۔

تخریج: جامع الترمذي- المناقب (٣٧٤٨) جامع الترمذي- المناقب (٣٧٥٧) سنن أبي داود - السنة (٤٦٤٩) سنن ابن ماجه

-المقدمة (١٣٤) مسند أحمد-مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٨٨)

شرح الحدیث: ریاح ابن الحارث کہتے ہیں کہ میں مسجد کوفہ میں فلاں شخص یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس بیٹھا تھا اس وقت ان کے پاس اور بھی بعض اہل کوفہ بیٹھے تھے تو کچھ دیر بعد حضرت سعید بن زیدؓ صحابی تشریف لائے حضرت مغیرہؓ نے انکی آمد پر مرحبا حیاک اللہ کہا اور ان کو اپنے ہی تخت پر پائنتی کی جانب بٹھالیا اسی اثناء میں اہل کوفہ میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن علقمہ تھا وہ آیا اور حضرت مغیرہؓ کی طرف متوجہ ہوا یایہ کہ مغیرہ بن شعبہؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے وہ سب وشتم کرتا رہا یعنی بغیر نام کے تو اس پر حضرت سعید بن زید نے پوچھا حضرت مغیرہؓ سے کہ یہ شخص کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ علیؓ کو اسپر حضرت سعید نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ صحابہؓ کو آپ کی مجلس میں ایسا ویسا کہا جارہا ہے اور تم اسپر نکیر وغیرہ نہیں کر رہے ہو حالانکہ یہ حضرت علیؓ ان حضرات میں سے ہیں جن کے بارے میں میں نے حضور اقدس ﷺ سے یہ سنا کہ یہ سب جنتی ہیں، ثُمَّ قَالَ: «لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ، وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ»، پھر حضرت سعید بن زید نے فرمایا کہ ان مذکورہ بالا حضرات صحابہؓ میں سے کسی ایک شخص کا حضور اقدس ﷺ کے ساتھ صرف ایک بار غزوہ میں شریک ہونا جس میں اسکا چہرہ غبار آلود ہو جائے وہ بہتر ہے تم میں سے کسی کے عمر بھر کے عمل سے اگرچہ اس کو عمر نوح دیدی جائے یعنی ایک ہزار برس۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سب وشتم کرنے والا قیس بن علقمہ تھا ہو سکتا ہے یہ ان ہی خطباء میں سے ہو جن کا ذکر اوپر والی روایت میں آیا۔حدیث عبد اللہ بن ظالم اخرجه الترمذي والنسائي (في الكبرى) وابن ماجه. وقال الترمذي حسن صحيح وقد اخرجه مسلم والترمذي والنسائي من حديث سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه بنحوه وحديث عبد الرحمن بن الاخنس اخرجه الترمذي والنسائي (في الكبرى) وحديث رياح بن الحارث اخرجه النسائي (في الكبرى) وابن ماجه. قاله المنذري.

٤٦٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا فَتَبِعَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: «اثْبُتْ أُحُدُ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ».

ترجمہ: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ان سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ تھے۔ (اس وقت) پہاڑ ہلنے لگا تو آپ ﷺ نے اپنے پیر مبارک سے اس کو مارا اور فرمایا: رُک جا اے اُحد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤٧٢) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٨٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٩٦) جامع

الترمذي-المناقب(٣٦٩٧)سنن أبي داود-السنة(٤٦٥١)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(١١٢/٣)

شرح الحديث: مضمون حدیث واضح ہے اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کے پہاڑ احد کا ہے اور اس سے پہلے سعید بن زید کی جو روایت آئی تھی وہ واقعہ حراء مکہ کا ہے اور وہاں پر یہ گزر چکا کہ اس وقت وہاں حراء پر یہ دس حضرات موجود تھے جن کے اسماء وہاں مذکور ہیں جیسا کہ سنن کبری کی روایت سے گزر چکا اور احد والے واقعہ میں آپ ﷺ کے ساتھ روایت میں صرف تین کا ذکر ہے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ۔ والحدیث اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

٤٦٥٢ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيِّ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ، مَوْلَى آلِ جَعْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي» فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو جنت کا دروازہ دکھایا کہ جس میں سے میری اُمت (جنت میں) داخل ہو گی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا دروازہ دیکھ لیتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

شرح الحدیث: حضرت ابو ہریرہؓ آپ ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس سے میری امت اس میں داخل ہو گی (یہ واقعہ یا تو شب معراج میں پیش آیا یا کسی اور وقت میں) اس پر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش کہ اس وقت میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تاکہ اس دروازہ کو دیکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تم اس کو جلدی دیکھ لو گے اسلئے کہ) تم میری امت میں جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہو۔

٤٦٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان آدمیوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو گا جنہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی (مراد صلح حدیبیہ کے موقع پر "بیعت الرضوان" ہے)۔

تخریج جامع الترمذي-المناقب(٣٨٦٠)سنن أبي داود-السنة(٤٦٥٣)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٥٠/٣)

شرح الحدیث: یعنی جو حضرات بیعۃ الرضوان میں شریک تھے آپ ان کے بارے میں بشارت دے رہے ہیں کہ یہ سب جنتی اور غیر معذب ہیں یہ بیعت درخت کے نیچے ہوئی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے (لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[1]) والحديث اخرجه الترمذي والنسائي وقد اخرجه مسلم من حديث جابر بن عبد الله عن ام مبشر الخ قاله المنذری۔

٤٦٥٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مُوسَى - «فَلَعَلَّ اللَّهَ» - وَقَالَ ابْنُ سِنَانٍ - " اطَّلَعَ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بدر میں شریک حضرات صحابہ پر نظر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: تم لوگ جس قسم کے چاہے اعمال کرلو، اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی مغفرت فرمادی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٦) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧٦١)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الجهاد بَابٌ فِي حُكْمِ الْجَاسُوسِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا میں گزر چکی اور اس کی شرح بھی وہاں کی گئی ہے فارجع اليه لو شئت۔

٤٦٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: فَأَتَاهُ يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ: " أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهِ، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ".

ترجمہ: مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ صلح حدیبیہ کیلئے تشریف لے گئے پھر صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ پھر عروہ بن مسعود ثقفی (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا) آیا اور نبی ﷺ سے باتیں کرنے لگا اور جب بھی بات کرتا آپ ﷺ کی ریش مبارک پکڑ لیتا اور (اس وقت) مغیرہ بن شعبہؓ آپ کے نزدیک کھڑے تھے (موجود تھے) ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور ان کے سر پر خود (جنگی ٹوپی) تھی۔ انہوں نے تلوار کے قبضہ سے عروہ کے ہاتھ پر مارا اور کہا تم آنحضرت ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھو۔ عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٠٨) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٦) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٤٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧١) سنن أبي داود - السنة (٤٦٥٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٨)

---

[1] تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے (سورۃ الفتح ١٨)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الجہاد کے اواخر میں بَابٌ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ میں گزر چکی اور اس کی شرح بھی۔ بذل میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ مصنف مغیرہ بن شعبہؓ سے متعلق یہ حدیث جس میں ان کی حضور ﷺ کے ساتھ جاں نثاری اور اسلام میں ان کی قربانی مذکور ہے اس مناسبت سے لائے ہیں کہ اوپر روایت میں مضمون آیا ہے جو سب علیؓ سے متعلق اس سے کوئی شخص متاثر ہو کر ان کے بارے میں سوئے ظن میں مبتلا نہ ہو کہ ان حضرات کے یہ کارنامے ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہیے ہم بعد والوں کو اگلوں پر لب کشائی کا حق نہیں ہے۔

٤٦٥٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَبُو عُمَرَ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيَّ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنِ الْأَقْرَعِ، مُؤَذِّنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: بَعَثَنِي عُمَرُ إِلَى الْأُسْقُفِ، فَدَعَوْتُهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: «وَهَلْ تَجِدُنِي فِي الْكِتَابِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «كَيْفَ تَجِدُنِي؟» قَالَ: أَجِدُكَ قَرْنًا، فَرَفَعَ عَلَيْهِ الدِّرَّةَ، فَقَالَ: «قَرْنٌ مَهْ؟» فَقَالَ: قَرْنٌ حَدِيدٌ، أَمِينٌ شَدِيدٌ، قَالَ: «كَيْفَ تَجِدُ الَّذِي يَجِيءُ مِنْ بَعْدِي؟» فَقَالَ: أَجِدُهُ خَلِيفَةً صَالِحًا غَيْرَ أَنَّهُ يُؤْثِرُ قَرَابَتَهُ، قَالَ عُمَرُ: «يَرْحَمُ اللهُ عُثْمَانَ، ثَلَاثًا» ، فَقَالَ: «كَيْفَ تَجِدُ الَّذِي بَعْدَهُ؟» قَالَ: أَجِدُهُ صَدَأَ حَدِيدٍ، فَوَضَعَ عُمَرُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ: «يَا دَفْرَاهُ، يَا دَفْرَاهُ» ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّهُ خَلِيفَةٌ صَالِحٌ، وَلَكِنَّهُ يُسْتَخْلَفُ حِينَ يُسْتَخْلَفُ، وَالسَّيْفُ مَسْلُولٌ وَالدَّمُ مُهْرَاقٌ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الدَّفْرُ: النَّتْنُ".

ترجمہ: اقرعؒ جو کہ حضرت عمر فاروقؓ کے مؤذن تھے کہتے ہیں کہ مجھ کو عمر فاروقؓ نے نصرانیوں کے ایک پادری کی طرف بھیجا میں اس کو بلا کر لایا حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے دریافت فرمایا: تم اپنی کتاب میں میرے بارے میں کوئی تذکرہ پاتے ہو (یعنی تمہاری مذہبی کتاب توریت میں میرا تذکرہ ہے یا نہیں)؟ اُس نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا: کس طرح سے؟ اس پادری نے جواب دیا کہ آپ ایک قلعہ ہیں۔ اس بات پر عمر فاروقؓ نے کوڑا اُٹھایا اور فرمایا: کیا ہے؟ اس نے کہا قرن کے معنی لوہے کا بنا ہوا قلعہ جو کہ بڑا امانتدار اور طاقتور ہوتا ہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا: میرے بعد جو خلیفہ ہوگا اسکو تم اپنی کتاب میں کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں ان کو اپنی کتاب میں نیک خلیفہ پاتا ہوں لیکن وہ اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دینگے۔ عمرؓ نے (یہ سن کر) فرمایا: اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ اسکے بعد جو خلیفہ ہوگا اسکو تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: وہ تو لوہے کی میل کچیل کی طرح (مطلب یہ کہ وہ شب و روز یعنی مسلسل جنگ میں مشغول رہے گا)۔ عمرؓ نے بطور افسوس فرمایا: ہائے بدبو ہائے بدبو؟ وہ کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! وہ نیک خلیفہ ہوگا لیکن جب وہ خلیفہ بنے گا تو اس وقت تلوار کھینچی ہوئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ دفر کے معنی بدبو کے ہیں۔

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ کے مؤذن جن کا نام اقرع ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ، مجھ کو حضرت عمرؓ نے ایک پادری (عالم نصاری جس سے مراد یہاں پر کعب احبار ہیں کہ وہ بھی عالم توراۃ تھے) کے پاس بھیجا میں ان کو بلا کر لایا حضرت عمرؓ نے ان سے

یہ سوال کیا کہ کیا تم میرا ذکر توراۃ میں پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں پاتا ہوں انہوں نے پوچھا کہ تم مجھ کو اسمیں کیا پاتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کو اس میں قلعہ کی طرح پاتا ہوں حضرت عمرؓ نے بطور خوش طبعی کے ان پر درہ اٹھایا اور پوچھا کس چیز کا قلعہ اس نے کہا لوہے کا بنا ہوا قلعہ اور یہ کہ وہ بڑے امانت دار اور قوی ہوں گے انہوں نے پھر پوچھا کہ جو خلیفہ میرے بعد آئے گا اس کو تم کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اس کو ایک اچھا خلیفہ پاتا ہوں مگر ایک بات ہے کہ وہ اپنے دور خلافت میں اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دیں گے یعنی مناصب اور عہدوں میں اس پر حضرت عمرؓ بولے اور تین مرتبہ یہ فرمایا اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمادے اس کے بعد انہوں نے یہ سوال کیا کہ اسکے بعد جو آئے گا اس کو کیسا پاتے ہو؟ کہا کہ لوہے کے زنگ کی طرح پاتا ہوں اس پر حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے یہ لفظ فرمائے یَا دَفْرَاہُ، یَا دَفْرَاہُ، دفر کے معنی جیسا کہ مصنف نے آگے فرمایا بدبو کے ہیں گویا آپ نے اسپر اظہار کراہت فرمایا پھر اس اسقف نے مزید تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ بذات خود تو خلیفہ صالح ہوں گے لیکن جس وقت ان کو خلفیہ بنایا جائے گا وہ ایسے ہنگامے اور فتنے کا زمانہ ہو گا کہ تلواریں ستی ہوئی ہوں گی اور لوگوں کے خون بہہ رہے ہوں گے اسقف کی یہ بات کہ وہ خلیفہ ایسے وقت میں بنائے جائیں گے جب کہ تلواریں چل رہی ہوں گی اور خون بہہ رہے ہوں گے یہ صحیح ہے اور ایسا ہی ہے اور قتل عثمانؓ کی طرف اشارہ ہے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنیؓ اپنے مکان میں محصور تھے اور بلوائیوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ اس وقت حضرت عثمانؓ سے ملاقات کیلئے گئے انہوں نے پوچھا کہ کس لئے آئے ہو تو انہوں نے کہا کہ آپ کی نصرت کیلئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری نصرت تو گھر کے اندر سے نہیں ہو گی، گھر سے باہر جاؤ اور جو لوگ مجھ پر چڑھ کر آئے ہیں ان کو ہٹانے کی کوشش کرو، چنانچہ عبد اللہ بن سلامؓ باہر آئے اور باہر آنے کے بعد پہلے تو انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں کون ہوں اور ان کے بارے میں جو آیات قرآن میں نازل ہوئی ہیں جیسے وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ [1]، اور ایسے ہی قُلۡ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدَۢا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ [2] کہ ان آیات میں میرا ہی ذکر ہے اور یہ آیات میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہیں اور پھر اس کے بعد انہوں نے ان کو سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو ابھی تک تو فتنوں کے دروازے بند ہیں، اس مدینۃ الرسول ﷺ میں ملائکہ تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں لہٰذا اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان کو قتل کرنا گویا ملائکہ محافظین کو اپنے سے ہٹانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلوار جو اب تک مغمود ہے اس کو نیام سے باہر کرنا ہے، اور جب وہ ایک بار نیام سے باہر آجائے گی تو پھر قیامت تک چلتی رہے

---

1. اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی (سورۃ الأحقاف ۱۰)
2. کہہ دے اللہ کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے بیچ میں اور جس کو خبر ہے کتاب کی (سورۃ الرعد ٤٣)

گی۔ مگر ان لوگوں نے انکی یہ ساری نصائح اور تقریر سن کر یہ کہا: اقْتُلُوا الْيَهُودِيَّ وَاقْتُلُوا عُثْمَانَ [1]، یہ روایت ترمذی شریف میں دو تین جگہ ہے عبد اللہ بن سلامؓ کے مناقب میں اور اس کے علاوہ بھی ایک دو جگہ ہے۔

١٠ - بَابٌ فِي فَضْلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

٤٦٥٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا ح، وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، وَاللهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا، ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ، وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَنْذِرُونَ، وَلَا يُوفُونَ، وَيَخُونُونَ، وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ».

ترجمة: عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے بہترین لوگ اُس دور کے لوگ ہیں کہ جن میں میں مبعوث کیا گیا اس کے بعد وہ لوگ جو کہ ان سے ملے ہوئے ہیں (یعنی حضرات تابعین کا دور) اس کے بعد وہ لوگ جو کہ ان سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تبع تابعین) واللہ اعلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے قسم کے حضرات کا تذکرہ فرمایا یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسے لوگ آئیں گے جو کہ بغیر مطالبہ اگرچہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائیگی گواہی دینگے نذر مانیں گے لیکن پوری نہ کریں گے، وہ خیانت کریں گے، ان کے پاس امانت نہیں رکھی جائے گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٠٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٤٥٠) صحيح البخاري - الرقاق (٦٠٦٤) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣١٧) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٣٥) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٢١) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٠٩) سنن أبي داود - السنة (٤٦٥٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٦)

شرح الحديث: امام بخاریؒ اور ترمذیؒ وغیرہ نے مستقل کتاب المناقب قائم کر کے اسکے اندر بہت سے صحابہ کے مناقب فرداً فرداً الگ الگ بابوں میں بیان کئے ہیں، لیکن امام ابو داودؒ نے ایسا نہیں کیا بس خلفاء راشدین کے درمیان ترتیب کی روایات بیان کی ہیں جو گزر چکیں یا پھر اب مطلق صحابہ کے فضائل بیان کر رہے ہیں، کیونکہ ان کے پیش نظر زیادہ تر ان ابواب سے فرقہ باطلہ روافض وغیرہ کی تردید کرنا ہے، یہ روافض اہل بیت کے علاوہ کہاں صحابہ کو مانتے ہیں۔ اس باب کی حدیث کا مضمون یہ ہے جو بہت مشہور حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے افضل حصہ وہ ہے جن میں میں بھیجا گیا ہوں اور جو میرے زمانے میں موجود ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور پھر جو ان کے بعد متصلاً آئیں گے یعنی تابعین، اور

---

[1] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب مناقب عبد الله بن سلام رضي الله عنه ٣٨٠٣

پھر جو ان کے بعد آئیں گے یعنی تبع تابعین، قرن کا اطلاق ایک زمانہ کے لوگوں پر ہوتا ہے جو کسی خاص وصف میں مشترک ہوں وہ خواہ صنعت وحرفت ہو یا کوئی اور فن، ففي القسطلاني والقرن أهل زمان واحد متقارب اشتركوا في أمر من الأمور المقصودة ويطلق على مدة من الزمان واختلف في تحديدها من عشرة أعوام إلى مائة وعشرين، والمراد بهم هنا الصحابة اھ [1] وفي المجمع والقرن اهل كل زمان وهو مقدار التوسط في اعمار اهل كل زمان، وهو اربعون سنة او ثمانون او مائة او مطلق من الزمان [2]۔

قرون ثلاثہ کی تحدید من حیث الزمان اور تحدید میں اختلاف روایات: اس حدیث میں قرون ثلاثہ مذکور ہیں، بذل میں علامہ سندیؒ سے نقل کیا ہے، کہ قرن اول یعنی آپ ﷺ کے قرن کی ابتداء آپ کی بعثت سے شروع ہوتی ہے اور وفات کے اعتبار سے جو سب سے آخری صحابی ہیں وہ اس کی انتہاء ہے جس کی مدت انہوں نے ایک سو بیس سال لکھی ہے، اور قرن تابعین کی ابتداء وہ لکھتے ہیں (تقریباً) ۱۰۰ھ سے ایک سو ستر ۱۷۰ھ تک ہے، اور پھر اس کے بعد سے ۲۲۰ھ تک اتباع التابعین کا قرن ہے، اور پھر اس زمانہ میں لکھتے ہیں کہ بدعتیں خوب کھل کر ظاہر ہو گئیں تھیں، اور اہل علم مسئلہ خلق قرآن کی آزمائش میں مبتلا ہوئے اور احوال میں تغیر ہوتا ہی چلا گیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا ثُمَّ يَفْشُوا الْكَذِبُ [3]، اس حدیث کے آخر میں ہے والله اعلم اذكر الثالث ام لا یہ عمران بن حصینؓ کی حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے، صحیح بخاری میں اس طرح ہے: خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا [4]، عمران بن حصینؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں ابو داؤد اور بخاری دونوں کی روایت میں حضور ﷺ کے قرن کے بعد دو قرن اور مذکور ہیں (چنانچہ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ دوبار ہے) لہٰذا یہ دو تو متیقن ہیں ایک حضور ﷺ کا قرن اور دو اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے یہ کل تین ہوئے۔ اب اس کے بعد راوی کہہ رہا ہے، فلا ادری اذکر الثالث ام لا، یعنی ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ دوبار فرمانے کے بعد تیسری مرتبہ بھی فرمایا یا نہیں، اس میں راوی کو شک ہو رہا ہے، اگر اس کو بھی مان لیا جائے تو وہ قرن رابع ہوگا، مجموع کے اعتبار سے، اس اختلاف کے اعتبار سے اس حدیث کا تجزیہ حافظ ابن قیمؒ نے بہت

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ٨٠

[2] المجمع ج ٤ ص ٢٥٩. والقرن: أهل كل زمان وهو مقدار التوسط في أعمار أهل كل زمان. مأخوذ من الاقتران وكأنه المقدار الذي يقترن فيه أهل ذلك الزمان في أعمارهم وأحوالهم وقيل: القرن: أربعون سنة. وقيل: ثمانون. وقيل: مائة. وقيل: هو مطلق من الزمان. وهو مصدر: قرن يقرن (النهاية في غريب الحديث والأثر ج ٤ ص ٥١)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٨٣ - ١٨٤

[4] صحيح البخاري - كتاب فضائل الصحابة - باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ورضي الله عنهم ٣٤٥٠

اچھی طرح کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عمران بن حصین عبد اللہ بن مسعود ابو ہریرہ، عائشہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنھم، ان پانچ صحابہ سے مروی ہے، اسکے بعد فرماتے ہیں کہ ان میں سے عمرانؓ کی حدیث تو متفق علیہ ہے یعنی بخاری مسلم دونوں میں ہے اور اسکی اکثر روایات میں حضور ﷺ کے قرن کے بعد دو قرن مذکور ہیں اور اسکے بعد طرق میں صحیح ❶ میں ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ تین مرتبہ ہے، بظاہر یہ غیر محفوظ ہے اس لئے کہ عمران بن حصینؓ سے سوال کیا گیا تھا اس کے بارے میں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور ﷺ نے اپنے قرن کے بعد دوبار فرمایا یا تین، اس کے بعد عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ بھی صحیحین میں مذکور ہے ولفظه: خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ❷، اور ایک روایت میں ان کی اس طرح ہے سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، وہ فرماتے ہیں اس عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں آپ کے بعد بلا اختلاف دو قرن مذکور ہیں لیکن صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ کی حدیث کے لفظ یہ ہیں: «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» وَاللهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا ❸، وہ فرماتے ہیں اس حدیث ابو ہریرہؓ میں حضور ﷺ کے قرن کے بعد صرف ایک ہی قرن مذکور ہے اور تیسرے میں راوی نے اظہار شک کیا، لیکن دوسرے حضرات عبد اللہ بن مسعودؓ، عمرانؓ، عائشہؓ نے اس کو محفوظ رکھا اور شک نہیں کیا، (یعنی آپ کے بعد دو قرن تو محفوظ اور متیقن ہیں) اس کے بعد حدیث عائشہؓ کے لفظ لکھے ہیں صحیح مسلم سے أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِيهِ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثُ» ❹، اور اس کے بعد نعمان بن بشیرؓ کی حدیث صحیح ابن حبان ❺ سے نقل کی جس میں ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ دو مرتبہ ہے اسکے بعد فرماتے ہیں کہ یہ جملہ احادیث آپ ﷺ کے قرن کے بعد دو قرن پر متفق ہیں إلا حديث أبي هريرة فإنه شك فيه، اس کے بعد فرماتے ہیں: وأما ذكر القرن الرابع فلم يذكر إلا في ❻ رواية في حديث عمران، لكن في الصحيحين (كذا، والصحيح "في الصحيح") له شاهد من حديث أبي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم، قال: يأتي على الناس زمان فيغزو فئام من الناس، فيقال

---

❶ بظاہر ان کی مراد صحیح سے صحیح مسلم ہے کہ اس کی ایک روایت میں عمران بن حصینؓ کی حدیث میں ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ تین مرتبہ ہے لیکن اس کے بعد پھر یہ جملہ بھی ہے: قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ قَرْنِهِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً (٢٥٣٥)، اس جملہ کے بعد یہ روایت لوٹ کر پھر ان ہی روایات کی طرف آجاتی ہے جن میں صرف دو مرتبہ مذکور ہے، لہذا ہمارے خیال میں اس استدلال کی حاجت نہ تھی جو انہوں نے کیا۔

❷ صحیح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم الخ ٢٥٣٣

❸ صحیح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم الخ ٢٥٣٤

❹ صحیح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم الخ ٢٥٣٦

❺ صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان رقم الحديث ٦٧٢٧ - ج ١٥ ص ١٢١

❻ اس پر اشکال ہم گزشتہ حاشیہ میں کر چکے ہیں۔

لھم: ھل فیکم من رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟فیقولون: نعم فیفتح لھم. الخ ❶ یہ حدیث صحیح بخاری میں باب فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں مذکور ہے اس کو ہم نے دیکھ لیا، لیکن بخاری کی روایت سے تو استشہاد ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ ابن قیمؒ فرمارہے ہیں اس لئے کہ اس سے بھی آپ ﷺ کے بعد صرف قرنین کا ثبوت ہوتا ہے گزشتہ احادیث کی طرح البتہ صحیح مسلم کی ایک طریق میں آپ ﷺ کے بعد تین جماعتوں کا ذکر ہے چنانچہ اس کے اخیر میں ہے ثُمَّ يَكُونُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَيُقَالُ: انْظُرُوا هَلْ تَرَوْنَ فِيهِمْ أَحَدًا رَأَى مَنْ رَأَى أَحَدًا رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُوجَدُ الرَّجُلُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ❷، تو حافظ ابن قیمؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے بجائے قرون ثلاثہ کے قرون اربعہ کی خیریت اور برکت مستفاد ہوتی ہے لہٰذا جس حدیث میں (وھو حدیث عمران عند مسلم) آپ ﷺ کے بعد بجائے دو کے تین قرن مذکور ہیں اگرچہ وہ صرف ایک حدیث کا ایک طریق ہی ہے لیکن مسلم کی یہ حدیث اس کیلئے شاہد بن کر اس کی تقویت کا ذریعہ ہو سکتی ہے، اور علامہ عینیؒ نے خیر القرون قرنی والی حدیث کو صحیحین وغیرہ سے ذکر کرنے کے بعد قرن رابع کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے: ووقع في حديث جعدة بن هُبَيْرة، ورواه ابن أبي شيبة والطبراني إثبات القرن الرابع، ولفظه: خير النّاس قرني ثمّ الّذين يلونهم ثمّ الّذين يلونهم ثمّ الّذين يلونهم، ثمّ الآخرون أردى، ورجاله ثقات إلاّ أن جعدة بن هُبَيْرة مختلف في صحبته ❸، یہ جعدۃ بن ہبیرہ کی روایت قرن رابع کے ثبوت میں حافظؒ نے بھی بحوالہ مذکورہ ذکر کی ہے ❹، بظاہر ابن قیمؒ کے علم میں یہ حدیث نہیں تھی اسی لئے انہوں نے بجائے اسکے ایک دوسری حدیث سے استشہاد کیا ہے۔

یہاں پر ابھی دو باتیں اور تشریح طلب باقی ہیں:

اول: یہ کہ ان قرون ثلاثہ کی ابتداء وانتہاء اور اس میں علماء کی رائے اس میں جمہور کی رائے تو شروع میں علامہ سندیؒ کے کلام سے گزر گئی اسکے علاوہ اسکے بارے میں حاشیۂ بذل میں ہے: وجزم صاحب إزالة الخفاء أن القرن الأول فی بدأ الھجرة إلی وفاته صلی اللہ علیه وسلم والقرن الثانی من مفتتح خلافة ((الصدیق)) إلی مقتل عمر، والثالث زمن خلافة عثمان فکل قرن قریب فی سنتی عشرة سنة اھ ❺ قرن کی تفسیر میں شروح میں کافی اختلاف وتفصیل مذکور ہے جس کو امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں لکھا ہے اور پھر اخیر میں سنین کے اعتبار سے اسکی مقدار میں اختلاف لکھا ہے وہ فرماتے ہیں ذکر الحربي الاختلاف في

---

❶ تھذیب السنن — ج ۵ ص ۲۰۷۳ - ۲۰۷۶

❷ صحیح مسلم - کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالی عنھم - باب فضل الصحابة ثم الذین یلونھم الخ ۲۵۳۲

❸ عمدة القاري شرح صحیح البخاري — ج ۱۶ ص ۲۳۷

❹ فتح الباري شرح صحیح البخاري — ج ۷ ص ۷

❺ إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء — ج ٤ ص ۱۰٤ و ۲٤۷ ، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۱۸۳

قدره بالسنين من عشر سنين إلى مائة وعشرين ثم قال وليس منه شئ واضح ورأى أن القرن كل أمة هلكت فلم يبق منها أحد وقال الحسن وغيره القرن عشر سنين وقتادة سبعون والنخعي أربعون وزرارة بن أبي أوفى مائة وعشرون وعبدالملك بن عمير مائة وقال بن الاعرابي هو الوقت هذا آخر نقل القاضي والصحيح أن قرنه صلى الله عليه وسلم الصحابة والثاني التابعون والثالث تابعوهم اھ [1]۔

ثانی: یہ کہ جن روایات سے قرن رابع کا ثبوت ہورہا ہے اسکا مصداق کیا ہے؟ اسکے بارے میں حاشیۂ بذل میں ہے وجعل فی 'الاشاعة لأشراط الساعة' القرن الرابع زمان المهدی اھ [2] چونکہ انہوں نے قرن رابع مہدی کا زمانہ قرار دیا جو کہ ظاہر ہے کہ قرون ثلاثۂ ماضیہ سے منفصل اور غیر مسلسل ہے اسلئے وہ لکھتے ہیں: وورد فی رواية: ثلاثة تترى وواحد فرادى فيكون قرنه الرابع المفرد الملحق بالثلاثة تترى یعنی ان قرون اربعہ میں شروع کے تین قرن تو مسلسل اور متواتر ہیں اور قرن رابع منفرد لیکن جعدہ بن ہبیرہ والی حدیث اور مسلم کی حدیث فیغزو فئام والی روایت ان دونوں کا تقاضا ہے کہ قرن اربعہ علی التوالی ہیں۔

آگے اس روایت میں یہ ہے: ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ، وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَنْذِرُونَ، وَلَا يُوفُونَ، وَيَخُونُونَ، وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ: یعنی قرون ثلاثہ کے بعد جس کے بارے میں اوپر ایک قول گزر چکا کہ اسکی انتہاء تقریباً ۲۲۰ھ تک ہے ایسے لوگ ظاہر اور پیدا ہوں گے جن کا حال یہ ہوگا کہ از خود لوگوں کے معاملات میں گواہی دیں گے اگرچہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے اور نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور طرح طرح کی خیانتیں کریں گے اور اعتماد کے قابل نہ ہوں گے اور موٹاپا ان میں پھیل جائیگا اس آخری جملہ کی تفسیر میں امام نوویؒ نے تین قول لکھے ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد کثرت لحم ہے جو بکثرت لوگوں میں پایا جائے گا یعنی جائز ناجائز مال کھا کر فربہ بدن ہو جائیں گے اور ایک قول یہ کہ اس سے مراد فخر و تکبر ہے اور بڑائی کے دعوے ہمارے یہاں عرف میں فخر و تکبر کو پھولنے سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور تیسرا قول یہ کہ اس سے مراد دنیا کا مال ومتاع جمع کرنا ہے [3]۔

شہادت قبل الاستشہاد کی اس حدیث میں مذمت کی جارہی ہے حالانکہ اسکی ایک دوسری حدیث میں مدح بھی وارد ہے اس تعارض کی توجیہ ابواب الشہادات میں گزر چکی۔ والحديث اخرجه مسلم والترمذی، وقد اخرجه البخاری ومسلم والنسائی من حديث زهدم بن مضرب عن عمران بن حصين رضی الله تعالى عنه. قاله المنذری۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٦ ص ٨٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٨٣

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٦ ص ٨٦-٨٧

١١ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اصحاب پر سب [1] وشتم کے حرام ہونے کے بیان میں

کتاب الحدود کے شروع میں بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گزر چکا۔

٤٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم لوگوں میں سے (وہ لوگ جو کہ میرے بعد پیدا ہوں گے ان میں سے) کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر نہ ہوگا۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤٧٠) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٤١) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٦١) سنن أبي داود - السنة (٤٦٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١)

شرح الحدیث: اس حدیث میں خطاب بعد میں آنے والے لوگوں کو ہے کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو ان میں عیب نہ نکالو اور پھر آپ قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے یعنی غیر صحابی کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ کے بقدر ایک مد بلکہ نصف مد سونا خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث ترک سب صحابہ پر تو دال ہے ہی لیکن اسکے ساتھ صحابہ کرامؓ کی غایت درجہ فضیلت اور شرف پر بھی دال ہے اور اس حدیث میں کسی مخصوص صحابی کا ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق صحابی کا یہ مرتبہ بیان کیا گیا ہے جو کتابیں احوال صحابہ اور معرفۃ صحابہ

---

[1] حضرت شیخ کے حاشیۂ بذل (ج۱۸ ص۱۸٤) میں ہے: هل يكفر من سبّ الصحابة؟ مختلف فيه جداً كما بسط في مكتوب عزيز الرحمن الكنكوهي الكجراتي في المكتوبات العلمية، ورجح ابن عابدين ٣، ص ٣٢١ عدم التكفير، ولابن عابدين رسالة مستقلة في ذلك في رسائله، اس کے بعد حاشیہ میں یہ ہے کہ کیا مشاجرات صحابہ میں بحث کرنا اور اس کا ذکر تذکرہ کرنا کیا یہ بھی سب صحابہ میں شمار ہوگا، اور پھر صحابہ کے مشاجرات کے بارے میں لکھا ہے والجملة فيه كما بسطه صاحب 'الاشاعة' انهم مجتهدون في ذلك لكن عليا مصيب فله اجران وغيره (المخطئ) فله اجر، اما طلحة والزبير وعائشة فمجتهدون قطعا ولم يطمعوا في الخلافة، واما معاوية فمع طمعه في الخلافة لايذكر الا بخير لانه صحابي وصهر له صلى الله تعالى عليه وآله وسلم واخبره النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انه يتولى ودعاله اللهم اجعله هاديا مهديا، فلا حاجة الى الاعتذار عن الخوارج فانهم لعنهم النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اه وكذا قال الحافظ (ج۱۳ ص۵۳) انهم مجتهدون مخطئون، وقال التفتازاني (في شرح العقائد) ما وقع بينهم من المحاربات لم يكن عن نزاع في الخلافة بل عن خطأ في الاجتهاد، وكذا في المكتوبات المجدد دفتر اول الجزء الرابع وبسط الكلام عليه في ذلك اه۔

میں لکھی گئی ہیں جیسے "الإصابة في تمييز الصحابة" حافظ ابن حجرؒ کی اور "الإستيعاب في معرفة الأصحاب" علامہ ابن عبد البر مالکیؒ کی وغیرہ وغیرہ ان حضرات نے فضائل صحابہ میں بہت سی احادیث ان کتابوں کے شروع میں ذکر کی ہیں نوع بنوع جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے ان حضرات نے یہ دو حدیثیں بھی ذکر کی ہیں جو یہاں پہلے باب میں اور اس دوسرے باب میں مذکور ہیں حافظؒ نے "الإصابة" میں مستقل ایک فصل صحابی کی تعریف میں اور ایک فصل صحابی ہونے کی علامت اور شناخت میں اور ایک فصل مستقل عدالت صحابہ کے بیان میں منعقد کی ہیں اس فصل ثالث کے شروع میں وہ لکھتے ہیں: اتفق أهل السنة على أن الجميع عدول ولم يخالف في ذلك الا شذوذ من المبتدعة، وقد ذكر الخطيب في "الكفاية" فصلاً نفيسا في ذلك *فقال: عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم وإخباره عن طهارتهم واختياره لهم فمن ذلك قوله تعالى كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (1) اور پھر اسکے بعد انہوں نے متعدد آیات واحادیث اس سلسلہ کی ذکر کی اسکے بعد پھر خود حافظؒ نے والاحادیث الواردة في تفضيل الصحابة كثيرة عنوان کے تحت بہت سی روایات ذکر کیں (2) اور امام نوویؒ کی تقریب میں ہے الصحابة كلهم عدول من لابس الفتن وغيرهم بإجماع من يعتد به یعنی صحابہ سب کے سب عادل ہیں ان میں سے جو لڑائیوں میں شریک ہوئے وہ بھی اور جو نہیں ہوئے وہ بھی ان علماء کے اجماع سے جن کا قول اجماع میں معتبر ہے اور علامہ سیوطیؒ نے اس کی شرح تدریب الراوي میں اس بارے میں جو دوسرے اقوال ہیں ان کو بھی ذکر کیا ہے لیکن جمہور کا قول وہی ہے جس کو متن میں امام نوویؒ نے ذکر کیا اور حاشیہ تدریب میں عدالت کا مفہوم اور اسکا مصداق بھی اور اس میں علماء کی آراء لکھی ہیں میں تو سبق میں ہمیشہ ایک بات کہا کرتا ہوں کہ حضرات محدثین نے فن اسماء رجال میں جو کتابیں لکھی ہیں اور رواۃ کے احوال کی چھان بین اور تحقیق کی ہے تو جس صاحب کا بھی ترجمہ اور حالات لکھتے ہیں وہ خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ صوفی یا ولی کامل ہو اس کی ثقاہت اور عدالت پر ضرور رائے قائم کرتے ہیں اور اس کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اس میں ان کے یہاں کسی کا استثناء نہیں لیکن کسی صحابی کے ترجمہ میں اس کی عدالت سے بالکلیہ سکوت کرتے ہیں اور ھو ثقہ لکھنے کی وہ ہمت بھی نہیں کرتے (3)۔ والحديث اخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٦٥٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ الْمَاصِرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قُرَّةَ، قَالَ: كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَكَانَ يَذْكُرُ أَشْيَاءَ قَالَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فِي الْغَضَبِ، فَيَنْطَلِقُ نَاسٌ مِمَّنْ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ حُذَيْفَةَ فَيَأْتُونَ سَلْمَانَ فَيَذْكُرُونَ لَهُ قَوْلَ حُذَيْفَةَ، فَيَقُولُ سَلْمَانُ: حُذَيْفَةُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُ،

---

(1) تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں (سورة آل عمران ١١٠)

(2) الإصابة في تمييز الصحابة — ج ١ ص ٦-٧

(3) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي — ج ٢ ص ٦٧٤-٦٧٥

فَيَرْجِعُونَ إِلَى حُذَيْفَةَ فَيَقُولُونَ لَهُ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَكَ لِسَلْمَانَ فَمَا صَدَّقَكَ وَلَا كَذَّبَكَ. فَأَتَى حُذَيْفَةُ سَلْمَانَ وَهُوَ فِي مَبْقَلَةٍ فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُصَدِّقَنِي بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ سَلْمَانُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْضَبُ فَيَقُولُ فِي الْغَضَبِ لِنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَيَرْضَى فَيَقُولُ فِي الرِّضَا لِنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ. أَمَا تَنْتَهِي حَتَّى تُوَرِّثَ رِجَالًا حُبَّ رِجَالٍ وَرِجَالًا بُغْضَ رِجَالٍ، وَحَتَّى تُوقِعَ اخْتِلَافًا وَفُرْقَةً؟ وَلَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً، أَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فِي غَضَبِي، فَإِنَّمَا أَنَا مِنْ وَلَدِ آدَمَ أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُونَ، وَإِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ، فَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ صَلَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ» وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ أَوْ لَأَكْتُبَنَّ إِلَى عُمَرَ.

ترجمہ حضرت عمرو بن ابی قرہ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ مدائن میں ان باتوں کا تذکرہ فرماتے تھے جو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے کچھ صحابہؓ سے غصہ کی حالت میں بیان فرمائی تھیں پھر کچھ لوگ حضرت حذیفہؓ سے یہ باتیں سُنکر حضرت سلمان فارسیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت حذیفہؓ سے جو باتیں سنتے وہ انکو بتاتے حضرت سلمانؓ ان باتوں سُنکر یہ فرماتے کہ حضرت حذیفہؓ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسکا مطلب وہی زیادہ جانتے ہیں لوگ حضرت سلمان فارسیؓ سے سُنکر حضرت حذیفہؓ کے پاس آتے اور یہ کہتے کہ ہم نے آپکی حدیث حضرت سلمانؓ کو بتائی تو انہوں نے اسکی نہ تو تصدیق فرمائی اور نہ تکذیب۔ یہ بات سُنکر حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس آئے اور وہ اپنے کھیت میں تھے اور ان سے کہا: اے سلمان! تم کو کیا ہو گیا کہ تم میری ان باتوں کے تصدیق کیوں نہیں کرتے کہ جو میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جواب دیا آنحضرت ﷺ بعض مرتبہ غصہ ہو جاتے تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں حضرات صحابہ کرامؓ سے کچھ باتیں فرمادیتے۔ پھر بعض مرتبہ آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ ﷺ خوشی میں کچھ باتیں اپنے صحابہؓ سے فرماتے، تم باز نہ آؤ گے جب تک کہ تم کچھ لوگوں کی محبت اور کچھ لوگوں سے نفرت لوگوں کے دلوں میں نہ ڈال دو اور جب تک کہ لوگوں میں اختلافات اور جدائی نہ کرو آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: میں نے اپنی اُمت میں سے جس شخص کو برا بھلا کہا یا میں نے اس پر بحالت غصہ لعنت کی تو اس وجہ سے کہ میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں جسطرح دوسرے لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی اسی طرح غصہ آجاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اے اللہ! آپ اس لعنت یا برے کہنے کو قیامت کے دن ان لوگوں پر رحمت (باعث) بنادے۔ واللہ تم رُک جاؤ (یعنی اس قسم کی روایات بیان کرنے سے باز آجاؤ) ورنہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ دوں گا (اور وہ صحیح بندوبست کر دیں گے)۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٦٥٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣٧/٥)

شرح الحديث عمرو بن ابی قرہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی شہر مدائن میں رہتے تھے تو وہ لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بھی بیان کر دیتے تھے جو حضور ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کے بارے میں غصہ کی حالت میں فرمائی تھیں تو

بعض لوگ جو ان سے اس طرح کی باتیں سنتے تھے وہ ان کا ذکر حضرت سلمان فارسیؓ سے جا کر کرتے تھے تو حضرت سلمانؓ سن کر یہ فرمادیتے تھے کہ جو بات حذیفہؓ نقل کر رہے ہیں اسکو وہی زیادہ جانیں (گویا اپنی طرف سے اسکی تائید یا تصدیق نہ کرتے تھے جس سے لوگوں کو شک وشبہ ہوتا تھا) اسلئے وہ جا کر اس کا تذکرہ حضرت حذیفہؓ سے کرتے کہ ہم نے جو آپ سے فلاں بات سنی تھی وہ جب ہم نے حضرت سلمانؓ کو سنائی تو انہوں نے سکوت فرمایا نہ تصدیق کی نہ تکذیب کی اسپر حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے جو اپنے کھیت پر تھے اور جا کر ان سے یہ کہا کہ آپ میری بیان کردہ حدیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنی تھی اس پر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بشر تھے کبھی آپ ﷺ کو کسی پر غصہ بھی آتا تھا اور غصہ میں اس شخص سے آپ کچھ فرمادیتے تھے اس وقت کے مناسب اور آپ ﷺ لوگوں کی بعض باتوں پر خوش بھی ہوتے تھے اور اس خوشی کی حالت میں کوئی بات ارشاد فرماتے تھے یعنی لوگوں کے اپنے نجی معاملات میں آپ ﷺ موقع کے مناسب ناراضگی یا خوشی میں کوئی بات فرماتے تو اس قسم کی ساری باتیں نقل کرنے کیلئے نہیں ہوتیں لہذا تم اس طرح کی روایات لوگوں کے سامنے بیان نہ کرو جن کو سن کر لوگوں کے قلوب میں بعض کی محبت اور بعض سے بغض پیدا ہو اور آپس میں اختلاف رونما ہوں [1] اور تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنی ایک تقریر میں جو لوگوں کے سامنے کی تھی سب کو سنا کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! میں نے اپنی امت میں سے اگر کسی شخص پر ناراض ہو کر اسکو سخت سست کہدیا ہو یا اس کے حق میں بددعا کر دی ہو غصہ کی حالت میں تو اے اللہ میں بھی آدم کی اولاد میں سے ہوں جس طرح اور آدمیوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی آجاتا ہے اور اے اللہ جب تو نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے تو میری اس بددعا کو ان لوگوں کے بارے میں نیک دعا اور رحمت بنا دینا قیامت کے روز اور پھر آخر میں حضرت سلمانؓ نے ان سے یہ فرمایا واللہ یا تو تم اپنی اس عادت سے باز آجاؤ ورنہ تمہاری شکایت حضرت عمرؓ کو لکھوں گا۔

مصنف کا ترجمہ تھا النَّهْيِ عَنْ سَبِّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ صحابہؓ کو برا نہ کہا جائے حضرت سلمانؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضور ﷺ نے کسی صحابی سے غصہ کی حالت میں کوئی سخت بات فرمادی ہو تو اسکو بھی بلاضرورت اور مصلحت نقل نہیں کرنا چاہیے۔ هذا الفصل الاخير قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ''فأيما مؤمن سببته'' قد اخرجه البخاري ومسلم في صحيحهما من حديث سعيد بن المسيب عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه. قاله المنذري۔

١٢ - بَابٌ فِي اسْتِخْلَافِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ مقرر کئے جانے کا بیان

غرض المصنف بالترجمة: ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مصنف کی اصل غرض ان ابواب سے کتاب شرح السنۃ میں محض

---

[1] قلت وعلى هذا القياس بزرگوں کے ملفوظات وارشادات کہ انمیں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جو سب جگہ نقل نہیں کئے جاسکتے کما لا یخفی علی ذوی الخبرۃ ۱۲

مناقب صحابہ کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ان مسائل میں اہل سنت وجماعت کی رائے کی اور مسلک کی تائید مقصود ہے اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد صدیق اکبرؓ کی خلافت کا مسئلہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد خلیفہ اول صدیق اکبرؓ ہی ہیں اور پھر اس کے بعد عمرؓ جن کی تعیین خود صدیق اکبرؓ نے فرمائی تھی بخلاف روافض کے کہ وہ خلافت کا سلسلہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد آپ کے اہل بیت میں مانتے ہیں اور خلیفہ اول علی حیدرؓ کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں علی وصی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ مذکورہ بالا غرض مصنف کیلئے اس تبویب کا منشا اور باعث بنی۔

٤٦٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ، قَالَ: لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ» فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا، فَقُلْتُ: يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ، فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا، قَالَ: «فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ» فَبَعَثَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن زمعہؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر مرض (الوفات) کی شدت ہوئی تو میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں کچھ اور لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اسی وقت نماز کیلئے حضرت بلالؓ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بلانے کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی دوسرے کو کہہ دو کہ وہ نماز پڑھا دے تو میں باہر آیا تو حضرت عمر فاروقؓ سے میری ملاقات ہوئی اور اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ موجود نہیں تھے تو میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ کھڑے ہو جائیں اور نماز پڑھائیں (نماز پڑھانے کیلئے) آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی آواز سنی اور حضرت عمرؓ ایک گرج دار آواز کے شخص تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ابو بکر صدیقؓ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان اس کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان اس کا انکار کرتے ہیں، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر صدیق کو طلب فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی وہی نماز جس کا کچھ حصہ حضرت عمر فاروقؓ پڑھا چکے تھے۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٦٦٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣٢٢)

شرح الحدیث عبد اللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مرض نے شدت اختیار کی اس وقت چند لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس تھا معمول کے مطابق حضرت بلالؓ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نماز کی اطلاع کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی اور شخص سے کہو کہ وہ نماز پڑھائے عبد اللہ بن زمعہؓ کہتے ہیں کہ یہ سنکر میں باہر نکلا تو لوگوں میں حضرت عمرؓ تشریف فرما تھے صدیق اکبرؓ اس وقت وہاں نہ تھے میں نے حضرت عمرؓ ہی سے عرض کیا کہ چلئے آپ ہی نماز پڑھا دیجئے وہ آگے بڑھ گئے اور تکبیر

کہ جب حضور ﷺ نے ان کی آواز سنی اور عمرؓ تھے ہی بلند آواز تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کہاں ہیں اس بات کو نہ اللہ پسند کرے گا نہ مسلمان یعنی صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کی امامت یہ جملہ آپ ﷺ نے دوبار فرمایا چنانچہ صدیق اکبرؓ کو آدمی بھیج کر بلایا گیا کچھ ہی دیر بعد وہ تشریف لے آئے جبکہ عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے یا پڑھا چکے تھے دونوں ہی احتمال ہیں پس انہوں نے آکر نماز پوری کرائی، وھذا علی الاحتمال الاول یا یہ کہ اسکے بعد نمازیں صدیق اکبرؓ نے پڑھائیں، وھذا علی الاحتمال الثانی، والی الاحتمال الاول مال صاحب البذل (1)، والی الثانی والد شیخنا مولانا محمد یحیی رحمہ اللہ تعالی۔

٤٦٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَمْعَةَ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْتَ عُمَرَ قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: «لَا لَا لَا لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ يَقُولُ ذَلِكَ مُغْضَبًا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زمعہ نے یہ واقعہ ذکر کیا اور اس روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نکلے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک حجرۃ سے باہر نکالا پھر ارشاد فرمایا: نہیں نہیں حضرت عمرؓ یا کوئی اور شخص حضرت ابو بکرؓ کہ علاوہ اقامت نہ کرائے لوگوں کو ابن ابی قحافہ نماز پڑھائیں۔ یہ حکم آپ ﷺ نے بحالت غصہ میں فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود- السنة (٤٦٦١) مسند أحمد- أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٢)

١٣ - بَابُ مَا يَدُلُّ عَلَى تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْفِتْنَةِ

فتنہ کے زمانہ میں خاموش رہنے کا حکم

اس باب کو اس مقام سے کیا مناسبت ہے، ہماری سمجھ میں یہ آیا ہے کہ ابھی جو باب گزرا ہے استخلاف ابی بکر کا یہ باب اس کے پیش نظر ہے اس لئے کہ استخلاف مظنہ فتنہ واختلافات ہوتا ہے، فللہ در المصنف رحمہ اللہ تعالی۔

٤٦٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: «إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ أُمَّتِي» - وَقَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ - وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ".

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ سے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا

---

(1) بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ١٨٩

سردار ہے اور مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب میری دو جماعتوں میں مصالحت فرمادیں گے۔ حماد کی روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرادے۔

تخریج: صحیح البخاري - الصلح (۲۵۵۷) صحیح البخاري - المناقب (۳۴۳۰) صحیح البخاري - الفتن (۶۶۹۲) سنن النسائي - الجمعة (۱۴۱۰) سنن أبي داود - السنة (۴۶۶۲) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳۸/۵)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا متحمل مزاج ہے اور میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ وہ اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا، بذل [1] میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی چنانچہ وہ اپنی اور حضرت معاویہؓ کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کا ذریعہ بنے اور اپنی خلافت کو اس مصلحت کی خاطر چھوڑ دیا، یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے بروایت بخاری جس میں ہے عَنْ أَبِي بَكْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ مَرَّةً، وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» [2]، مظاہر حق میں ہے آنحضرت ﷺ متوجہ ہوتے تھے لوگوں پر ایک بار اور حسن بن علیؓ پر دوسری بار یعنی کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے تھے واسطے وعظ و نصیحت کے اور کبھی حسنؓ کی طرف از راہ شفقت و محبت کے اور کہتے تھے آنحضرت تحقیق یہ بیٹا میرا سید ہے۔

فائدہ: سید وہ کہ فائق نیکی میں اور بعضوں نے کہا سید وہ کہ غالب نہ آوے اس پر غضب اسکا یعنی حلیم ہو اور اطلاق سید کا بہت معنوں پر آیا ہے مربی اور مالک اور شریف اور فاضل اور کریم و حلیم اور متحمل قوم کی ایذا پر اور رئیس اور مقدم، اور امید ہے کہ خدا صلح کروادے بسبب اسکے درمیان دو جماعتوں بڑی کے مسلمانوں سے۔

فائدہ: یہ خبر دی آنحضرت ﷺ نے تفرق مسلمانوں کے سے دو فرقوں پر کہ ایک فرقہ حسنؓ کے ساتھ ہوگا اور ایک فرقہ معاویہؓ کے ساتھ، اور امام حسن اس دن احق تھے ساتھ خلافت اسلئے کہ چھ مہینے باقی رہے تھے تیس برس میں سے کہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی ساتھ قول اپنے کے الخلافة بعدي ثلاثون سنة، پس باعث ہوا امام حسنؓ کو ورع ان کا اور شفقت ان کی او پر امت جد ان کے کے اس پر کہ ترک ملک اور دنیا کا کیا اور رغبت ملک اس جہان میں کی اور نہیں تھا یہ امر بسبب قلت اور ذلت کے اس لئے کہ بیعت کی تھی ان سے موت پر چالیس ہزار آدمیوں نے اور آیا ہے کہ کہا امام حسنؓ نے واللہ نہیں چاہتا میں کہ ایک قطرہ خون کا امت محمد ﷺ سے گرایا جاوے اور دشوار ہوا یہ امر بعد ان کے ہواخواہوں پر یہاں تک کہ باعث ہوئی ان کو حمایت اس پر کہ کہا وقت داخل ہونے کے ان کے پاس السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَارَ الْمُؤْمِنِينَ، پس کہا حضرت حسنؓ نے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۱۸ ص ۱۹۰

[2] صحيح البخاري - كتاب الصلح - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم للحسن بن علي رضي الله عنهما ۲۵۵۷، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - كتاب المناقب والفضائل - باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم رضي الله عنهم ۶۱۴۴

الْعَامُ خَيْرٌ مِنَ النَّارِ اور اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ دونوں فرقے ملت اسلام پر تھے باوجود اس کے کہ ایک فرقہ مصیب تھا اور دوسرا مخطی اور اہل سنت و جماعت کیلئے صلح امام حسنؓ کی دلیل ہے اوپر حقیت امارت معاویہؓ کے اور اختیار کیا ہے سلف نے ترک کرنا کلام کا بیچ فتنے پہلے کے یعنی مشاجرات صحابہ میں اور کہا ہے کہ ان خونوں سے اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہمارے ہاتھوں کو پس کیوں ملوث کریں ہم ساتھ اسکے اپنی زبانوں کے، اور حضرت امام حسنؓ کے شرف و فضل میں کفایت کرتا ہے فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو سید الی آخر ما ذکر تتمہ مظاہر حق [1]. والحديث اخرجه الترمذي من حديث الاشعث، واخرجه البخاري والنسائي من حديث ابي موسى اسرائيل بن موسى عن الحسن، قاله المنذري.

٤٦٦٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ: مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ، إِلَّا أَنَا أَخَافُهَا عَلَيْهِ إِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ».

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ لوگوں میں سے سوائے محمد بن مسلمہؓ کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو فتنہ کو پائے اور اس میں مبتلا نہ ہو کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہؓ سے فرمایا کہ تمہیں کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔

شرح الحدیث: محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ نے یہ بات فرمائی، ان کو فتن کی روایات خوب یاد تھیں کہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو فتنہ کا زمانہ پائے اور مجھے اس کے بارے میں خطرہ نہ ہو اس فتنہ سے متاثر ہونے کا سوائے محمد بن مسلمہؓ کے، کہ ان کے بارے میں یہ اندیشہ بالکل نہیں ہے، کیونکہ انکے بارے میں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یہ فرماتے ہوئے کہ تجھ کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

یہ محمد بن مسلمہؓ وہی صحابی ہیں جن کا ذکر کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کے قصہ میں گزر چکا، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ فرمایا تھا، چونکہ انہوں نے مسلمانوں کو کعب بن الاشرف کی اذیتوں اور فتنوں سے اس کو قتل کر کے بچایا تھا تو اس کے صلہ میں ان کو یہ بشارت ملی تھی، مگر اس کے باوجود وہ فتنوں سے بچنے کی بہت کوشش کرتے تھے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے۔

٤٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ ضُبَيْعَةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى حُذَيْفَةَ فَقَالَ: «إِنِّي لَأَعْرِفُ رَجُلًا لَا تَضُرُّهُ الْفِتَنُ شَيْئًا»، قَالَ: فَخَرَجْنَا فَإِذَا فُسْطَاطٌ مَضْرُوبٌ فَدَخَلْنَا فَإِذَا فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: مَا أُرِيدُ أَنْ يَشْتَمِلَ عَلَيَّ شَيْءٌ مِنْ أَمْصَارِكُمْ حَتَّى تَنْجَلِيَ عَمَّا انْجَلَتْ.

ترجمہ: حضرت ابی بردہ، ثعلبہ بن ضبیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے پاس گئے انہوں نے

[1] مظاہر حق جدید — ج ۵ ص ۷۱۵

بیان کیا کہ میں ایک شخص سے واقف ہوں کہ جس کو کوئی فتنہ فساد نقصان نہیں پہنچائے گا پھر ہم لوگ ان کے پاس سے نکلے (چلے) تو ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ لگا ہوا ہے ہم لوگ اس میں داخل ہوئے۔ وہاں حضرت محمد بن مسلمہ ؓ موجود تھے۔ ہم نے ان سے خیمہ میں رہنے اور شہر چھوڑنے کی وجہ معلوم کی؟ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں یہ نہیں چاہتا (یعنی پسند نہیں کرتا کہ) تم لوگوں کے شہر میں سے کوئی جگہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے لے جب تک شہر ان فتنہ وفساد سے (پاک) صاف نہ ہو جائیں۔

٤٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ ضُبَيْعَةَ بْنِ حُصَيْنٍ الثَّعْلَبِيِّ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: ضبیعہ بن حصین ؓ سے اسی طریقہ سے روایت مروی ہے۔

شرح الأحادیث: ثعلبہ بن ضبیعہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ ؓ کے پاس گئے تو انہوں نے وہی اوپر والی بات فرمائی کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کو کوئی فتنہ ضرر نہیں پہنچا سکتا (اس پر غالباً ثعلبہ نے حضرت حذیفہ ؓ سے یہ درخواست کی ہو گی کہ ایسے شخص کی زیارت ہمیں بھی کرا دیجئے چنانچہ وہ آگے فرماتے ہیں کہ (ہم نکلے ان کو دیکھنے کیلئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ قائم تھا جب ہم اس میں داخل ہوئے تو اس میں محمد بن مسلمہ ؓ موجود تھے، ہم نے ان سے اس تنہائی اختیار کرنے کا منشا معلوم کیا (اس وقت کوئی فتنہ کھڑا ہو گا) تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ فتنہ زائل نہ ہو میں نہیں چاہتا کہ میرا وجود ان شہروں کے اندر رہو۔

بذل میں ان کا مختصر سا حال لکھا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ یہ جنگ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے پہلے مدینہ میں قیام رہا، پھر اسکے بعد مقام ربذہ میں جا کر سکونت اختیار کر لی تھی حضرت عثمان ؓ کے قصہ کے بعد، انتقال انکا مدینہ ہی میں ہوا صفر ٤٣ سنہ میں [1]۔

٤٦٦٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِكَ هَذَا أَعَهْدٌ عَهِدَهُ إِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ رَأْيٌ رَأَيْتَهُ فَقَالَ: «مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ وَلَكِنَّهُ رَأْيٌ رَأَيْتُهُ».

ترجمہ: حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کے آپ ہمیں اپنے سفر کے متعلق (جو آپ معاویہ ؓ سے لڑائی کے لئے کرتے تھے) بتائیں یہ آپ کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا آپ اپنے خیال میں اس بات کو مناسب سمجھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مجھ کو اس سلسلہ میں حکم نہیں فرمایا البتہ یہ میری رائے ہے۔

شرح الحدیث: قیس بن عباد نے حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کہ یہ جو مدینہ کی سکونت ترک کر کے آپ عراق تشریف لے جا رہے ہیں کیا اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ہدایت یا وصیت تھی یا اپنی رائے سے آپ ایسا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ١٩١-١٩٢

دیا کہ یہ میں اپنی رائے سے جا رہا ہوں، حاشیۂ بذل میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کو صاحب کنز العمال نے وقعة الجمل کے ذیل میں لکھا ہے اس کا سیاق وسباق وہاں دیکھ لیا جائے ❶۔

٤٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ».

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جانے کے وقت ایک فرقہ پیدا ہوگا اس سے وہ فرقہ جنگ کرے گا جو کہ (مسمانوں کی) دونوں جماعتوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

تخریج: صحيح مسلم - الزكاة (١٠٦٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢/٣)

شرح الحدیث: یعنی مسلمانوں کے ایک افتراق اور اختلاف کے موقع پر ایک جماعت کٹ کر الگ ہو جائے گی اور اس وقت فریقین میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہی اس جماعت کو قتل کریگا، اس جماعت کا مصداق خوارج ہیں جو اصحاب علیؓ واصحاب معاویہؓ کے اختلاف کے وقت علیحدہ ہو گئے تھے حضرت علیؓ کی جماعت سے، قصۂ تحکیم کی بناپر، اور حضرت علیؓ اور ان کی جماعت نے ان سے قتال کیا لہٰذا وہی اقرب الی الحق ہوئے۔

١٤ - بَابٌ فِي التَّخْيِيرِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

حضرات انبیاء میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

اہل السنۃ والجماعت کے مسلک میں اعتدال ہے، افراط و تفریط سے محفوظ ہے اور تخییر بین الانبیاء میں چونکہ ایک کے حق میں افراط اور دوسرے کے حق میں تفریط کا احتمال ہے، اسی لئے اسکی ممانعت حدیث میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، اسی مناسبت سے مصنف نے یہ باب بظاہر یہاں قائم کیا ہے۔

٤٦٦٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرات انبیاء میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨١) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٦٢) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٨) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٩) سنن أبي داود - السنة (٤٦٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١/٣)

شرح الحدیث: کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک کی دوسرے پر فضیلت نہ بیان کرو، اس لئے کہ اس میں بسا اوقات

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ١٩٢

شائبہ پیدا ہو جاتا ہے کسی ایک جانب میں سوء ادب اور تنقیص کا، والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم اتم منہ، قالہ المنذری۔

٤٦٦٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى».

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اس طرح نہیں کہنا چاہئے کہ میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢١٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٥٤) صحيح البخاري - التوحيد (٧١٠١) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٧٧) سنن أبي داود - السنة (٤٦٦٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٢/١)

شرح الحدیث: اسکی ایک توجیہ بذل میں یہ لکھی ہے یعنی مطلق مرتبہ نبوت کے اعتبار سے، اور اس میں تخصیص حضرت یونس علیہ السلام کی بظاہر اسلئے ہے کہ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں قرآن پاک میں اس طرح ہے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ [1]، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کوئی شخص ان کو کم مرتبہ سمجھنے لگے [2] اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ان کا ذکر فرمایا، اور حضرت شیخ نے حاشیۂ بذل [3] میں لکھا ہے وقال مولانا الرومی فی ((فیہ ما فیہ)): بان لا تفضلونی بان معراجی الی السماء ومعراجہ فی بطن الحوت الخ. مثنوی دفتر سوم، والیہ یشیر کلام امام الحرمین کما فی حیاۃ الحیوان، یعنی مجھے اس لحاظ سے فضیلت مت دو یونس بن متی پر کہ میری معراج آسمان کی طرف ہوئی تھی اور حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں، مقصود بہر کیف تفضیل ہی سے منع کرنا ہے منشا اسکا جو بھی ہو، یہ ہو یا وہ [4]، اور اسکے بعد کی روایت کے لفظ یہ ہیں مَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى، اور ایک مطلب اسکا یعنی إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى کا بعض اساتذہ سے یوں سنا ہے کہ إِنِّي سے مراد متکلم یعنی کوئی شخص خود اپنے بارے میں کہنے لگے کہ میں ان سے افضل ہوں۔ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ مسلم، وحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اخرجہ البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

٤٦٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى».

---

1. اور مت ہو جیسا وہ مچھلی والا جب پکارا اس نے اور وہ غصہ میں بھرا تھا (سورۃ القلم ٤٨)
2. جیسے موجودہ زمانہ کے تیس مار خاں مودودی نے ان پر نقد کیا ہے۔
3. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ١٩٦
4. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨، ص ١٩٦

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ کسی نبی کے لئے یہ کہنا (اس کی) شایانِ شان نہیں کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٠) مسند أحمد - مسند أهل البيت (١/٢٠٥)

٤٦٧١ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ فِي جَانِبِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ ابْنِ يَحْيَى أَتَمُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی شخص نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا۔ ایک مسلمان نے یہ سن کر اس کے طمانچہ مارا وہ یہودی شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ میدانِ حشر میں ایک مدہوشی کا عالم ہوگا تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، اور دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا کونہ تھامے ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہونے کے بعد مجھ سے قبل ہوش میں آگئے یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوں گے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ (راوی) ابن یحییٰ کی حدیث مکمل ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٠) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٣٥) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٥٢) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٣٤) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٤٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٤)

شرح الحديث: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن کا واقعہ ہے، مدینہ منورہ کا، کہ کسی یہودی نے کسی پر یہ کہہ دیا وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور فوقیت عطاء فرمائی، یعنی مطلقاً تمام جہان والوں پر تو اس بات کو کسی مسلمان نے سن لیا اس نے فوراً اس یہودی کے چہرے پر طمانچہ مارا کہ ہمارے نبی ﷺ کے ہوتے ہوئے ایسی بات کہتا ہے وہ یہودی شکایت لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو فوقیت اور فضیلت مت دو موسیٰ علیہ السلام پر اسلئے کہ قیامت کے روز جب صعقہ کی وجہ سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے افاقہ مجھ کو ہوگا تو اچانک دیکھوں گا میں موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا کنارا پکڑے ہوئے ہونگے اب میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی اس صعقہ سے متاثر ہو کر بیہوش ہوگئے اور مجھ سے پہلے ان کو افاقہ ہوگیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا اور وہ بیہوش ہی نہیں ہوں گے یہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ

شَآءَ اللّٰهُ ❶۔

حدیث میں صعقہ سے کونسا صعقہ مراد ہے؟ یہ صعقہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے کون ساصعقہ اور نفخہ ہے؟ اس کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے کہ دو صعقے تو قیامت کے وقت ہوں گے پہلے صعقہ سے سارے لوگ فنا ہو جائیں گے بلکہ تمام اشیاء اس کے بعد دوسرا نفخہ ہو گا اس سے سب زندہ ہو جائیں گے اور میدان حشر قائم ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد حساب کتاب کیلئے جب حق تعالیٰ تجلی فرمائیں اس وقت سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ، یہ استثناء اس نفخہ ثالثہ کے بارے میں ہے، اور یہ نفخہ اس لئے ہو گا تا کہ لوگ بیہوش ہو جائیں: اور باری تعالیٰ کی تجلی کا مشاہدہ نہ کر سکیں، کیونکہ لوگوں میں اس تجلی کے مشاہدہ کا تحمل اور طاقت نہ ہو گی، اس کے بعد ایک چوتھا نفخہ ہو گا تجلی کے بعد جس سے سب ہوش میں آکر کھڑے ہو جائیں گے، کذا فی حاشیة اللامع عن الکوکب الدری ❷، نفخات کی تعداد اور ان کی کسی قدر تشریح الدر المنضود جلد ثانی ابواب الجمعة میں گزر گئی۔

اس حدیث کی شرح میں بذل میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرما رہے ہیں یہ فضیلت جزئی ہے، اور کلی فضیلت سیدنا رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے بذل میں یہ نقل کیا ہے کہ چونکہ اس یہودی کے کلام میں جس نے وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى کہا تھا تاویل کی گنجائش تھی کہ اسکو فضل جزئی پر محمول کیا جائے نہ کہ فضل کلی پر، تو اسی تاویل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے اپنے کلام میں تنبیہ فرمائی کہ کلام عاقل کی جہاں تک ممکن ہو تاویل کرنی چاہیے اور جلدی جھگڑنا نہیں چاہیے ❸۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذری۔

٤٦٧٢- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، يَذْكُرُ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو ایک آدمی نے کہا: اے ساری مخلوق سے بہتر! (یعنی تمام مخلوقات میں سب سے افضل)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جملہ تو ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الفضائل (٢٣٦٩) جامع الترمذي- تفسیر القرآن (٣٣٥٢) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٢) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (١٧٨/٣)

شرح الحدیث: اس کی توجیہ بذل میں یہ لکھی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ میں خیر البریہ تھے اور ایسے ہی

---

❶ اور پھونکا جائے صور میں پھر بیہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے (سورة الزمر ٦٨)

❷ الکوکب الدري علی جامع الترمذي- ج ٤ ص ٢٥٥-٢٥٦

❸ بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ١٩٤-١٩٥

آئندہ زمانہ میں بھی حضور ﷺ کے زمانہ کا استثناء کر کے، اور آپ ﷺ خیر البریہ ہیں مطلقاً فضل کلی کے اعتبار سے۔

انبیاء اولوالعزم کا مصداق: حاشیۂ بذل میں انبیاء اولوالعزم کی ترتیب شرح الاقناع سے نظماً اس طرح نقل کی ہے [1]

محمد إبراهيم موسى كليمه   فعيسى فنوح هم أولوا العزم فاعلم

قال وهم على هذا الترتيب [2]،

یعنی انبیاء اولوالعزم کی ترتیب مرتبہ کے اعتبار سے اسی طرح ہے سب سے اول سیدنا محمد ﷺ، اس کے بعد ابراہیم پھر موسیٰ پھر عیسیٰ پھر نوح علیه الصلاة والسلام، اولوالعزم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے سورۂ احقاف میں فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [3]، والحديث اخرجه مسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤٦٧٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ فَرُّوخَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں زمین سب سے پہلے (قیامت کے دن) مجھ سے پھٹے گی۔ میں ہی سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جس کی سفارش قبول ہو گی۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٥٤٠)

شرح الحدیث مصنف اس حدیث کو تخییر کے باب میں لائے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے غالباً اس سے مصنف نے اشارہ کیا کہ منع کا تعلق امت سے ہے کہ ان کیلئے مناسب نہیں کہ وہ انبیاء کے درمیان اپنے طور سے فرق مراتب بیان کریں، کیونکہ اس میں افراط اور تفریط کا احتمال ہے، بخلاف حضور ﷺ کے کہ آپ کا مقصود بیان واقع ہے جو آپ کا فرض منصبی ہے اور اس میں غلطی اور چوک کا احتمال نہیں ہے، اور جہاں آپ ﷺ نے کسی نبی کو اپنے اوپر بظاہر فوقیت دی ہے اس کے بارے میں یا تو یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے تواضعاً ایسا کیا، یا قبل العلم آپ ﷺ نے وہ بات فرمائی، یعنی جب تک آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ ﷺ فوق الکل ہیں یا فضیلت جزئی پر محمول کیا جائے گا، یا کسی اور مصلحت پر جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے [4]۔

---

[1] جیسے موجودہ زمانہ کے تیس مار خاں مودودی نے ان پر نقد کیا ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ١٩٧

[3] سو تو ٹھہر ارہ جیسے ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول (سورة الأحقاف ٣٥)

[4] نسخہ محققہ محمد محيي الدين عبد الحميد کی حدیث رقم ٤٦٦٩ کی طرف اشارہ ہے جس کی شرح اوپر گذر چکی۔

٤٦٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَدْرِي أَتُبَّعٌ لَعِينٌ هُوَ أَمْ لَا، وَمَا أَدْرِي أَعُزَيْرٌ نَبِيٌّ هُوَ أَمْ لَا [1]».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے علم نہیں کہ "تبع" لعنت کے لائق ہے یا نہیں، مجھے علم نہیں کہ حضرت عزیر پیغمبر تھے یا نہیں؟

شرح الحدیث: تبع یمن کے بادشاہ کا لقب ہوتا ہے لأن أهل الدنيا يتبعونه فهو في الجاهلية بمنزلة الخليفة في الإسلام فعلى هذا "تبع" بمعنى المتبوع، وقيل: يسمى بذلك لأنهم يتبعون آباءهم في سيدهم، فهو بمعنى التابع، كذا في هامش البذل عن الاكليل اور حاشیۂ بذل میں یہ بھی ہے کہ جلالین کا حاشیہ معروف بہ "جمل" میں تبع کے احوال تفصیل سے لکھے ہیں وہ یہ کہ وہ حضور ﷺ پر آپ کی بعثت سے ایک ہزار سال پہلے ایمان لا چکا تھا اور یہی تبع الأکبر ہے ابو کریب اسعد، وهو أول من كسا البيت، وهو ملك اليمن، الى آخر ما فيه [2]. اور اسی نے اپنے ایک سفر میں مدینہ منورہ (اس وقت یثرب) سے گزرتے ہوئے جب اس کو بتایا گیا کہ یہی جگہ نبی آخر الزمان کا مہاجر ہوگی، تو اس نے ایک مکان بنوایا اس نیت سے کہ آپ ﷺ اس میں قیام فرمائیں گے، اور وہ مکان وہی تھا جس میں حضرت ابو ایوبؓ رہتے تھے اور حضور اقدس ﷺ نے شروع ہجرت میں چھ ماہ اس میں قیام فرمایا تھا، تاریخ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔

بذل میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون تھا یا نہیں، یعنی غیر مسلم تھا یا اسلام لے آیا تھا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب تک آپ پر وحی نہیں آئی تھی اس کے اسلام کے بارے میں پھر آپ ﷺ کو مطلع کر دیا گیا تھا، اس کے بعد کہ وہ اسلام لے آیا تھا، چنانچہ مسند احمد میں بروایت سہل بن سعد الساعدی آپ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے: لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا؛ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ أَسْلَمَ [3]، اور آگے ہے حدیث میں: نہیں جانتا میں کہ عزیر نبی تھے یا نہیں، اور شاید آپ ﷺ کو بتلا دیا گیا تھا کہ وہ نبی تھے (بذل [4])۔

٤٦٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ

---

[1] قال الحافظ أبو الفضل العراقي في أماليه في رواية الحاكم في المستدرك بدله وما أدري ذا القرنين نبيا كان أم لا وزاد فيه وما أدري الحدود كفارات لأهلها أم لا ورويناه بتمامه بذكر تبع وعزير وذي القرنين والحدود في تفسير ابن مردويه من رواية محمد بن أبي السري عن عبد الرزاق قال ثم أعلم الله نبيه أن الحدود كفارات وأن تبعا أسلم كذا في مرقاة الصعود (عون المعبود ـ ج ١٢ ص ٣٠٤) وفيه بعده زيادة على ذلك فارجع اليه لو شئت.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٨ ص ١٩٨

[3] مسند الإمام أحمد بن حنبل ـ تتمة مسند الأنصار ٢٢٨٨٠ ج ٣٧ ص ٥١٩

[4] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٨ ص ١٩٨

الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ، الْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ، وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ[1]».

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سب سے قریب ہوں (اس لئے کہ) حضرات انبیاء آپس میں باپ شریک بھائی ہیں اور (اس وجہ سے کہ) میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٥٨) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٥٩) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٦٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٦/٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں تمام انبیاء میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زیادہ قریب ہوں، یعنی زمانہ کے اعتبار سے، چنانچہ آپ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کے درمیان صرف چھ سو سال کا فصل ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں یہ ہے عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسَى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ[2]، اور وہ جو قرآن کریم میں ہے إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ[3] جس میں یہ فرمایا گیا ہے حضور ﷺ کے بارے میں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراہیم علیہ السلام کے آپ ﷺ ہیں وہ قرب شریعت کے لحاظ سے ہے کہ شرع محمدی شرع ابراہیمی کے زیادہ قریب ہے دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں (بذل عن فتح الودود[4]) آگے اس حدیث میں یہ ہے کہ تمام انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں، یعنی اصول دین توحید وغیرہ میں متحد ہیں اور فروع دین میں مختلف، اصول دین کو باپ کے ساتھ اور احکام دین کو جو مختلف ہیں ماں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے علاتی بھائی کہا گیا ہے (بذل[5]) والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

---

[1] أشكل عليه بما ورد "بينهما نبيان" وأجيب بأنه ليس نبي مشهور، كذا في الفتاوى الحديثية لابن حجر (هامش البذل ج١٨ ص١٩٩) اس میں اس طرح ہے، حدیث الباب کو لیکر کہ کسی شخص نے سوال کیا: نقل البیضاوی فی تفسیرہ انہ کان بینہ وبین عیسی علیہما الصلاۃ والسلام نبیان فما الجمع بینہما؟ فاجاب بقولہ خبر مسلم اصح من ہذا القول فلیقدم علیہ، وعلی التنزل فیجمع بحمل النفی فیہ علی انہ لم یکن بینہما نبی مشہور یعرفہ کل احد اور پھر آگے اسمیں یہ ہے: سائل کے سوال میں چونکہ حدیث الباب کو مسلم کی طرف منسوب کیا تھا تو اسکے بارے میں یہ ہے کہ مسلم ہی کی تخصیص نہیں بلکہ یہ روایت تو بخاری مسند احمد اور ابوداؤد میں بھی ہے۔

[2] صحیح البخاری - کتاب فضائل الصحابة - باب إسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ٣٧٣٢

[3] بے شک لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے اور اس نبی کو (سورۃ آل عمران ٦٨)

[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص١٩٩

[5] بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص١٩٩

١٥ - بَابٌ فِي رَدِّ الْإِرْجَاءِ

فرقہ مرجیہ کی تردید کا بیان

ارجاء وہ عقیدہ ہے جس کے ماننے والوں کو مرجئہ کہا جاتا ہے، اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت مضر نہیں، لہٰذا اعمال صالحہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں، ارجاء کے لغوی معنی پیچھے ہٹانا اور مؤخر کرنا ہے، تو چونکہ یہ لوگ اعمال کو پس پشت ڈالتے ہیں اسی لئے اس عقیدہ کا نام ارجاء اور فرقہ کو مرجئہ کہا جاتا ہے، یہ عقیدہ بے شمار احادیث صحیحہ اور آیات صریحہ کے خلاف ہے، اس لئے مصنف اس باب میں ایسی ہی احادیث لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کو کمال ایمان میں بڑا دخل ہے بغیر ان کے ایمان ناقص ہے حتی کہ بعض آیات میں بعض اعمال پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے جیسے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ [1] اس آیت میں نماز پر ایمان کا اطلاق کیا ہے۔

٤٦٧٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ: أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْعَظْمِ عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ".

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں سب سے افضل یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہے اور سب سے کم درجہ ایمان کا یہ ہے کہ راستہ سے ہڈی کو ہٹا دے جس کی وجہ سے راہ گیروں کو تکلیف پہنچنے کا خیال ہو اور حیا بھی ایمان کی ایک حصہ ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الإيمان (٩) صحيح مسلم - الإيمان (٣٥) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦١٤) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٠٤) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٦) سنن ابن ماجه - المقدمة (٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٩)

شرح الحديث یعنی ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں یعنی اس کے متعلقات اور تقاضے، جس میں سب سے افضل ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہے، قول کا لفظ بڑھایا اس لئے کہ عقیدہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ تو عین ایمان ہے اور اس کا ذکر اور تلفظ یہ اعمال ایمان سے ہے، اور ادنی شعبہ ایمان کا آپ ﷺ نے راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان مختلف المرتبہ ہیں، اور حیاء کو اسکی اہمیت کی وجہ سے الگ شمار فرمایا، اس لئے کہ وہ تمام نیک اعمال پر ابھارنے والی اور برائیوں سے روکنے والی ہے، حیاء کی دو قسمیں ہیں طبعی اور ایمانی، حیاء ایمانی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ حیاء اس خصلت کا نام ہے جو انسان کو ارتکاب قبیح اور ہر ذی حق کے حق میں تقصیر سے روکے، اور لغۃً حیاء نام ہے اس شکستگی اور افسردگی کا جو انسان کو پیش آتی ہے لحوق عیب وعار کے

---

[1] اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان (سورۃ البقرۃ ١٤٣)

خوف سے، هو في اللغة تغير وانكسار يعتري الإنسان من تخوف ما يعاب به وفي الشرع خلق يبعث على اجتناب القبيح ويمنع من التقصير في حق ذي الحق. (عون المعبود شرح سنن أبي داود)

٤٦٧٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللهِ، قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللهِ»، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ».

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو علم ہے اللہ پر ایمان کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد (ﷺ) اس کے پیغمبر ہیں اور نماز وقت پر ادا کرے اور زکوۃ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور تم مالِ غنیمت میں سے خمس نکالو۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٥٣) صحيح البخاري - العلم (٨٧) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٠٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٣١٩) صحيح البخاري - المغازي (٤١١٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٢) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨٣٨) صحيح البخاري - التوحيد (٧١١٧) صحيح مسلم - الإيمان (١٧) جامع الترمذي - السير (١٥٩٩) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦١١) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣١) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٩٢) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦١/١)

شرح الحدیث: اسکے بعد وفد عبد القیس والی حدیث آرہی ہے بروایت ابن عباس مختصراً، یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل سے کتاب الاشربة، بَابٌ فِي الْأَوْعِيَةِ میں گزر چکی اور اس کی شرح بھی اسی جگہ، والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٦٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَيْنَ الْعَبْدِ، وَبَيْنَ الْكُفْرِ [1] تَرْكُ الصَّلَاةِ».

---

[1] حاشیہ بذل (ج۱۸ ص ۲۰۱) میں ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے تارک صلاۃ کو مشرک اور تارک حج کو یہود کے ساتھ تشبیہ دی، اس لئے کہ مشرکین نماز نہیں پڑھتے اور یہود حج نہیں کرتے اھ یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کو ترمذی نے روایت کیا کہ جو شخص باوجود استطاعت کے حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں اس کے بارے میں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی، اس حدیث میں تارک حج کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور حدیث الباب میں آپ ﷺ نے ترک صلاۃ کو شرک اور کفر قرار دیا ہے، اسکی وجہ شاہ صاحبؒ نے یہ تحریر فرمائی ہے۔

ترجمة: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو کفر سے ملا دینے والی چیز نماز کو چھوڑ دینا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الإیمان (۸۲) جامع الترمذي - الإیمان (۲۶۱۸) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فیها (۱۰۷۸) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (۳/ ۳۷۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۳)

شرح الحدیث: اسکی شرح بذل میں لکھی ہے: أي الموصل بین العبد وبین الکفر ترك الصلاة، یعنی نماز کا ترک کرنا بندہ کو کفر سے ملا دینے والا ہے یعنی قریب کر دینے والا، بعض لوگ اس حدیث کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آدمی اور کفر کے درمیان فرق ترک صلاۃ سے ہے، یہ ترجمہ صحیح نہیں، اسلئے کہ فرق کرنے والی چیز تو صلاۃ ہے نہ ترک صلاۃ، بلکہ یہاں پر "بین" کا متعلق وصل ہے نہ فرق۔

اس حدیث سے اعمال صالحہ خصوصاً نماز کا تعلق کمال ایمان سے ظاہر ہے کہ ایمان میں کمال اعمال صالحہ سے حاصل ہوتا ہے، بذل المجہود میں لکھا ہے کہ تمام اہل سنت فقہاء محدثین اور متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمال حقیقۃ ایمان میں داخل نہیں کہ انکے ترک سے آدمی کافر ہو جائے بلکہ اس پر اتفاق ہے کہ اعمال شرط ہیں کمال ایمان کیلئے، لہٰذا اگر کوئی شخص اعمال مفروضہ میں سے کسی عمل کو ترک کرے بغیر انکار کے تو اس سے وہ کافر نہ ہو گا بلکہ فاسق اھ [1]۔ والحدیث اخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۱۶- بَابُ الدَّلِیلِ عَلَی زِیَادَةِ الْإِیمَانِ وَنُقْصَانِهِ

ایمان میں کمی بیشی کے دلائل

ایمان کی حقیقت میں اہل سنت اور فرق باطلہ کا اختلاف: یعنی ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟ مصنف کمی زیادتی قبول کرنے کے قائل ہیں اور اس پر دلیل قائم کر رہے ہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب میں تصریح ہے اور احادیث الباب میں اسکا ثبوت اور یہی دعوئی امام بخاریؒ نے کتاب الإیمان میں کیا ہے اور پھر بہت سے ابواب وتراجم سے اسکو ثابت کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کتاب الإیمان کے شروع میں وهو قول وفعل ویزید وینقص [2]، ایمان میں کمی زیادتی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے جو متفرع ہے ایک اور مسئلہ پر وہ یہ کہ ایمان بسیط ہے صرف تصدیق قلب کا نام ہے یا مرکب تصدیق اور اعمال ہے اگر بسیط تب تو ظاہر ہے کہ نقصان اور زیادۃ کو قبول نہیں کرے گا اور اگر مرکب ہے تو قابل زیادہ ونقصان ہو گا معتزلہ وخوارج اس کو مرکب مانتے ہیں تصدیق قلب اور اعمال جوارح سے اور اعمال ان کے نزدیک حقیقۃ ایمان میں داخل ہیں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۸ ص ۲۰۱

[2] صحیح البخاري - کتاب الإیمان - باب الإیمان وقول النبي صلی الله علیه وسلم (بني الإسلام علی خمس) تعلیقًا

اور ناہر ہے کہ اعمال قابل زیادۃ اور نقصان ہیں اسلئے ان کے نزدیک ایمان بھی قابل زیادۃ ونقصان ہے اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک ایمان کی حقیقت تصدیق قلب ہے اور تصدیق میں قلت وزیادۃ کا احتمال نہیں ہے چنانچہ امام صاحب سے یہی منقول ہے جیسا کہ شرح عقائد نسفی وغیرہ کتب میں یہ مسئلہ مشہور ہے۔

کیا امام اعظمؒ کا اس مسئلہ میں جمہور فقہاء ومحدثین سے اختلاف ہے؟ لیکن مشہور یہ ہے جیسا کہ حاشیہ بخاری میں بھی لکھا ہے کہ جمہور فقہاء ومحدثین اور ائمہ ثلاث ایمان میں کمی زیادتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک وہ قابل زیادۃ ونقصان ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان قابل زیادۃ ونقصان نہیں ہے لیکن ہمارے اکابر ومشائخ یہ فرماتے ہیں جیسا کہ لامع الدراری وغیرہ میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کے درمیان آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اصل تقابل اہل سنت اور دوسرے فرق اسلامیہ معتزلہ اور خوارج وغیرہ کا ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جمہور محدثین ایمان کے قابل زیادۃ ونقصان ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور بڑی قوت کے ساتھ احادیث سے اس کو ثابت کرتے ہیں اور اسکے بر خلاف امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے: الإیمان لا یزید ولا ینقص [1] یہ اختلاف کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے دراصل یہاں ایک فرقہ اور ہے فرقہ مرجئہ کہ وہ بھی ایمان کو بسیط مانتا ہے مگر اس طور پر کہ اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں نہ اعمال ان کے نزدیک حقیقت ایمان میں داخل ہیں اور نہ ان کا تعلق کمال ایمان سے ہے جب کہ تمام اہل سنت وجماعت اس پر متفق ہیں کہ ایمان کا کمال اعمال پر موقوف ہے امام ابو حنیفہؒ کو چونکہ زیادہ واسطہ پڑا تھا خوارج ومعتزلہ سے جو اعمال کو حقیقۃ ایمان میں داخل مانتے ہیں اور اس حیثیت سے وہ زیادۃ ونقصان ایمان کے قائل ہیں اس لئے امام صاحبؒ نے انکی تردید میں یہ تصریح فرمائی کہ ایمان زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا اور جمہور محدثین وفقہاء کو سابقہ پڑا تھا فرقہ موجئہ سے جن کے نزدیک ایمان میں کمی وزیادتی کا خانہ ہی نہیں ہے اور اعمال کی انکے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے تو ان کی تردید میں ان حضرات نے یہ فرمایا کہ ایمان زیادتی ونقصان کو قبول کرتا ہے یعنی اعمال کے کرنے اور نہ کرنے سے اس کے اندر نقصان وکمال پیدا ہوتا ہے تو اس اختلاف ماحول کی وجہ سے امام صاحب اور جمہور محدثین کے درمیان فرق تعبیر میں پایا گیا مد مقابل کی وجہ سے چنانچہ جس طرح جمہور محدثین تارک اعمال کو کافر نہیں قرار دیتے اسی طرح امام صاحبؒ بھی اور جس طرح تارک اعمال کو امام صاحبؒ فاسق قرار دیتے ہیں اسی طرح جمہور فقہاء ومحدثین بھی بخلاف ان دوسرے فرق کے کہ ان میں معتزلہ وخوارج تو تارک اعمال کو حد ایمان سے خارج مانتے ہیں اور مرجئہ اسکو فاسق بھی نہیں قرار دیتے تو اصل اختلاف ان فرقوں کے درمیان ہوا نہ کہ خود اہل سنت میں جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا، یا سمجھا لیکن تجاہل عارفانہ سے یہ کہا امام صاحبؒ کے بارے میں کہ وہ فرقہ مرجئہ میں سے تھے کہ جس طرح مرجئہ کے نزدیک ایمان قابل زیادۃ ونقصان نہیں ہے اسی طرح امام

---

[1] منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر للقاري — ص ٢٥٥

صاحب" کے نزدیک بھی اس کا الزامی جواب کسی نے یہ دیا کہ اگر ایسا ہے تو پھر دوسرے حضرات جو اس کو قابل زیادۃ ونقصان مانتے ہیں ان کو معتزلی کہنا چاہئے امام صاحب" کے بارے میں یہ الزام اور اسکی تحقیق وتردید مولانا عبد الحئ صاحب" کی کتاب الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کما فی ھامش مقدمة الفیض السمائی ج۱ ص۱٦۔

یہاں ایک مذہب اور رہ گیا جس کے قائل کرامیہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت صرف نطق ہے نہ اس کا تعلق تصدیق سے ہے نہ اعمال سے حاشیہ لامع میں مذکور ہے: قال الحافظ [1]: السلف قالوا الإیمان اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالأرکان وأرادوا بذلك أن الأعمال شرط فی کماله ومن ھھنا نشأ لھم القول بالزیادة والنقصان والمرجئة قالوا ھو اعتقاد ونطق فقط والکرامیه قالوا ھو نطق فقط والمعتزلة قالوا ھو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بینھم وبین السلف أنھم جعلوا الاعمال شرطا فی صحته والسلف جعلوھا شرطا فی کماله اھ شرح عقائد نسفی [2] میں ہے: فاعلم أن الإیمان في الشرع: (ھو التصدیق بما جاء به من عند الله تعالی) أي تصدیق النبي علیه السلام بالقلب في جمیع ما علم بالضرورة لجیئه به من عند الله تعالی إجمالاً. (والإقرار به) أي باللسان، إلا أن التصدیق رکن لا یحتمل السقوط أصلاً، والإقرار قد یحتمله کما في حالة الإکراہ. (فأما الأعمال) أي الطاعات (فھي تتزاید في نفسھا والإیمان لا یزید ولا ینقص)، چونکہ بہت سی آیات سے ایمان کا زیادتی قبول کرنا ثابت ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ والآیات الدالة علی زیادة الإیمان محمولة علی ما ذکرہ أبو حنیفة رحمه الله من أنھم کانوا آمنوا في الجملة، ثم یأتي فرض بعد فرض، فکانوا یؤمنون بکل فرض خاص. وحاصله: أنه کان یزید بزیادة ما یجب الإیمان به [3] یعنی جن آیات میں ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے وہ مؤمن بہ کی زیادتی کے اعتبار سے ہے یعنی جن احکام پر ایمان لانا واجب ہے وہ چونکہ آہستہ آہستہ نازل ہوئے ہیں تو جوں جوں احکام نازل ہوتے چلے گئے صحابہ ان پر ایمان لاتے چلے گئے اس اعتبار سے ایمان میں زیادتی ہوتی رہی آگے اس میں یہ ہے: وقال بعض المحققین: لا نسلم أن حقیقة التصدیق لا یقبل الزیادة والنقصان، بل تتفاوت قوة وضعفاً، للقطع بأن تصدیق آحاد الأمة لیس کتصدیق النبي ﷺ، ولھذا قال إبراھیم علیه السلام: وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ [4] اھ یعنی بعض محققین نے یہ بات کہی ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ اعمال حقیقت ایمان میں داخل نہیں بلکہ ایمان صرف تصدیق قلب ہے لیکن یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ حقیقت تصدیق زیادۃ ونقصان کو قبول نہیں کرتی بلکہ اس تصدیق میں قوت وضعف کے اعتبار سے بڑا تفاوت ہوتا ہے

---

[1] فتح الباري شرح صحیح البخاري لابن حجر — ج۱ ص٤٦

[2] شرح العقائد النسفیة — ص۲۹۰

[3] شرح العقائد النسفیة — ص۲۹۸

[4] لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو (سورۃ البقرۃ ۲٦۰)، شرح العقائد النسفیة — ص۸۱

کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ احادامت کی تصدیق نبی کی تصدیق کے برابر نہیں ہوسکتی لیکن بعض محققین کا یہ اشکال درست نہیں اس لئے کہ وہ زیادۃ اور نقصان کی بحث سے قوت وضعف کی طرف چلے آئے زیادۃ اور نقصان مقولہ کم سے ہے اور ضعف وقوت مقولہ کیف سے لہٰذا ان کا یہ استدلال درست نہیں یا یہ کہئے کہ اختلاف صرف لفظی ہوا اگر زیادۃ ونقصان سے قوت وضعف ہی مراد لینا ہے تو اسکے تو امام صاحب" بھی منکر نہیں شرح عقائد میں یہاں مزید سوال وجواب اور ابحاث ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائے مثلاً اسمیں ایک یہ اختلاف بھی مذکور ہے کہ مصنف نے اقرار باللسان کو تصدیق کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ بعض علماء کا مذہب ہے جیسے شمس الائمہ اور فخر الاسلام اور جمہور محققین کی رائے یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق بالقلب ہے اور اقرار باللسان اجراء احکام فی الدنیا کیلئے شرط ہے کیونکہ تصدیق قلب ایک باطنی امر ہے جس کیلئے ظاہر میں کوئی علامت ہونی چاہیے الی آخر ماذکر۔

٤٦٧٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَلَا دِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ» قَالَتْ: وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ؟ قَالَ: «أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ شَهَادَةُ رَجُلٍ، وَأَمَّا نُقْصَانُ الدِّينِ فَإِنَّ إِحْدَاكُنَّ تُفْطِرُ رَمَضَانَ وَتُقِيمُ أَيَّامًا لَا تُصَلِّي».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے خواتین سے فرمایا: میں نے دین اور عقل میں ناقص ہونے کے باوجود کسی دانشمند کو بیوقوف بنانے والا تم عورتوں سے زیادہ (کسی کو) نہیں دیکھا۔ ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے عقل اور دین میں کیا کمی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری عقل کی کمی یہ ہے کہ دو خواتین کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے اور تم عورتوں کے دین کی کمی یہ ہے کہ تم میں سے بعض عورتیں رمضان المبارک میں (چند دن) روزے نہیں رکھ سکتیں اور ہر مہینے میں کئی کئی دنوں تک نماز نہیں پڑھ سکتیں۔ (مطلب یہ ہے کہ حیض اور نفاس کی بناء پر خواتین کو روزہ اور نماز چھوڑنی پڑتی ہیں اگرچہ شریعت نے نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا صرف روزہ کی قضا کا حکم دیا ہے۔ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے)۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (٨٠) سنن أبي داود - السنة (٤٦٧٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٧/٢)

شرح الحدیث: حدیث کا مطلب یہ ہے جو آپ ﷺ عورتوں کو خطاب کر کے فرمارہے ہیں کہ عورت جو کہ ناقص العقل والدین ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود سمجھدار آدمی کو جتنا اپنے قابو میں وہ کر سکتی ہے اتنا کوئی اور نہیں کر سکتا، اس پر کسی عورت نے پوچھا کہ عورت کا ناقص العقل والدّین ہونا کیونکر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نقصان عقل کی علامت تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہے یہ اس کے معاملہ فہمی کے ناقص ہونے کی وجہ ہی سے تو ہے، اور دین کا

نقصان یہ ہے کہ رمضان کے بعض حصہ میں روزہ نہیں رکھتی اور ہر ماہ چند روز نماز نہیں پڑھتی۔
ترجمۃ الباب سے تعلق حدیث کے اس جزء ثانی ہی کو ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اعمال سے ایمان میں کمال اور اس کے ترک سے نقصان پیدا ہوتا ہے، اگرچہ زمانہ حیض میں ترک صلاۃ وصوم معصیت نہیں ہے بلکہ اسی کا حکم ہے لیکن ثواب میں تو کمی واقع ہوتی ہے گو غیر اختیاری ہے۔ والحدیث اخرجہ مسلم وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٦٨٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَمَّا تَوَجَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ» قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ: فَكَيْفَ الَّذِينَ مَاتُوا، وَهُمْ يُصَلُّونَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى { وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ[1] }.

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کی جانب رُخ کرنا شروع کیا تو صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُن لوگوں کا کیا بنے گا جو بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہوئے انتقال کر گئے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی { وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ } یعنی اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ایمان (نمازیں) ضائع نہیں کرے گا۔

تخریج: جامع الترمذي- تفسير القرآن (٢٩٦٤) سنن أبي داود- السنة (٤٦٨٠) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (١/٢٩٥) سنن الدارمي- الصلاة (١٢٣٥)

شرح الحدیث: یعنی جب مدینہ منورہ میں آپ ﷺ پر تحویل قبلہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی اور بجائے بیت المقدس کے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تو اس پر بعض صحابہ ؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ جو لوگ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دنیا سے چلے گئے ان کی نمازوں کا کیا ہوگا، ان کی تو نہ کوئی نماز کعبہ کی طرف ہوئی اور نہ کعبہ کا قبلہ ہونا ان کے علم میں آیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو یعنی نماز کو ضائع نہیں فرمائیں گے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے حق میں تو قبلہ بیت المقدس ہی تھا لہٰذا ان کی نماز قاعدہ کے مطابق ہوئی، پھر غیر معتبر کیوں ہو۔
تحویل قبلہ کی حدیث اور اس سے متعلق مباحث کتاب الصلاۃ کے ابواب الاذان میں أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ الحدیث[2] کے ذیل میں گزر چکی۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح، قالہ المنذری۔

٤٦٨١ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ،

---

[1] اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان (سورۃ البقرۃ ١٤٣)

[2] سنن أبي داود- كتاب الصلاة- باب كيف الأذان ٥٠٦

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ لِلهِ، وَأَبْغَضَ لِلهِ، وَأَعْطَى لِلهِ، وَمَنَعَ لِلهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ».

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کیلئے محبت رکھے اور اللہ کیلئے عداوت کرے اور اللہ کیلئے دے (صدقہ) اور اللہ کیلئے روکے اس شخص نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

شرح الحدیث: پہلے دو عمل اعمال قلب میں سے ہیں اور دوسرے دو اعمال جوارح میں سے، یعنی جس شخص کے اعمال قلب اور اعمال جوارح صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں گے تو اس کا ایمان کامل ہوگا۔

٤٦٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایمان تمام لوگوں سے زیادہ مکمل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٥٠)

شرح الحدیث: یعنی جس مؤمن کا خلق جتنا اچھا ہوگا اس کا ایمان اتنا ہی کامل ہوگا معلوم ہوا کہ حسن خلق سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور اسکی کمی سے نقصان پیدا ہوتا ہے لہٰذا ایمان میں نقصان اور زیادتی پائی گئی۔ والحدیث اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح، قالہ المنذری۔

٤٦٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالًا وَلَمْ يُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَيْئًا، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَيْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْ مُسْلِمٌ» حَتَّى أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَوْ مُسْلِمٌ» ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا وَأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ لَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكَبُّوا فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ حضرات کو مال عنایت فرمایا اور ایک شخص کو عنایت نہیں فرمایا تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فلاں، فلاں کو عنایت فرمایا اور فلاں کو کچھ عطا نہیں فرمایا حالانکہ وہ شخص مومن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یوں کہو کہ وہ مسلمان ہے حضرت سعد نے یہ جملہ تین بار کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: یوں کہو کہ وہ مسلمان ہے یا مسلم ہے؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کسی شخص کو دیتا ہوں اور میں جس سے زیادہ محبت کرتا ہوں اس کو چھوڑ دیتا ہوں اس کو کچھ نہیں دیتا (اسکے بالمقابل دوسرے کو دیتا ہوں) اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دوزخ میں الٹے منہ گر جائے۔

تخريج: صحيح البخاري - الإيمان (٢٧) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٠٨) صحيح مسلم - الإيمان (١٥٠) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٤٩٩٢) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٦)

٤٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، قَالَ: وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: { قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوْا اَسْلَمْنَا } قَالَ: «نَرَى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ».

ترجمہ: اور زہری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے: یعنی (اے اعراب!) یوں مت کہو کہ ہم مؤمن ہیں بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلم ہیں۔ ہم لوگوں کی رائے میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں اور ایمان اعمالِ صالحہ انجام دینے کا نام ہے۔

شرح الحدیث: موجودہ سیاق اور ظاہر لفظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں معمر نے دوسرے علماء کے اقوال بھی ذکر کئے ہوں گے جن پر عطف کرتے ہوئے زہری کا کلام بھی ذکر کیا مقصود اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا [1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان واسلام میں فرق ہے، اس فرق ہی کو زہریؒ بیان کر رہے ہیں کہ اسلام نام ہے زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنے کا اور ایمان نام ہے اس کلمہ کے مقتضیٰ پر عمل کرنے کا یعنی مع کلمہ شہادت کے لہٰذا ایمان اخص ہوا اسلام سے پس اس آیت کریمہ میں خاص کی نفی اور عام کا اثبات ہوا۔

٤٦٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قَسْمًا، فَقُلْتُ: أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ، قَالَ: «أَوْ مُسْلِمٌ [2]، إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ الْعَطَاءَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يُكَبَّ عَلَى وَجْهِهِ».

ترجمہ: عامر اپنے والد سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان مال تقسیم فرمایا (اور تقسیم میں ایک آدمی کو مال عطا نہیں فرمایا) میں نے عرض کیا فلاں شخص کو بھی مال عطا فرمائیں، وہ مؤمن ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں کہو کہ وہ مسلمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک شخص کو مال دیتا ہوں حالانکہ مجھے اسکے علاوہ دوسرا شخص زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے لیکن میں اس پہلے شخص کو اس اندیشہ سے دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دوزخ میں الٹے منہ گر جائے۔

---

[1] کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے (سورۃ الحجرات ١٤)

[2] فی ہامش البذل (ج١٨ ص٢٠٥) ويرد عليه ما في كتاب التفسير من الترمذي وإذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالإيمان (كتاب الإيمان باب ما جاء في حرمة الصلاة ٢٦١٧) الخ وجمع بينهما القاري بحمل الامر على الظن والنهي على القطع اه قلت واصل الكلام القاري هكذا قال ابن حجر وقد يستشكل قوله فاشهدوا له بحديث عائشة الذي فيه انكار عليه السلام قولها في طفل انصاري مات "طوبى له عصفور من عصافير الجنة" ويمكن ان يجمع بحمل ما هنا على الامر بالشهادة له بالإيمان ظنا وما في ذلك على القطع بانه في الجنة الخ۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٢٧) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٠٨) صحيح مسلم - الإيمان (١٥٠) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٤٩٩٢) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧٦/١)

شرح الحدیث: سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کوئی مال تقسیم فرمارہے تھے میں نے عرض کیا کہ فلاں شخص کو بھی دیجئے کہ وہ مؤمن ہے آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ مسلم ہے یعنی مؤمن کے بجائے مسلم کہو اسلئے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو باطنی شئی ہے اور اسلام انقیاد ظاہری کو کہتے ہیں اور ہمیں دوسرے کا ظاہری حال ہی معلوم ہے نہ کہ باطنی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض مرتبہ ایسے شخص کو عطا کرتا ہوں کہ اس کے مقابلہ میں دوسرا مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے مگر اس کو اس لئے دیتا ہوں کہ نہ دینے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈالدیا جائے۔

اس حدیث میں بھی مسلمانوں میں آپس میں تفاوت کا پایا جانا باعتبار کمال ایمان ونقصان کے پایا جارہا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی۔

٤٦٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے (وصال) کے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٤ ١ ٥٨) صحيح البخاري - الديات (٦٤٧٤) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٦٦) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٦) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٥/٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ تم میرے بعد آپس میں جنگ وجدال اور ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ ہو جانا یعنی کفار کے مشابہ کہ وہ آپس میں لڑتے ہیں ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے بخلاف مومنین کے کہ ان کی شان یہ ہے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کی لڑائی جو کہ معصیت ہے اس سے ایمان میں نقصان واقع ہوتا ہے لہٰذا مرجئہ پر رد ہو گیا جو کہ مقصود بالباب ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ، مطولا ومختصرا، قالہ المنذری۔

٤٦٨٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا: فَإِنْ كَانَ كَافِرًا، وَإِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ".

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان شخص کسی دوسرے مسلمان کو کافر قرار دے تو اگر وہ شخص (جس کی طرف کفر منسوب کیا ہے) کافر ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ کہنے والا شخص (خود) کافر ہو جائے گا۔

تخريج: صحيح البخاري - الأدب (٥٧٥٣) صحيح مسلم - الإيمان (٦٠) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٣٧) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٤٤)

شرح الحدیث: یعنی اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی تکفیر کرے پس وہ اگر واقع میں کافر تھا تو خیر ورنہ وہ کفر لوٹ کر کہنے والے ہی کی طرف آئے گا یعنی اس تکفیر کی نحوست اور اس کا وبال۔

٤٦٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ».

ترجمۃ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس میں چار عادتیں ہوں گی وہ شخص خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک عادت ہو تو اس شخص میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ وہ شخص اس کو چھوڑ نہ دے۔ (منافق شخص کے خصائل یہ ہیں) جب وہ کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو (وعدہ کے) خلاف کرے اور جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب کسی شخص سے جھگڑا کرے تو زبان سے گالیاں بکے۔

تخريج: صحيح البخاري - الإيمان (٣٤) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٢٧) صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٧) صحيح مسلم - الإيمان (٥٨) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٣٢) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٢٠) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٩/٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر وہ سب پائی جائیں گی تو وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں وہ سب جمع نہ ہوں بلکہ کوئی سی ایک پائی جائے تو اس کو یہ کہا جائے گا کہ اس شخص میں نفاق کی خصلت ہے جب تک اس کو نہ چھوڑے اور وہ خصلتیں یہ ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے تو اسکے خلاف کرے اور جب کوئی معاہدہ کرے تو اسکو دھوکہ دے کر توڑ دے اور اگر جب کسی سے کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو فحش گوئی پر اتر آئے۔

بذل میں امام نوویؒ سے اس حدیث پر اشکال وجواب نقل [1] کیا ہے کہ بسا اوقات یہ خصلتیں تو مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں حالانکہ وہ منافق نہیں ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ منافق سے مراد کالمنافق، منافقوں جیسا کام کرنے والا یہ توجیہ تو اس صورت میں ہے جب نفاق سے نفاق کفر مراد ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ نفاق سے مراد نفاق عملی کہ یہ شخص عملاً منافق ہے گو اعتقاداً نہیں اھ اور ایک جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اسمیں کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر یہ چاروں خصلتیں ایک ساتھ پائی جائیں گی وہ منافق حقیقی ہوگا اور یہ صحیح ہے

---

[1] وذکر العینی (ج ۱ ص ۲۵۸) لهذا الاشکال ثمانیة اجوبة (هامش البذل)

اس لئے کہ کسی مسلمان میں چاہے وہ کتنا ہی نافرمان ہو یہ خصال اربعہ جمع نہیں ہو سکتیں اسی لئے آگے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر اس میں یہ چاروں خصلتیں جمع نہیں تو پھر اس کو منافق نہیں کہا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ اس شخص میں نفاق کی ایک خصلت ہے امام ترمذی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ بات بھی فرمائی ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں اعتقادی و عملی اور یہاں مراد نفاق سے نفاق عمل ہے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں نفاق حقیقی یعنی نفاق تکذیب تو پایا جاتا تھا یعنی بہت سے لوگ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے اور دل میں ان کے کفر ہوتا تھا لیکن نفاق عمل آپ کے زمانہ میں نہیں تھا کیونکہ نفاق عمل تو فسق ہے آپ کے زمانہ میں تو جو اسلام میں داخل ہوتا تھا تو وہ آپ ﷺ کے فیض صحبت سے کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوتا تھا وہاں فسق کہاں تھا اھ [1]

امام ترمذیؒ کی اس رائے کا تقاضا یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق زمانہ صحابہؓ سے نہیں ہے بلکہ مابعد کے زمانہ سے ہے اور ایک جواب اس حدیث کا یہ بھی دیا گیا ہے کما فی ھامش الترمذی عن التوربشتی یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اپنے زمانہ کے بعض منافقین کے اعتبار سے فرمائی ہو جن کا منافق ہونا آپ ﷺ کو نور وحی سے معلوم ہو گیا تھا اور ان میں یہ صفات پائی جاتی تھیں تو اسلئے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ان منافقین کی یہ علامت بتادی تا کہ وہ ان سے بچ کر رہیں اور مصلحتاً ان کی تعیین نہیں فرمائی مصلحت مثلاً یہ کہ آپ کو معلوم ہو کہ ان میں سے بعض کو توبہ کی توفیق ہو جائے گی اس لئے آپ ﷺ نے ان کو رسوا کرنا نہ چاہا [2] ، والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٦٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: زانی زنا کے وقت صاحب ایمان نہیں رہتا اور شراب پینے والا شخص شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا اور چوری کرنے والا شخص چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا پھر توبہ (واستغفار) کا معاملہ اس کے بعد ہوتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٤٣) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٥٦) صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٠) صحيح مسلم - الإيمان (٥٧) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٢٥) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٠) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٥٩) سنن أبي داود - السنة (٤٦٨٩) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٦) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٠٦)

شرح الحديث: یعنی زانی جب زنا کرتا ہے تو اس وقت مومن نہیں ہوتا اسی طرح چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٢ ص ٤٧، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢١٠

[2] جامع الترمذي — كتاب الإيمان — باب ماجاء في علامة المنافق ٢٦٣٢

نہیں ہوتا اور ایسے ہی شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تب وہ مؤمن نہیں ہوتا۔

توجيه الحديث على مسلك اہل السنة: اس حدیث کا مشہور جواب اہل سنت کی طرف سے یہ ہے کہ اس سے مراد نفس ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال ایمان کی نفی مراد ہے اس لئے کہ ایمان نام تصدیق قلب کا ہے اور زنا وغیرہ معاصی اسکے منافی نہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن لوگوں سے زنا یا سرقہ کا صدور ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حد تو جاری فرمائی لیکن اسکے بعد تجدید ایمان کا حکم نہیں فرمایا "بذل" میں اس کی دو توجیہ کی ہے ایک یہ کہ کمال ایمان کی نفی ہے یا یہ کہ یہ محمول ہے مستحل پر ایک جواب یہ بھی منقول ہے کہ یہاں پر مؤمن بمعنی ذوامن ای ذوامن من العذاب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون نہیں ہے [1]۔

حدیث کے آخر میں ہے وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ: یعنی زنا اور چوری اور شراب خمر کے بعد اگر بندہ توبہ کرے تو اس کا موقع ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٤٦٩٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو ایمان اس میں سے نکل کر اس کے سر پر سائبان کے طرح آجاتا ہے جب وہ زنا سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان پھر واپس آجاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٤٣) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٥٦) صحيح البخاري - الحدود (٦٣٩٠) صحيح مسلم - الإيمان (٥٧) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٢٥) سنن النسائي - قطع السارق (٤٨٧٠) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٥٩) سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٠) سنن ابن ماجة - الفتن (٣٩٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٦) سنن الدارمي - الأشربة (٢١٠٦)

شرح الحديث: یعنی جب آدمی زنا میں مشغول ہوتا ہے اس کے اندر سے ایمان نکل کر اسکے اوپر سائبان کی طرح سے آجاتا ہے پھر جب وہ زنا سے فارغ ہو کر ہٹتا ہے تو ایمان اسکی طرف لوٹ جاتا ہے اوپر جو حدیث گزری ہے: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، اسکی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے جو اس حدیث مرفوع میں ہے کہ جب تک زانی زنا میں مشغول رہتا ہے اس وقت اس کے اندر سے ایمان یعنی نور ایمانی نکل کر باہر آجاتا ہے اور پھر بعد میں اس میں داخل ہو جاتا ہے گویا ایمان کی نفی مستمر نہیں ہے یہی بات حافظؒ نے اوپر والی حدیث میں کہی تھی کہ حدیث میں نفی ایمان کو مقید کیا گیا ہے حِينَ يَزْنِي کے ساتھ اور امام ترمذیؒ نے امام محمد الباقرؒ سے اس حدیث کی شرح میں یہ نقل کیا ہے: أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا: «خَرَجَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَى الْإِسْلَامِ» [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢١٠ - ٢١١

[2] جامع الترمذي - كتاب الإيمان - باب ماجاء لا يزني الزاني وهو مؤمن ٢٦٢٥

حافظؒ کہتے ہیں کہ گویا انہوں نے ایمان کو اخص قرار دیا اسلام سے، پس جب وہ ایمان سے خارج ہو گیا اسلام میں باقی رہا اس لئے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی، ہاں عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے اھ [1] بظاہر مطلب یہ ہے کہ ایمان نام ہے انقیاد ظاہر و باطن دونوں کے مجموعہ کا اور یہ صفت زانی میں بوقت زنا نہیں پائی جارہی ہے اور اسلام نام ہے صرف انقیاد ظاہر کا یعنی بس کلمہ گو ہونا، وہ ظاہر ہے کہ زنا کی وجہ سے منتفی نہیں ہوا۔ یہ شخص نام کا مسلمان تو ہے ہی اسی لئے کہا کہ ایمان سے نکل کر اسلام کی طرف آگیا، اور ایک جواب اس کا یہ بھی منقول ہے کہ نفی ایمان سے مراد حیاء کی نفی ہے جو کہ ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔

۱۷۔ بَابٌ فِي الْقَدَرِ

تقدیر کا بیان

قدر کی دال میں فتح اور سکون دونوں جائز ہیں کما فی المرقاۃ، لیکن راجح [2] اس میں دال کا فتحہ ہے وعلیہ الاکثر۔ شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ ایمان بالقدر فرض لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ اعمال عباد (خواہ وہ خیر کے قبیلہ سے ہوں یا شر کے) کا خالق ہے، جس کو اس نے لوح محفوظ کے اندر لکھ رکھا ہے ان کے پیدا کرنے سے پہلے، اور وہ سب اعمال اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر اور اس کے ارادہ اور مشیئت سے ہیں، لیکن وہ ان میں سے پسند کرتا ہے ایمان اور طاعت کو اور اس پر ثواب کا وعدہ کیا ہے، اور پسند نہیں کرتا کفر اور معصیت کو اور اس کیلئے عقاب مقرر کیا ہے، اور تقدیر ایک سر ہے اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے جس پر اللہ تعالیٰ نے نہ کسی ملک مقرب کو مطلع کیا ہے اور نہ نبی مرسل کو، اور اس میں غور وخوض اور عقل کی روشنی میں اس سے بحث کرنا جائز نہیں۔ بلکہ واجب ہے یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے جن کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ہے، بعضوں کو اپنے فضل سے نعمتوں کیلئے اور بعضوں کو اپنے عدل سے عذاب کیلئے [3]، اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جملہ افعال عباد خیر اور شر مخلوق للہ تعالیٰ ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مکتسب عباد بھی ہیں، کیونکہ بندوں کیلئے فی الجملہ اختیار دیا گیا ہے کسب کا گو ان کا کسب بھی تابع ہے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور خلق کے، بس بات یہ ہے کہ "لا يسأل عما يفعل، وهم يسألون" اور یہی مذہب اوسط واعدل ہے نصوص سے زیادہ موافقت رکھنے والا ہے لہٰذا یہی

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۲ ص ۵۹

[2] چنانچہ قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر جو بمعنی قضاء ہے وہ محرکۃ ہے یعنی بفتح الدال اور جو قدر (طاقت) اور مبلغ الشئ یعنی مقدار کے معنی میں ہے وہ دونوں طرح ہے بالفتح والسکون۔ اسی طرح حافظؒ نے فتح الباری میں اس کو صرف بفتح القاف والمهملة ہی ضبط کیا ہے اور قسطلانیؒ میں ہے هو بفتح القاف والدال المهملة وقد تسكن، اور اسی طرح تحفة الأحوذي میں ہے۔

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ۱ ص ۲٤۰

حق اور صواب ہے بخلاف جبریہ کے جو اس بات کے قائل ہیں کہ بندے مجبور ہیں اپنے افعال میں، اور بخلاف قدریہ کے جو تقدیر کی نفی کرتے ہیں یعنی معتزلہ جو قائل ہیں اس بات کے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق خود ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ کا کوئی دخل نہیں، بندہ اپنے افعال کے ایجاد میں مستقل ہے، الیٰ آخر ماذکر [1]۔ یہ سب حضرات تو افعال عباد کو لیکر بحث کر رہے ہیں بظاہر اس لئے کہ اہل سنت کا جو اختلاف زیادہ تر ہے قدریہ اور جبریہ وغیرہ فرقوں کے ساتھ وہ افعال عباد ہی کے اعتبار سے ہے، اور زیادہ تر بحث مباحثہ ان کے ساتھ ان ہی میں ہوتا ہے، اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اس دنیا میں اعمال کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر اور بدیہی ہے ورنہ تقدیر کا تعلق صرف افعال عباد ہی سے نہیں بلکہ تمام کائنات عالم سے ہے کہ اس کے ایک ایک ذرہ کا وجود اور جو کچھ اب تک دنیا میں پایا گیا یا پایا جارہا ہے یا آئندہ پایا جائے گا وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور اس کے ارادہ اور اس کی تخلیق سے اس کے علم ازلی کے مطابق ہے، اور جس کو اس میں تردد ہو، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وہ مبتدع اور اہل سنت سے خارج ہے اور بعض صورتوں میں کفر بھی لازم آتا ہے، چنانچہ "مرقاۃ" میں ہے کہ جبریہ کے مسلک میں یہ بات لازم آتی ہے کہ انسان جب مجبور محض ہے تو پھر امتحان اور تکلیف کے معنی کچھ بھی نہ رہے، وہ کہتے ہیں کہ جو اس لازم کا اعتراف کرے گا ان میں سے تو وہ کافر ہوگا، اور جو اس لازم کا اعتراف نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ ہمارا بندہ سے سلب قدرت کرنا وہ باری تعالیٰ کی قدرت کی تعظیم کی وجہ سے ہے کہ اصل قدرت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا اس میں کوئی شریک نہیں تو اس صورت میں وہ مبتدع ہوگا نہ کہ کافر۔

الفرق بين القضاء والقدر: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ایک تو ہے قضاء اور ایک ہے قدر علماء نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے فتح الباری میں ہے نقلاً عن الكرماني المراد بالقدر حكم الله وقالوا أي العلماء القضاء هو الحكم الكلي الإجمالي في الأزل والقدر جزئيات ذلك الحكم وتفاصيله [2] اور فتح الباری میں دوسری جگہ ہے القضاء الحكم بالكليات على سبيل الإجمال في الأزل والقدر الحكم بوقوع الجزئيات التي لتلك الكليات على سبيل التفصيل اھ [3] لیکن قسطلانی میں امام راغبؒ سے یہ نقل کیا ہے: القدر هو التقدير والقضاء هو التفصيل والقطع فالقضاء أخص من القدر لأن الفصل بين التقدير فالقدر كالأساس والقضاء هو التفصيل والقطع وذكر بعضهم أن القدر بمنزلة المعدّ للكيل والقضاء بمنزلة الكيل، ولهذا لما قال أبو عبيدة لعمر -رضي الله عنه- لما أراد الفرار من الطاعون بالشام أتفرّ من القضاء؟ قال: أفرّ من قضاء الله إلى قدر الله تنبيهًا على أن القدر لم يكن قضاء فمرجوّ أن يدفعه الله فإذا قضى فلا مدفع له ويشهد لذلك قوله

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ١ ص ١١٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١١ ص ٤٧٧

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١١ ص ١٤٩

تعالى: {وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا[1]} {كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا[2]} تنبيهًا على أنه صار بحيث لا يمكن تلافيه اھ[3] لیکن یہ فتح الباری سے جو گزرا اسکے برعکس ہے تقدیر اجمال اور بمنزلہ بنیاد کے ہے اور قضاء اس بنیاد اور اجمال کے مطابق قطعی طور پر فیصلہ کر دینا ہے بالتفصیل اور پھر اسکے بعد جو انہوں نے حضرت عمرؓ کی حدیث ذکر کی اور آیات قرآنیہ اس سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

٤٦٩١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي بِمِنًى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ: إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ".

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: (فرقہ) قدریہ (یعنی جو لوگ قضاو قدر کے انکاری ہیں یہ) اس اُمت کے مجوسی ہیں۔ اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان لوگوں کے عیادت نہ کرو اگر ان کا انتقال ہو جائے تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٩١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٨٦)

شرح الحدیث: قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو جنازہ میں شرکت نہ کرو اس حدیث میں قدریہ کو مجوس کے ساتھ تشبیہ دی گئی اسلئے کہ وہ خالق خیر تو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور خالق شر عبد کو گویا وہ تعدد خالق کے قائل ہوئے جس طرح کہ مجوس تعدد خالق کے قائل ہیں کہا گیا ہے کہ وہ اصلین کے قائل ہیں کہ دو چیزیں اصل ہیں نور اور ظلمت خیر کو منسوب کرتے ہیں نور کی طرف اور شر کو ظلمت کی طرف اور اس طرح بھی مشہور ہے کہ وہ دو چیزوں کے قائل ہیں یزداں اور اہر من ایک کی طرف خیر کو منسوب کرتے ہیں یعنی یزداں کی طرف اور اہر من کی طرف شر کو منسوب کرتے ہیں۔

اور اسکے بعد والی حدیث جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اس میں یہ زیادتی ہے: وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ، وَحَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ، آپ فرمارہے ہیں قدریہ کے بارے میں کہ وہ دجال کی جماعت میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طے ہے کہ خروج دجال کے وقت وہ ان کو اسی کے ساتھ ملائیں گے۔

٤٦٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُمَرَ، مَوْلَى غُفْرَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ وَمَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا قَدَرَ، مَنْ مَاتَ

---

[1] اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا (سورۃ مریم ٢١)

[2] ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر (سورۃ مریم ٧١)

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ٩ ص ٣٤٤

مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوا جَنَازَتَهُ، وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ، وَحَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اُمت میں مجوسی لوگ ہیں اور اس اُمت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہ تقدیر کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جب کسی کا انتقال ہو جائے تو تم اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی شخص بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت نہ کرو اور وہ لوگ دجال کے گروہ ہیں اور اللہ کے ذمے ہے کہ انہیں دجال ملعون سے ملا کر رہے گا۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٧/٥)

٤٦٩٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَاهُمْ قَالَا: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَسَامَةُ بْنُ زُهَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ: جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ «زَادَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى» وَبَيْنَ ذَلِكَ "وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا فرمایا جو اس نے تمام زمین سے لی (یعنی اکھٹا کی)، پھر اولاد آدم علیہ السلام اپنی اپنی مٹی کی رنگت سے تیار ہوئے۔ کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی کالا اور بعض ان کے بین بین (اور ان لوگوں میں سے) کوئی نرم، کوئی سخت (اور برے اخلاق والا) کوئی نجس (مشرک، کافر) اور کوئی پاک (یعنی مومن، مسلمان) یحییٰ بن سعید کی روایت میں جملہ وَبَيْنَ ذَلِكَ کا اضافہ ہے اور یزید بن زریع کی روایت میں لفظ أخبرنا کے الفاظ ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٥٥) سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٠/٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ فرمار ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا خاک کی ایک مٹھی سے ایسی خاک جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سے لیا تھا اور چونکہ زمین کے حصے مختلف ہیں کسی جگہ کی مٹی کیسی ہے اور کسی جگہ کی کیسی رنگ کے اعتبار سے بھی اور خاصیتوں کے اعتبار سے بھی اسی لئے اولاد آدم بھی مختلف ہوئی بعض بالکل سفید رنگ بعض سرخ بعض سیاہ اور بعض بین بین یہ تو رنگ کے اعتبار سے ہوا اور مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے بعض نرم مزاج اور بعض سخت مزاج بعض نیک طینت اور بعض بد طینت اور یہ سب کچھ چونکہ تقدیر الٰہی سے ہوا جس کی تقدیر میں جیسا ہونا لکھا تھا اسی لئے اس حدیث کو مصنف "باب القدر" میں لائے۔ والحدیث اخرجه الترمذی وقال حسن صحیح، قاله المنذری۔

٤٦٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَجَلَسَ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ . فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْمِخْصَرَةِ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ، مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ مَكَانَهَا مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ، إِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً، أَوْ سَعِيدَةً» . قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا نَبِيَّ اللهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشِّقْوَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى الشِّقْوَةِ؟ قَالَ: " اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ: أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلسَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشِّقْوَةِ، فَيُيَسَّرُونَ لِلشِّقْوَةِ "ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللهِ: { فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى ۝ [1] } .

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد مقام پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں تھے آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپ ﷺ اس چھڑی کی نوک سے زمین کھرچ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اونچا کیا اور فرمایا تم میں سے ہر شخص اور ہر نفس پیدا نہیں ہوا مگر اس کا ٹھکانہ جنت میں یا دوزخ میں لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ شخص بد بخت ہے یا نیک بخت ہے۔ یہ بات سن کر حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! پھر ہم لوگ اپنے لکھے پر (یعنی نوشتہ تقدیر) پر بھروسہ نہ کرلیں اور عمل کرنا چھوڑ نہ دیں؟ کیونکہ جو نیک بخت ہے وہ یقیناً نیک بختی ہی کی طرف جائے گا اور جو بد بخت ہے وہ بھی یقیناً بد بختوں میں سے ہی ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمل کرو کیونکہ ہر آدمی کو (اللہ ہی کی طرف سے) توفیق میسر ہوتی ہے۔ نیک بختوں کو نیکی کی توفیق ملتی ہے اور بد بختوں کو بد بختی کی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: جس شخص نے اللہ کی راہ میں مال دیا، اور اللہ سے ڈرتا رہا اور سچی بات کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی کے اسباب مہیا کر دیں گے اور جس نے بخل کیا، بے پروائی برتی اور سچی بات کو جھٹلا دیا تو ہم اس کے لئے مشکل کے اسباب مہیا کریں گے۔

تخریج: صحيح البخاري – الجنائز (١٢٩٦) صحيح البخاري – تفسير القرآن (٤٦٦١) صحيح البخاري – الأدب (٥٨٦٣) صحيح البخاري – القدر (٦٢٣١) صحيح البخاري – التوحيد (٧١١٣) صحيح مسلم – القدر (٢٦٤٧) جامع الترمذي – القدر (٢١٣٦) جامع الترمذي – تفسير القرآن (٣٣٤٤) سنن أبي داود – السنة (٤٦٩٤) سنن ابن ماجه – المقدمة (٧٨) مسند أحمد – مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٢/١)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم ایک جنازہ میں تھے جس میں آپ ﷺ بھی شریک تھے مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع الغرقد میں غرقد ایک قسم کے درخت کا نام ہے جو اس وقت بقیع میں تھا اسی اعتبار سے بقیع کی اضافت اسکی طرف کر دی جاتی ہے، کچھ دیر بعد حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے، یعنی جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ بھی

---

[1] سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں اور جس نے نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے سختی میں (سورة الليل ٥ - ١٠)

ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اس وقت آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی، تو آپ ﷺ بیٹھے بیٹھے اس چھڑی سے زمین کریدنے لگے، جیسے کسی سوچ کے وقت عادۃً آدمی ایسا کر لیتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے کچھ دیر بعد سر اوپر اٹھایا اور سر اٹھانے کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا تقدیر سے متعلق، کہ نہیں تم میں سے کوئی متنفس پیدا ہونے والا مگر یہ کہ اس کا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لکھا ہوا ہے دوزخ یا جنت، اور یہ کہ وہ سعید یعنی نیک بخت ہوگا یا شقی، چونکہ صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کی ہر بات کے سچا ہونے کا یقین کامل ہوتا تھا اور ہر بات سے ویسا ہی اثر لیتے تھے جس قسم کا وہ مضمون ہوتا تھا اس لئے ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے تقدیر کے اس مضمون کو سنکر یہ سوال کیا کہ کیا ہم اپنی تقدیر اور نوشتۂ خداوندی پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اپنی طرف سے عمل کرنا چھوڑ دیں، جس کی قسمت میں سعادت لکھی ہوگی وہ اپنا انجام دیکھ لے گا اور جس کی تقدیر میں شقاوت لکھی ہوگی تو وہ اپنے ٹھکانے پر خود ہی پہنچ جائے گا، یہ بات ان صحابی نے تقدیر پر کمال ایمان کی وجہ سے پوچھی، مگر چونکہ یہ بھی ذہن میں آیا کہ میری یہ رائے غلط نہ ہو اس لئے آپ ہی سے سوال کر کے تشفی حاصل کروں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن اعمال کے تم مکلف ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کرتے رہو، جس کی تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے جو لکھا ہوگا جنت یا دوزخ اس کیلئے اللہ تعالیٰ اسی جیسے اعمال اختیار کرنا آسان فرمادیں گے، جن کی تقدیر میں جنت ہے ان کو اعمال جنت کی توفیق اور تیسیر ہوتی رہے گی اور جن کے مقدر میں جہنم ہے ان کو اسی طرح کے اعمال کی سوجھتی رہے گی، یعنی ہمیں یہ نہیں دیکھنا کہ ہماری تقدیر میں کیا ہے اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم کس چیز کے مکلف ہیں لہٰذا اپنی طرف سے اسی کی سعی کرنی چاہیے، انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٦٩٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ، أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوَفَّقَ اللَّهُ لَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ، فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَالْأَمْرَ أُنُفٌ، فَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّي، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا نَعْرِفُهُ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِسْلَامُ

أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: «مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا، بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ» قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ، رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ» ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «يَا عُمَرُ، هَلْ تَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ».

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن یعمر سے مروی ہے کہ مسئلہ تقدیر کے بارے میں سب سے پہلے جس شخص نے گفتگو کی (یعنی قضاو قدر کا انکار کیا) وہ شخص بصرہ میں معبد جہنی تھا تو میں اور حمید بن عبد الرحمٰن حج یا عمرہ کے قصد سے نکلے اور ہم نے اپنے دل میں یہ بات کہی کہ ہماری کسی صحابی سے ملاقات ہو جائے تو ہم ان سے اس تقدیر کے متعلق پوچھیں گے جو یہ لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم لوگوں کی ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مسجد میں جاتے ہوئے ہو گئی، میرے ساتھی اور میں نے ان کو گھیر لیا (یعنی ان کے گرد ہم جمع ہو گئے) میں نے سمجھا کہ میرا ساتھی مجھے گفتگو کرنے دے گا میں نے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمٰن! ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ نمودار ہو گئے ہیں جو کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ لوگ علم کی تلاش میں غور وخوض میں لگے رہتے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے تمام کام از سر نو (خود بخود) ہو گئے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملاقات کرو تو یہ کہنا کہ میں ان لوگوں سے علیحدہ ہوں وہ لوگ مجھ سے علیحدہ ہیں اس ذات کی قسم کہ جس کی عبد اللہؓ قسم کھاتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم) اگر ان میں سے کسی شخص کے پاس کوہ احد کے بقدر سونا موجود ہو پھر وہ اس کو راہِ الٰہی میں خرچ کرے (صدقہ کر دے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرمائیں گے جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ اس کے بعد اس کو انہیں نے بیان فرمایا کہ مجھ سے عمر فاروقؓ نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص اچانک نظر آیا جو کہ بہت صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور جس کے بال بالکل سیاہ تھے اور اس پر سفر کے کچھ نشان نہ تھے اور ہم لوگ اس سے واقف نہ تھے وہ شخص آکر حضرت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بیٹھ گیا اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مبارک گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا دیئے اور ان کی رانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے بتلائیں کہ اسلام کیا ہے؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے رسول ہیں اور نماز وقت پر ادا کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرے۔ اس نے کہا: آپ

سچ کہتے ہیں ہم کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ خود ہی سوال کرتا ہے پھر خود ہی تصدیق کرتا ہے اس کے بعد اس نے کہا: مجھے بتلاؤ کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اس کے پیغمبروں، ملائکہ اور اس کی کتب پر ایمان اور روزِ آخرت پر ایمان لاؤ اور تم تقدیر پر ایمان لاؤ کہ اچھا اور برا تمام اللہ کی طرف سے ہے۔ اس نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے یہ سوال کیا جارہا ہے اس کو سائل سے زیادہ علم نہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے قیامت کی علامات بتادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی علامت یہ ہے کہ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی، اور تم ننگے پاؤں، ننگے بدن بکریاں چرانے والے شخص کو دیکھو گے کہ وہ بلند بلند عمارتیں بنائیں گے۔ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تین روز تک رکا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تمہیں علم ہے کہ یہ دریافت کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو اچھی طرح علم ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تھے تم لوگوں کو دینی تعلیم دینے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔

شرح الحدیث **فتنۂ انکارِ تقدیر کا آغاز:** مشکوٰۃ شریف کے شروع میں جو حدیث جبرئیل مذکور ہے، حضرت عمرؓ کی روایت سے اس کو ان سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث یحیٰی بن یعمر کے سوال پر بیان کی تھی جنہوں نے ان سے فرقۂ قدریہ کے بارے میں سوال کیا تھا جیسا کہ یہاں روایت میں مذکور ہے، وہ یہ کہ یحیٰی بن یعمر کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے انکار تقدیر کا مسئلہ اٹھانے والا معبد جہنی تھا۔ بذل میں اسکے بارے میں لکھا ہے: هو معبد بن عبد الله بن عكيم، ويقال ابن عبد الله بن عويم، ويقال ابن خالد، اور پھر آگے لکھا ہے کہ یہ شخص اس فتنہ کا پیش رو تھا، یہ شخص بصرہ سے مدینہ آیا اور وہاں آکر اس عقیدہ سے لوگوں کو خراب کیا، حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے۔ إياكم ومعبدًا فإنه ضال مضل، نیز لکھا ہے کہ یہ تابعی اور ثقہ ہے۔ روایت حدیث میں متہم نہ تھا یعنی گو عقیدہ غلط تھا لیکن روایت میں معتبر تھا، قتله الحجاج سنة ثمانين أو بعدها[1]، صحیحین کی روایات میں بہت سے راوی عقیدہ کے اعتبار سے مبتدع تھے لیکن راست گو تھے، مبتدع کی روایت کا کیا حکم ہے یہ اصولی مسئلہ ہے اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے، مقدمہ مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے کم از کم وہاں دیکھ لینا چاہیے۔

یحیٰی بن یعمر کہتے ہیں اسی مسئلہ کی تحقیق کیلئے میں اور حمید بن عبد الرحمٰن حمیری حج یا عمرہ کے سفر میں نکلے، پہلے زمانہ میں حج اور عمرہ کا سفر سماع حدیث اور تحصیل حدیث کا بلکہ مطلق تحصیل علم کا بہت بڑا ذریعہ تھا، کیونکہ مکہ مدینہ میں حج وعمرہ وزیارت کی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢١٨

غرض سے ہر ملک سے علماء فقہاء اور محدثین وہاں پہنچتے ہیں جسکی بدولت لوگوں کو ان حضرات سے استفادہ کا موقع میسر آتا تھا، یحیٰ کہتے ہیں کہ ہم یہ سوچ کر نکلے تھے کہ اگر کسی صحابی سے ہماری ملاقات ہوئی تو تقدیر کے بارے میں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں ہم ان سے سوال کریں گے، تو اس مقصد کے پورا ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے عبد اللہ بن عمرؓ کو میسر فرمادیا جبکہ وہ مسجد میں داخل ہورہے تھے (معلوم نہیں کون سی مسجد مراد ہے)، ان کو دیکھتے ہی ہم لوگ ان کے برابر میں پہنچ گئے دائیں بائیں، ایک طرف میں دوسری طرف میرا ساتھی میرا خیال چونکہ یہ تھا کہ میرا ساتھی بات کرنے کا موقع مجھے ہی دے گا (ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہونگے) چنانچہ میں نے سوال میں پہل کی اور ان سے یہ سوال کیا کہ ہمارے علاقہ میں کچھ ایسے لوگوں کا ظہور ہوا ہے جن میں تلاوت قرآن کا بھی اہتمام ہے اور وہ علمی امور میں کھود کرید بھی کرتے رہتے ہیں، اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں، اور یہ کہ ہر شخص کا معاملہ انوکھا اور نیا ہے یعنی ہر شخص اپنے عمل اور کردار میں مکمل طور سے بااختیار اور مستقل ہے۔ تو انہوں نے سن کر یہ فرمایا کہ اگر تمہاری اس قسم کے لوگوں سے ملاقات ہو آئندہ تو ان کو میری طرف سے مطلع کردینا کہ میں یعنی عبد اللہ بن عمرؓ ان سے بری اور بیزار ہوں ان سے واسطہ اور تعلق رکھنا نہیں چاہتا، اور انکو بھی یہی چاہئے کہ مجھ سے وہ بری اور بیزار ہوجائیں کوئی تعلق نہ رکھیں، اور پھر حلفاً یہ بات کہی کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھنے والوں میں سے اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی قبول نہ فرمائیں گے جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے گا۔

حدیث جبریل علیہ السلام کی تشریح: اور پھر اس کے بعد اس کی دلیل میں انہوں نے وہ حدیث بیان کی جو انہوں نے اپنے والد حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنی تھی۔ یعنی وہی حدیث جو حدیث جبریل کے نام سے موسوم ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک ایسا شخص مجلس میں آپہنچا جس کا حال یہ ہے بہت صاف سفید کپڑوں والا، اور بہت سیاہ بالوں والا، یعنی جوان جس پر سفر کا کوئی اثر گرد وغبار وغیرہ دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ جسکو حاضرین میں سے کوئی پہچانتا تھا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ان کو اس کی کیسے خبر ہوئی کہ اس شخص کو کوئی نہیں پہچانتا، اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات انکو کسی خارجی قرینہ سے معلوم ہوگئی ہوگی، چنانچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس شخص کے آنے پر حاضرین مجلس ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے (فنظر بعضنا الی بعض) ان حضرات کو تعجب یہ ہورہا تھا کہ مقامی تو یہ شخص ہے نہیں اور ظاہر ہے کہ دور ہی سے آرہا ہے جسکا تقاضا یہ ہے کہ دور سے چل کر آنے کے اثرات گرد وغبار وغیرہ کا اثر اسکے لباس پر ہونا چاہئے حالانکہ وہ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے قریب آکر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملالئے اور دوزانوں بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اپنی زانوں پر رکھ لئے ادباً، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر، وھو الراجح لروایۃ النسائی اور اس طرح بیٹھنے کے بعد اس شخص نے یکے بعد دیگرے چند سوال کئے، پہلا سوال اسلام کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کے بارے میں بیان فرما دیا کہ اسلام کا مصداق یہ ہے تو اس نے سن کر کہا کہ آپ نے صحیح فرمایا اس پر راوی کہتا ہے کہ ہمیں اس کے اس طرز پر تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کرتا ہے تعجب اسلئے کہ تصدیق اس چیز میں کی جاتی ہے جس کو آدمی جانتا ہو اور سوال کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کو نہیں جانتا تو گویا اجتماع ضدین ہو گیا، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، یعنی اسلام کے بعد ایمان کی تعریف معلوم کی۔ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» قَالَ: صَدَقْتَ، یہاں بھی یہی ہوا کہ ایمان کی تعریف سننے کے بعد اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، یہاں پر ایک طالب علمانہ سوال یہ ہے کہ ایمان کی تعریف میں ایمان ہی کا لفظ لایا گیا ہے ان تؤمن باللہ الی آخرہ، تو یہ تعریف بالمجہول ہوئی، جواب یہ ہے کہ ایمان جو کہ مُعرَّف ہے وہ ایمان اصطلاحی ہے، اور تعریف میں جو لفظ ایمان مذکور ہے اس سے اسکے لغوی معنی مراد ہیں یعنی تصدیق، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، تیسرا سوال اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں کیا، کہ احسان کس کو کہتے ہیں یعنی وہی احسان جس کا ذکر قرآنی آیات اور احادیث میں بکثرت آتا ہے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ [1]، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا [2]، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [3]، وغیرہ وغیرہ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے یعنی بہت عمدہ، توجہ کے ساتھ، کیونکہ غلام آقا کو دیکھتے ہوئے جو کام کرتا ہے وہ بہت اچھی طرح کرتا ہے اس کو خوش کرنے کیلئے بخلاف اس کام کے جس کو غلام آقا کی غیبت میں کرے، وہ اتنا عمدہ نہیں ہوتا، آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ کہ اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے، اس جملہ کی تشریح میں شراح کے دو قول ہیں ایک یہ کہ عبادت میں دو مقام ہیں: ① مقام مشاہدہ، اور ② مقام مراقبہ، پہلے جملہ میں مقام مشاہدہ مذکور ہے جو زیادہ اونچا ہے اور جملہ ثانیہ میں مقام مراقبہ مذکور ہے جس کا درجہ پہلے سے کم ہے، کیونکہ مقام مشاہدہ تو یہ ہے کہ اس طرح عبادت کی جائے کہ گویا حقیقۃً معبود کو دیکھ ہی رہا ہے، اور دوسرا مقام یہ ہے کہ کم از کم یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھ ہی رہا ہے گو میں اسکو نہیں دیکھ رہا، یعنی پہلے آپ نے عبادت میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کو فرمایا اور پھر یہ کہ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر کم از کم یہ دوسرا درجہ ہونا چاہئے، اور دوسرا قول اس میں یہ ہے جس کو ہمارے مشائخ نے ترجیح دی ہے کہ اس حدیث میں دو مقام مذکور نہیں ہیں بلکہ پہلے

---

[1] اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا (سورۃ النحل ۹۰)

[2] اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو (سورۃ النساء ۳۶)

[3] بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو (سورۃ البقرۃ ۱۹۵)

ہی مقام کو حاصل کرنے کیلئے جملہ ثانیہ میں اس کی تائید اور تقویت کی گئی ہے وہ اس طرح کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کی جائے جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو تو اس پر یہ سوال ہوا کہ جب ہم اس کو دیکھ نہیں رہے ہیں فی الواقع تو پھر ایسی عبادت کیونکر کر سکتے ہیں جو دیکھنے کے وقت میں ہوتی ہے تو آپ نے اسکی وجہ سمجھائی کہ مولیٰ کو دیکھنے کے وقت میں جو کام عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اس کی وجہ کیا ہے آیا ہمارا اسکو دیکھنا یا اس کا ہمیں دیکھنا، اس کا جواب ظاہر ہے کہ ہمارا دیکھنا اس عمدگی کا باعث نہیں ہے بلکہ مولیٰ کا ہمیں دیکھنا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ بات تو ہر وقت حاصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ہمیں دیکھنا جس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مزدور کام کر رہا ہو مولیٰ کی غیبت میں یعنی جب کہ مولیٰ اس کے سامنے نہ ہو اور مزدور اس کو نہ دیکھ رہا ہو، لیکن مزدور کو یہ معلوم ہو کہ اوپر روشن دان میں سے میرا مالک مجھے کام کرتے ہوئے بار بار دیکھ رہا ہے تو اس صورت میں بھی وہ غلام کام اتنا ہی اچھا کریگا جتنا اس کے دیکھنے کے وقت میں کرتا، اس مثال سے معلوم ہوا کہ مزدور کے کام کی عمدگی میں دخل مزدور کا مولیٰ کو دیکھنا نہیں ہے بلکہ مولیٰ کا مزدور کو دیکھنا ہے، پس حدیث کا یہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ ہی کی تعلیل اور اس کی تاکید ہے، اور بعض صوفیہ نے اس حدیث میں ایک اور نقطہ پیدا کیا ہے وہ یہ کہ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ یہ مستقل جملہ شرطیہ ہے جس میں جزاء بھی مذکور ہے اور اس سے اشارہ ہے فناء کی طرف کہ اگر تو اپنی ہستی کو مٹا دیگا تو اس کو دیکھ لے گا، اور اس کے بعد فَإِنَّهُ يَرَاكَ یہ مستقل جملہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عباد کے احوال سے واقف ہے لہٰذا جو اپنے کو اس کیلئے فناء کر دیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ مرتبہ مشاہدہ عطا فرمادیں گے، لیکن یہ مطلب قواعد عربیہ سے بالا ہو کر تو ہو سکتا ہے۔

قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ: یہ چوتھا سوال قیامت کے بارے میں ہے یعنی اس کی تعیین وقت کے بارے میں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی ظاہر فرمائی اور فرمایا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، أی لیس الذی سئل عن وقت قیام الساعة بأعلم من السائل، کہ جس شخص سے وقت قیامت کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے وہ اس میں سائل سے زیادہ واقف نہیں ہے بلکہ دونوں اس کی عدم معرفت میں برابر ہیں، "لست اعلم بذلك" کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بڑا جملہ استعمال فرمایا ہے اس میں علماء نے یہ نکتہ لکھا ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کا سائل جو بھی ہو اور اسی طرح مسؤل یعنی جس سے پوچھا جارہا ہے جو بھی ہو گا سب جگہ جواب ایک ہی ہو گا یعنی عدم علم، کیونکہ قرآن کریم میں تصریح آگئی ہے کہ اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، مرقاۃ میں لکھا ہے کہ قیامت کے بارے میں اسی طرح سوال وجواب حضرت عیسیٰ اور جبرئیل علیہما السّلام کے درمیان میں پیش آیا تھا لیکن اس میں سائل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسؤل حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس سوال پر انہوں نے اپنے بازو پھڑ پھڑائے اور فرمایا: ما المسؤل عنها بأعلم من السائل، اس کو انہوں نے شعبی سے نقل کیا ہے [1]۔

---

[1] مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح — ج ۱ ص ۱۲۳

قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا: جب آپ ﷺ نے وقوع قیامت کے وقت کے علم کی نفی فرمادی تو اس نے عرض کیا کہ پھر کم از کم اس کی علامات ہی بتلا دیجئے، تو اس پر آپ ﷺ نے یہاں اس کی دو علامتیں بیان فرمائیں، اور یہ وہ دو علامتیں ہیں جو کتاب الفتن میں امارات الساعۃ کے بیان میں مذکور نہیں ہیں، اول علامت یہ کہ باندیاں اپنے آقاؤں کو جنیں گی، یہ جملہ جوامع الکلم میں سے ہے، کئی طرح اس کی شرح کی گئی ہے ایک یہ کہ اس سے اشارہ عقوق الوالدین کی طرف ہے اور باندیوں سے مراد مائیں ہیں یعنی عورتیں ایسی اولاد جنیں گی جو انکے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے جیسے مالک اپنی باندی کے ساتھ کیا کرتا ہے، تحقیر و تنقیص کا، ایک معنی یہ لکھے ہیں کہ اس سے کثرتِ سراری کی طرف اشارہ ہے، سراری جمع سُرِّیَّہ کی سُرِّیَّہ کہتے ہیں اس باندی کو جس کو آدمی اپنے پاس وطی کیلئے رکھے، اور اس کو ام ولد بنائے، اور تشریح اس کی یہ ہے کہ اسلام میں کثرت سے فتوح پائی جائیں گی جس سے لوگوں کے حصے میں بکثرت باندیاں آئیں گی جن کو وہ ام ولد بنائیں گے اور ام ولد باندی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے تو چونکہ وہاں وہ بچہ اس کی حریت کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس کے بچہ کو رب سے تعبیر کر دیا گیا اور چونکہ یہ کثرت سراری حاصل ہوگی اسلام میں کثرت فتوح اور اس کے کمال عروج اور ترقی کے وقت میں اور شئی کا اپنے کمال کو پہنچنا یہ علامت ہوتی ہے اس کے اپنے انتہاء کو پہنچنے کی، ہر کمالے راز والے اور جیسا کہ سورۂ نصر کے اندر ہے وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا [1] کہ روایات میں آتا ہے کہ اس آیت میں اشارہ ہے آپ ﷺ کے قرب وفاۃ کی طرف کہ آپ کے کام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہے امہات الاولاد کی بیع کی طرف جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، گویا اشارہ ہے کثرت جہل کی طرف، اور یہ معنی اس حدیث کے اس طور پر ہوئے کہ جب آدمی اپنی ولد کی بیع کرے گا تو وہ ام ولد فروخت ہوتے ہوتے مختلف ہاتھوں میں پہنچے گی یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد اس کی بھی نوبت آجائے گی کہ اس ام ولد کا جو بچہ تھا جو اپنے باپ کے پاس رہ گیا تھا وہ بڑا ہو کر اس اپنی ماں کو ایک باندی سمجھ کر خرید لے گا، نہ اس باندی کو خبر ہوگی کہ یہ میرا بیٹا ہے اور نہ اس بیٹے کو کہ یہ میری ماں ہے، تو جب بیٹے نے اس ماں کو خرید لیا تو اس خریدنے کی وجہ سے اس کا مالک اور رب ہو جائے گا، اور یہاں پر یہ بات صادق آئے گی کہ باندی نے اپنے رب اور مولیٰ کو جنا۔

وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ، رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ: دوسری علامت آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ دیکھو گے تم نادار اور فقیر قسم کے لوگوں کو بکریوں کے چرانے والے کہ فخر کریں گے اونچی اونچی عمارتوں میں، حفاۃ جمع حافی یعنی جو ننگے پاؤں ہو اور جوتا اس کے پاس نہ ہو، عراۃ جمع عاری، یعنی برہنہ، یعنی جس کے پاس پورا لباس بھی نہ ہو، عالۃ جمع عائل بمعنی فقیر، رِعاء کسر راء اور مد کے ساتھ جمع راعی، چرواہے الشاء جمع شاۃ کی، بنیان عمارت، تطاول بمعنی تفاخر، یعنی کم مرتبہ اور کم حیثیت کے لوگ دنیوی مناصب حاصل کر کے تونگری اور ریاست حاصل کریں گے اور اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

---

[1] اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے دین میں غول کے غول (سورۃ النصر ۲)

قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «يَا عُمَرُ، هَلْ تَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ»: راوی حدیث حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس سوال وجواب کے بعد وہ سائل چلا گیا اور مجلس برخاست ہوگئی، پھر تین دن میں ٹھہرا رہا یعنی تین دن اس قصہ کے بعد ہم لوگوں پر گزر گئے، اور اب تک آپ ﷺ نے ہم سے اس سائل کا حال بیان نہیں فرمایا، کہ سائل کون تھا، تین دن گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تمہیں معلوم بھی ہے کہ یہ سائل کون تھا، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانیں، تو آپ ﷺ نے بتلایا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے تم لوگوں کو تمہارا دین سکھلانے کیلئے آئے تھے، سوالات کا جواب دینے والے اور سکھلانے والے تو حضور ﷺ تھے مگر چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی اس تعلیم کا ذریعہ بنے اس لئے تعلیم کی نسبت آپ نے ان کی طرف فرمائی، اور پھر یہ بھی ہے کہ انہوں نے اچھے اچھے سوال کئے، نیز آپ کے جوابات کی تصدیق فرمائی اس حیثیت سے وہ بھی معلم ہوئے، اور اچھے اچھے سوال کرنا یہ بھی علم اور قابلیت کی بات ہے، مشہور ہے 'حسن السوال نصف العلم' اس حدیث سے اس بات کی طرف بھی اشارہ مل رہا ہے کہ ایمان واسلام واحد نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے، یہ بھی ایک مستقل بحث ہے جس پر علماء نے کلام کیا ہے، شراح حدیث نے بھی، متکلمین نے بھی اور کسی کا استقرار کسی ایک رائے پر معلوم نہیں ہوتا، اسی لئے ہم نے اس کو چھوڑ دیا لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرًا۔

اسلام کا اطلاق صرف دین محمدی پر ہوتاہے: حاشیۂ بذل[1] میں یہاں ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ لفظ اسلام کا اطلاق تمام ملل سماویہ سابقہ حقہ یعنی قبل التحریف پر ہوسکتا ہے یا دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟ اس پر تفصیل سے کلام الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر المکیؒ میں مذکور ہے۔ ابن الصلاحؒ نے قول اول کو ترجیح دی اور دوسرے حضرات نے جس میں علامہ سیوطیؒ بھی ہیں انہوں نے قول ثانی کو ترجیح دی، وہ یہ کہ اسلام کے ساتھ امم سابقہ موصوف نہیں ہیں سوائے انبیاء کے، اور یہ اس[2] امت کی خصوصیت اور شرف ہے کہ جو صفت انبیاء سابقین کی تھی وہ اسکو عطا کی گئی، تشریفًا لهذه الامة وتكريمًا، اور علامہ سیوطیؒ نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے یعنی اسکے دلائل میں، منجملہ انکے یہ ہے "هو سماكم المسلمين" اور اسی طرح باری تعالیٰ کا قول وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[3] وہ لکھتے ہیں هو ظاهر في الاختصاص بهم لان تقديمه يستلزمه، ويفيد انه لم يرضه لغيرهم . كما يقتضيه كلام اهل البيان الخ یعنی لَكُمُ کی تقدیم الْإِسْلَامَ پر تخصص کو مقتضی ہے کہ یہ لقب ہم نے صرف تمہارے لئے پسند کیا۔ والحديث اخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه . قاله

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۲۰

[2] یعنی دین محمدی کا نام اسلام تجویز کرنا۔

[3] اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین (سورۃ المائدہ ۳)

المنذری۔

٤٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَا: لَقِينَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا لَهُ الْقَدَرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ قَالَ: وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَا نَعْمَلُ أَفِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا أَوْ مَضَى أَوْ فِي شَيْءٍ يُسْتَأْنَفُ الْآنَ؟ قَالَ: «فِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا وَمَضَى» فَقَالَ الرَّجُلُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ: فَفِيمَ الْعَمَلُ؟ قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ أَهْلَ النَّارِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ».

ترجمہ: یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کی عبد اللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی اور ہم نے ان سے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا اور اس بارے میں لوگوں کے خیالات ذکر کئے۔ اس کے بعد گزشتہ روایت کی طرح بیان کیا اور اس روایت میں اضافہ یہ ہے کہ جب آپ نے تقدیر کا مسئلہ بیان فرمایا تو قبیلہ مزینہ یا قبیلہ جہینہ کا ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! ہم جو اعمال کرتے ہیں کیا یہ سمجھ کر کہ یہ ایسا کام ہے جو تقدیر میں لکھا جاچکا ہے یا یہ سمجھ کر کہ یہ کام یوں ہی ابھی ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، یہ سمجھ کر کہ سب کچھ مقدر میں لکھ دیا گیا ہے پھر اس عقیدے کے ساتھ ہمیں اعمال کرنے چاہئیں ایک شخص نے عرض کیا: یا چند لوگوں نے عرض کیا: پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں داخل ہونے والے کو اہل جنت کے اعمال کی توفیق بخشی جائیگی اور جہنم میں داخل ہونے والے کیلئے اہل جہنم کے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔

٤٦٩٧ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ يَعْمَرَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، قَالَ: فَمَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: «إِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَالِاغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَلْقَمَةُ مُرْجِئٌ.

ترجمہ: حضرت سلمان بن بریدہ، یحییٰ ابن یعمر سے کچھ کمی زیادتی کے ساتھ یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ البتہ اس میں ہے کہ اس شخص نے عرض کیا: مجھے بتلائیں کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (وقت پر) نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن مرثد فرقہ مرجیہ سے تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (٨) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦١٠) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٤٩٩٠) سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٥) سنن ابن ماجه - المقدمة (٦٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٧/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٧/٢)

شرح الحدیث: حدثنا مسدد نا یحییٰ، یہ حدیث اور اس کے بعد جو آرہی ہے حدثنا محمود بن خالد یہ دونوں گزشتہ حدیث کے

طریق ہیں ان دو طریق میں جو زیادتی تھی مصنف نے صرف اس کو ذکر کیا، پہلی میں یہ زیادتی ہے دَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَا نَعْمَلُ أَفِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا أَوْ مَضَى أَوْ فِي شَيْءٍ يُسْتَأْنَفُ الْآنَ؟ قَالَ: «فِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا وَمَضَى»، یعنی ایک مزنی یا جہنی شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کس طرح کے کاموں میں ہم لگے ہوئے ہیں، آیا ایسے کاموں میں جن کا فیصلہ ہو چکا، یا ایسے کاموں میں جواب ہو رہے ہیں، یعنی بغیر کسی سابق فیصلہ کے، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ایسے کاموں میں جو گزر چکے ہیں اور ان کا فیصلہ ہو گیا ہے، اور دوسرے طریق میں اسلام کی تعریف میں دوسری عبادات کے ساتھ اغْتِسَالٌ مِنَ الْجَنَابَةِ بھی مذکور ہے۔

٤٦٩٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ بَيْنَ ظَهْرَيْ أَصْحَابِهِ، فَيَجِيءُ الْغَرِيبُ فَلَا يَدْرِي أَيُّهُمْ هُوَ حَتَّى يَسْأَلَ، فَطَلَبْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَ لَهُ مَجْلِسًا يَعْرِفُهُ الْغَرِيبُ إِذَا أَتَاهُ، قَالَ: فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا مِنْ طِينٍ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ، وَكُنَّا نَجْلِسُ بِجَنْبَتَيْهِ، وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ، فَأَقْبَلَ رَجُلٌ فَذَكَرَ هَيْئَتَهُ، حَتَّى سَلَّمَ مِنْ طَرَفِ السِّمَاطِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ: «فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہؓ کے درمیان تشریف رکھتے تو جس وقت کوئی نیا آدمی حاضر ہوتا تو آپ ﷺ کو نہ پہچان سکتا جب تک کہ وہ معلوم نہ کرتا۔ ہم لوگوں نے چاہا کہ آپ ﷺ کے لئے ایک ایسی نشست گاہ بنادیں کہ نیا (یعنی ناواقف) آدمی آتے ہی آنحضرت ﷺ کی شناخت کرلے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے لئے مٹی کا ایک چبوترا بنایا آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے پھر راوی نے اسی طرح حدیث بیان کی اس کے بعد بیان کیا کہ ایک آدمی حاضر ہوا جس کی حالت انہوں نے بیان کی۔ یہاں تک کہ اس شخص نے جماعت کے کونے سے سلام کیا اور عرض کیا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا (وہ آدمی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تھے)۔

تخریج سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٤٩٩١) سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٨)

شرح الحديث یعنی شروع میں حضور ﷺ ویسے ہی صحابہؓ کے درمیان مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، بغیر کسی امتیازی جگہ کے، تو باہر سے کسی اجنبی اور مسافر آنے والے کو مجلس میں پہنچ کر اس کو پوچھنا پڑتا تھا کہ حاضرین میں آپ ﷺ کون ہیں اسی لئے ہم نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے بیٹھنے کیلئے ایسی جگہ بنادیں جس سے آنے والا آپ ﷺ کو پہچان جائے، آپ ﷺ نے اس کی اجازت دیدی فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا، اس پر ہم نے آپ ﷺ کیلئے مٹی کی ایک اونچی سی جگہ بنادی۔ جس پر آپ ﷺ بیٹھنے لگے اور صحابہؓ آپ ﷺ کے ارد گرد اس کے نیچے۔

وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ: هَذَا الْخَبَرِ سے مراد وہی حدیث جبریل ہے مگر یہاں پر راوی اس کے ابوذر اور ابوہریرہ ہیں، ان دونوں کی حدیث میں ایک تو آپ ﷺ کی نشست گاہ کے ذکر کا اضافہ ہے جو پہلی حدیث میں نہیں تھا، دوسرے آگے چل کر اس میں سلام کی بھی زیادتی ہے کہ اس آنے والے سائل نے آپ ﷺ کو اولاً سلام کیا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ، جس کا آپ ﷺ نے جواب دیا یعنی پھر اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ والحدیث اخرجہ النسائی مختصرًا، واخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ بتمامہ من حدیث ابی ہریرۃ وحدہ، قالہ المنذری۔

٤٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْحِمْصِيِّ، عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَقُلْتُ: لَهُ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ، فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِي، قَالَ: «لَوْ أَنَّ اللهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللهِ مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ» ، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ ابن دیلمی سے مروی ہے کہ میں ابی بن کعبؓ کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ میرے دل میں مسئلۂ تقدیر کے سلسلہ میں کچھ شک پیدا ہو گیا ہے۔ آپ اس سلسلہ میں کچھ وضاحت فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اسے دور فرمادے۔ ابی بن کعب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمام آسمان وزمین والوں کو عذاب دے دے تو وہ دے سکتا ہے اور ایسا کر کے ظالم نہ ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام (مخلوقات) پر رحم فرمائے تو اسکی رحمت ان لوگوں کیلئے ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہو گی اور اگر تم لوگ کوہ احد کے بقدر اللہ تعالیٰ کے راستے میں سونا خرچ کر دو تو اللہ تعالیٰ اسکو قبول نہیں فرمائیں گے جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین نہ رکھ لو کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے، وہ تم سے چوک نہیں سکتا تھا اور جو کچھ تجھ سے چوک کر چلا گیا ہے، وہ تمہیں مل نہیں سکتا۔ اگر تم اس اعتقاد کے علاوہ کسی دوسرے اعتقاد پر مرو گے تو دوزخ میں داخل ہو گے۔ پھر میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت بیان کی۔ پھر میں حاضر ہوا حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سے روایت نقل کی، پھر میں حاضر ہوا زید بن ثابت کے پاس تو انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے اسی طرح حدیث نقل کی۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٦٩٩) سنن ابن ماجه - المقدمة (٧٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٣/٥)

شرح الحدیث عبد اللہ بن فیروز دیلمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس گیا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ شک شبہ پیدا ہو رہا ہے تو آپ مجھے کوئی ایسی بات سمجھائیے جس کی برکت

سے اللہ تعالیٰ میرے دل سے وسوسہ کو دور کر دے، تو انہوں نے فرمایا کہ لے! پھر صاف صاف سن لے، بات یہ ہے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دینے لگے تو وہ اس عذاب دینے میں ظالم نہ ہوگا، کیونکہ ظلم تو کہتے ہیں دوسروں کی ملک میں تصرف کرنے کو اور یہاں یہ بات ہے نہیں، ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی اپنی بنائی ہوئی ہے، اس کی اپنی چیز ہے وہ اس میں جو چاہے کرے اور اگر بجائے عذاب کے سب کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور اس کی رحمت ان کے اعمال خیر سے بدرجہا بہتر ہوگا، اور اگر تو یا اور کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کیلئے خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہیں لائے گا (اور ایمان بالقدر میں یہ بھی داخل ہے جو آگے آرہا ہے کہ) تو یہ جانے کہ جو بات تجھ کو پہنچی ہے مصیبت یا راحت، غم یا خوشی، ممکن نہیں تھا کہ وہ نہ پہنچتی، اور جو چیز تجھ کو نہیں پہنچی اور نہیں حاصل ہوئی تو نہیں ممکن تھا یہ کہ وہ شئی تجھ کو پہنچتی اور حاصل ہوتی، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ تو ہونا ہی تھا، آگے فرماتے ہیں وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ اگر تو اس عقیدہ کے خلاف کسی دوسرے عقیدہ پر مرے گا تو سیدھا جہنم میں جائے گا، وہ یعنی ابن الدیلمی فرماتے ہیں (کہ میں مزید اپنے اطمینان اور ابی بن کعبؓ کی بات کو پرکھنے کیلئے) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس بھی گیا یہی سوال لیکر انہوں نے بھی بعینہ اس کا یہی جواب دیا، اور اسی طرح پھر میں حضرت حذیفہؓ کے پاس گیا انہوں نے بھی جواب میں یہی ارشاد فرمایا، پھر اخیر میں حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس گیا تو انہوں نے اسی طرح کی بات مجھے حضور ﷺ سے نقل کر کے فرمائی، والحدیث اخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٧٠٠ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنْ أَبِي حَفْصَةَ، قَالَ: قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ، إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ" يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي».

ترجمہ: حضرت ابو حفصہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم ایمان کی چاشنی کبھی حاصل نہ کر سکو گے جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ تم کو جو ملا وہ کبھی خطا ہونے والا نہ تھا اور جو کچھ تم کو نہیں ملا وہ کبھی حاصل ہونے والا نہیں تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے فرمایا: لکھو تو قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم ہونے تک ہر چیز کی تقدیر لکھ دو۔ اے میرے بیٹے! میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مر گیا تو اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

تخریج: جامع الترمذي- القدر (٢١٥٥) جامع الترمذي- تفسیر القرآن (٣٣١٩) سنن أبي داود- السنة (٤٧٠٠)

شرح الحدیث: یعنی ایک روز حضرت عبادہؓ نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ اے میرے بیٹے! تو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ تو اس بات کا یقین نہ کرے کہ جو بات تجھ کو پہنچی ہے تو ممکن نہیں تھا کہ وہ نہ پہنچتی اور جو چیز تجھ کو نہیں پہنچی تو ممکن نہیں تھا کہ وہ تجھ کو پہنچ جاتی۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ": حضرت عبادہ نے جو بات اپنے صاحب زادہ سے فرمائی تھی تقدیر سے متعلق اس کے ثبوت اور اس کی دلیل میں انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی یہ حدیث مرفوع سنائی جس کا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ تقدیر تو اول الواجبات میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرما کر اس کے ذریعہ سے ہر چیز کی تقدیر اس کے پیدا ہونے سے بھی پہلے لوح محفوظ میں ثبت فرمائی۔

اول ماخلق اللہ کے بارے میں مختلف روایات اور تطبیق: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اول ما خلق اللہ تعالیٰ کے بارے میں روایات مختلف ہیں، اس روایت میں تو قلم کے بارے میں ہے کہ وہ اول مخلوق ہے، ترمذی کے حاشیہ میں بحوالہ زین العرب فی شرح المصابیح یہ ہے یعارض هذا الحديث ما روی ① ان أول ما خلق الله العقل، ② ان أول ما خلق الله نوره، ③ ان أول ما خلق الله الروح، ④ ان أول ما خلق الله العرش، پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اولیت امور اضافیہ میں سے ہے وہی یہاں ان احادیث میں مراد ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جنس کے اعتبار سے اول مخلوق ہے، پس قلم جو کہ اشجار کی جنس سے ہے وہ اپنی جنس کے اعتبار سے اول مخلوق ہے، اور اسی طرح حضور ﷺ کا نور باقی انوار کے اعتبار سے اول مخلوق ہے اور عقل جو کہ اجسام لطیفہ میں سے ہے، وہ اجسام جو لطیفہ کے اعتبار سے اول مخلوق ہیں اور عرش جو کہ اجسام کثیفہ میں سے ہے ان کے اعتبار سے وہ اول مخلوق ہے، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث العقل موضوع ہے اھ اور اسی حاشیہ میں عرف الشذی سے یہ منقول ہے في بعض الروايات: أن أول المخلوقات نور النبي - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، ذكره القسطلاني في المواهب بطريق الحاكم والترجيح لحديث النور على حديث الباب اھ [1] نشر الطیب میں حضرت تھانویؒ نے سب سے پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں ذکر فرمائی ہے، جس میں متعدد روایات ذکر کی ہیں جن کے بارے میں اسی کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے: روايات هذا الفصل كلها من المواهب اور اس فصل کے شروع میں سب سے پہلے جو روایت نقل کی ہے وہ اس طرح ہے عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی، آپ ﷺ نے

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي- ج ٣ ص ٣٩٤

فرمایا اے جابرؓ! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا[1] (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا، اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ آگے طویل حدیث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ الی آخر ما ذکر من الروایات[2]، یہ روایت یہاں ابوداؤد میں مختصر ہے اور ترمذی میں روایت مفصل ہے جو اس کو دیکھنا چاہے دیکھے۔

٤٧٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ طَاوُسًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ مُوسَى: يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ، فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ، تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ فَحَجَّ آدَمُ، مُوسَى " قَالَ: أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اختلاف ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں۔ آپ ہی نے ہم لوگوں کو نقصان میں ڈالا اور جنت سے نکلوا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! تم وہ ہو جس کو اللہ نے اپنی ہم کلامی کا شرف عطا کیا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے توریت شریف تحریر فرمائی کیا تم مجھ پر اس کام کے بارے میں ملامت کر رہے ہو کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں میرے پیدا ہونے سے چالیس سال قبل تحریر فرما دیا تھا؟ پھر حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ احمد بن صالح عن عمرو عن طاوس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ سے سماع کی تصریح کرتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري – أحاديث الأنبياء (٣٢٢٨) صحيح البخاري – تفسير القرآن (٤٤٥٩) صحيح البخاري – القدر (٦٢٤٠) صحيح البخاري – التوحيد (٧٠٧٧) صحيح مسلم – القدر (٢٦٥٢) جامع الترمذي – القدر (٢١٣٤) سنن أبي داود – السنة (٤٧٠١) سنن ابن ماجه – المقدمة (٨٠) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٨) موطأ مالك – الجامع (١٦٦٠)

شرح الحدیث: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان محاجہ: یعنی حضرت آدم و موسیٰ علی

---

[1] الفاظ اس روایت کے یہ ہیں یا جابر! ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ۱۲ منہ۔

[2] نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب — ص ٥ - ٦ (مطبع قاسمی ١٣٣٠ھ)

نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کے درمیان محاجہ واقع ہوا یعنی مناظرہ اور طلب حجت، جس کی ابتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہوئی، چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ اے آدم علیہ السلام آپ ہمارے باپ ہیں آپ علیہ السلام نے ہمیں نقصان اور خسارہ میں واقع کیا یعنی جنت سے نکلوادیا اکل شجرہ کی وجہ سے، اگر آپ سے یہ قصور نہ ہوتا تو ہم خسارہ اور نقصان میں مبتلا نہ ہوتے، اس پر آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو وہ موسیٰ علیہ السلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کیلئے منتخب فرمایا اور تیرے لئے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی، (جس میں تقدیر کا ذکر اور اس پر ایمان لانے کا حکم مذکور ہے) تو ایسے کام پر مجھ کو ملامت کر رہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقدر فرما دیا تھا مجھ کو پیدا کرنے سے چالیس سال قبل، جس پر موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس گفتگو میں آدم موسیٰ پر غالب آ گئے، کیونکہ آدم علیہ السلام نے تقدیر کا حوالہ دیا، اور ایمان بالقدر یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، تمام انبیاء اور امم میں، اس محاجہ کے بارے میں شراح کے دونوں قول ہیں کہ یہ محاجہ روحانی ہوا عالم برزخ یا عالم ارواح میں جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے احْتَجَّ آدَمُ، وَمُوسَى عِنْدَ رَبِّهِمَا [1]، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے یہ محاجہ جسمانی ہو، بایں طور کہ ان دونوں کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا ہو، یا موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں آدم علیہ السلام کو زندہ کیا ہو [2]، اور مجمع البحار میں ہے کما فی حاشیۃ الترمذی، وکانت ھذہ المحاجۃ حین التقت ارواحھما فی السماء اور اس کے بعد دو احتمال وہی مذکور ہیں جو قاری سے گزرے، اس روایت میں یہ ہے قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟، اور اسی طرح مسلم کی روایت میں ہے، اور ترمذی کی روایت میں ہے قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ [3]، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یعنی اربعین سنۃ والی روایت میں تقدیر سے مراد کتابت فی اللوح المحفوظ ہے، یا کتابت فی الواح التوراۃ، لہٰذا مراد خلق آدم سے چالیس سال پہلے لکھا جانا ہے نفس تقدیر مراد نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی تقدیر تو ازلی ہے [4]۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا کسی مجرم اور عاصی کیلئے ملامت کے وقت تقدیر کا حوالہ دینا اور اس کو عذر میں پیش کرنا جائز اور درست ہے، جواب یہ ہے کہ دنیا اور اس عالم میں تو جائز نہیں جو کہ دار التکلیف والعمل ہے اور یہاں عصیان پر ملامت مفید بھی ہے اور یہ محاجہ چونکہ اس عالم میں پیش نہیں آیا بلکہ عالم علوی میں جو دار التکلیف نہیں وہاں تقدیر کو عذر میں پیش کیا جا سکتا ہے، خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس گناہ کی معافی بھی ہو چکی ہو بلکہ اس وقت تو ملامت ہی بے محل ہے۔

اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے جرم اور قصور کی نفی کہاں کی ہے، انہوں نے تو اس واقعہ کے پیش

---

[1] صحیح مسلم - کتاب القدر - باب حجاج آدم وموسی علیہما السلام ٢٦٥٢

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ١ ص ٢٤٢

[3] جامع الترمذی - کتاب القدر - باب ماجاء فی حجاج آدم وموسی علیہما السلام ٢١٣٤

[4] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ١٦ ص ٢٠١

آنے میں جو اللہ تعالیٰ کی مصلحت تھی اس کو پیش کیا ہے۔

حضرت شیخ کے حاشیۂ بذل [1] میں ایک اور بحث کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جس جنت سے آدم علیہ السلام کا اخراج ہوا یہ وہی معروف جنت ہے جس کا ذکر عام آیات اور احادیث میں ہے یا کوئی دوسری ہے ؟اور اس اختلاف کے ساتھ حضرتؒ نے الیواقیت والجواھر [2] کا حوالہ دیا ہے، اور حجۃ اللہ البالغۃ سے یہ مختصراً لکھا ہے کہ جنت دو ہیں حقیقیہ اور مثالیہ (اقول) اس کے بارے میں معارف القرآن (ادریسی) میں بھی کلام مذکور ہے، اور انہوں نے دلائل اور قرائن سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ وہی جنت ہے جو معروف ہے، اور یہ کہ اس جنت سے زمین کا کوئی باغ مراد نہیں جیسا کہ بعض کو غلط فہمی ہوگئی کہ آدم علیہ السلام کو جس جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا وہ دنیا ہی کے باغوں میں سے کوئی گھنا اور گنجان باغ تھا، یہ غلط ہے، باقی یہ اشکال کہ دخول جنت کے بعد پھر وہاں سے خروج نہ ہوگا سو یہ وہ دخول ہے جو قیام قیامت کے بعد ہوگا، اس دخول کے بعد البتہ خروج نہیں ہوگا اھ ملخصاً، العرف الشذی میں ایک بات یہ لکھی ہے کہ آدم علیہ السلام نے جو جواب موسیٰ علیہ السلام کو دیا تو وہی جواب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عتاب کے وقت کیوں نہیں عرض کیا؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے وہ وقت وقت تکلیف تھا، اور پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک گفتگو وہ ہے کہ ایک بندہ دوسرے بندہ سے کر رہا ہے، اور ایک گفتگو وہ ہے جو مخلوق کی خالق کے ساتھ ہو رہی ہے، دونوں میں بون بعید ہے [3]۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٧٠٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مُوسَى قَالَ: يَا رَبِّ، أَرِنَا آدَمَ الَّذِي أَخْرَجَنَا وَنَفْسَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، فَأَرَاهُ اللَّهُ آدَمَ. فَقَالَ: أَنْتَ أَبُونَا آدَمُ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: نَعَمْ. قَالَ: أَنْتَ الَّذِي نَفَخَ اللَّهُ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَعَلَّمَكَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَمَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ أَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا مُوسَى. قَالَ: أَنْتَ نَبِيُّ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي كَلَّمَكَ اللَّهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ رَسُولًا مِنْ خَلْقِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَفَمَا وَجَدْتَ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فِيمَ تَلُومُنِي فِي شَيْءٍ سَبَقَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ الْقَضَاءُ قَبْلِي؟ «قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ» فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى".

ترجمہ: حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! ہمیں آدم علیہ السلام کا دیدار فرما دیجئے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو اور ہمیں بھی جنت سے نکلوا دیا تو اللہ نے موسیٰ کو آدم کی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود—ج ١٨ ص ٢٣٠

[2] اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر—ص ١٥٥

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي—ج ٣ ص ٣٨٥

زیارت کروائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے عرض کیا آپ ہمارے والد آدم علیہ السلام ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ وہی آدم علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن میں اپنی پیدا فرمائی ہوئی روح پھونکی ہے؟ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام نام سکھلائے اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا جی ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر کیا ہوا کہ آپ نے ہم لوگوں کو اور اپنے آپ کو (جنت سے) نکالا؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں موسیٰ ہوں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ بنی اسرائیل کے وہ نبی ہیں کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے پردہ کی اوٹ میں گفتگو فرمائی اور آپ کے اور اپنے درمیان اللہ کی کسی مخلوق کو قاصد نہیں بنایا، تو موسیٰ نے فرمایا: جی ہاں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے تورات میں نہیں پایا کہ جو میں نے کام انجام دیا ہے وہ کتاب الٰہی میں میری پیدائش سے قبل موجود تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، علم ہے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا پھر تم کس وجہ سے اس کام پر ملامت کر رہے ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے پہلے ہی مقدر فرما دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے اور یہ بات آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

٤٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ، أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَخْبَرَهُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سُئِلَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ، {وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ} قَالَ: قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ الْآيَةَ فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ: خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ: خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ ". فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَفِيمَ الْعَمَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ النَّارَ».

ترجمہ: حضرت مسلم بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ سے کسی نے آیت {وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ} کے بارے میں دریافت فرمایا۔ یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب تمہارے رب نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا پھر ان کو اس بات پر گواہ بنایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا (اقرار کیا) کیوں نہیں (یعنی ضرور) ہم نے اس لئے تم کو گواہ بنایا کہ تم قیامت کو اس طرح نہ کہو کہ ہم لوگ اس سے غافل تھے یا اس طرح کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا ہم لوگوں سے قبل شرک میں مبتلا ہو گئے ہم لوگ ان کی اولاد ہوئے کیا تم ہم کو ہلاک کر رہے ہو اس معصیت سے جو کہ جھوٹے لوگوں نے کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: میں نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی آیات کریمہ کے بارے میں

دریافت کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان لوگوں کو جنت کے لئے پیدا کیا یہ لوگ اہل جنت کے کام انجام دیں گے پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے اولاد نکالی اور ارشاد فرمایا میں نے ان لوگوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا یہ لوگ اہل جہنم کے کام انجام دیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ پھر عمل کیوں کیا جائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے کو اللہ تعالیٰ جنت کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل جنت کے کام کراتا ہے۔ یہاں تک کہ اس شخص کا اہل جنت کے کاموں پر انتقال ہو جاتا ہے۔ (یعنی اس کا انجام نیک اور خیر پر خاتمہ ہوتا ہے) تو اس کو جنت میں داخل کرتا ہے اور جس کسی بندے کو جہنم کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل دوزخ کے کام کراتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اہل دوزخ کے کام میں سے کسی کام پر مر جاتا ہے (یعنی اس کا خاتمہ شر (کفر) پر ہوتا ہے پھر اس کو جہنم میں لے جاتا ہے۔

٤٧٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ جُعْثُمٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ.

ترجمۃ: حضرت نعیم بن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا یہی حدیث روایت کی اور مالک کی حدیث مکمل ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٧٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٥/١) موطأ مالك - الجامع (١٦٦١)

شرح الأحاديث: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الآية[1] **کی تفسیر:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں جو اوپر مذکور ہے یعنی اس کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا آپ نے ایک شخص کے سوال پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جب پیدا فرمالیا تو اپنا دایاں ہاتھ ان کی پشت پر پھیرا اور ان کی پشت میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے بارے میں یہ فرمایا یعنی جو اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں تھے کہ میں نے ان کو جنت کیلئے پیدا کیا ہے، اور یہ اہل جنت ہی کے عمل کریں گے، اس کے بعد پھر دوبارہ ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اسی طرح کچھ اور اولاد نکالی اور فرمایا کہ ان کو میں نے جہنم کیلئے پیدا کیا ہے، اور جہنمیوں ہی کے عمل یہ لوگ کریں گے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں سورۃ الاعراف کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کیونکہ اسی میں یہ آیت ہے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ لیکن آیت میں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا،

---

[1] اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو (سورۃ الأعراف ١٧٢)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں آدم علیہ السلام مع اولادہ مراد ہے، اور حدیث میں اکتفاء کیا گیا آدم علیہ السلام پر ان کے اصل ہونے کی وجہ سے۔ اور آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالنے کا مطلب یہ نہیں کہ تمام انسانوں کو براہ راست آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا گیا بلکہ جس ترتیب سے دنیا میں پیدائش ہوتی ہے اسی ترتیب سے واسطہ در واسطہ نکالا، یعنی آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کو خود آدم علیہ السلام سے اور پھر اولاد آدم سے اولاد کی اولاد کو۔ اسی طرح الی آخرہ۔ ہر ایک ذریت کو مثل ذر کے یعنی چیونٹی کے برابر نکالا گیا جو سب کے سب آدم علیہ السلام کے سامنے موجود تھے، آگے آیت کریمہ میں یہ ہے وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [1] یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے اقرار اور گواہی لی اپنی ربوبیت پر، اسی لفظ اَلَسْتُ کی وجہ سے اس کو "عہد اَلَسْتُ" کہا جاتا ہے، قَالُوا بَلَىٰ یعنی سب نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا جلالین میں ہے کہ یہ واقعہ وادی نعمان میں پیش آیا عرفہ کے دن، اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اپنی ربوبیت پر دلائل قائم کئے اور باقاعدہ ان کو سمجھ بوجھ عطا فرمائی [2]، حاشیۂ جمل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کرنا سلف کا طریقہ ہے اور خلف نے اس میں دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حقیقۃً یہاں پر نہ اخراج ہے نہ شہادت بلکہ یہ کلام علی سبیل المجاز اور تمثیل ہے۔ الی آخر ما ذکر [3]۔ کوکب الدری میں ہے: قوله فاستخرج منه ذرية اى على الترتيب كلا من أبيه، اس کے حاشیہ میں ہے: وبذلك جزم عامة المفسرين اور یہ بھی لکھا ہے کہ صاحب جمل نے علامہ شعرانی سے اس کے اندر دس بحثیں نقل کی ہیں فارجع اليه اھ [4]۔

آیۃ کریمہ سے متعلق دس سوالات و جوابات: حاشیہ جمل میں اس آیت سے متعلق دس سوالات اور ان سب کے جوابات مذکور ہیں، ابتداء اس طرح ہے: ① الاول اين موضع اخذ الله تعالى هذا العهد، اس کے بعد اس کا جواب مذکور ہے، اس کے بارے میں وہی بطن نعمان لکھا ہے انہوں نے جو اوپر گزرا ہے جلالین سے، اور یہ کہ هو واد بجنب عرفة، وقيل اخذه بسر نديب من ارض الهند، وهو الموضع الذى هبط آدم فيه من الجنة، ② الثانى كيف استخرجهم من ظهره؟ والجواب ورد فى الصحيح انه تعالى مسح ظهر آدم واخرج ذريته منه كلهم كهيئة الذر الخ. ③ الثالث كيف اجابوه تعالى ببلى، هل كانوا احياء عقلاء ام اجابوه بلسان الحال الخ، اس کے بارے میں اوپر گزر چکا، کہ اس میں دو قول ہیں ایک طریقۃ السلف اور ایک طریقۃ الخلف، ④ الرابع فاذا قال الجميع بلى فلِمَ قبل تعالى قوما ورد آخرين؟ والجواب كما قاله الحكيم الترمذى ان الله تعالى تجلى للكفار بالهيبة فقالوا بلى مخافة منه فلم يك ينفعهم ايمانهم فكان ايمانهم كايمان المنافقين، وتجلى للمؤمنين

---

[1] اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب (سورۃ الأعراف ۱۷۲)

[2] تفسير الجلالين — ج ۱ ص ۵۹۲

[3] حاشيه جمل على جلالين — ج ۲ ص ۲۰۹

[4] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٤ ص ۱٤۲

بالرحمة فقالوا بلی مطیعین مختارین فنفعهم ایمانهم الخ. ⑤ الخامس اذا سبق لنا عهد و میثاق مثل هذا فلای شئی لا نذکره الیوم، اس کے بعد اس کا جواب مذکور ہے، ⑥ السادس هل کانت تلك الذرات مصورة بصورة الانسان ام لا؟ یعنی یہ اولاد آدم جو مثل ذر یعنی چیونٹی کے تھی یہ انسانی صورت میں تھی آنکھ ناک کان وغیرہ یا نہیں؟ آگے اس کا جواب مذکور ہے، ⑦ السابع متی تعلقت الارواح بالذرات التی هی الذریة هل قبیل خروجها من ظهره ام بعد خروجها منه، اس کے بعد اس کا جواب مذکور ہے، ⑧ الثامن ما الحکمة فی اخذ المیثاق منهم؟ والجواب ان الحکمة فی ذلك اقامة الله الحجة علی من لم یوف بذلك العهد الخ، ⑨ التاسع هل اعادهم الی ظهر آدم ام استرد ارواحهم ثم اعادهم الیه امواتا؟ یعنی نکالنے کے بعد جب دوبارہ اس ذریۃ کو آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو اس وقت وہ زندہ تھے یا ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد اس میں لوٹایا گیا؟ والجواب ان الظاهر انه لما ردهم الی ظهره قبض ارواحهم الخ، ⑩ العاشر این رجعت الارواح بعد رد الذرات الی ظهره؟ والجواب ان هذه مسئلة غامضته، الی آخر ما ذکر. والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی هذا حدیث حسن، قاله المنذری.

٤٧٠٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْغُلَامُ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا، وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا».

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا وہ کفر پر پیدا ہوا تھا اور اگر وہ لڑکا زندہ رہتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دیتا۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٨) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٢١/٥)

شرح الحدیث: یعنی جس بچہ کو حضرت خضر [1] نے قتل کیا تھا یعنی موسیٰ و خضر کے قصہ میں وہ پیدائشی کافر تھا، اور اگر وہ زندہ

---

[1] حضرت خضر کے بارے میں حاشیۂ بذل میں متعدد حوالے لکھے ہیں جو ان کے حالات دیکھنا چاہے ان کیلئے ہم ان حوالوں کو نقل کرتے ہیں نواختلف فی حیاة خضر اثبته الصوفیة وقال السخاوی فی المقاصد الحسنة ص ١٠٦ اخی الخضر لو کان حیا لزارنی لا یثبت مرفوعا بل مقولة لبعض السلف، وذکر الترجمة ایضا فی حیاة الحیوان ج ٢، ص ٢٢٤ وقال فی لطائف المنن ج ١ ص ٨٤ بقاءه مجمع عند الصوفیة اھ وبسط العینی ج ١ ص ٤٤٧ علی احوال الخضر من الاسم والزمان والمکان وبسطه الحافظ فی القسم الاول من الاصابة - وفی الفتح ج ٦ ص ٢٧٤، والفتاوی الحدیثیة ص ١٣١ وهامش الکوکب ج ٢ ص ٢٣٩ وهامش المسلسلات ص ٧٤۔

رہتا تو اپنے والدین کو مبتلا کر دیتا کفر اور سرکشی میں، طُبِعَ كَافِرًا کی تاویل یہ کی گئی ہے تا کہ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ[1] کے خلاف نہ ہو کہ وہ اس صفت اور حالت کے ساتھ پیدا ہوا تھا کہ اگر زندہ رہا اور بڑا ہوا تو کافر ہو جائے گا۔ والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی، قالہ المنذری۔

٤٧٠٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ فِي قَوْلِهِ {وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ[2]} «وَكَانَ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن کعبؓ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے آیت کریمہ: وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ کی تفسیر کے بارے میں سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ وہ لڑکا پیدائش کے دن ہی کفر پر پیدا ہوا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٨) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٢١/٥)

٤٧٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَتَنَاوَلَ رَأْسَهُ فَقَلَعَهُ، فَقَالَ مُوسَى: {أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً[3]} الْآيَةَ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت اُبی بن کعبؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا پس اس کا سر پکڑا اور اسے تن سے اکھاڑ دیا پس موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو بلا سبب مار ڈالا؟

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١٢٢) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٢٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٨) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٨٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٢١/٥)

٤٧٠٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى وَاحِدٌ وَالْإِخْبَارُ، فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ "إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: فَيُكْتَبُ رِزْقُهُ، وَأَجَلُهُ، وَعَمَلُهُ، ثُمَّ يُكْتَبُ شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في ذراري المشركين ٤٧١٤

[2] اور جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ تھے ایمان والے (سورة الكهف ٨٠)

[3] کیا تو نے مار ڈالی ایک جان ستھری (سورة الكهف ٧٤)

يُنفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا".

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے بیان فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی والدہ کے پیٹ (رحم) میں چالیس دن رکھا جاتا ہے پھر اتنے ہی دن علقہ (جمے ہوئے خون کا لوتھڑا) بن جاتا ہے، پھر اتنے ہی دن مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے، (یعنی) وہ اس کا رزق، عمر، عمل اور یہ کہ وہ خوش بخت ہوگا یا بد بخت، یہ سب لکھ دیتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس یقیناً تم میں سے کوئی اہل جنت والے اعمال کرتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر اس سے پہلے جس طرح لکھا ہوا ہے اس کے مطابق دوزخیوں والے اعمال شروع کر دیتا ہے اور دوزخ میں جا پڑتا ہے، اور بے شک تم میں سے کوئی دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن اس سے پہلے جو لکھا ہے اس کے مطابق وہ جنتیوں والے اعمال کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٣٦) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٥٤) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢١) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠١٦) صحيح مسلم - القدر (٢٦٤٣) جامع الترمذي - القدر (٢١٣٧) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٨) سنن ابن ماجه - المقدمة (٧٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٢/١)

شرح الحدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ خلق (اس کی پیدائش کا مادہ یعنی نطفہ) اس کی ماں کی رحم میں جمع رہتا ہے چالیس دن تک اس کے بعد اربعین ثانی میں علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے سوال یہ ہے کہ اربعین اول میں نطفہ نطفہ ہی رہا کیا اس میں تغیر نہیں آیا؟ جواب یہ کہ نطفہ پہلے چالیس روز تک نطفہ ہی رہتا کہ اس کے اندر خمیر پیدا ہو یعنی آئندہ پیش آنے والے انقلابات اور تغیرات کے قبول کرنے کی صلاحیت ہو جائے پھر تیسرے چلہ میں اس کے اخیر تک وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے یعنی تین چلے گزرنے پر جن کے چار ماہ بنتے ہیں بچہ کے جسم واعضاء بن جاتے ہیں پھر چوتھے اربعین میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ بھیجتے ہیں جو چار باتیں اس کے بارے میں لکھتا ہے اس کا رزق اور مدت عمر، اور اس کے اعمال اور شقی ہونا یا سعید ہونا اور اسی میں پھر نفخ روح ہوتا ہے علماء نے لکھا ہے چوتھے چلہ میں دس دن گزرنے پر جب وہ چار ماہ دس دن کا ہو جاتا ہے اس وقت نفخ روح ہوتا ہے، اربعین رابع میں فرشتہ کے بھیجنے کا مطلب بعض شراح نے لکھا ہے کہ بھیجنے سے مراد امر ہے یعنی اس کو حکم ہوتا ہے کہ ایسا کرے کیونکہ فرشتہ تو پہلے سے وہاں موجود ہوتا ہے محافظ حمل اور بعض نے حدیث کو اس کے ظاہر پر رکھا کہ ممکن ہے یہ چیزیں لکھنے والا کوئی دوسرا فرشتہ ہو جو خاص اس کام کیلئے بھیجا جاتا ہو۔

آگے پھر حدیث میں یہ ہے کہ بعض لوگ شروع میں جنت کے اعمال کرتے ہیں لیکن جب ان کے اور موت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کے بقدر فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس شخص پر نوشتہ خداوندی اور اسکی تقدیر غالب آتی ہے اور اہل جہنم کے عمل کرنے لگتا ہے اور پھر اسی میں داخل ہوتا ہے اور بعض کا حال اس کے برعکس کہ اول سے آخر عمر تک اہل نار کے عمل کرتا ہے اور جب ایک ہاتھ کے بقدر زندگی باقی رہ جاتی ہے تو تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور جنت کے اعمال میں الگ جاتا ہے اور پھر اسی میں داخل [1] ہوتا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٧٠٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ: فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ؟ قَالَ: «كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ».

ترجمہ حضرت عمران بن حصینؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا دوزخیوں کے مقابلہ میں جنتیوں کو جانا جاچکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر دریافت کیا گیا تو پھر عمل کرنے والے کیوں عمل کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کو اسی کی توفیق ملتی ہے جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٣) صحيح البخاري - التوحيد (٧١١٢) صحيح مسلم - القدر (٢٦٤٩) سنن أبي داود - السنة (٤٧٠٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٧)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کیا جان لئے گئے جنتی ممتاز کرتے ہوئے اہل نار سے یعنی جنت میں جانے والے اور جہنم میں جانے والے متعین ہوچکے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہوچکے ہیں تو ان صحابیؓ نے عرض کیا پھر کس لئے عمل کریں عمل کرنے والے آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کیلئے جو ٹھکانہ تجویز ہے اس کیلئے اسی ٹھکانہ والے عمل بھی کرنا آسان ہے عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ثواب وعقاب کا مدار ظاہراً وصورۃً اعمال پر رکھا ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

٤٧١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ، وَلَا تُفَاتِحُوهُمْ».

---

[1] حضرت گنگوہیؒ کی تقریر ترمذی وابوداؤد میں اربعین یوما پر لکھا ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تحولات ایک ہی اربعین میں ہو جاتے ہیں اور مشاہدہ کبھی دونوں کے خلاف ہو جاتا ہے (نہ صرف ایک اربعین میں نہ چار میں) اور جواب یہ ہے کہ ہر ایک تغیر کا ایک اربعین میں ہونا اکثر مدت حمل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور صرف ایک اربعین والی روایت اقل مدت حمل پر محمول کی جائے اور باقی روایات کو ان دونوں مدتوں کے درمیان پر محمول کیا جائے، اور اسکے حاشیہ میں ہے: وبسط الحافظ اشد البسط في اختلاف الفاظ هذا الحديث مع الترجيح لبعضها والجمع في بعضها فارجع اليه لو شئت التفصيل.

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ (فرقہ) قدریہ کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان لوگوں سے سلام اور گفتگو میں پہل کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧١٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٣٠)

شرح الحدیث: یعنی فرقہ قدریہ کے ساتھ اپنا بیٹھنا اٹھنا مت رکھو کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ یعنی ان کے ساتھ عقائد میں مناظرہ مت کرو کہیں وہ تمہیں شک میں نہ ڈال دیں اور تمہارا اعتقاد خراب نہ کر دیں اور نہ اسکے ساتھ سلام اور کلام میں ابتداء کرو اور کہا گیا ہے مفاتحہ بمعنی حکومت اور فیصلہ ہے یعنی اپنے معاملات کا ان سے فیصلہ مت کراؤ اور ان کو حکم مت بناؤ اھ۔

١٨ - بَابٌ فِي ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ

مشرکین کی (نابالغ) اولاد کا بیان

٤٧١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».

ترجمة: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: اولاد مشرکین (یعنی ان کے نابالغ بچوں) کے بارے میں کہ ان کا کیا حکم ہے عذاب یا نجات؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ کیسا عمل کرنے والے ہیں (یعنی بڑے ہو کر کیا کرتے ہیں)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٣١٧) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٤) صحيح مسلم - القدر (٢٦٦٠) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥١) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٢) سنن أبي داود - السنة (٤٧١١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٥)

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اولادِ مشرکین یعنی ان کے نابالغ بچوں کے بارے میں کہ ان کا کیا حکم ہے عذاب یا نجات تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ کیسا عمل کرنے والے ہیں یعنی بڑے ہو کر کیا کرتے ہیں۔

خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر کلام سے وہم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد مشرکین کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم پر محول کر دیا، وہ کہتے ہیں: لیکن یہ مطلب نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ کافر ہی ہیں اپنے آباء کے تابع ہیں کفر میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتے اور بڑے ہوتے تو کفر ہی کے کام کرتے وہ فرماتے ہیں کہ اس مطلب کا قرینہ یہ ہے کہ حدیث عائشہؓ میں یہ ہے (جو آگے آ رہی ہے) کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ یعنی اپنے ماں باپ کے حکم میں ہیں وہ فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! بلا عمل کہ بغیر ہی عمل کئے آباء کے حکم میں ہیں تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ،

لہٰذا دونوں جگہ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ کا مطلب ایک ہی ہوگا [1] اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ جس کے اخیر میں بھی یہی ہے يَا رَسُولَ اللهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: «اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ» تو حضرت کی رائے اس حدیث کے پیش نظر یہ ہے کہ اطفال مشرکین جنتی ہیں فطرۃ کا اعتبار کرتے ہوئے اور پھر سائل کے سوال کے جواب میں جو آپ ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ اس سے مقصود ذراری مشرکین کے بارے میں اظہار تردد نہیں ہے اور نہ تعلیق علی العمل جیسا کہ بعض شراح کی رائے ہے بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذراری مشرکین بڑے ہو کر کیا کرتے آباء کے اتباع میں کفر اختیار کرتے یا اصل فطرت پر قائم رہتے اس کو تو اللہ تعالیٰ جانیں کہ وہ کیا کرتے لیکن موجودہ صورت حال تو یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ خواہ مشرکین کا ہو یا مؤمنین کا وہ فطرت ہی پر پیدا ہو رہا ہے تو جب بلوغ سے پہلے وہ مر گیا تو گویا اصل فطرت ہی پر مرا جس کا تقاضا نجات اور جنت ہے، یہ حضرت کی رائے ہے جو کوکب میں مذکور ہے اور یہاں باب کی حدیث کی حدیث اول یعنی حدیث ابن عباسؓ کے ذیل میں، بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے طویل کلام نقل کیا ہے [2] حضرت عائشہؓ کی حدیث سے متعلق جس میں دونوں جگہ ہے هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ۔

اطفال مشرکین کے بارے میں علماء کے اقوال: اس کے بعد جاننا چاہیے کہ ذراری مشرکین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں حاشیۂ بذل میں ہے کہ حافظؒ نے فتح الباری میں اس میں دس مذاہب نقل کئے ہیں اور بذل میں ملا علی قاریؒ سے مندرجہ ذیل اقوال نقل کئے ہیں: ① إنهم من أهل النار تبعًا للأبوين. ② من أهل الجنة نظرًا إلى أصل الفطرة، ③ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے اور ④ چوتھا قول یہ کہ وہ بین الجنة والنار ہوں گے نہ معذب اور نہ منعم، یعنی اہل اعراف سے ہوں گے، اور ⑤ پانچواں قول یہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہو گا کہ یہ اگر زندہ رہتا تو کفر اختیار کرتا تو وہ تو جہنمی ہے اور جس کے بارے میں یہ علم ہے کہ یہ بڑے ہو کر فطرت پر قائم رہتا تو وہ اہل جنت میں سے ہے اور ⑥ چھٹا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے اور کوئی فیصلہ نہ کیا جائے اور اکثر اہل سنت کی رائے یہی ہے، لیکن ابن حجر یہ کہتے ہیں کہ یہ توقف تو اس وقت کی بات ہے جب ان کے بارے میں کچھ نازل نہیں ہوا تھا، اور اب اصح قول یہی ہے انہم من اہل الجنۃ، اور حاشیۂ بذل میں ہے کہ حافظ نے امام مالک اور شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ انہم تحت المشیۃ، اور امام نوویؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ جمہور کا قول ان کے بارے میں جنتی ہونے کا ہے والبسط فی الأوجز ۲، ص ۵۲۳، والفتاوی الحدیثیة ص ۷۹، وفی شرح الاقناع ۲، ص ۲۰۱، ان الخلاف فی اولاد الکفرة من هذه الامة. واما من غیرهم ففی النار، شرح اقناع جو فقہ شافعیہ کی مشہور کتاب ہے اس میں یہ ہے کہ یہ مختلف اقوال اس امت کے کفار کی اولاد میں ہیں اور دوسری

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٣٢٤-٣٢٥ (مطبعة العلمية بحلب الطبعة الأولى ١٣٥٢ هـ)

[2] لیکن چونکہ کوکب کی عبارت زیادہ واضح اور سہل تھی اس لئے ہم نے اسی کو نقل کیا ہے (الکوکب الدری علی جامع الترمذی - ج ٣ ص ١١٩)۔

امتوں کے کفار کی اولاد جہنمی ہے یعنی بلا خلاف، اور اس میں اس امت کے کفار کی اولاد کے بارے میں ان کے جنتی ہونے پر جزم کیا ہے [1]۔

٤٧١٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ: «هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ: «مِنْ آبَائِهِمْ» قُلْتُ: بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مومنین کی نابالغ اولاد کا کیا حکم ہے: وہ جنت میں جائینگے یا جہنم میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے دین پر ہوں گے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بغیر عمل کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال کی زیادہ خبر ہے کہ وہ (بڑے ہوکر) کیا کرتے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مشرکین کی نابالغ اولاد کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی اپنے والدین کے دین پر ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: کیا بغیر (برے) عمل کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ وہ (بڑے ہوکر) کس قسم کا عمل کرتے۔

٤٧١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُصَلِّي عَلَيْهِ، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، طُوبَى لِهَذَا لَمْ يَعْمَلْ شَرًّا وَلَمْ يَدْرِ بِهِ، فَقَالَ: «أَوَ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا، وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا، وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ».

ترجمہ: طلحہ بن یحییٰ عائشہ بنت طلحہ سے اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس انصاری لڑکے کا جنازہ آیا تاکہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کیلئے خوشخبری ہے نہ تو اس نے کسی قسم کا گناہ کیا نہ گناہ کو جانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیسے اس طرح کا عقیدہ رکھتی ہو؟ حالانکہ (واقعہ) اس طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس جنت کیلئے مخصوص انسانوں کو بھی پیدا فرمایا اور جنت کو ان ہی کیلئے بنایا جبکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشت میں تھے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اور دوزخ کے لئے مخصوص انسانوں کو (اور جنات کو) پیدا فرمایا اور دوزخ کو بھی ان خاص لوگوں کے لئے پیدا فرمایا جبکہ ابھی وہ اپنے باپوں کی پشت میں تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - القدر (٢٦٦٢) سنن النسائي - الجنائز (١٩٤٧) سنن أبي داود - السنة (٤٧١٣) سنن ابن ماجه -

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٨ ص ٢٤٢-٢٤٣

المقدمة (٨٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٤١)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک انصاری بچہ کو لایا گیا اس پر نماز جنازہ پڑھانے کیلئے وہ فرماتی ہیں کہ اس موقعہ پر میں نے عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! اس بچہ کیلئے بہت خوشحالی ہے اسلئے کہ نہ کوئی برا کام اس نے کیا اور نہ برائی کو سمجھا یعنی کرتا تو کیا اس کو جانتا بھی نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ کہتی ہو حالانکہ بات کچھ اور ہے، تقدیر عبارت اس لفظ کی یہ ہے اتعتقدین ما قلت والحق غیر ذلك یعنی یہ ہمزہ استفہامیہ ہے اور واو عاطفہ جس کا معطوف علیہ مقدر ہے، اور وہ دوسری بات جو حق ہے وہ عدم الجزم بکونه من اهل الجنة ہے کہ یقین کے ساتھ جنتی نہ کہا جائے، یہ حدیث اگرچہ اولاد مسلمین کے بارے میں ہے جن کے بارے میں اجمالی طور پر یہ مسئلہ متفق علیہ ہے: انهم من اهل الجنة، لیکن تعیین کے ساتھ اور یقینی طور پر کسی خاص شخص کے بارے میں بچہ ہو یا بڑا جنتی ہونے کا فیصلہ کرنا اس سے آپ نے منع فرمایا کہ یہ بات احتیاط کے خلاف ہے۔

حدیث ابن عباس رضی الله تعالی عنهما اخرجه البخاری ومسلم والنسائی، وحدیث عائشة رضی الله تعالی عنها وارضاها، سکت علیه المنذری، وحدیثها الثانی اخرجه مسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٧١٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ، كَمَا تَنَاتَجُ الْإِبِلُ مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اسکے والدین اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں جس طرح اونٹنیاں صحیح اور غلط خلقت والا بچہ جنتی ہیں کیا ان میں کوئی کان کٹا اونٹ دکھلائی دیتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو بچہ بچپن میں انتقال کر جائے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کو اچھی طرح علم ہے کہ وہ (بڑے ہو کر) کیا عمل کریں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٩٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٩٧) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٥) صحيح مسلم - القدر (٢٦٥٨) صحيح مسلم - القدر (٢٦٥٩) جامع الترمذي - القدر (٢١٣٨) سنن النسائي - الجنائز (١٩٤٩) سنن أبي داود - السنة (٤٧١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٣٣) موطأ مالك - الجنائز (٥٦٩)

شرح الحدیث: یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، فطرت پر پیدا ہونے کی شرح میں دو قول ہیں [1]:

① دین اسلام پر پیدا ہونا یا قبول دین کی صلاحیت اور استعداد پر پیدا ہونا آگے حدیث میں ہے کہ اگر پیدا ہونے والا بچہ یہودی

---

[1] اس کے علاوہ دو قول اور اس میں آگے آ رہے ہیں۔

کے یہاں پیدا ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں اور اگر نصرانی کے یہاں پیدا ہوتا ہے تو اس کو نصرانی بنا لیتے ہیں، یعنی اس عارض کی وجہ سے وہ اپنی فطرت سے ہٹ جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ اونٹیاں جنتی ہیں کامل الخلقت بچہ کو کیا اس میں سے تم کسی کو کن کٹا دیکھتے ہو، یعنی جس طرح اونٹ کے بچوں میں یہ تغیر اور نقص بعد میں پیدا ہوتا ہے اسی طرح بعض بچے بھی اصل فطرت پر پیدا ہونے کے بعد بگڑ جاتے ہیں، اس پر صحابہ نے آپ سے جو بچہ بچپن میں مر جائے اس کے بارے میں سوال کیا، تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ یہ اوپر گزر چکا کہ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ کا مطلب خطابیؒ وغیرہ شراح کیا لے رہے ہیں، اور حضرت گنگوہیؒ نے اسکا مطلب کیا قرار دیا۔

٤٧١٥ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ، أَخْبَرَكَ يُوسُفُ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا، قِيلَ لَهُ: إِنَّ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ يَحْتَجُّونَ عَلَيْنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ مَالِكٌ: احْتَجَّ عَلَيْهِمْ بِآخِرِهِ، قَالُوا: أَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ، قَالَ: «اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».

ترجمہ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں حارث بن مسکین کے سامنے اس طریقہ سے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ یوسف بن عمر نے ابن وہب سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا جب ان سے پوچھا گیا کہ بے دین لوگ ہم لوگوں کے خلاف اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ الخ ہے جس سے معلوم ہوا کہ تقدیر میں کچھ نہیں لکھا اسکے والدین اسکو یہودی نصرانی بناتے ہیں تو امام مالک نے جواب دیا: تم اس حدیث کے آخری جزو سے دلیل پیش کرو کیونکہ اس حدیث میں اس طرح ہے لوگوں نے کہا کہ اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کہ جو بچپن میں انتقال کر جائے؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جواب دیا: اللہ ہی کو معلوم ہے کہ (وہ بڑے ہو کر) کس قسم کے عمل کریں گے تو اس آخری جزو سے تقدیر کا ثبوت ہو گیا کہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ بڑے ہو کر وہ کیا کرتے یہی تو تقدیر ہے۔

شرح الحدیث یہ پہلے آچکا کتاب الخراج میں ایک [1] جگہ کہ مصنف کا طریقہ حارث بن مسکین سے روایت کرنے کا یہی ہے جو یہاں اختیار کیا سب جگہ اسی طرح ہے اس کے بارے میں وہاں کچھ اور بھی گزر چکا۔

امام مالکؒ کے شاگرد ابن وہب کہتے ہیں کہ ہمارے استاد سے سوال کیا گیا کہ اہل اھواء یعنی مبتدعین جس سے مراد قدریہ ہیں ہم لوگوں کے سامنے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھئے اس سے ہماری تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ، کہ بچہ پیدا تو ہوتا ہے فطرت اسلام پر پھر اس کے اس کے ماں باپ اور ماحول بگاڑ دیتا ہے پھر تو ماحول ہی سب کچھ ہو گیا تقدیر کچھ نہ ہوئی حضرت امام مالکؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر وہ لوگ اس حدیث کے اول یعنی شروع کے حصہ سے استدلال کرتے ہیں تو تم ان پر اس حدیث کے آخر سے استدلال کر لو اس سے اہل سنت کی تائید اور تقدیر کا اثبات ہوتا

---

[1] فی باب ما جاء فی حکم ارض خیبر ۱۲۔

ہے آخر سے مراد اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اگر وہ بڑے ہوتے تو کیا کرتے یعنی وہی کرتے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور ان کی تقدیر میں ہے سبحان اللہ! کیا خوب جواب دیا کہ جس حدیث سے وہ استدلال کر رہے تھے اسی حدیث سے اس کا جواب نکال لیا۔

٤٧١٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ، يُفَسِّرُ حَدِيثَ «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ» قَالَ: هَذَا عِنْدَنَا حَيْثُ أَخَذَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ حَيْثُ قَالَ: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، قَالُوا بَلَىٰ.

ترجمہ: حجاج بن منہال نے فرمایا کہ میں نے حماد بن سلمہ سے سنا وہ اس حدیث كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ کی تفسیر بیان فرما رہے تھے کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد وہ عہد و پیمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا جبکہ وہ اپنے باپ دادا کی پشت میں تھے کہ اللہ پاک نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا میں تم لوگوں کا پروردگار نہیں ہوں؟ ان لوگوں نے جواب دیا بلاشبہ آپ ہمارے پروردگار ہیں۔

شرح الحدیث: **فطرت کے مصداق میں اقوال**: یعنی حماد بن سلمہ نے كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ اس حدیث کی شرح میں یہ بات کہی کہ فطرت سے مراد وہ عہد ہے جو عالم ذر میں لوگوں کے وجود کے دنیا میں آنے سے پہلے ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر لیا گیا تھا أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، قَالُوا بَلَىٰ تو فطرت کا مصداق ان کے نزدیک یہ عہد الست ہے جو ایک قدیم زمانہ کا عہد ہے کوئی تازہ خصلت نہیں جو سبھی سے لیا گیا تھا جو دنیا میں آنے کے بعد مسلمان ہوئے ان سے بھی اور جو کافر ہوئے ان سے بھی امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ کی یہ تفسیر بہت عمدہ ہے اور گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ احکام دنیا میں ایمان فطری کا اعتبار نہیں اصل اعتبار ایمان شرعی کا ہے جو اپنے ارادہ سے اختیار کیا جائے اور جس میں اپنے کسب و ارادہ کو دخل ہو اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں مولود کے بارے میں فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ تو دیکھئے باوجود ایمان فطری کے پائے جانے کے مولود کے اندر اس کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ اس پر اس کے کافر ماں باپ کا حکم جاری کیا گیا اس کے بعد خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر کے بارے میں ایک دوسرا قول ہے جس کو عبد اللہ بن مبارکؒ نے اختیار کیا ہے وہ یہ کہ فطرت سے مراد وہ سعادت یا شقاوت ہے جو جس بچہ کے حصہ میں آئی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے ارادہ سے یعنی کفر یا ایمان پس ہر پیدا ہونے والے بچہ کا انجام آخر کار وہی ہوتا ہے جس پر وہ پیدا ہوا تھا اور دنیا میں پھر وہ ویسا ہی کام کرتا ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے خواہ وہ فطرت سعادت ہو یا شقاوت اور بچہ کی شقاوت کے آثار و علامات میں سے یہ ہے کہ اس بچہ کے والدین یہودی ہوں یا نصرانی، تو اس کے ماں باپ یہودی و نصرانی اس بچہ کی شقاوت کی وجہ سے اس کو دین یہود و نصاری پر ابھارتے ہیں اور یہودیت و نصرانیت ہی اس کو سکھلاتے ہیں اور یا یہ کہ وہ عقل و شعور پیدا ہونے سے پہلے ہی جائے تو وہ حکم میں اپنے والدین ہی کے ہو گا کیونکہ شرعاً وہ والدین ہی کے تابع ہے اور یہی مطلب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ کا اور اس

رائے کی تائید اس حدیث عائشہؓ سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُتِيَ بِصَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُصَلِّي عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا أَنَّ اللهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ خَلْقًا نَجْعَلُهُمْ لَهَا أَهْلًا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ الحدیث [1]، فطرت کی تفسیر میں دو قول یہ ہیں اور دو قول شروع میں گزر گئے [2]۔

٤٧١٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُودَةُ فِي النَّارِ» قَالَ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا: قَالَ أَبِي فَحَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُ بِذَلِكَ عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: عامر شعبی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زندہ در گوار کرنے والی اور جو لڑکی زندہ در گور کی گئی دونوں دوزخ میں جائیں گی۔ یحیٰی نے اپنے والد کے واسطہ سے نقل کیا کہ مجھ سے ابو اسحٰق نے بیان کیا کہ عامر شعبی نے مجھے یہ حدیث بیان کی علقمہ سے انہوں نے ابن مسعود سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

شرح الحدیث: شرح السند: یحیٰی سے مراد ابن ابی زائدہ ہیں جو اوپر سند میں آئے، یحیٰی سے یہ حدیث ان کے والد زکریا نے شروع میں براہ راست یعنی بغیر واسطہ ابو اسحاق کے عامر شعبی سے مرسلاً ومعضلا نقل کی اور دوسری مرتبہ یہ حدیث یحیٰی سے ان کے والد نے بواسطہ ابو اسحاق کے متصلاً ومسنداً روایت کی، چنانچہ پہلی روایت میں عامر یعنی شعبی نے کہا تھا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور دوسری روایت میں جو بواسطہ ابو اسحاق کے ہے اس میں عامر شعبی اور حضور ﷺ کے درمیان دو واسطے مذکور ہیں علقمہ اور ابن مسعودؓ۔

اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ وائدہ یعنی وہ دائی جو نومولود بچی کو زندہ در گور کرنے والی ہے اور موؤدہ خود وہ نومولود بچی دونوں کے دونوں جہنم کے مستحق ہیں، اگر اس حدیث کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے تو ذراری مشرکین کے بارے میں وہ جو ایک قول ہے انھم من اھل النار، تو یہ اس کی دلیل ہو جائے گی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق: یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو کتاب الجهاد میں بَابٌ فِي فَضْلِ الشَّهَادَةِ میں گزر چکی، جس کے آخر میں ہے وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ اس کا جواب بھی وہاں گزر گیا، وئید اور موؤدہ دونوں ہم معنی ہیں، وہاں اس کو جنتی کہا گیا اور یہاں جہنمی، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ الموؤدہ کے بعد اس کا صلہ محذوف ہے یعنی اس کا متعلق، اصل میں تھا الموؤدة لها، جس کا مصداق اس بچی کی کافرہ ماں ہے۔

---

[1] صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ٦١٧٣ـــ ج ١٤ ص ٤٧

[2] معالم السنن ــــ ج ٤ ص ٣٢٥-٣٢٦

٤٧١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ: «أَبُوكَ فِي النَّارِ» فَلَمَّا قَفَّى قَالَ: «إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے والد دوزخ میں ہیں۔ جب وہ شخص پشت موڑ کر چل دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے والد اور تمہارے والد دونوں دوزخ میں ہیں (یہ آپ ﷺ کا فرمان اسکے پہلے کا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے والدین کے متعلق وحی نہیں اتری تھی یا والد سے چچا ابو طالب مراد ہیں اور تمہارے والد بھی دوزخ میں ہیں)۔

تخریج: صحیح مسلم - الإیمان (٢٠٣) سنن أبي داود - السنة (٤٧١٨) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (١١٩/٣)

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ کے والدین کے نجات کا مسئلہ اور اس میں علامہ شامی کی رائے:

ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میرا باپ کہاں ہے اور اس کا ٹھکانہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تیرا باپ جہنم میں ہے، کیونکہ وہ کفر پر مرا ہے راوی حدیث حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص جانے لگا تو آپ ﷺ نے (اس کی طبیعت پر اثر دیکھ کر) فرمایا کہ بے شک میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں، بذل المجهود میں فتح الودود سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کے والدین کی نجات کے قائل ہیں تو وہ اس حدیث میں لفظ "اب" کو عم پر محمول کرتے ہیں، اسلئے کہ اب کا اطلاق عم پر بھی ہوتا ہے (عم الرجل صنو ابیه) اور خصوصاً اس لئے بھی کہ آپ کی تربیت بچپن میں آپ کے چچا ابو طالب ہی نے کی تھی، اس حیثیت سے اب کا اطلاق ان پر اور بھی موزوں ہے حضرت شیخؒ کے اس پر دو حاشیے ہیں، ایک یہ کہ تقدم الکلام علیه، یعنی کتاب الجنائز میں، جس میں آپ ﷺ کا سوال فاطمہ سے مروی ہے: «لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى» قالت لا فذکر تشدیدًا کے ذیل میں اور دوسرا حاشیہ یہ ہے کہ یا یہ محمول ہے قبل قبل علمه ﷺ کما فی الشامی (ج٦ ص٣٦٩)، وقال ایضًا الإمکان أن یکون الإحیاء بعد ذلك لأنه کان في حجة الوداع [1]، یعنی یا اس حدیث کی تاویل یہ ہے بجائے چچا پر محمول کرنے کے کہ یہ بات آپ ﷺ نے شروع میں فرمائی تھی جب کہ آپ ﷺ کو اپنے والد کی نجات کا علم نہ تھا جیسا کہ شامی میں ہے اور ایک دوسری جگہ شامی میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا احیاء یعنی ان کو زندہ کرنا حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا تھا انتہی ما فی ہامش البذل [2] (قلت) شامی میں جہاں پر یہ مسئلہ مذکور ہے کہ توبۃ الیأس مقبول ہے نہ کہ ایمان الیأس، اس میں ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ اس قاعدہ سے یونس علیہ السلام کی قوم مستثنیٰ مانی جائے گی، لقوله تعالی إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ [3]، استثناء کو

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار - ج٤ ص٣٤٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج١٨ ص٢٥٢

[3] مگر یونس کی قوم (سورۃ یونس ٩٨)

اتصال پر محمول کرتے ہوئے، اور یہ کہ ان کا ایمان لانا معاینۃ العذاب کے وقت تھا جیسا کہ بعض مفسرین کا قول ہے اور اس کو اس کے نبی کی خصوصیت اور کرامت قرار دیتے ہوئے تسلیم کیا جائے گا۔

ایمان ابوی النبی ﷺ: اور اسکے بعد فرماتے ہیں: ألا ترى أن نبينا - صلى الله عليه وسلم - قد أكرمه الله تعالى بحياة أبويه له حتى آمنا به كما في حديث صححه القرطبي وابن ناصر الدين حافظ الشام وغيرهما. فانتفعا بالإيمان بعد الموت على خلاف القاعدة إكراما لنبيه - صلى الله عليه وسلم - كما أحيا قتيل بني إسرائيل ليخبر بقاتله. وكان عيسى - عليه السلام - يحيي الموتى، وكذلك نبينا - صلى الله عليه وسلم - أحيا الله تعالى على يديه جماعة من الموتى. وقد صح أن الله تعالى رد عليه - صلى الله عليه وسلم - الشمس بعد مغيبها حتى صلى علي كرم الله وجهه العصر، فكما أكرم بعود الشمس والوقت بعد فواته فكذلك أكرم بعود الحياة ووقت الإيمان بعد فواته. وما قيل إن قوله تعالى - { وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ [1] } - نزل فيهما لم يصح وخبر مسلم «إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ [2]» "كان قبل علمه اهـ ملخصا [3]

اور شامی میں دوسری جگہ باب النکاح الکافر میں یہ ہے كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين أهل الكفر [4]، اور اسکی دلیل میں یہ حدیث پیش کی حضور ﷺ کا ارشاد: وُلِدْتُ من نِكَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ [5]، اس لئے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے والدین کے زمانہ جاہلیت کے نکاح پر جو قبل الاسلام پایا گیا اس پر نکاح کا اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے (اور چونکہ اس حدیث سے استدلال پر یہ لازم آتا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کا نکاح قبل الاسلام پایا گیا تھا اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں) ولا يقال: إن فيه إساءة أدب لاقتضائه كفر الأبوين الشريفين مع أن الله تعالى أحياهما له وآمنا به كما ورد في حديث ضعيف. لأنا نقول: إن الحديث أعم بدليل رواية الطبراني وأبي نعيم وابن عساكر «خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِي أَبِي وَأُمِّي لَمْ يُصِبْنِي مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ» [6]، یعنی حضور ﷺ جو نکاح کا اثبات اور سفاح کی نفی فرما رہے ہیں وہ صرف آپ اپنے والدین ہی کے لحاظ سے نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ سفاح کی

---

[1] اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی (سورة البقرة ۱۱۹)

[2] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان أن من مات على الكفر فهو في النار الخ ۲۰۳

[3] رد المحتار على الدر المختار - ج ٦ ص ٣٦٩

[4] رد المحتار على الدر المختار - ج ٤ ص ٣٤٧

[5] أخرجه الطبري في التفسير ج ۱۱ ص ٥٦، والبيهقي ج ۷ ص ۹۰، وابن سعد ج ۱ ص ۳۲، وانظر الدر المنثور ج ۲ ص ۲۹٤، رد المحتار على الدر المختار ج ٤ ص ٣٤٧ - ٣٤٨

[6] رد المحتار على الدر المختار - ج ٤ ص ٣٤٨

نفی فرمارہے ہیں اپنے جملہ اصول سے آدم علیہ السلام تک۔ اور ظاہر ہے کہ جملہ اصول کا ایمان ثابت نہیں اور ابوین کا گو ثابت ہے لیکن عند النکاح نہیں بلکہ بعد النکاح والموت دوبارہ زندہ کر کے۔ پس استدلال اس حدیث (وُلِدْتُ من نِكَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ) سے اس مسئلہ (کل نکاح صحیح بین المسلمین فهو صحیح بین أهل الکفر) پر درست ہے۔

حدیث الباب کی توجیہ اسی طرح فقہ اکبر والی رائے کا جواب: اور اسی طرح کی جو اور چیزیں منقول ہیں مثلاً امام صاحبؒ سے فقہ اکبر میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی موت کفر پر ہوئی اور ایسے ہی جو صحیح مسلم میں ہے اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي [1]، اور ایسے ہی یہ حدیث یَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ: «فِي النَّارِ» الخ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان احیاء سے ہوا اور احیاء اس کے بعد، حجۃ الوداع میں ہوا اسکے بعد علامہ شامیؒ نے دوسرا قول نجات ابوین شریفین کے سلسلہ میں لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی وفات فترۃ کے زمانہ میں ہوئی، اسکے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ قول مبنی ہے اصول اشاعرہ پر، أن من مات ولم تبلغه الدعوی يموت ناجياً، اس کے بعد انہوں نے اسمیں ماتریدیہ کا مسلک لکھا ہے کہ وہ اہل فترت کے بارے میں مطلقاً نجات کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک اس میں تفصیل [2] ہے جس کو شامیؒ نے ذکر کرنے کے بعد اخیر میں فرمایا، فالظن في كرم الله تعالى أن يكون أبواه۔ صلى الله عليه وسلم - من أحد هذين القسمين، بل قيل إن آباءه - صلى الله عليه وسلم - كلهم موحدون [3]۔

اولی یہ ہے کہ اس بحث کو چھیڑا نہ جائے: اور پھر اختتام بحث پر یہ لکھا ہے بعض محققین کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہ اس مسئلہ کو اگر ذکر کیا بھی جائے تو انتہائی ادب کے ساتھ ورنہ اول تو ذکر کی ضرورت ہی کیا ہے اسلئے کہ اس سے ناواقف ہونا کوئی مضر نہیں، نہ ہم سے اس کے بارے میں حشر میں یا قبر میں سوال ہوگا۔ فحفظ اللسان عن التكلم فيها إلا

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الکسوف - باب استئذان النبي صلى الله عليه وسلم ربه عز وجل في زيارة قبر أمه ٩٧٦

[2] ماتریدیہ کا مسلک اس میں یہ لکھا ہے: أما الماتريدية، فإن مات قبل مضي مدة يمكنه فيها التأمل ولم يعتقد إيمانا ولا كفرا فلا عقاب عليه، بخلاف ما إذا اعتقد كفرا أو مات بعد المدة غير معتقد شيئا (رد المحتار على الدر المختار، ج ٤ ص ٣٤٨)، یعنی ماتریدیہ کہتے ہیں اہل فترۃ کے بارے میں اگر اس کے بلوغ کے بعد اتنی مدت ہی نہیں گذری جس میں تأمل کر سکے حق اور ناحق کے درمیان اور حال یہ کہ وہ نہ اعتقاد رکھتا ہو ایمان کا اور نہ کفر کا تو ایسی صورت میں اس پر عقاب نہیں وہ ناجی ہے، اور اگر کفر کا اعتقاد رکھتا ہو یا مدت تأمل کے بعد مر الغیر کسی اعتقاد کے نہ ایمان کا نہ کفر کا، تو اس صورت میں ناجی نہیں، آگے اس میں یہ ہے کہ ماتریدیہ میں جو بخاری ہیں وہ اہل فترۃ کے بارے میں اشاعرہ کے موافق ہیں اور وہ جو امام صاحبؒ سے منقول ہے لا عذر لأحد في الجهل بخالقه، اس کو انہوں نے ما بعد البعثة پر محمول کیا ہے، لیکن بخاریین کی یہ رائے اس شخص کے علاوہ میں ہے جو باعتقاد کفر مرے اس لئے کہ جو شخص اعتقاد کفر یعنی شرک کی حالت میں مرے گا اس کے جہنمی ہونے کی نوویؒ اور فخر الدین رازیؒ نے تصریح کی ہے وعليه حمل بعض المالكية ما صح من الأحاديث في تعذيب أهل الفترة بخلاف من لم يشرك منهم ولم يوحد بل بقي عمره في غفلة من هذا كله ففيهم الخلاف، وبخلاف من اهتدى منهم بعقله كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل فلا خلاف في نجاتهم (رد المحتار على الدر المختار ج ٤ ص ٣٤٩)، اس کے بعد وہ عبارت ہے جو شرح میں مذکور ہے۔

[3] رد المحتار على الدر المختار - ج ٤ ص ٣٤٩

بخير أولى وأسلم [1]، بظاہر یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ضرورۃً اس میں کلام کیا بھی جائے تو خیر کے ساتھ کیا جائے اولیٰ اور اسلم یہی ہے، اور اس سے پہلے کہہ چکے ہیں انتہائی ادب کے ساتھ، اور یہ دونوں باتیں تو قول بایمانہما ہی میں ہیں جیسا کہ اوپر سے اس کو ثابت کرتے چلے آئے ہیں، واللہ اعلم۔ وھو الموفق للصدق والصواب۔ والحدیث اخرجہ مسلم قالہ المنذری۔

٤٧١٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ».

ترجمة: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے جسم میں شیطان اس طرح سے دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے۔

تخريج: صحيح مسلم - السلام (٢١٧٤) سنن أبي داود - السنة (٤٧١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٦/٣)

شرح الحديث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ شیطان انسان کی رگوں میں گھوم جاتا ہے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اندر اتنی طاقت اور سکت رکھی ہے کہ وہ انسان کے باطن میں اسکی رگوں تک میں پہنچ جائے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مجازاً کثرت اغواء اور القاء الوساوس ہے، گویا ہر وقت انسان کیساتھ رہتا ہے، اس سے جدا نہیں ہوتا، خون کی طرح، والحدیث اخرجہ مسلم بطولہ، واخرجہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ من حدیث صفیۃ بنت حیی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وقد تقدم فی کتاب الصیام، قالہ المنذری۔

٤٧٢٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ، وَلَا تُفَاتِحُوهُمُ الْحَدِيثَ».

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ (فرقہ) قدریہ کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان لوگوں سے سلام اور گفتگو میں پہل کرو۔

تخريج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٢٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٠/١)

---

[1] رد المحتار على الدر المختار - ج ٤ ص ٣٥٠

١٩ - بَابٌ فِي الْجَهْمِيَّةِ

جہمیہ فرقہ کا بیان

اور ایک نسخہ میں ہے "فی الجهمية والمعتزلة" جہمیہ وہ فرقہ ہے جو جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے جو اجبار واضطرار کا قائل ہے یعنی انسان اپنے اعمال میں بااختیار نہیں بلکہ مجبور ہے اور یہ کہ انسان کے سب افعال حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں، بندہ کی طرف ان کی نسبت جاری ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث مانتا ہے، نیز وہ باری تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتا ہے صفات مشترکہ یعنی جس صفت کا اطلاق انسان پر ہو سکتا ہو جیسے علم قدرت حیات، کلام کیونکہ یہ صفات انسان میں بھی پائی جاتی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ میں بھی یہ پائی جائیں گی تو شرکت لازم آئے گی اور جو صفات غیر اللہ میں نہیں پائی جاتیں جیسے احیاء واماتہ اور خلق ان کا وہ انکار نہیں کرتا نیز کلام اللہ کو حادث مانتا ہے، سید مرتضیٰ زبیدیؒ کہتے ہیں کہ جہمیہ ایک جماعت ہے خوارج میں سے جو منسوب ہے جہم بن صفوان کی طرف جس کو قتل کیا گیا بنو امیہ کے آخری دور میں [1]، اور میزان الاعتدال میں ہے جهم بن صفوان، أبو محرز السمرقندي الضال المبتدع، رأس الجهمية. هلك في زمان صغار التابعين. وما علمته روى شيئا. لكنه زرع شرا عظيما [2]، اور فتح الباری [3] میں ہے کہ اس کا قتل ۱۲۸ھ میں ہوا، یہ تو جہمیہ کے بارے میں ہوا، اور معتزلہ قدریہ ہی میں سے ایک جماعت ہے ان کا نام معتزلہ، ایک قول کی بنا پر، اس لئے ہوا کہ رئیس المعتزلہ واصل بن عطاء جو کہ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، جب واصل نے منزلۃ بین المنزلتین کا قول اختیار کیا، یعنی یہ کہ صاحب کبیرہ نہ مؤمن مطلق ہے نہ کافر مطلق، بلکہ بین المنزلتین ہے، تو اس پر حسن بصریؒ نے فرمایا تھا اعتزل عنا واصل، اسی لئے اس کو معتزلہ کہا گیا (عون) معتزلہ نفیِ صفات کے قائل ہیں لیکن جبر واضطرار کے قائل نہیں، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ نفی صفات ہی توحید کا مقتضا ہے اس لئے کہ اگر صفات باری کو تسلیم کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں، یا ان کو قدیم مانا جائے گا یا حادث، اگر قدیم مانتے ہیں تو تعدد قدماء لازم آئے گا، اور اگر حادث مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا لازم آئے گا اہل سنت کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے (کما فی شرح العقائد) کہ ممنوع تعدد الوجبہ ہے نہ کہ تعدد القدماء مطلقًا، یعنی واجب لذاتہ کا تعدد ممنوع ہے تعدد قدیم ممنوع نہیں لہٰذا صفات اس میں داخل نہیں، ان کا تعدد ہو سکتا ہے، وجواب آخر وھو ان الصفات لیست غیر الذات وان لم تکن عین الذات ایضًا۔ جیسا کہ عقائد نسفی میں ہے: وھی لا ھو ولا غیرہ [4] کہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] تاج العروس من جواهر القاموس — ج ۳۱ ص ۴۳۳

[2] ميزان الإعتدال في نقد الرجال — ج ۲ ص ۱۵۹

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۳ ص ۳۴۶

[4] شرح العقائد النسفية — ص ۱۳۵ - ۱۳۷

صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ اس کا غیر، شرح عقائد دیکھئے معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں۔ اصحاب توحید تو اس لئے جو وجہ اوپر گزری یعنی نفی صفات ورنہ اثبات صفات کی صورت میں تعدد قدماء لازم آتا ہے جو منافی توحید ہے اور اصحاب العدل اس لئے کہ وہ وجوب الجزاء علی اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ پر مطیع کو ثواب دینا واجب ہے، اور عاصی کو عقاب دینا، وہ کہتے ہیں عدل کا مقتضی یہی ہے۔

٤٧٢١ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ: هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ: آمَنْتُ بِاللَّهِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ بے مقصد بیکار سوالات کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام مخلوق کو پیدا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا تو جس آدمی کو اس قسم کا شک ہو تو وہ اس طرح کہے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا آمَنْتُ بِاللَّهِ

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٢) صحيح مسلم - الإيمان (١٣٤) صحيح مسلم - الإيمان (١٣٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣١)

شرح الحدیث: یعنی لوگ فضول سوالات واہی تباہی کرتے ہی رہیں گے حتی کہ بعض یہ سوال کر بیٹھیں گے کہ ساری مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا، پس جس شخص کو یہ وسوسہ آئے تو اسکو چاہئے کہ یہ کہے آمَنْتُ بِاللَّهِ، اور اس وسوسہ اور سوال کے جواب میں غور وخوض نہ کرے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے جیسا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت خلق ہے یعنی صفت خلق اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے اس کے علاوہ کوئی خالق ہے ہی نہیں لہٰذا یہ سوال باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا[1]، آپ ﷺ نے اس وسوسہ کے ازالہ کا جو جواب فرمایا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے سے یہ وسوسہ خود ہی زائل ہو جائے گا، اس کے بعد والی روایت میں یہ زیادتی ہے: "فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا: اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطَانِ".

الحديث الاول اخرجه البخاري، ومسلم والنسائي، والثاني اخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٤٧٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: "فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا: اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ

[1] اور متکلمین اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہر ممکن اور حادث کیلئے خالق اور موجد کا ہونا ضروری ہے نہ کہ واجب کیلئے ورنہ تو تسلسل لازم آئیگا جو عقلاً محال ہے۔

عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطَانِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے گزشتہ حدیث کی طرح اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ اس طرح کہنے لگیں تو تم لوگ اس طرح کہو: اللہ ایک ہے اللہ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں (وہ بے نیاز ہے) نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ کسی نے اس کو جنم اور نہ کوئی اس کے برابر ہے پھر وہ شخص بائیں جانب تھونک دے اور شیطان (مردود) سے اللہ کی پناہ۔

تخریج: صحیح البخاري - بدء الخلق (۳۱۰۲) سنن أبي داود - السنة (۴۷۲۲)

٤٧٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرَةَ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّتْ بِهِمْ سَحَابَةٌ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: «مَا تُسَمُّونَ هَذِهِ؟» قَالُوا: السَّحَابَ، قَالَ: «وَالْمُزْنَ» قَالُوا: وَالْمُزْنَ، قَالَ: «وَالْعَنَانَ» قَالُوا: وَالْعَنَانَ "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ أُتْقِنِ الْعَنَانَ جَيِّدًا» قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ؟» قَالُوا: لَا نَدْرِي، قَالَ: «إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً، ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذَلِكَ» حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ «ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بطحا میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا جس میں آنحضرت ﷺ بھی تشریف فرماتھے کہ اسی وقت اوپر سے بادل کا ایک ٹکڑا گزرا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا اور ارشاد فرمایا: تم لوگ اس کو کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: سحاب (بادل) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مزن بھی کہتے ہیں؟ عرض کیا گیا: مزن بھی کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: عنان بھی، عرض کیا گیا: عنان بھی۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عنان کے متعلق صحیح یاد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کو علم ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان کس قدر مسافت ہے؟ عرض کیا گیا: ہم لوگوں کو معلوم نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا ہے۔ پھر اس کے اوپر دوسرا آسمان بھی اسی قدر مسافت پر ہے پھر تیسرا آسمان (بھی اسی قدر مسافت پر ہے) حتٰی کہ آپ ﷺ نے ساتویں آسمان کو بیان فرمایا۔ پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے کہ جس کے نیچے والے حصہ اور بالائی حصہ میں اس قدر مسافت ہے کہ جس طرح (ایک) آسمان سے دوسرے (آسمان تک) پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں (مطلب یہ ہے کہ بکروں کی شکل میں ملائکہ ہیں) جن کے پاؤں کے کھر اور گھٹنوں میں اس طرح مسافت ہے کہ جیسے (ایک) آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت ہے پھر ان

فرشتوں کی پشت پر عرش معلیٰ واقع ہے اس عرش کے اوپر کے اور نیچے کے درمیان میں اس قدر مسافت ہے کہ جتنی کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک مسافت ہے پھر اللہ تعالیٰ اس عرش کے معلیٰ اوپر ہے۔

٤٧٢٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ سِمَاكٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: سماک سے اسی طرح مروی ہے۔

٤٧٢٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ سِمَاكٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ الطَّوِيلِ.

ترجمہ: احمد بن حفص نے بواسطہ اپنے والد حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ سِمَاكٍ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي-تفسير القرآن (٣٣٢٠) سنن أبي داود-السنة (٤٧٢٣) سنن ابن ماجه-المقدمة (١٩٣)

حدیث الاوعال کا مضمون: حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بطحاء مکہ میں ایک جماعت میں تھا جن میں حضور ﷺ بھی تھے تو اسی اثناء میں آسمان میں ایک بادل کا ٹکڑا گزرا، آپ ﷺ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور حاضرین سے پوچھا کہ تم اس کا کیا نام رکھتے ہو تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم اس کو سحاب کہتے ہیں، آپ نے پوچھا اور مزن بھی کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں مزن بھی کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ عنان بھی کہتے ہو انہوں نے عرض کیا جی عنان بھی کہتے ہیں، پھر آپ نے یہ سوال کیا کہ جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے، انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ اکہتر یا بہتر سال کا ہے۔ ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذَلِكَ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ، پھر فرمایا آپ ﷺ نے کہ اس آسمان کے اوپر جو دوسرا آسمان ہے ان دونوں کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہے۔ اور اسی طرح آپ نے سات آسمان شمار کرائے اور فرمایا کہ ساتویں آسمان پر ایک سمندر ہے جسکی تلی اور اوپر کی سطح کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔ ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس سمندر کے اوپر آٹھ بکرے ہیں یعنی فرشتے جو بکروں کی شکل میں ہیں جو اپنے جسم اور قد و قامت کے اعتبار سے ایسے ہیں کہ ان کے پاؤں کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، یعنی ان کی پنڈلیاں اتنی بڑی اور لمبی ہیں، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ، اور ان فرشتوں کی کمر پر عرش ہے جس کی گہرائی (اونچائی) اتنی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ثُمَّ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ، پھر اس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ ہیں، یہ حدیث دلالت کر رہی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ فوق العرش ہے اور جہمیہ جن کے رد میں یہ باب ہے وہ عرش کے بھی منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فوق العرش ہونے کے بھی، یعنی وہ صاف یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں بلکہ

عرش ہی کا سرے سے انکار کرتے ہیں، یہ تو الگ بات ہے کہ عرش پر ہونے کا مطلب کیا ہے، مگر وہ سرے ہی سے اس چیز کا انکار کرتے ہیں، اور ہمارے سلف صالحین صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل علم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کا فوق العرش ہونا تسلیم کرتے ہیں، اور عرش پر ہونے کی تشریح اور کیفیت کچھ بیان نہیں کرتے اسکی کیفیت کے بارے میں وہ اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہیں کسی شخص نے حضرت امام مالکؒ سے الرحمن علی العرش استوی کی تفسیر معلوم کی تھی، پوچھنے والا مبتدعین میں سے ہوگا، تو انہوں نے فرمایا الاستواء معلوم، والکیف مجهول، والسؤال عنه بدعة، اخرجوا هذا المبتدع عن المجلس۔

حديث الاوعال من حيث السند؟ اس حدیث کو حدیث الاوعال سے تعبیر کرتے ہیں، لفظ اوعال اس حدیث میں مذکور ہے جو وعل کی جمع ہے، یعنی تیس جبلی، پہاڑی بکرا، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے، انہوں نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَرَوَى شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، بَعْضَ هَذَا الحَدِيثِ وَوَقَفَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، بعض محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے دو وجہ سے ایک اس وجہ سے کہ اس کی سند میں ولید بن ابی ثور ہیں، دوسرے یہ کہ اسی مضمون کی حدیث ترمذی میں من طریق الحسن عن ابی ہریرۃ مذکور ہے جس میں یہ آخری کلمہ یعنی ثُمَّ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد زمین کا تذکرہ ہے: «هَلْ تَدْرُونَ مَا الَّذِي تَحْتَ ذَلِكَ» ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «فَإِنَّ تَحْتَهَا أَرْضًا أُخْرَى، بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ» حَتَّى عَدَّ سَبْعَ أَرَضِينَ [1]، حافظ ابن القیمؒ نے مثبتین حدیث کی طرف سے دونوں کا جواب دیا ہے کہ ولید بن ابی ثور منفرد کہاں ہے خود ابو داؤد میں ان کے دو متابع موجود ہیں عمرو بن ابی قیس عن سماك، ابراهيم بن طهمان عن سماك۔ اور حدیث الحسن عن ابی هریرةؓ کے معارضہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ معارضہ فاسد ہے فإن الترمذي ضعف حديث الحسن هذا، وقال فيه: ''غريب'' فقط (جب کہ حدیث الباب کے بارے میں کہا) ''حسن غريب'' قال: ويروى عن أيوب و يونس بن عبيد وعلى بن زيد قالوا: لم يسمع الحسن من أبي هريرة [2]۔ الحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، وقال الترمذي حسن غريب، قاله المنذري.

٤٧٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الرِّبَاطِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ أَحْمَدُ: كَتَبْنَاهُ مِنْ نُسْخَتِهِ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، جُهِدَتِ الْأَنْفُسُ، وَضَاعَتِ الْعِيَالُ، وَنُهِكَتِ الْأَمْوَالُ، وَهَلَكَتِ الْأَنْعَامُ، فَاسْتَسْقِ اللهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا تَقُولُ؟» وَسَبَّحَ رَسُولُ

[1] جامع الترمذي - كتاب التفسير القرآن - باب: ومن سورة الحديد ٣٢٩٨

[2] تهذيب السنن - ج٥ص ٢١٥٩-٢١٦١

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ، شَأْنُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ، وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا اللّٰهُ، إِنَّ عَرْشَهُ عَلَى سَمَاوَاتِهِ لَهٰكَذَا» وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ «وَإِنَّهُ لَيَئِطُّ بِهِ أَطِيطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ» قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ: «إِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهِ، وَعَرْشُهُ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ» وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: وَابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ وَالْحَدِيثُ بِإِسْنَادِ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ هُوَ الصَّحِيحُ وَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، وَرَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، كَمَا قَالَ أَحْمَدُ، أَيْضًا وَكَانَ سَمَاعُ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَابْنِ الْمُثَنَّى، وَابْنِ بَشَّارٍ مِنْ نُسْخَةٍ وَاحِدَةٍ فِيمَا بَلَغَنِي.

ترجمہ عبد الاعلیٰ کے والد جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ مشقت اور تکلیف میں مبتلا ہو گئے اور آل واولاد ہلاک ہو گئے اور مال واسباب گھٹ گئے اور جانور مر گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا فرمائیں ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو سفارشی بنا کر لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آپ کے پاس سفارش لاتے ہیں (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا بات کہہ رہے ہو؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس دیہاتی شخص کے کہنے کا حضرات صحابہ کرامؓ کے چہروں پر اثر معلوم ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا برا ہو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے سامنے اللہ کی سفاش نہیں کی جاتی، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے اور وہ اس قسم کی بات سے برتر ہے تمہارا برا ہو کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان کیسی ہے؟ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) کہ اس کا عرش قُبّہ کی طرح ہے اس کے باوجود (عرشِ الٰہی اللہ جل جلال کی عظمت اور اس کے خوف سے) چرچراتا ہے جس طرح کہ کسی سوار کے نیچے (اونٹ وغیرہ کے) پالان چرچراتے ہیں۔ اپنی روایت میں ابن بشار نے اس قدر اضافہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہیں۔ اور اس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ عبد الاعلیٰ' ابن مثنیٰ' ابن بشار تینوں اساتذہ نے یعقوب اور جبر بن محمد بن جبیر' عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث احمد بن سعید کی سند والی ہی صحیح ہے (اس لئے کہ) اس کی ایک جماعت نے موافقت فرمائی ہے جن میں یحییٰ' علی بن مدینی ہیں اور ابن اسحٰق سے ایک جماعت نے اس طریقہ سے روایت کیا ہے کہ جس طریقہ سے احمد نے روایت کیا ہے اور مجھ کو جو اطلاع ملی ہے کہ عبد الاعلیٰ اب مثنیٰ' ابن بشار کا روایت سننا ایک ہی نسخہ سے ہے۔

حدیث لاطیط کا مضمون جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! سب لوگ مشقت میں پڑے ہوئے ہیں اور بچے ضائع ہو رہے ہیں اور اموال میں بڑی کمی آ گئی ہے اور جانور مرے جا رہے ہیں، یعنی خشک سالی کی وجہ سے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کر دیجئے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ

پر سفارشی بنا کر پیش کرتے ہیں (اس جملہ میں تو کوئی اشکال نہیں) اور اللہ تعالیٰ کو سفارشی بناتے ہیں آپ ﷺ پر (یہ قابل اشکال ہے چنانچہ) آپ ﷺ نے فرمایا تیرا ناس ہو تجھے خبر بھی ہے تو کیا کہہ رہا ہے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے، اور آپ ﷺ تسبیح پڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ اسکا احساس صحابہ کرامؓ کے چہروں میں بھی معلوم ہونے لگا یعنی آپ ﷺ کو ناگواری ہونے کا پھر آپ ﷺ نے فرمایا تیرا ناس ہو، واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سفارشی نہیں بنایا جاتا اس کی مخلوق میں سے کسی پر، اس لئے کہ سفارشی کا درجہ کم ہوتا ہے اس سے جس کے پاس سفارش لی جائے جاتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو سفارشی بنانا بے محل ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا اللهُ. إِنَّ عَرْشَهُ عَلَى سَمَاوَاتِهِ لَهَكَذَا» وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ «وَإِنَّهُ لَيَئِطُّ بِهِ أَطِيطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ».

قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ: «إِنَّ اللهَ فَوْقَ عَرْشِهِ، وَعَرْشُهُ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ»: کہ تیرا ناس ہو، تو جانتا بھی ہے اللہ تعالیٰ کو یعنی اس کی عظمت کو، بیشک اللہ تعالیٰ کا عرش اس کے پیدا کئے ہوئے آسمانوں پر اس طرح ہے اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کی انگلیوں کے اشارہ سے سمجھایا جیسے کسی چیز کے اوپر قبہ بنا دیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش آسمانوں کو اس طرح گھیرے ہوئے ہے جیسے کسی چیز کے اوپر قبہ بنا دیا جائے جیسے کسی چھوٹی سی پلیٹ کے اوپر بڑا سرپوش رکھدیا جائے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ عرش کے اتنے عظیم ہونے کے باوجود کہ تمام آسمانوں پر وہ محیط ہے پھر بھی وہ چرچر بولتا ہے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے یعنی اس کی عظمت کی وجہ سے جیسے بعض مرتبہ کجاوہ اپنے سوار کے وزن کی وجہ سے چرچراتا ہے۔

حدیث اطیط الرحل کی تشریح: امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کی کیفیت مذکور ہے حالانکہ استواء علی العرش کی جو کیفیت یہاں اس حدیث میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے معنی حقیقی پر محمول نہیں ہے اور اس کلام سے مقصود ظاہری معنی کا اثبات نہیں ہے بلکہ مقصود تمثیل اور تقریب ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کی عظمت شان کو ایک حسی مثال سے سمجھانا، اس لئے کہ سوال کرنے والا ایک ناواقف دیہاتی تھا تو جہاں تک اس کی فہم کی رسائی ہو سکتی تھی اسی کے مطابق اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو اس کے ذہن کے قریب کیا گیا ہے پس معنی مرادی اس کلام کے قوله أَتَدْرِي مَا اللهُ یہ ہیں اتدری ماعظمة الله وجلاله، یعنی اللہ سے مراد عظمت اللہ ہے وقوله إنه ليئط به معناه إنه ليعجز عن جلاله حتى يئط به إذ كان معلوما أن أطيط الرحل بالراكب إنما يكون لقوة ما فوقه ولعجزه عن احتماله. فقرب بهذا النوع من التمثيل عنده معنى عظمة الله وجلاله وارتفاع عرشه. ليعلم أن الموصوف بعلو الشأن وجلالة القدر، وفخامة الذكر لا يجعل شفيعاً إلى من هو دونه في القدر، وأسفل منه في الدرجة وتعالى الله أن يكون مشبهاً بشيء، ومكيفاً بصورة خلق أو مدركا بحد لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ[1] کہہ رہے ہیں کہ عرش کے چرچرانے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ عرش باوجود اتنا عظیم ہونے کے کہ اس نے تمام آسمانوں کو ڈھانپ رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی جلالت و عظمت شان کے سامنے عاجز اور کمزور ہے جیسا کہ راکب کے وزن سے بعض مرتبہ کجاوہ آواز کرنے لگتا ہے تو اس تمثیل کے ذریعہ سے اس اعرابی کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو اس کے ذہن کے قریب کیا گیا ہے، اور یہ کہ جو ذات اتنی بڑی عظمت شان کے ساتھ متصف ہو اس کو کسی ایسے شخص پر سفارشی نہیں بنایا جاسکتا جو اس سے مرتبہ میں کم تر ہو، اور بھلا حقیقۃً اللہ تعالیٰ کو کسی شئ کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور کیسے اس کی حد کا ادراک کیا جاسکتا ہے (اسلئے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے غیر محدود ہے محدود ہونا تو ممکن کی صفت ہے، وہ تو واجب لذاتہ ہے) لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ[2]۔

اس کے بعد اس کی سند میں جو اختلاف ہے مصنف اس کو بیان کر رہے ہیں: وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: وَابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ وَالْحَدِيثُ بِإِسْنَادِ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ هُوَ الصَّحِيحُ.

شرح السند: اوپر سند میں آیا تھا عن یعقوب بن عتبہ عن جبیر، مصنف کے اس حدیث میں چار استاذ ہیں ان چار میں احمد بن سعید نے تو سند اسی طرح بیان کی یعنی جبیر بن محمد کو یعقوب کا استاذ قرار دیا اور باقی تین استاذوں نے جو سند کے شروع میں مذکور ہیں انہوں نے بجائے "عن جبیر بن محمد" کے "وجبیر بن محمد" عطف کے ساتھ کہا، یعنی جبیر کو یعقوب کا رفیق بنا دیا، گویا محمد بن اسحاق یعقوب اور جبیر دونوں سے روایت کرتے ہیں، پھر آگے مصنف نے جو سند انہوں نے اوپر ذکر کی ہے احمد بن سعید والی اس کی تصحیح کی ہے کہ صحیح اسی طرح ہے، اور وجہ ترجیح یہ بیان کی کہ اس میں احمد بن سعید کی موافقت کی ہے ایک جماعت نے جن میں یحیٰی بن معین اور علی بن المدینی بھی ہیں، آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح احمد کی سند میں جریر محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں اسی طرح چند اور حضرات بھی محمد بن اسحاق سے اسی طرح روایت کرتے ہیں گویا احمد کی متابعت کرنے والے ان کے استاذ میں بھی ہیں اور استاذ الاستاذ میں بھی، پہلی متابعت اصولاً متابعت تامہ ہے اور دوسری متابعت قاصرہ، چنانچہ شرح نخبہ میں ہے والمتابعةُ على مراتِبَ: [لأنَّها] إنْ حصَلَتْ للرَّاوي نفسِهِ؛ فهي التَّامَّةُ. وإنْ حصَلَتْ لشيخِهِ فمَنْ فوقَهُ؛ فهي القاصِرةُ. ويُستفادُ منها التَّقويةُ[3]، مصنف نے چونکہ احمد بن سعید کی روایت کو ترجیح دی ہے متابعت اور کثرت کی وجہ سے تو کسی نے کہا کہ دوسری جانب میں بھی تو کثرت ہے، چنانچہ تین راوی ہیں عبد الاعلی، ابن المثنی، ابن بشار، تو اس کا جواب دے رہے ہیں: وَكَانَ سَمَاعُ عَبْدِ الْأَعْلَى الخ وہ یہ کہ یہ اگرچہ تین راوی ہیں لیکن ان تینوں کا سماع اپنے استاد سے ایک ہی نسخہ

---

[1] نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے سننے والا دیکھنے والا (سورۃ الشوریٰ ١١)

[2] معالم السنن—ج ٤ ص ٣٢٨-٣٢٩

[3] نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر — ص ٨٦

سے ہے لہٰذا یہ تین حکم میں واحد کے ہے۔

حدیث الاطیط پر کلام جرحاً و تاویلاً: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ حدیث الاطیط کی تشریح اور تاویل میں ہم نے امام خطابیؒ کا جو کلام نقل کیا ہے وہ بذل المجہود [1] سے لیا ہے گویا حضرتؒ کی رائے بھی وہی ہے جو امام خطابیؒ کی ہے لیکن صاحب عون المعبود جو کہ منکرین تقلید میں سے ہیں (اور یہ منکرین تقلید اپنے آپ کو لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اہل حدیث اور سلفی سے تعبیر کرتے ہیں) انہوں نے امام خطابیؒ کے کلام پر نقد کیا ہے اور لکھا ہے کہ کلام الإمام الخطابي فيه تأويل بعيد خلاف للظاهر لا حاجة إليه وإنما الصحيح المعتمد في أحاديث الصفات إمرارها على ظاهرها من غير تأويل ولا تكييف ولا تشبيه ولا تمثيل كما عليه السلف الصالحون والله أعلم اهـ [2] ہمارے خیال میں صاحب عون کی طرف سے یہ مغالطہ ہے امام خطابیؒ کی یہ تاویل سلف صالحین کے مسلک کے خلاف نہیں ہے سلف صالحین نے جن احادیث صفات کے بارے میں یہ کہا ہے کہ امرارها على ظاهرها تو یہ ان احادیث صفات کے بارے میں کہا ہے جو مطلق ہیں جن میں کیفیت مذکور نہیں جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى [3] اور ينزل ربنا كل ليلة في الثلث الاخير [4]، وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ [5] اس طرح کی احادیث صفات کے بارے میں ہم (متبعین سلف صالحین) ان کی حقیقت کے قائل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ یہ احادیث اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کیلئے ید کے قائل ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں ليس يده كيدنا بل لا نعلم حقيقتها وله سبحانه وتعالى يد تليق بشأنه، اس لئے کہ سلف صالحین تشبیہ و تمثیل کے قائل نہیں لیکن اگر کسی حدیث میں احادیث صفات میں سے اس طرح کی باری تعالیٰ کی صفات کیفیت کے ساتھ مذکور ہوں جیسا کہ اس حدیث الاطیط میں تو اس طرح کی حدیث سلف کے نزدیک اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اسی لئے ہم نے کہا صاحب عون کے کلام میں مغالطہ ہے بظاہر وہ خود بھی سمجھتے ہوں گے اس بات کو لیکن لکھ یہ رہے ہیں اور اسی طرح حافظ ابن قیم بھی تہذیب السنن میں اس حدیث کی تصحیح کے درپے ہیں انہوں نے اس پر بہت مبسوط کلام کیا ہے امام خطابیؒ نے تو اس حدیث پر کلام من حيث التاويل کیا ہے انہوں نے اس کو مؤول قرار دیا ہے اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے صرف یہ لکھا ہے: وذكر

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۶۲

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۵-۱۶

[3] وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا (سورۃ طٰہٰ ۵)

[4] يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرِ (صحيح البخاري - كتاب التهجد - باب الدعاء والصلاة من آخر الليل ۱۰۹٤)

[5] المعجم الكبير للطبراني ٤٨٩ — ج ۱ ص ۱۸٦

البخاري هذا الحديث في التاريخ من رواية جبير بن محمد بن جبير عن أبيه عن جده ولم يدخله في الجامع الصحيح [1]

لیکن حافظ منذریؒ نے اس حدیث کے ثبوت پر کافی جرح کی ہے، لہٰذا اس کی طرف رجوع کیا جائے خلاصہ ان کی جرح کا یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں جو کہ مدلس ہیں اور وہ اسکو "عن" سے روایت کرتے ہیں اور عنعنہ مدلس کا معتبر نہیں ابن اسحاق کی روایت پر تو تصریح سماع کے بعد بھی محدثین کو کلام ہے چہ جائیکہ اس صورت میں جب کہ تصریح سماع ہی نہ ہو (فكيف اذالم يصرح به) نیز ابن اسحاق اس کو یعقوب سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور دوسرا یہ کہ اس کے ساتھ یعقوب بن عتبہ متفرد ہے جبیر بن محمد سے روایت کرنے میں اور ان دونوں کی روایت صحیحین میں نہیں ہے اور تیسرا نقد یہ کیا ہے کہ لفظ "لیئط بہ" میں رواۃ کا اختلاف ہے بعض نے لفظ "بہ" اس میں ذکر کیا ہے اور یحیٰی بن معین وغیرہ نے لفظ "بہ" کو ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ زیادہ دخل اشکال میں لفظ "بہ" ہی کو ہے۔

صاحب انوار الباری مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ کتاب مذکور ج ١١، ص ٦٤ میں چند علمی حدیثی فوائد کے عنوان کے تحت فائدہ ثانیہ میں کہتے ہیں: بذل المجهود اور انوار المحمود میں اطیط عرش والی حدیث مذکور پر کچھ کلام نہیں ذکر کیا گیا حالانکہ ضروری تھا، اور فائدہ ثالثہ میں لکھتے ہیں: ابوداؤد باب فی الجهمية میں حدیث اوعال بطریق سماك بن حرب روایت کی گئی ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر حافظ ابن معینؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ، مسلمؒ، نسائیؒ، ابن جوزی حنبلیؒ وغیرہ نے اس حدیث کی صحت سے انکار کیا ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے تہذیب ابی داؤد میں کثرت طرق دکھا کر اس کی تصحیح و تقویت کی سعی کی ہے، حالانکہ انفراد سماک کے بعد کثرت طرق سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن القیم کا علم معرفت رجال میں ضعیف تھا جیسا کہ علامہ ذہبی نے بھی "المعجم المختص" میں اس کی تصریح کر دی ہے، اس حدیث کے بارے میں پوری تحقیق "فصل المقال فی تمحیص احدوثة الاوعال" میں قابل دید ہے، "بذل المجهود" میں یہاں بھی حدیث مذکور کے رجال کے بارے میں کلام بہت ناکافی ہے اور سماک پر تو کچھ بھی نہیں لکھا گیا، جس پر روشنی ڈالنی ضروری تھی اھ [2]۔

---

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ٣٢٩

[2] مولانا سید احمد رضا صاحبؒ نے ملفوظات محدث کشمیری ص ٢٠٥ نامی کتاب میں ایک جگہ ضمناً تقویۃ الایمان کے بارے میں حضرت مدنیؒ کی یہ رائے کہ رسالہ تقویۃ الایمان میں حذف والحاق ہوا ہے اس لئے اس کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے، پر لکھا ہے کہ احقر نے انوار الباری میں عرض کیا تھا کہ میں اس نسبت میں اس لئے بھی متردد ہوں کہ یہ کتاب عقائد میں ہے جن کیلئے قطعیات کی ضرورت ہے جب کہ اس میں حدیث اطیط بھی مذکور ہے جو شاذ اور منکر ہے اگرچہ ابوداؤد کی ہے کیونکہ امام ابوداؤدؒ نے بقول علامہ ذہبیؒ وغیرہ ایسی احادیث پر بھی سکوت کیا ہے جو واضح ضعیف رواۃ کی وجہ ظاهر الضعف والنكارة تھیں اور یہ حدیث نیز ثمانیہ اوعال والی حدیث بھی نہایت منکر و شاذ ہے، اگر یہ پوری تصنیف حضرت شہیدؒ کی ہوتی تو وہ ایسی ضعیف حدیث سے عقائد کے لئے استدلال نہ کرتے، جس میں عقائد تو کیا احکام بھی ثابت نہیں ہو سکتے، اس پر مجھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نے خط لکھا کہ تم نے ایسا کیوں لکھا جب کہ حافظ ابن القیمؒ نے حدیث اطیط کی تصحیح کی ہے، میں نے حضرت کو لکھا...... پھر جب بذل المجهود کی طباعت مصر میں شروع ہوئی تو میں نے حضرت کو توجہ دلائی کہ ان احادیث پر جو کلام محدثین نے کیا ہے وہ حاشیہ میں شائع کر دیا جائے، حضرت نے لکھا کہ جو حضرات طباعت کے لئے گئے

٤٧٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ان فرشتوں میں سے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ایک فرشتے کا حال بیان کرنے کی اجازت ہوئی اس فرشتہ کی کان کی لو سے مونڈھے تک سات سو سال کی مسافت کے بقدر فاصلہ ہے۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ مجھ کو اوپر سے اجازت دی گئی ہے اس بات کی کہ جو فرشتے حملۃ العرش ہیں ان میں سے ایک فرشتہ کا حال بیان کردوں لوگوں سے۔ وہ یہ کہ وہ جثہ کے اعتبار سے اتنا عظیم ہے کہ اسکے مونڈھے اور کان کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے بقدر ہے، اس حدیث کی مناسبت بھی باب سے وہی ہے جو پہلے گزر چکی کہ جہمیہ عرش کا انکار کرتے ہیں۔

٤٧٢٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ يَعْنِي ابْنَ عِمْرَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ سُلَيْمُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ {إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا} إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى {سَمِيعًا بَصِيرًا[1]} قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ إِبْهَامَهُ عَلَى أُذُنِهِ، وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى عَيْنِهِ»، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَيَضَعُ إِصْبَعَيْهِ»، قَالَ ابْنُ يُونُسَ: قَالَ الْمُقْرِئُ: يَعْنِي: إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ، يَعْنِي أَنَّ لِلهِ سَمْعًا وَبَصَرًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا رَدٌّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے تھے {إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا

بقیہ معر گئے ہیں وہ یہ کام نہ کرسکیں گے اور ان پر جو کلام کیا گیا ہے وہ مدرسہ کے نسخہ پر یہاں قلمی موجود ہے اس کی نقل بھجوا رہا ہوں، حضرت نے اس کی نقل کرا کر مجھے رجسٹری ڈاک سے ارسال فرمادی تھی، مگر وہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی اس تحریر میں ابو داؤد کی حدیث اطیط اور حدیث ثمانیہ اوعال دونوں کے رجال پر کلام اور شاذ و منکر ہونے کی تفصیل ہے چونکہ یہ ایک نہایت اہم حدیثی تحقیق ہے اور ان دونوں احادیث سے سلفی حضرات بھی برابر استدلال کرتے ہیں اس لئے اس کا بذل المجہود کے حاشیہ پر طبع ہونا نہایت اہم ضروری تھا مگر افسوس ہے کہ وہ طبع نہ ہوسکا، واضح ہو کہ حدیث اطیط کی وجہ سے سلفی حضرات نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے لئے دنیا کی تمام وزنی اشیاء لوہے پتھر وغیرہ سے زیادہ ثقل مانتے ہیں اور دارمی سجزی نے اپنی کتاب النقض میں بھی اس کو نقل کیا ہے جس میں حق تعالیٰ کیلئے قیام اور جلوس وغیرہ بھی ثابت کیا ہے جس کو علامہ ابن تیمیہؒ نے موافقۃ المعقول (ھامش منھاج السنۃ) میں بھی نقل کیا ہے، الی آخرہ۔ اخیر میں مقالات کوثری ص ٣٤٨ کا حوالہ ہے۔

[1] بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے بیشک اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک اللہ ہے سننے والا، دیکھنے والا (سورۃ النساء: ٥٨)

الْأَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا سَمِيْعًا بَصِيْرًا } تک اور فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے { سَمِيْعًا بَصِيْرًا } تلاوت فرماتے وقت انگوٹھا کان پر رکھا ہوا تھا اور شہادت کی انگلی آنکھ پر رکھی ہوئی تھی (اللہ تعالیٰ کی سننے اور دیکھنے کی صفت واضح کرنے کے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے یعنی اس کے لئے صفت سمع اور بصر ثابت ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس سے فرقہ جہمیہ پر رد ہے (جو ان صفات کے انکاری ہیں)۔

شرح الحدیث: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ اس آیت کریمہ کو تلاوت فرماتے وقت اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا پر جب پہنچے تو اپنا انگوٹھا اپنے کان اور شہادت والی انگلی آنکھ پر رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ کی صفت سمع و بصر کی طرف اشارہ فرمانے کیلئے (مگر تشبیہ وتکییف مقصود نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے آنکھ کان بھی ایسے ہی ہیں) جہمیہ پر رد کرنے کیلئے جو صفات مشترکہ کا انکار کرتے ہیں جن میں سمع وبصر بھی داخل ہیں۔

٢٠۔ بَابٌ فِي الرُّؤْيَةِ

دیدار باری تعالیٰ کا بیان

یہ مسئلہ بھی اہل سنت اور دوسرے فرقوں کے درمیان مختلف فیہ ہے، اہل السنۃ والجماعت اس کے قائل ہیں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی وجہ سے، معتزلہ جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں، یعنی باری تعالیٰ کی رویت بندوں کیلئے بروز قیامت، شرح عقائد میں ہے: ورؤية الله تعالى جائزة في العقل (واجبة بالنقل، وقد ورد الدليل السمعي بإيجاب رؤية المؤمنين الله تعالى في دار الآخرة) أما الكتاب فقوله تعالى: { وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ } [1] وأما السنة فقوله عليه السلام: إنكم سترون ربكم كما ترون القمر ليلة البدر [2] وهو مشهور، رواه أحد وعشرون من أكابر الصحابة رضوان الله عليهم. وأما الإجماع فهو أن الأمة كانوا مجمعين على وقوع الرؤية في الآخرة، وأن الآيات الواردة في ذلك محمولة على ظواهرها [3]۔

منکرین رویۃ کی دلیل اور اسکا جواب: ثم ظهرت مقالة المخالفين وشاعت شبههم وتأويلاتهم. وأقوى شبههم من العقليات: أن الرؤية مشروطة بكون المرئي، في مكان وجهة ومقابلة من الرائي وثبوت مسافة بينهما بحيث لا تكون في غاية القرب ولا في غاية البعد واتصال شعاع من الباصرة بالمرئي، وكل ذلك محال في حق الله تعالى. والجواب: منع هذا الاشتراط. وإليه أشار بقوله: (فيرى لا في مكان ولا على جهة من مقابلة ولا اتصال شعاع ولا ثبوت مسافة بين

---

[1] کتنے منہ اس دن تازہ ہیں اپنے رب کی طرف دیکھنے والے (سورۃ القیامۃ ٢٢-٢٣)

[2] إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ كَمَا تَنْظُرُونَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (المعجم الكبير للطبراني ٢٢٣٢ ج٢ ص٢٩٦)

[3] شرح العقائد النسفية—ص ١٩١

الرائي وبين الله تعالى) وقياس الغائب على الشاهد فاسد [1]. الی آخر ماذکر۔ یعنی رویت باری تعالی عقلاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے اور شرعاً ثابت ہے ان مذکورہ بالا آیات واحادیث کی بناپر اور ایسے ہی اجماع امت سے اور جو لوگ اس کے منکر ہیں معتزلہ وغیرہ ان کا انکار عقل کی روشنی میں ہے وہ یہ کہ رویت کیلئے جو شرائط ہیں جن کے بغیر ہم دیکھتے ہیں کہ رویت ممکن نہیں وہ باری تعالی میں مفقود ہیں، اور اس کی شان کے منافی ہیں، مثلاً رویت کیلئے عقلاً یہ شرط ہے کہ شی مرئی کسی جگہ اور جہت میں ہو اور رائی مرئی کا مقابلہ پایا جارہا ہو اور یہ کہ رائی مرئی کے درمیان کسی قدر مسافت اور فاصلہ پایا جارہا ہو، نہ غایت قرب ہو اور نہ غایت بعد، غایت قرب بھی رویت سے مانع ہوتا ہے جیسے وہ چیزیں جو آنکھ کے اوپر رکھ دی جائیں آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی، غایت قرب کی وجہ سے اور غایت بعد کا مانع ہونا بھی ظاہر ہے، لہٰذا جب یہ شرائط رویت باری میں موجود نہیں تو رویت بھی ممکن نہیں، اس کا جواب دیا کہ یہ شرائط جو تم لوگ بیان کر رہے ہو یہ رویت الممکن للممکن کیلئے ہیں، لہٰذا واجب تعالی کی رویت کو رویت ممکن پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، پس اللہ تعالی کی رویت ہوگی مسلمانوں کو قیامت کے دن بدون اس کے کہ اللہ تعالی کسی مکان یا جہت میں ہوں یا مقابلہ میں اور ایسے ہی بدون اتصال شعاع کے اسی طرح ان کے اور دوسرے اشکالات لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وغیرہ کے جوابات وہاں مذکور ہیں، اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

رؤية باری تعالى فى الدنيا وفى المعراج: اصل مسئلہ کا تعلق تو رویت فی الآخرۃ سے ہے البتہ رویۃ باری تعالی فی الدنیا اور اسی طرح حضور ﷺ کی رویت واقع معراج میں یہ خود اہل سنت اور صحابہ کے درمیان مختلف فیہ ہے، شرح عقائد میں معراج کے بیان میں ہے: ثم الصحيح أنه عليه الصلاة والسلام إنما رأى ربه بفؤاده لا بعينه [2]، اور جلالین میں ہے ما كذب الفؤاد ما رأى ببصره من صورة جبريل [3]، وفى حاشية الجمل قوله من صورة جبريل بيان لما رأى. وهذا احد قولين فى تفسير ما رأى. والثاني ان الذى رآه هو ذات الله تعالى وعبارة الخازن: واختلفوا فى الذى رآه فقيل رأى جبريل وهو قول ابن مسعود وعائشة رضى الله تعالى عنهما وقيل هو الله عزوجل ثم اختلفوا على هذا فى معنى الرؤية فقيل جعل بصره فى فؤاده وهو قول ابن عباس رضى الله تعالى عنهما روى مسلم عن ابن عباس "ما كذب الفؤاد ما رأى" ولقد رآه نزلة اخرى. قال رأى ربه بفؤاده مرتين وذهب جماعة الى انه رآه بعينه حقيقة وهو قول انس بن مالك رضى الله تعالى والحسن وعكرمة. قالوا رأى محمد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ربه عزوجل. وروى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ان الله عزوجل اصطفى ابراهيم بالخلة واصطفى موسى بالكلام واصطفى محمداً صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالرؤية وقال كعب

---

[1] شرح العقائد النسفية—ص ۱۹۲—۱۹۳

[2] شرح العقائد النسفية—ص ۳۲۷

[3] تفسير الجلالين—ج ۳ ص ۴۲۰

ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وموسى، فكلم موسى مرتين ورآه محمد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم مرتين اخرجه الترمذي باطول من هذا، وكانت عائشة رضى الله تعالى عنها تقول لم يرہ رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ربه وتحمل الآية على رؤية جبريل وفي الخطيب: وحاصل المسئلة ان الصحيح ثبوت الرؤية وهو ما جرى عليه ابن عباس رضى الله تعالى خبر الامة وهو الذي يرجع اليه في المعضلات وقد راجعه ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، فاخبره بانه رآه. ولا يقدح في ذلك حديث عائشة لانها لم تخبر انها سمعت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انه قال لم أر، وانما اعتمدت على الاستنباط. وجوابه ظاهر فان الادراك هو الاحاطة والله تبارك وتعالى لا يحاط به، واذا ورد النص بنفي الاحاطة لا يلزم منه نفي الروية بغير احاطة واجيب عن احتجاجها بقوله تعالى "وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا" بانه لا يلزم من الرؤية وجود الكلام حال الرؤية فيجوز وجود الرؤية من غير كلام، وبأنه عام مخصوص بما تقدم من الادلة اه۔ جمل کی یہ ساری عبارت چونکہ بہت واضح اور جامع تھی اور مسئلہ کو سمجھنے کیلئے کافی اس لئے ساری نقل کر دی گئی، والله تعالى الموفق، حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں جمل کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب کے حوالے ہیں، نیز اس میں ہے: ورجح القاري في شرح الشفا (ص ٤٣٠) ان الرؤية للصفات لا للذات وقال في شرح الفقه الاكبر: الصحيح ما في شرح العقائد انه رآه بقلبه، وهكذا في التفسير الاحمدي واختار مولانا التهانوي في "بيان القرآن" التوقف وفي نشر الطيب رؤية البصر واختار في "فتح الملهم" انه رآه مرة بقلبه ومرة ببصره وفي "الفتاوى الحديثية" (ص ١٥٧) لابن حجر: هل يراه المؤمنات ايضا ام لا، والملائكة والامم السالفة ام لا؟ [1]

٤٧٢٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكِيعٌ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا» ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ {فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا [2]}.

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کو دیکھو کہ جیسے اس کو (چودھویں کے چاند کو) دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں کوئی بھیڑ اور رش لگانا نہیں پڑتا۔ اس لئے اگر تم لوگوں سے ہو سکتا ہو تو اس نماز کی حفاظت کرو جو کہ سورج کے طلوع ہونے سے قبل ہے (یعنی صبح کی نماز) اور جو سورج کے غروب ہونے سے قبل ہے (یعنی عصر کی نماز)

1. بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٢٦٥-٢٦٦
2. پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (سورۃ طہ ١٣٠)

توضرور کرو پھر آپ نے اس آیت ﴿سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ تلاوت فرمائی یعنی سورج کے طلوع ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی پاکی بیان کرو اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔

تخریج: صحیح البخاري - مواقیت الصلاة (٥٢٩) صحیح البخاري - تفسیر القرآن (٤٥٧٠) صحیح البخاري - التوحید (٦٩٩٧) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٣٣) جامع الترمذي - صفة الجنة (٢٥٥١) سنن أبي داود - السنة (٤٧٢٩) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٧٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٠/٤)

٤٧٣٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ نَاسٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: «هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِي سَحَابَةٍ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم لوگ قیامت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو دوپہر کے وقت آفتاب کے دیکھنے میں جب بادل نہ ہوں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں بھی کوئی مشقت نہیں ہوگی جس طرح کے چاند یا آفتاب کے دیکھنے میں کی مشقت نہیں۔

تخریج: صحیح البخاري - الأذان (٧٧٣) صحیح البخاري - الرقاق (٦٢٠٤) صحیح البخاري - التوحید (٧٠٠٠) صحیح مسلم - الإيمان (١٨٢) صحیح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٦٨) جامع الترمذي - صفة الجنة (٢٥٤٩) سنن أبي داود - السنة (٤٧٣٠) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٦/٢) سنن الدارمي - الرقاق (٢٨٠١)

شرح الاحادیث: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ نَاسٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ یعنی ایک مرتبہ صحابہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا مسلمانوں کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟ (ذہن میں یہ تھا کہ اگر ہونا ہے تو کیسے ہوگا) یعنی اتنا زبردست ہجوم لوگوں کا جسکا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا وہ ذات واحد کو کیسے دیکھے گا، ممکن ہے اس میں دھکم پیل کی نوبت آئے جس میں بعض کو ہو سکے اور بعض کو نہ ہو سکے، تو آپ ﷺ نے اس کا جواب بہت واضح مثال سے سمجھادیا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ چاند جس کا ایک مختصر سا جسم ہے جب چودھویں رات کو وہ کھلا ہوا ہوتا ہے تو ساری دنیا کے انسان اس کو نہایت آرام سے بغیر بھیڑ کے ہر ایک اپنی جگہ پر ہوتے ہوئے اس کو دیکھ لیتا ہے۔

اور اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے: أَكُلُّنَا يَرَى رَبَّهُ؟ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ: مُخْلِيًا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اس میں صحابی کا آپ سے یہی

سوال ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنی جگہ پر ہوتے ہوئے، تنہا بغیر زحمت کے اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا۔

اس حدیث کے بارے میں اوپر گزر چکا شرح عقائد سے کہ یہ حدیث مشہور ہے اکیس اکابر صحابہؓ سے مروی ہے، چنانچہ یہ حدیث متعدد طرق سے صحاح ستہ میں موجود ہے۔ حديث جرير رضي الله تعالى عنه اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، وحديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه اخرجه مسلم، وحديث ابي رزين رضي الله تعالى عنه اخرجه ابن ماجه، قاله المنذري.

٤٧٣١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعٍ، - قَالَ مُوسَى: ابْنِ عُدُسٍ -، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، - قَالَ مُوسَى: الْعُقَيْلِيِّ - قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَكُلُّنَا يَرَى رَبَّهُ؟ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ: مُخْلِيًا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَا آيَةُ ذَلِكَ فِي خَلْقِهِ؟ قَالَ: يَا أَبَا رَزِينٍ، أَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ؟ "قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ: «لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهِ» ثُمَّ اتَّفَقَا: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: «فَاللهُ أَعْظَمُ» قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ: قَالَ: «فَإِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ فَاللهُ أَجَلُّ وَأَعْظَمُ».

ترجمہ: حضرت ابی رزین عقیلیؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کہ کیا ہم لوگوں میں سے ہر ایک آدمی اپنے پروردگار کی زیارت کرے گا؟ عبید اللہ ابن معاذ استاد نے کہا اکیلے بغیر رش کے زیارت کرے گا قیامت کے دن (اگر اللہ تعالیٰ کا (قیامت کے دن) دیدار کرے گا) تو دنیا میں اس کی کیا مثال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابا رزین! کیا تم لوگوں میں سے ہر ایک آدمی چاند کو دیکھتا ہے؟ عبید اللہ ابن معاذ نے کہا چودھویں رات کے چاند کو اکیلے اکیلے اپنی جگہ سے پھر موسیٰ بن اسمٰعیل اور عبید اللہ بن معاذ دونوں استاد متفق ہو گئے آگے والے مضمون میں۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ (یعنی ضرور) آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کی شان تو بہت بڑی ہے چاند تو اس ہی کی ایک مخلوق ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٣١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١١/٤)

٢١ - بَابٌ فِي الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

فرقہ جہمیہ کی تردید کا بیان

٤٧٣٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَطْوِي اللهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ" قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: "بِيَدِهِ الْأُخْرَى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟"

ترجمہ: حضرت سالم کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دیں گے پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر فرمائیں گے میں شہنشاہ ہوں۔ ظالم کہاں ہیں؟ متکبرین کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر...... محمد ابن العلاء نے کہا...... دوسرے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں۔ بڑے بڑے ظالم بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

تخریج: صحيح البخاري – التوحيد (٦٩٧٧) صحيح مسلم – صفة القيامة والجنة والنار (٢٧٨٨) سنن أبي داود – السنة (٤٧٣٢) سنن ابن ماجه – المقدمة (١٩٨)

شرح الحدیث: یعنی اللہ تعالیٰ بروز قیامت ساتوں آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لیکر فرمائے گا، وہ کلمات جو اوپر مذکور ہوئے اور پھر اسی طرح ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے دوسرے ہاتھ میں لے گا (کہ وہ بھی یمین ہی ہے) اور پھر وہی بات ارشاد فرمائیں گے یعنی وہ بڑے بڑے بادشاہ جو دنیا میں گزرے ہیں جو ناحق تکبر کرتے تھے، اور دنیا میں مخلوق پر اپنا دبدبہ اور زور دکھلاتے تھے وہ کہاں ہیں آکر دیکھیں اپنی بڑائی کے دعوے اور ان کی حقیقت۔

یہ حدیث بھی چونکہ اس میں ید اللہ کا ذکر ہے احادیث صفات میں سے ہے اسی لئے اس کو یہاں مصنف لائے ہیں۔ والحدیث اخرجه مسلم واخرجه البخاری تعلیقًا، قاله المنذری۔

٤٧٣٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتَّى يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے پھر ارشاد فرماتا ہے: کون شخص مجھ سے دعا مانگتا ہے کہ میں اسکی دعا قبول کروں اور کون شخص مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو دوں، کون شخص مغفرت مانگتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔

تخریج: صحيح البخاري – الجمعة (١٠٩٤) صحيح البخاري – الدعوات (٥٩٦٢) صحيح البخاري – التوحيد (٧٠٥٦) صحيح مسلم – صلاة المسافرين وقصرها (٧٥٨) جامع الترمذي – الصلاة (٤٤٦) جامع الترمذي – الدعوات (٣٤٩٨) سنن أبي داود – السنة (٤٧٣٣) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٦٦) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٥٨/٢) موطأ مالك – النداء للصلاة (٤٩٦) سنن الدارمي – الصلاة (١٤٧٨)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الصلاۃ کے آخر میں بَابُ أَيِّ اللَّيْلِ أَفْضَلُ؟ میں گزر گئی اور اس پر کلام بھی وہاں گزر گیا یعنی احادیث صفات کے بارے میں مذاہب مختلفہ اور اہل السنۃ والجماعت کا مسلک، جس میں متقدمین ومتاخرین کا طرز مختلف ہے،

وہ سب وہاں گزر چکا، حاشیۂ بذل میں یہاں ایک علمی فائدہ لکھا ہے جو نیچے حاشیہ میں دیکھئے [1]۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۲۲۔ باب في القرآن

قرآن کریم کا بیان

مصنف کی غرض اور باری تعالی کیلئے صفت کلام ثابت ہونے میں معتزلہ کا اختلاف: مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں جیسا کہ احادیث الباب سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے متکلم اللہ تعالیٰ ہیں، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جس طرح کہ ہر کلام اپنے متکلم کی صفت ہوتا ہے، اور جب یہ بات ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو پھر وہ قدیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے قدیم ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن حادث ہے کیونکہ مرکب من الحروف والاصوات ہے وکل مرکب حادث فالقرآن حادث، اسی کیساتھ وہ یہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے نہیں ہے یعنی صفت کلام اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہی نہیں جس طرح اور صفات اس کیلئے ثابت ہیں علم و قدرت سمع وبصر وغیرہ، وجہ وہ اس کی یہی بیان کرتے ہیں کہ ہر کلام خالص ہوتا ہے، اور قرآن کو جو کلام اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ بکثرت احادیث میں آتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بلکہ کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف باعتبار تخلیق کے ہے، یعنی کلامٌ خلقه الله تعالى في اللوح المحفوظ جیسے کہتے ہیں بیت اللہ۔

کلام کی دو قسمیں لفظی و نفسی: اور اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ کلام من جملہ صفات الٰہی کے ہے لیکن کلام سے مراد ان کی کلام نفسی ہے یعنی مدلولِ کلام لفظی جو کہ مرکب من الحروف والاصوات نہیں ہے، گویا اہل سنت کلام کی تقسیم کرتے ہیں لفظی اور نفسی کی طرف، کلام نفسی وہ ہے جو متکلم کے دل میں بات آتی ہے جس کو وہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اور اس کا اظہار کرتا ہے، قال الشاعر:

إنَّ الكَلامَ لَفِي الفُؤادِ وَإنَّمَا ۔۔۔ جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الفُؤادِ دَلِيلًا

شاعر کہتا ہے کہ کلام تو در اصل وہ ہے جو بات اور مضمون آدمی کے دل میں ہوتا ہے، زبان تو اس کلام کے ادا کرنے کا آلہ ہے، معلوم ہوا کلام کی دو قسمیں ہیں نفسی اور لفظی جو محاورات اور کلام شعراء سے بھی ثابت ہے لہٰذا اسکا انکار مکابرہ ہے، اور قرآن کریم اگرچہ کلام لفظی ہے اس حیثیت سے وہ حادث ہونا چاہیے مگر چونکہ قرآن کو کلام اللہ کہا جاتا ہے اسلئے احتیاطاً و ادباً اس پر

---

[1] حكى الباجي (ج ۱ ص ۳۰۷) عن الامام مالك: لا بأس برواية النزول ورواية ضحكه تعالى ولا ينبغي ان يروى حديث اهتز العرش في جنازة سعد ولا حديث ان الله خلق على صورته. وحديث الساق والفرق بينهما بوجهين اما لان الاولين صحاح وحديث الاهتزاز انكر عليه وحديث الصورة والساق ليست اسانيدها تبلغ في الصحة حديث النزول، اولان التاويل في الاولين اقرب. كذا في الاوجز اه. (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۸ ص ۲۷۱)

حادث کا اطلاق نہیں کرتے، کلام لفظی و نفسی کی بحث مقدمہ میں بھی مختصراً گزری ہے علم حدیث کے مرتبہ کے بیان میں۔
معتزلہ حضرات کلام کی تقسیم کے قائل نہیں وہ صرف کلام لفظی ہی پر کلام کا اطلاق کرتے ہیں، کلام نفسی پر وہ کلام کا اطلاق نہیں کرتے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف ہمارے اور ان کے درمیان لفظی ہوا کیونکہ جس کو وہ حادث کہتے ہیں اس کو ہم بھی قدیم نہیں مانتے، اور جس کو ہم قدیم کہتے ہیں اس کو وہ حادث نہیں کہتے بلکہ سرے سے اس کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں، کہ کلام نفسی کوئی چیز نہیں۔

خلق قرآن کا مسئلہ: خلق قرآن کا مسئلہ تاریخ میں ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے زمانہ میں یہ مسئلہ بہت زور و شور سے اٹھا تھا، اس زمانہ کے خلفاء معتزلہ کے مسلک کی طرف مائل تھے اس لئے انہوں نے علماء اہل سنت کو مجبور کیا عقیدہ خلق قرآن پر، بعض نے تو اس کا اقرار کر لیا اور بعض نے صریح انکار کیا انہیں میں سے امام احمدؒ بھی ہیں اس پر ان کے کوڑے بھی لگے اور قید بھی، معتصم باللہ کی خلافت میں، اور ان کے پیروں میں بیڑی ڈالی گئی لیکن حضرت امام احمدؒ کوہِ استقلال بنے رہے، پھر اس کے بعد واثق باللہ کا زمانہ آیا، اس کا بھی یہی طرز رہا، اس کے بعد متوکل باللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اس نے امام احمد کی تعظیم بلیغ کی اور اس فتنہ کا ازالہ کیا فجزاہ اللہ تعالی احسن الجزاء، شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے اس موضوع پر مستقل ایک رسالہ تالیف کیا مسئلة خلق القرآن کے نام سے جس میں انہوں نے یہ مسئلہ اور اس کے متعلقات کو کافی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ کی نفس ابتداء تو عہد اموی میں جہم بن صفوان بلکہ اس سے پہلے جعد بن درہم کی طرف سے ہوئی، جعد بن درہم کو ۱۱۸ھ میں اور جہم بن صفوان کو ۱۲۸ھ میں عہد اموی کے اواخر میں قتل کیا گیا، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں بھی یہ مسئلہ کسی قدر اٹھا تھا لیکن امام صاحبؒ نے اس کو رفع دفع کر دیا، اس مسئلہ کا نام بھی تاریخ اور کتب تراجم رجال میں مشہور ہے، مسئلہ خلق قرآن کے علاوہ مسئلة اللفظ اور مسئلة المحنة سے بھی مشہور ہے، چنانچہ کتب رجال میں آتا ہے ابتلی بالمحنة یعنی مسئلہ خلق قرآن سے ان کو سابقہ پڑا۔

امام بخاری کی طرف سے غلاۃ حنابلہ پر رد: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ یہ فرمایا کرتے تھے لا یقولن احد کم لفظی بالقران حادث، یعنی زبان سے یہ بھی ظاہر نہ کرو کہ الفاظ قرآن حادث ہیں (احتیاطاً، معتزلہ کی مخالفت میں) لیکن غُلاۃ حنابلہ نے یہ کیا کہ الفاظ قرآن کو حقیقۃً قدیم کہنے لگے اور یہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے کہنے لگے: کل ما بین الدفتین فھو قدیم، بلکہ خود دفتین کو بھی قدیم کہنے لگے، اور قرآن کے اوراق اور جس قلم اور روشنائی سے وہ لکھا گیا اس تک کو وہ قدیم کہنے لگے، پھر جب امام بخاریؒ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس مسئلہ کی اصلاح اور تحقیق فرمائی اور فرمایا: لفظی بالقرآن حادث، اور فرمایا الفاظنا اعمالنا واعمالنا حادثة، اور دراصل یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ کی بھی تھی لیکن وہ لفظی بالقرآن حادث سے گریز کرتے تھے اپنے ماحول کے اعتبار سے، اس سے بعض لوگ یہ سمجھے کہ امام احمدؒ اور امام بخاریؒ کی رائے میں بھی

آپس میں اختلاف ہے حالانکہ ایسا نہیں، جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے، کذا افاد الشیخ قدس سرہ فی درس البخاری وفی مقدمۃ اللامع۔

٤٧٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ، فَقَالَ: «أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ موسم حج میں منٰی میں خود کو لوگوں کے سامنے پیش فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ کیا کوئی شخص ہے جو مجھ کو اپنی قوم کے پاس لے جائے اس لئے کہ قریش نے مجھے میرے پروردگار کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - فضائل القرآن (٢٩٢٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٣٤) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٣/٣) سنن الدارمي - فضائل القرآن (٣٣٥٤)

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرمارہے ہیں حضور ﷺ موسم حج میں اپنے آپ کو لوگوں پر پیش فرمایا کرتے تھے، یعنی ہجرت سے قبل ابتداء بعثت میں، حج کے زمانہ میں چونکہ چاروں طرف سے، مختلف شہروں سے لوگ مکہ مکرمہ پہنچتے تھے تو اس موقع پر حضور ﷺ بنفس نفیس لوگوں سے ملاقاتیں فرماتے تھے، اپنے آپ کو پیش کرنے کا مطلب یہی ہے اور ان سے آپ یہ فرماتے کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا ہے کہ مجھے اپنے ساتھ واپسی میں لے جائے تاکہ میں وہاں جاکر تبلیغ رسالت کا کام انجام دے سکوں، اور اپنے رب کے کلام کو ان تک پہنچاسکوں، یہ میری قوم قریش تو مجھے یہ کام کرنے نہیں دیتی۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے کَلَامَ رَبِّي فرمایا معلوم ہوا کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، یہی مصنف کی غرض ہے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، وقال الترمذی حسن صحیح غریب۔

٤٧٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ - وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ - قَالَتْ: «وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى».

ترجمہ: ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے مجھے حدیث کا ایک جزء سنایا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کچھ کلام فرمائیں گے (جس کی ہمیشہ تلاوت کی جاتی رہے گی)۔

شرح الحدیث: ابن شہابؒ فرمارہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے متعلق حدیث الافک خود حضرت عائشہؓ کی روایت سے مجھ کو

چار اساتذہ سے پہنچی جو سند میں مذکور ہیں، لیکن وہ پوری حدیث مجھ کو ہر ایک سے نہیں پہنچی، بلکہ ہر ایک سے اس طویل حدیث کا کچھ کچھ حصہ، جس کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے بارے میں آیات برأت نازل ہو گئیں تو اسکے بارے میں وہ فرماتی ہیں کہ میں اپنا مرتبہ اس سے بہت کم سمجھتی تھی کہ باری تعالیٰ اس مسئلہ کے بارے میں کلام فرمائیں گے یعنی وحی کے ذریعہ سے فیصلہ فرمائیں گے اور وحی بھی ایسی جو متلو ہو، بلکہ میرے ذہن میں یہ تھا کہ میرے بارے میں آپ ﷺ کوئی خواب وغیرہ دیکھ لیں گے حضرت عائشہؓ کے اس کلام میں أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ مذکور ہے یعنی کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن کریم میں، ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا کہ قرآن کلام اللہ اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، حاشیہ بذل میں ہے حدیث افک سے متعلق أخرجه البخاري مفصلاً في مواضع من كتابه، وبسط الحافظ شرحها في التفسير، ہمارے یہاں بھی اس کے حوالے کتاب الحدود، بَابٌ فِي حَدِّ الْقَذْفِ میں گزر گئے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي مطولا ومختصراً، قاله المنذري۔

٤٧٣٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ يَعْنِي الشَّعْبِيَّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ، قَالَ: «كُنْتُ عِنْدَ النَّجَاشِيِّ فَقَرَأَ ابْنٌ لَهُ آيَةً مِنَ الْإِنْجِيلِ فَضَحِكْتُ فَقَالَ أَتَضْحَكُ مِنْ كَلَامِ اللهِ».

ترجمہ: حضرت عامر بن شہر سے روایت ہے کہ میں نجاشی (بادشاہ) کے پاس موجود تھا ان کے ایک بیٹے نے انجیل کی آیت تلاوت کی تو میں ہنسنے لگا نجاشی نے کہا تم کلام الٰہی پر ہنستے ہو؟

شرح الحدیث: عامر بن شہرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بیٹھا تھا تو اس کے بیٹے نے انجیل کی ایک آیت پڑھی جس پر مجھ کو ہنسی آگئی۔ ہنسی کسی وجہ سے آئی ہو گی جو ہمیں معلوم نہیں۔ یا تو اس میں دخل مضمون آیت کو ہو گا، یا اسکے طرز قرأت پر، یا کوئی اور وجہ، یہاں نجاشی کے کلام میں بھی کلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے معلوم ہوا یہ بات پہلے سے مشہور ہے اہل کتاب بھی اسی کو تسلیم کرتے تھے۔

٤٧٣٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ «أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ» ثُمَّ يَقُولُ: «كَانَ أَبُوكُمْ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرات حسنینؓ کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور اس طرح ارشاد فرماتے تھے: میں تم کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر ایک شیطان ملعون سے اور زہریلے جانوروں سے (جیسے سانپ، بچھو زہریلے جانور وغیرہ) اور ہر بری نظر سے پھر ارشاد فرماتے تھے کہ تمہارے والد یعنی ابراہیم علیہ السلام ان ہی کلمات کے ذریعے اسماعیل اور اسحٰق علیہما السلام کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٩١) جامع الترمذي - الطب (٢٠٦٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٣٧) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٢٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٠/١)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ حضرت حسنؓ و حسینؓ کیلئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے یعنی دم کرنے کیلئے جس میں کلمات کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ ہامۃ ہر زہریلا جانور، سانپ بچھو وغیرہ اور لامۃ، یعنی ذات لمم اور ہلمہ کے معنی ہیں کسی شئی کے قریب ہونا لہٰذا ترجمہ یہ ہوگا کہ ہر ایسی آنکھ اور نظر بد سے جو دوسرے سے لگنے والی ہو، اور أبوکما سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام لانہ ابو العرب، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے دونوں فرزند اسماعیل اور اسحاق کو یہی دعا پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ بعض نسخوں میں اس دعاء کے بعد یہ زیادتی ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ»، امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ حضور ﷺ کے قول بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ سے استدلال کیا کرتے تھے کہ قرآن مخلوق اور حادث نہیں اسلئے کہ ہر کلام مخلوق میں کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے لہٰذا جو کلام صفت تمام کیساتھ موصوف ہوگا جیسا کہ یہاں اس حدیث میں ہے وہ غیر مخلوق ہی ہوگا اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے [1]۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے غیر مخلوق ہونے پر بیہقی کا استدلال: کلام اللہ کے غیر مخلوق ہونے کے بارے میں امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اسکی صفات ذات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت صفات ذات میں سے مخلوق اور حادث نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ [2] جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر مخلوق چیز قول کُن سے پیدا ہوتی ہے تو اگر قرآن کو مخلوق مانا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ مخلوق ہوگا کُن سے اور کُن بھی اللہ کا قول اور کلام ہے لہٰذا اسکے لئے بھی کُن کی ضرورت ہوگی اور چونکہ وہ کُن بھی قول ہے اسکے لئے ایک اور کُن کی ضرورت ہوگی، وھکذا الی غیر النہایۃ، یعنی تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔ والحديث اخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٤٧٣٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ، سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا، فَيُصْعَقُونَ، فَلَا يَزَالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ جِبْرِيلُ، حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ جِبْرِيلُ فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ» قَالَ: "فَيَقُولُونَ: يَا جِبْرِيلُ مَاذَا قَالَ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: الْحَقَّ، فَيَقُولُونَ: الْحَقَّ، الْحَقَّ".

ترجمہ: مسروق، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ (اپنے

---

[1] معالم السنن - ج ٤ ص ٣٣٢ - ٣٣٣

[2] ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے (سورۃ النحل ٤٠)

پیغمبر پر) وحی بھیجنے کیلئے گفتگو فرماتے ہیں (یعنی وحی نازل فرماتے ہیں) تو آسمان والے آسمان کی ایسی آواز سنتے ہیں جیسے زنجیر کو چکنے پتھر پر کھینچا جائے وہ یہ آواز سن کر مدہوش ہو جاتے ہیں پھر وہ اسی کیفیت میں رہ جاتے ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لاتے ہیں تو ان کو ہوش آجاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اے جبرائیل علیہ السلام! تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا تو وہ بھی کہنے لگتے ہیں (ہمارے پروردگار نے) حق فرمایا ہے حق۔

شرح الحدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں وحی کے ساتھ یعنی جبریل علیہ السلام کیلئے تو آسمان کے تمام فرشتے آسمان کی ایک آواز سنتے ہیں، ایک روایت میں ہے: اذا تكلم الله بالوحی اخذ السموات منه رجفة اوقال رعدة شدیدة من خوف الله تعالیٰ فاذا سمع ذلك اهل السموات صعقوا وخروا لله سجداً یعنی خود آسمان میں ایک آواز پیدا ہوتی ہے اس کے تھرانے اور کپکپانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے جب آسمان کی اس آواز کو فرشتے سنتے ہیں تو وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

صَلصَلة اس آواز کو کہتے ہیں جو لوہے پر لوہا مارنے سے پیدا ہوتی ہے اور یہاں روایت میں یہ ہے اس کے بارے میں کہ ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے لوہے کی زنجیر کو چکنے پتھر پر کھینچنے سے ہوتی ہے فیصعقون تو عام فرشتے اس آواز کو سننے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہے پس وہ اسی حالت میں پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لاتے ہیں اور ان کے آنے پر ان کی غشی دور ہوتی ہے اور وہ ہوش میں آتے ہیں اور جبریل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ تیرے رب نے کیا بات کہی تو وہ فرماتے ہیں کہ حق بات کہی تو اس پر وہ سب فرشتے کہتے ہیں ہاں صحیح ہے حق بات کہی۔

اس حدیث میں بھی قول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے معلوم ہوا قول اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

بخاری کے شروع میں پہلے ہی باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اسطرح ہے کہ حارث بن ہشام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ، اس حدیث میں وحی کے دو طریقے مذکور ہیں اول مثل صلصلة الجرس یعنی گھنٹی کی سی آواز اور دوسری شکل یہ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ انسان کی شکل میں مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو میں اس کے کلمات کو محفوظ کر لیتا ہوں صلصلة الجرس کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر بخاری میں ہے پھر اس میں کلام ہے کہ یہ صورت وحی کی تھی یا اجنحۂ ملائکہ کی آواز تھی علماء کے دونوں قول ہیں ہمارے نزدیک ظاہر یہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ یہ صورت وحی کی ہوتی تھی اور یہ بیان مشابہ ہے اس کے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم بھیجتے ہیں تو ملک ایسی آواز سنتے ہیں جو صاف پتھر پر زنجیر کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے فرشتے یہ آواز سن کر سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے بازو مارتے ہیں اور رعب چھا جاتا ہے اور حضرت شیخؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ اس

میں علماء کے چھ قول ہیں [1] (جو آگے اس میں مذکور ہیں) لیکن یہ ذہن میں رہے کہ بخاری والی حدیث جو اسکے شروع میں ہے پہلے باب میں جس کے الفاظ ہم نے اوپر ذکر کئے وہ اتیان وحی علی الرسول کے بارے میں ہے جس کا تعلق زمین اور اس عالم سے ہے اور یہ جو حدیث ابوداؤد والی ہے یہ دوسری ہے اسکا تعلق عالم علوی سے ہے جیسا کہ اسکے لفظوں سے ظاہر ہے إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ، سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ الخ۔ اسکی طرف اشارہ حضرت شیخ ؒ نے بھی حاشیہ بذل [2] میں فرمایا ہے، لہٰذا دونوں حدیثوں کو الگ الگ ہی سمجھنا چاہیے۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي وابن ماجه نحوه من حديث عكرمة مولى ابن عباس عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه وقد تقدم في كتاب الحروف، قاله المنذري.

٢٣ - بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

شفاعت کا بیان

شفاعت میں معتزلہ اور خوارج کا اختلاف ہے وہ مذنبین اور عصاۃ کیلئے شفاعت کے قائل نہیں، ہاں جو شفاعت مؤمنین کیلئے رفع درجات کیلئے ہوگی اسکے قائل ہیں، شرح عقائد میں ہے: والشفاعة ثابتة للرسل والأخيار (الصلحاء والاتقياء) في حق أهل الكبائر بالمستفيض من الأخبار، خلافاً للمعتزلة. وهذا مبني على ما سبق من جواز العفو والمغفرة بدون الشفاعة، فبالشفاعة أولى. وعندهم لما لم يجز لم تجز [3]، یعنی اہل سنت کے نزدیک مذنبین کی مغفرت اور معافی بغیر شفاعت کے بھی جائز ہیں جس کیلئے اللہ تعالیٰ چاہیں، لہٰذا شفاعت کی صورت میں مغفرت ہونا بطریق اولیٰ جائز ہوگا، اور معتزلہ کے نزدیک چونکہ عقاب عاصی واجب علی اللہ ہے معاف کرنا جائز نہیں اسی بنا پر شفاعت بھی جائز نہیں ان کے نزدیک اس کے بعد پھر اس میں دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔

٤٧٣٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا بِسْطَامُ بْنُ حُرَيْثٍ، عَنْ أَشْعَثَ الْحُدَّانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگ میری اُمت میں سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٣/٣)

---

[1] تقریر بخاری شریف - ج ١ ص ٦٨ (مکتبۃ الشیخ)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٢٧٥

[3] شرح العقائد النسفية - ص ٢٧٨-٢٧٩

شرح الحديث: باب کی پہلی حدیث سے معتزلہ کی تردید ہو رہی ہے شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي، ان لوگوں نے اس قسم کی آیات سے استدلال کیا ہے فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ❶، اور مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ❷ وغیرہ، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں۔

شفاعت کے اقسام و مصادیق: امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں:

① فی الاراحۃ من ہول الموقف، یعنی حساب کتاب شروع ہونے کیلئے، لوگ قبروں سے اٹھنے کے بعد میدان حشر میں جہاں سورج سوا نیزے پر ہو گا حساب کتاب کے انتظار میں سخت حیران اور سرگرداں ہوں گے کہ کسی طرح حساب تو شروع ہو، انجام جو بھی ہو وہ تو بعد کی بات ہے اور پھر ساری مخلوق باہمی مشورہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائے گی اور پھر ان کے عذر فرما دینے کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں اور پھر آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر حساب کتاب کا سلسلہ شروع ہو گا، اسی کا نام شفاعت عظمیٰ و کبریٰ ہے۔

② بعض لوگوں کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرنے کے بارے میں۔

③ جو لوگ عذاب کے مستحق تھے ان کیلئے جنت کی سفارش۔

④ اخراج من النار کیلئے سفارش، چنانچہ بہت سے نافرمانوں کو شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

⑤ وہ شفاعت جو رفع درجات کیلئے ہو گی، (ہامش بذل ❸)۔

حاشیہ ترمذی میں اس پر زیادتی ہے کہ اس میں اہل سنت کے دلائل میں یہ آیت پیش کی ہے "یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا" نیز یہ کہ شفاعت کے بارے میں آثار وروایات اپنے مجموعہ کے اعتبار سے حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں صحت شفاعۃ فی الآخرۃ کے بارے میں، نیز سلف صالحین کا اجماع، اور پھر شفاعت کی مذکورہ بالا پانچ قسمیں ذکر کرنے کے بعد اخیر میں ہے: هذا ما قاله الطيبي في شرح المشكاة . وزاد الشيخ في اللمعات خمسة اقسام اخر احدها في الذين تساوت حسناتهم وسيئاتهم فيشفع فيهم ليدخلوا الجنة، یعنی جن لوگوں کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گی ان کیلئے شفاعت، الثانية في استفتاح الجنة، یعنی جنت کا دروازہ کھولنے کیلئے الثالثة في تخفيف العذاب لمن يستحقه، الرابعة لاهل المدينة، والخامسة لزائري قبره الشريف على وجه الامتياز والاختصاص . والله تعالى اعلم اھ ان میں سے بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں اور بعض عام ہیں (حاشیہ ترمذی ج۲ ص۶۹) والحديث اخرجه البخاري في التاريخ الكبير بالاسناد الذي اخرجه به ابو داود . قاله

---

❶ پھر کام نہ آئے گی ان کی سفارش سفارش کرنے والوں کی (سورۃ المدثر ٤٨)

❷ کوئی نہیں گناہ گاروں کا دوست اور نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے (سورۃ الغافر ١٨)

❸ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٣ ص٣٥-٣٦، بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٨ ص٢٧٨

المنذری.

٤٧٤٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ دوزخ میں سے میری شفاعت سے نکلیں گے پھر وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، لوگ ان کو دوزخی کہیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الرقاق (٦١٩٨) جامع الترمذي - صفة جهنم (٢٦٠٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٠) سنن ابن ماجه - الزهد (٤٣١٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٤)

شرح الحدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بعض لوگوں کو جہنم میں پہنچ جانے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا جن کا نام جهنميين ہوگا، یعنی جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی، تذکیر نعمت کیلئے۔ والحديث اخرجه البخاري والترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٤٧٤١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ».

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنتی لوگ جنت میں کھائیں اور پئیں گے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٣٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٦) سنن الدارمي - الرقاق (٢٨٢٧)

شرح الحدیث: یعنی جنتی جنت میں کھائیں گے پئیں گے جس طرح دنیا میں کھاتے پیتے ہیں اور کھانے پینے کی نعمتیں جس طرح یہاں ہیں وہاں بھی ہوں گی، بلکہ یہ چیزیں اصل تو وہی ہوں گی، دنیا میں تو نمونہ کے طور پر کچھ تھوڑا بہت دیا گیا ہے، ابوداؤد میں تو جنت دوزخ سے متعلق مستقل ابواب ہیں نہیں، بخاری ترمذی وغیرہ میں بکثرت ہیں، ترمذی میں ہیں: أَبْوَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ اس موٹی سرخی جس کے ماتحت بہت سے ابواب نعماء جنت سے متعلق مذکور ہیں، اس کے بعد صفة جہنم سے متعلق بہت سے ابواب ہیں اور ان میں روایات مفصلہ مذکور ہیں أَبْوَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ میں ایک بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ ہے اور ایک بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ، اسی طرح بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ، بَابٌ فِي صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وغیرہ وغیرہ۔

کیا جنت میں جماع اور اولاد ہوگی؟ منجملہ ان کے ایک بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بھی ہے جس میں یہ

حدیث مذکور ہے عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوَ يُطِيقُ ذَلِكَ؟ قَالَ: «يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ» ❶، جنت میں مؤمن کو اتنی بار یا اتنی عورتوں سے جماع کی طاقت دی جائے گی (تعداد مذکور نہیں) اس پر کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ کیا اس میں اتنی قوت ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک جنتی کو جنت میں ایک سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اب یہ کہ جنت میں اولاد بھی ہوگی یا نہیں اس کے بارے میں ایک دوسرے باب میں ضمناً یہ حدیث ذکر کی ہے عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي»، جب مؤمن جنت میں اولاد چاہے گا تو جماع کے بعد حمل کا استقرار اور اس کی پیدائش اور اس کی پوری عمر (جو جنتیوں کی ہوتی ہے یعنی تینتیس ۳۳ سال) یہ سب کام ایک ساعت میں ہو جائیں گی۔ "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ وَلَا يَكُونُ وَلَدٌ هَكَذَا رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ" وَقَالَ مُحَمَّدٌ، قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي وَلَكِنْ لَا يَشْتَهِي» قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ» ❷ اھ محمد سے مراد امام بخاریؒ ہیں اور اسحاق بن ابراہیم وہی ہیں جو اسحاق بن راہویہ سے مشہور ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ اگر چاہے گا تو اسی طرح ہو جائے گا جس طرح حدیث میں مذکور ہے لیکن وہ ایسا چاہے گا نہیں، لہٰذا وہاں پیدائش کا سلسلہ نہیں ہوگا۔

یہ حدیث جو مصنف اس باب میں لائے ہیں ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں، بذل میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اگر آئندہ باب میں ہوتی تو زیادہ بہتر ہوتا ❸ ۔ والحديث اخرجه مسلم باتم منه، قاله المنذري۔

٢٤ ـ بَابٌ فِي ذِكْرِ الْبَعْثِ وَالصُّورِ

قیامت اور صور کا پھونکنے کا بیان

بعث یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور دوبارہ زندہ ہونا قال تعالی ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ❹ اور اسی سے ہے الباعثُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے اور صور وہ جسم ہے جو سینگ کے مشابہ ہوگا جس کو اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے یعنی جن کی

---

❶ جامع الترمذی – کتاب صفة الجنة – باب ماجاء فی صفة جماع أهل الجنة ٢٥٣٦

❷ جامع الترمذی – کتاب صفة الجنة – باب ماجاء مالأدنى أهل الجنة من الكرامة ٢٥٦٣

❸ بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٢٨١

❹ پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے (سورة البقرة ٥٦)

پھونک سے اس میں آواز پیدا ہوگی حدیث الباب میں بھی یہی مضمون ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الصُّورُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ، لیکن بعث اور صور کا مسئلہ تو بظاہر اجماعی ہے سبھی اسلامی فرقے اس کے قائل ہیں اور یہاں ان ابواب کا سلسلہ چل رہا ہے جس میں دوسرے اسلامی فرقوں کا اختلاف پایا جاتا ہے اور بہت سے نسخوں میں یہ باب ہے بھی نہیں چنانچہ منذریؒ کے نسخہ میں یہ بات نہیں ہے۔

٤٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْلَمُ، عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الصُّورُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: صور ایک سینگ ہے (یعنی سینگ کی صورت میں) ہے جس میں (قیامت کے دن) پھونک ماری جائے گی۔

تخریج: جامع الترمذي- صفة القيامة والرقائق والورع (٢٤٣٠) جامع الترمذي- تفسير القرآن (٣٢٤٤) سنن أبي داود- السنة (٤٧٤٢) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٦٢/٢) سنن الدارمي- الرقاق (٢٧٩٨)

٤٧٤٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُ الْأَرْضُ، إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعضاء کو زمین کھا لیتی ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی۔ اسی سے انسان کی پیدائش ہوئی اور اسی سے دوبارہ اسکے جسم کو (روز قیامت) بنایا جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٥٣٦) صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٦٥١) صحيح مسلم- الفتن وأشراط الساعة (٢٩٥٥) سنن النسائي- الجنائز (٢٠٧٧) سنن أبي داود- السنة (٤٧٤٣) سنن ابن ماجه- الزهد (٤٢٦٦) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٢٢/٢) موطأ مالك- الجنائز (٥٦٥)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ابن آدم کے جسم کے تمام اجزاء کو زمین کھا جائے گی، سوائے ریڑھ کی ہڈی کے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے آدمی کی پیدائش کی ابتداء کی تھی اور اسی میں پھر دوبارہ ترکیب دے کر جسم کو بنایا جائے گا۔

عَجْبُ الذَّنَبِ کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اسکو زمین کھائے گی یا نہیں، بعض نے کہا کہ مقصود طول بقاء اور طول مکث ہے یعنی بہت روز تک باقی رہے گی اور آخر کار وہ بھی ایک روز فنا ہو جائے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پرانی اور بوسیدہ تو ہوگی لیکن بالکلیہ فنا نہ ہوگی بلکہ کچھ ذرات اسکے زمین کے اندر مٹی میں مخلوط ہو کر باقی رہیں گے گو وہ محسوس اور نظر نہ آئیں تو یہ الگ بات ہے، فقد ورد انه يكون مثل حبة خردل، اسی لئے کہا جاتا ہے اس کے بارے میں اول ما يُخْلَقُ و آخر ما يَخْلَقُ یعنی پیدائش میں سب اجزاء جسم پر مقدم اور پرانی اور بوسیدہ ہونے میں سب سے مؤخر، حاشیۂ بذل میں ہے وإليه يظهر ميل الطحاوي في مشكل الآثار، إذ قال لا يستنكر من لطيف قدرته تعالى ان يبقى عجب الذنب لا تأكله التراب أو النار إذا احترق ويكون مثل نار،

إبراهيم الطَّيِّلاً[1]۔

انبیاء کی طرح وہ حضرات جن کے جسم کو مٹی نہیں کھائے گی:

علماء نے لکھا ہے اس حدیث کے عموم سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں فإن الله تعالى حرم على الأرض أجساد الأنبياء (بذل)

اور حاشیۂ بذل میں ہے کہ انبیاء کے ساتھ اس مسئلہ میں چند اشخاص اور بھی ہیں جو ان ہی کے ساتھ ملحق ہیں اور وہ یہ ہیں: الشهداء، المؤذن المحتسب الصديقون، العلماء العاملون، حامل القرآن والعامل به، والمرابط، والميت بالطاعون صابرًا محتسبا، والمكثر من ذكر الله، والمحب لله، فتلك عشرة كاملة، كذا في الأوجز عن الزرقاني[2]. والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري.

٢٥۔ بَابٌ فِي خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت، دوزخ دونوں کو اللہ تعالیٰ پیدا کر چکے ہیں

٤٧٤٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ" قَالَ: "فَلَمَّا خَلَقَ اللهُ النَّارَ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھ لو جبریل علیہ السلام گئے اور (جنت کو) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم جو شخص بھی اس کا حال سنے گا تو وہ اس میں ہی داخل ہونا پسند کرے گا پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کو مشقت والی عبادات سے ڈھانپ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھ کر آؤ چنانچہ وہ گئے اور (جنت کو) دیکھا پھر واپس آکر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے رب! آپ کی عزت کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جہنم بنائی تو ارشاد فرمایا: اے جبریل! جاؤ اور اسکو دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے اور اسکو دیکھا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٢٧٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٨ ص ٢٧٨

پھر اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے پروردگار تیری عزت کی قسم کوئی شخص جہنم کا حال سن کر اس میں داخل نہ ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ نے اسکو ڈھانپ دیا شہوتوں سے پھر ارشاد فرمایا: اے جبریل جاؤ اور اسکو دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے اور دیکھ کر آئے اور عرض کیا: اے رب! تیری عزت اور جلال کی قسم! مجھے خطرہ ہے (ایسا) کوئی نہ بچے گا کہ جو جہنم میں داخل نہ ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الرقاق (٦١٢٢) جامع الترمذي - صفة الجنة (٢٥٦٠) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٧٦٣) سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٣)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور وہ بن کر تیار ہوگئی تو حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اس کو دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے اور دیکھ کر آئے اور آنے کے بعد بڑے وثوق سے اور قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ ایسی جنت کا جو شخص حال سنے گا تو وہ اس میں ضرور جائے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنت کو ناگوار اور مشقت کے کاموں کے ساتھ گھیر دیا، جو ذریعہ ہوتے ہیں دخول جنت کا۔ اور پھر فرمایا جبریل علیہ السلام سے کہ اب جا کر دیکھ کر آؤ وہ گئے اور دیکھ کر آئے تو اس مرتبہ اسی طرح قسم کھا کر وثوق سے کہنے لگے کہ اب تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شاید کوئی بھی اس میں نہ داخل ہو سکے، اس کے بعد حدیث میں جہنم کا حال مذکور ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اس کو دیکھ کر آؤ، وہ دیکھ کر آئے اور عرض کیا اسی طرح قسم کھا کر کہ اس کا حال تو جو شخص بھی سنے گا تو ممکن نہیں ہے کہ اس میں داخل ہو، اس کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ نے خواہشات اور نفس کی پسندیدہ چیزوں کے ساتھ گھیر دیا اور فرمایا کہ اچھا جاؤ اب دیکھ کر آؤ وہ دیکھ کر آئے اور قسم کھا کر عرض کیا کہ اب مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اب تو شاید کوئی شخص بغیر داخل ہوئے نہ رہے گا۔

مصنف کی غرض اس ترجمۃ الباب سے یہ بیان کرنا ہے کہ جنت اور جہنم دونوں پیدا ہو چکیں، نہ جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ جنت دوزخ ابھی تک پیدا نہیں کی گئیں وہ بروز قیامت پیدا کی جائیں گی، یہ بحث شرح عقائد میں بھی مذکور ہے، معتزلہ کے شبہات اور ان کے جوابات وہاں دیکھے جائیں۔ حضرت شیخ ؒ کے حاشیہ بذل میں ہے علامہ شعرانی ؒ کی الیواقیت والجواھر [1] کے حوالہ سے کہ جنت دوزخ اگرچہ پیدا ہو چکی ہیں لیکن ان کی بنا ابھی مکمل نہیں ہوئی وہ آہستہ آہستہ لوگوں کے اعمال کے اعتبار سے ہوتی رہتی ہے۔ اس روایت کے پیش نظر جس میں جنت کے بارے میں یہ ہے کہ أَنَّهَا قِيعَانٌ، وَغِرَاسُهَا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ [2]، یہ اشارہ ہے حدیث معراج کے ایک ٹکڑے کی طرف جس میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ اوپر سے واپسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کو گزر رہے تھے تو انہوں نے حضور ﷺ سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور ان سے جنت کے بارے میں یہ کہہ دینا جو اوپر مذکور ہوا أَنَّهَا قِيعَانٌ الخ یعنی جنت تو چٹیل میدان ہے اس کے پودے اور درخت یہ ہیں

---

1. اليواقيت والجواهر — ص ١٥٥
2. المعجم الكبير للطبراني ١٠٣٦٣ — ج ١٠ ص ١٧٣

سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ للهِ۔ اسی طرح دلیل میں انہوں نے ایک دوسری حدیث پیش کی مَنْ بَنَى للهِ مَسْجِدًا، بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ بيتًا فِي الْجَنَّةِ [1] آگے اسی حاشیہ میں ہے کہ جنتیں سات ہیں امام راغب اصفہانیؒ نے اس کے اسماء ذکر کئے ہیں۔

عذاب جہنم ابدی ہے اور فناء نار کا قول مردود ہے: اس کے بعد پھر یہ ہے کہ عذاب جہنم کفار کیلئے ابدی ہے اس کے بعد شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی رائے یہ نقل کی کفار کیلئے جہنم ایک مدت تک تو عذاب بنی رہے گی پھر ان کی طبیعت طبیعت ناریہ بن جائے گی پھر وہ آگ سے بجائے اذیت کے لذت اٹھائیں گے اور ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور سلفؒ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ نار فنا ہو جائے گی کذا في تفسير الجمل [2]، تفسیر جمل میں یہ مسئلہ سورۂ ہود کے آخر میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ [3] کے ذیل میں مذکور ہے فارجع اليه لو شئت، اس کے اخیر میں یہ ہے فناء نار کا قول بعض علماء سے نقل کرنے کے بعد: وقد نصر هذا القول ابن القيم كشيخه ابن تيمية وهو مذهب متروك وقول مهجور لا يصار اليه ولا يعول عليه وقد اول ذلك كله الجمهور واجابوا عن الآيات المذكورة بنحو عشرين وجهاً الخ۔ والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦۔ بَابٌ فِي الْحَوْضِ

حوضِ کوثر کا بیان

اس حوض کوثر کا خوارج اور بعض معتزلہ نے انکار کیا ہے اور اسی لئے اس کی بحث کو شرح عقائد میں ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اس میں ہے: ((والحوض حق)) لقوله تعالى: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ [4]، ولقوله ﷺ: حوضي مسيرة شهر، وزواياه سواء، وماؤه أبيض من اللبن، وريحه أطيب من المسك، وكيزانه أكثر من نجوم السماء، من يشرب منها فلا يظمأ أبداً، والأحاديث فيه كثيرة اه [5] اسکے حاشیہ میں ہے کہ مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوثر ہی حوض ہے اور اصح یہ ہے کہ کوثر تو جنت میں ہے اور حوض موقف میں، اور اسکی توجیہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ ایک تو ہے کوثر اور ایک نہر الکوثر اور ایک ہے حوض الکوثر، لہٰذا کوثر دونوں پر صادق آتا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر نبی کیلئے ایک حوض ہوگی، چنانچہ ترمذی کی روایت ہے عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ

---

1. مَنْ بَنَى للهِ مَسْجِدًا، بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجه - كتاب المساجد والجماعات - باب من بنى لله مسجدا ٧٣٦)
2. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٢٨١
3. ہمیشہ رہیں اس میں جب تک رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب (سورة هود ١٠٧)
4. بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر (سورة الكوثر ١)
5. شرح العقائد النسفية - ص ٢٥٦

يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً» : «هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ» وَقَدْ رَوَى الأَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَ أَصَحُّ» [1].

٤٧٤٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَمَامَكُمْ حَوْضًا مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَأَذْرُحَ».

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے سامنے ایک حوض ہے (یعنی قیامت کے دن تمہارے سامنے ایک حوض ہو گا) اس کے دونوں کناروں میں اس قدر مسافت ہو گی جیسے مقامِ جربا اور مقامِ اُذرُح کے درمیان۔ (یہ شام میں دوبستیاں ہیں اور انکے درمیان تین دن کی مسافت کا فاصلہ ہے)

تخریج: صحيح البخاري - الرقاق (٦٢٠٦) صحيح مسلم - الفضائل (٢٢٩٩) سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٢٥).

شرح الحديث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ تحقیق کہ تمہارے سامنے حوض ہے (یعنی تمہارے سامنے آنے والی ہے) جس کے دونوں کناروں کے درمیان اتنی مسافت اور فاصلہ ہے جتنا جَرْبَاء اور أَذْرُح کے درمیان۔

جَرْبَاء اور أَذْرُح دو قریے ہیں ملک شام میں ان کے درمیان تین رات کی مسافت ہے وقد جاء في تحديد الحوض حدود مختلفة ووجه التوفيق أن تحمل على بيان تطويل المسافة لا على تحديدها (بذل [2]) یہ روایات مختلفہ ترمذی شریف میں بھی ہیں۔ والحديث اخرجه مسلم، قاله المنذري.

٤٧٤٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ: «مَا أَنْتُمْ جُزْءٌ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ جُزْءٍ مِمَّنْ يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ» قَالَ: قُلْتُ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «سَبْعَ مِائَةٍ أَوْ ثَمَانَ مِائَةٍ».

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ان لوگوں کے ایک لاکھ میں سے ایک حصہ بھی نہیں ہو بہ نسبت جو کہ (میدان) حشر میں حوضِ کوثر پر حاضر ہونگے۔ ابو ہمزہ نے فرمایا میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ اس روز کتنے تھے؟ تو حضرت زید نے جواب دیا سات سو یا آٹھ سو۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٦٧).

---

[1] جامع الترمذي - كتاب صفة القيامة والرقائق والورع - باب ما جاء في صفة الحوض ٢٤٤٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٨ ص ٢٨٣

شرح الحدیث حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے ایک سفر میں راستہ میں ہم ایک منزل پر اترے تو وہاں آپ نے یہ بات فرمائی کہ تم ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو میرے پاس قیامت کے دن حوض پر آئیں گے، ان صحابیؓ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ آپ اس وقت کتنی تعداد میں تھے؟ تو انہوں نے کہا سات سو یا آٹھ سو۔

٤٧٤٧ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: أَغْفَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْفَاءَةً، فَرَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا، فَإِمَّا قَالَ لَهُمْ، وَإِمَّا قَالُوا لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ ضَحِكْتَ؟ فَقَالَ: «إِنَّهُ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ» فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا، فَلَمَّا قَرَأَهَا قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، عَلَيْهِ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ الْكَوَاكِبِ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہلکی سی نیند آگئی پھر آپ نے ہنستے ہوئے سر اُٹھایا تو آپ ﷺ نے از خود ارشاد فرمایا یا صحابہ کرامؓ نے آپ سے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ ﷺ کس وجہ سے آپکو ہنسی آئی؟ آپ نے فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے اس سورت کو تلاوت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو علم ہے کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ سے عرض کیا: اللہ اور اسکے رسول کو اچھی طرح علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوثر ایک نہر کا نام ہے کہ جسکو جنت میں میرے ربّ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس میں بڑی بھلائی ہے اور اس پر ایک حوض بنا ہوا ہے کہ جس پر قیامت کے دن میری اُمت (پانی پینے کے لئے) اکٹھا ہوگی اسکے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٢/٣)

شرح الحدیث حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو بیٹھے بیٹھے اونگھ آئی، کچھ دیر بعد سر اوپر اٹھایا مسکراتے ہوئے، پھر حضور ﷺ نے خود ہی فرمایا، یا صحابہ کے دریافت کرنے پر (ہنسنے کی وجہ سے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورۃ نازل ہوئی ہے اور پھر آپ ﷺ نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھ کر إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ اخیر تک تلاوت فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے صحابہؓ نے عرض کیا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، عَلَيْهِ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ الْكَوَاكِبِ»، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا ہے میرے رب نے جنت میں، اس پر خیر کثیر ہے، اس پر حوض ہے جس پر وارد ہوگی میری امت قیامت کے دن اس کے آبخورے آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر ہیں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب

الصلاۃ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِ «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ» [1] میں بھی گزر چکی، والحدیث اخرجه مسلم والنسائی، قاله المنذری۔

٤٧٤٨ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا عُرِجَ بِنَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ، أَوْ كَمَا قَالَ: عُرِضَ لَهُ نَهْرٌ حَافَتَاهُ الْيَاقُوتُ الْمُجَيَّبُ، أَوْ قَالَ: الْمُجَوَّفُ، فَضَرَبَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعَهُ يَدَهُ، فَاسْتَخْرَجَ [2] مِسْكًا، فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَلَكِ الَّذِي مَعَهُ: «مَا هٰذَا؟» قَالَ: الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ (معراج شریف کی رات میں) جب آنحضرت ﷺ جنت میں اُوپر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کو ایک نہر دکھلائی گئی کہ جس کے دونوں کنارے خالدار یاقوت کے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ جو فرشتہ تھا اس نے ایک ہاتھ مارا اور نہر کی گہرائی سے مشک نکالی۔ آپ ﷺ نے اس فرشتہ سے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ (حوضِ) کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عنایت فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الرقاق (٦٢١٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٧٩) سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٨)

شرح الحدیث: یعنی جب آپ ﷺ شب معراج میں جنت میں پہنچے تو آپ پر ایک ایسی نہر پیش کی گئی کہ جس کے دونوں کنارے (اس کی گہرائی کی دیواریں) یاقوت سے بنے ہوئے تھے ایسا یاقوت جو اندر سے کھوکھلا ہو ٹھوس نہ ہو، تو جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا اس نے اس نہر میں ہاتھ مار کر اس سے مشک نکالا تو آپ ﷺ نے اس فرشتہ سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے اس نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے، مشک نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نہر کے اندر کی زمین بجائے مٹی کے مشک کی تھی، اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے جنت کی نعمتوں کا۔ والحدیث اخرجه الترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

---

1. سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب من لم ير الجهر ب بسم الله الرحمن الرحيم ٧٨٤

2. **نعماء دنیا کی حقیقت صرف نام ہی نام ہے ان کی اصل حقیقت جنت میں ہے:** حاشیہ بذل (ج١٨ ص٢٨٦) میں ہے کہ الکوکب الدری ص ٢ میں لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة اعین کے ذیل میں لکھا ہے کہ احادیث میں جنت کے سونے چاندی اور مشک وعنبر کا جو ذکر آتا ہے وہ محض ایک تمثیل ہے صرف نام میں اشتراک کی وجہ سے اھ (الكوكب الدري على جامع الترمذي -- ج ٤ ص ٢٣٤) مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو سونا چاندی اور مشک وغیرہ ہوگا دنیا میں اس طرح کی چیزیں کہاں ہیں مثال کے طور پر کہہ دیا جاتا ہے، جنت میں تو ان اسماء کی حقیقت پائی جاتی ہے دنیا میں تو ان چیزوں کا صرف نام ہی نام ہے ورنہ دونوں جگہ کے سونا چاندی وغیرہ میں بون بعید بلکہ آسمان وزمین سے بھی زیادہ فرق ہے جیسا کہ حضرت نے بذل میں گذشتہ حدیث ان اھل الجنة یاکلون فیھا ویشربون کی شرح میں لکھا ہے اور حافظؒ نے فتح الباری میں امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت کا تنعم اہل دنیا کی طرح ہوگا لذت میں تفاضل کے ساتھ (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج٦ ص ٣٢٥)، اور دوسری بات یہ کہ وہاں کی نعمتیں دائمی ہیں ان میں انقطاع نہیں، اسی طرح بخاری میں ہے { قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ } أُتِينَا مِنْ قَبْلُ { وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا } يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَيَخْتَلِفُ فِي الطُّعُومِ، اس کے تحت میں حافظؒ نے لکھا ہے ھو کقول ابن عباس لیس فی الدنیا مما فی الجنة إلا الأسماء اھ (ج٦ ص ٢١)۔

٤٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ أَبُو طَالُوتَ، قَالَ: شَهِدْتُ أَبَا بَرْزَةَ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ، فَحَدَّثَنِي فُلَانٌ - سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ فِي السِّمَاطِ - فَلَمَّا رَآهُ عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هَذَا الدَّحْدَاحُ، فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ أَحْسَبُ أَنِّي أَبْقَى فِي قَوْمٍ يُعَيِّرُونِي بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ: إِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ، قَالَ: إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِأَسْأَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَرْزَةَ: نَعَمْ «لَا مَرَّةً، وَلَا ثِنْتَيْنِ، وَلَا ثَلَاثًا، وَلَا أَرْبَعًا، وَلَا خَمْسًا، فَمَنْ كَذَّبَ بِهِ فَلَا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا».

ترجمہ: حضرت عبد السلام بن ابی حازم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو برزہ کو دیکھا کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے حوض کا واقعہ بیان کیا اسکا نام امام ابو داودؒ کے استاد مسلم بن ابراہیم نے ذکر فرمایا تھا لیکن امام ابو داودؒ ذکر کرتے ہیں کہ میں اسکا نام بھول گیا اور یہ شخص عبید اللہ بن زیاد ارد گرد کے حلقہ بگوشوں میں سے تھا اس نے بتایا کہ جب ابو برزہ کو عبید اللہ نے دیکھا تو کہنے لگا کہ دیکھو تمہارا یہ محمدی شخص (یعنی صحابی رسول آپ کے صحبت یافتہ) موٹا اور پستہ قد ہے۔ حضرت ابو برزہ (اس بات کو سن کر) سمجھ گئے کہ (اس شخص نے میری اہانت کی ہے) انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ گمان نہیں تھا کہ میں ایسے لوگوں میں رہ جاؤں گا جو مجھے صحبت نبوی کی وجہ سے شرمندہ کریں گے۔ عبید اللہ نے کہا کہ تمہارے لئے صحبت نبوی تو باعث فخر ہے نہ کہ عیب۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میں نے آپ کو حوض کوثر کی کیفیت بیان کرنے کیلئے طلب کیا ہے؟ جو آپ نے اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ ابو برزہ نے جواب دیا ہاں سنا ہے ایک، دو، تین، چار، پانچ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ سنا ہے۔ جو شخص اس بات کی تکذیب کرے اللہ تعالیٰ اسکو اس حوض سے نہ پلائے؟ پھر اس کے بعد وہ غصے میں نکل گئے۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٤٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤١٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٦)

شرح الحدیث: عبد السلام بن ابی حازم کہتے ہیں جن کی کنیت ابو طالوت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو برزہ صحابیؓ کی خدمت میں گیا وہ اس وقت میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچے ہوئے تھے (اب آگے عبید اللہ بن زیاد کی مجلس میں جو بات پیش آئی ابو برزہ کے ساتھ اس کو ایک وہ شخص جو اس مجلس کے اندر تھا وہاں سے آکر ان سے یعنی ابو طالوت سے بیان کر رہا ہے لیکن اس شخص کا نام یہاں مذکور نہیں یہ نام مصنف کو یاد نہیں رہا مصنف کے استاد مسلم بن ابراہیم نے تو بیان کیا تھا) ابو طالوت کہہ رہے ہیں کہ اس فلاں نے اندر کا واقعہ مجھ سے اس طرح بیان کیا کہ جب ابو برزہ کو عبید اللہ نے دیکھا تو اس نے ان کو دیکھ کر یہ جملہ کہا حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے "لو جی تمہارے محمدی یہ دحداح یعنی ٹھگنے قد کے آگئے ہیں" بظاہر اس نے دبی آواز سے کہا ہو گا مگر ان صحابی نے وہ جملہ سن لیا اور فوراً کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ ایسے لوگوں کے دنیا میں آنے تک میں باقی رہوں گا جو مجھ کو عار

دلائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے پر، اس پر عبید اللہ جلدی سے بولا نہیں صاحب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت (آپ کیلئے مبارک ہے) باعث زینت ہے کوئی عیب کی بات نہیں ہے پھر کہنے لگا کہ میں نے تو آپ کو آدمی بھیج کر اس لئے بلایا ہے تاکہ آپ سے حوض کے بارے میں دریافت کروں کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے بارے میں کچھ سنا ہے؟ اس پر ابو برزہؓ نے ناگواری کے لہجہ میں فرمایا: ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں تین مرتبہ نہیں چار مرتبہ نہیں پانچ مرتبہ نہیں بلکہ اس سے بھی زائد سنا ہے (اب یہ کہ کیا سنا ہے اس کو نہیں بتایا بلکہ یہ فرمایا) جو شخص حوض کو جھٹلائے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے سیراب نہ کرے محروم رکھے، اور یہ کہہ کر ناراض ہوتے ہوئے چلے گئے۔

الدحداح کے معنی ہیں وہ شخص جو موٹا اور پستہ قد ہو، تو ابو برزہ ایسے ہی ہوں گے، لیکن ساتھ میں اس نے ان کو محمدی بھی کہا یعنی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو، حضرت نے تو بذل میں یہ لکھا ہے کہ دحداح کہنے پر تو ان کو غصہ نہیں آیا البتہ محمدی کا لفظ جو تمسخر کے انداز میں اس نے کہا اس پر ان کو غصہ آیا، اور عبید اللہ بن زیاد تھا ہی فساق وفجار میں سے، لیکن دوسرا احتمال یہ بھی ہے یہاں پر کہ اس نے تو محمدی کا لفظ سخریہ کے طور پر نہیں کہا تھا، سخریہ کے طور پر تو دحداح ہی کہا تھا لیکن وہ یہ سمجھے کہ محمدی کا لفظ بھی بطور طنز کے کہہ رہا ہے اس لئے ان کو غصہ آیا [1]، الاحتمال الثانی ذکرہ شیخنا مولانا محمد اسعد اللہ رحمہ اللہ تعالی فی ھامش کتابہ، جس کا قرینہ انہوں نے یہ لکھا ہے ولذا قال ان صحبتہ لمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم لشزین غیر شین۔

عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ زیاد ابن ابیہ دونوں کا کسی قدر حال کتاب الصلاۃ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ» میں گزر گیا۔

یہ جو حضرت ابو برزہؓ نے فرمایا فَمَنْ كَذَّبَ بِهِ فَلَا سَقَاهُ اللهُ مِنْهُ، اس پر حاشیہ بذل میں ہے کہ شاید یہ عبید اللہ بن زیاد ہی پر تعریض ہے اس لئے کہ وہ حوض کوثر کا منکر تھا کما بسطہ الحافظ اھ [2]، چنانچہ فتح الباری میں ہے باب فی الحوض میں (کتاب الرقاق میں) قلت أنكره الخوارج وبعض المعتزلة وممن كان ينكره عبيد الله بن زياد أحد أمراء العراق لمعاوية وولده، اس کے بعد حافظؒ نے ابو داود کی یہی روایت لکھی ہے اور اسی میں ہے وعند أحمد عن أبي سبرة قال قال عبيد الله بن زياد ما أصدق بالحوض وذلك بعد أن حدثه أبو برزة والبراء وعائذ بن عمرو فقال له أبو سبرة بعثني أبوك في مال إلى معاوية فلقيني عبد الله بن عمرو فحدثني وكتبته بيدي من فيه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول موعدكم حوضي الحديث فقال

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۸۷ ـ ۲۸۸

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۸۸

بن زیاد حینئذ أشهد أن الحوض حق، الی آخر ماذکر[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت اس نے ابو برزہ کو بلایا اپنی مجلس میں اور دونوں کے درمیان سوال وجواب ہوا اس وقت تک وہ حوض کا قائل نہ تھا، بعد میں ابو سبرہ کی حدیث سننے کے بعد قائل ہو گیا تھا، اس حدیث میں جو لفظ فلاں آیا ہے جو کہ عبد السلام کے استاد ہیں، حافظؒ نے مبہمات تقریب میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ان کے چچا ہیں: ھو عمہ ولم اقف علی اسمہ، اس کے بعد حضرتؒ نے مسند احمد کی روایت[2] سے اس کا نام عباس الجریری نقل کیا ہے، وہاں نام کی تصریح ہے، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ أَبُو طَالُوتَ. حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْجُرَيْرِيُّ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِيَادٍ، قَالَ لِأَبِي بَرْزَةَ الخ۔

کیا یہ حدیث الحوض سنداً ثلاثی ہے؟ اس مذکورہ بالا حدیث کی تشریح سے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں عبد السلام کے استاد ابو برزہ صحابی نہیں ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک واسطہ ہے لہٰذا یہ حدیث رباعی ہوئی نہ کہ ثلاثی، جیسا کہ سخاوی کو وہم ہو گیا فتح المغیث میں کہ یہ حدیث ثلاثی ہے اور یہ بات الدر المنضود کے مقدمہ میں بھی گزر چکی، فتذکر۔

حاشیہ بذل میں اس طرح ہے:

فائدہ: فی الجامع الصغیر: اذا جعلت اصبیك فی اذنیك سمعت خریر الکوثر (قط) عن عائشة (ض) یعنی تم اپنی دونوں انگلیوں کو کانوں میں داخل کر کے دیکھو اس وقت جو آواز سی محسوس ہوتی ہے وہ نہر کوثر کے گرنے اور چلنے کی آواز ہوتی ہے، حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں وقد روی أحادیث الحوض اربعون من الصحابة، وکثیر منها أو أکثرها فی الصحیح[3] اور پھر ان سب ناموں کو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اور حاشیہ بذل میں ہے وعد العینی من روی الحوض من الصحابة أکثر من خمسین صحابیاً[4]۔

۲۷ـ بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

قبر میں سوال اور عذاب قبر کا بیان

٤٧٥٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ فَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ { يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ[5] }".

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ١١ ص ٤٦٨

[2] مسند الإمام أحمد بن حنبل ـ مسند البصريين ـ حديث أبي برزة الأسلمي ١٩٨٠٧ ـ ج ٣٣ ص ٤٣

[3] تهذيب السنن ـ ج ٥ ص ٢٢٧٢ ـ ٢٢٧٣

[4] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٨ ص ٢٨٣

[5] مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے (سورۃ إبراھیم ٢٧)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آیتِ کریمہ { يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ } یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اس آیت میں بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ سے مراد یہی شہادتوں کی گواہی دینا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٣٠٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٢٢) صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٧١) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١٢٠) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٥٦) سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٠)

شرح الحدیث: یعنی یہ آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھتے ہیں پکی بات پر اس سے مراد قبر کا سوال ہے اور قولِ ثابت سے مراد کلمہ شہادت ہے اور عون المعبود میں ہے (إذا سئل في القبر) التخصيص للعادة أو كل موضع فيه مقره فهو قبره، یعنی قبر کی تخصیص اکثریت کے اعتبار سے ہے کہ اکثر کو قبر ہی میں دفن کیا جاتا ہے یا یہ کہ قبر سے مراد ہر وہ جگہ ہے مرنے کے بعد جہاں بھی میت ہو یعنی میت کا مقر مراد ہے اسی کو قبر سے تعبیر کر دیا گیا اور اس حدیث میں مسؤل عنہ حذف کر دیا گیا أي سئل عن ربه ودينه ونبيه لما ثبت في الأحاديث الأخر اھ وفيه ايضًا قال النووي مذهب أهل السنة إثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه الأدلة من الكتاب والسنة اھ [1] اور شرح عقائد میں ہے ((وعذاب القبر للكافرين، ولبعض عصاة المؤمنين)) خص البعض لأن منهم من لا يريد الله تعالى تعذيبه، فلا يعذب، ((وتنعيم أهل الطاعة في القبر بما يعلمه الله تعالى، ويريده)) وهذا أولى مما وقع في عامة الكتب من الاقتصار على إثبات عذاب القبر دون تنعيمه، بناء على أن النصوص الواردة فيه أكثر الخ [2] یعنی مصنف نے عذابِ قبر کا مقابل یعنی تنعیم دونوں کو ذکر کیا یہ اولیٰ ہے۔ اس سے جو اکثر کتابوں میں ہے یعنی صرف عذابِ قبر کو ذکر کرنا اور اس کے ساتھ تنعیم کو ذکر نہ کرنا، اور اس کے حاشیہ میں ہے: قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ثلاث يعصمهم الله تعالى من عذاب القبر المؤذن والشهيد والمتوفى [3] يوم الجمعة او ليله اھ، اور اس کے بعد ہے وسؤال منكر ونكير ثابت، یہ ثابت تینوں کی خبر ہے یعنی عذاب و تنعیم و سؤال، قال السيد أبو شجاع: إن

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٣ ص ٨٥ و ٨٨ - ٨٩

[2] شرح العقائد النسفية — ص ٢٤٢

[3] گذشتہ کل بروز جمعہ سہارنپور سے یہاں مدینہ طیبہ خبر موصول ہوئی کہ برادرم مولوی حکیم محمد اسرائیل مرحوم کا آج ١٦ ذیقعدہ ٥٤ھ بروز جمعہ ١٠ بجے دن میں انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون یغفر اللہ لنا ولہ۔ حسن اتفاق دیکھئے کل بھائی صاحب کے انتقال کی خبر موصول ہوئی اور آج شنبہ کو یہاں یہ مضمون لکھا جا رہا ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآية، اور یہ کہ جمعہ کے روز جس کی وفات ہوتی ہے وہ قبر کے سوال وجواب وعذاب سے محفوظ رہتا ہے فالحمد للہ على حسابه فالمرجو من الله سبحانه وتعالى ان اخى محفوظ من فتنة القبر . وندعو الله سبحانه وتعالى ان يعصمني اياى وجميع اهل بيتي ومن لحق بي وجميع احبابي من فتنة القبر ويجعلنا فمن ينعم في القبر . آمين۔

للصبيان سؤالاً، وكذا للأنبياء عليهم السلام عند البعض ((ثابت)) كل من هذه الأمور ثابت ((بالدلائل السمعية)) لأنها أمور ممكنة أخبر بها الصادق على ما نطقت به النصوص [1]۔یعنی یہ امور عقلا ممکن ہیں خلاف عقل نہیں ہیں مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے پھر ان کے ثابت ہونے میں کیا تأمل ہے اس کے بعد انہوں نے اس کے دلائل آیات قرآنیہ اور احادیث ذکر کی ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے: وأنكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض، لأن الميت جماد لا حياة له ولا إدراك، فتعذيبه محال. والجواب: أنه يجوز أن يخلق الله تعالى في جميع الأجزاء أو في بعضها نوعاً من الحياة، قدر ما يدرك ألم العذاب أو لذة التنعيم، وهذا لا يستلزم إعادة الروح إلى بدنه، ولا أن يتحرك ويضطرب، أو يرى أثر العذاب عليه، حتى أن الغريق في الماء أو المأكول في بطون الحيوانات، أو المصلوب في الهواء، يعذب وإن لم نطلع عليه. ومن تأمل في عجائب ملكه تعالى وملكوته وغرائب قدرته وجبروته، لم يستبعد أمثال ذلك، فضلاً عن الاستحالة اهـ [2] ۔والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري.

٤٧٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ الْخَفَّافُ أَبُو نَصْرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ، فَقَالَ: «مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: «تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ» قَالُوا: وَمِمَّ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُولُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنِ اللَّهُ هَدَاهُ قَالَ: كُنْتُ أَعْبُدُ اللَّهَ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ، وَلَكِنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ، فَأَبْدَلَكَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: دَعُونِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي، فَيُقَالُ لَهُ: اسْكُنْ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهُ فَيَقُولُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، فَيُقَالُ لَهُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، فَيُقَالُ لَهُ: فَمَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ".

ترجمہ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ قبیلہ بنی نجار کے باغ میں تشریف لے گئے۔آپ ﷺ نے وہاں پر ایک آواز سنی تو گھبرا گئے اور دریافت فرمایا: یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں؟ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کچھ لوگ تھے جو دورِ جاہلیت میں مرے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دوزخ کے عذاب اور فتنہ دجال سے پناہ مانگو۔ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو

[1] شرح العقائد النسفية — ص ٢٤٣

[2] شرح العقائد النسفية — ص ٢٤٥-٢٤٦

اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے تو (دُنیا میں) کس کی عبادت کرتا تھا؟ پس اگر اللہ اسکو (سیدھا) راستہ دکھلاتے ہیں تو وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ پھر اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو (یعنی آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں) وہ شخص جواب دیتا ہے کہ وہ (یعنی آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اللہ کے بندے اور اسکے فرستادہ ہیں۔ پھر اور کچھ سوال نہیں ہوتا۔ اسکے بعد اسکو ایک گھر کی طرف لے جاتے ہیں جو کہ اس کیلئے دوزخ میں تھا اور اس سے کہتے ہیں تمہارا دوزخ میں یہ گھر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری حفاظت فرمائی اور تم پر رحم فرمایا اور اس کے عوض جنت میں گھر فرمادیا۔ وہ شخص (یہ سن کر) کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں گھر والوں کو جا کر ان کو یہ خوشخبری سناؤں (کہ مجھ کو جنت میں مکان مل گیا) لیکن اس شخص سے کہا جاتا ہے ٹھہرو اور جب کافر قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اسکے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور ڈانٹ کر اس سے پوچھتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں۔ پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو نے نہ خود علم حاصل کیا اور نہ کسی کی اتباع کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص (نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں وہی بات کہتا تھا جو کہ لوگ کہتے تھے پھر وہ فرشتہ اس شخص کو اسکے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے گرز سے مارتے ہے وہ شخص ایسی چیخ مارتا ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق اسکو سنتی ہے سوائے جنوں اور انسانوں کے۔

٤٧٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، بِمِثْلِ هَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ» فَذَكَرَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ الْأَوَّلِ، قَالَ فِيهِ «وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُولَانِ لَهُ» زَادَ «الْمُنَافِقَ» وَقَالَ: «يَسْمَعُهَا مَنْ وَلِيَهُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ».

ترجمہ: عبدالوہاب سے اسی طریقہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست اس کی تدفین کر کے پشت موڑتے ہیں تو وہ مردہ شخص ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسکے بعد پہلی حدیث کے قریب قریب بیان فرمایا اور اس میں کہا کہ کافر اور منافق یہ کہتے ہیں یعنی منافق کا اضافہ کیا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی چیخ جن و انس کے علاوہ ہر ایک سنتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٧٣) صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٧٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٥١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٦/٣)

شرح الأحاديث: قبر میں سوال و جواب طویل حدیث کی مفصل شرح: یعنی ایک مرتبہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قبیلہ بنو النجار کے کھجور کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو کچھ ڈراونی آواز سنائی دی، اس پر آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سوال فرمایا کہ یہ قبروں والے کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ بعض وہ لوگ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے، اس پر آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو عذاب نار اور دجال کے فتنہ سے، صحابہؓ نے عرض کیا اور یہ کیوں، یعنی اصحاب القبور کا سوال

کرنے کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعاء مانگنے کو کیوں فرمایا تو اس پر آپ ﷺ نے قبر میں سوال جواب وغیرہ کو بیان فرمایا، اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ جب مؤمن قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا پس اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت فرمائی ہوگی یعنی دنیا میں، اور یا مطلب یہ کہ رہنمائی فرمائیں گے یہاں قبر میں، تو وہ جواب دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا پھر اس سے کہا جائیگا مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے تو وہ کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس کے ان جوابات کے بعد پھر اس سے کچھ سوال نہ کیا جائے گا، پھر اس کو ایک مکان کی طرف لے جایا جائے گا جہنم کے اور کہا جائے گا کہ جہنم میں تیرا ٹھکانہ یہ تھا (یعنی اگر ایمان نہ لاتا اور نافرمانی کرتا) لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم فرمایا، اور تجھ کو اس سے بچالیا اور اس کے بدلہ میں جنت میں تجھ کو ٹھکانہ دیدیا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر شخص کیلئے خواہ وہ دنیا میں آنے کے بعد مؤمن ہو یا کافر اللہ تعالیٰ نے دو ٹھکانے بنا رکھے ہیں [1] ایک جنت میں ایک جہنم میں، کہ اگر ایمان لائے گا تو جنت والے ٹھکانہ میں جائے گا اور اگر ایمان نہ لایا تو جہنم والے ٹھکانہ میں جائے گا، تو وہ یہ اکرام وانعام دیکھ کر کہے گا کہ مجھے چھوڑو تاکہ میں گھر جا کر اپنے گھر والوں کو خوشخبری سنادوں، تو اس سے کہا جائے گا کہ تو سکون کے ساتھ یہیں ٹھہرا رہ، یعنی جانے کی اجازت نہیں، آگے حدیث میں کافر کا حال مذکور ہے کہ اسکے پاس بھی قبر میں فرشتہ آتا ہے اور اس کو جھڑک کر پوچھتا ہے کہ کس کی عبادت کرتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے لَا أَدْرِي کہ مجھے کچھ خبر نہیں، فَيُقَالُ لَهُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ تلوت اور تلیت دونوں طرح مستعمل ہے اور اس کا مصدر تلوٌ ہے بروزن سُمُوٌّ یعنی اتباع کرنا اور کسی کے پیچھے چلنا، چنانچہ قاموس میں ہے تَلَوْتُه. كَدَعَوْتُه وَرَمَيْتُهُ. تُلُوًّا. كَسُمُوٍّ: تَبِعْتُه [2]، اور اگر مصدر اس کا تلاوۃ مانا جائے تو اس کا استعمال واؤ کے ساتھ ہوتا ہے تلوت اور یہاں ازدواج کی وجہ سے واؤ کو یاء سے [3] بدل دیا گیا ہے اور معنی اس کے قرأۃ ہی کے ہیں، تو پورے جملہ کے معنی یہ ہوئے کہ نہ تو تو نے خود تحقیق کر کے جانا اور نہ جاننے والوں کا اتباع کیا یا یہ کہ قرآن یا کتب کو نہیں پڑھا گویا نہ تحقیق کی نہ تقلید اہل حق کی، اور خطابیؒ کی رائے یہ ہے کہ محدثین اس کو اسی طرح کہتے ہیں لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، اور یہ غلط ہے اور صحیح جو ہے وہ لا دریت ولا ائتلیت ہے ای ولا استطعت ان تدری [4]۔

---

[1] کفار پر حجت قائم کرنے کیلئے کہ دیکھو! ہم نے تو تمہارے ایمان لانے کی صورت میں تمہارے لئے جنت میں حصہ رکھا تھا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں یا اللہ تو نے خود ہی ہمارا حصہ جنت میں نہیں رکھا تھا۔

[2] القاموس المحیط — ص ١٢٦٥ (مؤسسة الرسالة الطبعة الثامنة، ١٤٢٦ ھ)

[3] یعنی اگر اس کا مصدر تلاوۃ مانا جائے، اور تلوّ ماننے کی صورت میں اس کی احتیاج نہیں۔

[4] معالم السنن — ج ٤ ص ٣٣٣-٣٣٤۔

اورمظاہر حق میں اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، نہ جانا تونے عقل سے اور نہ پڑھا تونے قرآن میں سے اھ۔ اس حدیث میں ہے مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے، جس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ کو "رجل" سے تعبیر کیا آزمائش اور امتحان کے طور پر، اس لئے کہ اگر کوئی تعظیمی لفظ اختیار کیا جاتا تو پھر وہ سائل کے سوال ہی سے سمجھ جاتا جس سے امتحان کے معنی باقی نہ رہتے، اب آگے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ کے اور میت کے درمیان جو حجابات ہیں وہ ہٹا دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ لیتا ہے، اگر ایسا ہے تو یہ بڑی بشارت ہے مؤمن کیلئے لیکن اس کے بارے میں کوئی حدیث میرے علم میں نہیں، اور جس شخص نے یہ احتمال بیان کیا وہ صرف اس حیثیت سے کہ لفظ هٰذَا حاضر کی طرف اشارہ کیلئے ہے، لیکن احتمال یہ بھی تو ہے کہ هٰذَا کا اشارہ ما فی الذہن کی طرف ہو (چونکہ قبر میں اللہ اور رسول کے علاوہ کون ذہن میں ہو سکتا ہے) (بذل عن القسطلانی [1]) اور مظاہر حق میں ہے، یہ اشارہ یا بسبب شہرت حضرت کے ہے یا حضرت کو روبرو لاتے ہوں ساتھ صورت مثالی کے، پس اس صورت میں آرزو موت کی کرنی واسطے حاصل ہونے اس نعمت عظمیٰ خوب ہے اور اس میں بشارت ہے مشتاقوں کیلئے

شب عاشقاں بیدل چہ قدر دراز باشد *** تو بیا کز اول شب در صبح باز باشد

ترجمہ: عشاق کی شب ہجر کس قدر طویل ہوتی ہے، تو جلدی آ، یہ اول شب ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہو جائے۔

اور دونوں ٹھکانے دکھانے کے بارے میں مظاہر حق میں ہے: دونوں ٹھکانے دکھاتے ہیں کہ اگر دوزخی ہوتا لائق اس کے تھا، اب جو جنتی ہوا یہ ملا، تا قدر ہو اس کو نعمتوں بہشت کی [2]۔

فَيُقَالُ لَهُ: فَمَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ: پھر اس سے یعنی کافر سے پوچھا جاتا ہے معبود کے سوال کے بعد کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا اور بخاری کی روایت میں یہاں پر لَا أَدْرِي کا بھی اضافہ ہے کہ نہیں جانتا میں تھا میں کہتا جو کہتے تھے لوگ یعنی مؤمن اور بخاری کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ آگے روایت میں ہے: فیضربه بمطراق من حديد بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها الخلق غير الثقلين [3]، پس فرشتہ مارتا ہے اس کے گرز لوہے کا اس کے دونوں کانوں کے درمیان یعنی پیشانی پر پس چلاتا ہے ایسا چلانا جس کو ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جنوں کے اور آدمیوں کے مظاہر حق جدید (ج ۱ ص ۱۸۲) میں ہے: اور

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۹۱ ـ ۲۹۲

[2] مظاہر حق جدید — ج ۱ ص ۱۸۱ ـ ۱۸۲

[3] ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ (صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب الميت يسمع خفق النعال ۱۲۷۳)

جن وانس آواز عذاب کی اس لئے نہیں سنتے کہ سننے میں ایمان بالغیب جاتا رہتا اور سلسلہ معیشت کا منقطع ہوتا۔

قبر میں فاسق مسلمان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ مظاہر حق میں فائدہ کے ذیل ایک یہ بات لکھی ہے کہ احادیث صحیحہ میں جو حال مذکور ہے یعنی مؤمن کی نجات اور کافر اور منافق کا عذاب یہ مؤمن مطیع کا حال ہے لیکن مؤمن فاسق کا حال ان احادیث میں مذکور نہیں کہ اس کیلئے عذاب ہے یا نہیں، اسکے بارے میں وہ لکھتے ہیں [1] پس کہا ہے علماء نے کہ حکم مؤمن فاسق کا یہ ہے کہ جواب میں شریک مؤمن مطیع کا ہے اور بشارت اور دروازہ کھلنے بہشت میں اور مانند انکے میں شریک نہیں یا ان میں بھی شریک ہو، لیکن مرتبہ میں اس سے کمتر حتی کہ کچھ عذاب بھی ہوتا ہو، مگر جس فاسق کو کہ اللہ چاہے یوں ہی بخش دے [2]۔

روایات مختلفہ میں تطبیق: یہاں بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے ایک اشکال وجواب لکھا ہے کہ اس روایت میں ہے يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ، اور ایک دوسری روایت میں ہے يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ، اور ایک میں ہے يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جن میں بظاہر تعارض ہے کہ ایک میں ہے کہ اس کو وہ سنتے ہیں جو اس کے آس پاس ہوتے ہیں، اور دوسری میں ہے کہ ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جن وانس کے اور تیسری میں ہے کہ مشرق ومغرب کے درمیان جتنے ہیں وہ سب سنتے ہیں، اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ مَنْ يَلِيهِ والی روایت میں اسکے علاوہ کی نفی کہاں ہے آس پاس والوں کے ساتھ دور والے بھی سنتے ہیں اور دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ والی مسافت کا بعید ہونا وہ ہمارے اعتبار سے ہے اس عالم میں ہمارے ضعف کے لحاظ سے، اور وہاں والوں کے اعتبار سے یہ بُعد نہیں ہے بلکہ اُس عالم کے اعتبار سے مشرق ومغرب کی درمیانی مسافت اور بعد صرف اتنا ہے جتنا کسی وسیع مکان کی دو دیواروں کے درمیان ہوتا ہے [3]۔

اسکے بعد جو روایت آرہی ہے اس میں یہ ہے: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ کہ جب میت کو لوگ دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے تو اسی وقت میت کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں سوال کیلئے مطلب یہ ہے جیسے ہی لوگ میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے ہیں، فوراً اسی وقت وہاں کی کاروائی شروع ہو جاتی ہے، نیز اس روایت میں ہے: يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ، اور اسکے بعد والی روایت جو براء بن عازبؓ سے مروی ہے اور طویل ہے اس میں مؤمن اور کافر دونوں کا حال مفصلاً مذکور ہے اس میں ہے: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، کہ ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں نکلے اور

---

[1] س سے متعلق کچھ باب کے اخیر میں بھی آرہا ہے۔

[2] مظاہر حق جدید— ج۱ ص۱۸۲

[3] بذل المجهود في حل أبي داود— ج۱۸ ص۲۹۴-۲۹۵

قبرستان پہنچ گئے لیکن قبر ابھی تک کھد کر تیار نہیں ہوئی تھی، پس آپ ﷺ اس کے انتظار میں بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد اسطرح سکون کے ساتھ بیٹھ گئے، كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہو، یعنی نہایت سکون اور سکوت کے ساتھ (جیسے مثلاً کسی کے سر پر چڑیا آکر بیٹھ جائے اور وہ یہ چاہے کہ وہ اسی طرح بیٹھی رہے اڑے نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ اس وقت بالکل سکون کے ساتھ اسی طرح بیٹھا رہے گا) اس وقت میں آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ذریعہ آپ ﷺ بیٹھے بیٹھے زمین کو کریدنے لگے، جیسے کسی سوچ میں ہوں، پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو، یہ آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا۔

یہ روایت کافی طویل ہے اس میں یہ بھی ہے: فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، یعنی جب وہ میت اپنے سوال و جواب میں کامیاب ہو جاتی ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا لگاتا ہے کہ میرے اس بندہ نے سچ کہا پس اس کیلئے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کیلئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو آپ نے فرمایا پس اس کے پاس اسی کھڑکی میں سے ہوائیں اور خوشبوئیں جنت کی آتی رہتی ہیں، اور اس کیلئے اسکی قبر میں منتہائے نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے، اسکے بعد اس روایت میں کافر کا حال مذکور ہے: «وَإِنَّ الْكَافِرَ» فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ الخ، کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں، پہلے رب کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے تو وہ گھبرا کر وہی لفظ استعمال کرتا ہے جو حیرت اور دہشت کے وقت میں آدمی بولتا ہے یعنی هَاهْ هَاهْ اور یہ کہ میں نہیں جانتا، پھر اس سے اس کے دین کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ اس کے جواب میں بھی یہی کہتا ہے لَا أَدْرِي اسی طرح آگے بھی حضور ﷺ کے بارے میں، پس آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا (اس لئے کہ دین تو دنیا میں ظاہر ہو چکا تھا اس نے اس کی جستجو نہیں کی) اور پھر حکم ہوتا ہے کہ آگ کا بستر بچھا دو اس کیلئے اور اسی کا اس کو لباس پہنا دو اور جہنم کی طرف اس کیلئے ایک کھڑکی کھول دو، پس اسکے پاس جہنم کی حرارت اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر اسکی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، قَالَ: «ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا»، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کافر پر ایک ایسا فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے جو ایک لحاظ سے نابینا اور گونگا ہوتا ہے، یہ اشارہ ہے اس فرشتہ کے تشدد کی طرف، گویا اس کے حال کو دیکھ ہی نہیں رہا اور اس کی چیخ و پکار کو سن ہی نہیں رہا ہے اور اسی لئے اس کو اس پر رحم نہیں آرہا ہے، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس کے ساتھ لوہے کا ہتھوڑا بھی ہوتا ہے ایسا کہ اگر اس کو پہاڑ پر بھی مارا جائے تو وہ بھی خاک ہو جائے، تو وہ فرشتہ اس کافر کو اس کے ذریعہ مارتا ہے ایسا مارنا کہ سنیں اس کو جو کہ درمیان مشرق اور مغرب کے ہے، سوائے آدمی اور جن

کے، پس ہو جاتا ہے مٹی پھر اس کی روح کو دوبارہ اس میں ڈالا جاتا ہے (تاکہ عذاب کا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے) مظاہر حق میں لکھا ہے ان کذب کہ جھوٹا ہے کیونکہ آواز دین واسلام کا اور نبوت کا مشرق سے مغرب تک پہنچا، نہ جانا کیا معنی۔

قبر میں سوال و جواب سے متعلق بعض علمی فوائد: قبر میں سوال سے متعلق حاشیۂ بذل میں ہے:

''والسؤال بالعربية وقيل بالسريانية كذا في الفتاوىٰ الحديثية ص ٧ ''وقال ايضا السؤال فى القبر من خواص هٰذه الامة، وكذا قال في الانوار الساطعة ص ١٤٠ من فروع الشافعية: ان السؤال خاص بهذه الامة وذكر فيه العينى الاختلاف ج ٤ ص ٢٢٨ [1]، فتاویٰ کی عبارت یہ ہے: وَظَاهِر أَحَادِيث سؤالهما أَنَّهُمَا يسألان كل أحد بِالْعَرَبِيَّةِ. وَفِي بعض طرق حَدِيث الصُّور الطَّوِيل عِنْد عَلِيّ بن معبد: تخرجُونَ مِنْهَا شبَابًا كلكُمْ أَبنَاء ثَلَاث وَثَلَاثِينَ، وَاللِّسَان يَوْمئِذٍ بالسُّرْيَانِيَّة سرَاعًا إِلَى رَبهم يَنْسلونَ. فَإِن أُرِيد بيومئذٍ اخْتِصَاص تكلمهم بالسُّرْيَانِيَّة بِيَوْم النفخ لم ينَاف مَا مر وَإِن أُرِيد بيومئذٍ وَقت كَونهم فِي الصُّور نافاه. وَالْحَاصِل الْأَخْذ بِظَاهِر الْأَحَادِيث هُوَ أَن السؤال لسَائِر النَّاس بِالْعَرَبِيَّةِ نَظِير مَا مر أَنه لِسَان أهل الْجنَّة إِلَّا إِن ثَبت خلاف ذَلِك وَلَا يستبعد تكلم غير الْعَرَبِيّ بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَن ذَلِك الْوَقْت وَقت تخرق فِيهِ الْعَادَات. [2] نیز اس میں ہے: وَجزم التِّرْمِذِيّ الْحَكِيم وَابْن عبد الْبر أَيْضا بِأَن السُّؤَال من خَوَاص هَذِه الْأمة لحَدِيث مُسلم: (إِن هَذِه الْأمة تُبْتَلى فِي قبورها) وَخَالفهُمَا جمَاعَة مِنْهُم ابْن الْقيم وَقَالَ: لَيْسَ فِي الْأَحَادِيث مَا يَنْفِي السُّؤَال عَمَّن تقدم من الْأُمَم، وَإِنَّمَا أخبر النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أمته بكيفية امتحانهم فِي الْقُبُور، لَا أَنه نفى ذَلِك عَن ذَلِك وَتوقف آخَرُونَ وللتوقف وَجه لِأَن قَوْله: (إِن هَذِه الْأمة) فِيهِ تَخْصِيص. فتعدية السُّؤَال لغَيرهم تحْتَاج إِلَى دَلِيل. وعَلى تَسْلِيم اخْتِصَاصه بهم. فَهُوَ لزِيَادَة درجاتهم وخفة أهوال الْمَحْشَر عَلَيْهِم فَفِيهِ رفق بهم. وَأكْثر من غَيرهم. لِأَن المحن إِذا فرقت هان أمرهَا. بِخِلَاف مَا إِذا توالت فتفريقها لهَذِهِ الْأمة عِنْد الْمَوْت. وَفِي الْقُبُور. والمحشر. دَلِيل ظَاهر على تَمام عناية رَبهم بهم أَكثر من غَيرهم. وَكَانَ اختصاصهم بالسؤال فِي الْقَبْر من التخفيفات الَّتِي اختصوا بهَا عَن غَيرهم لما تقرر فَتَأمل ذَلِك [3] یعنی اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عذاب قبر اس امت کی خصوصیت ہے تو یہ دراصل ان ہی کے فائدہ کیلئے ہے تخفیف عذاب کیلئے تاکہ ساری مصیبتیں محشر میں جمع نہ ہوں، کچھ سختی موت کے وقت ہو جاتی ہے اور کچھ قبر میں اور پھر باقی جو مقدر میں ہے وہ محشر میں اور پھر اس کے بعد اس میں یہ بھی ہے کہ ان احادیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن اگرچہ فاسق ہو تو وہ مؤمن عادل ہی کی طرح صحیح صحیح جواب دیتا ہے، لیکن آگے بشارت والی بات جو ہے وہ ہو سکتا ہے کہ اس کے حسب حال ہو، نیز اس میں یہ بھی

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٨ ص ٢٩٥
2. الفتاوى الحديثية — ص ٧-٨
3. الفتاوى الحديثية — ص ٧

ہے کہ مؤمن عاصی سے سوال کرنے والے فرشتہ کا نام ہے منکر، اور جو فرمانبردار سے سوال کرتا ہے اس کا نام مبشر و بشیر۔

والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ مختصرًا، وقد تقدم فی کتاب الجنائز مختصرًا، قالہ المنذری۔

٤٧٥٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَهَذَا لَفْظُ هَنَّادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ «هَاهُنَا» وَقَالَ: "وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ: يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟" قَالَ هَنَّادٌ: قَالَ: "وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟" قَالَ: "فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ «زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ» فَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ { يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا } " الْآيَةَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - قَالَ: "فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ" قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا» قَالَ: «وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ» قَالَ: «وَإِنَّ الْكَافِرَ» فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: "وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: لَهُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ" قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا» قَالَ: «وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ» زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: «ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا» قَالَ: «فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا» قَالَ: «ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ».

ترجمہ: براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازہ میں (شرکت کرنے کیلئے) نکلے (چلے) جب قبر پر پہنچے اور ابھی قبر تیار نہ تھی اس لئے آنحضرت ﷺ وہاں بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ ﷺ کے چاروں طرف بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی بالکل خاموش بیٹھ گئے) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ ﷺ اس سے زمین کرید رہے تھے آپ ﷺ نے سر اُٹھایا اور ارشاد فرمایا: عذابِ قبر سے پناہ مانگو آپ نے یہ جملہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ ایک روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ مردہ ان لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے (جب وہ لوگ تدفین سے فارغ ہو کر چل دیتے ہیں) تب اس شخص سے (یعنی مردہ سے) کہا جاتا ہے کہ

اے شخص تیرا پروردگار کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے بیان کیا کہ مردے کے پاس دو فرشتے (یعنی منکر نکیر) آتے ہیں اسکو (قبر میں) بٹھلاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور سوال کرتے ہیں تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو کہ تم لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا (یعنی آنحضرت ﷺ کے بارے میں معلوم کرتے ہیں) وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تھے۔ پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم کو یہ کہاں سے پتا چلا وہ جواب دیتا ہے میں نے کتابِ الٰہی (یعنی قرآن کریم) تلاوت کی اور اس پر ایمان لایا۔ اسکو برحق سمجھا جریر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ یہی مفہوم ہے آیت { يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا } کا، اسکے بعد اگلے مضمون میں جریر اور ابو معاویہ متفق ہیں کہ ایک منادی دینے والا شخص آسمان سے آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اب جنت میں اسکا بستر کر دو اور اسکو جنتی لباس پہنادو پھر جنت کی ہوا اور خوشبو اس پر آنے لگتی ہے اور جہاں تک اسکی نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے پھر کافر کی موت کا حال بیان کیا کہ اسکی روح اسکے جسم میں (واپس) لائی جاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھلاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے معلوم نہیں۔ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے معلوم نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے کہ جو تم لوگوں کی جانب مبعوث کیا گیا (یعنی آنحضرت ﷺ) وہ جواب دیتا ہے ہاہ ہاہ مجھے معلوم نہیں۔ اس وقت ایک منادی کرنے والا فرشتہ آسمان سے منادی کرتا ہے یہ جھوٹا ہے۔ اسکے لئے دوزخ کے بستر بچھادو اور اس کو دوزخی لباس پہنادو اور اس پر دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو اور پھر اس کو دوزخ کی گرمی اور لو آنے لگتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی پسلیاں آپس میں گھس جاتی ہیں جریر استاد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر اس پر ایک نابینا گونگا فرشتہ (کہ جو نہ مردہ کی اذیت کو دیکھتا ہے اور نہ اسکی آہ و فغاں سنتا ہے) مقرر کر دیا جاتا ہے اسکے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے وہ گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ فرشتہ اسی گرز سے اس (کافر کو) ایک مرتبہ مارتا ہے جسکی آواز جن اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے وہ کافر مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

٤٧٥٤- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ، عَنْ أَبِي عُمَرَ زَاذَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سے روایت کیا ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (٢٠٠١) سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٣) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٤٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٨)

۲۸۔ بَابٌ فِي ذِكْرِ الْمِيزَانِ

ترازو کا بیان

ھامش بذل میں ہے: أنكره المعتزلة شرح مواقف (ج ۲ ص ۳۲۱)، اور بذل میں ہے: وقد ذكر في كلام الله تعالى في مواضع اه[1] اور شرح عقائد میں ہے: ((والوزن حق)) لقوله تعالى: { وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ[2] }. والميزان عبارة عما يعرف به كيفية مقادير الأعمال، والعقل قاصر عن إدراك كيفيته. وأنكره المعتزلة، لأن الأعمال أعراض، وإن أمكن إعادتها لم يمكن وزنها، ولأنها معلومة لله تعالى فوزنها عبث. والجواب: أنه قد ورد في الحديث أن كتب الأعمال هي التي توزن، فلا إشكال الخ، وعلى تقدير تسليم كون أفعال الله تعالى معللة بالأغراض لعل في الوزن حكمة لا نطلع عليها، وعدم اطلاعنا على الحكمة لا يوجب العبث[3]، یعنی معتزلہ اس کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اعمال خواہ وہ حسنات ہوں یا سیئات اعراض ہیں نہ کہ جواہر اور اعراض باقی رہنے والی چیز نہیں، العرض لا يبقى زمانين مشہور ہے عند الفلاسفہ، یعنی عرض تو موجود ہوتے ہی فوراً فنا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کا اعادہ ممکن ہی نہیں، اور اگر اعادہ کو ممکن مان بھی لیں تو اس کا وزن ممکن نہیں کیونکہ وہ وزنی اور مادی چیز نہیں، اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ اعمال گو اعراض ہیں لیکن وزن کا تعلق اعمال سے نہیں بلکہ اعمال ناموں سے ہے فلا اشکال، اور دوسرا اشکال انہوں نے یہ کیا کہ اعمال عباد تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں لہٰذا ان کا وزن کرنا عبث ہے تو اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے لہٰذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تولنے میں فائدہ کیا ہے، اور اگر مان بھی لیں تھوڑی دیر کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کیلئے بھی کوئی غرض اور فائدہ ہونا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہو سکتا ہے اس وزن میں کوئی فائدہ اور حکمت ہو جس پر ہم مطلع نہیں ہیں، اور شروع میں وہ کہہ چکے ہیں کہ: لیکن اس وزن کی کیفیت کیا ہوگی سو ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے، اور معتزلہ کی رائے وزن کے بارے میں جو قرآن واحادیث میں مذکور ہے یہ ہے کہ اس سے مراد عدل ہے نہ کہ ظاہری معنی وزن کے اور وہ کہتے ہیں کہ میزان الوان کی بصر ہے اور میزان الاصوات سمع ہے اور میزان المعقولات وہ عقل ہے اسی لئے لفظ جمع کے ساتھ اس کو ذکر کیا گیا، قال الله تعالى فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ[4]، واجيب عنه بان الجمع للتعظيم وقيل لكل مكلف ميزان والظاهر ان يعتبر تعدده باعتبار الاشخاص وان اتحد ذاته. (حاشیہ شرح العقائد) اور ویسے یہ سب اشکالات وجوابات گزشتہ زمانوں کے پیش نظر تھے، مگر اس دور میں یہ سب چیزیں بالکل اظہر

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۸ ص ۲۹۹

[2] اور تول اس دن ٹھیک ہوگی (سورة الأعراف ۸)

[3] شرح العقائد النسفية — ص ۲۵۲ — ۲۵۴

[4] پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں (سورة الأعراف ۸)

من الشمس ہوگئی ہیں، ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ ایجادات نے اعراض وجواہر وغیرہ کے فروق ختم کر دیئے، چھوٹی سی مشین میں نہ جانے کیا کیا اور کیسی کیسی چیزیں مدتوں کیلئے محفوظ ہو جاتی ہیں، حتّی کہ حرارت وبرودت جیسی اعراض کا بھی مشینوں کے ذریعہ ہی پتہ چل جاتا ہے، تو جب قادر مطلق کی قدرت کے ایک پرتو کا یہ کمال ہے تو خود اس کی قدرت کاملہ کا کیا حال ہوگا۔

٤٧٥٥ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يُبْكِيكِ؟» قَالَتْ: ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ، فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا: عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ، وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ {هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ} حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ، وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ" قَالَ: يَعْقُوبُ، عَنْ يُونُسَ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِهِ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دوزخ کا تذکرہ فرمایا اور رونے لگیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے دوزخ کی ہولناکیوں کا خیال آیا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ کیا آپ اپنے اہل خانہ کو قیامت کے روز یاد کریں گے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین مقامات پر کوئی شخص کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ ایک تو میزان (یعنی نامہ اعمال وزن کئے جانے والی ترازو) کے پاس۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ اسکی (نامہ اعمال کی) ترازو ہلکی ہوئی ہے یا بھاری۔ دوسرے جب کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنی اپنی کتاب کو پڑھو (نامہ اعمال) جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ اسکا نامہ اعمال کس جہت سے ملتا ہے دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ سے یا پشت کے پیچھے سے اور تیسرے پل صراط پر جب وہ دوزخ پر رکھا جائے گا جب تک اس سے (یعنی پل صراط سے) گزر نہ جائیں۔ یعقوب بن ابراہیم استاد نے یونس سے روایت نقل کی (جبکہ حمید بن مسعدہ نے اخبرنا یونس کی تصریح کی تھی) اور یہ انہی کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠١/٦)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ان کو جہنم کا خیال آیا تو رونے لگیں حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیوں روتی ہو تو انہوں نے فرمایا کہ جہنم کو سوچ کر رونا آگیا، کیا آپ اپنے گھر والوں کو بھی یاد فرمائیں گے قیامت کے دن، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین مواقع تو ایسے ہیں کہ وہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا، ایک عند المیزان جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوتا ہے یا بھاری، اور ایک جب نامہ اعمال تقسیم ہونے کا وقت آئے گا، جب ہر ایک کو اس کا نامہ اعمال دیئے

جانے کے بعد کہا جائے گا لے یہ اپنی کتاب پڑھ لے جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کا نامہ اعمال کون سے ہاتھ میں دیا جائے گا دائیں میں یا بائیں میں یا پشت کے پیچھے سے، اور پل صراط پر جب وہ جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا وہ لوگ اس پر سے گزریں گے۔

دوحدیثوں میں دفع تعارض: یہاں پر یہ سوال ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ حضرت انسؓ کی اس حدیث کے خلاف ہے جو ترمذی میں بَابُ مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ میں آئی ہے: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ القِيَامَةِ، فَقَالَ: «أَنَا فَاعِلٌ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ؟ قَالَ: «اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ» . قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: «فَاطْلُبْنِي عِنْدَ المِيزَانِ» . قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ المِيزَانِ؟ قَالَ: «فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هَذِهِ الثَّلَاثَ المَوَاطِنَ» [1]، اسلئے کہ حضرت انسؓ نے جب آپ سے بروز قیامت سفارش کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ضرور کروں گا، پھر انہوں نے سوال کیا کہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں تو آپ نے یہ جگہیں بتائیں کہ میں تجھ کو یا پل صراط پر ملوں گا اور وہاں نہ ملا تو میزان پر ملوں گا، اور تیسری جگہ بتلائی آپ نے حوض کوثر اور اس حدیث عائشہ میں آپ یہ فرمار ہے ہیں کہ پل صراط اور میزان پر کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا، اس کا جواب حاشیہ ترمذی میں حاشیہ سید علی المشکاۃ سے یہ نقل کیا ہے کہ ترمذی کی حدیث میں سوال کرنے والے حضرت انسؓ ہیں جو دلداری کے محتاج تھے اس لئے ان کو آپ نے یہ جواب دیا تا کہ مایوس نہ ہوں، لہٰذا جواب ان کے مناسب دیا، اور حضرت عائشہؓ چونکہ حرم رسول اللہ ﷺ ہیں وہاں ان کے اتکال واعتماد کا اندیشہ تھا کہ بیوی کو اپنے شوہر پر ناز ہوتا ہے لہٰذا ان کو آپ نے وہ جواب دیا اور دوسرا جواب اسکا یہ دیا گیا ہے کہ عائشہؓ اور انسؓ دونوں کے سوال مختلف ہیں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کا سوال یاد کرنے کے بارے میں تھا کہ آپ ہمیں وہاں یاد رکھیں گے یا نہیں، اور حضرت انسؓ کا سوال طلب اور تلاش کرنے کے بارے میں تھا کہ اگر میں آپ کو تلاش کروں تو کہاں کروں یعنی برائے سفارش پس حدیث انسؓ میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ مجھے کہاں یاد کریں گے بلکہ اس میں تو تلاش اور طلب کا ذکر ہے۔

۲۹۔ بَابٌ فِي الدَّجَّالِ

دجال کا بیان

کتاب الفتن میں بھی دجال کا باب گزر چکا لیکن وہاں یہ باب اشراط الساعۃ میں سے ہونے کی حیثیت سے گزرا ہے اور یہاں اس حیثیت سے کہ بعض فرق باطلہ اس کا انکار کرتے ہیں یعنی خوارج ومعتزلہ اور جہمیہ۔

---

[1] جامع الترمذی - کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع - باب ماجاء فی شأن الصراط ۲۴۳۳

٤٧٥٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ، وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ» ، فَوَصَفَهُ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ «لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ مَنْ قَدْ رَآنِي وَسَمِعَ كَلَامِي» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ؟ أَمِثْلُهَا الْيَوْمَ؟ قَالَ: «أَوْ خَيْرٌ».

ترجمة: عبداللہ بن سراقہ، حضرت عبیدہ بن جراحؓ سے کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: نوح علیہ السلام کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوا کہ جس نے اپنی اُمت کو دجال ملعون سے نہ ڈرایا ہو۔ میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں پھر آپ نے اس دجال ملعون کی کیفیت بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ممکن ہے کہ اس کو وہ شخص پائے جس نے مجھ کو دیکھا ہے اور میری بات سنی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس روز ہم لوگوں کے دِل کیسے ہوں گے؟ کیا ایسے ہی ہوں گے کہ جیسے (ہمارے قلوب) آج ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے بھی بہتر ہوں گے۔

تخریج جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٤) سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٦)

شرح الحديث لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ: اس پر تو کلام پہلی جگہ گزر چکا کتاب الفتن میں، لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ مَنْ قَدْ رَآنِي وَسَمِعَ كَلَامِي آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ممکن ہے کہ دجال کا زمانہ بعض اور لوگ بھی پالیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے اور میرا کلام سنا ہے یعنی صحابہ، لیکن علامہ سندھیؒ نے یہ لکھا ہے کہ سماع کی دو صورتیں ہیں بلاواسطہ اور بالواسطہ، اگر بلاواسطہ مراد ہیں تو اس صورت میں اسکو بعض نے محمول کیا ہے حضرت خضر علیہ السلام پر کیونکہ وہ اخیر زمانہ تک رہیں گے علی قول، اور اگر مراد سماع سے بالواسطہ ہو تو پھر اسکے ذکر کا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس بات کی طرف کہ آپ ﷺ کا کلام یعنی آپکی احادیث کے سماع وروایت کا سلسلہ خروج دجال کے زمانہ تک قائم رہے گا، اس پر حضرتؒ نے بذل میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ سماع میں تو دونوں احتمال ہیں بالواسطہ اور بلاواسطہ لیکن رؤیت تو بالواسطہ نہیں ہوتی لہٰذا بلاواسطہ ہی مراد لینا ہوگا، اب یا تو محمول کیا جائے خضر علیہ السلام پر یا بعض معمرین جن پر اھ [1] اقول اور یا اس کو محمول کیا جائے کہ آپ ﷺ کی یہ حدیث محمول ہے اس وقت پر جب تک آپ کو اس کے وقت خروج کا علم نہ ہوا تھا ورنہ اشراط الساعہ کی احادیث اس پر دال ہیں کہ اس کا خروج اخیر زمانہ میں ہوگا۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

٤٧٥٧ - حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، فَذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: "إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ، وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ: أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ".

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٤

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد ابنِ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اسکی تعریف بیان فرمائی پھر دجال کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: میں تم لوگوں کو اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ جس نے اپنی اُمت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ تحقیق ہے کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا لیکن میں تم لوگوں کو ایسی بات بتلاتا ہوں جو کہ کسی پیغمبر نے اپنی قوم کو نہیں بتلائی۔ جان لو کہ دجال ملعون کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (١٦٩) صحيح مسلم - الإيمان (١٧١) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٣٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٢)

٣٠ - بَابٌ فِي قَتْلِ الْخَوَارِجِ

خوارج کے قتل کا بیان

خوارج اہل باطل کا ایک فرقہ ہے جو حضرت علیؓ کی جماعت سے نکل کر باغی ہو گئے تھے اور حضرت علیؓ پر انہوں نے خروج کیا حضرت علیؓ اور انکے درمیان زبردست جنگ ہوئی مقام نہروان میں اس جنگ نہروان کا ذکر آگے نر ، متن میں کسی قدر تفصیل کیساتھ آرہا ہے، اس جنگ میں حضرت علیؓ کو شاندار فتح ہوئی تھی ''انجاح الحاجة'' میں لکھا ہے: وهم عقائد فاسدة حضرت عثمان علی، عائشہؓ اور جن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین کے درمیان جنگ واقع ہوئی ان سب سے یہ بغض رکھتے ہیں اور مرتکب کبیرہ کرتے ہیں حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اور حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے دور میں ان سے قتال کیا۔

میرے یہاں اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے: قتل خوارج سے مقصود بالذات مصنف کا قتل کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس فرقہ کا بطلان کہ یہ اہل سنت سے خارج ہے اب چونکہ حدیث میں قتل کا ذکر تھا اسلئے ترجمۃ الباب میں اسی کو ذکر کر دیا، نیز قتل خوارج کو یہاں دجال کے قریب ذکر کرنا بظاہر اس مناسبت سے ہے کہ هم من شيعة الدجال جیسا کہ روایات میں آیا ہے پھر آگے چل کر اس میں یہ اشکال کیا ہے: فیه ان هذا وارد فی حق المجوس، چنانچہ باب فی القدر میں گزر چکا القَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ فتدبر، یہ اشکال لکھا ہوا چند سال بعد کا ہے اسکے پھر چند سال بعد لکھا گیا: لكن يؤيد ما قلته اولاً ما فی ابن ماجہ ص ١٦ اھ اور ابن ماجہ ص ١٦ پر باب فی ذکر الخوارج میں یہ روایت ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ» قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ» [1] یعنی

---

[1] سنن ابن ماجه - افتتاح الكتاب فی الإيمان وفضائل الصحابة والعلم - باب فی ذكر الخوارج ١٧٤

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت پیدا ہوگی جو بکثرت قرآن کی تلاوت کرے گی لیکن انکا حال یہ ہوگا ان کا قرآن گلے سے تجاوز نہیں کرے گا، یا تو نیچے کی طرف مراد ہے یعنی خلوص اور دل سے نہ پڑھیں گے، یا مراد اوپر کی طرف ہے کہ انکا یہ عمل آسمان پر نہیں چڑھے گا جب بھی اور جس زمانہ میں بھی انکی کوئی جماعت ظاہر ہوگی تو انکو قطع کر دیا جائے گا، یعنی مسلمان انکے ساتھ قتال کریں گے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ جملہ كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ بیس مرتبہ سے بھی زیادہ سنا ہے، اور پھر آگے حدیث میں یہ ہے یہاں تک کہ ان ہی کے بیچ میں دجال کا خروج ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق ان خوارج کو گو ہلاک کرتے رہیں گے لیکن انکی جڑ ختم نہیں ہوسکے گی، یہاں تک کہ خروج دجال کا وقت آجائے گا، آگے ظاہر ہے کہ وہ دجال ہی کے ساتھ ہوں گے، لہٰذا مصنف کے ان دو بابوں میں مناسبت سمجھ میں آگئی۔

٤٧٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، وَمَنْدَلٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي جَهْمٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ وُهْبَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جماعت (اہل سنت والجماعت) سے ایک بالشت کے برابر بھی ہٹ گیا تو اس نے اسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے نکال دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/ ١٨٠)

٤٧٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ وُهْبَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَيْفَ أَنْتُمْ وَأَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهَذَا الْفَيْءِ؟» قُلْتُ: إِذَنْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ أَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ أَضْرِبُ بِهِ حَتَّى أَلْقَاكَ، أَوْ أَلْحَقَكَ. قَالَ: «أَوَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ تَصْبِرُ حَتَّى تَلْقَانِي».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کی کیا حالت ہوگی جب میرے بعد جو حکمران ہوں گے وہ مالِ غنیمت اور فیئ میں اپنے آپکو ترجیح دیں گے؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ کو پیغمبر برحق بنا کر مبعوث فرمایا میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر اسے ماروں گا یہاں تک کہ میں آپ ﷺ سے مل جاؤں۔ راوی کو شک ہے کہ أَلْقَاكَ فرمایا یا أَلْحَقَكَ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اس سے عمدہ بات نہ بتلاؤں، تم صبر سے کام لو یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - السنة (٤٧٥٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/ ١٨٠)

شرح الحدیث: جو شخص جماعت یعنی سوادِ اعظم (اہل حق کی جماعت) سے ایک بالشت کے بقدر بھی جدا ہوگا تو سمجھو کہ اسلام کا حلقہ اس نے اپنے گلے میں سے نکال دیا، یہ بات خوارج پر صادق آتی ہے، اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: كَيْفَ أَنْتُمْ وَأَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهَذَا الْفَيْءِ؟ الخ کہ تم لوگوں کا کیا حال ہوگا اور تم کیا کروگے اس وقت میں جب میرے بعد ایسے خلفاء آئیں گے جو مال فئی میں اپنے آپ کو ترجیح دیں گے یا ناحق ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں گے، اس پر صحابی حدیث یعنی حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ واللہ میں تو اس وقت اپنے کندھے پر تلوار رکھ کر اس کے ذریعہ ماروں گا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ جاؤں گا یعنی جان دیدوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس سے بہتر بات نہ بتلاؤں، وہ یہ کہ صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔

٤٧٦٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ، وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُونَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ أَنْكَرَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هِشَامٌ «بِلِسَانِهِ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نَقْتُلُهُمْ؟ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا مَا صَلَّوْا».

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ایسے ایسے حکمران ہوں گے جن کے بعض کام اچھے دیکھو گے (کہ وہ شریعت کے مطابق ہوں گے اور بعض کام انکے برے ہوں گے کہ خلافِ شریعت ہوں گے) اور پھر ان میں سے جو شخص انکے برے پر اپنی زبان سے نکیر کرے تو وہ شخص (عذابِ الٰہی سے) بری ہوگیا اور جو شخص زبان سے برا نہ کہہ سکے لیکن دل سے اسکو برا سمجھے وہ بچ گیا گناہ سے لیکن جس نے اس فعل پر رضامندی ظاہر کی اور اسکی اتباع کی (وہ شخص برباد ہوگیا اور اسکا دین تباہ ہوگیا) لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ ایسے حکمرانوں کو قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ جب تک حکمران لوگ نماز پڑھتے جائیں (انکو قتل نہ کرو)۔

٤٧٦١ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: «فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ» قَالَ قَتَادَةُ: «يَعْنِي مَنْ أَنْكَرَ بِقَلْبِهِ، وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ».

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہؓ سے اسی روایت کے ہم معنی مروی ہے اس روایت میں اسطرح مذکور ہے کہ جس نے برا سمجھا تو وہ شخص بری الذمہ ہوگیا اور جس نے نکیر کی وہ محفوظ ہوگیا۔ قتادہ نے بیان کیا یعنی جس شخص نے دل سے نکیر کی اور دل سے اسکو برا سمجھا (تو أَنْكَرَ اور كَرِهَ دونوں کا تعلق دل سے ہوا)۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٨٥٤) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٦٥) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٦)

شرح الأحاديث: یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں آئندہ ایسے ائمہ اور خلفاء آئیں گے جنکی بعض باتیں تم اچھی دیکھو گے

اور بعض بری، تو جس شخص نے ان کی بری بات پر زبان سے نکیر کی تو وہ تو اپنا حق واجب ادا کر کے عہدہ بر آ ہو گیا، اور جس نے صرف دل سے برا سمجھا، یعنی زبان سے نکیر نہیں کی تو وہ بری ہے یعنی گناہ سے اور آگے بھی یہی ہے کہ جس نے برا سمجھا وہ سالم رہا اور محفوظ رہا گناہ سے۔

وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ: لیکن جو ان کی ناجائز حرکات پر راضی رہا اور ان کی موافقت کی یعنی برا نہیں سمجھا، اس جملہ کی جزاء محذوف ہے، یعنی وہ ہلاک ہوا اور اس نے اپنا دین برباد کیا کسی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان کو قتل نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں یعنی مسلمانوں کے قبلہ کی طرف۔

اہل قبلہ کا اطلاق ان پر ہوتا ہے جو ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرتا ہو، اس پر حاشیۂ بذل میں ہے: يشكل عليه قتال الخوارج وقتال منكري الزكاة [1]، یعنی جب یہ بات ہے کہ اہل قبلہ سے قتال نہیں کرنا تو خوارج کے ساتھ قتال کیوں کیا گیا؟ اسی طرح منکرین زکاۃ کے ساتھ، لیکن آگے اسکا کچھ جواب حضرت شیخ ؒ نے نہیں دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تو ائمہ اور خلفاء کا ذکر ہو رہا ہے کہ پبلک اور عوام کو انکے ساتھ قتال نہیں کرنا چاہیے، نہ کہ اسکے برعکس، ائمہ اور خلفاء پر تو سرکش عوام اور باغیوں کی سرکوبی کرنا ضروری ہے، ابوداؤد کی اس حدیث کے الفاظ ہمارے نسخہ میں اسی طرح ہیں، اور حاشیۂ بذل میں ہے: ولفظ المشكاة عن مسلم: من أنكر فقد سلم، وهكذا في الترمذي، وهو أوضح من لفظ أبي داؤد اهـ (ج ١٩ ص ٨) میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد کے نسخے بھی مختلف ہیں ہمارے بذل والے نسخے میں تو اسی طرح ہے جو اوپر لکھا گیا، لیکن ابوداؤد کے بعض دوسرے نسخوں میں مسلم اور ترمذی کی روایت کی طرح ہے، جس کو حضرت شیخ اوضح فرما رہے ہیں۔

قَالَ قَتَادَةُ: يَعْنِي مَنْ أَنْكَرَ بِقَلْبِهِ، وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ: لیکن اگر انکار اور کراہت دونوں کا تعلق قلب سے مانا جائیگا جیسا کہ قتادہ کہہ رہے ہیں تو جملتین میں تکرار واقع ہو گا جیسا کہ بذل میں ہے اور پھر اسکے بعد حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے یہ نقل کیا ہے کہ قتادہ کی یہ تفسیر وہم ہے بلکہ غیر قتادہ کی تفسیر درست ہے کہ انکار ہوا کرتا ہے لسان سے اور کراہت قلب سے اور حاشیۂ بذل (ج ١٩ ص ٩) میں ہے: بسط الكلام على هذا التفسير القاري أشد البسط اهـ. والحديث اخرجه مسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤٧٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «سَتَكُونُ فِي أُمَّتِي هَنَاتٌ، وَهَنَاتٌ، وَهَنَاتٌ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ».

ترجمہ: حضرت عرفجہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: میری اُمت میں فتنہ فساد

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٨

ہوں گے اور فتنہ فساد ہوں گے۔ پھر جو آدمی مسلمانوں کے معاملہ میں پھوٹ اور اختلاف پیدا کرنا چاہے جبکہ وہ مسلمان متفق ہوں تو اس کو تلوار سے قتل کر ڈالو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

تخریج: صحیح مسلم - الإمارة (١٨٥٢) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٢٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٦١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢٤)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میری امت میں آگے چل کر شرور اور فسادات ہونگے، شرور اور فسادات ہوں گے یہ آپ ﷺ نے سہ بار فرمایا پس جو شخص ارادہ کرے مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے کا اور حال یہ کہ وہ پہلے سے متفق ہو یعنی کسی ایک امام پر تو اس کی گردن تلوار سے ماردو، جو بھی ہو۔ والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی. قالہ المنذری۔

٣١- بَابٌ فِي قِتَالِ الْخَوَارِجِ

خوارج سے قتال کا بیان

٤٧٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيدَةَ، أَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ فَقَالَ: «فِيهِمْ رَجُلٌ مُودَنُ الْيَدِ، أَوْ مُخْدَجُ الْيَدِ، أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ، لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَنَبَّأْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْهُ؟ قَالَ: قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

ترجمہ: حضرت عبیدہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اہلِ نہروان کا تذکرہ فرمایا تو فرمایا: ان میں ایک آدمی ہے جس کا ایک ہاتھ عیب دار اور ناقص ہوگا۔ حضرت علیؓ نے مُودَنُ الْيَدِ فرمایا یا مُخْدَجُ الْيَدِ یا مَثْدُونُ الْيَدِ۔ اگر تم لوگ اتراؤ نہیں اور فخر مت کرو تو میں تم لوگوں کو وہ وعدہ بتلاتا ہوں جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے قتال کرنے میں حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک پر کیا ہے۔ عبیدہ نے کہا: میں نے حضرت علیؓ سے دریافت۔ کیا آپ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں بیت اللہ شریف کے پروردگار کی قسم۔

تخریج: صحیح مسلم - الزكاة (١٠٦٦) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٣) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٨)

شرح الحدیث: بعض نسخوں میں اس حدیث پر بَابٌ فِي قِتَالِ الْخَوَارِجِ مذکور ہے اور ہمارے نسخہ میں قتل الخوارج کا باب حدیث عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا الخ پر تھا اور یہ سب حدیثیں اسی کے تحت چل رہی ہیں، اور بعض دوسرے نسخوں میں ان احادیث پر بجائے قتل الخوارج کے ''باب فی الخوارج'' مذکور ہے اور اس حدیث پر جو اب شروع ہو رہی ہے اسی پر سرخی ہے ''باب فی قتال الخوارج'' اور یہی نسخہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں جس کو ہم نے اب شروع کیا ہے اس میں عبیدہ سلمانی فرمارہے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اہل نہروان کا ذکر کیا یعنی

خوارج کا جن سے حضرت علیؓ نے مقام نہروان میں قتال کیا تھا جنگ نہروان معروف ہے۔

فَقَالَ: «فِيهِمْ رَجُلٌ مُودَنُ الْيَدِ، أَوْ مُخْدَجُ الْيَدِ، أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ، لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَنَبَّأْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»: حضرت علیؓ فرمارہے ہیں اہل نہروان کے بارے میں کہ ان میں ایک شخص ایسا ضرور ہوگا جس کا ایک ہاتھ ناقص ہے یعنی اس کا ایک ہاتھ صرف بازو تک ہوگا آگے کلائی نہیں ہوگی اگر تم بطر اور فخر نہ کرو تو میں تم کو وہ حدیث بتاؤں جس میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان لوگوں سے جو خوارج سے قتال کریں گے مذکور ہے، نہروان میں جو جنگ اور قتال ہوا تھا اس کی مفصل روایت آگے آرہی ہے جس میں حضرت علیؓ کو خوارج پر فتح حاصل ہوئی تھی، بظاہر یہ روایت فتح کے بعد کی ہے اور اسی مفصل روایت کا یہ ایک ٹکڑا ہے۔

قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْهُ؟ قَالَ: قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ: جب حضرت علیؓ نے یہ بات فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی تو انکے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعی آپ نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی تھی؟ تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا ہاں میں نے خود سنی تھی۔ والحديث اخرجه مسلم وابن ماجه، قاله المنذری۔

٤٧٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَّمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ، ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ، وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَقَالَتْ: يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا، فَقَالَ: «إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ» قَالَ: فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِينِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقٌ قَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: «مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُهُ، أَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي؟» قَالَ: فَسَأَلَ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، قَالَ: فَمَنَعَهُ، قَالَ: فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مٹی لگا ہوا تھوڑا سا سونا بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس سونے کو چار افراد اقرع بن حابس حنظلی المجاشعی عیینہ بن الفزاری زید الخیل طائی جو بنی نبھان کے بھی ایک فرد تھے اور علقمہ بن علاثہ العامری جو بنی کلیب کے بھی ایک فرد تھے کے درمیان تقسیم فرما دیا تو قریش اور انصار غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ اہلِ نجد کے مالدار لوگوں کو دیتے ہیں اور ہم کو چھوڑ دیتے ہیں (یہ سن کر) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان لوگوں کی تالیف قلب کرتا ہوں۔ اس وقت ایک آدمی حاضر ہوا جس کی آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں اور اسکے رُخسار اُبھرے ہوئے تھے اور اس کی پیشانی بلند تھی اور اسکی داڑھی اچھی طرح گھنی تھی اسکا سر منڈا ہوا تھا اور وہ کہنے

لگا:اے محمد! خوفِ الٰہی کرو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اسکی فرمانبرداری کون کرے گا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امانت دار بنایا لیکن تم مجھ کو امانت دار نہیں سمجھتے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی اور میرا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا جب وہ شخص چلا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نسل میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے انکے حلق کے نیچے سے قرآن کریم نہیں اترے گا وہ لوگ اسلام سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح شکار کیلئے تیر نکل جاتا ہے وہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے میں اگر ان لوگوں کو پاؤں تو میں ان کو قوم عاد کی طرح کاٹ ڈالوں گا۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤١٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٩٤) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٩٠) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٧١) صحيح البخاري - الأدب (٥٨١١) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٣٢) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٩٥) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٦٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٧٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤١٠١) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٤) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٧٧)

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے پاس تھوڑا سا سونا جو مٹی میں ملا ہوا تھا وہ بھیجا، یعنی کسی کان سے نکلا ہوا سونا تھا جو ابھی تک صاف بھی نہیں کیا گیا تھا، تو وہ سونا آپ نے ہاتھ کے ہاتھ اسی مجلس میں چار شخصوں کے درمیان تقسیم فرمادیا ان چار کے درمیان جو روایت میں مذکور ہیں: الْحَنْظَلِيِّ، ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انکی نسبت بڑے خاندان کی طرف کی جائے تو حنظلی کہا جائے گا اور اگر اس بڑے خاندان کی شاخ اور بطن کی طرف نسبت کی جائے تو ان کو مجاشعی کہا جائے گا، جیسے کسی شخص کے بارے میں کہیں الہاشمی ثم الحسنی، یہاں بھی دونوں نسبتوں میں عموم اور خصوص کا فرق ہے، بہر حال اس روایت میں یہ ہے کہ اس تقسیم پر قریش اور انصار کو ناگواری ہوئی اور یہ لوگ کہنے لگے کہ نجد کے بڑے بڑے لوگوں کو آپ ﷺ عطا فرمارہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں ان کو تالیف قلب کیلئے دے رہا ہوں یعنی مصلحۃ، قَالَ: فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِينِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقٌ قَالَ: اتَّقِ اللهَ يَا مُحَمَّدُ، یعنی حضور ﷺ کی اس تقسیم کے بعد اور قریش اور انصار کو سمجھانے کے بعد ایک اور شخص آگے بڑھا اعتراض کیلئے جس کا حلیہ راوی نے یہ بیان کیا کہ جس کی آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی تھیں اور دونوں رخسار ابھرے ہوئے تھے ایسے ہی پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی اور داڑھی اس کی گھنی اور سر کے بال مونڈھے ہوئے تھے اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد (ﷺ) اللہ سے ڈر، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اطاعت اس کی کون کرے گا، بھلا اللہ تعالیٰ تو مجھ کو امین اور امانتدار قرار دیتے ہیں زمین والوں کے حق میں اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو، اس پر حضرت خالد بن الولیدؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کو قتل کردوں راوی کہتا ہے کہ آپ نے ان کو قتل سے منع کر دیا، قَالَ: فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ

السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ»، یعنی جب وہ معترض جانے لگا بکواس کر کے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہو گی جو بکثرت قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا (اس کی شرح گزر چکی) اسلام سے نکل باہر ہوں گے جس طرح تیر شکار میں سے گزر کر نکل جاتا ہے، تیر اگر کسی چھوٹے جانور کے مارا جائے تو وہ اسکے جسم میں داخل ہو کر دوسری طرف کو فوراً صاف نکل جاتا ہے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشبیہ کے طور پر خوارج کا حال بیان کر رہے ہیں کہ وہ بھی اسلام سے تیر کی طرح باہر نکل جائیں گے، اسلام سے اس کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی اطاعت امیر، اور یہ مطلب نہیں کہ خوارج دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے تا کہ کوئی یہ اشکال کرے کہ اہل سنت کے یہاں تو اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جاتی، اور اسی طرح ان کا قتل کرنا وہ ان کے کفر کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بغاوت کی وجہ سے، آگے یہ ہے کہ قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو اور چھوڑے رکھیں گے اہل اوثان کو، بذل میں يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ پر ہے بتكفيرهم إياهم [1]، یعنی خوارج کا اپنے مقابل کی تکفیر کرنا یہی گویا ان کو قتل کرنا ہے ورنہ قتال میں تو حضرت علیؓ اور اہل حق ہی ہمیشہ غالب رہے ہیں خوارج پر، آگے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما رہے ہیں اگر میں ان کا زمانہ پاؤں یعنی خوارج کا تو میں ان کو قوم عاد کی طرح قتل کر ڈالوں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفت سماوی سے قوم عاد کو بالکل ہلاک کر ڈالا اور نیست و نابود کر دیا۔

اس حدیث میں جو رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ آیا ہے یعنی رئیس الخوارج اس کا نام بذل (ج ۱۹ ص ۱۳) میں حرقوص بن زهير ذو الخويصرہ لکھا ہے ذو الخویصرہ کا ذکر کتاب الطہارۃ میں بَابُ الْأَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ میں گزر چکا اور صحیح بخاری میں كِتَاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ میں بَاب مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَأَنْ لَا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ میں ابو سعید خدریؓ ہی کی روایت میں اس طرح ہے بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذِي الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ فَقَالَ اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، حافظؒ نے اس کی شرح میں ذو الخویصرہ کا نام ایک روایت سے حرقوص نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا: وقد جاء أن حرقوصا اسم ذي الثدية كما سيأتي، وزعم بعضهم أنه ذو الثدية الآتي ذكره وليس كذلك اور پھر آگے حافظؒ نے فقال عمر پر لکھا ہے: وقد تقدم في المغازي......عن أبي سعيد في هذا الحديث فسأله رجل أظنه خالد بن الوليد قتله وفي رواية مسلم فقال خالد بن الوليد بالجزم وقد ذكرت وجه الجمع بينهما في أواخر المغازي وأن كلا منهما سأل، مزید تفصیل اسی میں دیکھی جائے [2]، اور حاشیہ بذل میں حضرت شیخؒ نے اس طرح لکھا ہے قال الحافظ في الفتح: وهذه القصة غير قصة حديث جابر ومن فسره به فقد وهم الخ والمنكر فيها غيره لكن

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۹ ص ۱۳
2. فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱۲ ص ۲۹۲ و ۲۹۳

قال فی ان المنکر فی الموضعین واحد [1]۔

۴۷۶۵ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيَّ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، قَالَ: يَعْنِي الْوَلِيدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللهِ مِنْهُمْ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: «التَّحْلِيقُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں افتراق و اختلاف ہو گا، کچھ اس قسم کے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ اچھی باتیں کریں گے اور برے کام کریں گے، تلاوتِ قرآن کریں گے لیکن وہ (قرآن) ان لوگوں کی ہنسلی (حلق کی ہڈی) سے نیچے نہیں اُترے گا وہ لوگ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جسطرح تیر شکار سے آگے نکل جاتا ہے کہ وہ لوگ دین کی طرف نہیں لوٹیں گے جب تک کہ تیر تانت پر نہ واپس آئے (اور تیر کا تانت پر واپس آنا ناممکن ہے پس اسی طرح وہ لوگ گمراہی میں اس طرح مضبوط ہوں گے کہ انکا دینِ اسلام کی طرف واپس آنا ناممکن ہے) وہ تمام مسلمانوں اور تمام مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔ اسکے لئے خوشخبری ہے جو انکو مار ڈالے اور جسے وہ شہید کر ڈالیں وہ لوگ دوسروں کو کتابِ الٰہی کی طرف دعوت دیں گے حالانکہ اللہ کی کتاب سے انکا کوئی تعلق نہ ہو گا جو آدمی ان سے جنگ کرے وہ میری اُمت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ان لوگوں کی کیا پہچان ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سر منڈانا (کہ وہ لوگ سر منڈانے میں مبالغہ کریں گے)۔

۴۷۶۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ قَالَ: «سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، وَالتَّسْبِيدُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "التَّسْبِيدُ: اسْتِئْصَالُ الشَّعْرِ".

ترجمہ: حضرت انسؓ سے اسی طرح مروی ہے کہ اس روایت میں یہ ہے کہ ان لوگوں کی نشانی سر منڈانا اور بال کٹوانے میں مبالغہ کرنا ہے۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو تو انکو مار ڈالو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ تسبیہ سے مراد بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (۳۴۱۴) صحيح البخاري - المغازي (۴۰۹۴) صحيح البخاري - فضائل القرآن (۴۷۷۱) صحيح

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۹ ص ۱۲

البخاري - الأدب (٦١١٥) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٣٢) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٩٥) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٦٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٧٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤١٠١) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٥) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٧٧)

شرح الأحاديث: اس کے بعد والی روایت میں ہے: لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ کہ یہ لوگ دین اور طاعت امام کی طرف نہیں لوٹیں گے جب تک تیر لوٹ کر اپنے فوق کی طرف نہ آجائے اور تیر کا چھوٹ جانے کے بعد فوق کی طرف لوٹنا محال ہے لہٰذا یہ تعلیق بالمحال کے قبیلہ سے ہے فوق کہتے ہیں تیر وکمان میں وتر یعنی تانت کی وہ جگہ جہاں تیر رکھ کر چلاتے ہیں لغت میں لکھا ہے کہ اس کو سوفار کہتے ہیں، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ یعنی تمام مخلوق میں وہ سب سے بدتر ہوں گے بذل میں لکھا ہے کہ شاید خلق سے مراد مسلمین اور خلیقہ سے مراد دوسرے لوگ اور جانور، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ خوش خبری ہے اور بشارت ہے اس شخص کیلئے جو ان خوارج کو قتل کرے اور ان کیلئے بھی جن کو یہ خوارج قتل کریں، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ ظاہر میں لوگوں کو بلائیں گے کتاب اللہ کی طرف یعنی اسکے حکم کی طرف حالانکہ ان کو کتاب اللہ سے کچھ بھی تعلق نہ ہوگا آگے ہے جو شخص ان سے قتال کرے گا یعنی میری امت میں سے تو وہ زیادہ اقرب الی اللہ تعالیٰ ہوگا ان کے مقابلین سے یعنی جو ان سے قتال نہیں کریں گے قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: «التَّحْلِيقُ»، صحابہؓ نے پوچھا ان کی ظاہری علامت کو دیکھ کر ان کو فوراً پہچان لیا جائے کیا ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا التَّحْلِيقُ اور اس کے بعد والی روایت میں التَّسْبِيدُ ہے یعنی حلق شعر میں مبالغہ کہ سر پر بالوں کو جمنے نہ دیا جائے بار بار حلق کی وجہ سے فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ جب تم ان کو دیکھو تو اس کو سلا دو یہ ایسا ہی ہے جیسا کتاب الخراج میں بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ مَكَّةَ میں گزرا ہے، فَلَا يَشْرُفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَنَمْتُمُوهُ[1] الدر المنضود جلد اول کتاب الطہارۃ میں حضرت علیؓ کی حدیث فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا[2] کے ذیل میں تحلیق پر کچھ کلام گزرا ہے کہ سنت ہے یا خلاف سنت نیز یہ کہ امام احمدؒ کی ایک روایت میں تحلیق مکروہ ہے اسی لئے کہ وہ خوارج کی علامت ہے۔ حدیث أبي سعيد الأول أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤٧٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي، وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّمَا الْحَرْبُ خَدْعَةٌ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب ما جاء في خبر مكة ٣٠٢٤

[2] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في الغسل من الجنابة ٢٤٩.

مُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: جب میں تم لوگوں سے حدیث رسول بیان کروں تو جان لو کہ مجھ کو آسمان سے گر جانا زیادہ پسند ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے اور جب میں تم لوگوں سے آپس میں گفتگو کروں تو سن لو کہ جنگ فریب کا نام ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: آخر دور میں کچھ اس قسم کے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ کم عمر اور کم عقل ہوں گے وہ اس قسم کی باتیں بیان کریں گے کہ جو تمام مخلوق کی باتوں سے اچھی بات ہوگی (قرآن پاک کی تعلیم کا دعویٰ کریں گے) وہ اسلام سے نکل جائیں گے کہ جسطرح تیر شکار کرنے کیلئے نکل جاتا ہے ان لوگوں کا ایمان حلق سے نیچے نہیں اترے گا تو تم جہاں بھی ان سے ملو انکو مار ڈالو اس لئے ان لوگوں کا مار ڈالنا قتل کرنے والے کے لئے قیامت کے دن باعث اجر ہوگا۔

تخریج: صحیح البخاري - المناقب (٣٤١٥) صحیح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٧٠) صحیح البخاري - استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم (٦٥٣١) صحیح مسلم - الزكاة (١٠٦٦) سنن النسائي - تحریم الدم (٤١٠٢) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرین بالجنة (٨١/١)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ کا مقصود یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خوارج کے بارے میں خبر دی تھی اس کو بیان کرنا ہے اور اس مضمون پر یقین دلانے کیلئے اور یہ کہ میں یہ حدیث بالکل صحیح نقل کر رہا ہوں اس کیلئے بطور تمہید یہ بات فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنی طرف سے کچھ ملا دینے کے مقابلہ میں میرے نزدیک آسمان سے گر جانا زیادہ بہتر ہے، اور جو بات ہماری اور تمہاری آپس کی ہو یعنی اس کا یہ حکم نہیں اور نہ یہ اس کا درجہ ہے بلکہ بات یہ ہے کہ الحرب خدعة کہ لڑائی میں تو چال چلنے ہی سے کام چلتا ہے اس میں کچھ جھوٹ یعنی توریہ کی گنجائش ہے اس کے بعد جو حدیث مقصود بالذکر تھی اس کو نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو نئی عمر کے ہوں گے اور عقل کے کم ہوں گے، یا یہ کہئے کہ عقل کے کورے ہوں گے، زبان سے تو وہ بات بہت اچھی نکالیں گے، قیل اراد به القرآن ویحتمل أن یراد به قولهم "لا حکم إلا لله" (بذل [1]) الی آخر الحدیث۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤٧٦٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَتْ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٩ ص ١٧

لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ» أَفَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ؟ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللهِ "قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ: "فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا مَنْزِلًا، حَتَّى مَرَّ بِنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ، قَالَ: فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّيُوفَ مِنْ جُفُونِهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، قَالَ: فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ، وَاسْتَلُّوا السُّيُوفَ، وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ، قَالَ: وَقَتَلُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ، قَالَ: وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ "فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ، فَلَمْ يَجِدُوا، قَالَ: فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ، حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ، فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، فَكَبَّرَ، وَقَالَ: صَدَقَ اللهُ، وَبَلَّغَ رَسُولُهُ، فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: إِي وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ ".

ترجمہ حضرت سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ زید بن وہب جہنی سے مروی ہے کہ وہ اس لشکر میں موجود تھے جو کہ سیّدنا علیؓ کے ہمراہ خوارج سے جنگ کرنے کے لئے گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: میری اُمت میں اس قسم کے لوگ نکلیں گے جو کہ تلاوتِ قرآن کریں گے تم لوگوں کی نمازان لوگوں کے سامنے کچھ نہ ہوگی۔ نہ تم لوگوں کا روزہ ان لوگوں کے سامنے کچھ ہوگا وہ لوگ قرآن کریم کی تلاوت اس گمان سے کریں گے کہ وہ اپنے لئے نفع مند سمجھیں گے حالانکہ وہ ان لوگوں کے لئے عذاب ہوگا ان لوگوں کی نماز ہنسلی (حلق کی ہڈی) سے نیچے نہ اترے گی۔ وہ لوگ دینِ اسلام سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے لئے نکل جاتا ہے اور اگر وہ لشکر جو انہیں قتل کرے گا یہ جان لے کہ ان کیلئے نبی ﷺ کی زبان پر کیا فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ لوگ مزید نیک عمل چھوڑ دیں گے۔ ان خوارج کی پہچان یہ ہے کہ ان لوگوں میں ایسا شخص ہوگا کہ جس کا بازو ہوگا لیکن (کلائی) نہیں ہوگی اور اس کے بازو پر پستان کے سرے جیسا گوشت کا ٹکڑا ہوگا اس پر سفید بال ہوں گے کیا تم لوگ (حضرت) معاویہؓ اور ملک شام والوں سے جنگ کرنے کیلئے جاتے ہو؟ اور ان خوارج کو اپنی اولاد اور سامان پر چھوڑ دیتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں تو توقع رکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو حضرت رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا وہ یہی لوگ ہیں کیونکہ ان لوگوں نے اس خون کو بہایا جو کہ حرام تھا اور لوگوں کی چراگاہ کو لوٹ لیا پس اگر تم لوگ اللہ کا نام لے کر چلو۔ حضرت سلمہ بن کھیل نے بیان کیا کہ مجھے زید بن وہب نے ان جگہوں میں سے ایک جگہ بتلائی کہ جس جگہ وہ جنگ کرنے کے لئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ ایک پل پر گزرے تو حضرت زید بن وہب نے فرمایا

جس وقت دونوں جانب کے لشکر آمنے سامنے ہوئے خوارج کا سردار عبد اللہ بن وہب الراسبی تھا۔اس نے خوارج سے کہا: تم لوگ نیزے پھینک دو اور میان سے تلواریں کھینچ لو ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ تم کو قسم کھلا کر امان طلب کریں کہ حروراء میں قسم کھلائی تھی۔راوی نے بیان کیا: انہوں نے نیزوں کو پھینک ڈالا اور تلواریں کھینچ لیں۔مسلمانوں نے ان خوارج کے پھینکے ہوئے نیزوں کو اٹھالیا پھر وہ لوگ یکے بعد دیگرے قتل کئے گئے اور اس روز حضرت علیؓ کی جماعت سے دو شخصوں کے علاوہ کوئی قتل نہیں کیا گیا حضرت علیؓ نے لوگوں سے فرمایا: تم لوگ ان لوگوں میں مخدج (ناقص الخلقت جسکا ہاتھ ناقص ہے) کو تلاش کرو۔ انہوں نے تلاش کیا لیکن اسکو نہیں پایا۔پھر حضرت علیؓ خود کھڑے ہوئے اور انکی لاشوں کے پاس آئے جو کہ اُوپر نیچے پڑی ہوئی تھیں اور فرمایا ان (لاشوں کو) علیحدہ کردو، دیکھا تو وہ ناقص الخلقت شخص زمین پر سب لوگوں کے نیچے پڑا ہوا تھا حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کہا اور کہا: اللہ نے سچ فرمایا ہے اور اسکے رسول ﷺ نے (اپنا پیغام) پہنچا دیا۔پھر عبیدہ سلمانی کھڑا ہوا اور کہا: اس اللہ کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے کیا آپ نے یہ سب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں (میں نے سنا ہے) یہاں تک کہ اس عبیدہ نے حضرت علیؓ کو تین مرتبہ قسم دی اور انہوں نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

٤٧٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَضِيءِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ، عَلَيْهِ السَّلَام اطْلُبُوا الْمُخْدَجَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَاسْتَخْرَجُوهُ مِنْ تَحْتِ الْقَتْلَى فِي طِينٍ قَالَ أَبُو الْوَضِيءِ: «فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حَبَشِيٌّ عَلَيْهِ قُرَيْطِقٌ لَهُ إِحْدَى يَدَيْنِ، مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عَلَيْهَا شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ شُعَيْرَاتِ الَّتِي تَكُونُ عَلَى ذَنَبِ الْيَرْبُوعِ».

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا: مخدج کو تلاش کرو، پھر حدیث کو بیان فرمایا تو لوگوں نے اسکو مقتول لوگوں میں سے مٹی کے نیچے سے نکالا، ابو الوضی نے بیان کیا: گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ ایک حبشی شخص تھا اس پر چھوٹا سا کرتا تھا اور اسکا ایک ہاتھ عورت کے پستان جیسا تھا اس پر چند بال تھے کہ جیسے جنگلی چوہے کی دُم پر چند بال ہوتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤١٥) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٧٠) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٣١) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٦٦) سنن النسائي - تحريم الدم (٤١٠٢) سنن أبي داود - السنة (٤٧٦٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨١/١)

شرح الأحاديث: **جنگ نہروان کا قصہ**: اس روایت میں جنگ نہروان کا ذکر ہے جس کا ذکر اور حوالہ ابھی قریب میں گزرا ہے، اور جس کے راوی اور حاکی زید بن وہب الجہنی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں خود اس لشکر میں تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھا جو خوارج کی طرف گئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: (یعنی خوارج کے ساتھ لڑائی کی ترغیب میں) کہ اے لوگو! میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایک قوم میری امت میں سے ایسی نکلے گی وہ قرآن کریم کی تلاوت

کریں گے ایسی عمدہ قرأت کہ تمہاری قرأت ان کے مقابلہ میں کچھ نہ ہوگی اور نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلہ میں اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں کچھ ہوں گے، قرآن پڑھیں گے وہ اور یہ سمجھیں گے کہ وہ ان کیلئے ہے یعنی مفید حالانکہ وہ ان پر حجت ہوگا اگر جان لے وہ لشکر جو ان سے قتال کرے گا کہ ان کیلئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان پر کیا فیصلہ کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ثواب لاتکلوا علی العمل تو وہ اسی عمل پر اعتماد کر بیٹھیں گے یعنی انکے ساتھ قتال ہی پر یعنی پھر کسی اور عمل کی ضرورت نہ سمجھیں گے ثواب عظیم حاصل ہو جانے کی وجہ سے اور ایک نسخہ میں ہے لَنَکَلُوا عَنِ الْعَمَلِ، اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اس قتال کے علاوہ دوسرے اعمال سے رک جائیں گے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے، وَآیَۃُ ذٰلِکَ أَنَّ فِیھِمْ رَجُلًا لَہٗ عَضُدٌ وَلَیْسَتْ لَہٗ ذِرَاعٌ عَلٰی عَضُدِہٖ مِثْلُ حَلَمَۃِ الثَّدْیِ، عَلَیْہِ شَعَرَاتٌ بِیضٌ، اور علامت اسکی یعنی اس قوم کی جس سے قتال کی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ترغیب دی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اس کے ایک طرف صرف بازو ہوگا اس کے آگے کلائی نہیں ہوگی نیز اس کے بازو پر سر پستان کی مانند ایک بوٹی سی ہوگی جس کے ارد گرد سفید بال ہوں گے اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: مِثْلُ شُعَیْرَاتِ الَّتِي تَکُونُ عَلٰی ذَنَبِ الْیَرْبُوعِ ایسے بال جو یربوع کی دم پر ہوتے ہیں یربوع چوہے کے قریب قریب اس کے مشابہ ایک جانور ہوتا ہے جس کی دم پر کھڑے بالوں کا ایک گچھا ہوتا ہے اور اس کے بعد والی روایت میں ہے مِثْلُ سِبَالَۃِ السِّنَّوْرِ، کہ وہ بال ایسے کھڑے ہوتے ہیں جیسے بلی کی مونچھ پس تم معاویہؓ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو ان کے قتال کیلئے اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنی آل اولاد کی طرف چھوڑ کر جاتے ہو، مطلب یہ ہے کہ پہلے ان کو نمٹاؤ اس کے بعد دیکھا جائے گا اہل شام کا قصہ، واللہ! میں امید کرتا ہوں کہ یہی لوگ وہ قوم ہیں جن کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا، تحقیق کہ یہ لوگ ناحق خون بہا رہے ہیں اور لوگوں کو لوٹ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ان کی طرف چلو، قَالَ سَلَمَۃُ بْنُ کُھَیْلٍ: فَنَزَّلَنِي زَیْدُ بْنُ وَھْبٍ مَنْزِلًا مَنْزِلًا، سلمہ بن کہیل جو اس قصہ کو زید بن وہب سے روایت کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ زید بن وہب نے مجھ کو اس لڑائی کے منازل میں سے ہر ہر منزل پر اتارا، یعنی پوری تفصیل سے انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا، منزل بہ منزل، حَتّٰی مَرَّ بِنَا عَلٰی قَنْطَرَۃٍ، وہ کہتے ہیں یہاں تک کہ چلتے چلتے ہمارا گزر ایک پل پر ہوا یعنی قنطرۃ دبرجان، زید بن وہب کہتے ہیں کہ جب ہمارا اور ان کا آمنا سامنا ہوا اور حال یہ کہ انکا امیر یعنی خوارج کا امیر عبداللہ بن وہب راسبی تھا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّیُوفَ مِنْ جُفُونِھَا، کہ نیزوں کو ایک طرف ڈال دو اور تلواروں کو نیاموں سے نکال لو، مطلب یہ ہے کہ ہمیں حملہ میں جلدی کرنی ہے، کیونکہ لڑائی کے وقت شروع میں تو نیزے ہی استعمال کئے جاتے ہیں جب وہ ذرا فاصلے پر ہوتے ہیں اور جب زیادہ قریب ہو جاتے ہیں تو تلواریں استعمال کی جاتی ہیں، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ یُنَاشِدُوکُمْ کَمَا نَاشَدُوکُمْ یَوْمَ حَرُورَاءَ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے اس بات کا کہ کہیں وہ تم سے صلح نہ طلب کرنے لگیں جس طرح یوم حروراء میں کی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اس لڑائی سے پہلے کوئی بات مقام حروراء میں بھی پیش آئی ہوگی، قَالَ: فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِھِمْ،

وَاسْتَلُّوا السُّيُوفَ، چنانچہ انہوں نے اپنے امیر کے حکم کے مطابق نیزوں کو تو پھینک دیا اور تلواریں سونت لیں، وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ (اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ) لوگوں نے یعنی اصحاب علی نے ان لوگوں کو ان ہی کے نیزوں سے بین کر رکھ دیا، یعنی جن نیزوں کو انہوں نے اپنے امیر کی ہدایت پر پھینک دیا تھا وہی نیزے ان حضرات کے کام آگئے، قَالَ: وَقَتَلُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ، یعنی وہ اس طرح مارے گئے کہ نعشوں پر نعشیں پڑی ہوئی تھیں، وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ یعنی اصحاب علی میں سے اس لڑائی میں صرف دو آدمی مارے گئے، اور خوارج جنکی تعداد آٹھ ہزار کے قریب تھی ان میں سے اکثر مارے گئے، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ یعنی جب لڑائی ختم ہو گئی اور اہل حق کو فتح ہو گئی تو حضرت علیؓ نے فرمایا اپنے لوگوں سے کہ اچھا اس ناقص الید کو ان مقتولین میں تلاش کرو تاکہ یہ یقینی طور پر معلوم اور مشاہد ہو جائے کہ جس قوم کی آپ ﷺ نے نشان دہی فرمائی تھی یہ وہی ہیں تو لوگوں نے تلاش کیا مگر ان کو تلاش سے ایسا کوئی شخص نہیں ملا، قَالَ: فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ الخ پھر حضرت علیؓ خود کھڑے ہوئے تلاش کرنے کیلئے یہاں تک کہ وہ تلاش کرتے کرتے مقتولین کے ایک ڈھیر پر پہنچے جو کسی گڑھے میں پڑے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا ان لوگوں سے جو آپ کے ساتھ تھے کہ ان کو نکالو، ہو سکتا ہے ان میں ہو چنانچہ وہ مل گیا سب سے نیچے، حضرت علیؓ نے اس کو دیکھ کر تکبیر پڑھی اور فرمایا: صَدَقَ اللهُ، وَبَلَّغَ رَسُولُهُ اس پر عبیدہ سلمانی نے کھڑے ہو کر حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا آپ نے خود حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے یعنی وعدۂ ثواب والی، تو انہوں نے بھی قسم کھا کر جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے، اور یہ ان دونوں کا حلفاً سوال و جواب تین مرتبہ ہوا، اگلی روایت میں ہے: قَالَ أَبُو الْوَضِيءِ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حَبَشِيٌّ عَلَيْهِ قُرَيْطِقٌ لَهُ إِحْدَى يَدَيْنِ، مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، ابو الوضیٔ اس مخدج مقتول جس کو انہوں نے دیکھا تھا، اس کا حال بیان کرتے ہیں کہ گویا میں اس کو اس وقت دیکھ رہا ہوں یعنی اس کا نقشہ میرے سامنے ہے کہ وہ مخدج ایسا لگتا تھا جیسے کوئی حبشی ہو جس کے بدن پر ایک کرتی یعنی چھوٹا سا کرتا تھا اور اس کا ایک ہاتھ ایسا تھا جیسے عورت کی پستان ہوتی ہے، قریطق تصغیر ہے قرطق کی اور وہ معرب ہے کرتا کا، قریطق تصغیر کی وجہ سے معلوم ہوا وہ کرتا چھوٹا سا ہو گا اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ کرتی سے کیا ہے۔

٤٧٧٠- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: «إِنْ كَانَ ذَلِكَ الْمُخْدَجُ لَمَعَنَا يَوْمَئِذٍ فِي الْمَسْجِدِ، نُجَالِسُهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَكَانَ فَقِيرًا، وَرَأَيْتُهُ مَعَ الْمَسَاكِينِ يَشْهَدُ طَعَامَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ النَّاسِ وَقَدْ كَسَوْتُهُ بُرْنُسًا لِي» قَالَ أَبُو مَرْيَمَ: «وَكَانَ الْمُخْدَجُ يُسَمَّى نَافِعًا ذَا الثُّدَيَّةِ، وَكَانَ فِي يَدِهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، عَلَى رَأْسِهِ حَلَمَةٌ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ سِبَالَةِ السِّنَّوْرِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ عِنْدَ النَّاسِ اسْمُهُ حَرْقُوسُ».

ترجمہ: حضرت ابو مریم سے مروی ہے کہ یہ ناقص الخلقت شخص شروع میں ہم لوگوں کے ساتھ تھا شب و روز وہ مسجد ہی میں بیٹھا رہتا تھا وہ غریب فقیر تھا۔ میں نے اسکو فقراء کے ساتھ دیکھا۔ وہ بھی کھانے میں شریک ہوتا تھا۔ جب حضرت علیؓ لوگوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے میں نے اسکو استعمال کیلئے ایک اپنا چوغہ دیا تھا ابو مریم کہتے ہیں کہ اسکو نافع 'ذو الثدیہ' یعنی پستان والا کہا جاتا تھا کیونکہ اسکے ہاتھ ایسے تھے جیسے عورت کی پستان ہوتی ہے جس پر بلی کی مونچھ جیسے بال تھے۔

شرح الحدیث **اس رئیس الخوارج کا ابتدائی حال**: ابو مریم اس رئیس الخوارج مخدج کا سابق حال بیان کرتے ہیں کہ یہ مخدج شروع یعنی اپنے ابتدائی زمانہ میں مسجد میں رہا کرتا تھا ہمارا اسکے ساتھ دن رات کا اٹھنا بیٹھنا تھا اور دراصل وہ نادار اور فقیر آدمی تھا مسکینوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے لنگر کے کھانے میں شریک ہوا کرتا تھا اور ایک مرتبہ میں نے اسکو اپنا چوغا بھی دیا تھا، یعنی شروع میں تو وہ کیسا غریب اور مسکین تھا جس کے بارے میں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ آگے چل کر ایسا ہو گا۔

٣٢۔ بَابٌ فِي قِتَالِ اللُّصُوصِ

ڈاکوؤں سے قتال کا بیان

اس باب کو اس کتاب سے کیا مناسبت ہے اور یہاں اس کو کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کے بارے میں میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ مصنف اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ خوارج کے ساتھ حضرت علیؓ کا قتال کرنا ان کے کفر کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بغاوت کی وجہ سے تھا جس طرح چوروں اور ڈاکوؤں کو یعنی قطاع الطریق کو قتل کیا جاتا ہے، اس کا منشا بھی ان کا کفر نہیں ہوتا بلکہ وہ حکومت کے باغی ہوتے ہیں اس لئے ان کی سزا سخت ہے، فتدبر و تشکر۔

٤٧٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا ناحق مال حاصل کرنے کا قصد کیا جائے اور وہ شخص اپنے مال کی حفاظت کیلئے لڑائی کرے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٤٨) صحيح مسلم - الإيمان (١٤١) جامع الترمذي - الديات (١٤١٩) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٨٤) سنن أبي داود - السنة (٤٧٧١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٣/٢)

٤٧٧٢ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ يَعْنِي أَبَا أَيُّوبَ الْهَاشِمِيَّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ».

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کی خاطر

قتل کردیا جائے یا اہل وعیال یا اپنی جان یا اپنے دین کی حفاظت کی خاطر قتل کردیا جائے تو وہ شہید ہے۔

تخريج جامع الترمذي - الديات (١٤١٨) سنن النسائي - تحريم الدم (٤٠٩٠) سنن أبي داود - السنة (٤٧٧٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٨٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٨٧)

شرح الأحاديث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ»، اور دوسری روایت میں اس پر اضافہ ہے: وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

یعنی جو اپنے مال کی حفاظت میں کسی سے قتال کرے اور پھر مارا جائے، ایسے ہی اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتال کرے یا اپنے دین کو بچانے کیلئے، تو وہ شخص مقتول ان سب صورتوں میں شہید ہوگا، یعنی حکمی، اور اس کو شہادت کا ثواب ملے گا۔

والحديث اخرجه الترمذي والنسائي، وحديث سعيد بن زيد اخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

آخر كتاب السّنة

جاننا چاہیے کہ اب اس کے بعد کتاب الأدب شروع ہونے سے پہلے دو حدیثیں اور مذکور ہیں جن میں پہلی تو باب الخلفاء میں گزر گئی یعنی إِنَّ مَثَلَ عُثْمَانَ عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ [1]، اسکی شرح وہاں گزر چکی، لہٰذا یہ حدیث یہاں مکرر ہے، مگر یہاں پر اس حدیث کے بعد ایک قَالَ أَبُو دَاوُدَ ہے اس کی ہم شرح یہاں لکھتے ہیں:

سمعت احمد بن حنبل يقول قال عفان كان يحيى لايحدث عن همام، قال احمد قال عفان فلما قدم معاذ ابن هشام وافق هماما في احاديث كان يحيى ربما قال بعد ذلك كيف قال همام في هذا: امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عفان نے یہ بات کہی کہ امام حدیث یحیٰی القطان ہمام سے روایت نہیں کیا کرتے تھے یعنی ان سے اخذ حدیث نہیں کرتے تھے (یہ بات تو انکی شروع کی ہے) آگے عفان کہتے ہیں کہ جب معاذ بن ہشام آئے اور بہت سی حدیثوں میں انہوں نے ہمام کی موافقت کی تو جب یحیٰی نے یہ دیکھا تو پھر وہ ہمام پر اعتماد کرنے لگے تھے چنانچہ یحیٰی القطان بہت سی روایات میں ہمام کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے کہ وہ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں، اسکے بعد ہے، قال ابو داؤد سمعت احمد يقول سماع هؤلاء۔

عفان واصحابه۔ من همام اصلح من سماع عبد الرحمن وكان يتعاهد كتبه بعد ذلك: عفان جن کا ذکر اوپر آیا ہے وہ ہمام کے شاگردوں میں ہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عفان اور انکے ساتھیوں کا سماع ہمام سے زیادہ معتبر ہے عبد الرحمن بن مہدی کے سماع سے، یہ عبد الرحمن بھی ہمام کے شاگردوں میں ہیں، اس اصلح اور غیر اصلح ہونے کا منشا آگے مذکور ہے کہ شروع میں ہمام کی عادت روایات کے سلسلہ میں اپنی کتاب کی طرف مراجعت کی نہیں تھی بلکہ اپنے حفظ سے بیان کیا کرتے تھے لیکن پھر

[1] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في الخلفاء ٤٦٤١

اخیر میں ان کی عادت بدل گئی تھی، اور روایات کے سلسلہ میں اپنی کتاب کی طرف مراجعت کرنے لگے تھے اور صرف اپنے حفظ پر اعتماد کو ترک کر دیا تھا، تو ہو سکتا ہے عفان اور ان کے اصحاب کا سماع ہمام سے اخیر میں ہوا ہو، اور عبد الرحمن بن مہدی کا سماع شروع میں ہوا اس لئے عبد الرحمن کا سماع ہمام سے کمزور ہوا اور عفان وغیرہ کا قوی، چنانچہ آگے آرہا ہے خود کتاب میں، قال قال لی همام کنت اخطئ ولا ارجع واستغفر اللہ تعالی، یعنی ہمام خود کہتے ہیں کہ مجھ سے روایت میں خطا ہو جایا کرتی تھی اور میں رجوع نہیں کیا کرتا تھا، بظاہر مطلب یہ ہے کہ کتاب کی طرف عدم رجوع ہی کی وجہ سے خطا ہو جایا کرتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اپنی خطا کا احساس بعد میں ہوا اسی لئے کتاب کی طرف رجوع کرنے لگے، لہٰذا اس سے یہی ثابت ہوا کہ ان کی شروع کی روایات زیادہ قابل اعتماد نہیں بخلاف اخیر کے، واستغفر اللہ تعالی کا مطلب یہی ہے کہ اب میں اپنی اس عادت سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ ایسا نہیں کروں گا اور اس عادت کو چھوڑ دوں گا۔

قال ابو داؤد سمعت علی بن عبد اللہ یقول اعلمھم باعادة[1] ما یُسمع لما لم یُسمع شعبة ۔ وارواھم ھشام واحفظھم سعید بن ابی عروبة: علی بن عبد اللہ سے مراد علی ابن المدینیؒ ہیں، امام بخاریؒ کے مشہور استاد، وہ قتادہ کے شاگردوں میں آپس میں فرق مراتب بیان کر رہے ہیں جس میں انہوں نے قتادہ کے تین شاگردوں کو ذکر کیا شعبہ ہشام اور سعید، کہ شعبہ کا حال یہ تھا کہ جو روایت وہ اپنے استاد سے براہ راست سنتے تھے اس کو الگ رکھتے تھے اور جو براہ راست نہیں سنی اسکو الگ، اور ہشام قتادہ کے شاگردوں میں سب سے کثیر الروایۃ تھے اور سعید بن ابی عروبہ سب سے زیادہ حافظ تھے۔

قال ابو داؤد فذکرت ذلك لاحمد فقال: سعید بن ابی عروبة فی قصة ھشام ھذا کلہ یحکونہ عن معاذ بن ھشام، این کان یقع ھشام من سعید لو برز لہ: امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ جو میں نے علی ابن المدینیؒ سے سنی تھی تو اس کا ذکر میں نے اپنے استاد محترم احمد بن حنبلؒ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم سعید بن ابی عروبہ کو ہشام کے مقابلے میں ذکر کر رہے ہو یعنی یہ کہ ان میں خوبی یہ ہے اور ان میں یہ دراصل اس چیز کو لوگ معاذ بن ہشام سے نقل کرتے ہیں کہ ان میں یہ خوبی تھی اور ان میں یہ، یعنی کسی ایک کو دوسرے پر علی الاطلاق ترجیح نہیں ہے بلکہ ہر ایک ان میں سے دوسرے پر من وجہ فائق ہے اس کے بارے میں امام احمدؒ فرما رہے ہیں کہ یہ بات تو ہشام کے بارے میں ان کے بیٹے معاذ نے کہی اور یہ بات وہیں سے چلی ہے حالانکہ سعید بن ابی عروبہ کا مقام بہت بلند ہے اگر وہ سامنے آجائیں تو ہشام ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

عن معاویة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اشفعوا توجروا. فانی لا رید الامر فاؤخرہ کیما تشفعوا فتوجروا. فان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قال اشفعوا توجروا[2]: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ

---

[1] ای بتمییز ما سمع من قتادة لما لم یسمع منه.

[2] محمد محیی الدین عبد الحمید کے محقق نسخہ میں یہ حدیث ان الفاظ میں ہے "عَنْ مُعَاوِيَةَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا فَإِنِّي لَأُرِيدُ الْأَمْرَ. فَأُؤَخِّرُهُ كَيْمَا تَشْفَعُوا فَتُؤْجَرُوا. فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا»". (سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في الشفاعة ٥١٣٢)

نے فرمایا ہے کہ سفارش کیا کرو اجر دیئے جاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کام کے کرنے کا میں ارادہ کر لیتا ہوں مگر اس کو مؤخر کر دیتا ہوں تم لوگوں کی سفارش کی نیت سے تاکہ تم اس میں سفارش کرو اس کے بعد میں اس کام کو کروں تاکہ تم لوگوں کو سفارش کا اجر ملے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا۔

پھر اسی حدیث کو مصنف نے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس کے راوی ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں۔

آخر كِتَابُ السُّنَّةِ

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْأَدَبِ

آداب کا بیان

ادب کی تعریف حضرت شیخ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا تھا: هو ما يستحسن قولاً أو فعلاً، کہ وہ قول یا فعل جو شرعاً و عقلاً پسندیدہ ہو، یہ کتاب الأدب سنن ابی داؤد کی کتب میں آخری کتاب ہے۔ کتاب الأدب اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک جامع کتاب ہے، شریعت مطہرہ میں، مخصوص احکام، فرائض واجبات، عبادات و معاملات جن کا بیان شروع کتاب سے یہاں تک ہوا، ان کے علاوہ بھی ہر چیز کا ادب اور مناسب طریقہ ہے، رہن، سہن، سلام و کلام طعام و منام، نشست و برخاست، زیارت و ملاقات، تعلق و ترک تعلق اور زندگی میں پیش آنے والے دیگر اُمور واحوال، خوشگوار و ناگوار، ان سبھی سے متعلق اسلام میں ہدایات اور آداب وارد ہوتے ہیں۔ انہی ہدایات اور مناسب طرق کو حضرات مصنفین کتاب الأدب کے تحت بیان فرماتے ہیں۔

١ - بَابٌ فِي الْحِلْمِ وَأَخْلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم ﷺ کی بردباری (تحمل) اور عمدہ اخلاق کا بیان میں

حسن اخلاق کی فضیلت: اخلاق جمع خلق کی ہے، امام ترمذیؒ نے ایک مستقل باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ جس میں ایک روایت یہ ہے عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ» [1] یعنی قیامت کے روز جب اعمال کا رزق ہوگا تو سب سے زیادہ وزنی چیز اس میں حسن خلق ہوگی، اور یہ کہ حسن خلق کی وجہ سے آدمی صوم وصلاۃ کی پابندی کرنے والے کے رتبہ کو پہنچ جاتا ہے، اور دوسری حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اسمیں ہے قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: «تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ» . وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «الْفَمُ وَالْفَرْجُ» [2] یعنی آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جنت میں داخل ہونے کا زیادہ تر سبب کیا ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے مختصر سا جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور حسن خلق اور ایسے ہی آپ سے یہ بھی سوال کیا گیا

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البر والصلة - باب ما جاء في حسن الخلق ٢٠٠٣

[2] جامع الترمذي - كتاب البر والصلة - باب ما جاء في حسن الخلق ٢٠٠٤

کہ زیادہ تر دخول نار کا سبب کیا ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا فم یعنی زبان اور شرمگاہ۔

حسن خلق کی تعریف: ترمذی کے حاشیہ میں علامہ طیبیؒ سے نقل کیا ہے کہ تقویٰ اللہ سے اشارہ ہے حسن معاملہ مع الخالق کی طرف، یعنی اللہ تعالیٰ سے معاملہ کی صفائی فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ، یہ تو تقویٰ ہے، اور مخلوق کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا یہ حسن خلق ہے، خود ترمذی کے متن میں یہ مذکور ہے عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ. أَنَّهُ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ فَقَالَ: «هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوفِ، وَكَفُّ الْأَذَى» [1]، حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ جنکی ثقاہت اور جلالت شان متفق علیہ بین المحدثین ہے انہوں نے حسن خلق کی یہ تعریف کی ہے جس میں تین جزء مذکور ہیں لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آنا، اور لوگوں پر احسان کرنا چاہے مال سے ہو یا جان سے بالفاظ دیگر لوگوں کے کام آنا اور تکلیف دہی سے بچنا، یعنی اس کوشش میں رہنا کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہنچے خواہ مخواہ، اور امام احمدؒ سے منقول ہے کہ حسن الخلق أن لا تغضب ولا تحقد، کہ ایک تو یہ کہ آدمی غصہ نہ کرے یعنی غصہ اسکی عادت نہ ہو، دوسرے یہ کہ کسی کے ساتھ حسد اور کینہ نہ رکھے، اور ایک روایت میں ہے ان سے أن تحتمل ما يكون من الناس کہ لوگوں کی طرف سے ناگوار امور جو پیش آئیں انکو برداشت کرنا [2]۔ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ [3]۔

٤٧٧٣ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، فَأَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ، فَقُلْتُ: وَاللهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، حَتَّى أَمُرَّ عَلَى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابِضٌ بِقَفَايَ مِنْ وَرَائِي فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ: «يَا أُنَيْسُ اذْهَبْ حَيْثُ أَمَرْتُكَ» قُلْتُ: نَعَمْ، أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ أَنَسٌ: وَاللهِ لَقَدْ خَدَمْتُهُ سَبْعَ سِنِينَ، أَوْ تِسْعَ سِنِينَ، مَا عَلِمْتُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُ: لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا، وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُ: هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ: حضرت انسؓ کی راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اخلاق کے اعتبار سے تمام لوگوں میں سب سے بہترین تھے آپ ﷺ نے ایک روز مجھے کسی ضرورت سے بھیجنا چاہا تو میں نے مذاقا (جھوٹ موٹ) کہہ دیا کہ بخدا میں نہ جاؤں گا، حالانکہ میرے جی میں تھا کہ اللہ کے نبی نے جس کام کا حکم فرمایا تھا ادھر میں جاؤنگا حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں باہر نکلا یہاں تک کہ میرا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (تو میں بھی ان کے ساتھ کھیلنے لگا) کہ اچانک رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البر والصلة - باب ما جاء في حسن الخلق ٢٠٠٥

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٦ ص ١٤٣

[3] اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر (سورة القلم ٤)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آکر پیچھے سے میری گدی پکڑلی، میں نے جو اس طرف دیکھا تو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مسکرا رہے تھے پھر ارشاد فرمایا کہ بیٹے انس ؓمیں نے تمہیں جہاں جانے کو کہا تھا وہاں چلے جاؤ میں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ بخدا! میں نے سات یا نو سال آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت کی مجھے نہیں یاد کہ جو کام میں نے (آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمائے بغیر) کیا ہو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہو تم نے یہ کام اس طریقے سے کیوں نہ کیا یا جو کام نہ کیا ہو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہ کیا تھا۔

٤٧٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ مَا قَالَ لِي فِيهَا أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ هَذَا أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هَذَا».

ترجمہ: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں دس سال تک نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت کی ہے جبکہ میں نو عمر لڑکا تھا اور میرا ہر کام ایسا نہ ہوتا تھا جیسے کہ میرے آقا چاہتے تھے (بلکہ کام میں کمی بیشی ہو جاتی تھی) اس پر مجھے اف تک نہ فرمایا اور مجھ سے یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا تم نے فلاں کام کیوں نہ کیا؟

تخریج: صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٩١) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٣) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٠٩) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣١٠) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠١٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٧٣)

٤٧٧٥ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، يُحَدِّثُ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَهُوَ يُحَدِّثُنَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ، فَحَدَّثَنَا يَوْمًا فَقُمْنَا حِينَ قَامَ، فَنَظَرْنَا إِلَى أَعْرَابِيٍّ قَدْ أَدْرَكَهُ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ فَحَمَّرَ رَقَبَتَهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رِدَاءً خَشِنًا، فَالْتَفَتَ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: احْمِلْ لِي عَلَى بَعِيرَيَّ هَذَيْنِ فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِي مِنْ مَالِكَ وَلَا مِنْ مَالِ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لَا أَحْمِلُ لَكَ حَتَّى تُقِيدَنِي مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِي جَبَذْتَنِي» فَكُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا أُقِيدُكَهَا، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا رَجُلًا فَقَالَ لَهُ "احْمِلْ لَهُ عَلَى بَعِيرَيْهِ هَذَيْنِ: عَلَى بَعِيرٍ شَعِيرًا، وَعَلَى الْآخَرِ تَمْرًا" ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ: «انْصَرِفُوا عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓہمیں حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مسجد میں بیٹھے ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے اختتام مجلس پر جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جایا کرتے اور اس وقت تک ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اپنی کسی زوجہ محترمہ کے گھر داخل ہوتے دیکھ لیتے (یہ ہم صحابہ ؓ کی عادت تھی) ایک روز آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہم سے گفتگو فرما رہے تھے پس اختتام مجلس پر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حسب عادت کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ

ایک بدو آپ ﷺ کو ملا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر اس قدر زور سے کھینچی جس سے آپ کی گردن مبارک لال سرخ ہو گئی...... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک موٹی (کھردری چادر) تھی، آپ ﷺ اسکی طرف متوجہ ہوئے اعرابی نے آپ ﷺ سے کہا کہ میرے ان دو اونٹوں پر طعام (اناج وغلہ وغیرہ) لدوا دیں کیونکہ آپ ﷺ نہ تو اپنے مال میں سے لاد کر دیتے ہیں اور نہ اپنے باپ کے مال میں دے دیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز میں اپنے مال میں سے نہیں دیتا اور میں اللہ سے معافی کا طلبگار ہوں تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا (پھر فرمایا کہ) میں ہرگز کچھ نہیں دوں گا یہاں تک تم مجھے اس کھینچنے کا قصاص دیدو جو تم نے مجھے کھینچا ہے تو ہر بار وہ اعرابی نبی اکرم ﷺ کو یہی جواب دیتا رہا کہ بخدا میں آپ ﷺ کو قصاص نہیں دوں گا، پھر راوی نے پوری حدیث ذکر کی پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس اعرابی کے ان دونوں اونٹوں پر (اناج) لاددو ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور پھر آنحضرت ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام اور بھروسے پر (اپنی اپنی جگہوں کو) جاؤ (کیونکہ سب لوگ کھڑے ہو کر یہ قصہ دیکھ رہے تھے) تم پر اللہ کی برکتیں ہوں۔

تخریج سنن النسائي - القسامة (٤٧٧٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٧٥) سنن ابن ماجه - الكفارات (٢٠٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨)

شرح الأحاديث: اس باب میں مصنف نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں دو حضرت انسؓ کی اور ایک حضرت ابوہریرہؓ کی، پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بااخلاق تھے، وہ آگے آپ ﷺ کے حسن خلق کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ ایک روز آپ ﷺ نے مجھ کو ایک کام بتلایا کہ جا کر اس کو کر، تو میں نے کہا واللہ میں تو نہیں جاؤں گا، لیکن میرے دل میں یہ تھا کہ ضرور جاؤں گا، جب آپ ﷺ فرما رہے ہیں، چنانچہ میں اس کام کیلئے نکل گیا، راستہ میں بچے کھیل رہے تھے جب میرا ان پر گزر ہوا تو میں کھڑا ہو کر ان کو دیکھنے لگا، تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑی، میں نے جو آپ ﷺ کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس وقت آپ ﷺ مسکرا رہے تھے، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ارے جانا جس کام کیلئے میں نے تجھ کو بھیجا تھا، میں نے کہا جی ابھی جا رہا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ واللہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں سات یا نو سال تک رہا ہوں مجھے یاد نہیں کہ میرے کسی کام کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تو نے یہ کیوں کیا ایسے ہی جس کام کو ترک کیا ہو اس کے بارے میں بھی اس طرح دوٹوک ہو کر نہیں پوچھا کہ یہ تو نے کیوں نہیں کیا۔

اور دوسری روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت دس سال تک کی مدینہ منورہ میں اور میں لڑکا ہی تو تھا، میرے سارے کام تو آپ ﷺ کی پسند کے موافق تو تھے نہیں مگر اس کے باوجود کبھی آپ ﷺ نے کسی کام کے بارے میں اف تک نہیں فرمایا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں تِسْعَ سِنِيْنَ [1] ہے بغیر شک کے، اور اس دوسری روایت میں عَشْرَ سِنِيْنَ ہے تو ہو سکتا ہے مدت خدمت دس سال سے کم اور نو سال سے زائد ہو، ایک روایت میں کسر کو حذف کر دیا اور ایک میں اس کو پورا کر دیا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مجلس میں ہم سے حدیثیں بیان فرمایا کرتے تھے فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ، پس جب آپ ﷺ مجلس ختم فرما کر کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے ساتھ ہم لوگ بھی کھڑے ہو کر کھڑے رہتے اور آپ ﷺ کو دیکھتے رہتے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی ایک کے گھر میں داخل ہو جاتے، یعنی ہم لوگ کھڑے ہوتے ہی فوراً واپس نہ آتے بلکہ جب تک آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل نہ ہوں، ہم آپ ﷺ کی زیارت کرتے ہی رہتے تا آنکہ نظروں سے غائب ہوں، اس کے بعد ابوہریرہؓ ایک روز کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مجلس ختم فرما کر کھڑے ہوئے حسب معمول ہم بھی کھڑے ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اعرابی آیا اور آپ سے ملا اس طرح کہ آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر کھینچی اپنی طرف سے جس کی رگڑ سے آپ ﷺ کی گردن سرخ ہو گئی کیونکہ وہ چادر کوئی ملائم نہیں تھی کھردری سی تھی، آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھیں کیا کہنا چاہتا ہے تو اس اعرابی نے آپ ﷺ سے یہ کہا کہ میرے ان دو اونٹوں پر غلہ لدوا دے کیونکہ تو اپنے مال سے یا اپنے باپ کے مال سے نہیں دیتا یعنی بیت المال میں ہمارا ہی حق ہے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا استغفر اللہ یہ صحیح ہے کہ میں اپنے پاس سے نہیں دیتا اور یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا، اس کے بعد فرمایا کہ میں تجھ کو غلہ نہیں دوں گا جب تک تو مجھ کو میرا حق قصاص نہیں دے گا کھینچنے کی وجہ سے، وہ اعرابی بار بار یہی کہتا رہا کہ قصاص تو میں آپ ﷺ کو نہیں دوں گا، فذکر الحدیث۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اس کے بعد کچھ اور بھی تھا حدیث میں جس کو مصنف نے حذف کر دیا پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا بیت المال کے خادموں میں سے یا عاملوں میں سے اور اس سے فرمایا کہ اس کے ان دونوں اونٹوں پر ایک پر جو اور ایک پر تمر لاد دے، اس منظر کو مجلس سے اٹھنے والے چونکہ سب اصحاب کھڑے دیکھ رہے تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ بس اللہ کا نام لیکر جس کو جہاں جانا ہے۔

آپ ﷺ کا اس اعرابی سے قصاص کا مطالبہ کرنا یہ خوش خلقی ہی کے طور پر تھا انبساط کے ساتھ ورنہ اگر آپ ﷺ کا مقصود قصاص لینا ہوتا تو اس میں اس سے کہنے کی کیا حاجت تھی آپ ﷺ کے خدام کی جماعت وہاں کھڑی ہی تھی جو آپ ﷺ کے کمال اخلاق کا مشاہدہ کر رہی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ چونکہ آپ شارع علیہ السلام تھے اس لئے اس مسئلہ پر بھی آپ ﷺ نے اس اعرابی کو آگاہ فرما دیا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا، اور دوسری بات یہ کہ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ [2]، اس پر

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الفضائل - باب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحسن الناس خلقا ۲۳۰۹

[2] اور برائی کا بدلہ ہے برائی ویسی ہی پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمہ (سورۃ الشوریٰ ۴۰)

آپ ﷺ نے عمل درآمد فرمایا۔ والحدیث اخرجہ النسائی، قالہ المنذری۔

۲۔ بَابٌ فِي الْوَقَارِ

سنجیدگی وبردباری کے بیان میں

وقار یعنی سنجیدگی وبردباری اور اسی معنی میں ہے رزانت، اور وقور بمعنی باوقار شخص۔

٤٧٧٦ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا قَابُوسُ بْنُ أَبِي ظَبْيَانَ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ، وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ، وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھی عادت، نیک سیرتی اور میانہ روی نبوت کے پچیس حصوں سے ایک حصہ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٧٧٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩٦)

شرح الحدیث: یعنی اچھی عادت اور عمدہ خصلت اور میانہ روی یہ چیزیں نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہیں، یعنی یہ خصال نبوت کے اوصاف میں سے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ بہت اونچی خصلتیں ہیں اور اوصاف نبوت میں سے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے اندر پائے جاتے ہیں، اور وقار بھی ان اوصاف میں داخل ہے۔

۳۔ بَابُ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا

غضب وغصہ پی جانے کے بیان میں

٤٧٧٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "اسْمُ أَبِي مَرْحُومٍ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْمُونٍ".

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس ؓ کی روایت ہے کہ جو شخص اپنے غصے کو دبالے حالانکہ وہ اس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو روز قیامت تمام مخلوق کے سامنے بلا کر حوروں میں سے جس کو وہ چاہے اس کو (لینے کا) اختیار دیں گے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ أَبِي مَرْحُوم کا نام عبد الرحمن بن میمون ہے۔

شرح الحدیث: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ: یعنی جو شخص غصہ کو پی جائے باوجودیکہ اس کے پورا کرنے پر قادر ہو یعنی مجبور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے حوروں میں سے کسی حور کو منتخب کر لینے کا۔

والحديث اخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۴۷۷۸ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ بِشْرٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْوَهُ قَالَ: «مَلَأَهُ اللهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا» لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ «دَعَاهُ اللهُ» زَادَ «وَمَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ» قَالَ بِشْرٌ: أَحْسِبُهُ قَالَ «تَوَاضُعًا» كَسَاهُ اللهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، وَمَنْ زَوَّجَ لِلَّهِ تَعَالَى تَوَّجَهُ اللهُ تَاجَ الْمُلْكِ".

ترجمہ: سوید بن وہب کسی صحابی کے صاحبزادے سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد (یعنی صحابی رسول) نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح سے اشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں امن وایمان بھر دیتے ہیں (اور ان صحابی نے) دَعَاهُ اللهُ والی بات ذکر نہ کی (راوی) کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یوں فرمایا کہ جس شخص نے خوبصورت لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر تھا۔ بشر (راوی) کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یوں کہا کہ تواضع کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت کی پوشاک پہنائیں گے اور جس شخص نے اللہ کی رضا کیلئے کسی کی شادی کرادی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بادشاہوں کا تاج پہنائیں گے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (۲۰۲۱) جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (۲۴۹۳) سنن أبي داود - الأدب (۴۷۷۷) سنن ابن ماجه - الزهد (۴۱۸۶) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۳۸/۳) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۴۰/۳)

شرح الحديث: اور اس حدیث میں یہ ہے مَلَأَهُ اللهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ امن اور ایمان، یعنی سکون سے بھر پور کر دیتے ہیں، اس کے بعد یہ ہے اسی روایت میں کہ جو شخص لباس زینت اور عمدہ پوشاک باوجود اس کے استعمال پر قادر ہونے کے اپنے اختیار سے ترک کر دے تواضعاً تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو اعزاز واکرام کا جوڑا پہنائیں گے، وَمَنْ زَوَّجَ لِلَّهِ تَعَالَى تَوَّجَهُ اللهُ یعنی جو کسی کی شادی اخلاص کے ساتھ کہیں کرادے (تو یہ اسکی بہت بڑی خدمت ہے اور احسان ہے اسی لئے) اللہ تعالیٰ اسکو آخرت میں بادشاہوں والا تاج پہنائیں گے۔

۴۷۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ؟» قَالُوا: الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ: «لَا، وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کس کو پہلوان شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ شخص جس کو کوئی آدمی بھی نہ پچھاڑ سکے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں (ایسی بات نہیں) بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (۲۶۰۸) سنن أبي داود - الأدب (۴۷۷۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۸۲/۱)

شرح الحديث: آپ ﷺ نے صحابہ سے سوال فرمایا کہ تم بڑا پہلوان کس کو سمجھتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ جس کو کوئی پچھاڑ نہ سکے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو غصہ کے وقت۔ والحدیث اخرجہ مسلم اتم منه، قاله المنذری۔

٤ـ بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ

غصہ کی وقت کی دعا کے بیان میں

٤٧٨٠ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا غَضَبًا شَدِيدًا حَتَّى خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّ أَنْفَهُ يَتَمَزَّعُ مِنْ شِدَّةِ غَضَبِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ مِنَ الْغَضَبِ؟» فَقَالَ: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" قَالَ: «فَجَعَلَ مُعَاذٌ يَأْمُرُهُ، فَأَبَى وَمَحِكَ، وَجَعَلَ يَزْدَادُ غَضَبًا».

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے کہ دو آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے تو ان میں سے ایک سخت غصہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ گمان ہوتا تھا کہ غصے کی شدت سے اسکی ناک پھٹ جائے گی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کہہ لے تو جو غصہ وہ محسوس کر رہا ہے وہ اس سے دور ہو جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ (ﷺ) وہ کونسا کلمہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے) تو حضرت معاذؓ اس شخص کو اس کلمے کی تاکید کرنے لگے تو اس شخص نے (پڑھنے سے) انکار کر دیا اور جھگڑے میں لگا رہا اور غصے میں بڑھتا ہی رہا۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٥٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٤٠)

شرح الحديث: آپ ﷺ کے سامنے دو شخصوں میں گالی گلوچ ہو گئی، ان میں سے ایک کو بڑا غصہ تھا ایسا کہ یہ خیال ہوتا تھا کہ شدت غضب کی وجہ سے اسکی ناک پھٹ پڑے گی تو اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلام اور دعا جانتا ہوں کہ اگر اسکو یہ شخص پڑھ لے تو اسکا غصہ جاتا رہے، صحابہؓ کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ حضرت معاذؓ یہ حدیث سن کر اس غصہ کرنے والے کو یہ دعاء پڑھنے کی تلقین فرمانے لگے، لیکن اس نے اسکے پڑھنے سے انکار کر دیا اور ضد کرنے لگا لڑنے پر، اور غصہ بڑھتا چلا گیا۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٤٧٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا هَذَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" فَقَالَ الرَّجُلُ: هَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ؟

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، ان میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اور رگیں پھولنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کلمہ کو کہہ لے تو اسکی (وہ کیفیت) دور ہو جائے گی جو وہ محسوس کر رہا ہے (اور ارشاد فرمایا کہ وہ یہ الفاظ ہیں) أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مگر وہ آدمی کہنے لگا! کیا تم مجھے مجنون سمجھتے ہو؟ (کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ غصہ بھی شیطانی اثرات سے ہوتا ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٠١) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦١٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨١)

شرح الحدیث: دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے آپ ﷺ کی موجودگی میں، جن میں سے ایک کی آنکھیں غصہ کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں اور گلے کی رگیں پھول رہی تھیں تو آپ ﷺ نے وہی بات ارشاد فرمائی جو پہلی حدیث میں گزری، اس شخص نے سن کر کہا کہ کیا تم مجھ کو مجنون سمجھ رہے ہو، اس شخص نے اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھا کہ استعاذہ جنون ہی کا علاج ہے، کہا گیا ہے کہ ممکن ہے یہ شخص منافقین میں سے ہو یا کوئی اکھڑ اعرابی۔ والحديث اخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٤٧٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: «إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ».

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو بیٹھ جانا چاہیے پس اگر اس سے غصہ دور ہو جائے (تو درست ہے) ورنہ اس کو لیٹ جانا چاہیے۔

شرح الحدیث: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ إلخ: یعنی اگر کھڑے ہوئے شخص کو غصہ آئے کسی بات پر تو اس کو یہ تدبیر اختیار کرنی چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر ایسا کرنے سے غصہ چلا جائے تو فبہا ورنہ پھر لیٹ جائے، اس سے معلوم ہوا ظاہری تدابیر کا بھی اعتبار ہے ان کو اختیار کرنا چاہئے۔

٤٧٨٣ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا ذَرٍّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ.

ترجمہ: بکر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ کو کسی ضرورت سے بھیجا، پھر یہی حدیث ذکر کی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثوں میں زیادہ صحیح ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/١٥٢)

شرح الحدیث: یہ حدیث مرسل ہے، پہلی مسند تھی، اسی کے بارے میں مصنف فرمارہے ہیں: هَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ۔

٤٧٨٤ - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ الْقَاصُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيِّ، فَكَلَّمَهُ رَجُلٌ فَأَغْضَبَهُ، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ تَوَضَّأَ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ».

ترجمہ: ابووائل جو کہ قصہ گو تھے کہتے ہیں کہ ہم عروہ بن محمد سعدی کے یہاں گئے، ایک شخص نے ان سے گفتگو کی تو ان کو غصہ دلایا تو انہوں نے کھڑے ہو کر وضوء کیا پھر فرمایا کہ میرے والد صاحب نے میرے دادا عطیہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو وضوء کرنا چاہیے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٢٦)

شرح الحدیث: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ الخ کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے ہی بجھایا جاتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسکو چاہئے کہ وضو کر لے، اسی حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ عروہ بن محمد سعدی کو کسی شخص کی بات پر غصہ آگیا تو انہوں نے جا کر وضو کی۔

٥ - بَابٌ فِي التَّجَاوُزِ فِي الْأَمْرِ

معافی اور درگزر کرنے کا بیان

٤٧٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ تَعَالَى فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ بِهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آنحضرت ﷺ

نے ان میں سے آسان والے کو اختیار کیا بشر طیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات بابرکت کیلئے کبھی بدلہ نہ لیا مگر یہ کہ اللہ کے کسی حکم کی پامالی کی جارہی ہو تو اللہ کے لئے آپ ﷺ اس کا بدلہ لیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٣٦٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٧٥) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٠٤) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٢٧) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٢٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢) موطأ مالك - الجامع (١٦٧١)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں جو آسان ہوا اسکو اختیار کیا بشر طیکہ اس میں گناہ نہ ہو، اور اگر اس میں گناہ ہوتا تو اس سے بہت دور بھاگتے، اور دوسرا جزء حدیث کا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص سے اپنی وجہ سے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پامالی کی جارہی ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کیلئے انتقام لیتے تھے۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٤٧٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً قَطُّ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو کبھی مارا۔

تخریج: صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٢٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢١٨)

٤٧٨٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، فِي قَوْلِهِ {خُذِ الْعَفْوَ [1]} قَالَ: «أُمِرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ﷺ لوگوں کے پاکیزہ اخلاق میں سے عفو ودر گزر کو اختیار کریں۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٦٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٧).

٦ - بَابٌ فِي حُسْنِ الْعِشْرَةِ

اچھے رہن سہن کا بیان

٤٧٨٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي الْحِمَّانِيَّ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ

---

[1] عادت کر در گزر کی (سورۃ الأعراف ١٩٩)

يَقُولُ؟ وَلٰكِنْ يَقُولُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا؟"

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو جب کسی شخص کے بارے میں کوئی بات پہنچتی تو یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا کہ وہ یہ بات کہہ رہا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے ایسے کہتے ہیں۔

شرح الحدیث: لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ؟ وَلٰكِنْ يَقُولُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا؟ یعنی جب آپ کو کسی شخص کی کوئی بری بات پہنچتی تو آپ ﷺ اس پر تنبیہ مجلس میں اس کا نام لے کر نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا وہ ایسا کہتا ہے، بلکہ آپ ﷺ کا طریقہ ایسے موقعہ پر یہ تھا کہ تنبیہ کے وقت عام خطاب فرماتے کہ بعض لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں یا کرتے ہیں جس چیز پر آپ ﷺ کو تنبیہ کرنی ہوتی اس کو بیان فرماتے۔ والحدیث اخرجہ النسائی بمعناہ، قالہ المنذری۔

٤٧٨٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا، دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: «لَوْ أَمَرْتُمْ هٰذَا أَنْ يَغْسِلَ ذَا عَنْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ، وَشَهِدَ عِنْدَ عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ عَلَى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ فَلَمْ يُجِزْ شَهَادَتَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ اس شخص پر پیلے رنگ کا نشان تھا رسول اللہ ﷺ بہت کم کسی شخص کے سامنے اس شخص کی ناپسندیدہ بات کو بیان فرمایا کرتے تھے پس جب وہ باہر نکلا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کاش تم لوگ اس شخص کو حکم دیتے کہ وہ اس زرد رنگ کو اپنے آپ سے دھو ڈالے۔ امام ابوداؤدؒ (علوی کا مطلب بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ سلم علوی حضرت علیؓ کی اولاد میں سے نہ تھا بلکہ وہ علو (آسمان) ستاروں میں غور کیا کرتا تھا (لہٰذا علوی کہلایا) اور اس شخص نے عدی بن ارطاۃ کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو انہوں نے اس شخص کی گواہی کو قبول نہ کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٧٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٣/٣)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا، دَخَلَ الخ: کہ ایک شخص آپ ﷺ کی مجلس میں آیا۔ جس کے کپڑے پر زردی کا اثر تھا (زعفران کی یا عصفر کی) وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، یعنی آپ ﷺ کی عام عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر کسی شخص کی کوئی بات آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی تو اس کو بالمشافہہ نہ ٹوکتے۔ چنانچہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم نے کیوں نہ کہہ دیا اس سے کہ اسکو دھولے، اور حاشیۂ بذل [1] میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ جملہ شراح شمائل ترمذی کی رائے یہ ہے کہ يَكْرَهُهُ میں جو ضمیر فاعل ہے وہ رجل

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٤٤

کی طرف راجع ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ جس چیز کو جو شخص پسند نہ کرتا ہو اور وہ اس کو ناپسند ہو تو اس بات کو آپ ﷺ اس شخص کے سامنے اس کے منہ پر نہیں کہتے تھے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

سلم علوی میں نسبت کی تحقیق: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ[1] الخ: یعنی اوپر جو راوی سلم علوی آئے ہیں تو وہ علوی اس معنی کو نہیں کہ وہ اولادِ علی سے تھے بلکہ اوپر کی طرف ستاروں میں دیکھتے تھے اسلئے کہتے ہیں علوی، چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے عدی بن ارطاۃ کے یہاں رؤیت ہلال پر گواہی دی تو انہوں نے انکی شہادت کا اعتبار نہیں کیا۔

عربی حاشیہ میں ہم نے بعض علماء سے یہ تحقیق نقل کی ہے کہ امام ابوداودؒ کی یہ رائے سلم کے بارے میں کہ وہ علوی بمعنی اولادِ علی نہیں تھے بلکہ ان کو علوی اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ، یہ بات امام ابوداودؒ کی درست نہیں، ان کو تو علوی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بنی علی بن سود میں سے ہیں اور ان کی طرف منسوب ہیں، نیز ان کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ چاند ستارے ان کو بہت جلدی نظر آجاتے تھے سب سے پہلے حدید البصر اور تیز نگاہ ہونے کی وجہ سے۔

یہ حدیث بسندہ ومتنہ مکرر ہے، کتاب الترجل میں بَابٌ فِي الْخَلُوقِ لِلرِّجَالِ[2] میں گزر چکی اور وہاں ہم سلم علوی کے بارے میں امام ابوداودؒ کی رائے جو انہوں نے یہاں ظاہر کی ہے لکھ چکے ہیں۔

٤٧٩٠ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ فُرَافِصَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَاهُ جَمِيعًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن بھولا بھالا اور شریف الطبع ہوتا ہے، جبکہ فاجر شخص شریر چالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٦٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٤/٢)

شرح الحدیث: یعنی مؤمن کی شان جو واقعی مؤمن ہو یہ ہے کہ وہ بھولا بھالا ہوتا ہے، شریف الطبع ہوتا ہے، غِرٌّ کا ترجمہ تو بے وقوف اور اناڑی کا ہے مگر یہاں مراد یہ نہیں ہے کہ وہ غافل اور جاہل ہوتا ہے بلکہ چونکہ اسکی طبیعت میں شر نہیں ہوتا اسلئے

---

[1] شیخ محمد عوامہ کی تعلیق میں یہ ہے کہ ابوداود کے ایک نسخہ میں حافظ یوسف بن خلیل کے قلم سے جسکو املاء کرنے والے ملک محسن ہیں یہ عبارت ہے قال احمد ابن یوسف: سلم العلوی لیس ہو من ولد علی بن ابی طالب کما قال ابو داؤد وانما ہو منسوب الی بنی علی بن سود وہو معروف بہم وقول ابی داؤد یبصر فی النجوم سہو منہ، واما علی (الظاہر بدلہ سلم) یبصر الہلال قبل الناس بیوم لحدۃ بصرہ وہو معروف بذلک. قیل انہ کان یبصر النجوم کالدلاء لحدۃ بصرہ. ولقد قال لہ انس بن مالک: یا سلم خل بین الناس وبین ہلالہم حتی یروہ. وہو ضعیف. فہو حدید البصر یبصر النجوم، لا: یبصر فی النجوم، بمعنی انہ کان منجما.

[2] سنن أبي داود - كتاب الترجل - باب في الخلوق للرجال ٤١٨٢.

اس قسم کی باتوں کی کھود کرید بھی نہیں کرتا، شرارت کے طریقوں اور چالاکیوں سے بے خبر ہوتا ہے اور فاجر کے بارے میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ وہ دھوکہ باز چالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ [1] کے خلاف ہے، اس کو دو طرح جمع کیا گیا ہے: ایک یہ کہ حدیث الباب عام مؤمنین کے اعتبار سے ہے اور حدیث الفراسۃ بڑے لوگوں کے حق میں ہے جو صاحب کشف ہوتے ہیں اور یا یوں کہا جائے کہ جس بھولے پن کی تعریف کی جارہی ہے وہ وہ ہے جس کا منشأ بے خبری نہیں بلکہ حسن ظن ہو، کیونکہ حسن ظن مامور بہ ہے یعنی بالمؤمنین، اسلئے گاہے گاہے وہ حسن ظن کی بناء پر دھوکہ کھا جاتا ہے ورنہ سمجھ اس میں خوب ہوتی ہے [2]۔

والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

۴۷۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ» ، أَوْ «بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ» ، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنُوا لَهُ» فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ وَقَدْ قُلْتَ لَهُ مَا قُلْتَ، قَالَ: «إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ، أَوْ تَرَكَهُ، النَّاسُ لِاتِّقَاءِ فُحْشِهِ» .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آنے کی اجازت چاہی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاندان کا برا آدمی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابْنُ الْعَشِيرَةِ کے الفاظ استعمال فرمائے یا رَجُلُ الْعَشِيرَةِ کے الفاظ، پھر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اجازت دے دو پس جب وہ حاضر ہوا تو اس سے نرمی سے بات کی تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اس شخص سے نرمی سے بات کی حالانکہ آپ ﷺ نے تو اسکے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت اللہ کے نزدیک وہ شخص مرتبے میں سب سے بدترین ہوگا جس کو لوگوں نے اسکے بے ہودہ کلام سے بچنے کیلئے چھوڑ دیا ہو (راوی کہتے ہیں کہ) وَدَعَهُ لفظ فرمایا یا تَرَكَهُ کا (بہر حال دونوں کا ایک ہی مطلب ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٦٨٥) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩١) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٩٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٨)

شرح الحدیث: فَقَالَ: «بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ» ، أَوْ «بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ»، یعنی ایک شخص نے آپ ﷺ کے دروازہ پر آکر استیذان کیا آپ ﷺ اس کو اسکی آواز سے پہچان گئے تو یہ فرمایا کہ یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے، لیکن گھر کے اندر داخل ہونے کی آپ ﷺ نے اجازت اس کو دیدی اس کے اندر آنے کے بعد آپ ﷺ نے اس کے ساتھ نرم اور مناسب گفتگو

[1] جامع الترمذي - كتاب التفسير القرآن - باب: ومن سورة الحجر ٣١٢٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٤٦

فرمائی، پھر اس کے چلے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ نے اپنی اس بات کے کہنے کے باوجود اس کے ساتھ نرم گفتگو کیوں فرمائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا آدمی وہ ہوگا جس کو لوگ چھوڑ دیں اسکی سخت گوئی اور بے ہودہ گوئی کی وجہ سے۔

اس حدیث سے علماء نے یہ مستنبط کیا ہے کہ جو شخص فاسق مُعلِن ہو یعنی علانیہ طور پر معصیت کرتا ہو اسکی غیبت کی گنجائش ہے یہ آنے والا شخص کون تھا اسکے بارے میں حافظ منذریؒ نے لکھا ہے کہ وہ عیینۃ بن الحصن الفزاری تھا (جو شروع میں مؤلفۃ القلوب میں تھے) وقیل هو مخرمة بن نوفل والد مسور بن مخرمة [1]۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم والترمذی، قاله المنذری۔

٤٧٩٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ» فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمَّا اسْتَأْذَنَ قُلْتَ: «بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ» فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطْتَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاندان کا بدترین بھائی (شخص) ہے جب وہ حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے خوش طبعی سے ملاقات کی اور اس سے گفتگو فرمائی جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب اس نے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاندان کا بدترین شخص ہے جب وہ اندر داخل ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے خوش طبعی سے ملاقات کی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! (خلقۃ) فحش گو اور بتکلف فحش گوئی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

شرح الحدیث: إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ: فاحش وہ شخص ہے کہ فحش گوئی اسکی طبیعت بن گئی ہو لہٰذا بلا تکلف اس سے فحش اور بے ہودہ گوئی سرزد ہوتی ہے، اور متفحش وہ شخص کہ فحش گوئی اسکی عادت نہ ہو، کسی وجہ سے بتکلف اسکو اختیار کرے۔

٤٧٩٣- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَتْ: فَقَالَ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ الَّذِينَ يُكْرَمُونَ اتِّقَاءَ أَلْسِنَتِهِمْ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ اس ہی قصے کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٤٧

بدترین وہ ہیں کہ جن کی زبانوں سے بچنے کے لئے ان کی عزت کی جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٦٨٥) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩١) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٩٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨/٦)

٤٧٩٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ، أَخْبَرَنَا مُبَارَكٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ رَجُلًا الْتَقَمَ أُذُنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُنَحِّي رَأْسَهُ، حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يُنَحِّي رَأْسَهُ، وَمَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَخَذَ بِيَدِهِ فَتَرَكَ يَدَهُ، حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يَدَعُ يَدَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ (سرگوشی کیلئے) نبی کریم ﷺ کے کان کے قریب ہوا ہو تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک ہٹالیا ہو، یہاں تک کہ وہ شخص خود اپنا سر نہ ہٹالے اور میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھاما ہو تو آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا ہو یہاں تک کہ خود وہ شخص آپ ﷺ کا دست مبارک چھوڑ دے۔

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کسی شخص کو جس نے حضور ﷺ کے کان کا لقمہ بنایا ہو، یعنی اپنا منہ آپ ﷺ کے کان کے قریب لیجا کر آپ ﷺ سے سرگوشی کی ہو کہ آپ ﷺ اپنا سر یعنی کان اس سے ہٹالیں یہاں تک کہ وہی شخص اپنا منھ آپ سے ہٹاتا، آگے حدیث میں اسی طرح ہاتھ پکڑنے کے بارے میں بھی ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کا ہاتھ پکڑتا یعنی ہاتھ میں ہاتھ لیتا کسی کام یا بات کے لئے تو آپ اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے یہاں تک کہ وہی چھوڑتا۔

٧ـ بَابٌ فِي الْحَيَاءِ

شرم وحیاء کا بیان

حیاء کی تعریف: حیاء کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: هو خلق يبعث على ترك القبيح ويمنع من التقصير في حق ذي الحق وروى عن السيد الجليل أبي القاسم الجنيد رحمة الله عليه قال الحياء رؤية الآلاء ورؤية التقصير فيتولد بينهما حالة تسمى الحياء[1] (الحل المفهم عن النووي) یعنی حیاء آدمی کی اس خصلت کا نام ہے جو اس کو ترک قبیح پر ابھارے اور ذی حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکے اور حضرت جنید بغدادیؒ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر جو نعمتیں ہیں انکے تصور اور اپنی طرف سے عمل میں کوتاہی کے احساس ان دونوں کے مجموعہ سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اسکا نام حیاء ہے۔

آدمی کی پسندیدہ حالت: میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے زمانہ میں ایک نوجوان لڑکا تھا جس پر ان کی نظر پڑتی رہتی تھی وہ ہمیشہ خاموش سا ہی نظر آتا تھا کسی سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے اس کو

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٢ ص٥،٦

نہیں دیکھا ایک روز وہ نوجوان چلا جارہا تھا خواجہ صاحب نے اس کو بلا کر اس کی یہ حالت دریافت کی کہ اس کا منشأ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: بات یہ ہے کہ میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے تو ہم پر کتنے انعامات ہیں اور ہماری عملی حالت کیسی کمزور ہے، اس احساس کی وجہ سے میری یہ کیفیت رہتی ہے، خواجہ صاحبؒ نے اس کا جواب سن کر فرمایا: اچھا جاتو تو حسن بصریؒ سے بھی آگے نکلا۔

٤٧٩٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر انصار کے ایک شخص پر ہوا وہ شرم وحیا کے بارے میں اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا (کہ زیادہ حیا نہ کیا کرو) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ شرم وحیاء ایمان کا حصہ ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٢٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦٧) صحيح مسلم - الإيمان (٣٦) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦١٥) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩٥) سنن ابن ماجه - المقدمة (٥٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٦٧٩)

شرح الحدیث: مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ الخ، یعنی حضور ﷺ کا گزر ایک انصاری صحابیؓ پر ہوا جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہے تھے حیاء کے بارے میں، یعنی کثرت حیاء کے بارے میں اس کو سمجھا رہے تھے کہ آدمی کو زیادہ نہیں شرمانا چاہئے پھر وہ بہت سے فوائد سے محروم رہ جاتا ہے آپ ﷺ نے سن کر اس سے یہ فرمایا کہ چھوڑ اس کو یعنی شرم کرنے دے اس لئے کہ حیاء تو ایمان سے ہے یعنی اس کا ایک جزء ہے۔

٤٧٩٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَثَمَّ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، أَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ" فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً، وَوَقَارًا، وَمِنْهُ ضَعْفًا، فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ وَأَعَادَ بُشَيْرٌ الْكَلَامَ قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَقَالَ: «أَلَا أَرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ كُتُبِكَ» قَالَ: قُلْنَا يَا أَبَا نُجَيْدٍ: إِيهٍ إِيهٍ.

ترجمہ: حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہم عمران بن حصینؓ کے ساتھ تھے اور وہاں بشیر بن کعبؒ تھے تو حضرت عمران بن حصینؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شرم وحیاء سراپا خیر ہے یا ارشاد فرمایا کہ شرم وحیاء سراسر خیر ہے (یعنی راوی کو شک ہے کہ خَيْرٌ كُلُّهُ فرمایا یا كُلُّهُ خَيْرٌ فرمایا) تو بشیر بن کعبؒ کہنے لگے کہ ہم اپنی بعض کتابوں میں (یہ لکھا) پاتے

ہیں کہ اطمینان اور طبیعت کا ٹھہراؤ شرم وحیاء کا حصہ ہے اور ضعف وکمزوری بھی حیاء سے ہے (توحیاء مطلق خیر تو نہ ہوئی کیونکہ ضعف خیر تو نہیں) تو عمران بن حصینؓ نے حدیث مبارک دہرائی بشیر بن کعبؓ نے اپنی بات دہرائی تو عمران بن حصینؓ ناراض ہوگئے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور فرمانے لگے تم مجھے دیکھتے نہیں کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم مجھے اپنی کتابوں سے اس کے مقابلہ میں بیان کر رہے ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا: اے ابو نجید! (حضرت عمران بن حصینؓ کی کنیت ہے) بس کیجئے، بس کیجئے۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦٦) صحيح مسلم - الإيمان (٣٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٦/٤)

شرح الحديث فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً، وَوَقَارًا، وَمِنْهُ ضَعْفًا الخ، یعنی ایک مرتبہ حضرت عمران بن حصینؓ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث نقل کی، الحياءُ خيرٌ كُلُّهُ کہ حیا تو ساری خیر ہی خیر ہے تو اس پر بشیر بن کعب نے کہا کہ ہم بعض کتب میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ بعض قسمیں حیاء کی سکینہ اور وقار ہوتی ہیں اور بعض قسمیں اس کی ضعف کے قبیلہ سے ہوتی ہیں، (لہٰذا یہ جو قسم ثانی ہے یہ خیر نہیں) اس پر حضرت عمرانؓ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث دوبارہ سنائی بُشیر نے بھی اپنی بات دوبارہ کہہ دی، اس پر حضرت عمران بن حصینؓ ناراض ہوگئے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں تو تجھ سے حضور ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں جو ہمارے لئے واجب الاتباع ہے اور تو ہم سے اپنی کتابوں میں دیکھی ہوئی باتیں نقل کر رہا ہے اور مسلم کی روایت کے لفظ یہ ہیں، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ: أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا، وَمِنْهُ سَكِينَةً، فَقَالَ عِمْرَانُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صُحُفِكَ[1]۔

اس کے بعد روایت (٤٧٩٦) میں ہے قَالَ: قُلْنَا يَا أَبَا نُجَيْدٍ: إِيهٍ إِيهٍ اس آخری لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے إِيهٍ إِيهٍ، یعنی ھاء کا کسرہ مع التنوین، اور إِيهِ إِيهِ سکون ھاء کے ساتھ، اول کلمۂ استزادہ ہے یعنی اور فرمائیے اور فرمائیے، اور ثانی زجر بمعنی حسبک، یعنی بس کیجئے بس کیجئے، زیادہ ناراض نہ ہوئیے۔

٤٧٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ».

ترجمہ حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو باتیں سیکھیں ان میں سے یہ ہے کہ جب تم شرم وحیاء نہ کرو تو جو جی چاہے کرتے رہو۔

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الایمان - باب شعب الایمان ٣٧

تخریج: صحیح البخاري - أحادیث الأنبیاء (٣٢٩٦) صحیح البخاري - الأدب (٥٧٦٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٧٩٧) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٨٣) مسند أحمد - مسند الشامیین (١٢١/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٣/٥)

شرح الحدیث: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ، آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ بے شک ایمان کی وہ خصلت جس کو لوگ گزشتہ انبیاء کی تعلیم سے حاصل کرتے چلے آئے ہیں (وہ حیاء کے بارے میں ہے) کہ جب تجھ کو حیاء نہ رہے تو پھر جو چاہے کر تارہ، یعنی اچھے برے کام سب، کیونکہ برے کاموں سے حیاء ہی مانع ہوتی ہے، تو جب وہ نہ رہے گی تو آدمی سب طرح کے کام کر گزرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیاء ایسی خصلت حسنہ ہے جو گزشتہ انبیاء کی تعلیم میں بھی پائی جاتی ہے اور کسی شریعت میں بھی یہ منسوخ نہیں ہوئی، اور ایک مطلب اس حدیث کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آدمی جس کام کو کرنے کا ارادہ کر رہا ہے تو اس کو کرنے سے پہلے چاہئے کہ یہ سوچ لے کہ اس کام کو کرنے کے بعد شرمندگی تو نہیں اٹھانی پڑے گی، اگر طبیعت یہ فیصلہ کرے کہ شرمندگی نہ ہوگی تو اسکو کرلے اور اگر ذہن میں یہ آئے کہ اس کو کرنے کے بعد شرمندگی ہوگی تو نہ کرے۔

٨- بَابٌ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ

عمدہ اخلاق [1] کا بیان

[1] **اخلاق حسنہ واوصاف مرضیہ کا مصداق:** وفی حاشیة البذل عن الراغب: الخلق والخلق یعنی بالفتح وبالضم فی الاصل بمعنی واحد کالشرب والشُّرب، لکن خص الخلق الذی بالفتح بالهیئات والصور المدرکة بالبصر وخص الخلق الذی بالضم بالقوی والسجایا المدرکة بالبصیرة انتهی. وقد کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یقول اللهم کما حسنت خلقی فحسن خُلقی اخرجه احمد، وفی حدیث علی الطویل فی دعاء الافتتاح عند مسلم: واهدنی لاحسن الاخلاق لا یهدی لاحسنها الا انت. وقال القرطبی فی المفهم الاخلاق اوصاف الانسان التی یعامل بها غیره وهی محمودة ومذمومة. فالمحمودة علی الاجمال ان تکون مع غیرك علی نفسك فتنصف منها ولا تنصف لها وعلی التفصیل العفو والحلم والجود والصبر وتحمل الاذی والرحمة والشفقة وقضاء الحوائج والتواد ولین الجانب ونحو ذلك. والمذموم منها ضد ذلك اه بزیادة من الفتح، دوسری بات حاشیۂ بذل میں یہ ہے ولیشکل علی الحدیث بانه کیف یمکن تحسین الاخلاق وقد قال علیه السلام (جامع الصغیر ج ١ ص ٦٩ بروایة احمد فی مسنده عن ابی الدرداء) اذا سمعتم بجبل زال عن مکانه فصدقوه واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقه فلا تصدقون واجاب عنه القاری ج ١ ص ١٦٢ بان المراد فی الحدیث التبدیل بالکلیة. والمراد فی احادیث التحسین الازالة الوصفی یعنی القدرة علی العمل بها کما ینبغی فالغضب مثلاً زواله بالکلیة ممنوع لکنه یغضب الله لا لغیره هذا خلق حسن اه وبه قرر فی مکاتیب مرزا مظهر جان جاناں ص ١٠١ وایده بقول عمر رضی الله تعالیٰ عنه لم یزل عنی الغضب لکنه کان اولاً فی حمایة الکفر والآن فی حمایة الاسلام ـ وذکر القاری فی شرح الشمائل ج ٢ ص ١٨٦ الاختلاف فی انها طبیعیته او مکتسبة ورجح ان بعضها کذا وبعضها کذا۔

انصاف من النفس لا للنفس: قلت: أن تکون مع غیرك علی نفسك الخ، یعنی جب تیرا دوسرے سے معاملہ پڑے تو تو اپنے نفس کو دبا کر رکھ، اپنے نفس سے انصاف طلب کر دوسرے کیلئے اور اپنے نفس کیلئے دوسرے سے انصاف طلب مت کر مثلاً تمہارا اپنے ساتھی کے ساتھ یا کسی اجنبی کے ساتھ کوئی ناگوار واقعہ پیش آیا جس میں بظاہر دوسرے ہی کا قصور نظر آرہا ہے لیکن تم کو چاہئے کہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں بیٹھ کر سوچو کہ کیا واقعی اس میں کوئی پہلو اپنی کمزوری کا بھی ہے؟ یہ ہے انصاف من النفس، اور انصاف للنفس وہ اس کا مقابل ہے، یہ دیکھنا کہ دوسرے نے مجھ پر کیا زیادتی کی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلق کی تعریف کتاب الأدب کے شروع میں گزر چکی اور اس باب کی پہلی اور دوسری حدیث میں بھی شروع میں بروایت ترمذی گزر چکی اور اس باب کی تیسری حدیث یہ ہے۔

٤٧٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک ایمان والا شخص اپنے عمدہ اخلاق کے ذریعے (ہمیشہ کے) روزہ دار اور (رات کے وقت) قیام کرنے والے (تہجد گزار) کے درجے کو پالیتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الأدب (٤٧٩٨) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٦٤) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٩٠)

٤٧٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ عَطَاءٍ الْكَيْخَارَانِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ» قَالَ: أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً الْكَيْخَارَانِيَّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهُوَ خَالُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ يُقَالُ: كَيْخَارَانِيٌّ وَكَوخَارَانِيٌّ".

ترجمہ: حضرت ام درداءؓ حضرت ابو درداءؓ کے واسطے سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز میزان عمل میں عمدہ اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں۔ (مصنفؒ کے استاد) ابو الولید الطیالسیؒ کہتے ہیں کہ سَمِعْتُ عَطَاءً الْكَيْخَارَانِيَّ (جبکہ حفص بن عمر اور ابن کثیر دیگر راویوں کی روایت معنعن ہے)۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ یہ عطاء بن یعقوب ہیں اور ابراہیم بن نافع کے ماموں ہیں، ان کی نسبت کیخارانی اور کوخارانی دونوں طرح بیان کی جاتی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي – البر والصلة (٢٠٠٢) سنن أبي داود – الأدب (٤٧٩٩) مسند أحمد – من مسند القبائل (٦/٤٤٦)

٤٨٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كَعْبٍ أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ».

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں اس شخص کیلئے جو جھگڑے کو ترک کردے اگرچہ وہ حق پر ہو اور وسط جنت میں اس شخص کیلئے ضامن ہوں جو جھوٹ کو ترک کردے اگرچہ مذاق کر رہا ہو اور جنت کے سب سے عمدہ حصے میں گھر کا ضامن ہوں اس شخص کیلئے جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ذمہ داری لیتا ہوں اطراف جنت میں ایک محل کا اس شخص کیلئے جو

جھگڑا کرنا چھوڑ دے یعنی اس سے بچتا رہے اگرچہ حق پر ہو اور ذمہ داری لیتا ہوں وسط جنت میں ایک محل کی اس شخص کیلئے جو جھوٹ کی عادت کو چھوڑ دے اگرچہ مذاق ہی میں ہو، اور اسی طرح آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے اخلاق کو درست کرے اس کیلئے ذمہ داری لیتا ہوں محل کی جنت کے اعلیٰ مقام میں، اور ترمذی میں بروایت انسؓ مرفوعاً اس طرح ہے مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا [1]، اس میں ترک کذب پر مرتب کیا گیا ہے ربض الجنة کو اور ترک مراء پر بیت فی وسط الجنة، نیز اسکے اندر کَذِب کے بعد ہے وَهُوَ بَاطِلٌ یہ یا توصفت کاشفہ ہے جس کو تنفیر کیلئے ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں یہ جملہ معترضہ ہوگا، اور یا اس کو جملہ حالیہ قرار دیا جائے وَهُوَ بَاطِلٌ یعنی حال یہ کہ وہ کذب باطل ہو یعنی بلا مصلحت ہو، کیونکہ بعض کذب باطل نہیں ہوتے جو کسی خاص مصلحت پر مبنی ہوں، مثلاً اصلاح ذات البین یا حرب میں، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مراء سے مراد تو یہ ہے دوسرے کے کلام میں اعتراض کرنا اس کے اندر کوئی نقص اور خلل ظاہر کر کے لفظوں کے اعتبار سے یا معنی کے اعتبار سے یا قصد متکلم کے اعتبار سے، اور ترک مراء کی حقیقت ہے ترک الاعتراض والانکار، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جو بات تم سنو پس اگر وہ حق ہے تو اس کی تصدیق کرو، اور اگر وہ باطل ہے لیکن امور دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہاں تجھ کو چاہئے کہ اس سے سکوت کرے [2]۔

٤٨٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ» قَالَ: "وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ".

ترجمہ: حارثہ بن وہب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سخت مزاج اور متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جَوَّاظ کے معنی سخت دل، بد مزاج کے ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٦/٤)

شرح الحديث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ: "وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ": جنت میں نہیں داخل ہوگا جواظ جس کی تفسیر خود کتاب میں ہے سخت مزاج بد مزاج، اور بعض نے یہ معنی جعظری کے لکھے ہیں اور جواظ کے معنی لکھے ہیں مختال یعنی متکبر، اور بعض نے کہا کہ بخیل۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم بنحوه اتم منه، قاله المنذري۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البر والصلة - باب ما جاء في المراء ١٩٩٣

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٦ ص ١٢٩

٩ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّفْعَةِ فِي الْأُمُورِ

معاملات میں گھمنڈ اور بڑائی کے ناپسند ہونے کا بیان

٤٨٠٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَابَقَهَا، فَسَبَقَهَا الْأَعْرَابِيُّ فَكَأَنَّ ذَلِكَ شَقَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) عضباء (نامی اونٹنی) سے کوئی سواری جیت نہیں سکتی تھی (ایک دفعہ) ایک گنوار اپنی سواری پر آیا پھر عضباء سے مقابلہ کیا تو وہ بدو اس سے آگے بڑھ گیا، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ پر شاق گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر لازم ہے (خود اسکے لازم کرنے سے) کہ جس چیز کو بلندی عطاء فرماتے ہیں اس کو پست بھی کر دیتے ہیں۔

٤٨٠٣ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ اس ہی قصہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بلند نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس کو نیچا دکھاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٧) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٣٦) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٣/٣)

شرح الأحاديث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جو مشہور ہے عضباء سے وہ کسی سے پیچھے نہیں رہتی تھی بلکہ سب اونٹنیوں پر سابق یعنی آگے نکلنے والی تھی، مدینہ میں ایک اعرابی آیا اپنی ایک معمولی اونٹنی پر بیٹھ کر، اس اعرابی نے عضباء کے ساتھ مسابقہ کیا، مسابقہ میں اعرابی کی اونٹنی سبقت لے گئی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء اونٹنی بڑی تیز رفتار اور سابقۃ الحاج تھی (جیسا کہ بَابٌ فِي النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ اس باب کی حدیث[1] میں گزرا ہے) یہ بات صحابہؓ پر شاق گزری تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ کہ عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ جس چیز کا درجہ اونچا اور بلند فرماتے ہیں اس کو کبھی نہ کبھی نیچا بھی دکھاتے ہیں۔

اس حدیث پر پہنچ کر ہمیشہ مجھے اپنا یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ ایک مرتبہ میری طالب علمی کے زمانہ میں ایسا ہوا کہ میں ایک کتاب

[1] سنن أبي داود - كتاب الأيمان والنذور - باب في النذر فيما لا يملك ٣٣١٦

کے امتحان میں فیل ہو گیا تو اسکی بڑی شہرت ہوئی کیونکہ میرے ہمیشہ اعلیٰ نمبر آتے تھے حتیٰ کہ بات حضرت شیخؒ تک پہنچ گئی، احقر کسی کام سے حضرت شیخؒ کی خدمت میں اوپر دار التصنیف میں گیا اُن ہی دنوں کی بات ہے تو حضرت شیخؒ نے انبساط کے ساتھ مسکراتے ہوئے میری صورت دیکھ کر یہ حدیث سنائی، اس سے مجھے پتہ چلا کہ یہ بات حضرت شیخؒ تک بھی پہنچ گئی، فرمایا کہ پیارے! جی نہ برا کیجئے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عادت شریفہ ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو چیز اونچی ہوتی ہے تو اسکو کبھی اس چیز میں نیچا بھی دکھلاتے ہیں۔ والحدیث اخرجه البخاری تعلیقاً، قاله المنذری۔

١٠ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّمَادُحِ

تعریف میں مبالغہ کی ناپسندیدگی کا بیان

٤٨٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى عُثْمَانَ فِي وَجْهِهِ، فَأَخَذَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ تُرَابًا فَحَثَا فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا لَقِيتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ».

ترجمہ ہمام (راوی) کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر حضرت عثمانؓ کے سامنے ان کی ستائش بیان کرنا شروع کر دی تو حضرت مقداد بن اسودؓ نے مٹی اٹھا کر اس شخص کے منہ پر ڈال دی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (کسی کے سامنے اس کی) تعریف کرنے والوں سے ملو تو اس کے منہ میں خاک ڈالو۔

تخریج صحیح مسلم - الزهد والرقائق (٣٠٠٢) جامع الترمذي - الزهد (٢٣٩٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٤) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٤٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٦)

شرح الحدیث ایک شخص حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آیا تو اس نے ان کے منہ پر ان کی تعریفیں شروع کر دیں تو حضرت مقدادؓ نے جو وہاں موجود تھے ایک مٹھی مٹی کی لیکر اس کے چہرے کی طرف پھینک دی یہ کہتے ہوئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا لَقِيتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ۔

خطابیؒ [1] فرماتے ہیں کہ مداحین سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو لوگوں کی مدح خوانی کو پیشہ اور کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں، اور اگر کوئی شخص کسی کے اچھے کام پر اسکی مدح کرے اسکی ہمت افزائی اور دوسروں کی تحریض و ترغیب کیلئے تو یہ شخص ان مداحین میں داخل نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مقدادؓ نے حدیث کو اسکے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے ایسا کیا، اور کہا گیا ہے کہ چہرہ پر مٹی مارنے سے مراد اسکو عطا اور بخشش سے محروم کرنا ہے جس مقصد سے وہ تعریف کر رہا ہے، جیسے حدیث میں ہے: وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ [2]۔

---

[1] معالم السنن—ج ٤ ص ١١١

[2] صحیح مسلم - کتاب النکاح - باب الولد للفراش، وتوقی الشبهات ١٤٥٧

والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٨٠٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَثْنَى عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: «قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: "إِذَا مَدَحَ أَحَدُكُمْ صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: إِنِّي أَحْسِبُهُ، كَمَا يُرِيدُ أَنْ يَقُولَ، وَلَا أُزَكِّيهِ عَلَى اللهِ".

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد ماجد ابو بکرہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے (اس تعریف کرنے والے سے) فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ ڈالی یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر فرمایا: جب تم میں سے کسی آدمی کو اپنے ساتھی کی تعریف کرنا ضروری ہو تو یوں کہے کہ میرے خیال میں وہ شخص ایسا ہے جیسے وہ اس کے بارے میں بتلانا چاہ رہا ہو اور میں اللہ رب العزت کے سامنے اس کی پاکدامنی کی گواہی نہیں دیتا (کیونکہ میں ظاہر کے اعتبار سے حکم لگا رہا ہوں اس کی خفیہ باتوں اور پوشیدہ عیوب کو نہیں جانتا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الشهادات (٢٥١٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧١٤) صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٣٠٠٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤١/٥)

شرح الحدیث: ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی آپ ﷺ کی مجلس میں تو آپ ﷺ نے اس مادح سے فرمایا کہ تو نے اپنے ساتھی یعنی ممدوح کی گردن توڑ دی، اور یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔

گردن توڑنے سے مراد دینی نقصان پہنچانا ہے کیونکہ اس مدح سرائی میں احتمال ہے کہ وہ سبب بن جائے ممدوح کے اعجاب بنفسہ کا یعنی خود بینی اس میں پیدا ہو جائے جو سراسر دینی نقصان ہے اور اس پر پھر دنیوی مضرت بھی مرتب ہو سکتی ہے کیونکہ اعجاب کے بعد وہ اپنی ترقی سے رک جائے گا، اور پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کسی شخص کی تعریف کرنا ہی ہو تو اس طرح کہہ دے کہ میرے نزدیک وہ ایسا ہے اور حتمی فیصلہ کسی کے بارے میں نہ کرے جس سے سمجھا جائے کہ وہ واقعی ایسا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی۔ والحدیث اخرجہ البخاری ومسلم وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٤٨٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: قَالَ أَبِي: انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا، فَقَالَ: «السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى» قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا، فَقَالَ: «قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ».

ترجمہ: مطرف کہتے ہیں کہ میرے والد (عبد اللہ بن شخیر) نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بنو عامر قبیلہ کے وفد میں حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حقیقی سرداری کے لائق ذات اللہ پاک کی ہے ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہم میں سب سے زیادہ افضل اور ہم میں سب سے زیادہ سخی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے (تعریفی کلمات میں سے) بعض کلموں پر اکتفاء کرو (تعریف میں مبالغہ نہ کرو) شیطان تم کو (دوسرے کی تعریف کرنے میں) دلیر نہ بنادے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٢٥)

شرح الحديث: مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ ایک مرتبہ میں وفد بنو عامر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے آپ ﷺ کے حق میں یہ تعظیمی الفاظ عرض کئے: أَنْتَ سَيِّدُنَا وغیرہ جو آگے روایت میں مذکور ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، کہ اصل سیادت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ساری باتیں مت کہو یعنی بیان مناقب میں مبالغہ مت کرو تا کہ شیطان تم کو جری نہ کردے، یعنی مخلوق کی تعظیم میں ایسی تعظیم جو ناجائز حد تک پہنچنے والی ہو۔

حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ آپ ﷺ کا یہ منع فرمانا هضما لنفسه النفيسه تھا یعنی تواضعًا، اور حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہو جب تک آپ ﷺ پر اس بات کی وحی نہیں آئی تھی کہ آپ علیہ السلام سید ولد آدم ہیں [1]۔ والحديث اخرجه النسائي، قاله المنذری۔

١١- بَابٌ فِي الرِّفْقِ

نرمی اور مہربانی کا بیان

٤٨٠٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يُونُسَ، وَحُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ".

ترجمہ: عبد اللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک اپنے بندوں پر مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتے ہیں (کہ بندے آپس کے معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں) اور اللہ پاک اس نرمی کی صفت پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو سختی اور ترش روئی کی صورت میں عطا نہیں فرماتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٨٧) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧٩٣)

٤٨٠٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَدَاوَةِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هَذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٦٢-٦٣

أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: «يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ» قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي حَدِيثِهِ: مُحَرَّمَةٌ يَعْنِي لَمْ تُرْكَبْ.

ترجمہ: مقدام بن شریح اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دیہات کی طرف نکلنے اور وہاں قیام پذیر ہونے کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ان آبشاروں کی جانب (بذل المجہود اور مصباح اللغات میں اس کا دوسرا ترجمہ ٹیلے کے ساتھ کیا ہے) تشریف لے جاتے تھے اور ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دیہات کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو میری طرف ایسی اونٹنی بھیجی جو سواری پر چلنے کی عادی نہ تھی اور وہ صدقہ کے اونٹوں میں سے تھی۔ (تو حضرت عائشہؓ نے اس پر زین وغیرہ کسنے کیلئے سختی کی ہوگی) تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اس اونٹنی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو کیونکہ جس شی کے اندر نرمی کا برتاؤ کیا جائے وہ نرمی اس کو شاندار اور مزین بنا دیتی ہے اور جس شی (اور معاملہ) سے نرمی نکال لی جائے تو وہ ترش روئی اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ مصنفؒ کے استاد محمد بن صباحؒ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ مُحَرَّمَةٌ کا مطلب یہ ہے کہ اس اونٹنی کو سواری کے لئے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٨)

شرح الحديث: یہ حدیث کتاب الجہاد کے شروع میں گزر چکی۔

٤٨٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ».

ترجمہ: حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نرمی اور مہربانی کی صفت سے محروم ہو گیا تو وہ شخص تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٠٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٨٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٦٢)

٤٨١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: الْأَعْمَشُ وَقَدْ سَمِعْتُهُمْ يَذْكُرُونَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ الْأَعْمَشُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ».

ترجمہ: اعمش کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن حارث وغیرہ سے اس حدیث کو عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ کی سند سے روایت کرتے ہوئے سنا اعمش کہتے ہیں کہ یہ میرے خیال میں حضور ﷺ سے مرفوع روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز میں ٹھہراؤ (جلد بازی کا نہ ہونا) اچھی صفت ہے سوائے اعمال آخرت کے (کہ آخرت کے کاموں میں جلدی

کرنی چاہیے)۔

شرح الحدیث: اَلتُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ، یعنی ترک تعجیل ہر چیز میں بہتر ہے سوائے عمل آخرت کے کہ اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

۱۲۔ بَابٌ فِي شُكْرِ الْمَعْرُوفِ

احسان مندی کا بیان

۴۸۱۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ پاک کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (۱۹۵٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٨١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۵/۲)

شرح الحدیث: لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ: جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا، یعنی جس شخص کی عادت لوگوں کو شکر ادا کرنے کی نہیں ہوتی تو اس کی عادت اللہ تعالیٰ کے شکر کے بارے میں بھی ایسی ہی ہوتی ہے، اور یا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا شکر قبول نہیں کرتے، اور یا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی کامل شکر گزار نہیں ہو سکتا، گویا شکر کا کمال یہ ہے کہ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس شخص کا بھی شکر ادا کرے جو بظاہر سبب نعمت بنا ہے۔

چنانچہ حضرت شیخؒ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی شخص کو شکریہ کا خط لکھواتے تھے تو اس میں اس طرح ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ معطی اور وسائط کو اسکی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ والحدیث اخرجہ الترمذی، قالہ المنذری۔

۴۸۱۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَتِ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ قَالَ: «لَا مَا دَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! انصار مدینہ (اپنے جان ومال خرچ کرکے) سارا ثواب لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جب تک تم ان کیلئے اللہ سے دعا کرتے رہو اور ان کی اچھی تعریف بیان کرتے رہو (تو تم بھی ثواب میں شریک ہوگے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۱/۳)

٤٨١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ قَوْمِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ شُرَحْبِيلَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ شُرَحْبِيلُ يَعْنِي رَجُلًا مِنْ قَوْمِي كَأَنَّهُمْ كَرِهُوهُ فَلَمْ يُسَمُّوهُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کسی کی طرف سے مال عطیہ کیا گیا تو اگر یہ شخص صاحب حیثیت ہے تو اس کا بدلہ چکائے اور اگر یہ شخص مال نہیں پاتا (صاحب حیثیت نہیں ہے) تو احسان کرنے والے کی تعریف کرے پس جس شخص نے اپنے محسن کی تعریف کی تو اس نے اس کے شکریہ کا حق ادا کر دیا اور جو شخص اس احسان کو چھپالے تو اس نے احسان فراموشی کی۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو یحیٰی بن ایوب نے عن عمارۃ بن غزیہ عن شرحبیل عن جابر کی سند سے نقل کیا ہے (تو پہلی سند میں حضرت جابرؓ سے پہلے راوی رجل مبہم کی وضاحت ہو گئی کہ وہ شرحبیل بن سعد ہیں)۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٣٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٨١٣)

شرح الحدیث: جس شخص کو کوئی چیز عطاء کی جائے یعنی ہدیہ تو اگر اسکے پاس گنجائش ہو تو اسکو چاہئے کہ اپنے مال سے اسکا بدلہ دے اور اگر گنجائش نہیں بدل دینے کی تو دینے والے کا کم از کم ذکر خیر کرے، اور اسکی نعمت کا اظہار کر دے اپنی زبان سے، کہ یہ ذکر خیر بھی اسکے شکریہ میں داخل ہے اور جو چھپالے یعنی نہ بدلہ میں کچھ دیا اور نہ اسکی نعمت کا زبان سے اظہار کیا بلکہ خاموش رہا۔ (جانو کسی نے اسکے ساتھ کوئی خیر کا کام کیا ہی نہیں) تو بے شک اس شخص نے اسکی ناشکری کی اور کفرانِ نعمت میں مبتلا ہوا۔ آپ ﷺ کے بارے میں وارد ہے کَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا [1]، کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ ہدیہ قبول کر لینے کی تھی (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو) اور پھر آپ ﷺ اس مُہدی کو اس کے بدلہ میں خود بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔

٤٨١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهُ، فَقَدْ شَكَرَهُ، وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اس نے معطی کی تعریف کرتے ہوئے اس ہدیہ کا لوگوں میں تذکرہ کیا تو اس نے اس ہدیہ کا شکریہ ادا کیا اور اگر اس نے ہدیہ کا لوگوں میں تذکرہ نہ کیا تو اس نے احسان فراموشی کی۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الإجارة - باب في قبول الهدايا ٣٥٣٦

۱۳- بَابٌ فِي الْجُلُوسِ فِي الطُّرُقَاتِ

راستوں میں بیٹھنے (کے ناپسندیدہ ہونے) کے بیان میں

٤٨١٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بُدَّ لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ» قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لئے راستوں میں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہم وہاں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے لئے راستوں میں بیٹھنا ضروری ہے تو تم راستے کو اس کا حق ادا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ① گناہ کی جگہ سے اپنی نگاہ کو پست رکھنا ② لوگوں کی ایذا رسانی سے بچنا ③ لوگوں کے سلام کا جواب دینا ④ اچھی باتوں کا حکم اور برے کاموں سے روکنا۔

٤٨١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: «وَإِرْشَادُ السَّبِيلِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے حضور ﷺ سے اس قصہ میں اسی طرح حدیث نقل کی (اس میں یہ اضافہ ہے کہ راستے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے) کہ لوگوں کو صحیح راستے کی رہنمائی کرنا۔

٤٨١٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرٍ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ «وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ».

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ حضور ﷺ سے اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ تم مظلوم کی مدد کرو اور راستے بھٹکے ہوئے شخص کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٣٣) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٧٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٢١) سنن أبي داود - الأدب (٤٨١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦)

شرح الأحاديث: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ: بچاؤ اپنے آپکو راستوں میں بیٹھنے سے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

ہمارے پاس تو کوئی اور جگہ نہیں بیٹھ کر بات چیت کرنے کے لئے، راستوں کے کناروں پر ہی بیٹھ کر بات چیت کر لیتے ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اچھا اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور سڑکوں کے کنارے پر بیٹھنا ہی ہے تو راستہ پر بیٹھ کر اس کا حق ادا کیا کرو، صحابہ نے عرض کیا حق الطریق کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا غَضُّ الْبَصَرِ نیچی نگاہ رکھنا کہ بے محل نظر نہ پڑے، اور کَفُّ الْأَذَى اس کا خیال رکھنا کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اور رَدُّ السَّلَامِ یعنی باتوں میں اتنا مشغول نہ ہو کہ سلام کرنے والے کے سلام کی بھی خبر نہ رہے، بلکہ اس کے سلام کا جواب دینا، اور الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اور النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ کا بھی لحاظ رکھنا، اور دوسری روایت میں ہے: وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ یعنی مظلوم کی اعانت اور فریاد رسی کرو، اور راستہ بھولے کو راستہ بتلاؤ۔

٤٨١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، قَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ لَهَا: «يَا أُمَّ فُلَانٍ اجْلِسِي فِي أَيِّ نَوَاحِي السِّكَكِ شِئْتِ حَتَّى أَجْلِسَ إِلَيْكِ» قَالَ: فَجَلَسَتْ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عِيسَى حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا، وَقَالَ كَثِيرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کچھ کام ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اے ام فلاں! جس گلی کے کنارے پر تم بیٹھنا چاہو وہاں بیٹھ جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ وہاں بیٹھ جاؤں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ مقررہ جگہ پر بیٹھ گئی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی ضرورت کو پورا فرمادیا۔ محمد بن عیسی استاد نے عن حمید عن انس روایت کو معنعن ذکر کیا ہے۔

٤٨١٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ نقص تھا پھر گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی۔

تخریج: صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٢٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٨١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣)

١٤ - بَابٌ فِي سَعَةِ الْمَجْلِسِ

مجلس کو کشادہ بنانے کے بیان میں

٤٨٢٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ

بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بہترین بیٹھک کھلی اور کشادہ جگہ ہے۔
امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عمرو بن ابی عمرہ (کا سلسلہ نسب اس طرح ہے) عبد الرحمن بن ابی عمرہ الانصاری۔

تخریج سنن أبي داود- الأدب (٤٨٢٠) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (١٨/٣)

شرح الحدیث یعنی زیادہ کھلی اور وسیع جگہ بہترین جائے جلوس ہے، کیونکہ اس میں بیٹھنے والے کے لئے بھی راحت ہے جگہ کی وسعت کی وجہ سے، اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی مثلاً گزرنے والے۔

١٥- بَابٌ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں بیٹھنے کی ممانعت کا بیان

٤٨٢١- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ» ، وَقَالَ مَخْلَدٌ: «فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ، وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ، وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی دھوپ میں بیٹھا ہو...... مخلد استاد نے فِي الشَّمْسِ کے بجائے فِي الْفَيْءِ کا لفظ استعمال کیا..... پس اس سے سایہ ہٹ جائے اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ حصہ چھاؤں میں ہو جائے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو۔

تخریج سنن أبي داود- الأدب (٤٨٢١) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣٨٣/٢)

شرح الحدیث «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ» ، وَقَالَ مَخْلَدٌ: فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ الخ، بیٹھنے کے وقت کچھ حصہ آدمی کے بدن کا دھوپ میں ہو اور کچھ سایہ میں، اس سے منع کیا جا رہا ہے، اگر پہلے سے دھوپ میں بیٹھا ہے اور پھر سورج کے ڈھلنے سے اور وقت گزرنے سے بدن کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو گیا اور کچھ سایہ میں، اسی طرح اگر پہلے سے سایہ میں بیٹھا ہے اور پھر بعد میں اس طرح ہو جائے تو وہاں سے اٹھ کر جگہ بدل دینی چاہئے۔

٤٨٢٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ جَاءَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَامَ فِي الشَّمْسِ، «فَأَمَرَ بِهِ فَحُوِّلَ إِلَى الظِّلِّ».

ترجمہ قیس اپنے والد (ابو حازم) سے نقل کر رہے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے پس یہ دھوپ میں کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا چنانچہ وہ دھوپ سے سائے کی طرف منتقل ہوئے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٢٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٦٢)

شرح الحديث: قیس بن ابی حازم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یعنی ابو حازمؓ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، تو یہ دھوپ میں کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ سے سایہ کی طرف منتقل ہونے کا حکم فرمایا یا تو اس لئے کہ موسم گرم تھا یا بلا وجہ دھوپ میں کھڑا ہونا مضر ہے لیکن وہ آپکا خطبہ سننے کے شوق میں جلدی سے دھوپ ہی میں کھڑے ہو گئے، یا اس وجہ سے کہ وہ جگہ ایسی تھی کہ عنقریب سورج ڈھلنے کی وجہ سے ان کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو جاتا اور کچھ سایہ میں، اس دوسرے مطلب میں حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔

١٦ - بَابٌ فِي التَّحَلُّقِ

حلقہ بنانے کا بیان

٤٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُسَيَّبُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ حِلَقٌ فَقَالَ: «مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ».

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں پر صحابہؓ الگ الگ حلقہ بنائے بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے میں تمہیں حلقوں میں بٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟

٤٨٢٤ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا قَالَ: كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ.

ترجمہ: اعمشؒ سے اسی سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ راوی (اعمش یا جابرؓ) نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکٹھے بیٹھنا پسند تھا۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاة (٤٣٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٩٣)

شرح الأحاديث: فَقَالَ: «مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ»، یعنی ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت صحابہ کرامؓ الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر فرمائی کہ کیا بات ہے کہ میں تم کو متفرق الگ الگ مجلسوں میں دیکھ رہا ہوں۔

عِزِين "عزہ" کی جمع ہے، بظاہر یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے لہٰذا بلا کسی مصلحت و حاجت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ مجلس بنانے کو پسند نہیں فرمایا، سب ایک مجلس بنا کر بیٹھیں تا کہ معلوم ہو سب ایک ہی مقصد سے بیٹھے ہیں، اور ظاہر میں اتفاق کی صورت محسوس ہو۔

٤٨٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرَكَانِيُّ، وَهَنَّادٌ، أَنَّ شَرِيكًا، أَخْبَرَهُمْ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: «كُنَّا إِذَا

أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم وہیں پر بیٹھ جاتے جہاں مجلس ختم ہو رہی ہوتی تھی (یعنی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے نہیں جاتے تھے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٢٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٩٨/٥)

شرح الحدیث: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي: یہ حدیث باب التحلق ہی میں مذکور ہے۔ لیکن اس کا اس باب سے بظاہر کوئی جوڑ نہیں، بلکہ یہ تو ایک مستقل ادب ہے جس پر امام بخاریؒ نے مستقل باب قائم کیا ہے، بَاب مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وہ یہ کہ بعد میں آنے والا شخص جہاں مجلس ختم ہو رہی ہے اس کو وہیں بیٹھنا چاہئے اور لوگوں کی گردن پھلانگ کر آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ لیکن مجلس کے اگلے حصہ میں خلاء ہو تو پھر امر آخر ہے، وہاں اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو آگے بڑھ جانا چاہئے، امام بخاریؒ نے تو اس باب کے تحت تین شخصوں کا ایک خاص واقعہ ذکر فرمایا ہے وہ حدیث بخاری اور ترمذی دونوں جگہ ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

١٧ - بَابٌ فِي الْجُلُوسِ وَسَطَ الْحَلْقَةِ

حلقہ کے وسط میں بیٹھنے (کی کراہت) کے بیان میں

٤٨٢٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مِجْلَزٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ".

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٥٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩٨/٥)

شرح الحدیث: آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھے، اسکی شرح میں تین قول ہیں یا تو اس میں تخطی رقاب پائی جاتی ہے کہ وہ شخص اگر دونوں کو پھاند کر بیچ میں جا کر بیٹھا ہے اور یا اس لئے کہ بعض اہل مجلس کے حق میں آمنا سامنا ہونے سے وہ حجاب بنتا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس بیچ میں بیٹھنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو ہنسی مذاق کی باتیں اور اپنا مسخرہ پن دکھانے کیلئے آکر بیٹھا جس کے چاروں طرف سننے والوں کا حلقہ لگ گیا، اس حدیث پر بعض نسخوں میں مستقل ترجمہ ہے۔ بَابٌ فِي الْجُلُوسِ وَسَطَ الْحَلْقَةِ [1] اور ہونا بھی چاہئے تا کہ حدیث باب کے مناسب ہو۔

---

[1] جیسا کہ یہاں باب موجود ہے۔

١٨- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ مِنْ مَجْلِسِهِ

اس بیان میں کہ کوئی کسی کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ جائے

٤٨٢٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ، مَوْلَى آلِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو بَكْرَةَ فِي شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ فَأَبَى أَنْ يَجْلِسَ فِيهِ وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ ذَا، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهُ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهُ».

ترجمہ: سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں کہ ابو بکرہؓ ایک دفعہ ایک گواہی کی ادائیگی کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائے تو ایک شخص ان کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا (تاکہ یہ اس جگہ بیٹھ جائیں) تو انہوں اس جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی ایسے شخص کے کپڑے سے اپنے ہاتھ کو پونچھے جس کو اس نے کپڑا نہیں پہنایا۔

تخریج: سنن أبي داود- الأدب (٤٨٢٧) مسند أحمد- أول مسند البصريين (٤٤/٥) مسند أحمد- أول مسند البصريين (٤٨/٥).

شرح الحدیث: سعید بن ابی الحسن جو کہ بھائی ہیں حسن بصریؒ کے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہمارے پاس حضرت ابو بکرہؓ صحابی تشریف لائے کسی معاملہ میں گواہی دینے کے لئے تو ایک شخص ان کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تاکہ یہ اس کی جگہ بیٹھ جائیں تو انہوں نے اس جگہ میں بیٹھنے سے انکار فرمایا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے اس سے، ذا کا اشارہ کس طرف ہے؟ اس میں علامہ طیبیؒ نے تو یہ لکھا ہے یعنی کھڑا ہونے سے دوسرے کے لئے، اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اشارہ جلوس کی طرف ہے یعنی دوسرے کی جگہ میں جو اس کی وجہ سے کھڑا ہوا ہے [1] ملا علی قاریؒ والی بات تو واضح ہے اور طیبیؒ کی بات بھی اپنی جگہ درست ہے بعض صورتوں میں مثلاً مجلس وعظ یا علم ہو تو اس میں ہر بیٹھنے والے کو اپنے مقصد کی طرف سماع علم یا سماع وعظ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے، کسی آنے والے کی خاطر کھڑا ہونا توجہ تام کے منافی ہے، لیکن مستثنیات ہر جگہ ہوتے ہیں موقع محل کے اعتبار سے۔

اور اس حدیث کا دوسرا جزء یہ ہے کہ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهُ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهُ کہ آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ اس شخص کے کپڑے سے صاف کرے یا خشک کرے جس کو اس نے وہ کپڑا پہنایا نہیں ہے یعنی اجنبی آدمی کے کپڑے سے، معلوم ہوا کہ اگر اپنا ہی بیٹا یا خادم ہو جو اسی کا دیا ہوا کپڑا پہن رہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

٤٨٢٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح- ج ٨ ص ٥١٢

الْخَصِيبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ، فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ فِيهِ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو الْخَصِيبِ اسْمُهُ: زِيَادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ".

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا پس دوسرا شخص اسکے اکرام میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا یہ نووارد اسکی جگہ میں بیٹھنے لگا تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا (اسکے دو مطلب ہیں، پہلا مطلب یہ کہ حضور ﷺ نے اس نووارد کو اس شخص کی جگہ پر بیٹھنے سے منع کیا جو اس کیلئے کھڑا ہوا تھا دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کھڑے ہونے والے شخص کو منع کیا کہ تمہیں کسی کیلئے اپنی جگہ خالی نہیں کرنی چاہیے) امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوالخصیف کا نام زیاد بن عبد الرحمٰن ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (٨٦٩) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩١٤) صحيح مسلم - السلام (٢١٧٧) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٥٣)

١٩ - بَابُ مَنْ يُؤْمَرُ أَنْ يُجَالَسَ

اس بیان میں کہ کن لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا امر ہے

٤٨٢٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ[1] رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيحِهِ، وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيرِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس مؤمن کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے نارنگی کی سی ہے جسکی خوشبو بھی عمدہ اور اس کا مزہ بھی خوش ذائقہ ہے اور اس مسلمان کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی سی ہے کہ وہ خوش ذائقہ تو ہے لیکن اس میں خوشبو بالکل نہیں اور اس فاجر وفاسق شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ایک پھول کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو خوب ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور اس فاجر وفاسق شخص کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا حنظلہ (اندرائن) کی سی ہے کہ اسکا ذائقہ کڑوا ہے اور اس میں کوئی خوشبو نہیں ہے..... اور نیک ہم مجلس کی مثال مشک والے ساتھی کے پاس بیٹھنے والے کی سی ہے اگر تجھے اس شخص سے مشک میں سے کچھ حصہ نہ ملے

[1] ریحان ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے۔

تب بھی مشک کی خوشبو ضرور پہنچے گی اور برے ہم نشین کی مثال بھٹی والے شخص کے ہم نشین کی سی ہے اگر بھٹی کی سیاہی تجھے نہ پہنچے تب بھی بھٹی کا دھواں تجھے ضرور پہنچے گا۔ (لہٰذا تمھیں نیک لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنی چاہیے)۔

٤٨٣٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْكَلَامِ الْأَوَّلِ إِلَى قَوْلِهِ «وَطَعْمُهَا مُرٌّ» وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ مَثَلَ جَلِيسِ الصَّالِحِ، وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس پہلی حدیث کے مثل نقل کرتے ہیں اور ان کی حدیث وَطَعْمُهَا مُرٌّ پر ختم ہو جاتی ہے۔ مصنفؒ کے استاد ابن معاذ نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: ہم یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ برے ہم نشین کی مثال الخ پھر حدیث کا باقی ٹکڑا ذکر کیا۔ (گویا مثل جلیس الصالح سے آخر تک حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ حضرت انسؓ کا مقولہ ہے جبکہ اگلی روایت سے معلوم ہو گا کہ مثل جلیس الصالح حضرت انسؓ نے مرفوعاً نقل کیا ہے)۔

٤٨٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُبَيْلِ بْنِ عَزْرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ» فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مثل جلیس الصالح الخ نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٣٢) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١١١) صحيح البخاري - التوحيد (٧١٢١) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٩٧) جامع الترمذي - الأمثال (٢٨٦٥) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٢٩) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢١٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٧/٤) سنن الدارمي - فضائل القرآن (٣٣٦٣)

شرح الأحاديث: اس حدیث میں ایک خاص حیثیت سے مرد مؤمن کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں اور اسکے مرتبہ کو تشبیہ کیساتھ سمجھایا گیا ہے سب سے پہلی قسم اس مؤمن کی ہے جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی بھی تلاوت کرتا ہے کہ اس کی مثال اس نارنگی کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور ذائقہ بھی عمدہ، اور اس مرد مؤمن کی مثال جو تلاوت قرآن نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے جو خوش ذائقہ تو ہے لیکن خوشبو اس میں کیسی بھی نہیں، اور اس مسلمان فاجر کی مثال جو تلاوت قرآن کرتا ہے مثل کسی پھول کے ہے کہ جس کی خوشبو تو عمدہ ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہے، اور اس فاسق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا مثل حنظلہ یعنی اندرائن کے پھل کے ہے کہ اس کا مزہ کڑوا اور بو اس میں کچھ بھی نہیں، اور مظاہر حق [1] میں اترجہ کا ترجمہ ترنج سے کیا ہے اور فائدہ میں لکھا ہے کہ مؤمن پڑھنے والا قرآن کا مانند ترنج کے یوں ہوا کہ خوش مزا ہے بہ سبب ثابت ہونے ایمان کے اس کے دل میں، اور خوشبو رکھتا ہے کہ لوگ ثواب پاتے ہیں بسبب سننے قرآت اس کی کے، اور سیکھتے

[1] مظاہر حق جدید — ج ۲ ص ٣٨١

ہیں قرآن اس سے۔

وَمَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ الخ۔ صالح ہمنشین کی مثال مثل مشک والے کے پاس بیٹھنے والے کے ہے (ای کمثل جلیس صاحب المسك) کہ اگر تجھ کو اس سے مشک نہ بھی حاصل ہو تو اس کی خوشبو تو تجھ کو حاصل ہو کر ہی رہے گی اور برے آدمی کے پاس بیٹھنے والے کی مثال بھٹی والے کے ہمنشین کی سی ہے کہ اگر اسکی سیاہی تیرے کپڑوں کو نہ بھی لگے اسکا دھواں تو تجھ کو پہنچے ہی گا۔

٤٨٣٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کامل مؤمن شخص کی مصاحبت اختیار کرو اور تمہارا کھانا تمہارے متقی پرہیز گار دوست ہی کھائیں (یعنی تمہاری دوستی متقی پرہیز گار لوگوں سے ہونی چاہئے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨/٣)

شرح الحدیث: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ، مؤمن آدمی کے پاس اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھ اور نہ کھائے تیرا کھانا کوئی سوائے متقی آدمی کے، یعنی وہ کھانا جو مودت اور دوستی کی وجہ سے کھلایا جائے، اور وہ کھانا جو بھوکے کو اس کی حاجت کی وجہ سے کھلایا جائے یعنی طعام الحاجۃ وہ عام ہے اس میں متقی کی قید نہیں، قال اللہ سبحانہ وتعالی وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا [1] یہ حکم عام ہے۔

٤٨٣٣ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَأَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ خوب غور وخوض کرے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الزهد (٢٣٧٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٣/٢)

شرح الحدیث: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ: کہ آدمی اپنے دوست کے دین اور مسلک پر ہوتا ہے یعنی اسی کو اختیار کرتا ہے صحبت کے اثر کی وجہ سے لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ خوب پرکھ لے اس شخص کو جس سے دوستی کر رہا ہے۔

---

[1] اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو (سورۃ الإنسان ٨)

اس حدیث کی امام ترمذیؒ نے تحسین کی ہے اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا ہے، یہ بات حافظ ابن حجرؒ نے سراج الدین قزوینی کی تردید میں کہی جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا تھا، حاشیۂ کتاب میں اس پر مبسوط کلام ہے۔

٤٨٣٤- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ قَالَ: «الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ❶، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ».

---

❶ یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری دونوں میں ہے، مسلم میں مسنداً اور بخاری میں معلقاً، کتاب الانبیاء میں امام بخاریؒ نے اسی پر ایک باب باندھا ہے بَاب الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ اس حدیث کو مقاصد حسنہ میں متعدد کتب حدیث سے کمی وزیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے اور مسند ابی یعلی کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے اس حدیث کا شان ورود یعنی سبب حدیث معلوم ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک عورت تھی بطالہ مضحکہ ہنسی مذاق کرنے والی اور اسی قسم کی ایک عورت مدینہ منورہ میں بھی رہتی تھی تو ایک مرتبہ یہ مکیہ مدینہ میں آئی اور آکر اسی مدنیہ کے پاس اتری اور پھر یہ دونوں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں حضرت عائشہؓ کو ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر تعجب ہوا چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس مکیہ سے پوچھا کہ کیا تو اس مدنیہ کو پہلے سے جانتی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں پہلے سے تو نہیں جانتی تھی لیکن جب میں اس سے ملی تو میں نے اس کو پہچان لیا (جیسے پہلے سے جان پہچان ہو) اس پر حضرت عائشہ ہنس کر فرمانے لگیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا اور یہی حدیث الارواح جنود مجندۃ الخ بیان کی، اور ایک روایت میں اسطرح ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ میرے پاس گھر میں تشریف لائے اور آپ نے اسی مکیہ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا وہ یہاں موجود ہے؟ میں نے عرض کیا کہ موجود ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں آکر اتری ہے میں نے کہا کہ فلاں مدنیہ کے پاس، تو اس پر آپ نے فرمایا: الحمد للہ ان الارواح جنود مجندۃ الحدیث، اور ایک روایت میں اس طرح ہے (مقاصد حسنہ میں) الارواح جنود مجندۃ تلتقی فتتشام کما تتشام الخیل فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف، یعنی روحیں آپس میں جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں یعنی عالم ارواح میں تو ایک دوسرے کو سونگھتی ہیں جس طرح گھوڑے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو منہ سے منہ ملا کر ایک دوسرے کو سونگھتے ہیں فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف پس جو روح دوسرے سے متعارف نکلتی ہے (اوصاف کے اتحاد کی وجہ سے) تو وہ اس سے مانوس ہو جاتی ہے اور جو غیر متعارف نکلتی ہے وہ غیر مانوس رہتی ہے اسی کتاب میں ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ سے ہرم بن حیان عبدی ملے جب کہ اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں تھی تو حضرت اویس ان کا نام لے کر ان کی طرف مخاطب ہوئے، ہرم کو اس پر تعجب ہوا اور پوچھا کہ آپ کو میرا اور میرے باپ کا نام کیسے معلوم، تو انہوں نے فرمایا عرف روحی روحك حين كلمت نفسي نفسك لان الارواح لها انفس كانفس الاجساد، یعنی میری روح نے تمہاری روح کو عالم ارواح میں پہچان رکھا تھا، اس حدیث کی شرح عجلونی کی کتاب کشف الخفاء میں بھی مذکور ہے، اور اس میں یہ بھی ہے اختلفوا هل الارواح خلقت قبل الاجساد او معها، والراجح الاول بل ادعى فيه ابن حزم الاجماع، الی آخر ما ذکر۔ پس حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ اس دنیا میں بعض لوگوں کا بعض سے انس وجوڑ اور اسی طرح بعض کا بعض سے نفرت اور عدم تعلق یہ متفرع ہے، ارواح کی موانست اور عدم موانست پر اور ان دونوں چیزوں کا تعلق اوصاف اور طبائع کی موافقت اور عدم موافقت پر ہے، چنانچہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اتقیاء اور صلحاء کا جوڑ اسی قسم کے حضرات سے ہوتا ہے اور فساق وفجار کا تعلق اپنے ہم جنسوں سے، فتح الباری (ج ٦ ص ٣٦٩) میں ہے فتعارف الأرواح يقع بحسب الطباع التي جبلت عليها من خير وشر فإذا اتفقت تعارفت وإذا اختلفت تناكرت، پھر اخیر میں حافظؒ نے لکھا ہے: لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نوع واحد ہی کے بعض اشخاص میں تآلف ہوتا ہے اور بعض میں تناکر تو اس کا منشا بعد کے عوارض سے ہوتا ہے یعنی خارجی امور۔ اور یہی بات بذل المجهود (ج ١٩ ص ٨٤) میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے لکھی ہے، (میرا جی چاہتا تھا کہ اس حدیث کی شرح اچھی طرح آجائے فالحمد للہ مطلب واضح ہو گیا) کہ اگر کسی کو پسند آئے تو دعاء مغفرت کرے اس حدیث کے بارے میں ابن عبد السلام کے الفاظ بھی سن لیجئے وہ فرماتے ہیں تعارف ارواح سے مراد تقارب فی الصفات ہے لہذا جن ارواح میں عالم ارواح میں تعارف یعنی موافقۃ فی الصفات ہوتی ہے تو ان ارواح میں عالم دنیا میں آنے کے بعد ائتلاف اور جوڑ ہوتا ہے، اور جن ارواح کا آپس میں وہاں تعارف نہیں ہوتا تو اس دنیا میں آکر بھی ان میں ائتلاف اور جوڑ نہیں ہوتا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ روحیں اکھٹی لشکر کی شکل میں ہیں جو روح دوسرے سے متعارف نکلتی ہے تو وہ اس سے مانوس ہو جاتی ہے اور جو روح دوسری روح سے غیر متعارف نکلتی ہے تو وہ اس سے غیر مانوس رہتی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٥/٢)

شرح الحدیث: **الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ الخ کی شرح:** آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ارواح کے لشکر ہیں، یہ لفظ کتاب الجہاد کی بھی ایک حدیث میں گزرا ہے سَيَصِيرُ الأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ، وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ [1] الخ جیسے کہتے ہیں قناطیر مقنطرۃ، مبالغہ فی الکثرت کے لئے، اب یہ کہ وہ کہاں ہیں جواب یہ ہے کہ اپنے عالم میں ہیں جس کو عالم ارواح کہتے ہیں، ارواح اس دنیا میں آنے اور اجسام میں منتقل ہونے سے پہلے اپنے مستقر پر جمع ہیں پھر وہاں سے دنیا میں اپنے اپنے وقت پر اجسام میں منتقل ہو کر آتی رہتی ہیں، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ یعنی جن ارواح کا اُس عالم ارواح میں آپس میں تعارف ہو جاتا ہے (اور تعارف ہوتا ہے طبائع کے اتحاد سے شر اور خیر میں) تو ایسی ارواح آپس میں ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتی ہیں، یعنی وہیں عالم ارواح میں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی روحیں دنیا میں آنے کے بعد بھی بہت جلدی مانوس ہو جاتی ہیں جیسا کہ مشہور ہے الجنس یمیل الی الجنس۔ یہ حدیث شریف کے جملہ اولیٰ کا مطلب ہوا اور جملہ ثانیہ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ، اس کی شرح کی اب خاص حاجت نہیں رہی یہ پہلی صورت کا مقابل ہے یعنی بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا آپس میں تعارف اور آشنائی نہیں ہوتی طبائع کے اختلاف کی وجہ سے تو ایسی روحیں جب جسم میں منتقل ہو کر اس دنیا میں آتی ہیں تو یہاں بھی ان کا آپس میں جوڑ نہیں ہوتا کیونکہ عالم ارواح ہی میں جوڑ اور مناسبت نہیں تھی، اس کی مزید تشریح واقعات کی روشنی میں حاشیہ میں دیکھئے۔ والحديث اخرجه مسلم، قاله المنذری۔

٢٠ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْمِرَاءِ

جھگڑے فساد کی کراہت کے بیان میں

٤٨٣٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ: «بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کسی صحابی کو کسی کام کیلئے روانہ فرماتے تو اس کو نصیحت کے طور پر

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في سكنى الشام ٢٤٨٣

فرماتے ہیں کہ لوگوں کو بشارتیں سناؤ (کہ ان کی عبادتیں اللہ کے یہاں قابل قبول ہیں) اور ان کو دین سے متنفر مت کرو (کہ صرف مایوسی اور وعید کی حدیثوں سے مت ڈراؤ) اور لوگوں کے ساتھ سہولت کا معاملہ کرو اور ان کو مشقت میں مت ڈالو۔

تخریج: صحیح مسلم - الجهاد والسير (١٧٣٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٩٩)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ جب کسی صحابی کو کسی کام کیلئے بھیجتے تو اس سے فرماتے کہ جہاں جا رہے ہو وہاں جا کر وہاں کے لوگوں کو بشارت کی حدیثیں سنا کر خوش کرو، یعنی اللہ تعالیٰ نے اطاعت پر جو وعدے فرمائے ہیں انکو بیان کرو، اور انکو اکتاؤ نہیں، اور خوف زدہ نہ کرو صرف عذاب اور وعید کی حدیثیں سنا کر اور لوگوں کے ساتھ سہولت کا معاملہ کرو نہ کہ سختی اور تنگی کا، سختی اور تنگی کے معاملہ سے آپس میں اختلاف اور جدال پیدا ہوتا ہے، لہٰذا حدیث میں جدال کی کراہت کا بیان ہوا جیسا کہ مصنف ؒ نے ترجمہ سے ظاہر کیا۔ والحديث اخرجه مسلم ، قاله المنذري۔

٤٨٣٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ، عَنِ السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يُثْنُونَ عَلَيَّ وَيَذْكُرُونِّي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنَا أَعْلَمُكُمْ» يَعْنِي بِهِ، قُلْتُ: صَدَقْتَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي: كُنْتَ شَرِيكِي فَنِعْمَ الشَّرِيكُ، كُنْتَ لَا تُدَارِي، وَلَا تُمَارِي.

ترجمہ: ابراہیم بن مہاجر، سائب صحابیؓ کے رہبر سے نقل کرتے ہیں (حضرت سائب صحابیؓ نابینا ہو گئے تھے تو ایک شخص ان کی رہنمائی کرتا تھا) اور وہ رہبر حضرت سائبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ سائبؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حاضرین مجلس میری تعریف اور ذکر خیر کرنے لگے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ میرے ہم سفر رہے ہیں (شاید کہ اس سے اشارہ ملک شام کی طرف سفر کے متعلق ہے جو آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تھا) آپ بہترین ہمسفر تھے آپ ﷺ بلا وجہ اختلاف اور لڑائی جھگڑا نہیں فرماتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٦) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٨٧)

شرح الحدیث: سائبؓ جو کہ صحابی ہیں وہ اخیر میں نابینا ہو گئے تھے اس لئے ان کیلئے ایک قائد تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ کر چلتا تھا، تو وہ قائد ہی سائب سے روایت کرتا ہے کہ سائب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حاضرین مجلس آپ سے میرا ذکر خیر اور تعریف کرنے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کا حال اور خوبیاں تم سے زیادہ جانتا ہوں، تو اس پر سائب بولے سچ فرمایا آپ نے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ میرے شریک تھے (کسی زمانہ میں) تو واقعہ آپ اچھے شریک تھے، آپ لڑائی جھگڑا نہیں فرماتے تھے بلکہ اس سے دور رہتے تھے بذل [1] میں لکھا ہے کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٨٥

ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد شرکت فی السفر ہو جو سفر کہ ملک شام کی طرف ہوا تھا آپ کی بعثت سے پہلے، اور یہ سائب صحابی قریشی ہیں مکی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ سائب نامی صحابہ متعدد ہیں، السائب بن خلاد الانصاری، السائب والد خلاد جو راوی ہیں استنجاء بثلاثۃ احجار کے، ایک ہیں السائب ابن ابی السائب، حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں حدیث الباب کو ابن ابی السائب ہی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور أسد الغابة في معرفة الصحابة میں ان ہی کے بارے میں لکھا ہے وکان شریك النبي صلی اللہ علیہ و سلم قبل المبعث بمکة، اور پھر آگے لکھتے ہیں وقد اختلف فیمن کان شریك النبي صلی اللہ علیہ و سلم فقیل ھذا (یعنی السائب ابن ابی السائب) وقیل إن أباہ کان شریك النبي صلی اللہ علیہ و سلم وقیل: قیس بن السائب وقیل غیرھم [1]۔ والحدیث اخرجہ النسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

٢١ - بَابُ الْهَدْيِ فِي الْكَلَامِ

انداز گفتگو کا بیان

٤٨٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ، أَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنی مجلس میں گفتگو فرماتے تو بکثرت آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ اپنی مجلس میں بات کرتے وقت بکثرت آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے، اس پر متن کے بین السطور میں ہے: کالمنتظر للوحی او کالمتفکر فی امر، یعنی یا تو انتظار وحی کی وجہ سے یا کسی کام کی سوچ کی وجہ سے، اور حاشیہ میں ملا علی قاریؒ سے بھی یہی ہے اور یہ زائد ہے: وشوقا إلی الرفیق الأعلی [2]، یعنی باری تعالیٰ کے شوق ملاقات میں۔

٤٨٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا، فِي الْمَسْجِدِ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: «كَانَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ، أَوْ تَرْسِيلٌ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی۔

---

[1] أسد الغابة في معرفة الصحابة — ج ٢ ص ٣٩٤

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ١٠ ص ٤٩٤

شرح الحديث: اور اس حدیث میں ہے: كَانَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ، أَوْتَرْسِيلٌ، اور مشکوۃ میں براویت ابوداود وَتَرْسِيلٌ ہے بجائے أَوْ کے وَ [1]۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی، اس سے معلوم ہوا ٹھہر ٹھہر کر کلام کرنا بات کا عمدہ طریقہ ہے، اس کے بعد والی روایت میں ہے كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ، یعنی ہر بات الگ الگ اور واضح، جس کو ہر سننے والا سمجھ سکے۔

٤٨٣٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ، قَالَتْ: «كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اس طرح ہوتی کہ ہر بات جدا جدا واضح ہوتی جس کو ہر سننے والا شخص سمجھ لیتا۔

تخریج: جامع الترمذي - المناقب (٣٦٣٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٣٩)

٤٨٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، قَالَ: زَعَمَ الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَجْذَمُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يُونُسُ، وَعَقِيلٌ، وَشُعَيْبٌ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس کلام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ ہو تو وہ کلام ناقص ہے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ (زہری کے متعدد شاگرد) ① یونس ② عقیل ③ شعیب ④ سعید بن عبد العزیز نے زہری سے اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ (گویا قرہ بن عبد الرحمن زہری سے اس حدیث کو متصل نقل کرنے میں متفرد ہیں اور قرہ راوی کی توثیق یا تضعیف سے متعلق کافی کلام ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (معارف السنن ج ۱ ص ٤) ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں حدیث کا درجہ حسن ہے جو صحیح سے کم اور ضعیف کے درجہ سے زیادہ ہے کیونکہ قرہ کے علاوہ سارے راوی، صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں امام سبکیؒ نے حدیث کو صحیح قرار دیا کیونکہ قرۃ اعلم الناس بالزھری ہیں۔ یہی رائے یزید بن السط اور امام اوزاعی کی ہے۔ ابوحاتم نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے امام نسائی نے سعید بن عبد العزیز کو قرہ بن عبد الرحمن کا متابع ذکر کیا ہے۔ (معارف السنن از مترجم)

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٩/٢)

شرح الحديث: كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَجْذَمُ، یعنی جس کلام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہ ہو وہ کلام ناقص

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ١٠ ص ٤٩٣

ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے فَهُوَ أَقْطَعُ [1]، یعنی مقطوع البرکۃ۔

اس حدیث کی سند پر مصنف نے کلام کیا ہے وہ یہ کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث کو زہری سے مرسلاً روایت کیا ہے [2]: عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ والحدیث اخرجه النسائي مسنداً و مرسلاً، قاله المنذری۔

٢٢۔ بَابٌ فِي الْخُطْبَةِ

خطبہ اور وعظ کے آداب

٤٨٤١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ، فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ہر وہ وعظ اور بیان جس میں اللہ تعالی کی حمد و ثناء اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تذکرہ نہ ہو وہ جذام والے ہاتھ کی مانند ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - النكاح (١١٠٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٣/٢)

شرح الحدیث: خطبہ کہتے ہیں اس اہم کلام اور بات کو جو لوگوں کے سامنے رکھی جائے۔ تشہد سے مراد ہے شہادتین، جیسا کہ حمد و ثناء کے بعد معروف اور مروج ہے (باب اول کی اور اس باب کی) دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ قابل اہتمام اور اہم بات کے شروع میں حمد و ثناء اور تشہد ہونا چاہئے (ان دونوں کے مجموعہ کو ہمارے عرف میں خطبہ کہتے ہیں) والحدیث اخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

٢٣۔ بَابٌ فِي تَنْزِيلِ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ

لوگوں سے ان کے حسب مراتب معاملہ کرنا

٤٨٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ الْيَمَانِ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، مَرَّ بِهَا سَائِلٌ فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَأَقْعَدَتْهُ فَأَكَلَ فَقِيلَ لَهَا فِي ذَلِكَ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَحَدِيثُ يَحْيَى مُخْتَصَرٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ».

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب النكاح - باب خطبة النكاح ١٨٩٤

[2] اور اس حدیث کے اسنادی مرتبہ میں علماء کا اختلاف ہے، سبکی نے طبقات شافعیہ کے شروع میں اس پر تفصیلی کلام کر کے اپنا میلان تحسین یا تصحیح کی طرف ظاہر کیا ہے۔

ترجمہ: میمون بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس سے ایک سائل گزرا انہوں نے اس کے ہاتھ پر ایک روٹی کا ٹکڑا رکھ دیا پھر ایک اور شخص گزرا جو اچھے لباس اور اچھی ہیئت میں تھا تو حضرت عائشہؓ نے اس کو اپنے پاس بیٹھایا اور اس نے کھانا کھایا۔ لوگوں نے اس امتیازی سلوک کرنے کی وجہ پوچھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے ان کے حسب مراتب معاملہ کرو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن اسماعیلؒ (مصنفؒ کے شیخ) کی روایت مختصر ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میمون راوی کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔

شرح الحديث: باب کی پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے گھر کے سامنے کو کوئی سائل گزرا تو انہوں نے اس کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا دیدیا اور ایک اور شخص گزرا اچھی ہیئت اور لباس میں تو آپ نے اس کو بٹھا کر کھلایا، اور پھر کسی کے پوچھنے پر اس کی وجہ بتلائی کہ حضور ﷺ نے یہی فرمایا ہے أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

٤٨٤٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ، أَخْبَرَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي كِنَانَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ».

ترجمہ: حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کے اکرام کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان کسی بوڑھے مسلمان کا اکرام اور اعزاز کرے نیز حافظ قرآن (قرآن کی ایسی تلاوت کرنے والے) کا اکرام کرے جو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے تجوید اور حروف کی ادائیگی میں حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ ہی وہ تلاوت قرآن کا تارک ہو اور عادل بادشاہ کا اکرام بھی اللہ پاک کا اکرام ہے۔

شرح الحديث: یعنی بوڑھے مسلمان کا اکرام یہ گویا اللہ تعالیٰ کا اعزاز اور اکرام کرنا ہے، اور اسی طرح حافظ قرآن کا اکرام، ایسا حافظ جو قرآن پاک کی تلاوت میں غلو اور حد سے تجاوز نہ کرتا ہو، یعنی تجوید اور ادائے حروف میں (بذل [1]) اور دوسرا قول غالی کی تفسیر میں یہ ہے: یعنی باعتبار عمل کے اور باعتبار تتبع مشتبہات کے، اور "جافی عنہ" سے مراد تارک تلاوت، یعنی جو تارک تلاوت نہ ہو، اور آگے حدیث میں ہے سلطان عادل کا اکرام، یعنی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں داخل ہے، اس حدیث میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے حتی کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم قرار دیا گیا ہے یہ تعظیم اسکے اسلام اور بڑھاپے کی وجہ سے ہے اور کسی علم یا فضل کو اس میں دخل نہیں وہ اس میں پایا جاتا ہو یا نہیں اسی طرح حافظ قرآن کا بھی حال ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٩١

٢٤ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

دو آدمیوں کے درمیان بغیر اجازت بیٹھنے کے بیان میں

٤٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُجْلَسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا».

ترجمہ: عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر مت بیٹھو۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٥٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٣)

٤٨٤٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا»

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کیلئے حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان گھس کر ان میں تفریق کرے مگر یہ کہ ان کی اجازت سے ہو۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٥٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٣)

٢٥ـ بَابٌ فِي جُلُوسِ الرَّجُلِ

مرد کے بیٹھنے (کی ہیئت) کا بیان

٤٨٤٦ - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ احْتَبَى بِيَدِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھ لیتے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابراہیم منکر الحدیث راوی ہے (حبوۃ وہ کپڑا جس سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھا جائے)[1]۔

٤٨٤٧ - أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ، صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، قَالَ: مُوسَى بِنْتِ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا

---

(1) مصباح اللغات — ص ١٣٥ (المصباح)

أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّهَا، " رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخْتَشِعَ وَقَالَ مُوسَى: الْمُتَخَشِّعَ، فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ ".

ترجمہ: عبداللہ بن عنبری کہتے ہیں کہ میری دونوں دادیوں صفیہ اور دحیبہ جو علیبہ کی بیٹیاں ہیں انہوں نے حدیث سنائی۔ مصنفؒ کے استاد موسیٰ بن اسماعیل نے ابن حرملہ کا اضافہ کیا کہ علیبہ بن حرملہ نے کہا...... یہ دونوں قیلہ بن مخرمہ کی پرورش میں تھیں اور قیلہ ان کے والد کی دادی تھیں...... قیلہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک دفعہ دیکھا کہ آپ ﷺ اکڑوں بیٹھے تھے (الْقُرْفُصَاءَ اکڑوں بیٹھنا اور ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھنے کو کہا جاتا ہے، قعد القرفصی والقرفصاء وہ اکڑوں بیٹھا [1]) پس وہ کہتی ہیں جب میں نے حضور ﷺ کو اس عاجزی کی ہیئت میں بیٹھے دیکھا...... موسیٰ بن اسماعیل استاد نے الْمُتَخَشِّعَ، فِي الْجِلْسَةِ کے الفاظ استعمال کئے ہیں...... تو میں ڈر کے مارے کانپ کر رہ گئی۔

شرح الحدیث: قیلہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا جب کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے گوٹ مارے بیٹھے ہوئے تھے، وہ کہتی ہیں کہ جب میری نظر آپ پر پڑی اس خشوع کے ساتھ بیٹھے ہوئے تو میں خوف کی وجہ سے لرز گئی، بذل میں لکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی میں بطولہ ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ قیلہؓ کہتی ہیں کہ جو شخص میرے برابر میں بیٹھا تھا اس نے میرے بارے میں حضور ﷺ سے عرض کیا یَا رَسُولَ اللهِ أُرْعِدَتِ الْمِسْكِينَةُ کہ یہ مسکین عورت تو کانپ رہی ہے تو اس پر آپ ﷺ نے بغیر میری طرف دیکھے اپنے دست مبارک سے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: يَا مِسْكِينَةُ عَلَيْكِ السَّكِينَةُ، آپ کے یہ فرماتے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خوف کو دور فرمادیا [2]۔

٢٦ - بَابٌ فِي الْجِلْسَةِ الْمَكْرُوهَةِ

بیٹھنے کے مکروہ انداز کے بیان میں

٤٨٤٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: «أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟».

ترجمہ: شرید بن سویدؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے پاس سے ایک دفعہ گزرے اور میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا تھا اور میں نے اپنی ہتھیلی کے گوشت کے اوپر سہارا لیا ہوا تھا۔ (الیہ لغت میں کہتے ہیں

---

[1] مصباح اللغات — ص ٦٧٤

[2] المعجم الكبير للطبراني — ج ٢٥ ص ٩، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٩٥

انگوٹھے کے نیچے والے حصے کے گوشت کو، بذل المجہود) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (یہود) کی طرح بیٹھے ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨٨/٤)

شرح الحدیث: شرید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ پیچھے کی طرف زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیٹھنے پر نکیر فرمائی کہ مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کی طرح بیٹھتا ہے۔
مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد شاید یہودی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

٢٧ ۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کے بعد بے مقصد گفتگو (کی ممانعت) کے بیان میں

٤٨٤٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا».

ترجمہ: حضرت ابو برزہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے سے منع فرمایا (کیونکہ اس میں عشاء کی جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے) اور نماز عشاء کے بعد قصہ گوئی کی ممانعت فرمائی (کیونکہ عشاء کے بعد قصہ گوئی سے تہجد اور فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٣٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٧) جامع الترمذي - الصلاة (١٦٨) سنن النسائي - المواقيت (٤٩٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٤٩) سنن ابن ماجه - الصلاة (٧٠١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٠/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٢٩)

شرح الحدیث: يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا، یہ حدیث مواقیت الصلاۃ[1] میں گزر چکی۔

٢٨ ۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ مُتَرَبِّعًا

چار زانوں بیٹھنے کے بیان میں

٤٨٥٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی نشست گاہ پر چار زانوں

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في وقت صلاة النبي صلى الله عليه وسلم وكيف كان يصليها ٣٩٨

تشریف فرما ہوتے یہاں تک کہ سورج خوب واضح ہو کر طلوع ہو جاتا۔

تخریج: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاۃ (٦٧٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٠/٥)

شرح الحدیث: إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ۔ یعنی آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ پر چوزانوں تشریف رکھتے تھے یہاں تک کہ صاف دھوپ نکل آئے یعنی جسمیں سرخی کی آمیزش نہ ہو جو شروع میں ہوتی ہے۔

٢٩ - بَابٌ فِي التَّنَاجِي

(محفل میں) سرگوشی کے بیان میں

٤٨٥١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ)، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تین آدمیوں کی محفل میں) دو آدمی تیسرے ساتھی کے بغیر سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ طرز عمل اس کو غمگین کر دے گا۔

٤٨٥٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، قَالَ أَبُو صَالِحٍ: فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَأَرْبَعَةٌ، قَالَ: «لَا يَضُرُّكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضور ﷺ کا فرمان اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ ابو صالحؒ نے کہا کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر مجلس میں چار افراد ہوں تو؟ (تو دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا کیسا ہے) تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ تیسرا شخص چوتھے سے مانوس ہو جائے گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٣٠) صحيح مسلم - السلام (٢١٨٤) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٢٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥١) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٧٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧٥/١) موطأ مالك - الجامع (١٨٥٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٥٧)

شرح الأحادیث: لَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ: یعنی آداب مجلس میں سے ہے یہ بات کہ جس جگہ تین آدمی بیٹھے ہوں تو اس میں سے دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں تیسرے کو چھوڑ کر اس لئے کہ یہ چیز اس کو غمگین کرنے گی، اور آگے روایت میں ہے کہ اگر چار شخص ہوں تو پھر دو کی تناجی میں کچھ حرج نہیں، حاشیہ بذل میں ہے کہ اس حدیث کی شرح میں سات بحثیں ہیں جن کی تلخیص حاشیہ کوکب میں مذکور ہے اور وہ سات بحثیں یہ ہیں: علۃ النھی، الحزن او سوء الادب او

خوف الغيبة ، هل الحكم باقٍ او كان فی اول الاسلام للخوف ، هل يختص بالسفر ؟ والجمهور علی العموم ، وذكر الاثنين ليس باحتراز بل المعنی ترك الواحد ويستثنی منه الاذن والرضا ، ولا يجوز للثالث الدخول اذ كانا متناجيين من قبل ، النهی للتحريم كما عند الجمهور ، او نهی ادب و كمال اه[1]۔

٣٠۔ بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ

واپسی کے ارادہ سے مجلس سے اٹھ کر جانے والے کے بیان میں

٤٨٥٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَالِسًا، وَعِنْدَهُ غُلَامٌ فَقَامَ ثُمَّ رَجَعَ فَحَدَّثَ أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ».

ترجمہ: سہیل بن ابی صالحؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا تھا تو وہ لڑکا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا پھر واپس لوٹ آیا تو میرے والد نے ابوہریرہؓ کے واسطے سے حضور ﷺ کا فرمان نقل کیا کہ جب کوئی شخص اپنی مجلس سے (کسی کام کی نیت سے) کھڑا ہو (اور اس کا واپس آنے کا ارداہ ہو) پھر وہ شخص واپس لوٹ آئے تو وہ ہی اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢١٧٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٣) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٥٤)

شرح الحدیث: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ: یعنی اگر کوئی شخص مجلس سے اٹھ کر جائے کسی ضرورت سے، واپس لوٹنے کے ارادہ سے تو پھر اگر وہ واپس آگیا تو زیادہ حقدار وہی ہے، اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ جگہ اس لوٹنے والے کی ملک نہ ہو بلکہ حقوق عامہ سے ہو، لیکن اگر وہ جگہ کسی اور کی ملک ہے تو پھر وہ مالک احق ہوگا (بذل[2]) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ لوٹنے والے کی احقیت اس وقت ہے جب وہ کسی مختصر سے کام کے لئے اٹھا ہو، نیز وہ فرماتے ہیں کہ اور یہ حکم عام ہے خواہ وہ اٹھنے والا اس جگہ پر اپنا کوئی کپڑا وغیرہ رکھ کر اٹھے یا بغیر اس کے[3]۔

٤٨٥٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ، عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِيحٍ، عَنْ كَعْبٍ الْإِيَادِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ: أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَامَ، فَأَرَادَ الرُّجُوعَ نَزَعَ نَعْلَيْهِ، أَوْ بَعْضَ مَا يَكُونُ عَلَيْهِ، فَيَعْرِفُ ذَلِكَ أَصْحَابُهُ فَيَثْبُتُونَ».

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ٤٢٠ - ٤٢٢ . بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٩٧.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٩٩

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٤ ص ١٦١ - ١٦٢

ترجمہ: کعب الایادیؒ سے روایت ہے کی میں ابو درداءؓ کی مجلس میں حاضری دیتا تھا ابو درداءؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوتے پس جب آپ ﷺ کسی ضرورت کیلئے کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کا واپس آنے کا ارادہ ہوتا تو اپنے نعلین اتار کر وہیں چھوڑ دیتے (اور اپنے گھر ننگے پاؤں تشریف لے جاتے) یا کوئی اور کپڑا وغیرہ اس جگہ پر چھوڑ جاتے جس سے آپ ﷺ کے صحابہؓ پہچان جاتے (کہ آپ ﷺ نے واپس تشریف لانا ہے) پس صحابہؓ آپ ﷺ کے انتظار میں وہیں بیٹھے رہتے۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد والی (٤٨٥٤) حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ اگر آپ مجلس کے دوران کسی کام کے لئے اٹھتے تو اٹھتے وقت کوئی چیز اپنی وہاں چھوڑ دیتے نعلین شریف یا کوئی کپڑا جس سے آپ ﷺ کے اصحاب پہچان جاتے کہ آپ کو لوٹنا ہے لہٰذا وہیں بیٹھے رہتے۔

٣١ - بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللهَ

مجلس سے اللہ کا ذکر کیے بغیر اٹھنے کی کراہت کے بیان میں

٤٨٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت ایسی مجلس سے کھڑی ہو جس میں اللہ پاک کا تذکرہ نہ ہو تو گویا وہ ایک مرے گدھے پر سے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ مجلس ان پر (روز قیامت) باعث حسرت ہوگی۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٨٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢)

شرح الحدیث: یہ حدیث ہمارے نسخہ میں مذکورہ بالا باب ہی کے تحت میں ہے لیکن اس کو اس باب سے کوئی مناسبت نہیں، اور بعض نسخوں میں اس حدیث پر مستقل دوسرا ترجمہ ہے اسی حدیث کے مناسب: بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللهَ [1] مضمون حدیث یہ ہے کہ جو لوگ کسی ایسی مجلس کو پورا کر کے کھڑے ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کا کسی نے ذکر نہ کیا ہو تو یہ ایسا ہے کہ گویا وہ ایک مردار حمار پر سے کھڑے ہوئے ہوں، اور مجلس ان کیلئے بروز قیامت باعث حسرت ہوگی، اس لئے کہ مجلس عادۃً فضول بات سے خالی نہیں ہوتی اور ذکر اللہ بمنزلہ کفارہ کے ہوتا ہے، اور مولانا یحییٰ صاحبؒ کی تقریر میں یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لوگ مردار کو کھا کر اٹھے ہیں ورنہ تو پھر یہ مجلس، مجلس حرام ہو جائے گی اور

[1] جیسے یہاں یہ حدیث مذکورہ باب کے تحت موجود ہے۔

ترک ذکر کو حرام نہیں کہا جا سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ گویا مردار جانور کے پاس سے اٹھے ہیں اور مردار جانور کا قرب تو مکروہ ہے ہی (بذل[1])

٤٨٥٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اللہ پاک کا تذکرہ نہیں کیا گیا تو یہ مجلس اس کیلئے باعث تاوان ہو گی اور جو شخص ایسی آرام گاہ پر لیٹا جہاں پر اسنے اللہ کا نام نہیں لیا تو وہ آرام گاہ اس کے لئے باعث حسرت و ندامت ہو گی۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٨٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢)

٣٢ - بَابٌ فِي كَفَّارَةِ الْمَجْلِسِ

مجلس کے کفارہ کی دعا کے بیان میں

٤٨٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ قَالَ: "كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ أَحَدٌ فِي مَجْلِسِهِ عِنْدَ قِيَامِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَّا كُفِّرَ بِهِنَّ عَنْهُ، وَلَا يَقُولُهُنَّ فِي مَجْلِسِ خَيْرٍ وَمَجْلِسِ ذِكْرٍ إِلَّا خُتِمَ لَهُ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّحِيفَةِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ".

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ یہ چند کلمات ایسے ہیں کہ جو شخص بھی اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لے گا یہ کلمات اس کیلئے گناہوں سے کفارہ بن جائیں گے اور کسی اچھی مجلس اور ذکر کی مجلس میں اگر یہ کلمات پڑھ لئے جائیں تو یہ اس مجلس کیلئے بمنزلہ مہر کے بن جائیں گے جس طرح صحیفہ کے ختم پر مہر لگائی جاتی ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور آپ کی تعریف کرتا ہوں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے توبہ استغفار کرتا ہوں)۔

٤٨٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِنَحْوِ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٠١

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٣٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٥)

شرح الأحاديث: حدیث الباب میں یہ ہے کہ مجلس کے ختم پر اگر یہ دعا پڑھ لی جائے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، تو یہ دعاء اس مجلس کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس مجلس کی لغزش اور سیئات کے لئے، اور مجلس خیر کے ختم پر اگر پڑھا جائے تو یہ دعاء بمنزلہ مہر کے ہو جاتی ہے یعنی وہ نیکی مضبوط اور محفوظ ہو جاتی ہے۔

٤٨٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ عَبْدَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَهُمْ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ» فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى، فَقَالَ: «كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ».

ترجمة: حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی مجلس کے اختتام میں جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات پڑھ لیتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (ترجمہ: اے اللہ آپ پاک ہیں آپ ہی کی تعریف ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں)۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ ﷺ ایسے کلمات ارشاد فرماتے ہیں جو گزشتہ زمانہ میں نہیں پڑھا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمات مجلس میں ہونے والی باتوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٥٩) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٥٨)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ مجلس کے آخر اور ختم پر یہ دعاء پڑھتے تھے، اور یا مطلب یہ کہ آخر عمر اور اخیر زمانہ میں یہ دعاء پڑھنے لگے تھے مجلس سے اٹھتے وقت۔

٣٣ - بَابٌ فِي رَفْعِ الْحَدِيثِ مِنَ الْمَجْلِسِ

﴿ایک جگہ کی بات دوسری جگہ نقل کرنا، یا ایک کی بات دوسرے کو بطور شکایت کے پہنچانے کے بیان میں﴾

یعنی ایک جگہ کی بات دوسری جگہ نقل کرنا، یا ایک کی بات دوسرے کو بطور شکایت کے پہنچانا، پہلے مطلب کے مناسب ہے حدیث الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ [1] اور دوسرے مطلب کے مناسب یہ حدیث الباب ہے۔

٤٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنِ الْوَلِيدِ - قَالَ: أَبُو دَاوُدَ وَنَسَبَهُ لَنَا زُهَيْرُ بْنُ

[1] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في نقل الحديث ٤٨٦٩

حَرْبٍ، عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: الْوَلِيدُ ابْنُ أَبِي هِشَامٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں کوئی شخص میرے کسی ساتھی کے متعلق مجھے کوئی ناپسندیدہ بات نہ سنایا کرے (کیونکہ اس سے دل مشوش ہوتا ہے) پس میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرا سینہ کسی ایک کی ناپسندیدہ بات سے مکدر نہ ہو۔

تخریج جامع الترمذي - المناقب (٣٨٩٦) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٩٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٩٦/١)

شرح الحدیث آپ ﷺ اپنے اصحاب کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کی شکایت مجھ کو نہ پہنچائے، کیونکہ مجھ کو اپنے بارے میں یہ بات پسند ہے کہ میں تمہارے سامنے مجلس میں آؤں اس حال میں کہ میرا اندرون سینہ محفوظ ہو، یعنی اہل مجلس کی طرف سے اور کسی کی طرف سے میرا جی مکدر نہ ہو، ظاہر ہے کہ شکایت پہنچنے کی صورت میں تو آپ کی طبیعت میں اس شخص کی طرف سے تکدر پیدا ہوگا۔

ترمذی شریف کے ایک ترجمۃ الباب کی تشریح امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر بَابٌ فِي فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ قائم کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے ازواج مطہرات کی فضیلت ثابت کی، وہ بظاہر اس طور پر کہ اس حدیث سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح میں گھر کے اندر کی مجلس سے باہر کی مجلس میں سلیم الصدر آتا ہوں تو اسی طرح باہر کی مجلس کے اعتبار سے بھی میں سلیم الصدر رہنا چاہتا ہوں لہٰذا تم میں سے کوئی کسی کی شکایت مجھ تک نہ پہنچائے، پس اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی دوسری کی شکایت آپ ﷺ [1] سے نہیں کرتی تھی۔

٣٤- بَابٌ فِي الْحَذَرِ مِنَ النَّاسِ

لوگوں سے محتاط رہنے کے بیان میں

یعنی لوگوں سے احتیاط برتنا اور ان کے شر سے بچ کر رہنا ہر ایک پر اعتماد نہ کر بیٹھنا۔

٤٨٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سَيَّارٍ الْمُؤَدِّبُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيهِ

[1] کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی سلامتی صدر کو باہر کی مجلس والوں کی عدم شکایت پر موقوف رکھا معلوم ہوا کہ گھر کی مجلس سے آپ ﷺ مطمئن تھے وہاں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی تھی جو موجب تکدر ہو۔

ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عِيسَى بْنِ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْفَغْوَاءِ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَنِي بِمَالٍ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ يَقْسِمُهُ فِي قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: «الْتَمِسْ صَاحِبًا» قَالَ: فَجَاءَنِي عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تُرِيدُ الْخُرُوجَ وَتَلْتَمِسُ صَاحِبًا، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، قَالَ: فَأَنَا لَكَ صَاحِبٌ، قَالَ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدْ وَجَدْتُ صَاحِبًا، قَالَ: فَقَالَ: «مَنْ؟» قُلْتُ: عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، قَالَ: " إِذَا هَبَطْتَ بِلَادَ قَوْمِهِ فَاحْذَرْهُ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ الْقَائِلُ: أَخُوكَ الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ " فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَبْوَاءِ قَالَ: إِنِّي أُرِيدُ حَاجَةً إِلَى قَوْمِي بِوَدَّانَ، فَتَلَبَّثْ لِي، قُلْتُ: رَاشِدًا، فَلَمَّا وَلَّى ذَكَرْتُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَدَدْتُ عَلَى بَعِيرِي حَتَّى خَرَجْتُ أُوضِعُهُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَصَافِرِ إِذَا هُوَ يُعَارِضُنِي فِي رَهْطٍ، قَالَ: وَأَوْضَعْتُ، فَسَبَقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِي قَدْ فُتُّهُ انْصَرَفُوا، وَجَاءَنِي فَقَالَ: كَانَتْ لِي إِلَى قَوْمِي حَاجَةٌ، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، وَمَضَيْنَا حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَدَفَعْتُ الْمَالَ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ.

ترجمہ: عمرو بن الفغواء الخزاعیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا..... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ میرے ہاتھ کچھ مال ابوسفیانؓ کو بھجوائیں جو وہ قریش مکہ میں تقسیم کر دیں یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے..... پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی ساتھی کو تلاش کرلو۔ عمرو بن الفغواءؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس عمرو بن امیہ ضمری آئے اور کہنے لگے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مکہ جانا چاہتے ہوں اور تم کسی ساتھی کی تلاش میں ہو میں نے کہا کہ جی ہاں تو عمرو بن امیہ نے کہا کہ میں سفر میں تمہارا ساتھی بن جاتا ہوں۔ عمرو بن الفغواءؓ نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ مجھے ایک ساتھی مل گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے تو میں نے عرض کہ عمرو بن امیہ الضمری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم عمرو بن امیہ کی بستی پر پہنچو تو اس سے بچ کر رہنا کیونکہ کہنے والے نے کہا ہے (یعنی مثل مشہور ہے) تیرا بھائی چاہے وہ تیرا حقیقی بھائی کیوں نہ ہو پھر بھی اس سے بچ کے رہنا۔ پس ہم سفر میں نکلے یہاں تک کہ ہم مقام ابواء پر پہنچے (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے) تو عمرو بن امیہ الضمری نے مجھ سے کہا میں اپنے ایک کام سے اپنے قبیلہ جو مقام ودان میں ہے جانا چاہتا ہوں تم میرا انتظار کرنا میں نے کہا کہ کامیابی کے ساتھ جاؤ جب عمر بن الضمری اپنے قبیلہ چلے گئے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یاد آئی میں نے اپنے اونٹ پر کجاوا باندھا اور میں اپنے اونٹ کو دوڑاتا ہوا وہاں سے نکل گیا یہاں تک کہ میں اصافر پہاڑ پر جب پہنچا تو وہ ایک جماعت کے ساتھ میرا پیچھا کر رہا تھا تو میں نے اپنی سواری کو اور تیز کیا چنانچہ میں اس سے بہت آگے نکل گیا جب عمرو بن امیہ نے یہ دیکھا میں ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہوں تو وہ لوگ واپس لوٹ گئے اور عمرو بن امیہ میرے پاس اکیلا آ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے اپنے قبیلہ میں کچھ کام تھا میں نے کہا کہ صحیح کہتے ہو پھر ہم نے سفر شروع کیا یہاں تک کہ ہم

مکہ پہنچ گئے اور وہ مال میں نے ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٩/٥)

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے عمرو بن الفغواء خزاعی رضی اللہ عنہ صحابی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے بلایا، آپ میرے ذریعہ کوئی مال ابو سفیان کے پاس بھیجنا چاہتے تھے قریش مکہ میں تقسیم کے لئے اور یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے، آپ ﷺ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ سفر میں ساتھ جانے کیلئے کسی ساتھی کو تلاش کر لے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس عمرو بن امیۃ الضمری آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مکہ جانے کا ارادہ کر رہے ہو جس کیلئے کسی ساتھی کی تلاش ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے ایسا ہی ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ میں ساتھ جانے کیلئے تیار ہوں، میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے ایک ساتھی مل گیا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کون؟ میں نے عرض کیا کہ عمرو بن امیہ، آپ ﷺ نے فرمایا إِذَا هَبَطْتَ بِلَادَ قَوْمِهِ فَاحْذَرْهُ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ الْقَائِلُ: أَخُوكَ [1] الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ (عمرو بن امیہ جس بستی کے رہنے والے تھے وہ راستہ میں مکہ مدینہ کے درمیان پڑتی تھی) تو اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اس کی بستی پر پہنچو تو ان سے بچ کر رہنا اس لئے کہ کہنے والے نے کہا کہ تیرا بھائی خواہ وہ تیرا حقیقی بڑا بھائی ہی کیوں نہ ہو لیکن اس پر بھی بھروسہ مت کرو، "بکری" کے معنی لکھے ہیں الشقیق الاکبر، یعنی سگا بڑا بھائی، میں آپ ﷺ کی نصیحت سن کر سفر میں چل دیا یہاں تک کہ جب ہم مقام ابواء پر پہنچے تو میرے ساتھی عمرو بن امیہ نے مجھ سے کہا کہ میں اپنی ایک ضرورت سے اپنے گھر ہو آؤں جو مقام ودّان میں ہے تم یہیں ٹھہر کر میرا انتظار کرو، قُلْتُ: رَاشِدًا۔ مسافر کو رخصت کرتے وقت یہ جملہ دعائیہ یعنی رَاشِدًا کہا کرتے ہیں جس میں رشد و ہدایت کی دعاء ہے جب وہ چلے گئے تو مجھے حضور ﷺ کی نصیحت یاد آئی، یاد آتے ہی میں نے اپنی سواری پر کجاوہ باندھ کر اس کو دوڑا لیا اور میں وہاں کھڑا نہیں رہا یہاں تک کہ مقام اَصافِر تک جب میں پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ میری طرف چلا آرہا ہے (میں نے اپنے دل میں خطرہ محسوس کیا، نہ جانے کیا معاملہ ہے) اور میں نے اپنی سواری اور زیادہ دوڑا دی جس سے میں اس سے بہت زیادہ آگے نکل گیا، پس جب اس نے دیکھا کہ میں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس کے بس سے باہر ہو گیا تو وہ جماعت لوٹ گئی اور یہ یعنی عمرو بن امیہ مجھ سے آملا، اور کہنے لگا مجھے اپنی قوم سے کچھ کام تھا میں نے کہا جی صحیح کہتے ہو، اور ہم گزر گئے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور وہ مال بحفاظت میں نے ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیا، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تقریر میں ہے: اذا هو يعارضني في رهط کہ وہ ایک جماعت لئے میری طرف آرہا تھا، حضرت فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وہ لوگ اس ضمری

[1] البكري بكسر الباء أول ولد الأبوين أي أخوك شقيقك احذره (فلا تأمنه) فضلا عن الأجنبي فأخوك مبتدأ والبكري نعته والخبر محذوف تقديره يخاف منه اهـ (عون المعبود على سنن أبي داود - ج ١٣ ص ٢٠٩) قلت الظاهر ان قوله "فلا تأمنه" قائم مقام الخبر۔

کو رخصت کرنے گھر سے چلے ہوں، لیکن خزاعی یہ سمجھا کہ وہ مال چھیننے کے لئے آرہے تھے، اور اس میں بھی کچھ استبعاد نہیں کہ خزاعی کا یہ گمان صحیح ہو[1]۔

٤٨٦٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٧٨٢) صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٩٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٢) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٩) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧٨١)

شرح الحدیث: لَا يُلْدَغُ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسکو ضمہ غین کے ساتھ پڑھا جائے مضارع منفی ہونے کی وجہ سے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن یعنی جسکو مؤمن کہنا چاہئے وہ نقصان نہیں اٹھاتا ایک ہی مقام میں بار بار، یعنی مؤمن ممدوح وہ ہے جو ہوشیار اور چوکنا ہو اور غفلت سے دور، اور وہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی کام میں بار بار دھوکہ کھاتا رہے اور اسکو اسکا پتہ بھی نہ چلے، اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ غین پر کسرہ پڑھا جائے بنا بر صیغہ نہی کے اس صورت میں یہ تنبیہ ہوگی کہ مؤمن کو چوکنا رہنا چاہئے بار بار ایک ہی جگہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، بلکہ اسکو چاہئے کہ خوف اور نقصان کی جگہ سے پرہیز کرے پہلے مطلب کے بارے میں لکھا ہے کہ اسکا تعلق امور آخرت سے ہے نہ کہ امور دنیا سے اور احتمال ثانی میں امر دنیا اور آخرت دونوں سے اسکا تعلق ہو سکتا ہے، اس حدیث کا ایک شان ورود بھی ہے وہ یہ کہ یہ آپ نے اس موقعہ پر فرمایا تھا جبکہ آپ نے ابو غرہ شاعر کو قید کرنے کے بعد اس معاہدہ پر رہا کر دیا تھا کہ آپ کے خلاف تحریض نہیں کرے گا اور نہ آپ کی ہجو کرے گا، لیکن اس نے رہا ہونے کے بعد جب اپنی قوم کے پاس چلا گیا تو اس معاہدہ کے خلاف کیا تو دوبارہ آپ نے اسکو جنگ احد میں قید کیا، اس نے آپ سے دوبارہ منّ واحسان کی درخواست کی تو اس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا (عون)[2]

اخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٥ - بَابٌ فِي هَدْيِ الرَّجُلِ

آدمی کے (چلنے کے) طریقے بیان میں

آدمی کے طریقے کے بیان میں (یہاں اس کا متعلق محذوف ہے) فی المشی یعنی چلنے کے بارے میں۔

٤٨٦٣- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٠٨

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٣ ص ٢١١-٢١٢

كَأَنَّهُ يَتَوَكَّأُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب چلتے تھے تو گویا آپ ﷺ لاٹھی پر سہارا لئے ہوئے ہیں (یعنی آگے کی طرف جھک کر تواضع کے ساتھ چلتے تھے)۔

شرح الحدیث: حضرت انسؓ حضور ﷺ کی چال اور رفتار کی کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ جب چلتے تھے تو ذرا آگے کی طرف کو مائل ہو کر جیسے کوئی شخص عصا کے سہارے سے چلتا ہے، یعنی آپ سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے جو تکبر کی چال ہے بلکہ ذرا آگے کو مائل ہو کر گویا لکڑی کے سہارے سے چل رہے ہوں۔

٤٨٦٤ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: كَيْفَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: «كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَهْوِي فِي صَبُوبٍ».

ترجمہ: ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا حضور ﷺ کو تم نے کیسا پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک گورا تھا اور آپ ﷺ سفید رنگ میں ملاحت لئے ہوئے تھے آپ ﷺ چلتے تھے گویا کہ آپ ﷺ نشیبی جگہ میں اتر رہے ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٤٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٥٤)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کا رنگ سفید گورا ملاحت لئے ہوئے تھا یعنی مائل بہ سرخی، بالکل سفید چونے کی طرح نہیں تھا۔ إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَهْوِي فِي صَبُوبٍ، بعض روایات میں صبب بھی آیا ہے بمعنی نشیبی زمین، یعنی جب آپ ﷺ چلتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا نشیب میں اتر رہے ہوں، بلند جگہ سے پست زمین میں، اسکا مفہوم بھی وہی ہے جو اوپر والی حدیث میں گزرا، والحدیث اخرجہ مسلم و الترمذی بنحوہ، قالہ المنذری۔

٣٦ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى

لیٹے لیٹے ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کے بیان میں

٤٨٦٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَضَعَ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: يَرْفَعَ - الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى" زَادَ قُتَيْبَةُ: «وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے۔ موسی بن اسماعیل کی روایت میں أَنْ يَضَعَ کے الفاظ ہیں اور قتیبہ استاد نے يَرْفَعَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قتیبہ استاد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ

یہ ممانعت اس حالت میں ہے کہ جب آدمی پشت کے بل چت لیٹا ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢٠٩٩) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٦٦) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٦٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٩/٣)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے اس طرح چت لیٹنے سے منع کیا ہے کہ اس وقت ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھے، اور اسکے بعد والی روایت جو عم عباد یعنی عبد اللہ بن زید بن عاصم سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹے ہوئے دیکھا ہے، ان دونوں حدیثوں میں جمع اس طرح کیا گیا کہ منع اس صورت میں ہے جب انکشاف عورت کا احتمال ہو بایں طور کہ لباس بجائے سراویل کے ازار اور لنگی ہو، یا ازار وسیع اور غیر وسیع کا فرق ہو، اور اگر لباس پائجامہ ہے یا وسیع لنگی ہے جس میں کشف عورت کا احتمال نہیں اس میں کراہت بھی نہیں، یہ توجیہ تو خطابی وغیرہ شراح نے لکھی ہے، اور حضرت نے بذل میں توجیہ اس طرح بیان کی ہے کہ چت لیٹنے کے بعد پاؤں کو پاؤں پر رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں ٹانگیں مبسوط اور پھیلی ہوئی ہوں، اس صورت میں ایک کو دوسرے پر رکھنے سے کشف عورت نہیں ہوتا، لہٰذا حدیث میں ثبوت وہ اس صورت کا ہے، اور دوسری صورت یہ کہ ایک گھٹنا کھڑا کر کے اس پر دوسری ٹانگ رکھی جائے تو اس صورت میں اگر لنگی پہنے ہوئے ہو گا تو کشف عورت کا احتمال ہے، لہٰذا محمل نہی اسی صورت کو قرار دیا جائے [1]۔

٤٨٦٦ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، «أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا - قَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ - وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى».

ترجمہ: عباد بن تمیم اپنے چاچا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ چت لیٹے ہوئے تھے۔ قعنبی استاد نے فِي الْمَسْجِدِ کے لفظ کا اضافہ کیا۔ (یہ اضافہ نفیلی استاد نے نہیں کیا تھا) آپ ﷺ چت لیٹے ہوئے ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھے ہوئے تھے۔

٤٨٦٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ «كَانَا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان بھی اسی طرح چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ کے اوپر رکھ لیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٣) صحيح البخاري - اللباس (٥٦٢٤) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٢٩) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٠٠) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٦٥) سنن النسائي - المساجد (٧٢١) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٦) مسند أحمد -

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١١١

أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣٨/٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤١٨) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٥٦)

٣٧ - بَابٌ فِي نَقْلِ الْحَدِيثِ

(پوشیدہ) بات کو آگے کرنے (کی برائی) کے بیان میں

٤٨٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی جب دوسرے کو کوئی بات بتلائے اور دوران گفتگو دائیں بائیں دیکھ رہا ہو (کہ کوئی سن نہ لے) تو یہ بات امانت ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٥٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٠/٣)

شرح الحدیث: یعنی جب کسی شخص نے کوئی بات تم سے کہی اور بات کرتے وقت وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تو اس قسم کی بات امانت ہوتی ہے اس کو دوسرے سے نقل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بات کرتے وقت دائیں بائیں دیکھنا علامت ہے اس بات کے راز ہونے کی کہ کوئی ہماری بات سن تو نہیں رہا ہے، اور دوسرا مطلب ثُمَّ الْتَفَتَ کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے یعنی غاب وانصرف یعنی جب تم سے کوئی شخص بات کرکے چلا گیا تو اب اس کی یہ بات تمہارے پاس امانت ہے اس کو دوسری جگہ ذکر نہ کیا جائے۔

٤٨٦٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ أَخِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، أَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشورے کی مجلس امانت ہوتی ہیں (لہٰذا اس مشورہ کو لوگوں میں ظاہر نہیں کرنا چاہئے) مگر تین قسم کی مجلس ① وہ مجلس جس میں ناحق خون بہانے کے متعلق مشورہ ہو۔ ② وہ مجلس جس میں بدکاری کا مشورہ کیا گیا ہو۔ ③ وہ مجلس جس میں ناحق کسی کے مال پر قبضہ کرنے کے بارے میں مشورہ ہو۔ (تو ان تین مشوروں کو چھپانا جائز نہیں بلکہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ان کا اظہار واجب ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٦٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٣/٣)

شرح الحدیث: عن جابر مرفوعا: الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، أَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، یعنی عام ضابطہ یہ ہے کہ مجلس میں ہونے والی باتیں امانت ہوا کرتی ہیں ان کو دوسری جگہ جاکر نقل نہیں کرنا چاہئے لیکن اس سے تین طرح کی مجلسیں مستثنیٰ ہیں، ان مجالس کا اظہار صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے ایک وہ مجلس جس میں کسی کو

ناحق قتل کرنے کا مشورہ کیا گیا ہو، یا فرج حرام یعنی زناکاری کا مشورہ کیا گیا ہو، یا ناحق دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کے بارے میں مجلس ہوئی ہو، ان مجالس کی بات متعلقہ شخص سے ضرور کہہ دینی چاہیے۔

٤٨٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ: هُوَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے درجہ کی خیانت میں سے ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پاس تنہائی میں جائے اور عورت شوہر کے پاس تنہائی میں جائے پھر وہ اس راز کو لوگوں میں ظاہر کرے۔

تخریج: صحيح مسلم - النكاح (١٤٣٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٩/٣)

شرح الحدیث: من اعظم الأمانة ای من اعظم نقض الأمانة یعنی بڑے درجہ کی خیانت جس کا خیانت ہونا قیامت کے دن ظاہر ہو گا یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کے پاس جائے یعنی تنہائی میں اور پردہ میں اور پھر بعد میں کسی دوسری مجلس میں اس مجلس کا راز ظاہر کیا جائے، اس حدیث کے مضمون پر کتاب النکاح کے اخیر میں ایک مستقل ترجمۃ الباب گزر چکا بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذِكْرِ الرَّجُلِ مَا يَكُونُ مِنْ إِصَابَتِهِ أَهْلَهُ کا فی مفصل حدیث ہے فارجع الیہ لو شئت۔

٣٨ - بَابٌ فِي الْقَتَّاتِ

چغل خور کے بیان میں

٤٨٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٧٠٩) صحيح مسلم - الإيمان (١٠٥) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٢٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٢/٥)

شرح الحدیث: قتات یعنی نمام (چغل خور) کما فی البذل، اور ہامش بذل میں علامہ عینیؒ سے ان دونوں میں فرق نقل کیا ہے وہ یہ کہ نمام تو وہ شخص ہے جو اس مجلس کی بات نقل کرے جس میں وہ خود شریک ہو، اور قتات وہ شخص ہے جو کسی مجلس کی بات چپکے سے سن کر بغیر اس مجلس میں شرکت کے پھر دوسری جگہ نقل کرے، نیز جو شخص اہل مجلس سے چھپ کر یا لوگوں سے چھپ کر ان کی بات سنے خواہ دوسری جگہ نقل کرے یا نہ کرے اس کو بھی اہل لغت نے قتات کہا ہے کما فی البذل عن

القاموس ❶، حدیث الباب میں ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

٣٩ - بَابٌ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ

دو چہرے والے (دو غلے) شخص کے بیان میں

٤٨٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ لوگوں میں بدترین ہے وہ شخص جو دو چہرے والا ہو۔ جب ایک مجلس والوں کے پاس آئے تو ایک طرح سے بات کرے اور جب دوسری مجلس والوں کے پاس آئے تو دوسری طرح سے بات کرے (اس سے مراد منافق ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٣٠٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٧١١) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥٧) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٢٦) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٢٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٥/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٦٤)

٤٨٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا، كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ».

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو گا تو روز قیامت اس شخص کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٣) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧٦٤)

شرح الأحاديث: ذوالوجہین یعنی دو چہروں والا جس کو دو موتہا کہتے ہیں، جس کے پاس جائے اس کے موافق بات کرے، اور اس کے سامنے اس کے مخالف کی برائی کرے، تو چونکہ یہ شخص اپنے چہرے سے دو مختلف قسم کی باتیں ظاہر کر رہا ہے اس لحاظ سے ذوالوجہین ہوا اور اسی کو منافق کہتے ہیں اس کو حدیث الباب میں شر الناس کہا گیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا، كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ، جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو گا تو قیامت کے دن اس کی دو زبانیں ہوں گی آگ کی۔

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١١٥

٤٠ - بَابٌ فِي الْغِيبَةِ

غیبت کے بیان میں

٤٨٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالَ: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ» قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ «قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ».

ترجمة: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! غیبت کی کیا تعریف ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کیا گیا: اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو تو وہ غیبت کہلائے گی؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بھائی کے متعلق جو کہہ رہے ہو اگر وہ بات اس میں موجود ہے تب تو غیبت ہی ہے، ورنہ اگر وہ صفت تمہارے بھائی میں موجود نہیں تب تم نے اس پر بہتان باندھا۔

تخريج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٨٩) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٢٣٠) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧١٤)

شرح الحديث: باب کی پہلی حدیث میں غیبت کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، یعنی کسی شخص کا ذکر کسی کے سامنے اس طرح کرنا جو اس کو برا لگے، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر وہ برائی واقعی اس شخص میں ہو تو کیا تب بھی غیبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ صفت اس میں پائی جائے گی تب ہی تو تمہارا اس کو ذکر کرنا غیبت ہوگا ورنہ تمہارا اس کو ذکر کرنا اس پر بہتان ہوگا، حاشیۂ بذل [1] میں ہے: وبسط الكلام على الغيبة وما يباح من انواعها الشامي (ج٥ص ٢٨٩)۔ وقد وردت روايات معناها انه لا غيبة للفاسق المعلن، كذا فى اتحاف السادة (ج٤ ص ١١٧)، وفى "امداد المشتاق" ص ٦٤ للشيخ التهانوى عن شيخه ان المعصية على نوعين الباهى والجاهى والثانى اعظم، ولذا كبرا ثم ابليس على اثم آدم، ولذا قيل الغيبة اشد من الزنا اھ اور مولانا عبد الحئ لکھنوی کی تو اس پر مستقل تصنیف ہے زجر الشبان والشيبة عن ارتكاب الغيبة.

٤٨٧٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ: تَعْنِي قَصِيرَةً. فَقَالَ: «لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ» قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا، فَقَالَ: «مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١١٦

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کہ آپ کیلئے صفیہؓ کی یہی بات کافی ہے اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ مسدد کے علاوہ استاد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت صفیہؓ پستہ قد کی ہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی کہ اگر کڑوے سمندر میں اس بات کو ڈال دیا جائے تو تمہاری بات کی کڑواہٹ سارے سمندر کی کڑواہٹ پر غالب آجائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ کسی آدمی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس قدر مال بھی دیا جائے تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ میں کسی انسان کے عیب کی نقل اتاروں۔

تخریج: جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٥٠٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٩/٦)

شرح الحديث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سامنے یہ کہہ دیا کہ آپ کو توصفیہ کی بس ایک یہ صفت کافی ہے۔ غالباً ہاتھ کے اشارہ سے بتایا ان کا پستہ قد ہونا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق اس وقت تو نے اپنی زبان سے ایسا لفظ نکالا ہے اگر اس کو سمندر میں ملا دیا جائے یعنی اس کو کوئی مجسم شئی فرض کر کے تو وہ لفظ پورے سمندر پر غالب آجائے، یعنی اس کے سارے پانی کو گندہ اور خراب کر دے، قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا. فَقَالَ الخ نیز وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز آپ کے سامنے کسی آدمی کی کوئی بات اور صفت کی نقل اتاری، یعنی اسی طرح کر کے دکھلایا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو کسی انسان کی نقل اتارنا پسند نہیں اگرچہ مجھ کو اتنا اتنا مال دیا جائے، قال النووي ومن الغيبة المحاكاة بان يمشي متعارجا او مطأطأ رأسه، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محاکاۃ بھی غیبت ہے مثلاً کسی کا لنگڑاپن ظاہر کرنے کیلئے لنگڑا کر چلے یا مثلاً سر جھکا کر دوسرے کی نقل اتارنے میں۔

٤٨٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا نَوْفَلُ بْنُ مُسَاحِقٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ [1]».

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی میں زبان چلانا سود کی سب سے فحش ترین قسم ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٧٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٩٠/١)

شرح الحديث: إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، سعید بن زید سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی کیلئے زبان درازی کرنا ربا کی تمام قسموں میں بدترین قسم ہے حالانکہ ربا کے بارے میں ایک روایت میں یہ آیا

---

[1] ويؤخذ منه ان ما كان بحق فهو يجوز. قال العيني (ج ٤ ص ٢٢٠) ذكر الغزالي والنووي اباحة العلماء الغيبة في ستة مواضع فهل تباح للميتة ايضا ام لا. قلت الظاهر لا. لقوله عليه السلام كفوا عن مساويهم اه۔

ہے ان الربا سبعون بابا اھونھا ان ینکح الرجل امه [1]، یعنی ربا اور سود خوری کے ستر درجات ہیں جن میں سب سے ہلکا درجہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے۔

ربا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو احد المتعاقدین میں سے کسی ایک کو حاصل ہو بغیر کسی عوض کے، اور کسی کی ناحق آبروریزی کرنے میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے کہ اسکے مقابل نے تو اسکی آبروریزی کی نہیں اور یہ کر رہا ہے تو یہ اس کی آبروریزی خالی عن البدل ہے۔

٤٨٧٧ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، اسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَمِنَ الْكَبَائِرِ السَّبَّتَانِ بِالسَّبَّةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ رسول اکرم ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بلاوجہ بے عزتی یا توہین کرے اور کبیرہ گناہوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایک کے بدلے دو گالیاں دے۔

٤٨٧٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَأَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَا: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ بَقِيَّةَ، لَيْسَ فِيهِ أَنَسٌ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (شب معراج میں) جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو میرا ایسی جماعت پر گزر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن عثمان نے اسی حدیث کو بقیہ راوی سے ذکر کیا تو اس میں حضرت انسؓ کا واسطہ نہیں (تو گویا یہ روایت مرسل ہے)۔

شرح الحدیث: حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب مجھے آسمانوں پر لیجایا جارہا تھا تو میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن کے ذریعہ وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی ان کی

[1] عن عثمان قال: الربا سبعون باب أهونها مثل نكاح الرجل أمه (ابن عساكر وسنده صحيح) [كنز العمال ١٠١٠٢] أخرجه ابن عساكر ٢٢٠/٢١

غیبت کرتے تھے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔

۴۸۷۹- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِيسَى السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى.

ترجمہ: عیسی بن ابو عیسی سیلحینی نے ابو المغیرۃ سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے جس طرح ابن المصفی (مصنف کے استاد) نے پچھلی حدیث موصولا نقل کی۔

۴۸۸۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے مسلمان ہوئے ہیں اور ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا مسلمان کی غیبت مت کرو اور نہ ان کی عیوب کو تلاش کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کی عیب جوئی کرتا ہے تو اللہ پاک ایک آدمی کو مسلط کر دیتے ہیں جو اس کے عیوب کو ڈھونڈھتا ہے اور جس شخص کی عیب جوئی اللہ تعالی کریں تو اللہ پاک اس کو گھر بیٹھے رسوا کر دیتے ہیں

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۴۸۸۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴/۴۲۱) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴/۴۲۴)

شرح الحدیث: ابو برزہ الاسلمیؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ان لوگوں کی جماعت جو صرف زبان سے ایمان لائے ہیں اور ایمان ان کے قلب تک نہیں پہنچا مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور نہ ان کی عیب جوئی، اس لئے کہ جو مسلمانوں کی عیب جوئی کرتا ہے تو اللہ تعالی خود اسکی عیب جوئی کرتا ہے اور جس شخص کی عیب جوئی اللہ تعالی کرتا ہے تو اس کو اس کے گھر میں بیٹھے رسوا کر دیتا ہے حالانکہ گھر میں جو شخص رہتا ہے وہ بہت سی آفات سے سالم و محفوظ رہتا ہے۔

مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ میں اشارہ اس طرف ہے کہ مسلمانوں کی غیبت کرنا منافقین کا شعار ہے۔

۴۸۸۱- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَقَّاصِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أُكْلَةً فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت مستوردؓ نے وقاص کو حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو آدمی کسی مسلمان شخص (کی غیبت کرنے) کی وجہ سے کوئی لقمہ کھاتا ہے تو اللہ پاک اس کو جہنم کی آگ کا لقمہ کھلائیں گے، اور جو شخص کسی مسلمان کی وجہ سے کوئی

کپڑا پہنتا ہے تو اللہ پاک اس کے مثل جہنم کا کپڑا پہنائیں گے، اور جو شخص کسی مشہور شخصیت (جو اپنے مال یا مرتبہ کی وجہ سے شہرت رکھتا ہو) کی جگہ پر کھڑا ہو کر دکھاوے اور ریاکاری سے اپنے اندر نیکی اور تقوے کی صفات کا دعوے دار ہو اللہ پاک روز قیامت اس کو دکھاوا کرنے والوں اور ریاکار کی صفت میں کھڑا فرمائیں گے۔

تخريج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٨١) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٢٩)

شرح الحديث: یعنی جو شخص کسی مسلمان شخص کی وجہ سے کوئی لقمہ کھاتا ہے جس کی دو صورتیں ہیں یا اس کی ناحق تعریف کر کے اس کے دوست کے سامنے یا اسکی برائی بیان کر کے اس کے مخالف کے سامنے، جیسا کہ اختلافات کے زمانہ میں ایسا بہت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ کا لقمہ کھلائیں گے۔

وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، اس جملہ کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ کا تھا صرف یہ فرق ہے کہ وہاں طعام کا ذکر تھا یہاں لباس کا۔

وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اس جملہ کے مطلب میں دو احتمال ہیں اس لئے کہ بِرَجُلٍ میں "باء" سببیہ ہو گی یا تعدیہ کے لئے، اگر سببیہ ہے تو مطلب یہ ہو گا جو شخص کسی بڑے آدمی کی نسبت کے ذریعہ کسی اونچے مقام پر کھڑا ہو جو ریا اور شہرت کی جگہ ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ذلت کی جگہ کھڑا کریں گے قیامت کے دن، مثلاً اپنی نسبت کسی اونچے آدمی کی طرف بیان کر کے کہ میں فلاں عالم یا پیر کا بیٹا یا رشتہ دار ہوں لوگوں سے منافع حاصل کرنا چاہے، اور احتمال ثانی یعنی "باء" کے تعدیہ کیلئے ہونے کی صورت میں مطلب ہو گا کہ جو شخص کسی دوسرے کو کسی اونچے مقام پر کھڑا کرے یعنی اس کی تعریفوں کے پل باندھ کر کہ یہ چناں ہے چنیں ہے پہلے معنی کا خلاصہ ہوا کسی بڑے آدمی کو نسبت سے اپنے آپ کو بڑھانا چڑھانا اور دوسرے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے فائدہ کیلئے اور اپنی غرض پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے کو حد سے زیادہ بڑھانا اور چڑھانا، اور آج کل کی ایجادات کے اعتبار سے اس کی نظیر میں ٹیلی وژن کو پیش کیا جاسکتا ہے جس میں سمعہ وریاء دونوں پائے جاتے ہیں، چنانچہ اس زمانہ میں لوگ ٹیلی ویژنوں پر اس قسم کی حرکتیں بہت کرتے ہیں۔

٤٨٨٢ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ، وَعِرْضُهُ، وَدَمُهُ حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس مسلمان کا مال آبرو اور خون سب ہی حرام ہے۔ آدمی کے برا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

تخريج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٤) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٢٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٨٢) سنن ابن

ماجه - الزهد (۴۲۱۳)

شرح الحدیث: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ، وَعِرْضُهُ، وَدَمُهُ حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، ایک مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے آگے اس چیز کی تفسیر ہے یعنی اس کا مال بھی اور جان بھی اور آبرو بھی، یعنی ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کے مال یا اس کی جان یا آبرو ان میں سے کسی کو بھی ٹھیس پہنچانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعاً حرام اور ممنوع ہے، ہم کو کوئی حق نہیں ہے کہ ہم کسی مسلمان کے مال یا جان کی طرف دست درازی کریں، یا کسی بھی طرح اس کی آبروریزی کریں، اور جو شخص اس قانون الٰہی کی خلاف ورزی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔ عیاذاً باللہ تعالیٰ۔

آگے حدیث میں ہے: آدمی کے شر یعنی اس کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے، اللہ تعالیٰ شانہ ہم سب کی ان برائیوں سے حفاظت فرمائے، آمین۔

۴۱ - بَابُ مَنْ رَدَّ عَنْ مُسْلِمٍ غِيبَةً

کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی طرف سے مدافعت کرنے کے بیان میں

یعنی کسی کی طرف سے مدافعت کرنے اور اس کی آبرو کی حفاظت کرنے میں جو اجر و ثواب ہے اس کا بیان۔

۴۸۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَحْيَى الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ، أُرَاهُ قَالَ: بَعَثَ اللهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَمَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيدُ شَيْنَهُ بِهِ، حَبَسَهُ اللهُ عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ".

ترجمہ: حضرت معاذ بن انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کسی مؤمن کی کسی منافق سے حفاظت کرے...... میرے خیال میں یوں فرمایا...... اللہ پاک اس شخص کیلئے ایسا فرشتہ مقرر فرمادیں گے جو روز قیامت اس کے گوشت کو جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر غلط تہمت لگائے...... اس سے مراد اس کی عیب جوئی کرنا ہے...... اللہ پاک روز قیامت اس کو جہنم کے پل پر روک لیں گے یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات کے وبال سے نجات پا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۴۸۸۳) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۴۱/۳)

شرح الحدیث: مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ، جو شخص حفاظت کرے کسی مسلمان کی منافق سے اسکی زبان سے یا ہاتھ سے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کیلئے ایسا فرشتہ مقرر فرمادیتے ہیں جو بروز قیامت اسکے بدن کو جہنم کی آگ سے بچائے گا، اور جو شخص منسوب کرے کسی مسلمان کی طرف کوئی ایسی شئ جس سے اس کا مقصود اس کو عیب لگانا ہو تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جہنم

کے پل پر روک لیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے قول کے وبال سے چھٹکارا پائے یعنی اس قول کے گناہ سے باہر آئے، جس کی تین صورتیں لکھیں ہیں بإرضاء خصمہ، یعنی اس کے خصم کو راضی کر دیا جائے، یا کسی کی سفارش کے ذریعہ، أو بتعذیبہ بقدر ذنبہ، یعنی اس کو اس کے قصور اور گناہ کے بقدر عذاب دیئے جانے کے بعد۔

٤٨٨٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، وَأَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولَانِ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، إِلَّا خَذَلَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ، إِلَّا نَصَرَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ» قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُقْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، هَذَا هُوَ ابْنُ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ بَشِيرٍ مَوْلَى بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قِيلَ: عُتْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ مَوْضِعَ عُقْبَةَ".

ترجمہ: اسماعیل بن بشیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت ابو طلحہ بن سہل الانصاریؓ کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مدد نہیں کرتا ایسے وقت میں جب اسکی حرمت ختم کی جارہی ہو اور اس کی عزت پر عیب لگ رہا ہو مگر اللہ پاک اس شخص کو ایسے وقت میں رسوا فرمائیں گے (دنیا یا آخرت میں) جب وہ چاہتا ہوگا کہ میری مدد کی جائے...... اور جو شخص کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے ایسے موقعہ پر جہاں اس کی عزت کم کی جارہی ہو اور اس کے احترام کو ختم کیا جارہا ہو تو اللہ پاک اس شخص کی نصرت فرمائیں گے ایسے موقعہ پر جہاں وہ اپنی نصرت چاہتا ہوگا...... یحیی بن سلیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر اور عقبہ بن شداد نے سنائی۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ یہ یحیی بن سلیم زید بن حارثہؓ کے بیٹے ہیں (جو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے آزاد کردہ غلام تھے)...... اور اسماعیل بن بشیر بنی مغالہ کے آزاد کردہ غلام ہیں...... بعض حضرات نے عقبہ بن شداد کے بجائے عتبہ بن شداد ذکر کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٨٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٣٠)

شرح الحدیث: مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ الخ۔ یخذل خذلان سے ہے جس کے معنی ہیں ترک نصرت عند الحاجۃ، یعنی جو شخص کسی مسلمان کی طرف سے منہ پھیرے گا اس کے کام نہیں آئے گا اس کی نصرت نہیں کرے گا ایسے مقام میں جس میں اس کی ہتک حرمت کی جارہی ہو اور اس کی عزت کو گھٹایا جارہا ہو، تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی معاملہ فرماتے ہیں کہ اس کی نصرت نہیں فرمائیں گے ایسے مقام میں جس میں وہ اپنی نصرت چاہتا ہوگا، اور اس کے بالمقابل جو شخص کسی مسلمان کی نصرت کرتا ہے ایسے مقام میں جہاں اس کی عزت گھٹائی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نصرت فرماتے ہیں ایسے مقام میں جس میں وہ اپنی نصرت چاہتا ہوگا۔

٤٢ - بَابُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ غِيبَةٌ

اس بیان میں کہ جن افراد کی غیبت غیبت شمار نہیں ہوتی

٤٨٨٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجُشَمِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ، ثُمَّ عَقَلَهَا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَقُولُونَ هُوَ أَضَلُّ، أَمْ بَعِيرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ؟» قَالُوا: بَلَى.

ترجمۃ: حضرت جندبؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی حاضر ہوئے انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا پھر رسی سے اس کے پاؤں کو باندھا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو وہ اپنی سواری پر واپس لوٹے اور اس کی رسی کو کھولا پھر سوار ہو گئے اور با آواز بلند کہا کہ اے اللہ! مجھ پر اور حضور ﷺ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ فرما۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے خیال میں یہ شخص زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ؟ (کیونکہ اس نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا) کیا تم نے اس کی بات نہیں سنی؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں سن لی۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٤٨٨٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٢/٤)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الصلاۃ میں گزر چکی، اس حدیث پر بعض نسخوں میں باب باندھا ہے بَابُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ غِيبَةٌ اور یہ ترجمہ ہے بھی اس حدیث کے مناسب [1]، بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے منقول ہے: قوله: وهو أضل أم بعيره، فيه دلالة على أن إظهار العيب لإظهار الحق، ودلالة الناس على الهدى غير منهي عنه فمن اقتدى به الناس، وهو غير متأهل لذلك وجب عليهم كافة إظهار معائبه والتشنيع على مثالبه لئلا تفتتن الخليقة به [2]، یعنی جو شخص لوگوں کا مقتدیٰ بن کر بیٹھ جائے اور لوگ بھی اس کا اتباع کرنے لگیں حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس کے احوال کا لوگوں پر ظاہر کرنا مخلوق کو فتنہ سے بچانے کے لئے ضروری ہے۔

---

[1] محمد محيي الدين عبد الحميد کے نسخہ میں یہ ترجمۃ الباب موجود ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٢٦

٤٣ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحِلُّ الرَّجُلَ قَدِ اغْتَابَهُ

اس شخص کے بیان میں جو اسکی غیبت کرنے والوں کو معاف کر دے

٤٨٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَيْغَمٍ أَوْ ضَمْضَمٍ - شَكَّ ابْنُ عُبَيْدٍ -، كَانَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِعِرْضِي عَلَى عِبَادِكَ".

ترجمہ: حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ کیا تم ابو ضیغم یا ابو ضمضم کی طرح نہیں ہو سکتے...... یہاں محمد بن عبید کو نام میں شبہ ہے...... (کیونکہ) جب صبح ہوتی ہے تو وہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں نے اپنی عزت تیرے بندوں کیلئے صدقہ کر دی ہے (یعنی جن لوگوں نے میری کوئی ہتک یا بے عزتی کی ہو میں نے انہیں معاف کر دیا ہے)۔

٤٨٨٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَمْضَمٍ؟» قَالُوا: وَمَنْ أَبُو ضَمْضَمٍ؟ قَالَ: «رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ» بِمَعْنَاهُ قَالَ: «عِرْضِي لِمَنْ شَتَمَنِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْعَمِّيِّ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ حَمَّادٍ أَصَحُّ.

ترجمہ: عبد الرحمن بن عجلان سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ہے کہ وہ ابو ضمضم کی طرح ہو جائے؟ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ ابو ضمضم کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک آدمی گزرا ہے اور سابقہ حدیث کے ہم معنی بیان کیا اور فرمایا جن لوگوں نے میری کوئی ہتک یا بے عزتی کی ہو میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔

شرح الحدیث: یہاں [1] حاشیہ پر ایک باب ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحِلُّ الرَّجُلَ قَدِ اغْتَابَهُ اور اس کے تحت یہ حدیث مذکور ہے عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَيْغَمٍ أَوْ ضَمْضَمٍ - شَكَّ ابْنُ عُبَيْدٍ -، كَانَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِعِرْضِي عَلَى عِبَادِكَ"، اور اس کے بعد ایک دوسری روایت مرفوعاً ہے «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَمْضَمٍ؟» قَالُوا: وَمَنْ أَبُو ضَمْضَمٍ؟ قَالَ: «رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ» بِمَعْنَاهُ قَالَ: «عِرْضِي لِمَنْ شَتَمَنِي»، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ابو ضمضم کی طرح ہو جائے، صحابہ نے عرض کیا، کون ابو ضمضم؟ آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ امتوں میں ایک شخص تھا جس کا معمول یہ تھا کہ روزانہ صبح کے وقت یہ کہا کرتا: اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِعِرْضِي عَلَى عِبَادِكَ، اور ایک روایت میں ہے قَدْ تَصَدَّقْتُ عِرْضِي لِمَنْ شَتَمَنِي، کہ اے اللہ میں اپنی عزت اور آبرو کو تیرے

---

[1] بذل المجهود میں یہ حدیث بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ کے بعد اور بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ سے پہلے ہے۔ محمد محيي الدين عبد الحميد کے نسخہ میں یہ ترجمۃ الباب متن میں موجود ہے۔

بندوں پر صدقہ کرتا ہوں، یعنی ان کو گناہوں سے بچانے کیلئے تاکہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ میری وجہ سے گنہگار نہ ہو۔
اس حدیث کے لکھنے کے وقت میرے ذہن میں یہ آیت کریمہ آئی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ [1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں اور حکم دے رہے ہیں کہ لوگوں کی عادات میں سے عفو اور درگزر کی خصلت کو اختیار کرو۔

٤٤- بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ

عیب جوئی کی ممانعت کے بیان میں

یعنی دوسروں کی عیب جوئی اور اسکے بارے میں جو وعید وارد ہے۔

٤٨٨٨- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ» فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: «كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللهِ نَفَعَهُ اللهُ تَعَالَى بِهَا».

ترجمہ: حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اگر تم لوگوں کے پوشیدہ عیوب کے پیچھے پڑوگے تو ان کو خراب کر ڈالوگے...... یا فرمایا کہ قریب ہے کہ خراب کر دوگے...... حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کی حضرت معاویہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جملہ سنا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جملہ سے فائدہ پہنچایا۔

شرح الحدیث: حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اگر تو لوگوں کے پوشیدہ عیوب اور ان کے رازہائے سربستہ کے درپے ہو گا ان کی کھود کرید کرے گا تو بجائے اصلاح کے تو ان کو خراب کر دے گا، کیونکہ وہ اس صورت میں مجبور ہو کر جرأت کر کے اور زیادہ وہ کام کھل کر کرنے لگیں گے جن پر ٹوکا جارہا [2] تھا، حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی تھی انہوں نے اسپر عمل کیا اور ان کے بہت کام آئی یعنی ایام خلافت میں۔

٤٨٨٩- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، وَكَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَأَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ».

ترجمہ: ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاکم جب لوگوں میں بدگمانی کو تلاش کرتا ہے تو وہ ان کو

---

[1] عادت کر درگزر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے (سورۃ الأعراف ١٩٩)

[2] کیونکہ پہلے تو یہ سمجھتے تھے کہ ہماری ان حرکتوں کی کسی کو خبر نہیں اس لئے ان کاموں کو چھپ کر کرتے تھے، اور جب یہ دیکھیں گے کہ ان کی تو سب کو خبر ہو ہی گئی تو اب چھپ کر کرنے سے کیا فائدہ کھل کر ہی کریں۔

مزید خراب کر دیتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٨٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤)

شرح الحدیث: إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ - یہ حدیث مرفوع جو متعدد صحابہ سے مروی ہے جبیر بن نفیر، کثیر بن مرہ عمرو بن الاسود، مقداد بن معد یکرب، ابو امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اسکا مطلب اور اوپر والی حدیث کا ایک ہی ہے یعنی جو حاکم اور امیر اپنے ماتحتوں کے ساتھ تہمت اور بدگمانی کا معاملہ کرتا ہے اور تصریح کے ساتھ ان کو ٹوکتا ہے تو یہ سمجھئے کہ وہ ان کو مزید خراب کر رہا ہے علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مقصود امام کو ترغیب دینا ہے تغافل کی اور لوگوں کے عیوب کے ترک تتبع کی یعنی ہر بات اور ہر کوتاہی پر لوگوں کی گرفت نہیں ہونی چاہئے مصلحۃً بہت سی باتوں کو در گزر اور نظر انداز بھی کرنا چاہیے۔

٤٨٩٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أُتِيَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقِيلَ هَذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: «إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلَكِنْ إِنْ يَظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذْ بِهِ».

ترجمہ: حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کے سامنے ایک شخص لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ فلان ہے اسکی ڈاڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہمیں لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں لگنے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو اس ظاہری شئی پر حکم لگائیں گے۔

شرح الحدیث: کسی نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ فلاں شخص کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے مطلب یہ تھا کہ اسکو بلا کر تحقیق کی جائے، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تجسس سے منع کیا گیا ہے کوئی چیز ہمارے سامنے آئیگی مسئلہ بن کر تو اس کو لیں گے۔

٤٥ - بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

مسلمانوں کی پردہ پوشی کے بیان میں

٤٨٩١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُودَةً».

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی چھپا ہوا عیب دیکھا پس اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسا ہے کہ اس نے زندہ درگور بچی کو نئی زندگی عطا کی۔

شرح الحدیث: مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُودَةً، یعنی جو شخص کسی مسلمان میں کوئی عیب پوشیدہ دیکھ لے اور اس کے بعد پھر اس نے اس کو پوشیدہ رکھا لوگوں پر ظاہر نہیں کیا تو اسکا یہ فعل اس شخص کے مشابہ ہے جو زندہ درگور کردہ بچی

کو زندہ کرے (اسکو قبر سے نکال کر یا والدین کو دفن کرنے سے روک کر)۔

٤٨٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْهَيْثَمِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ دُخَيْنًا كَاتِبَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ لَنَا جِيرَانٌ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فَنَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: إِنَّ جِيرَانَنَا هَؤُلَاءِ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَإِنِّي نَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ، فَقَالَ: دَعْهُمْ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى عُقْبَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَقُلْتُ: إِنَّ جِيرَانَنَا قَدْ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ، قَالَ: وَيْحَكَ دَعْهُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسْلِمٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ لَيْثٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ عِظْهُمْ وَتَهَدَّدْهُمْ.

ترجمہ: حضرت کعب بن علقمہؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوالہیثمؒ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دخین عامر الحجری سے سنا...... یہ دخین (حضرت معاویہؓ کی جانب سے مقرر کردہ مصر کے گورنر) عقبہ بن عامر کے کاتب (میر منشی) تھے...... دخین کہتے ہیں کہ ہمارے کچھ پڑوسی شراب پیتے تھے میں نے ان کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے تو میں نے (مصر کے گورنر) عقبہ بن عامر سے کہا کہ ہمارے کچھ پڑوسی شراب نوشی کرتے ہیں اور میں نے ان کو منع کیا لیکن وہ باز نہیں آئے میں ان کیلئے سپاہیوں کو بلا کر لاتا ہوں، تو حضرت عقبہ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پھر دوسری مرتبہ میں نے عقبہ بن عامر سے ان کی دوبارہ شکایت کی اور میں نے کہا کہ ہمارے پڑوسی شراب نوشی سے باز نہیں آتے اور میں ان کیلئے سپاہیوں کو بلاتا ہوں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو ان کو چھوڑ دے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے پھر انہوں نے مسلم بن ابراہیم والی حدیث ذکر کی۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ ایسا مت کر بلکہ ان کو وعظ و نصیحت کر و اور ڈراؤ۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٧/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٨/٤)

شرح الحدیث: ابوالہیثم کہتے ہیں کہ میں نے دخین بن عامر الحجری سے سنا جو کہ عقبہ بن عامر امیر بصرہ کے میر منشی تھے وہ یعنی دخین کہتے تھے کہ میرے کچھ پڑوسی تھے جو شراب پینے کے عادی تھے میں ان کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتے تھے، میں نے عقبہ بن عامر سے ان کی شکایت کی اور یہ کہا کہ میں ان کیلئے شرطی (سپاہی) کو بلا کر لاتا ہوں، انہوں نے فرمایا چھوڑ دے انکو، کچھ دن بعد پھر میں نے ان سے انکی شکایت کی اور یہی کہا کہ شرطی کو بلا کر لاتا ہوں، تو انہوں نے دوبارہ بھی مجھ کو منع کر دیا اور فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اور اوپر والی حدیث ذکر کی، اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسا مت کرو بلکہ ان کو سمجھا دے اور ڈرا دے۔

٤٦۔ بَابُ الْمُؤَاخَاةِ

اخوت وبھائی چارہ کے بیان میں

٤٨٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ فَإِنَّ اللهَ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو دوسرے کے ظلم میں پھنساتا ہے۔ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روی کرتا ہے اللہ پاک اسکی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں اور جو کسی مسلمان بھائی سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ پاک اسکے بدلہ روز قیامت کی تکلیفوں میں سے اسکی تکلیف کو دور فرمائیں گے۔ جو کسی مسلمان پر اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ پاک روز قیامت اس کے گناہوں پر پردہ پوشی فرمائیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣١٠) صحيح البخاري - الإكراه (٦٥٥١) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٨٠) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٨/٢)

شرح الحدیث: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے دینی اور اسلامی اخوت مراد ہے نہ ایک دوسرے پر ظلم کرے اور نہ اس کو کسی مصیبت میں پھانسے، اور جو اپنے بھائی کے کام میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی حاجت روائی فرماتے ہیں، اور جو کسی مسلمان سے اسکی بے چینی اور پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی بے چینیوں میں سے ایک بے چینی اس سے دور کرتے ہیں، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرمائیں گے وَلَا يُسْلِمُهُ میں ہمزہ سلب کے لئے ہے، اس لئے معنی سلب حفاظت یعنی مصیبت میں ڈالنا ہوا، واللہ اعلم۔

٤٧۔ بَابُ الْمُسْتَبَّانِ

گالی گلوچ کرنے والے کے بیان میں

ایک نسخہ میں ہے "باب الاستباب" اور دوسرے نسخہ میں ہے "باب فی السباب"۔

٤٨٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کر رہے ہیں کہ باہم گالم گلوچ کرنے والے جو کچھ گالیاں دیں تو اس گالم گلوچ کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

تخریج صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٨٧) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٨١) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٥)۔

شرح الحدیث اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ، استباب یعنی ایک کا دوسرے کو گالی دینا جانبین سے، تو اس صورت کا حکم حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس گالی گلوچ کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہوگا جس نے گالی دینے میں پہل کی ہے مگر اس میں ایک قید ہے مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ، مظلوم سے مراد جسکو گالی دی گئی شروع میں یعنی بشرطیکہ مظلوم نے اعتداء نہ کیا ہو اس کا عدم اعتداء یہ ہے کہ جس طرح اس کو ایک بار گالی دی گئی ہے وہ بھی ایک بار بدلہ میں گالی دے لے، تو اگر اسی طرح ایک گالی کا تقابل ایک سے ہوتا رہا تو جب تک یہ سلسلہ چلے گا تو پہل کرنے والے پر اس کا گناہ ہوگا لیکن اگر مظلوم نے اعتداء کیا ایک گالی کے جواب میں دو گالیاں دیں تو اس کا حکم یہ نہیں ہوگا بلکہ اس صورت میں دونوں گناہ میں مشترک رہیں گے۔

٤٨ - بَابٌ فِي التَّوَاضُعِ

تواضع اور انکساری کے بیان میں

تواضع کی حقیقت اور اس کی تعریف: تواضع کی تعریف بذل میں "لمعات" سے یہ نقل کی ہے: هو التوسط بين الكبر والضعة، والكبر هو رفع النفس إلى ما هو فوق مرتبتها والتواضع وقوفها في مقامها مرتبتها[1]، یعنی تواضع اس درمیانی حالت کا نام ہے جو کبر اور ضعۃ کے بیچ میں ہے یعنی اپنے آپ کو اپنے مرتبہ میں رکھنا نہ اس سے اوپر چڑھنا اور نہ اس سے[2] نیچے اترنا، حضرت شیخؒ نے شمائل کی شرح خصائل میں بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے شروع میں لکھا ہے صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقت تواضع تجلی شہود کے دوام کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اھ[3]۔

٤٨٩٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ».

---

(1) بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٣٤

(2) اوپر چڑھنا کبر ہے اور نیچے اترنا ضعۃ ہے۔

(3) شمائل ترمذی مع خصائل نبوی ﷺ - ص ٢٥٩

ترجمہ: عیاض بن حمار کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھ پر یہ وحی نازل فرمائی کہ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنی شان کو بڑھائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٥) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٧٩)

شرح الحديث: إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے کہ تواضع اختیار کرو (یعنی ہر شخص اپنے آپ کو اپنے مقام اور مرتبہ میں رکھے) تاکہ کوئی ایک دوسرے پر نہ ظلم اور زیادتی کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے پر فخر کرے، حدیث میں گویا تواضع کا ثمرہ اور اس کا نتیجہ ذکر کیا گیا ہے کہ تواضع کی وجہ سے آدمی کے اندر یہ صفت پیدا ہوتی ہے اسی لئے مشہور ہے کہ آپس کا اتفاق تواضع پر موقوف ہے اگر کسی جماعت کے تمام افراد میں صفت تواضع پائی جائے گی اور ہر ایک اپنے مقام اور مرتبہ پر رہے گا تو آپس میں کسی کی بھی حق تلفی اور دوسرے پر زیادتی نہیں پائی جائے گی ہر ایک کو اس کا حق پہنچتا رہے گا اور ایک کو دوسرے سے شکایت ہوگی اور تواضع کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھے، اور حقیر سمجھنا بھی گو بعض لحاظ سے درست ہے لیکن وہ حقیقت تواضع میں داخل نہیں وہ الگ ایک دوسری حالت ہے جو انجام پر نظر کرنے کے اعتبار سے آدمی میں پائی جاسکتی ہے اس لئے کہ اپنے انجام کی کسی کو خبر نہیں ہے تو اس حیثیت سے اگر کوئی اپنے آپ کو دوسرں سے حقیر سمجھے تو سو وہ امر آخر ہے سالکین پر بعض اوقات جب قبض کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس وقت وہ اپنے آپ کو جانور (کلب وخنزیر) سے بھی زیادہ بدتر سمجھنے لگتے ہیں۔

٤٩ ـ بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ

انتقام (بدلہ) لینے کے بیان میں

انتصار کے معنی ہیں انتقام، جو جائز ہے بقدر ظلم کے، لیکن احسن عفو ہے (بذل [1])

٤٨٩٦ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ الْمُحَرَّرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَعَ رَجُلٌ بِأَبِي بَكْرٍ، فَآذَاهُ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ آذَاهُ الثَّانِيَةَ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ آذَاهُ الثَّالِثَةَ، فَانْتَصَرَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ حِينَ انْتَصَرَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوَجَدْتَ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَزَلَ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يُكَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ. فَلَمَّا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٣٥

انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّيْطَانُ».

ترجمہ: سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو برا بھلا کہا اور آپ کو تکلیف پہنچائی لیکن ابو بکرؓ خاموش رہے پھر دوسری مرتبہ اس نے تکلیف پہنچائی پھر حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ اس نے تکلیف پہنچائی تو ابو بکرؓ نے اس سے بدلہ لیا تو جناب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے جب حضرت ابو بکرؓ نے بدلہ لیا تو ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ مجھ سے نارض ہو گئے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا جو اس شخص کی باتوں کا جواب دے رہا تھا پھر جب تم نے بدلہ لیا تو درمیان میں شیطان آ گیا تو شیطان کے آنے کے بعد میں اس جگہ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

٤٨٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَسَاقَ نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، كَمَا قَالَ سُفْيَانُ.

ترجمہ: سعید بن ابی سعیدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا کہ ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اس کے بعد گزشتہ حدیث کا مضمون نقل کیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ صفوان بن عیسی نے ابن عجلان سے اسی طرح روایت کی ہے جیسا کہ سفیان راوی نے حدیث کو نقل کیا ہے (گویا کہ باب کی پہلی حدیث سعید بن مسیبؒ سے مرسلاً مروی ہے۔ امام ابو داودؒ دوسری حدیث کو نقل کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ سعید بن ابی سعید سے یہ روایت موصولاً بھی مروی ہے اور صفوان بن عیسی کی روایت اس کے موصول ہونے کی مؤید ہے۔)

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٦)

شرح الأحادیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے جس میں صدیق اکبرؓ بھی تھے تو ایک شخص نے صدیق اکبرؓ کو برا کہا اور زیادتی کی جس سے ان کو تکلیف پہنچی لیکن وہ خاموش رہے، دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا اس نے برا کہا تو وہ خاموش رہے، لیکن تیسری مرتبہ میں صدیق اکبرؓ نے اس کی گالی کا جواب دیا، اس پر حضور ﷺ اس مجلس سے اٹھ گئے، صدیق اکبرؓ نے اس پر آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا جو اس برا کہنے والے کی تردید اور تکذیب کر رہا تھا، پھر جب تم نے اسکی گالی کا جواب دیا اور انتقام لیا تو وہاں بیچ میں شیطان واقع ہو گیا، شیطان کے واقع ہونے کے بعد میرے لئے وہاں بیٹھنا مناسب نہ تھا۔

٤٨٩٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كُنْتُ أَسْأَلُ عَنِ الِانْتِصَارِ ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ﴾

نحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ، امْرَأَةِ أَبِيهِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَزَعَمُوا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَجَعَلَ يَصْنَعُ شَيْئًا بِيَدِهِ، فَقُلْتُ بِيَدِهِ، حَتَّى فَطَّنْتُهُ لَهَا، فَأَمْسَكَ، وَأَقْبَلَتْ زَيْنَبُ تَقَحَّمُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَنَهَاهَا، فَأَبَتْ أَنْ تَنْتَهِيَ، فَقَالَ لِعَائِشَةَ: «سُبِّيهَا» فَسَبَّتْهَا، فَغَلَبَتْهَا، فَانْطَلَقَتْ زَيْنَبُ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَقَعَتْ بِكُمْ، وَفَعَلَتْ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا: «إِنَّهَا حِبَّةُ أَبِيكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ» فَانْصَرَفَتْ، فَقَالَتْ لَهُمْ: إِنِّي قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، قَالَ: وَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ فِي ذَلِكَ.

ترجمہ: ابن عون کہتے ہیں کہ میں انتقام لینے کے متعلق دریافت کر رہا تھا اور اللہ پاک کے فرمان وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ [1] کے متعلق پوچھ رہا تھا تو علی بن زید بن جدعان نے ام محمد سے جو کہ انکے والد کی بیوی ہیں (یعنی سوتیلی والدہ) سے نقل کیا..... ابن عون کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ام محمد حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ کی خدمت میں جایا کرتی تھی ..... انہوں نے بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے اور اس وقت زینب بنت جحشؓ بھی موجود تھیں تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کچھ کرنا چاہا (یعنی شوہر بیوی کے درمیان ہونے والا کام ہاتھ سے چھونا وغیرہ) تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو حضرت زینبؓ کی موجودگی سمجھادی پس آپ ﷺ رک گئے..... اور حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ کو برا بھلا کہنے لگیں تو حضور ﷺ نے منع فرمایا لیکن وہ نہ مانیں تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ان کی بات کا جواب دو تو حضرت عائشہؓ نے حضرت زینبؓ کو جواب دیا اور ان کو ہرادیا پس حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ حضرت عائشہؓ بنی ہاشم کو برا بھلا کہہ رہی ہیں پس حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور آکر حضرت عائشہؓ کی شکایت کرنے لگیں) تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم عائشہؓ تمہارے باپ کی محبوبہ ہے یہ سنکر حضرت فاطمہؓ واپس لوٹ گی پس حضرت فاطمہؓ نے بنو ہاشم سے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے بات کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے یہ جواب دیا (پس میں اس کے بعد کوئی اور بات نہ کر سکی) راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس جھگڑے کے متعلق آپ ﷺ سے گفتگو کی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٣٠)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضور ﷺ میرے پاس گھر میں تشریف لائے اسوقت اتفاق سے میرے پاس گھر میں زینب بنت جحشؓ پہلے سے موجود تھیں (جسکا علم حضور ﷺ کو نہ تھا) تو

---

[1] اور جو کوئی بدلہ لے اپنے مظلوم ہونے کے بعد سوان پر بھی نہیں کچھ الزام (سورۃ الشوریٰ ٤١)

آپ ﷺ اپنا دست مبارک میری طرف بڑھا کر کچھ کرنے لگے یعنی چھونا وغیرہ جو زوجین میں ہوتا ہے میں نے ہاتھ کے اشارہ سے زینبؓ کا ہونا آپکو سمجھا دیا آپ رک گئے، زینب سمجھ گئی میرے اشارہ کو اور ان کو اس پر ناگواری ہوئی یہاں تک کہ عائشہ کو برا بھلا کہنے لگیں حضور ﷺ نے منع بھی کیا ان کو مگر وہ رکی نہیں کہتی ہی رہیں، اس پر حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اچھا تم بھی اس کا جواب دو، حضرت عائشہؓ کی فصاحت وبلاغت کا کیا کہنا جب انہوں نے کہنا شروع کیا تو زینبؓ کو مات دیدی، پھر زینبؓ وہاں نہیں ٹھہریں اور سیدھی حضرت علیؓ کے پاس پہنچیں اور ان سے جاکر حضرت عائشہؓ کی شکایت کی کہ وہ تم سب کو یعنی بنو ہاشم کو برا بھلا کہہ رہی ہے حضرت عائشہؓ ہاشمیہ نہیں تھیں، اور حضرت زینبؓ اپنی ماں کی طرف سے ہاشمیہ تھیں کہ وہ صفیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں، اس لئے بات خاندان پر آکر پڑ گئی، حضرت علیؓ اور فاطمہؓ دونوں کو یہ بات بری معلوم ہوئی، چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کے پاس آئیں، آپ نے ان کو ایک مختصر سا جملہ فرمایا: إِنَّهَا حِبَّةُ أَبِيكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ میری چہیتی ہے (پھر میں اس کو کیا کہوں) یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور واپس جاکر اپنے گھر والوں سے یہی بات نقل کر دی کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا مگر انہوں نے یہ جواب دیا اس کے بعد حضرت علیؓ آپ کے پاس آئے اور آپ سے اسی بارے میں گفتگو کی۔

دو متعارض قصوں میں تطبیق و توجیہ: مصنف نے اس بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ میں یہ دو مختلف قصے ذکر فرمائے ہیں، پہلے قصہ کا تعلق صدیق اکبرؓ سے تھا اور اس کے دوسرے کا ان کی بیٹی عائشہؓ سے، دونوں قصوں میں بون بعید ہے جیسا کہ ظاہر ہے پہلے قصہ میں آپ ﷺ کو انتصار پر ناگواری ہوئی تھی اور یہاں اس دوسرے قصہ میں خود اس کا امر فرمایا، اس کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں، ایک یہ کہ صدیق اکبرؓ کی شان بہت اعلیٰ وارفع تھی عائشہؓ کا وہ مقام نہیں تھا اس لئے دونوں قصوں کا حکم الگ الگ ہے، ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مقصود دونوں جگہ ایک ہی ہے یعنی دفع فتنہ، پہلے قصہ میں اس کا دفعیہ زیادہ بہتر سکوت میں تھا اور یہاں اس کا دفعیہ انتصار ہی میں تھا، اور یا یہ کہا جائے کہ صدیق اکبرؓ کے قصہ میں جوابی کاروائی کرنے والا فرشتہ تھا، اور جس سے انتقام لیا جارہا تھا وہ کوئی اجنبی شخص تھا، اور اس دوسرے قصہ میں دونوں طرف اپنی ہی عزیزات تھیں، اس لئے یہاں جواب ملک کو پسند نہیں کیا گیا کہ وہ بھی اپنی ہی ہیں، اور یا یہ کہا جائے کہ دوسرے قصہ میں زینبؓ کا ایراد عائشہؓ سے لوٹ کر حضور ﷺ کی طرف آتا تھا، اور آپ ﷺ کی طرف سے مدافعت ہر مسلم پر واجب ہے، اور ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری روایت سنداً ضعیف ہے محدثین نے اس پر کلام کیا ہے قال المنذري فيه علي بن زيد بن جدعان لا يحتج بحديثه، وام محمد مجهولة۔

٥٠ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الْمَوْتَىٰ

مُردوں کو برا بھلا [1] کہنے کی ممانعت بیان میں

۴۸۹۹ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے کسی ساتھی کا انتقال ہو جائے تو اس کی برائیوں کو مت ذکر کرو اور اس کے اندر عیوب مت تلاش کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٣٢٩) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٥١) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٩٥) سنن النسائي - الجنائز (١٩٣٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٨٩٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ١٨٠) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٦٠) سنن الدارمي - السير (٢٥١١)

شرح الحديث: إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ، یعنی جب تمہارا کوئی عزیز یا ساتھی مر جائے تو اس کو چھوڑو یعنی برائی کے ساتھ اس کا ذکر کرنا وَلَا تَقَعُوا فِيهِ یہ جملہ ثانیہ اولیٰ کی تفسیر کر رہا ہے اور ترجمۃ الباب بھی مصنف کا یہی ہے کہ مرنے والے کا برائی سے ذکر نہیں کرنا چاہئے، یہ روایت ترمذی میں بھی ہے کتاب المناقب میں بَابٌ فِي فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور اس کے لفظ یہ ہیں خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ [2]، اور اس کے حاشیہ میں "صاحب" کے مصداق میں دو قول لکھے ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں، میرا انتقال ہو جائے تو میرے فراق میں زیادہ غمگین نہ ہونا کہ ہر وقت مجھے یاد کرتے رہو بلکہ اپنے کام میں لگو، اور یا مطلب یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھ کو چھوڑ دینا میری عترت کو ایذاء پہنچا کر مجھ کو ایذاء نہ پہنچانا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ صَاحِبُكُمْ سے مراد ہے "احدکم" پھر اس کے مطلب میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے مساوی کا ذکر چھوڑ دو، اور یا مطلب یہ ہے کہ اس کو زیادہ یاد کرنا چھوڑ دو، اور اس کو یاد کر کے مت روؤ، باب کی دوسری حدیث میں ہے: اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، یعنی اپنے مردوں کے صرف محاسن بیان کیا کرو جو ان میں پائے جاتے تھے معایب مت بیان کرو۔

شرح الحديث من كلام المحدث الگنگوهي: حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق موتی نہیں فرمایا بلکہ موتاکم فرمایا جو اشارہ ہے موتی المؤمنین کی طرف لہٰذا نہی کا تعلق ان اموات سے ہوگا جن کی موت علی سنۃ

---

[1] واستثنى منه البخاري حيث ترجم "باب ذكر شرار الموتى" واستدل بسورة تبت (هامش البذل)

[2] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب في فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ٣٨٩٥

المسلمین ہو یعنی مسلمانوں کے طریق پر، اور جس کا طریقہ مسلمین کے طریقہ کے خلاف ہو مثلاً اہل بدعت تو اس کے معایب سے سکوت جائز نہیں تاکہ لوگ اس کے طریقہ کو اختیار نہ کریں، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے معایب کا اظہار اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اپنے نفس کی تشفی اور اہانت میت کے طور پر نہ ہو اھ۔

٤٩٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ».

ترجمۃ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کی خوبیوں کو بیان کیا کرو اور ان کے عیوب کے بیان کرنے سے رک جاؤ۔

تخریج: جامع الترمذي - الجنائز (١٠١٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٠)

٥١ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ

حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت کے بیان میں

٤٩٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمُ بْنُ جَوْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ: أَقْصِرْ. فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ. فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللهُ الْجَنَّةَ. فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ.

ترجمۃ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں دو سچے دوست تھے ان میں ایک تو گناہ کرتا تھا اور دوسرا عبادت میں مجاہدہ اور کوشش میں لگا رہتا، پس وہ عبادت گزار اپنے ساتھی کو گناہ پر دیکھتا تو اسکو کہتا کہ گناہ چھوڑ دے پس ایک دن اس عبادت گزار نے اپنے ساتھی کو گناہ کرتے دیکھا تو اسکو کہا کہ گناہ چھوڑ دے تو اس گناہ گار دوست نے کہا یہ میرے اور میرے رب کا معاملہ ہے۔ کیا تمہیں مجھ پر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے تو اس عبادت گزار نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ پاک تمہاری مغفرت نہیں کرے گا یا یہ کہا کہ اللہ پاک تمہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ پس جب اُن دونوں کا انتقال ہو گیا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں ان کا معاملہ پیش ہوا اللہ عزوجل نے اس عبادت میں محنت کرنے والے شخص سے فرمایا کہ تمہیں میرے فیصلوں کے متعلق علم تھا یا تم میرے اختیارات پر قادر تھے اور اللہ پاک نے اس گناہ گار شخص سے کہا جاؤ میری

رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور اس دوسرے ساتھی (عبادت گزار شخص) کے متعلق فرمایا کہ اس کو جہنم لے جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عابد شخص نے ایک جملہ کہا جس نے اس کی دنیا و آخرت تباہ کر دی۔

تخریج : سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٣/٢)

شرح الحدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بنو اسرائیل میں دو شخص تھے ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست جن میں سے ایک گناہوں کا ارتکاب کرنے والا، اور دوسرا مجتہد فی العبادۃ، یعنی عبادت اور مجاہدہ کرنے والا، تو وہ عابد اپنے ساتھی کو گناہوں میں مبتلا دیکھتا تو اس کو ٹوکتا اور تنبیہ کرتا رہتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ کوئی گناہ کر رہا تھا اس عابد نے اس کو حسب عادت منع کیا تو اس نے کہا خَلِّنِي وَرَبِّي، کہ تو مجھ کو میرے رب پر چھوڑ دے میں جانوں اور میرا خدا جانے اور یہ بھی کہا کہ کیا تو مجھ پر رقیب اور ذمہ دار بنایا گیا ہے، اس پر اس عابد کو غصہ آیا اور کہا وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ، یعنی قسم کھا کر کہہ دیا، کہ تیری مغفرت نہیں ہوگی، پس جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو عالم برزخ میں ان دونوں کا معاملہ رب العالمین کے سامنے پیش ہوا تو اس عابد مجتہد سے جرح کی گئی کہ کیا تجھے اس بات کا علم تھا کہ میں اس کی مغفرت نہیں کروں گا، اور یا میری مغفرت و عدم مغفرت تیرے اختیار میں تھی اور اس کے بعد پھر یہ فیصلہ ہوا اس مجرم کیلئے کہ تو جنت میں چلا جا میری رحمت سے اور اس عابد کے بارے میں کہا گیا کہ اس کو جہنم میں داخل کرو۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ: حضرت ابو ہریرہؓ اس پر فرما رہے ہیں قسم کھا کر کہ اس شخص نے اپنے منہ سے ایک لفظ نکالا تھا جس نے اسکی دنیا اور آخرت تباہ کر دی۔

٤٩٠٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ».

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ پاک اس گناہ کرنے والے شخص کی سزا دنیا میں جلدی دے دیں...... اس کے ساتھ ساتھ کہ آخرت میں بھی اس گناہ کی سزا رکھی جاتی ہے...... ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر (یہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی دے دی جاتی ہے)۔

تخریج : جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٥١١) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٢) سنن ابن ماجه - الزهد (٤٢١١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٦/٥)

شرح الحدیث: اور باب کی دوسری حدیث (اس حدیث) میں یہ ہے کہ تمام گناہوں میں ایسا گناہ جس کی سزا آخرت کے ساتھ

دنیا میں بھی جلدی ہی ملتی ہے وہ ظلم اور قطع رحمی ہے، ان دو کے علاوہ اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے۔

٥٢- بَابٌ فِي الْحَسَدِ

حسد کے بیان میں

٤٩٠٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ -أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ-".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو حسد کرنے سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو یا فرمایا ہری گھاس کو کھاجاتی ہے۔

شرح الحدیث: بچاؤ اپنے آپ کو حسد کرنے سے اس لئے کہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو یا گھاس کو۔

حسدکی تعریف یہ ہے: تمنائے زوالِ نعمتِ غیر، حضرت ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحبؒ سے ہم نے اسی طرح سنا تھا اور ایک ہوتا ہے غبطہ کہ دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے حصول کی تمنا کرنا، قطع نظر اس کے کہ اس کے پاس رہے یا نہ رہے، اور حسد میں اس کے برعکس مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس نہ رہے مجھ کو ملے یا نہ ملے۔

٤٩٠٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْعَمْيَاءِ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي صَلَاةً خَفِيفَةً دَقِيقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِي: يَرْحَمُكَ اللهُ، أَرَأَيْتَ هَذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ، قَالَ: إِنَّهَا الْمَكْتُوبَةُ، وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ {وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ [1]}" ثُمَّ غَدَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: «أَلَا تَرْكَبُ لِتَنْظُرَ وَلِتَعْتَبِرَ؟» قَالَ: نَعَمْ. فَرَكِبُوا جَمِيعًا فَإِذَا هُمْ بِدِيَارٍ بَادَ أَهْلُهَا وَانْقَضَوْا وَفَنُوا خَاوِيَةٍ عَلَى عُرُوشِهَا، فَقَالَ: «أَتَعْرِفُ هَذِهِ الدِّيَارَ؟» فَقُلْتُ: مَا أَعْرَفَنِي بِهَا وَبِأَهْلِهَا. «هَذِهِ دِيَارُ قَوْمٍ أَهْلَكَهُمُ الْبَغْيُ وَالْحَسَدُ، إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ، وَالْبَغْيُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ، وَالْعَيْنُ تَزْنِي، وَالْكَفُّ، وَالْقَدَمُ، وَالْجَسَدُ، وَاللِّسَانُ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ».

---

[1] اور ایک ترک کرنا دنیا کا جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا (سورۃ الحدید ٢٧)

ترجمة: حضرت سہل بن امامہؒ نے بیان کیا کہ وہ اور اس کا والد مدینہ میں حضرت انس بن مالکؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ یہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مدینہ کی گورنری کے دور کی بات ہے، جب ہم حضرت انسؓ کے ہاں پہنچے تو بہت ہلکی پھلکی نماز ادا کر رہے تھے، جیسا کہ مسافر کی نماز ہوتی ہے یا اس کے قریب۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میرے والد نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! یہ بتائیں کہ آپ فرض نماز ادا کر رہے تھے یا نفل؟ انہوں نے کہا یہ فرض نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ایسے ہی ہوتی تھی۔ میں اس میں سے (یعنی نماز کی تکمیل کرنے والی) کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے اسکے کہ جو کوئی میں بھول گیا ہوں (یعنی کوئی سہو ہو گیا ہو)۔ انس بن مالکؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے اوپر سختی مت کرو ورنہ اللہ پاک تمہیں مشقت میں ڈال دیں گے کیونکہ بعض لوگوں نے (مراد اہل کتاب ہیں) اپنے اوپر سختی کی تو اللہ پاک نے انکو مشقت میں ڈال دیا۔ پس انہی سختی کرنے والے لوگوں کی باقی نسل کنیسوں اور گرجاگھروں میں آباد ہیں (اللہ پاک کا ارشاد ہے) رہبانیت کو انہوں نے ایجاد کیا۔ ہم نے رہبانیت ان پر فرض نہیں کی تھی۔ پھر ہم اگلی صبح کو ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ کیا تم سوار نہیں ہو جاتے کہ کچھ دیکھو اور عبرت حاصل کرو؟ والد نے جواب دیا ہاں چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم سوار ہو گئے، تو انہوں نے کچھ بستیاں دکھائیں کہ ان کے لوگ ہلاک ہو گئے تھے اور انہیں تباہ کر دیا گیا تھا اور ان کی بستیاں اپنی چھتوں پر گر پڑی تھیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا تم ان بستیوں کو جانتے ہو؟ والد نے جواب دیا کہ نہیں مجھے ان بستیوں کا اور ان بستیوں کے لوگوں کا کچھ پتا نہیں ہے۔ انس بن مالکؓ نے بتایا کہ یہ اس قوم کی بستیاں ہیں جن کو بغاوت اور حسد نے برباد کر کے رکھ دیا۔ بے شک حسد سے نیکیوں کا نور بجھ جاتا ہے اور بغاوت اس کی تصدیق کرتی ہے یا اسے جھٹلاتی ہے، آنکھ زنا کرتی ہے اور پھر ہاتھ، پاؤں، جسم، زبان اور شرم گاہ اس کی تصدیق کر دیتے ہیں یا تکذیب۔

شرح الحديث: أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ: ہمارے موجودہ نسخہ میں اس کے بعد حدیث کا یہ متن ہے۔ لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ {وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ}، لیکن صرف اس متن کو ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے یہاں کسی نے روایت میں اختصار کیا ہے اور اس روایت کا کافی حصہ چھوڑ دیا گیا جو بعض دوسرے نسخوں میں ہے اور وہ متروک حصہ ہمارے نسخہ کے حاشیہ پر مذکور ہے اس کو دیکھا جائے اس کو ملانے سے حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت ہوتی ہے، ہم پوری روایت کا مضمون لکھتے ہیں، عربی عبارت حاشیہ میں دیکھ لی جائے: سہل بن امامہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے والد ابو امامہ حضرت انسؓ کے مکان پر گئے مدینہ منورہ میں، اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ امیر مدینہ عمر بن عبد العزیزؒ تھے، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے بہت مختصر اور خفیف سی جیسے مسافر مختصر سی نماز پڑھا کرتا ہے، جب حضرت انسؓ نے نماز سے سلام پھیرا تو میرے والد یعنی ابو امامہ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے یہ جو آپ نے

مختصر سی نماز پڑھی یہ فرض نماز تھی یا نفل، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ فرض نماز تھی اور یہ بھی فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی ہی نماز پڑھتے تھے، میں نے بالکل اسی طرح پڑھی ہے، ہاں کوئی چیز سہواً چھوٹ گئی تو وہ امر آخر ہے اور پھر حضرت انسؓ نے وہ فرمایا جو اوپر متن میں ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اوپر تشدد مت کرو، یعنی احکام پر عمل کرنے میں غلو مت کرو، اعتدال سے چلو ورنہ اللہ تعالیٰ واقعی شدت میں مبتلا کر دیں گے، یعنی اگر تم اپنے اوپر از خود تشدد کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں اس تشدد ہی کا مکلف بنا دیں گے اس لئے کہ بعض اہل کتاب نے اپنے اوپر تشدد کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تشدد فرمایا اور آج کل ان صوامع اور گرجاؤں میں جو لوگ مقیم ہیں یہ ان ہی کے بقیہ اور بچے ہوئے ہیں یعنی جنہوں نے اپنے اوپر تشدد کیا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں کیا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ مزید اس دوسرے نسخہ میں یہ ہے جس کا مضمون یہ ہے: سہل کہتے ہیں کہ میرے والد اگلے دن صبح میں پھر حضرت انسؓ کی خدمت میں گئے اور حضرت انسؓ سے کہا کہ باہر نہیں نکلتے کہ ذرا سوار ہو کر زمین کی سیر کریں عبرت اور غور کے لئے، تو انہوں نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے چلو، یہ سوار ہو کر چل دیئے ممکن ہے اور بھی ساتھی ساتھ ہوں کیونکہ روایت میں جمع کا صیغہ ہے چلتے چلتے کچھ مکانات پر گزر ہوا کہ جن کے بسنے والے فنا ہو گئے تھے اور گزر چکے تھے، یہ مکانات ایسے تھے کہ ان کی دیواریں اور چھتیں گری ہوئی تھیں تو اس کو دیکھ کر حضرت ابوامامہ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ان گھروں کو جانتے ہو، یعنی کس کے تھے، تو انہوں نے جواب دیا مَا أَعْرَفَنِي بِهَا وَبِأَهْلِهَا یہ صیغہ تعجب ہے، کہ مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے ان گھروں کو اور ان میں بسنے والوں کو، اور پھر فرمایا کہ یہ ایسے لوگوں کے مکانات ہیں جن کو ہلاک و برباد کیا ہے ظلم اور حسد نے إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ. وَالْبَغْيُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ کہ یہ حسد ایسی منحوس خصلت ہے کہ نور حسنات کو زائل کر دیتی ہے اور آدمی کا ظلم پر اتر آنا یہ اس حسد کی تصدیق کرتا ہے یا تکذیب یعنی نظر حسد [1] کے لئے ظلم اس کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ نظر نظر حسد تھی، اور عدم بغی (ظلم نہ کرنا) یہ نظر حسد کی تکذیب کرتا ہے، یعنی ظلم جو ہے وہ علامت ہے حسد کی، اور ترک ظلم اور عدم البغی یہ علامت ہے عدم حسد کی، وَالْعَيْنُ تَزْنِي، وَالْكَفُّ، وَالْقَدَمُ، وَالْجَسَدُ، وَاللِّسَانُ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ، یعنی آدمی کی آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور ہاتھ بھی اور پاؤں بھی اور زبان بھی اور ان اعضاء کے زنا کی تصدیق یا تکذیب جو اصل ہے زنا میں یعنی فرج وہ کرتی ہے، یعنی ان اعضاء کے زنا کا ہونا اور نہ ہونا تصدیق فرج اور تکذیب فرج پر موقوف ہے زنا بالفرج سے ان اعضاء کے زنا کا زنا ہونا ثابت ہو جاتا ہے، اور ترک زنا بالفرج سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اعضاء کا زنا زنا نہیں ہے۔

حدیث کا یہ آخری ٹکڑا اشارہ ہے اس حدیث مرفوع کی طرف جو کتاب النکاح میں بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ غَضِّ الْبَصَرِ میں گزری

---

[1] یعنی کسی صاحب النعم کی نعمتوں کی طرف دیکھنا کبھی تو صرف حرص اور غبطہ کے طور پر ہوتا ہے اور کبھی بطور حسد کے ہوتا ہے اول کی علامت یہ ہے کہ اس صورت میں وہ شخص اس صاحب النعم پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور ثانی کی علامت یہ ہے کہ اس صورت میں وہ اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔

ہے إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيُكَذِّبُهُ[1]، اور اس کی شرح بھی وہاں گزر چکی۔

اس پوری حدیث کے بعد یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہوئی ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ۔

٥٣ - بَابٌ فِي اللَّعْنِ

لعن طعن کرنے کے بیان میں

٤٩٠٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نِمْرَانَ، يَذْكُرُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: هُوَ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ، سَمِعَ مِنْهُ، وَذَكَرَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ حَسَّانَ وَهِمَ فِيهِ".

ترجمہ: حضرت ام الدرداءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ابو الدرداءؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ کسی شئی پر لعنت بھیجتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو لعنت کے پہنچنے سے پہلے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر لعنت زمین پر اترتی ہے پس لعنت کے اترنے سے پہلے زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر لعنت دائیں بائیں گھومتی ہے پھر جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو جس پر لعنت بھیجی گئی اسکی طرف لوٹتی ہے پس اگر وہ شخص اس لعنت کا مستحق ہوتا ہے تو لعنت اسی پر پڑ جاتی ہے لیکن اگر وہ شخص مستحق لعنت نہ ہو تو لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مروان بن محمد نے کہا کہ یہ راوی رباح بن ولید ہے اور رباح بن الولید کا نمران سے سماع ہے (گویا روایت میں یحییٰ بن حسان کے بعد راوی رباح ولید ہے) مروان نے کہا کہ یحییٰ بن حسان نے اس روایت میں وھم راوی کا نام ولید بن رباح ذکر کر دیا ہے (حالانکہ راوی کا صحیح نام رباح بن الولید ہے)۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے: جب کوئی شخص کسی دوسرے پر لعنت بھیجتا ہے یعنی لعنت کی بد دعاء کرتا ہے لعنۃ اللہ علیہ، تو پہلے وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں اسکے پہنچنے سے پہلے، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اسی طرح زمین کے دروازے بھی بند کر لئے جاتے ہیں اسکے اترنے سے پہلے، پھر وہ لعنت دائیں بائیں ادھر

[1] سنن أبي داود - کتاب النکاح - باب ما يؤمر به من غض البصر ٢١٥٢

اور اُدھر گھومتی پھرتی ہے جب اس کو کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس شخص کی طرف جاتی ہے جس پر بھیجی گئی تھی، پس اگر وہ شخص اس کا مستحق ہوتا ہے تو اسی پر پڑ جاتی ہے ورنہ لوٹ کر اسکے قائل ہی کی طرف آتی ہے، لہٰذا لعنت کی بددعاء کرنے والے کو یہ دیکھ لینا چاہیے اچھی طرح کہ جس پر میں لعنت کر رہا ہوں وہ اس کا اہل بھی ہے یا نہیں، کیونکہ وہ اگر اسکا اہل نہ ہوگا تو وہ لعنت لوٹ کر اسی کی طرف آئے گی۔

٤٩٠٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللهِ، وَلَا بِغَضَبِ اللهِ، وَلَا بِالنَّارِ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپس میں اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی کو لعنت منت بھیجو اور نہ ہی یوں کہو کہ تم پر اللہ کا غضب اور غصہ ہو اور نہ ہی یوں کہو کہ تم جہنم میں جاؤ۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٧٦) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٥/٥)

٤٩٠٧ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ أُمَّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ».

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لعنت ملامت کرنے والے لوگ نہ تو روز قیامت گناہ گار لوگوں کی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی وہ لوگوں پر گواہی دے سکتے ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩٨) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٩٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٧) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٤٨/٦)

شرح الحدیث: لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ. وَلَا شُهَدَاءَ: اس کی شرح میں تین قول ہیں ایک یہ کہ جو لوگ دوسروں پر بکثرت لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے عادی ہیں تو قیامت کے دن وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام والتحیۃ، کے ان لوگوں میں سے نہ ہوں گے جو بروز قیامت تبلیغ انبیاء کی گواہی دیں گے، یعنی وہ اس شرف سے محروم رہیں گے، اور دوسرا مطلب یہ کہ دنیا میں یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے، لاجل فسقھم، تیسرا مطلب یہ کہ ان لوگوں کو مرتبہ شہادت نصیب نہ ہوگا، کذا فی ہامش البذل نقلاً عن النووی [1]۔

٤٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، ح حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ - قَالَ زَيْدٌ -: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيحَ - وَقَالَ مُسْلِمٌ إِنَّ رَجُلًا

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٦ ص ١٤٨ - ١٤٩. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٤٩

نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَعَنَهَا - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ہوا کو ملعون کہا۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک شخص کی چادر سے عہد نبوی میں ہوا نے جھگڑا کیا (یعنی وہ چادر اوڑھتا تھا ہوا اسے گرا دیتی تھی) پس اس نے ہوا کو لعنت کی بد دعا دی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو لعنت مت کرو کیونکہ یہ اللہ کے حکم سے چلتی ہے اور جو شخص ایسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے جو اس کی مستحق نہیں ہوتی تو لعنت، اس بھیجنے والے پر لوٹ جاتی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٧٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٨)

شرح الحدیث: اسکے بعد والی روایت میں ہے کہ ایک شخص جو ہوا کی تیزی کی وجہ سے پریشان ہو رہا تھا چادر اوڑھنے میں کہ ہوا کی وجہ سے بار بار وہ گرتی تھی تو اس شخص نے ہوا کو لعنت کی بد دعاء دی تو آپ نے اس سے منع فرمایا: لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، کہ یہ ہوا تو اسی کی مامور ہے یعنی چلنے کی از خود تھوڑا ہی چل رہی ہے۔

٥٤ - بَابٌ فِيمَنْ دَعَا عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ

ظالم کو بد دعا دینے کے بیان میں

٤٩٠٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سُرِقَ لَهَا شَيْءٌ فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کی ایک چیز چوری ہو گئی تو حضرت عائشہؓ چور کو بد دعا دینے لگیں تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم (بد دعا دے کر) اس چور کے گناہ کو کم مت کرو۔ (کیونکہ بد دعا دینا بھی ایک طرح سے بدلہ لینا ہے تو اس طرح چور کے گناہ میں کمی ہو جائے گی۔ حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جب حضرت عائشہؓ کو غصہ میں دیکھا تو ان کو یہ مشورہ دیا کہ غصہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو پوری سزا ملے اور بد دعا کرنے سے چور کی سزا کم ہو جائے گی لہٰذا تمہیں بد دعا نہیں کرنی چاہئے۔ حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ تم اس کو بد دعا مت دو یہ مطلب نہیں کہ تم اسکو سزا پوری دو)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٠٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٥/٦)

شرح الحدیث: اس باب میں جو حدیث مذکور ہے وہ کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے باب الدعاء میں، ترمذی میں روایت ہے مَنْ دَعَا عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ فَقَدِ انْتَصَرَ [1]، یعنی ظالم کو بد دعاء دینا یہ اس سے انتقام لینا ہی ہے، لہٰذا وہ مظلوم بد دعاء دینے کے بعد یہ نہ

[1] جامع الترمذی - کتاب الدعوات - باب ٣٥٥٢

سمجھے کہ میں نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ مجھے اس صبر پر جزائے خیر عطاء فرمائے گا، کیونکہ وہ تو بددعاء دیکر انتقام لے چکا۔

٥٥- بَابُ فِيمَنْ يَهْجُرُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرنے (کی کراہت) کے بیان میں

٤٩١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ».

ترجمہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ آپس میں بغض مت رکھو، ایک دوسرے پر حسد مت کرو، نہ آپس میں قطع تعلق کرو، آپس میں بھائی بھائی بن کر، اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر رہو، اور ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زائد چھوٹ چھٹا اور کھے۔

تخریج صحيح البخاري- الأدب (٥٧١٨) صحيح مسلم- البر والصلة والآداب (٢٥٥٩) جامع الترمذي- البر والصلة (١٩٣٥) سنن أبي داود- الأدب (٤٩١٠) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٣/١١٠) موطأ مالك- الجامع (١٦٨٣)

شرح الحديث لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ آپس میں بغض مت رکھو یعنی اسباب بغض نہ اختیار کرو تا کہ بغض میں مبتلا نہ ہو، اور نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ آپس میں قطع تعلق کرو، تَدَابَرُوا یہ دبر سے ماخوذ ہے، قطع تعلق میں یہی ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کی طرف سے اپنا منہ موڑ کر اس کی طرف اپنی پشت کر دیتا ہے، اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر، نہ کہ نفس و شیطان کے بندے بن کر، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، ایک مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان سے ترک سلام و کلام کرے تین دن سے زائد، مظاہر حق میں ہے: فائدہ: زیادہ تین دن سے اس قید سے سمجھا جاتا ہے کہ تین روز تک ترک ملاقات حرام نہیں اسلئے کہ آدمی کی طبیعت میں غضب اور بد خلقی اور حمیت اور مانند ان کے کے بیٹھ رہی ہے پس اس قدر معاف کی گئی اور غالب یہ ہے کہ تین روز کے عرصہ میں خفگی جاتی رہے یا کمتر ہو جائے، اور اس سے پہلے بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ اس کے ذیل میں لکھا ہے تہاجر کے معنی ہیں کاٹنا اور یہی معنی ہیں تقاطع کے، پس تقاطع بیان اور تفسیر ہے تہاجر کی، اور مراد ان سے ترک ملاقات اور سلام بھائی مسلمان کا اور کاٹنا پیوند صحبت کا اور اخوت اسلام کا زیادہ تین دن سے، اور عورات جمع عورت کی ہے اور عورت وہ ہے کہ شرم رکھے اور مکروہ جانے آدمی اسکے ظاہر ہونے کو، اور دوست رکھے کہ پوشیدہ رہے، یعنی عیب اور نقصان کہ آدمی میں ہیں، اور اتباع عورت، عیب چینی کرنی اھ [1]۔

[1] مظاهر حق جديد- ج ٤ ص ٥٣٢-٥٣٣

٤٩١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا، وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ».

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی مسلمان کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ میل جول کو ختم کرے۔ اس طرح کہ وہ دونوں آپس میں ملیں یہ بھی اپنا منہ پھیر لے اور دوسرا بھی اپنا منہ پھیر لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٧٢٧) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٨٣) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٠) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤١٦/٥) موطأ مالك - الجامع (١٦٨٢)

شرح الحديث: ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں حلال واسطے کسی شخص کے یہ کہ ترک ملاقات کرے اپنے بھائی مسلمان سے زیادہ تین دن سے، کہ ملیں دونوں پس منھ پھیرلے یہ ایک طرف کو وہ پھیرلیوے منہ دوسری طرف، یعنی ایک دوسرے کو نہ دیکھیں (مظاہر حق) اور آگے لکھتے ہیں: اور مراد یہ ہے کہ اگر ترک ملاقات بسبب تقصیر اس کے حقوق کے ہو تو منع ہے مثلاً اس نے اس کی غیبت کی اور اس کی خیر خواہی نہ کی اس سے اس کو رنج ہوا اور ترک ملاقات کی، تو یہ نہ چاہئے، اور اگر تقصیر امور دین میں کرتا ہے جیسے اہل اھواء و بدعت تو اس سے ترک ملاقات کرنا ہمیشہ کو واجب ہے جب تک نہ ظاہر ہو توبہ اور رجوع اس کی، طرف حق کے، اور سیوطیؒ نے موطا کے حاشیہ میں ابن عبد البرؒ سے نقل کیا ہے کہ کہاں اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ جو کوئی ڈر رکھتا ہو کسی کے کلام کرنے سے اور ملنے سے اپنے دین کے فساد پر یا مضرت، دنیا پر، اور صلاح وقت پر تو جائز ہے اس کو کنارہ کشی اور دوری ڈھونڈنی اس سے باحسن وجوہ یعنی بغیر واقع ہونے کے بیچ غیبت اور عیب گوئی اور کینہ اور عداوت کے انتہی، وخیرہما الذی یبدأ بالسلام سے متعلق لکھتے ہیں: اور ابتداء کرے یعنی پہلے کرے سلام علیک، اور رفع کدورت کرے، اس میں اشارہ ہے اس پر کہ گناہ ترک ملاقات کا جاتا رہتا ہے سلام سے اور اس مقدار کفایت کرتا ہے، اس سے کم نہ چاہیے تا حق مسلمانی ہاتھ سے نہ جاوے [1]۔

٤٩١٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ، أَنَّ أَبَا عَامِرٍ، أَخْبَرَهُم حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ» زَادَ أَحْمَدُ «وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ».

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٥٣٢ - ٥٣٣

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ میل جول چھوڑ دے۔ پس اگر تین دن گزر جائیں تو وہ اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے پس اگر اس کو اس کے سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور اگر وہ اس کے سلام کا جواب نہ دے تو دوسرا شخص گناہ لے کر لوٹے گا۔ مصنفؒ کے استاد احمد بن سعید نے اضافہ کیا کہ سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے بچ جائے گا۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٢/٢)

٤٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنِ عَثْمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُنِيبِ يَعْنِي الْمَدَنِيَّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَكُونُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثَةٍ، فَإِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ كُلُّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِإِثْمِهِ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ میل جول ختم کرے۔ پس جب اس کی اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو وہ اسے تین مرتبہ سلام کرے۔ اگر اس کے ساتھی نے پھر بھی جواب نہ دیا تو سلام کا جواب نہ دینے والا گناہ لے کر لوٹے گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٨/٤)

٤٩١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔ پس جس نے تین دن سے زیادہ میل جول چھوڑا اور اسی حالت میں مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٢/٢)

٤٩١٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو خراش السلمیؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک میل جول چھوڑے رکھا تو گویا اس نے اس کا خون بہایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٠/٤)

شرح الحدیث: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ یعنی جو شخص ترک تعلق رکھے اپنے بھائی سے ایک سال تک تو وہ اس کے

خون بہانے کے مانند ہے، مظاہر حق میں ہے یعنی گناہ ترک ملاقات کا اور خون کرنے کا قریب قریب ہے [1]۔

٤٩١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ، وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَجَرَ بَعْضَ نِسَائِهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَابْنُ عُمَرَ هَجَرَ ابْنًا لَهُ إِلَى أَنْ مَاتَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلهِ فَلَيْسَ مِنْ هَذَا بِشَيْءٍ» وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَطَّى وَجْهَهُ عَنْ رَجُلٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ہر پیر اور جمعرات والے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں پس ان دونوں میں ہر ایسے بندے کی مغفرت کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، مگر وہ شخص کہ اسکے اور اسکے بھائی کے درمیان دشمنی اور کینہ ہو تو ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو آپس میں صلح کرنے تک مہلت دو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی سے میل جول ترک کرے تب مذکورہ بالا وعید میں داخل نہیں ہو گا چناچہ عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھ کر اپنے چہرے کو کپڑے سے چھپالیا تھا (اور حاشیہ میں ہے کہ ابن عمرؓ نے بھی اپنے بیٹے سے میل جول ختم کر دیا تھا)۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٥) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٢٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٨) موطأ مالك - الجامع (١٦٨٦)

شرح الحدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں ہر پیر و جمعرات کو، پس مغفرت کی جاتی ہے ان دو دنوں میں ہر ایسے بندہ کی جو شرک نہ کرتا ہو مگر وہ شخص کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور کینہ ہو پس کہا جاتا ہے ملائکہ سے کہ مہلت دو ان دونوں کو یہاں تک کہ آپس میں صلح کریں، مظاہر حق میں اس حدیث کے ترجمہ میں اس طرح ہے: پس نہیں رہتا بغیر بخشا کوئی مگر وہ شخص کہ ہے درمیان اس کے اور درمیان کسی مسلمان کے دشمنی اور کینہ الخ پھر اس کے بعد ہے:

فائدہ: کھولے جاتے ہیں دروازے بہشت کے یعنی طبقات اس کے، یا بالاخانے اور درجات اس کے کہ ان دونوں میں (پیر و جمعرات) واسطے کثرت رحمت کے کہ اترتی ہے ان دونوں میں، اور باعث ہے مغفرت کی، کذا قال علی، اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کھلنا دروازوں کا کنایہ ہے کثرت مغفرت اور درگزر کرنے سے جرائم خلق سے اور دینے ثواب اور رفعت درجات سے اور صواب یہ ہے کہ محمول ہے یہ ظاہر پر اس لئے کہ حمل کرنا نصوص کا ظاہر پر واجب ہے جب تک کوئی دلیل پھیرنے والی

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٥٣٨

ظاہر سے نہ ہو اور کھلا دروازوں کا علامت عفو کی ہو، اور آگے لکھتے ہیں: اور یہاں تک کہ صلح کریں ظاہر یہ ہے کہ مغفرت ہر ایک کی موقوف ہے اس کی صفائی پر اور زوال عداوت پر برابر ہے کہ دوسرا اصاف ہو یا نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم [1]، اور حضرتؒ نے بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ مقصود اس حدیث سے واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہے کہ ان دو دنوں میں لوگوں کے حسنات اور سیئات کا تقابل ہوتا ہے تو تقابل کے بعد جو شخص مغفرت اور عفو کا مستحق ہوتا ہے اسکی مغفرت کردی جاتی ہے یعنی بشرطیکہ یہ مانع موجود نہ ہو جو حدیث میں مذکور ہے یعنی ہجران مسلم، اور اگر یہ مانع ہوتا ہے تو پھر اس کی مغفرت کو ترک ہجران اور آپس کے تعلقات کو درست کرنے تک مؤخر کردیا جاتا ہے، وذلك لأنها لو قصد بها هذا المعنى (عموم المغفرة في اليومين لكل مؤمن) لزم إهمال الروايات الواردة في عذاب القبر ووزن الأعمال وغير ذلك الخ [2]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلَّهِ فَلَيْسَ مِنْ هَذَا بِشَيْءٍ» وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَطَّى وَجْهَهُ عَنْ رَجُلٍ: امام ابو داودؒ فرما رہے ہیں کہ اگر ہجران مسلم اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی امر دین کیلئے ہو تو وہ اس وعید میں داخل نہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ عادل نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھ کر اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا تھا۔

٥٦ - بَابٌ فِي الظَّنِّ

ظن اور گمان (کے اتباع) کے بیان میں

٤٩١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بری سوچ بہت بڑا جھوٹ ہے، اور لوگوں کے عیوب مت ڈھونڈو اور تجسس مت کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧١٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٥) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٦٣) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٨٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٧) موطأ مالك - الجامع (١٦٨٤)

شرح الحدیث: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے، یعنی ظن اور گمان کا اتباع کرنے سے، یا بچاؤ اپنے آپ کو دوسرے کے ساتھ سوء ظن سے، اس لئے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے، حدیث سے مراد حدیث النفس، اس لئے کہ سوء ظن اکثر و بیشتر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا

---

[1] مظاہر حق جدید — ج ٤ ص ٥٣٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٥٧

جھوٹی بات کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہوا، (بذل [1]) اکذب ہونے کی وجہ کسی نے واضح نہیں کی پس ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ صدق وکذب عموماً صفت ہوتی ہے کلام کی اور کلام کا تعلق ہے لسان سے بخلاف ظن کے کہ اس کا تعلق ہے قلب سے اور انسان کے باطن سے لہٰذا جو ظن خلاف واقع ہو گا وہ زیادہ قبیح ہو گا بہ نسبت اس کلام کے جو خلاف واقع ہو، واللہ تعالیٰ اعلم، اور حاشیہ ترمذی میں یہ لکھا ہے: ای اثمه اعظم من الحدیث الکاذب۔

وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، پہلا حاء مہملہ سے ہے اور دوسرا جیم سے، یعنی لوگوں کے عیوب کی تلاش مت کرو، دونوں لفظ ہم معنی ہیں، اور عون المعبود میں علامہ مناویؒ سے نقل کیا ہے "لَا تَحَسَّسُوا" لا تطلبوا الشيء بالحاسة كاستراق السمع وإبصار الشيء خفية یعنی حاسہ سمع یا حاسہ بصر سے کوئی چیز دریافت کرنا، اور لَا تَجَسَّسُوا أي لا تتعرفوا خبر الناس بلطف كما يفعل الجاسوس، یعنی لوگوں کا حال لطیف حیلہ سے (بلطائف الحیل) معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو، جس طرح جاسوس کیا کرتا ہے، گویا اول لفظ حاسہ سے اور یہ دوسرا جاسوسی سے ہے [2]۔

٥٧۔ بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ وَالْحِيَاطَةِ

(مؤمن کو) نصیحت کرنے اور (مؤمن کی) نگہبانی کے بیان میں

٤٩١٨۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے، اور مؤمن مؤمن کا بھائی ہے وہ اسکے چھوٹے بچوں اور مال ومتاع کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں ان چیزوں کی نگہبانی کرتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٢٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٩١٨)

شرح الحدیث: مؤمن مؤمن کے لئے آئینہ ہے، اس کے چند مطلب لکھے ہیں:

① اپنا عیب آدمی کو چاہئے کہ دوسرے میں دیکھے یعنی دوسرے کے ذریعہ اپنے عیب کا پتہ لگائے، جس طرح اپنے چہرے کا داغ دھبہ آئینہ کے ذریعہ سے معلوم کرتا ہے اسی طرح اگر کسی مؤمن کی خصلت تمہیں بری معلوم ہو تو یہ دیکھو کہ وہ اپنے اندر تو نہیں، اگر ہے تو اس کو زائل کرنے کی کوشش کرو، اسی طرح بہت سے عیوب اور بری عادتوں کی اصلاح ہوتی چلی جائے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٥٨

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٣ ص ٢٦٠

گی، مشہور ہے کہ لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا حکمت از کہ آموختی؟ گفت از بے ادباں، تم نے یہ حکمت کس سے سیکھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ بے ادبوں سے سیکھی، وہ اس طرح کہ جو خصلت مجھے انکی بری معلوم ہوئی تو اس سے میں نے پرہیز کیا۔

② دوسرے کے اندر اگر کوئی عیب دیکھو تو اس پر خاموشی سے ظاہر کر دو، بر ملا ٹوک کر رسوا مت کرو، جس طرح آئینہ آدمی کے چہرے کے نشان وغیرہ کو خاموشی سے بتا دیتا ہے۔

③ ایک مؤمن کا دل دوسرے مؤمن کی طرف سے آئینہ کی طرح صاف ہونا چاہئے، اس کی طرف سے دل میں بغض اور کینہ نہ ہونا چاہیے۔

اور حدیث کے دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے ضیعہ یعنی ما یحتمل الضیاع جیسے مال اور چھوٹی اولاد، یعنی ایک مؤمن کو چاہئے کہ دوسرے مؤمن کے مال اور اولاد صغار کو اس پر روک کر رکھے یعنی ان کی حفاظت کرے۔

وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ، اور اس کے پیچھے یعنی اس کی غیبت میں اس کی چیزوں کی حفاظت کرے۔

٥٨ ۔ بَابٌ فِي إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ

باہمی تعلقات بہتر بنانے کے بیان میں

٤٩١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ».

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کیا میں تمہیں روزوں، نماز اور صدقہ سے بہتر عمل نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ عمل آپس کے تعلقات کو سنوارنا ہے، اور آپس کے تعلقات کا بگاڑ دین کو مونڈنے والا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي-صفة القيامة والرقائق والورع(٢٥٠٩) سنن أبي داود-الأدب(٤٩١٩) مسند أحمد-من مسند القبائل(٤٤٥/٦)

شرح الحديث: ذَاتِ الْبَيْنِ یعنی آپس کے تعلقات، ان کی اصلاح کا ثواب نفلی عبادات روزوں اور نماز سے زائد ہے، اور آپس کے احوال کا بگاڑ یعنی بجائے الفت اور محبت کے بغض وکینہ اور عداوت یہ مونڈ دینے والی خصلت ہے، یعنی دین کو ختم کر دینے والی، جیسے استرہ بالوں کو مونڈ ڈالتا ہے۔

٤٩٢٠ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَمْ يَكْذِبْ مَنْ نَمَى بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ» وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُسَدَّدٌ: «لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَيْرًا أَوْ نَمَى خَيْرًا».

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے دو بھائیوں میں صلح کرانے کی غرض سے کوئی بھلائی کی بات ایک دوسرے کی طرف منسوب کی تو یہ جھوٹ شمار نہیں ہوگا۔ احمد استاد اور مسدد نے کہا کہ جو شخص لوگوں میں صلح صفائی کی غرض سے کوئی بھلائی کی بات کرے، یا یوں کہا کہ کوئی اچھی بات ایک دوسرے کی طرف منسوب کرے، تو وہ شخص جھوٹا نہیں ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٤٦) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٠٥) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٢٠) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٠٣)

شرح الحديث: لَمْ يَكْذِبْ مَنْ نَمَى بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ، یعنی جو شخص ایک شخص کی طرف سے دوسرے کو کوئی بات پہنچائے واقعہ کے خلاف ان کے درمیان مصالحت اور موافقت پیدا کرنے کے لئے، مثلاً دو شخصوں میں پہلے سے رنجش ہے کسی وجہ سے تو کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کے پاس جا کر دوسرے شخص کی طرف سے یہ نقل کرے کہ وہ تمہاری تعریف کر رہا تھا تاکہ اس کے دل سے اس کی کدورت نکل جائے اور وہ باہم متفق ہو جائیں تو اس جھوٹ کو جھوٹ نہیں کہا جائیگا یعنی یہ جھوٹ کے حکم میں نہ ہوگا، جیسا کہ مشہور ہے دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔

٤٩٢١ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْجِيزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ نَافِعٍ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِي، أَنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ، قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا أَعُدُّهُ كَاذِبًا، الرَّجُلُ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، يَقُولُ: الْقَوْلَ وَلَا يُرِيدُ بِهِ إِلَّا الْإِصْلَاحَ، وَالرَّجُلُ يَقُولُ: فِي الْحَرْبِ، وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ، وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا".

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے صرف تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت سنی ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ میں ان تین صورتوں کو جھوٹ نہیں سمجھتا: ① ایک آدمی لوگوں میں اصلاح کیلئے کوئی بات گھڑتا ہے اور اس کا مقصد اس سے صرف اصلاح ہی ہے۔ ② دوسرا وہ شخص جو جنگ میں جھوٹ بولتا ہے۔ ③ تیسرا وہ شخص جو اپنی بیوی سے اور بیوی شوہر سے (دل کی صفائی کے لئے) کوئی بات کہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلح (٢٥٤٦) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٠٥) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٢١) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٠٣)

شرح الحدیث: حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے کسی کذب کے بارے میں رخصت واجازت نہیں سنی سوائے تین موقعوں کے ایک وہ کہ جس کا مقصد جھوٹی بات سے اصلاح ذات البین ہو، دوسرے وہ جھوٹ جو لڑائی کے موقع پر دشمن کے ساتھ بولا جائے (اسکو پچھاڑ دینے کیلئے) تیسرے بیوی کا شوہر سے یا شوہر کا بیوی سے آپس میں دل خوش کرنے کیلئے کوئی بات کہنا۔

٥٩۔ بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْغِنَاءِ

گانے کی ممانعت کے بیان میں

٤٩٢٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ صَبِيحَةَ بُنِيَ بِي، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِدُفٍّ لَهُنَّ، وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ، إِلَى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي الْغَدِ، فَقَالَ: «دَعِي هَذِهِ وَقُولِي الَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ».

ترجمہ: حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے پس جس شب میری رخصتی ہوئی اسکی صبح کو میرے گھر میں داخل ہوئے۔ پس میرے بستر پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جس طرح اس وقت تم میرے نزدیک بیٹھے ہو (یہ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے) پس چند چھوٹی بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے آباؤ اجداد میں جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے انکا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان بچیوں میں سے ایک بچی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے جو آئندہ کل کی بات کو جانتا ہے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اس بات کو چھوڑو اور جو تم پہلے اشعار پڑھ رہی تھی وہ پڑھو۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٣٧٧٩) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٥٢) جامع الترمذي - النكاح (١٠٩٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٢٢) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٩/٦)

شرح الحدیث: خالد بن ذکوان ربیع بنت معوذ سے روایت کرتے ہیں (ربیع کی شادی کے موقع کا ایک واقعہ جو انہوں نے خالد کو سنایا) جب کہ خالد ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ فرماتی ہیں (خالد کو خطاب کرتے ہوئے) کہ جس شب میں میری رخصتی ہوئی اسکی صبح کو حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور آ کر میرے بستر پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جس طرح تو اس وقت میرے پاس بیٹھا ہے (چونکہ شادی کا دن تھا اسلئے) چھوٹی بچیاں دف بجانے لگیں (یعنی دھپڑا) اور جو میرے آباء[1] جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے ان کا ندبہ یعنی مرثیہ پڑھنے لگیں، اشعار میں انکا ذکر کرنے لگیں، ان بچیوں میں سے ایک نے یہ شعر

---

[1] مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي میں آباء کا مصداق ان کے والد معوذ اور معاذ اور عوف دونوں ربیع کے چچا مراد ہیں جن کو تغلیبا آباء کہہ دیا گیا۔

بھی پڑھا وفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي الْغَدِ کہ ہمارے میں ایسا نبی موجود ہے جو آئندہ کل کی بات کو جانتا ہے، تو آپ نے اس مصرع کو سن کر فرمایا: اس کو چھوڑ دے اسکو نہ پڑھ، اور جو دوسرے اشعار تو پڑھ رہی ہے وہ پڑھ چونکہ اس شعر میں علم غیب کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے مع انہ لا یعلم الغیب الا اللہ، اسلئے آپ نے اس سے منع فرمادیا۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اور ربیع کے درمیان علاقہ محرمیت کا تو ہے نہیں تو پھر آپ انکے پاس کیسے تشریف فرما ہوئے، اس کے کئی جواب دیئے گئے، ایک یہ کہ آپ کی یہ نشست القاء حجاب کے ساتھ تھی، دونوں کے درمیان پردہ حائل تھا یا یہ کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے، اور اگر نزول حجاب کے بعد کا واقعہ مانا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل مذہب میں وجہ اور کفین حکم حجاب سے مستثنیٰ ہیں، خوف فتنہ کے وقت ان کے بھی چھپانے کا حکم دیا جاتا ہے، اور آں حضرت ﷺ ظاہر ہے کہ اس سے محفوظ تھے، کذا قال الکرمانی، اور "کوکب" میں یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کے لئے حکم حجاب تھا ہی نہیں آپ کسی عورت کیلئے نامحرم نہیں تھے فی الواقع، لیکن آپ ان امور میں اپنے ساتھ معاملہ اجانب کا سا فرماتے تھے تعلیما [1]۔

اس طرح کے سوال وجواب كتاب الجهاد بَابُ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ میں يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ [2] والی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے استدلال کر کے علماء نے کہا ہے کہ نکاح کا اعلان دف بجا کر اور غنا کے ساتھ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے حدود کے اندر ہو، اور اس کے اندر گانے بجانے کے دوسرے آلات اور ساز کا استعمال نہ ہو اھ [3]

اور العرف الشذی میں ہے: الدف ما يكون مجلداً من جانب واحد، وصرح الفقهاء بعدم جواز الدف ذي جلاجل، یعنی دف وہ ہے جو ایک جانب سے بجتا ہو جس کو دھپڑا کہتے ہیں اور ایسا دف جو جلاجل یعنی جھانجھ کے ساتھ ہو اس کی حرمت کی فقہاء نے تصریح کی ہے [4]۔

٤٩٢٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُومِهِ فَرَحًا بِذَلِكَ. لَعِبُوا بِحِرَابِهِمْ».

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی عافیت کے ساتھ واپسی کی خوشی میں بعض حبشیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل کھیلا (ترجمہ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت اس

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٢١٤-٢١٥

[2] سنن أبي داود — كتاب الجهاد — باب فضل الغزو في البحر ٢٤٩١

[3] درس ترمذی — ج ٣ ص ٣٥٣

[4] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٢ ص ٣٥٧

طرح ہے کہ یہ حبشی لوگ نیزہ بازی بھی کر رہے تھے اور گیت بازی بھی کر رہے تھے۔بذل المجهود)۔

تخریج سنن أبي داود- الأدب (٤٩٢٣) مسند أحمد -باقي مسند المكثرين (١٦١/٣)

شرح الحديث: حضرت انسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ تشریف لائے مدینہ میں (کسی سفر سے واپسی میں) تو آپ کی بخیر وسلامت واپسی کی خوشی میں بعض حبشیوں نے کھیل کود کیا اپنے نیزوں کے ساتھ۔

حراب جمع ہے حربہ کی چھوٹا نیزہ۔

٦٠ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الْغِنَاءِ وَالزَّمْرِ

گانے اور آلات موسیقی کی کراہت کے بیان میں

غناء یعنی گانا اور زمر یعنی بجانا، بذل میں ہے: الزمر هو الغناء بحسن الصوت، اور حاشیہ میں ہے: اصل الزمر الغناء بنفخ الصوت فی القصب ففی الصراح: زمر نائے زدن [1] یعنی بانسری بجانا، وقال العینی: مشتقة من الزمير وهو الصوت الذی له صفير یعنی زمر مشتق ہے زمیر سے اور زمیر کہتے ہیں سیٹی دار آواز کو وفی الحدیث عند مسلم وغیرہ: الجرس مزامیر الشیطان اما المعازف ففی الصراح (ثمالی) وهو جمع معرف یعنی چغانه وفی غیاث اللغات: چغانه چوبے باشد که آں را شگافته جلاجل دراں تعبۂ کنند، وقال الحافظ فی الفتح (ج ١٠ ص ٥٥) المعازف آلات اللهو وقيل اصوات الملاهی وقيل الدفوف، ويطلق على الغناء الخ. وفى الدر المختار (ج ٥ ص ١٤٨): المعزف آلة اللهو، وتعقبه ابن عابدين بانه نوع منه والعام الغرف كفلس اهـ ويجوز بيع آلات اللهو عند الامام خلافا لهما كما فى كتاب الغصب من الشامى وفى كتاب البيوع۔ من بحر الرائق (ج ٦ ص ١٧١): الصحيح قوله اهـ.

٤٩٢٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْغُدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، مِزْمَارًا قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي: يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا. قَالَ: فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: «كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا». قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ.

ترجمہ: حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے کان میں بانسری کی آواز پڑی تو آپ نے اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ لیں اور راستے سے ایک طرف ہٹ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے نافعؒ اب تمہیں کوئی آواز آرہی ہے میں نے عرض کیا نہیں تو ابن عمرؓ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے ہٹالیں اور ارشاد کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے

---

[1] مولانا رومی کی مثنوی شریف کی تو ابتداء ہی اس لفظ سے ہے — بشنو از نے چوں حکایت می کند — وز جدائیہا شکایت می کند

اس کی شرح حضرت تھانوی کی کلید مثنوی کے اندر دیکھ لی جائے۔

بھی اسی طرح آواز سنی تھی پس آپ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (یہاں پر یہ اشکال ہے کہ ابن عمرؓ نے نافع کو یہ آواز سننے کی اجازت کیسے دی انہیں منع کیوں نہیں کیا۔ تو اس کا ① جواب نافع اس وقت نابالغ تھے ② ابن عمرؓ جس آواز کو ناپسند کر رہے تھے اس کا سننا حرام نہیں تھا کیونکہ یہ بلا قصد کانوں میں پڑ رہی تھی اور ایسے گانے باجے کا قصداً سننا حرام ہے اور بلا قصد سننا حرام نہیں لہٰذا ابن عمرؓ کا یہ فعل جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں تھا، اور دوسری بات امام ابوداؤدؒ کا اس حدیث کو منکر کہنا محل نظر ہے کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت بھی نہیں کر رہا۔ فلم أقف على وجه نكارته بذل المجهود [1])۔

شرح الحدیث: عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، مِزْمَارًا قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ الخ: حضرت ابن عمرؓ کے خادم و شاگرد نافع فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابن عمرؓ کے کان میں بانسری کی آواز پڑی تو اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں پر رکھ لیں اور راستہ سے ایک طرف ہو گئے اور راستہ سے دور نکل گئے اور پھر پوچھا کہ اب تو نہیں سنائی دے رہا، میں نے کہا نہیں اس پر کانوں پر سے ہاتھ اٹھالیا اور فرمایا ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ نے بھی ایسی آواز سن کر اسی طرح کیا تھا۔

هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ: حاشیہ کے نسخہ میں جو روایت ہے اس میں اس طرح ہے: فسمع صوت مزمار راع، یعنی یہ چرواہے کے بجانے کی آواز تھی۔

٤٩٢٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُطْعِمُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ ابْنِ عُمَرَ إِذْ مَرَّ بِرَاعٍ يَزْمُرُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أُدْخِلَ بَيْنَ مُطْعِمٍ وَنَافِعٍ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى».

ترجمہ: حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ پر ان کے پیچھے بیٹھ ہوا تھا کہ ان کا گزر ایک چرواہے کے پاس ہوا جو کہ بانسری بجا رہا تھا، اور پھر سابقہ حدیث کی طرح بیان کیا۔

٤٩٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مَيْمُونٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَمِعَ صَوْتَ زَامِرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَنْكَرُهَا.

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران، حضرت نافع سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھے کہ انہوں نے ایک بانسری والے کی آواز سنی اور سابقہ حدیث کی طرح کا مضمون بیان کیا۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الأدب (٤٩٢٤) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٨/٢)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٦٦

٤٩٢٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، عَنْ شَيْخٍ، شَهِدَ أَبَا وَائِلٍ فِي وَلِيمَةٍ، فَجَعَلُوا يَلْعَبُونَ يَتَلَعَّبُونَ، يُغَنُّونَ، فَحَلَّ أَبُو وَائِلٍ حَبْوَتَهُ، وَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ».

ترجمہ: حضرت سلام بن مسکین ابو وائلؒ کے ساتھ کسی ولیمے میں شریک ایک شیخ سے بیان کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ آپس میں کھیلنے اور گانے بجانے لگے تو حضرت وائلؒ نے اپنی کمر سے اپنا کپڑا کھولا اور کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

٦١ - بَابٌ فِي الْحُكْمِ فِي الْمُخَنَّثِينَ

مخنث (سے متعلق) احکام کے بیان میں

٤٩٢٨ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ يُونُسَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَبِي يَسَارٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَّبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَالُ هَذَا؟» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: «إِنِّي نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ» قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: «وَالنَّقِيعُ نَاحِيَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِالْبَقِيعِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک خنثی لایا گیا جس نے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کیا ہوا؟ تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اسکے متعلق حکم فرمایا تو اس کو شہر سے باہر نقیع مقام کی طرف نکال دیا گیا، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نمازیوں کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے (نقیع کی طرف نکالنے کا حکم تعزیرا تھا) ابو اسامہ راوی نے کہا۔ نقیع مدینہ منورہ کا ایک علاقہ ہے یہ بقیع نہیں ہے۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ کے پاس ایک مخنث کو لایا گیا جس نے اپنے ہاتھ پاؤں کو مہندی میں رنگ رکھا تھا آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا؟ کہا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے آپ ﷺ نے اس کو شہر سے باہر نقیع کی طرف نکال دینے کا حکم فرمایا، یہ نقیع نون سے ہے مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے بقیع کے علاوہ۔

مخنث سے متعلق روایت کتاب اللباس بَابٌ ما جاء في قوله تعالى: { غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ [1] } میں گزر چکی اور وہاں مخنث کی قسمیں اور اس کا حکم اور آپ ﷺ کے زمانہ میں جو مخنث پائے جاتے تھے ان کے نام وغیرہ سب وہاں گزر گئے۔

[1] جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے (سورۃ النور ۳۱)

٤٩٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا مُخَنَّثٌ وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيهَا: إِنْ يَفْتَحِ اللهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْمَرْأَةُ كَانَ لَهَا أَرْبَعُ عُكَنٍ فِي بَطْنِهَا».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے گھر میں تشریف لائے اور انکے پاس ایک خنثی بیٹھا ہوا تھا اور وہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی حضرت عبد اللہؓ سے کہہ رہا تھا کہ اگر اللہ نے کل تم پر طائف کو فتح کیا تو میں تمہیں ایسی عورت کی رہنمائی کروں گا جو چار شکنوں میں آتی ہے اور آٹھ شکنوں میں واپس جاتی ہے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انکو تم اپنے گھروں سے نکال دو۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٤٠٦٩) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٣٧) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٤٨) صحيح مسلم - السلام (٢١٨٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٢٩) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٢) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦١٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٩٠) موطأ مالك - الأقضية (١٤٩٨)

شرح الحدیث: یہ روایت بھی کتاب اللباس میں گزر چکی۔

٤٩٣٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: «أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوا فُلَانًا وَفُلَانًا - يَعْنِي الْمُخَنَّثِينَ -».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ایسے مردوں پر جو عورتوں کی طرح اپنے گفتار اور انداز میں نرمی اور لچک داری کا مظاہرہ کرتے ہوں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالو اور فلاں فلاں مخنث کو نکال دو۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٥٤٦) صحيح البخاري - الحدود (٦٤٤٥) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٤) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٨٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣٠) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٠٤) مسند أحمد - ومن مسند بني هاشم (١/٢٢٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٩)

٦٢ - بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْبَنَاتِ

گڑیوں سے کھیلنے کا بیان

٤٩٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي الْجَوَارِي، فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ، وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ پس بسا اوقات حضور ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور میرے پاس دوسری (سہیلیاں) موجود ہوتیں۔ پس آپ ﷺ جب میرے پاس تشریف لاتے تو وہ بچیاں باہر چلی جاتیں اور جب آپ ﷺ واپس تشریف لے جاتے تو وہ بچیاں دوبارہ آجاتیں۔

تخریج: صحیح البخاري - الأدب (٥٧٧٩) صحیح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٤٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٨٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٧)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرمائی ہیں کہ میں گڑیاں بنا کر لڑکیوں کے ساتھ مل کر ان سے کھیلتی تھی بعض مرتبہ حضور ﷺ گھر میں داخل ہو جاتے اسی حال میں جب کہ میرے پاس دوسری بچیاں بھی کھیل میں ہوتیں، آپ ﷺ کی آمد پر وہ باہر چلی جاتیں پھر جب آپ باہر چلے جاتے تو وہ میرے پاس پھر آجاتیں۔

بنات سے مراد چھوٹی چھوٹی تصویریں مجسم بچیوں کی شکل میں مصنوعی کپڑے وغیرہ کی جن کیلئے ان ہی کے جسم کے مطابق کپڑے بھی سیے جاتے ہیں ان کو پہنانے کیلئے گھر کی عورتیں اپنی چھوٹی بچیوں سے یہ چیزیں بنواتی ہیں تدریب کیلئے تاکہ ان کو سینا پرونا آجائے اور اس مصلحت تدریب ہی کی وجہ سے صور منہیہ سے ان کی تخصیص کی گئی ہے فقہاء نے ان کی بیع وشراء کو بھی جائز رکھا ہے جمہور کی رائے یہی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نہی عن الصور سے پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا اور حضرت عائشہؓ کیلئے اسکو جائز رکھا گیا لکونها غير بالغة حينئذ ، كذا في البذل عن فتح الودود [1] اور حاشیہ بذل میں ہے کہ علامہ عینیؒ (ج ٥ ص ٥٨٩) نے اسکے نسخ اور عدم نسخ میں تفصیل کے ساتھ اختلاف بیان کیا ہے و الى النسخ مال جماعة من السلف كما فی رسالة تصوير (ص ٤٠٢) اسی طرح حاشیہ بذل میں اس وقت میں حضرت عائشہؓ کی عمر کیا تھی، بالغ یا نابالغ، اس کے بارے میں علماء کی آراء لکھی ہیں، جو تفصیل دیکھنا چاہے حاشیہ کی طرف رجوع کرے اس میں کتابوں کے حوالے مذکور ہیں۔

٤٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ، أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟» قَالَتْ: بَنَاتِي، وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ، فَقَالَ: «مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؟» قَالَتْ: فَرَسٌ، قَالَ: «وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟» قَالَتْ: جَنَاحَانِ، قَالَ: «فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟» قَالَتْ: أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ: فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے۔ تو ان کے طاقچہ پر

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٧٠

ایک پردہ ڈالا ہوا تھا ہوا کے چلنے کی وجہ سے پردہ کے کنارے سے حضرت عائشہؓ کی گڑیاں ظاہر ہوئیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ تو عائشہؓ نے فرمایا کی یہ میری گڑیاں ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے درمیان میں ایسا گھوڑا دیکھا جس کے دو بازو تھے اور یہ گھوڑا کپڑے کا بنا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے درمیان میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تو عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ گھوڑا ہے تو آپ ﷺ اور گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟ تو عائشہؓ نے عرض کیا اس کے دو پر ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ تو حضرت عائشہؓ عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جناب رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی پچھلی داڑھیں میں نے دیکھ لیں۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد والی روایت کا مضمون یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس تشریف لائے تو ان کے کھلونوں کا جو طاقچہ تھا جس پر ایک چھوٹا سا پردہ بھی لٹکا ہوا تھا ہوا چلنے سے وہ پردہ ہٹا اس کے ہٹنے سے اس طاقچہ میں ان کے کھیل کی جو گڑیاں وغیرہ رکھی تھیں وہ نظر آنے لگیں، آپ نے اس طاقچہ کی طرف اشارہ کر کے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ میری گڑیاں ہیں، جن کے بیچ میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دو بازو تھے، آپ نے پوچھا کہ یہ بیچ میں کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر یہ کیا لگ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس کے دو پر ہیں، آپ نے فرمایا فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ کہ گھوڑے کے دو پر بھی ہیں! تو انہوں نے کہا کہ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جو گھوڑے تھے ان کے پر تھے، وہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ کھل کھلا کر ہنسے۔

٦٣ - بَابٌ فِي الْأُرْجُوحَةِ

جھولے کے بیان میں

٤٩٣٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ أَوْ سِتٍّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَ نِسْوَةٌ، وَقَالَ بِشْرٌ: فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ، وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ، فَذَهَبْنَ بِي، وَهَيَّأْنَنِي، وَصَنَعْنَنِي، فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعٍ، فَوَقَفَتْ بِي عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: هِيهْ هِيهْ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَيْ تَنَفَّسْتُ، فَأُدْخِلْتُ بَيْتًا فَإِذَا فِيهِ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو کچھ عورتیں میرے پاس آئیں اور میں جھولا جھول رہی تھی اور میرے سر کے بال کانوں کی لو تک (چھوٹے) تھے۔ پس یہ عورتیں مجھے لے گئیں اور مجھے تیار کیا اور میرا بناؤ

سنگھار کیا پھر مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچادیا اور آپ ﷺ نے میرے ساتھ خلوت فرمائی اور میری عمر نو سال تھی۔

۴۹۳۴- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، مِثْلَهُ، قَالَ: عَلَى خَيْرٍ طَائِرٍ، فَسَلَّمَتْنِي إِلَيْهِنَّ، فَغَسَلْنَ رَأْسِي وَأَصْلَحْنَنِي، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى، فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو اسامہ نے سابقہ حدیث کی طرح بیان کیا اور کہا کہ اللہ کرے تیری قسمت اچھی ہو اور مجھے ان عورتوں کے حوالے کر دیا، ان عورتوں نے میرا سر دھویا اور میرا سنگھار کیا اور میں اس وقت ڈر گئی جب دن کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے سامنے ہوئے تو انہوں نے مجھے آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٦٨١) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٠) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢١١) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٦١)

شرح الأحاديث: **أرجوحه یعنی جھولا، یعنی اس کا جواز اور ثبوت:** اس باب میں مصنف نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب ہم ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں جھولے پر جھول رہی تھی وَأَنَا مُجَمَّمَةٌ اور میرے سر کے بال جمہ جیسے تھے یعنی چھوٹے جیسے مردوں کے پٹھے ہوتے ہیں، تو مجھ کو گھر کی عورتیں جھولے پر سے اتار کر لے گئیں، مجھ کو بنایا سنوارہ اور اس کے بعد مجھ کو آپ ﷺ تک پہنچا دیا، یعنی میری رخصتی کر دی اور آپ ﷺ نے میرے ساتھ خلوت فرمائی جب کہ میں نو سال کی تھی، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت مجھ کو بعض انصاری عورتوں نے یہ دعا دی عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ۔

۴۹۳۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ جَاءَنِي نِسْوَةٌ وَأَنَا أَلْعَبُ عَلَى أُرْجُوحَةٍ، وَأَنَا مُجَمَّمَةٌ فَذَهَبْنَ بِي، فَهَيَّأْنَنِي وَصَنَعْنَنِي، ثُمَّ أَتَيْنَ بِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعِ سِنِينَ».

ترجمہ: حضرت عروہؒ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم مدینے آئے تو میرے پاس کچھ عورتیں آئیں جب کہ میں جھولے پر جھول رہی تھی اور میرے سر کے بال جمہ جیسے تھے، تو مجھ کو گھر کی عورتیں جھولے پر سے اتار کر لے گئیں، مجھ کو بنایا سنوارہ اور اس کے بعد مجھ کو آپ ﷺ تک پہنچا دیا، یعنی میری رخصتی کر دی، جب کہ میں نو سال کی تھی۔

۴۹۳۶- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، بِإِسْنَادِهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: «وَأَنَا عَلَى الْأُرْجُوحَةِ، وَمَعِي صَوَاحِبَاتِي، فَأَدْخَلْنَنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ».

ترجمہ: ہشام بن عروہ نے اس حدیث میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جھولا جھول رہی تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں پس ان عورتوں نے مجھے ایک کمرے میں داخل کیا وہاں پر کچھ انصاری خواتین تھیں۔ انہوں نے مجھے دعا دی کہ خیر اور برکت تمہارا مقدر رہو۔

٤٩٣٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، قَالَتْ: فَوَاللهِ إِنِّي لَعَلَى أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عِذْقَيْنِ فَجَاءَتْنِي أُمِّي فَأَنْزَلَتْنِي وَلِي جُمَيْمَةٌ" وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہم نے بنی الحارث بن الخزرج کے محلہ میں قیام کیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں خدا کی قسم میں جھولا جھول رہی تھی... وہ جھولا ایسا تھا کہ اسکی ایک رسی کھجور کے ایک درخت کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اور دوسری رسی کھجور کے دوسرے درخت کے ساتھ بندھی ہوئی تھی... پس میری والدہ آئیں انہوں نے مجھے جھولے سے اتارا اور میرے سر کے بال چھوٹے چھوٹے تھے۔ پھر پوری حدیث ذکر کی۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٦٨١) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٤٠) صحيح مسلم - النكاح (١٤٢٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٥٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣٥) سنن ابن ماجه - النكاح (١٨٧٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١١/٦) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٦١)

شرح الحديث: فَوَاللهِ إِنِّي لَعَلَى أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عِذْقَيْنِ فَجَاءَتْنِي أُمِّي فَأَنْزَلَتْنِي وَلِي جُمَيْمَةٌ، اس حدیث میں اس جھولے کی شکل مذکور ہے وہ یہ کہ ایک مضبوط رسی کا ایک سرا ایک درخت میں باندھ دیا جائے اور دوسرا سرا دوسرے قریبی درخت میں اس رسی کے بیچ کا حصہ جو زمین کی طرف لٹکا ہوا ہے اس پر جھولا جائے، یعنی میری والدہ آئیں اور مجھے اس جھولے پر سے اتار کر لے گئیں جب کہ میرے سر کے بال پنٹھوں جیسے تھے یعنی چھوٹے۔

٦٤ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

نردشیر کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت کے بیان میں

٤٩٣٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ».

ترجمہ: حضرت ابو اشعریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نردشیر سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣٨) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٤/٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٨٦)

۴۹۳۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے نرد شیر کھیلا تو گویا کہ اس نے اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور اس کے خون میں ڈبو دیئے (حرام اور نجس شئے میں اپنے ہاتھ اس نے داخل کیے)۔

تخریج: صحيح مسلم - الشعر (۲۲٦۰) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٣٩) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷٦۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۲/۵)

شرح الأحادیث: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ، اور دوسری روایت میں ہے: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ، اس حدیث میں نرد شیر کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت ہے کہ جس نے ایسا کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور دوسری روایت میں ہے کہ جس نے اپنے ہاتھوں کو اس کھیل میں استعمال کیا تو گویا اس نے اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا اس کھیل کو اردشیر بن بابک فارس کے بادشاہ نے وضع کیا اور چلایا تھا اسی لئے اسکو نردشیر کہتے ہیں، لغت میں لکھا ہے کہ نرد ایک قسم کا کھیل ہے جس کو اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا، حاشیہ بذل [1] میں ہے مغنی سے نقل کرتے ہوئے کہ یہ کھیل حرام ہے جسکی وجہ سے آدمی عند الائمة الأربعة مردود الشهادة ہو جاتا ہے، اور یہی حکم شطرنج کا ہے ائمہ ثلاث کے نزدیک، بخلاف امام شافعیؒ کے کہ انہوں نے اسکو مباح قرار دیا ہے (المغنی ۱۲ / ص ۳۵) (التعليق المحمود ص ۳۸۱)

٦٥ ـ بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

کبوتر بازی کے بیان میں

۴۹۴۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ: «شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو کبوتر کے پیچھے جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان ہے جو شیطانہ کے پیچھے جا رہا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳٤۵/۲)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو کسی کبوتری کی طرف دوڑا ہوا جا رہا تھا، تو آپ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۹ ص ۱۷۵ ـ ۱۷٦

ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ہے شیطانہ کے پیچھے چلا جارہا ہے۔ حمامہ کو شیطانہ اس حیثیت سے فرمایا کہ وہ ذریعہ بنی اس شخص کی غفلت اور حماقت کا۔

٦٦- بَابٌ فِي الرَّحْمَةِ

رحمدلی کے بیان میں

٤٩٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي قَابُوسَ، مَوْلَى لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ» لَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ رحم کرنے والے لوگوں پر رحمان ذات بھی رحم کرتی ہے۔ زمین والوں پر رحم کھاؤ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ مسددؒ استاد نے مولی عبد اللہ ابن عمروؓ کا لفظ نہیں کہا اور يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ کے بجائے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذکر کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٢٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤١)

شرح الحديث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو لوگ رحمدل ہوتے ہیں دوسروں پر رحم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے ہی پر رحم فرماتا ہے، لہٰذا زمین والوں پر رحم کرو تو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔

الحديث المسلسل بالأولية: یہی وہ حدیث ہے جو "المسلسل بالأولية" سے مشہور ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کی اولیت کا سلسلہ سفیان بن عیینہ پر آکر ختم ہو جاتا ہے، اس سے اوپر یعنی صحابیؓ کی جانب میں نہیں پایا جاتا، اور جنہوں نے اس کو مسلسل قرار دیا اخیر تک وہ غلطی پر ہیں۔

اس حدیث کے تسلسل کو باقی رکھنے کیلئے صورت یہ ہے کہ جو استاد حدیث کی کسی بھی کتاب کو اپنے شاگرد کو پڑھانا شروع کرے تو پہلے یہ حدیث اس کو سنادے یا اس سے پڑھوالے۔

٤٩٤٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ مَنْصُورٌ، قَالَ: ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ وَقَرَأْتُهُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: أَقُولُ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ فَقَالَ: إِذَا قَرَأْتَهُ عَلَيَّ فَقَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ، الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ هَذِهِ الْحُجْرَةِ يَقُولُ: «لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ».

ترجمہ: شعبہ کہتے ہیں منصور نے مجھے حدیث لکھی (اسکے برعکس) ابن کثیر استاد نے اپنی حدیث میں کہا کہ میں نے منصور

پر قرأت کی اور میں نے پوچھا کہ میں حدثنی منصور کہہ سکتا ہوں تو منصور استاد نے یہ جواب دیا جب تم کسی حدیث کی مجھ پر قرأت کرو تو گویا کہ وہ حدیث میں نے تمہیں بیان کی ہے (گویا کہ منصور کا یہ مذہب تھا کی شاگرد استاد پر قرأت کرنے دونوں صورتوں میں لفظ حدثنا کہنا صحیح ہے۔ گویا انکے ہاں حدثنا اور اخبرنا کا مشہور فرق نہیں تھا) پھر حفص اور ابن کثیر دونوں متفق ہیں عن ابی عثمان مولی مغیرہ بن شعبہ عن ابی ہریرہؓ کی سند سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے ابو القاسم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا جو سچے بھی ہیں اور آپ ﷺ کے سچا ہونے کی تصدیق بھی کی گئی ہے۔ صاحب حجرہ شریفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمت اور نرم دلی بد بخت شخص سے ہی چھین لی جاتی ہے۔

تخریج جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٢٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٢)

شرح الحديث: اس حدیث میں مصنف کے دو استاد ہیں حفص بن عمر، اور ابن کثیر، اور ان دونوں کے استاد شعبہ ہیں، اور شعبہ کے استاد منصور ہیں، منصور کی روایت کے بارے میں حفص نے تو شعبہ سے یہ نقل کیا: کتب الیّ منصور اور ابن کثیر نے شعبہ سے اس طرح نقل کیا: كَتَبَ إِلَيَّ مَنْصُورٌ، وَقَرَأْتُهُ عَلَيْهِ یعنی حفص کی روایت میں تو یہ ہے شعبہ کہتے ہیں کہ میری طرف منصور نے حدیث لکھی، اور ابن کثیر نے یہ کہا شعبہ کہتے ہیں کہ منصور نے میری طرف لکھ کر بھیجی اور میں نے اس حدیث کو ان پر پڑھا بھی، اور پھر آگے ابن کثیر کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد منصور سے کہا اب اسکے بعد یعنی جب میں نے آپکو یہ حدیث پڑھ کر سنا دی تو بوقت روایت حدیث یہ کہہ سکتا ہوں: حدثنی منصور؟ تو انہوں نے اسکی اجازت دیدی اور کہا کہ جب تم نے یہ حدیث مجھ پر پڑھ دی تو یوں سمجھو کہ میں نے تم سے بیان کر دی، یہ سب سوال وجواب ابن کثیر کی روایت میں ہے حفص بن عمر کی روایت میں نہیں۔

ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، یعنی اس کے بعد جو سند آرہی ہے اس میں حفص اور ابن کثیر دونوں متفق ہیں، دونوں کی روایت میں جو کچھ فرق تھا وہ شروع میں تھا۔

اس سوال وجواب سے معلوم ہوا کہ منصور کے نزدیک قرأت علی الشیخ کی صورت میں بھی حدثنا کہہ سکتے ہیں، اور اس میں دوسرا قول جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ شروع کتاب میں گزر چکا کہ قرأت علی الشیخ کی صورت میں اخبرنا اور سماع من لفظ الشیخ کی صورت میں حدثنا استعمال کیا جاتا ہے۔

٤٩٤٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنِ ابْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، - يَرْوِيهِ قَالَ: ابْنُ السَّرْحِ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور

ہمارے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٥/٢)

٦٧- بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

خیر خواہی کے بیان میں

یہ ترجمۃ الباب مکرر ہے، ابھی قریب میں گزر چکا۔

٤٩٤٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ» قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «لِلّٰهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ، وَأَئِمَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَعَامَّتِهِمْ، أَوْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ».

ترجمہ: حضرت تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے، بیشک دین خیر خواہی کا نام ہے، بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس سے خیر خواہی کی جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کیلئے اور اسکی کتاب کیلئے اور اس کے رسول کیلئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے (خیر خواہی کی جائے) یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (٥٥) سنن النسائي - البيعة (٤١٩٧) سنن النسائي - البيعة (٤١٩٨) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٠٢/٤)

شرح الحدیث: نصیحت کے معنیٰ ارادۃ الخیر کے ہیں کہ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرنا، اور جس کے ساتھ وہ ارادہ کیا جاتا ہے اس کو منصوح لہ کہتے ہیں اور یہ معنیٰ بڑے جامع ہیں ہر بھلائی اور خیر اس میں آجاتی ہیں حالانکہ لفظ نصیحت بہت مختصر سا کلمہ ہے مگر معنیٰ اس کے بہت بڑے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ جس لفظ سے اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے یعنی خیر خواہی وہ بھی اسی طرح نہایت جامع ہے۔

وہ خصلت جو تمام دین کا خلاصہ ہے: اس حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے نہایت تاکید و تحقیق اور بڑی قوت کے ساتھ یہ فرمایا کہ دین نام ہے خیر خواہی کا یعنی دین کا خلاصہ یہ ہے، اس پر صحابہ نے دریافت کیا کہ خیر خواہی کس کیلئے تو آپ نے فرمایا سب کیلئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی کتاب اللہ کے لئے اور رسول اللہ کے لئے اور مسلمان خلفاء اور بادشاہوں کیلئے اور عامہ مسلمین کیلئے، لیکن ہر ایک کیساتھ خیر خواہی اس کے حال کے مناسب ہوتی ہے، لہٰذا نصیحت کے معنیٰ ہوئے ہر شخص کے ساتھ بلکہ ہر شئ کیساتھ اسکے شایان شان معاملہ کرنا، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوگی اور کتاب اللہ کے ساتھ اس کی شان کے مناسب، وھکذا، اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی عبادت اور ہر حال میں اس کے

حکم کی اطاعت اور بجا آوری کرنا یہ نصیحت للّٰہ ہے اور اسی طرح کتاب اللہ کی تعظیم ظاہراً و باطناً، اسکی تلاوت کرنا، اسکے معانی کو سمجھ کر اس کے احکام بجالانا یہ نصیحت لکتاب اللہ ہے، اسی پر قیاس کر لیا جائے اور سب چیزوں کو بھی، تو ہر چیز کے ساتھ اسکے شایان شان معاملہ کرنا جس کی دوسری تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے اعطاء کل ذی حق حقہ، ہر ذی حق کو اس کا حق دینا یہ تمام دین کا خلاصہ ہے اور لب لباب ہے، اس حدیث کے بارے میں امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: هذا حديث عظيم الشأن وعليه مدار الاسلام كما سنذكره من شرحه (یعنی اس کی شرح ہی سے پتہ چل جائیگا کہ واقعی یہ حدیث مدار الاسلام ہے) وأما ما قاله جماعات من العلماء أن أحد أرباع الاسلام أي أحد الاحاديث الاربعة التي تجمع أمور الاسلام فليس كما قالوه بل المدار على هذا وحده، یعنی بعض علماء نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ یہ حدیث منجملہ ان چار احادیث کے ہے جن کے مجموعے میں تمام امور اسلام مضمر ہیں لہٰذا اس ایک حدیث میں چوتھائی امور اسلام آگئے ہیں یہ بات صحیح نہیں بلکہ تنہا کسی ایک حدیث پر تمام امور اسلام کا مدار ہے۔ وهذا الحديث من أفراد مسلم وليس لتميم الداري في صحيح البخاري عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء ولا له في مسلم عنه غير هذا الحديث [1]، پھر امام نوویؒ نے اس کی شرح بالتفصیل لکھی ہے۔

٤٩٤٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: «بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَأَنْ أَنْصَحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ» قَالَ: «وَكَانَ إِذَا بَاعَ الشَّيْءَ أَوِ اشْتَرَاهُ» قَالَ: «أَمَا إِنَّ الَّذِي أَخَذْنَا مِنْكَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا أَعْطَيْنَاكَ فَاخْتَرْ».

ترجمہ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ میں آپ ﷺ کی بات سنوں گا اور آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ راوی کہتے ہیں جریرؓ کی یہ عادت تھی کہ کسی چیز کو بیچتے یا خریدتے تو اس سے کہتے کہ ہم نے جو چیز تم سے لی ہے وہ ہمیں زیادہ پسندہ ہے اس چیز سے جو ہم نے تمہیں دی لہٰذا تمہیں بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

تخریج سنن النسائي- البيعة (٤١٥٦) سنن أبي داود- الأدب (٤٩٤٥) مسند أحمد- أول مسند الكوفيين (٣٦٣/٤)

شرح الحديث حضرت جریرؓ فرما رہے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے آپ کی بات ماننے اور آپ ﷺ کی اطاعت اور ہر مسلمان کے لئے نصیحت و خیر خواہی پر بیعت کی اب اس پر راوی کہہ رہا ہے کہ اس بیعت کے بعد حضرت جریرؓ کا حال یہ تھا کہ اگر اپنی کوئی بھی چیز کسی کو فروخت کرتے یا کسی سے کوئی چیز پیسے دیکر خریدتے تو بیع و شراء کے تمام ہو جانے کے باوجود اس سے یہ فرماتے کہ جو چیز ہم نے تجھ سے لی ہے وہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس چیز سے جو ہم نے تجھ کو دی ہے لہٰذا ہم تو اس کو واپس کرنا نہیں چاہتے زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجہ سے، لیکن میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اگر تجھ کو اپنی چیز جو تو نے ہم کو دی ہے

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٢ ص ٣٧

وہ زیادہ پسند ہو اور تو اس کو مجھ سے واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے (کیونکہ نصیحت اور خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے)۔

یہ حضرت جریرؓ کی کمال احتیاط ہے کہ دوسرے کے شائبہ ضرر سے بھی بچنے کی کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ بعض مرتبہ بائع کو بیع کے بعد، اسی طرح مشتری کو شراء کے بعد اسکی رائے میں تبدیلی آتی ہے، بائع کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میں بیع نہ کرتا تو بہتر تھا، اور مشتری کو شراء کے بعد یہ خیال اور وسوسہ گزرتا ہے کہ میں اس چیز کو نہ خریدتا تو بہتر تھا، اسلئے حضرت جریرؓ ایسا کیا کرتے تھے، اور عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ مشتری شراء کے بعد یہ سوچتا ہے کہ میں نے بائع پر احسان کیا کہ اس کی چیز خرید لی اور اسی طرح بائع اپنی چیز بیچ کر مشتری پر احسان رکھنا چاہتا ہے کہ میں نے اتنی بڑھیا چیز تجھ کو کتنی سستی دیدی۔

٦٨ - بَابٌ فِي الْمَعُونَةِ لِلْمُسْلِمِ

مسلمان کی مدد و اعانت کرنے کے بیان میں

٤٩٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: عُثْمَانُ وَجَرِيرٌ الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، - وَقَالَ وَاصِلٌ: قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ثُمَّ اتَّفَقُوا - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ «وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جو کسی مسلمان سے دنیا کی مصیبت میں سے کسی مصیبت کو دور کرے تو اللہ پاک اسکے بدلہ روز قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت اس پر سے دور فرمادیں گے اور جو کسی تنگدست کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی کا معاملہ فرماتے ہیں اور جو کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ پوشی کرے تو اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اسکے عیوب کو چھپائیں گے اور اللہ پاک اپنے بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں عثمان استاد نے ابو معاویہ سے وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ والا ٹکڑا ذکر نہیں کیا (بلکہ عثمان راوی اس جملہ کو صرف جریرؓ سے نقل کر رہا ہے)۔

تخریج: صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٦٩٩) جامع الترمذي - الحدود (١٤٢٥) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٣٠) جامع الترمذي - القراءات (٢٩٤٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٦) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٢)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان سے اس کی کوئی الجھن اور پریشانی دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کی بروز قیامت ایک الجھن دور کریں گے، حالانکہ دنیا کی الجھن آخرت کی

الجھن کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، اور جو کسی تنگ دست کو سہولت دے۔ دین وغیرہ کے معاملہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ سہولت کا معاملہ فرماتے ہیں دنیا اور آخرت میں، اور اسی طرح جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اور اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک عیب کو چھپائیں گے دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی اعانت میں ہوتے ہیں جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی اعانت میں رہے۔

٤٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ. قَالَ: قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الزكاة (١٠٠٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٣/٥)

٦٩ - بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

(غیر مناسب) نام بدل دینے کے بیان میں

٤٩٤٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بیان کرتے ہے کہ تم روز قیامت اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اپنے اچھے نام رکھا کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٤/٥) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٩٤)

شرح الحدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم سبؓ کو قیامت کے روز تمہارا اور تمہارے آباء کا نام لیکر پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کرو، تا کہ اچھے ہی نام سے پکارے جاؤ، اس روایت میں تو یہی ہے کہ آدمی کو اس کے اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، لیکن بعض روایات میں یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو پکارا جائے گا بأسماء أمهاتهم جس کی حکمت بعض نے یہ بیان کی ہے تاکہ اولاد زنا کا حال فاش نہ ہو، اور بعضوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال کی رعایت میں کیونکہ ان کی نسبت تو ماں کی طرف متعین ہے، لہٰذا ان دونوں روایتوں میں تعارض ہوا، اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث الباب صحاح کی روایت ہے اور وہ دوسری روایت اس درجہ کی نہیں، اور یا یہ کہ پھر دونوں روایتوں کو تغلیب پر محمول کیا جائے، یعنی نہ تو سب ہی کو آباء کے نام سے پکارا جائے گا اور نہ سب ہی کو امہات کے نام سے پکارا جائے گا بلکہ بعض کو اس طرح اور

بعض کو اس طرح، کذا فی البذل عن اللمعات [1]، اور یا یوں کہا جائے کہ حدیث الباب پر خود کلام ہے جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ».

٤٩٤٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ زِيَادٍ، سَبَلَانُ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَبْدُ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ پاک کے سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الآداب (٢١٣٢) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٣٣) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٣٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٤٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ٢٤) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٩٥)

شرح الحدیث: أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَبْدُ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، سب سے زیادہ پسندیدہ نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو نام ہیں عبد اللہ اور عبد الرحمٰن، اور اسی طرح جن ناموں میں عبدیت کی نسبت اسماء حسنیٰ میں سے کسی نام کی طرف ہو گی، اور حاشیۂ بذل [2] میں یہ ہے کہ ان دو ناموں کی اَحبّیت علی الاطلاق نہیں جیسا کہ ظاہر شامی سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ باعتبار عبودیت [3] کے ہے اس لئے کہ پہلے لوگ نام رکھا کرتے تھے عبد الشمس وغیرہ، ورنہ سب سے زیادہ پسندیدہ نام محمد و احمد ہیں۔

٤٩٥٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلُ ابْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ، وَهَمَّامٌ، وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ».

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیاء کے ناموں پر اپنا نام رکھو اور اللہ کو سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں (کیونکہ حرب یعنی جنگ میں مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے اور مرہ کے اندر کرواہٹ کا معنی پایا جاتا ہے)۔

تخریج: سنن النسائي - الخيل (٣٥٦٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٥٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣٤٥)

شرح الحدیث: اس حدیث میں انبیاء کے نام پر نام رکھنے کی ترغیب ہے لہٰذا اس سے اس کی تائید ہو رہی ہے جو اوپر شامی سے گزرا اور حارث اور ہمام کو اصدق یعنی زیادہ سچا جو کہا گیا سو وہ ظاہر ہے اس لئے کہ ہر شخص حارث یعنی کمائی کی فکر والا ہے اور اسی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٨٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ١٨٥.

[3] یعنی جو نام عبد کے ساتھ ہوں۔

طرح ہر شخص کے اندر ھَمّ اور فکر پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ دونوں نام ہر شخص کے اعتبار سے مسمی کے موافق ہیں۔

٤٩٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ وُلِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبَاءَةٍ يَهْنَأُ بَعِيرًا لَهُ. قَالَ: «هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ» فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيهِ فَلَاكَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ فَأَوْجَرَهُنَّ إِيَّاهُ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ» وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں میں (اپنے اخیافی بھائی) عبد اللہ بن ابی طلحہ کو اس کی پیدائش کے وقت حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ حضور ﷺ ایک چوغہ پہنے ہوئے اور اپنے اونٹوں کو قطران تیل مل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کھجور ہے میں نے کہا جی ہاں، پس میں نے آپ کو چند کھجوریں پیش کیں تو آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو اپنے منہ میں ڈال کر کچھ چبایا پھر بچہ کا منہ کھولا اور اس کے منہ میں یہ کھجوریں ڈال دیں۔ پس بچہ ان کھجوروں کو چوسنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار کو کھجور بہت ہی محبوب ہے اور آپ ﷺ نے اس بچہ کا نام عبد اللہ رکھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣١) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥٢٢٢) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٨٦) صحيح مسلم - الآداب (٢١٤٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٥١) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧١/٣)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی کے یہاں ولادت ہوتی تو اس نو مولود کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے جا کر آپ ﷺ سے اس کی تحنیک[1] کراتے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چھوٹے اخیافی بھائی عبد اللہ کو اس کی پیدائش کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا برائے تحنیک جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ ﷺ عباء یعنی چوغہ پہنے ہوئے تھے اور اپنے اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے ھناء یعنی مخصوص تیل قطران مل رہے تھے (میری گود میں چھوٹے بچے کو دیکھ کر آپ ﷺ سمجھ گئے کہ میں اسکو تحنیک کیلئے لایا ہوں) آپ ﷺ نے پوچھا تیرے ساتھ کھجور ہیں؟ میں نے آپ ﷺ کو چند کھجوریں پیش کر دیں، آپ ﷺ نے ان کو اپنے دہن مبارک میں ڈال کر چبایا، ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ، فغر بمعنی فتح، یعنی پھر آپ ﷺ نے اس بچہ کا منھ کھولا اور ان چبی ہوئی کھجوروں کو اس بچہ کے منہ میں آپ ﷺ نے ڈالا، وہ بچہ فوراً ان کھجوروں کو منہ چلا کر چوسنے لگا جس سے آپ ﷺ کو تعجب ہوا اور فرمایا حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ کہ دیکھو انصار کو کھجور کتنی پسند ہے اور آپ ﷺ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا۔

---

[1] یہ حنک سے ہے بمعنی تالو۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کھجور کسی ایسے شخص سے چبوا کر جس سے عقیدت ہو نو مولود کے تالو پر لگانا ۱۲۔

۷۰- بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الِاسْمِ الْقَبِيحِ

بُرے نام تبدیل کر دینے کے بیان میں

۴۹۵۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: «أَنْتِ جَمِيلَةُ».

ترجمہ: عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کا نام بدل دیا اور فرمایا تم جمیلہ ہو۔

تخریج: صحیح مسلم - الآداب (۲۱۳۹) جامع الترمذي - الأدب (۲۸۳۸) سنن أبي داود - الأدب (۴۹۵۲) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۳۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۸/۲) سنن الدارمي - الاستئذان (۲۶۹۷)

شرح الحدیث: غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: «أَنْتِ جَمِيلَةُ»: یعنی ایک عورت جس کا نام عاصیہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا، عرب لوگ اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے، عاصی، ظالم وغیرہ، تکبر اور تعلی کے طور پر کہ ہم کسی کی ماننے والے، کسی سے دبنے والے نہیں ہیں اسلام نے آکر ایسے ناموں سے منع کیا۔ (بذل [1])

۴۹۵۳- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، سَأَلَتْهُ: مَا سَمَّيْتَ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: سَمَّيْتُهَا بَرَّةَ، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَذَا الِاسْمِ، سُمِّيتُ بَرَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اللهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ» فَقَالَ: مَا نُسَمِّيهَا؟ قَالَ: «سَمُّوهَا زَيْنَبَ».

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ زینب بنت ابی سلمہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیٹی کا کیا نام رکھا تو میں نے کہا کہ میں نے اس کا نام برہ رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نیکی اور پاکیزگی مت ثابت کرو۔ اللہ پاک تم میں نیکی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا گیا: ہم اس بچی کا کیا نام رکھیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا نام زینب رکھو (کیونکہ زینب کے معنی خوش ہونا یا زینب اس درخت کو کہتے ہیں جو خوبصورت اور خوشبودار ہو)۔

تخریج: صحیح مسلم - الآداب (۲۱۴۲) سنن أبي داود - الأدب (۴۹۵۳)

شرح الحدیث: مَا سَمَّيْتَ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: سَمَّيْتُهَا بَرَّةَ: محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ زینب بنت ابی سلمہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیٹی کا کیا نام رکھا، میں نے کہا کہ میں نے اسکا نام برہ رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی شروع میں برہ تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اللهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ، کہ اپنی نیکی اور صلاح ثابت نہ کرو،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۹ ص ۱۸۸

اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کون ہیں نیکی والا تم میں سے، پھر میرے گھر والوں نے حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمانے سے میرا نام بدل کر زینب رکھ دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ربیبہ زینب بنت ابی سلمہ کا نام برہ تھا تو آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بدل کر زینب رکھوایا، اس پر حاشیۂ بذل میں ہے کہ تاریخ الخمیس میں جویریہ کے ذکر میں ہے کہ انکا نام برہ تھا تو آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بدل کر جویریہ رکھا کرہ أن يقال خرج من عند برّة كذا في المشكاة بعضه وقد ذكر مثل ذلك في ميمونة وزينب بنت جحش وزينب بنت أبي سلمة وكان اسم كل واحدة منهنّ برّة، الى آخر ما فيه [1]۔ یعنی چند عورتوں کے بارے میں یہی آتا ہے کہ ان کا نام برہ تھا آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بدل کر ان کا نام دوسرا رکھا۔

٤٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَمِّهِ أُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيٍّ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا اسْمُكَ؟» قَالَ: أَنَا أَصْرَمُ. قَالَ: «بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ».

ترجمہ اسامہ بن زید اخدری کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اصرم کہا جاتا تھا وہ حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میں اصرم ہوں تو آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ بلکہ تم زرعہ ہو۔

شرح الحدیث أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ، یعنی ایک شخص جس کا نام اصرم تھا وہ ان لوگوں میں تھا جو حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے تھے، یعنی بظاہر وفد بن کر، تو آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا أَصْرَمُ. قَالَ: «بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ»، احرم تو چونکہ صرم سے ماخوذ ہے جس کے معنی قطع کے ہیں جس میں ایہام ہے قطع خیر وبرکت کا اسلئے آپ نے اس کا نام زُرْعَةُ لغت میں کہتے ہیں کھیتی کے بیج کو اور کھیتی کی زمین کو بھی۔

٤٩٥٥ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ هَانِئٍ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ؟» فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي، فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟» قَالَ: لِي شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللهِ، قَالَ: «فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟» قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قَالَ: «فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «شُرَيْحٌ هَذَا هُوَ الَّذِي

---

[1] تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس — ج ١ ص ٤٧٤

كَسَرَ السِّلْسِلَةَ، وَهُوَ مِمَّنْ دَخَلَ تُسْتَرَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَبَلَغَنِي أَنَّ شُرَيْحًا كَسَرَ بَابَ تُسْتَرَ، وَذَلِكَ أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ سِرْبٍ».

ترجمہ: شریح بن ہانی اپنے والد ہانی سے نقل کرتے ہیں کہ جب وہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں اپنی قوم کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں سے سنا کہ لوگ انہیں ابوالحاکم کی کنیت سے پکار رہے ہیں پس آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو بلایا اور فرمایا: بیشک حکم تو اللہ پاک کا نام ہے اور سارے فیصلے اللہ پاک پر ہی جا کر ختم ہوتے ہیں تم نے ابوالحکم کنیت کیوں رکھی؟ تو انہوں نے عرض کیا: میری قوم کے لوگوں میں جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں تو دونوں فریق اس فیصلہ پر راضی ہو جاتے ہیں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: یہ کتنا اچھا کام ہے تمہارے کتنے بیٹے ہیں۔ ہانیؓ نے عرض کیا: شریح مسلم اور عبداللہ (تین بیٹے ہیں) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پوچھا میں بڑا کون سا ہے؟ میں نے عرض کیا: شریح تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم ابوشریح ہو۔

تخریج: سنن النسائي - آداب القضاة (٥٣٨٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٥٥)

شرح الحدیث: شریح بن ہانی اپنے والد ہانی بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد بن کر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کو لوگ ابوالحکم کے نام سے پکارتے ہیں تو آپ نے ان کو بلا کر فرمایا: إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، کہ حکم تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور حکم دراصل اسی کی صفت ہے تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ بات یہ ہے کہ جب میری قوم کا کسی بات میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں تو جو فیصلہ میں ان کے درمیان کر دیتا ہوں فریقین اس پر راضی ہو جاتے ہیں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ کام تو بہت اچھا ہے (مگر کنیت پھر بھی یہ نہیں ہونی چاہیے) پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں تو انہوں نے بتلایا شریح، مسلم عبداللہ (تین بیٹے ہیں) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پوچھا کہ ان میں بڑا کون سا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ شریح، تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ یعنی بڑے بیٹے کے نام پر میری کنیت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تجویز فرما دی۔

شریح نام کے بہت سے رجال ہیں رجال حدیث میں سے اور یہ جن کا ذکر چل رہا ہے یہ تو شریح بن ھانی ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے تقریب میں مخضرم ثقة قتل مع بن أبي بكرة بسجستان ایک شریح بن النعمان کوفی ہیں، ایک قاضی شریح ہیں وہ شریح بن الحارث الکوفی ھیں مخضرم ثقة، وقیل له صحبته۔

٤٩٥٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: «مَا اسْمُكَ؟» قَالَ: حَزْنٌ، قَالَ: «أَنْتَ سَهْلٌ» قَالَ: لَا، السَّهْلُ يُوطَأُ وَيُمْتَهَنُ، قَالَ سَعِيدٌ: «فَظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ حُزُونَةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ، وَعَزِيزٍ، وَعَتَلَةَ، وَشَيْطَانٍ، وَالْحَكَمِ، وَغُرَابٍ، وَحُبَابٍ، وَشِهَابٍ، فَسَمَّاهُ هِشَامًا، وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا، وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ

الْمُنْبَعِثَ. وَأَرْضًا تُسَمَّى عِفْرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ، وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ، سَمَّاهُ شَعْبَ الْهُدَى، وَبَنُو الزِّنْيَةِ، سَمَّاهُمْ بَنِي الرِّشْدَةِ، وَسَمَّى بَنِي مُغْوِيَةَ، بَنِي رِشْدَةَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «تَرَكْتُ أَسَانِيدَهَا لِلاخْتِصَارِ».

ترجمہ: سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ نقل کرتے ہیں کہ انکے دادا سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے کہا: حزن، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سہل ہو تو میرے دادا حزن نے کہا مجھے یہ نام پسند نہیں سہل نرم چیز کو روندا جاتا ہے اور ذلیل کیا جاتا ہے تو سعید بن مسیب کہتے ہیں مجھے اسی وقت سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسکے بعد ہمیں سخت جھیلنی پڑے گی (کیونکہ دادا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ نام اختیار نہیں کیا) امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص (نافرمان) عزیز (اللہ پاک کا نام ہے) عتلہ (سختی اور شعلہ) شیطان۔ حکم (اللہ پاک کا نام) غراب (دوری) حباب (شیطان کا نام ہے) شہاب (آگ کا شعلہ) ان سب ناموں کو بدل دیا اور شہاب کا نام ہشام رکھا اور حرب کا نام سلم (رکھا اور مضطجع (پہلو پر لیٹنے والا) کا نام منبعث (چاق وچوبند) اور ایک زمین جس کا عفرہ کہا تھا (عفرۃ کے معنی ہیں وہ زمین جو سبزہ نہیں اگاتی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام خضرۃ (سر سبز وشاداب) رکھا شعب الضلالۃ (گمراہ گھاٹیاں) کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعب الھدی (ہدایت اور راہنمائی کی گھاٹیاں) رکھا اور بنو الزنیۃ (زنا وحرام کی اولاد) کا نام بنو الرشدۃ (ثابت النسب) رکھا اور بنی مغویۃ (ہلاکت والے) کا نام بنی رشدۃ (کامیاب اور ہدایت یافتہ) رکھا امام ابو داودؒ فرماتے ہیں میں نے اختصار کی غرض سے ان احادیث کی سندوں کو چھوڑ دیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٣٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣٣/٥)

شرح الحدیث: سعید بن المسیب کے والد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے انہوں نے کہا حَزْنٌ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَنْتَ سَهْلٌ، یعنی نام بدل دے، بجائے حَزْن کے سَهْل رکھ، انہوں نے کہا کہ یہ نام مجھے پسند نہیں، سَهْل چیز تو روندی جاتی ہے، لوگ اس کو پامال کرتے ہیں اور ذلیل کرتے ہیں، ان کے پوتے سعید فرماتے ہیں، جب میں نے یہ واقعہ سنا اسی وقت مجھے اندازہ ہوا تھا کہ چونکہ میرے جد امجد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ نام اختیار نہیں کیا بلکہ اس کو ناپسند کر دیا کہ اب ان کی نسل میں حزونت اور تشدد اور سختی چلتی ہی رہے گی۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ، وَعَزِيزٍ، وَعَتَلَةَ، وَشَيْطَانٍ، وَالْحَكَمِ، وَغُرَابٍ، وَحُبَابٍ، وَشِهَابٍ، فَسَمَّاهُ هِشَامًا، وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا، وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ، وَأَرْضًا تُسَمَّى عِفْرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ، وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ، سَمَّاهُ شَعْبَ الْهُدَى، وَبَنُو الزِّنْيَةِ، سَمَّاهُمْ بَنِي الرِّشْدَةِ، وَسَمَّى بَنِي مُغْوِيَةَ، بَنِي رِشْدَةَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «تَرَكْتُ أَسَانِيدَهَا لِلاخْتِصَارِ».

یہ سب وہ نام ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تغییر فرما کر دوسرا نام تجویز فرما دیا اور ہر ایک کی سند مصنف کے پاس موجود تھی،

مصنف خود فرما رہے ہیں کہ میں نے ان کی اسانید کو اختصاراً ترک کر دیا چونکہ یہ کتاب کا آخر ہے جو مدرسہ میں سال کے آخر میں پڑھایا جاتا ہے اسلئے میں سبق میں طلباء سے کہہ دیا کرتا ہوں کہ جس طرح ہمیں کتاب ختم کرنے کی جلدی ہو رہی ہے۔ اسی طرح مصنف کو بھی جلدی ہو رہی ہے ان کی بھی تصنیف پوری ہو رہی ہے۔

کتاب النکاح میں گزرا ہے کہ ولد الزنا کو ولدِ زِنْیه کہتے ہیں، اور اس کے بالمقابل ثابت النسب کو ولدِ رِشْدة کہتے ہیں۔

٤٩٥٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ، فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْأَجْدَعُ: شَيْطَانٌ".

ترجمہ: مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے ملاقات کی تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: مسروق بن الاجدع تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٥٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٣١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣١/١)

شرح الحدیث: مسروقؒ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا مسروق بن الاجدع تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔ حافظؒ نے الإصابة میں مسروق کے والد اجدع کے ترجمہ میں لکھا ہے: أنه شاعر جاهلي إسلامي اور پھر آگے ہے کہ یہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا تھا، اور یہ مسروق بن الاجدع کا والد ہے، تو حضرت عمرؓ نے اسکا نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھا تھا، مسروق کے بارے میں تقریب میں لکھا ہے: ثقة فقيه عابد مخضرم، مسروق نام کے اور بھی رجال ہیں: مسروق بن اوس، مسروق ابن المرزبان، اور معارف السنن میں ہے: مسروق هو ابن عبد الرحمٰن الاجدع، وسمي مسروقاً لأنه سرق في صغره، توفي ٦٣ھ، یعنی ان کو مسروق اسلئے کہتے ہیں کہ ان کو ان کے بچپن میں کوئی چور اٹھا کر لے گیا تھا[1]۔

٤٩٥٨ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ عُمَيْلَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا، وَلَا رَبَاحًا، وَلَا نَجِيحًا، وَلَا أَفْلَحَ»، فَإِنَّكَ تَقُولُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيَقُولُ: «لَا إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيدَنَّ عَلَيَّ».

ترجمہ: سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے غلام کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح ہرگز مت رکھنا کیونکہ تم کہو گے کیا یہاں پر وہ ہے تو جواب ملے گا نہیں (تو اس طرح بدفالی کا تصور پیدا ہوگا) حضرت سمرہؓ نے اپنے

---

[1] معارف السنن شرح جامع الترمذي — ج ١ ص ١٠٨ - ١٠٩

شاگرد سے فرمایا اس حدیث میں یہ چار ناموں کی ممانعت ہے لہٰذا حدیث میں چار سے زیادہ بیان کر کے مجھ پر جھوٹ نہ باندھنا۔

تخریج صحیح مسلم - الآداب (۲۱۳۶) صحیح مسلم - الآداب (۲۱۳۷) جامع الترمذي - الأدب (۲۸۳٦) سنن أبي داود - الأدب (۴۹۵۸) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۳۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷/۵) سنن الدارمي - الاستئذان (۲٦۹٦)

شرح الحدیث: لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا، وَلَا رَبَاحًا، وَلَا نَجِيحًا، وَلَا أَفْلَحَ، جس طرح برے نام رکھنے سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے اسی طرح بعض اچھی قسم کے ناموں سے بھی ایک اور مصلحت کے پیش نظر منع فرمایا ہے جیسے رباح یسار وغیرہ مذکورہ بالا نام، اور اس کی مصلحت خود ہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمائی کہ ان ناموں میں نیک فالی کی بعض صورتوں میں نفی ہو جاتی ہے، مثلاً کسی نے پوچھا گھر میں رباح ہے، یسار ہے تو اگر وہ گھر میں نہ ہو تو یہی جواب ملے گا کہ نہیں ہے جس میں صورۃً یُسر اور ربح کی نفی سمجھی جاتی ہے۔

إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيَّ، حضرت سمرہ راوی حدیث اپنے شاگرد سے فرما رہے ہیں کہ دیکھو اس روایت میں میں نے تم سے صرف چار نام بیان کئے ہیں اپنی طرف سے اس میں کسی اور نام کا اضافہ نہ کر دینا۔

۴۹۵۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ أَفْلَحَ، وَيَسَارًا، وَنَافِعًا، وَرَبَاحًا».

ترجمہ: حضرت سمرہؓ کہتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا کہ ہم اپنے غلاموں کے چار نام رکھیں: ① افلح ② یسار ③ نافع ④ رباح۔

تخریج صحیح مسلم - الآداب (۲۱۳۶) صحیح مسلم - الآداب (۲۱۳۷) جامع الترمذي - الأدب (۲۸۳٦) سنن أبي داود - الأدب (۴۹۵۹) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۳۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷/۵) سنن الدارمي - الاستئذان (۲٦۹٦)

۴۹٦۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْهَى أُمَّتِي أَنْ يُسَمُّوا نَافِعًا، وَأَفْلَحَ، وَبَرَكَةَ» قَالَ الْأَعْمَشُ: وَلَا أَدْرِي ذَكَرَ نَافِعًا أَمْ لَا. فَإِنَّ الرَّجُلَ يَقُولُ إِذَا جَاءَ أَثَمَّ بَرَكَةُ فَيَقُولُونَ لَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ بَرَكَةَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ اپنی امت کو نافع اور افلح اور برکہ نام رکھنے سے منع کروں گا۔ اعمش کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں نافع کا لفظ ذکر کیا یا نہیں۔ کیونکہ جب کوئی شخص آئے گا تو پوچھے گا یہاں برکت ہے تو جواب ملے گا نہیں (تو اس طرح برکت کی نفی ہو جاتی ہے) امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں أَبُو الزُّبَيْرِ نے عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس طرح حدیث نقل کی ان کی روایت میں بَرَكَةَ کا ذکر نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٨/٣)

٤٩٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: أَخْنَى اسْمٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ روز قیامت سب سے گھٹیا نام اس شخص کا ہوگا جو بادشاہوں کا بادشاہ اپنا نام رکھا ہوا ہو۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں شعیب ابن ابی حمزہ نے ابو الزناد سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا اس میں یہ لفظ ہے سب قبیح اور سب سے برا نام (بادشاہوں کا بادشاہ، رکھنا ہے)۔

تخریج: صحیح البخاري - الأدب (٥٨٥٢) صحیح مسلم - الآداب (٢١٤٣) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٣٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٤/٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ گرا ہوا نام اس شخص کا ہوگا جس کا نام ملک املاک ہو۔ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ [1]۔

٧١ - بَابٌ فِي الْأَلْقَابِ

القاب کے بیان میں

٤٩٦٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَبِيرَةَ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلِمَةَ {وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ [2]} قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَا فُلَانُ» فَيَقُولُونَ: مَهْ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الِاسْمِ، فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ}.

ترجمہ: ابو جبیرہ بن ضحاک کہتے ہیں کہ یہ مبارک آیت "اور برے لقبوں سے مت پکارو بے شک ایمان کے بعد برا نام ہے گناہ کا لگنا" ہمارے قبیلہ بنی سلمہ کے متعلق نازل ہوئی (اس کا پس منظر یہ تھا) کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہمارے قبیلہ کے ہر شخص کے دو تین نام تھے پس بسا اوقات حضور ﷺ کسی کا نام لے کر پکارتے تو صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ! ٹھہریے یہ شخص اس نام سے ناراض ہوتا ہے تو اس پر یہ آیت وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ نازل ہوئی۔

---

[1] صحيح البخاري — كتاب الأدب — باب أبغض الأسماء إلى الله ٥٨٥٣

[2] اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے (سورة الحجرات ١١)

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٦٠)

شرح الحدیث: ابو جبیرہ کہتے ہیں کہ ہمارے یعنی بنو سلمہ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ہمارے قبیلہ میں ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام تھے تو بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ ان میں سے یعنی بنو سلمہ میں سے اس کا نام لے کر آواز دی اے فلاں تو بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ٹھہریئے اس کو اس نام سے نہ پکاریئے کیونکہ وہ ناراض ہوتا ہے اس نام سے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ کہ اپنے لئے برے لقب تجویز نہ کیا کرو۔

تنابز نبز سے ماخوذ ہے، نبز بروزن لقب، لقب ہی کے ہم معنی ہے، لیکن نبز کا استعمال لقب سوء (برے لقب) میں ہوتا ہے لقب اس نام کو کہتے ہیں جو معنی وصفی پر دال ہو خواہ وصف حسن ہو یا وصف قبیح۔

٧٢- بَابٌ فِيمَنْ يَتَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى

ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کے بیان میں

٤٩٦٣- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ضَرَبَ ابْنًا لَهُ تَكَنَّى أَبَا عِيسَى، وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ تَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَمَا يَكْفِيكَ أَنْ تُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَنَّانِي»، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَإِنَّا فِي جَلْجَتِنَا، فَلَمْ يَزَلْ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ حَتَّى هَلَكَ.

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک صاحب زادہ کی اس بات پر پٹائی کی کہ انہوں نے ابو عیسیٰ کنیت رکھی نیز مغیرہ بن شعبہ نے بھی ابو عیسیٰ کنیت رکھی تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تم اپنی کنیت ابو عبد اللہ رکھو تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ نے میری یہ کنیت رکھی تھی تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: حضور ﷺ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئیں تھیں اور ہم ابھی تک بڑے تنگ معاملہ میں ہیں (کہ پتہ نہیں ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں) پس ان کی وفات تک ابو عبد اللہ ہی ان کی کنیت رکھی گئی۔

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کی اسلئے پٹائی کی کہ اس نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ تجویز کی تھی، اور اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی کنیت ابو عیسیٰ تھی تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تم اپنی کنیت ابو عبد اللہ رکھو تو انہوں نے عرض کیا کہ اجی! یہ کنیت تو میری حضور ﷺ نے رکھی تھی، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی کیا بات کہتے ہو ان کی تو اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی گئی تھیں، وَإِنَّا فِي جَلْجَتِنَا، فَلَمْ يَزَلْ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ حَتَّى

هَلَكَ، اور فرمایا کہ ہم تو حُباب الماء یعنی پانی کے بلبلہ کے اندر ہیں (بلبلہ بہت نازک اور تنگ ہوتا ہے) یعنی ہمیں احتیاط کرنی چاہیے اور بڑوں کی ریس نہیں کرنی چاہیے، اس پر انہوں نے اپنی کنیت بدل دی، چنانچہ ہمیشہ ان کو مرتے دم تک ابو عبد اللہ ہی کہا گیا، یہاں پر دو نسخے ہیں ایک میں تو اسی طرح ہے اور ایک میں ہے: فِي جَلْجَتِنَا، جلجہ کے معنی تو اوپر آچکے، اور جلجلہ کہتے ہیں تحرک اور اضطراب کو، یعنی اور ہم لوگوں کا معاملہ تو حرکت و اضطراب میں ہے، یعنی ڈانواں ڈول۔ حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو بعض مرتبہ ایسے امور جو فی نفسہ مکروہ ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی آپ ﷺ ان کا ارتکاب مصلحۃً بیان جواز کیلئے کرتے ہیں تا کہ کوئی حرام نہ سمجھنے لگے ان کو، تو اس مکروہ کام میں بصورت اثم پائی جاتی ہے وہ آپ کے حق میں تو معاف ہے بلکہ آپ ﷺ کو تو اس پر ثواب ملتا ہے، لیکن دوسرے کے حق میں وہ فعل مکروہ ہی ہے۔

اور پھر آگے اسمیں یہ بھی ہے کہ ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کی کراہت اسلئے ہے کہ اسمیں ایہام ہے اس بات کا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اور پھر آگے فرماتے ہیں: اور شاید کہ امام ترمذیؒ نے جو اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی ہے اس وقت تک ان کو کراہت کی روایت نہ پہنچی ہو، اور یا یہ کہ یہ تکنی ان کی طرف سے نہ تھی بلکہ ان کے آباء کی طرف سے تھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات ہو کہ حضور ﷺ نے یہ کنیت مغیرہ بن شعبہ کی رکھی تھی اگرچہ حضرت عمرؓ نے اس کو بیان جواز پر محمول کیا ہے [1]۔

اس پر اور مزید کلام الکوکب الدری کے مقدمہ میں مذکور ہے اس کو دیکھا جا سکتا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے: ومال ابن عابدین الی الکراهة إذ قال في باب الحظر والاباحة: ولا يسمى حكيما، ولا أبا الحاكم ولا أبا عيسى إلى آخر ما قال اهـ [2]۔

٧٣۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِابْنِ غَيْرِهِ يَا بُنَيَّ

ایک شخص دوسرے کے بیٹے کو کہے: اے میرے بیٹے

یعنی کسی دوسرے کے بیٹے کو یَا بُنَيَّ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ عام طور سے لوگ عام محاورات میں اس طرح کہہ دیا کرتے ہیں: مصنفؒ نے حدیث الباب سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

٤٩٦٤۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح، وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَسَمَّاهُ ابْنُ مَحْبُوبٍ الْجَعْدَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «يَا بُنَيَّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ:

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ١٩٨ - ١٩٩

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — بالمقدمة — ج ١ ص ٥

«سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يُثْنِي عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ مَحْبُوبٍ وَيَقُولُ كَثِيرُ الْحَدِيثِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اے میرے بیٹے (اس طرح کہنا جائز ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٣١) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٩/٣)

شرح الحدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا یا بُنَیَّ حاشیۂ بذل میں ہے کہ آیت کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ [1] کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ بیٹے کو اس کے باپ کی طرف منسوب کیا جائے، تو اس سے شبہ ہوتا تھا ابن غیر کو یا بنی کہنے کے عدم جواز کا، اور اسی لئے حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حدیث الباب کو ذکر کیا ہے۔

٧٤ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى بِأَبِي الْقَاسِمِ

ابو القاسم کنیت رکھنے کی ممانعت کے بیان میں

٤٩٦٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، وَسَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، وَسُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُمْ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نام پر اپنا نام رکھو لیکن میری کنیت مت رکھو۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں ابو صالح نے ابوہریرہؓ سے اسی طرح حدیث نقل کی۔ اسی طرح ابو سفیان کی روایت حضرت جابرؓ سے ہے اور سالم بن ابی الجعد کی روایت حضرت جابرؓ سے ہے اور سلیمان یشکری حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں اور ابن منکدر حضرت جابرؓ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اور انس بن مالکؓ کی روایت بھی اس طرح ہے (امام ابوداودؒ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح حدیث باب ابوہریرہؓ سے مروی ہے اسی طرح ابوہریرہؓ کی روایت میں محمد بن سیرینؒ کا ایک متابع ابو صالح بھی موجود ہے اس کے علاوہ متعدد طرق سے یہ روایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے نیز حدیث باب انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٤٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٣٤) صحيح مسلم - الآداب (٢١٣٤) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٥) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٣٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٨/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٩٣)

شرح الحدیث: تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرے نام پر نام رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔

---

[1] پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے (سورة الأحزاب ٥)

اس سلسلہ میں مصنف نے تین باب قائم کئے ہیں، دوسرا باب یہ ہے: بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا، جس میں مصنفؒ نے یہ حدیث(٤٩٦٦) مرفوع ذکر کی ہے: مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي، یعنی ممانعت جمع بين الاسم والكنية کی ہے، صرف نام رکھنے کی یا صرف کنیت کی نہیں، اگر کسی کا نام محمد ہے تو اس کی کنیت ابو القاسم نہیں ہونی چاہیے اور اگر پہلے سے کنیت ابو القاسم ہے تو نام محمد نہیں رکھنا چاہیے، اور تیسرا باب ہے: بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا، اور اس تیسرے باب میں مصنفؒ نے حضرت علیؓ کے صاحب زادے محمد بن الحنفیہ کی یہ حدیث(٤٩٦٧) ذکر کی ہے کہ میرے والد حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ کے بعد میرے یہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے مجھ کو اس کی اجازت دی تھی، اور دوسری روایت(٤٩٦٨) اس میں یہ ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لڑکا پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تجویز کر دی، لیکن مجھ سے بعض لوگوں نے یہ ذکر کیا کہ یہ بات آپ ﷺ کو ناپسند ہے، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا الَّذِي أَحَلَّ اسْمِي، وَحَرَّمَ كُنْيَتِي» أَوْ «مَا الَّذِي حَرَّمَ كُنْيَتِي، وَأَحَلَّ اسْمِي»، یعنی کون ہے وہ جس نے میرے نام پر نام رکھنا تو جائز قرار دیا اور کنیت کو ناجائز قرار دیا، مطلب یہ کہ دونوں ہی جائز ہیں۔

مسئلة الباب میں مذاہب علماء: اس مسئلہ میں اختلاف روایات چونکہ تھا اسی لئے مصنفؒ نے اس بارے میں متعدد باب قائم کئے، اس میں مذاہب علماء بھی مختلف ہیں، چنانچہ اس میں علماء کے پانچ قول مشہور ہیں: ① يجوز التسمية مطلقا ولا يجوز التكني، وهو مذهب الشافعي والظاهرية، یعنی محمد نام رکھنا تو جائز ہے ابو القاسم کنیت رکھنا جائز نہیں، امام شافعیؒ اور ظاہریہ کا مذہب یہی ہے۔ ② لا يجوز التكني لمن اسمه محمد، اي النهي عن الجمع، لا عن نفس التكني، یعنی نام اور کنیت دونوں جمع کرنے کی ممانعت ہے ہر ایک جدا جدا ہو تو جائز ہے۔ ③ كلاهما ممنوعان مطلقًا یعنی نہ وہ جائز نہ وہ۔ ④ النهي مطلق في حياته وبعد وفاته النهي لمن اسمه محمد واحمد یعنی آپ ﷺ کی زندگی میں تو منع مطلقًا ہے اور وفات کے بعد ممانعت جمع کی ہے۔ ⑤ يجوز الكل الآن اي بعد وفاته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وهو مذهب الجمهور، یعنی منع کی روایات کا تعلق آپ ﷺ کی حیات سے تھا، وفات کے بعد کچھ منع نہیں ہے، اور حاشیۂ بذل[1] میں ہے وبسط الطحاوي (ج٢ ص٢٩٥) الكلام على المسئله ورجح منع التكني مطلقا سواء اسمه محمد اولا وفي الشامي (ج٥ ص٢٩٦) جوازهما معًا والنهي منسوخ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٩ ص ٢٠٤

٧٥- بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے کے بیان میں

٤٩٦٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى بِهَذَا الْمَعْنَى ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَرُوِيَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مُخْتَلِفًا عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اخْتُلِفَ فِيهِ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَلَى مَا قَالَ: أَبُو الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَلَى مَا قَالَ: ابْنُ سِيرِينَ وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَلَى مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَيْضًا عَلَى الْقَوْلَيْنِ اخْتَلَفَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جو میرے نام پر اپنا نام رکھے وہ میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت پر اپنی کنیت رکھے تو وہ میرے نام پر اپنا نام مت رکھے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں ابن عجلان نے اپنے والد کے واسطے سے ابو ہریرہؓ سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کی ہے اور ابو زرعہ عن ابی ہریرہؓ سے یہ روایت دونوں روایتوں کے اختلاف کے ساتھ مروی ہے (اس راویت کو محمد بن سیرینؒ نے عن ابی ہریرہؓ نقل کیا اور ابو الزبیر نے عن جابرؓ نقل کیا ہے اور حضرت جابرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایتوں میں اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں تسموا باسمی ولا تکتنو بکنیتی ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت میں من تسمہ باسمی فلا یکتنی بکنیتی ومن اکتنی بکنیتی فلا یتسمی باسمی ہے) اسی طرح عبد الرحمٰن ابن ابی عمرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے ان کی روایت میں بھی اختلاف ہے سفیان ثوری اور ابن جریج نے ابو الزبیر کے موافق نقل کیا ہے (مسند جابرؓ میں) اس کے برعکس معقل بن عبید اللہ عن عبد الرحمن ابن عمرۃ نقل کیا ہے اسی طرح جس طرح ابن سیرینؒ نے نقل کیا (مسند ابی ہریرہؓ میں) نیز حدیث باب کی سند میں موسی ابن یسار ابو ہریرہؓ سے نقل کرنے میں دو مختلف روایتیں نقل کرتے ہیں حماد بن خالد اور ابن ابی فدیک نے الگ الگ طریقہ پر حدیث نقل کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٣)

شرح الحديث: تقدم الكلام عليه آنفًا۔

٧٦- بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے کی اجازت کے بیان میں

٤٩٦٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ مُنْذِرٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَحِمَهُ اللهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ، وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»

وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ «قُلْتُ»: قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں: یارسول اللہ! اگر آپ کے بعد میرے یہاں کوئی بیٹا پیدا ہو تو میں آپ ﷺ کے نام پر اسکا نام اور آپ ﷺ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھ سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں (اس سے معلوم ہوا یہ ممانعت آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص ہے) ابو بکر استاد نے لفظ قلت نہیں کہا بلکہ یوں کہا حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٤٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٧)

٤٩٦٨ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ الْحَجَبِيُّ، عَنْ جَدَّتِهِ، صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا وَكَنَّيْتُهُ أَبَا الْقَاسِمِ، فَذُكِرَ لِي أَنَّكَ تَكْرَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: «مَا الَّذِي أَحَلَّ اسْمِي، وَحَرَّمَ كُنْيَتِي» أَوْ «مَا الَّذِي حَرَّمَ كُنْيَتِي، وَأَحَلَّ اسْمِي».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام محمد رکھا اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی تو مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کون شخص ہوتا ہے جو میرے نام رکھنے کو تو حلال کرے اور میری کنیت رکھنے کو حرام قرار دے یا ارشاد فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جو میری کنیت رکھنے کو حرام قرار دے اور میرے نام رکھنے کو جائز کہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٣٦)

شرح الأحادیث: تقدم الكلام عليه آنفًا۔

٧٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

جس شخص کی اولاد نہ ہو اس کیلئے کنیت رکھنا جائز ہے

٤٩٦٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلِي أَخٌ صَغِيرٌ يُكْنَى أَبَا عُمَيْرٍ وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ، فَمَاتَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ: «مَا شَأْنُهُ؟» قَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ، فَقَالَ: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟»

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کی کنیت ابو عمیر تھی اس کے پاس ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا وہ بلبل مر گئی پس آپ ﷺ حسب معمول ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے بھائی ابو عمیر کو غمگین پایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے بتایا اس کی بلبل مر گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو عمیر! تمہاری بلبل کو کیا ہوا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٧٧٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٥٠) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٠) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٣) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٨٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٦٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٥/٣)

شرح الحدیث: کنیت چونکہ عموماً لفظ "ابو" کے ساتھ ہوتی ہے جس کا بظاہر تقاضا یہی ہے کہ کنیت اسی بڑے عمر والے کی ہونی چاہئے جس کے اولاد ہو، لہٰذا اس کے رد میں مصنف نے یہ باب قائم کیا ہے حدیث الباب کے ذریعہ، جس کا مضمون یہ ہے: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی جس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، ایک روز وہ چڑیا مر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے اس بھائی کو غمگین دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہوا عرض کیا گیا کہ اس کی وہ چڑیا مر گئی تو اس پر آپ اس بچہ کی طرف متوجہ ہو کر تفریح کے طور پر اس کو خطاب فرمانے لگے: أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ مصنفؒ کی غرض حاصل ہو گئی کہ کنیت چھوٹے بچے کی بھی ہو سکتی ہے۔

اس حدیث سے علماء نے بہت سے مسائل مستنبط کئے ہیں، حضرتؒ نے "بذل [1]" میں پانچ چھ فوائد خطابیؒ سے اس کی شرح میں نقل کئے ہیں، اور حاشیۂ بذل میں ہے وذکر الحافظ فی الحدیث فوائد أکثر من ستین اس حدیث کی شرح اور اس کے فوائد کی تفصیل میں مستقل ایک جزء بھی تصنیف کیا گیا ہے جس کے مصنف ابن القاص کے ساتھ معروف ہیں فقیہ ابو العباس احمد ابن ابی احمد الطبری الشافعی المعروف بابن القاص المتوفی ۳۳۵ھ، حافظؒ نے بھی فتح الباری میں ابن القاص کے ذکر کردہ فوائد کو لیا ہے اور پھر اسکے علاوہ مزید بر آں بھی ذکر کئے ہیں، مجملہ ان کے ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس بچہ کا نام کیا تھا قیل اسمہ حفص وقیل اسمہ عبد اللہ، اور مجملہ انکے اس پرند جس کا نام حدیث الباب میں نُغَر مذکور ہے اس جانور کی تعریف یعنی اسکی صورت شکل وغیرہ اور یہ کہ عوام اسکو نغری سے تعبیر کرتے ہیں، مدینہ منورہ کا ایک مشہور پرند ہے جسکو وہاں والے پالتے ہیں، اور صاحب قاموس نے اس کا ترجمہ "بلبل" سے کیا ہے۔

٧٨ - بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تُكْنَى

عورت کا کنیت رکھنے کا بیان

٤٩٧٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى، قَالَ: «فَاكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِ اللهِ» يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا قَالَ مُسَدَّدٌ: عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُكَنَّى بِأُمِّ عَبْدِ اللهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا قَالَ قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ، وَمَعْمَرٌ، جَمِيعًا عَنْ

[1] معالم السنن - ج ٤ ص ١٢٩، فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٥٨٤، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٠٨

هِشَامٍ، نَحْوَهُ وَرَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ، وَكَذَلِكَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَمَسْلَمَةُ بْنُ قَعْنَبٍ، عَنْ هِشَامٍ كَمَا قَالَ: أَبُو أُسَامَةَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری سوکنوں کی کوئی نہ کوئی کنیت ہے (تو میری بھی کنیت رکھ دیجیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بیٹے (مراد بھانجے حضرت اسماءؓ کے بیٹے ہیں) عبد اللہ کے نام پر کنیت رکھ لو۔ مسدد استاد کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن زبیرؓ کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو۔ راوی کہتے ہیں تو انہوں نے اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: قران بن تمام اور معمر وغیرہ نے اس روایت کو عن ہشام اسی طرح نقل کیا ہے (جس طرح حماد بن زید نے عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ نقل کیا ہے) اور ابو اسامہ نے اس روایت کو عن ہشام نقل کیا (حماد بن زید کی مخالفت کرتے ہوئے) عن عباد بن حمزہ نقل کیا (تو گویا ابو اسامہ نے عروۃ بن زبیر کے بجائے عباد بن حمزۃ راوی ذکر کیا ہے) اسی طرح (ابو اسامہ کی طرح) حماد بن سلمہ اور مسلمہ بن قعنب نے ہشام سے نقل کیا جیسا کہ ابو اسامہ نے کہا (حماد اور مسلمہ سے عروہ بن زبیر کی جگہ راوی عباد بن حمزہ کو ذکر کیا ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٦٠)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری جتنی ساتھنیں ہیں (سوکنیں) ہر ایک کی کوئی نہ کوئی کنیت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اپنی کنیت اپنے بیٹے عبد اللہ بن الزبیر کے نام پر رکھ لو، بیٹے سے مراد بھانجا، ان کی بہن اسماء بنت ابی بکر کا بیٹا، چنانچہ ان کی کنیت ام عبد اللہ ہو گئی۔

۷۹۔ بَابٌ فِي الْمَعَارِيضِ

تعریض کرنے کا بیان

٤٩٧١ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، إِمَامُ مَسْجِدِ حِمْصَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ».

ترجمہ: سفیان بن سعید حضریؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کتنی خیانت کی بات ہے کہ اپنے بھائی سے ایسی بات کہے کہ وہ تو تجھ کو اس میں سچا سمجھے اور تم اس کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو۔

شرح الحدیث: کبرت خیانۃ میں خیانت منصوب ہے بنا بر تمیز کے کما فی قولہ تعالی كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ[1] یعنی

[1] کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے (سورۃ الکہف ۵)

کتنی بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے ایسی بات کہے کہ وہ تو تجھ کو اس بات میں سچا سمجھے حالانکہ تو اسکے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو۔

اس حدیث کو مصنف نے معاریض پر محمول کیا یعنی توریہ، کلام کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر دوسرے معنی مراد لینا جس کو مخاطب اور سننے والا تو محمول کر رہا ہو ظاہری معنی پر اور متکلم نے اپنی نیت میں چھپا رکھے ہیں دوسرے معنی (کلام کے قریب معنی چھوڑ کر، بعید معنی مراد لینا) مخاطب کو دھوکہ دینے کیلئے، اسی لئے حدیث میں اس کو خیانت کہا گیا ہے، توریہ اور تعریض کی اجازت بعض مواقع میں دوسرے کے ضرر سے بچنے کے لئے شریعت نے دی ہے، اور دوسرے کو مغالطہ میں ڈالنے کیلئے ممنوع ہے جس کو حدیث میں بڑی خیانت کہا گیا ہے۔

٨٠ - بَابٌ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ: زَعَمُوا

زَعَمُوا استعمال کرنے کا بیان

٤٩٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ أَوْ قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ لِأَبِي مَسْعُودٍ مَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فِي «زَعَمُوا؟» قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو عَبْدِ اللهِ هَذَا: حُذَيْفَةُ".

ترجمہ: ابو عبد اللہ نے ابو مسعودؓ سے کہا یا ابو مسعود نے ابو عبد اللہؓ سے کہا کہ تم نے حضور ﷺ سے زَعَمُوا کے کلمہ کے متعلق کچھ سنا ہے تو انہوں نے جواب دیا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ زَعَمُوا کلمہ آدمی کی بہت بری سواری ہے (آدمی ہر سنی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے نقل کر دے کہ لوگ یوں کہہ رہے ہیں اس کی ممانعت مقصود ہے) امام ابو داودؒ فرماتے ہیں ابو عبد اللہ کا نام حذیفہ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٩/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠١/٥)

شرح الحديث: بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوا، مَطِيَّة جس کی جمع مطایا آتی ہے بمعنی سواری، زعم کا استعمال قول حق اور باطل و کذب دونوں میں ہوتا ہے، اور زیادہ تر اس کا استعمال شک اور غیر یقینی بات میں ہوتا ہے، حدیث کا ترجمہ تو یہ ہے کہ لفظ زَعَمُوا یہ آدمی کی بہت بری سواری ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے ہر سنی ہوئی بات نقل کرنے کی خواہ اس کی کوئی واقعی سند ہو یا نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اس قسم کی بات نقل کرے گا جو ایسی ہی سنی سنائی ہوگی تو وہ اسکو اسی طرح نقل کرے گا، یوں سنا ہے اور لوگ یوں کہتے ہیں تو گویا شخص مذکور نے زَعَمُوا کو اپنے کلام کا سلسلہ اور اس کی گاڑی چلانے کا ذریعہ اور اس کی سواری بنا رکھا ہے آپ ﷺ اس پر تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اس طرح بے سند باتیں نقل نہیں کرنی چاہئیں، چنانچہ ایک دوسری

حدیث میں ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ [1]۔

۸۱۔ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ: أَمَّا بَعْدُ

خطبہ میں أَمَّا بَعْدُ کہنے کا بیان

٤٩٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ فَقَالَ: «أَمَّا بَعْدُ».

ترجمہ: زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو خطبہ دیا تو خطبہ میں ارشاد فرمایا أَمَّا بَعْدُ۔

شرح الحدیث: أَمَّا بَعْدُ پر مستقل ترجمہ امام بخاری نے بھی قائم کیا ہے دو جگہ کتاب الجمعہ اور صلاۃ الکسوف میں شراح نے تو امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب سے وہی ذکر کی ہے جو ہم نے یہاں اوپر لکھی ہے یعنی اس لفظ کے استعمال کی سنیت خطبہ میں، اور حضرت شیخؒ نے تراجم بخاری [2] میں اسمیں ایک اور نکتہ بیان فرمایا ہے یعنی لفظ أَمَّا بَعْدُ کے استعمال کا جواز اسکے عدم جواز کا ایک لحاظ سے شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ تقدیر عبارت اما بعد کی یہ لکھتے ہیں: اما بعد الحمد و الصلوٰۃ اور لفظ "بعد" اختتام اور انتہاء کی طرف مشعر ہے جس سے شبہ ہو سکتا ہے حمد و صلوٰۃ کے انتہاء و انقطاع کا حالانکہ حمد و صلوٰۃ، تو ہمیشہ اور علی الدوام اختیار کرنے کی چیز ہے بلکہ خود بعض روایات میں حمد کیساتھ دوام مذکور ہے بعض دعاؤں میں جیسے لك الحمد حمدا دائما مع دوامك، ولك الحمد حمداً خالداً مع خلودك، ولك الحمد حمداً لا منتهى له، وغير ذلك من الادعية، اور پھر اسکے بعد وہاں (الأبواب و التراجم) میں یہ بھی مذکور ہے، وكلمة "أما بعد" يقال لها فصل الخطاب واول من تكلم بها قيل داؤد عليه السلام وقيل يعقوب عليه السلام وقيل يعرب بن قحطان، وقيل كعب بن لوى، وقيل السحبان بن وائل، وقيل قيس بن ساعدة اھ.

۸۲۔ بَابٌ فِي الْكَرْمِ وَحِفْظِ الْمَنْطِقِ

لفظ کرم کا استعمال اور زبان کی حفاظت کا بیان

٤٩٧٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ، وَلَكِنْ قُولُوا حَدَائِقَ الْأَعْنَابِ».

---

[1] صحيح مسلم - مقدمة الإمام مسلم - باب النهي عن الحديث بكل ما سمع

[2] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري للكاندهلوي - ج ۱ ص ۱۰۰

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: انگور کو کرم مت کہو کیونکہ لفظ کرم سے استعمال کے زیادہ لائق یہ ہے کہ مسلمان مرد کو کرم کہا جائے۔ (لیکن انگور کے باغات کو) حَدَائِقَ الْأَعْنَابِ کہو کرم مت کہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٩) صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٤٧) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٩/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٧٠٠)

شرح الحديث: لفظ الكَرْم میں راء کا سکون اور فتحہ دونوں منقول ہیں یہ مصدر ہے کرم یکرم کا، اور مبالغۃً صفت بھی واقع ہوتا ہے رجلٌ عدلٌ کی طرح کہا جاتا ہے، رجل کرمٌ، وامرأة کرمٌ، ورجال کرمٌ، ورجلان کرمٌ، مذکر مؤنث، تثنیہ جمع اس میں سب برابر ہے، نیز اس کا اطلاق انگور اور اس کے درخت پر بھی ہوتا ہے، ابن قیمؒ فرماتے ہیں کرم کے معنی ہیں کثرت الخیر والمنافع [1] اور عرب لوگ انگور کی بیل کو بھی کرم سے تعبیر کرتے ہیں اس کے کثرت فوائد کی وجہ سے، اور پھر ان فوائد کو انہوں نے بیان کیا ہے، امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ کرم چونکہ بہت اچھا نام اور اچھی صفت ہے عرب لوگ کہتے ہیں رجل کرم وقوم کرم، رجل کرم بمعنی کریم اور قوم کرم ای کرام، اور انگور کی خوبیوں کی وجہ سے عرب اس پر بھی کرم کا اطلاق کرتے ہیں، تو آپ نے انگور کا کرم نام رکھنے سے منع فرمایا اس اندیشہ سے کہ اسکے نام کی خوبی اور عمدگی کی وجہ سے لوگوں کو کہیں اسکے [2] پینے کی رغبت نہ ہونے لگے اور فرمایا کہ اس لفظ کے استعمال کے زیادہ لائق تو مرد مؤمن ہے اھ [3] اور بعض شراح نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ عرب لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بھی پہلے سے ہے کہ انگوری شراب کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے آدمی کے اندر کرم اور سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے، آپ ﷺ نے اسی کے ازالہ کے لئے یہ فرمایا، میں کہتا ہوں مفسرین نے بھی آیت کریمہ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ [4] کے ذیل میں منافع خمر کے بیان میں لکھا ہے: ومن منافعها تصفية اللون وحمل البخيل على الكرم وزوال الهم وهضم الطعام الخ (الجمل) ولكن قولوا حدائق الاعناب، یعنی انگور کے باغ کو کرم نہ کہو بلکہ حديقة العنب کہو۔

٨٣ - بَابُ لَا يَقُولُ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي

غلام اپنے آقا کو رَبِّي اور اپنی مالکن کو رَبَّتِي مت کہے

٤٩٧٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

---

1. تهذيب السنن — ج٥ ص٢٣٤٠
2. یعنی انگور سے بنی ہوئی شراب۔
3. معالم السنن — ج٤ ص١٣٠ - ١٣١
4. کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو (سورۃ البقرۃ ٢١٩)

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي، وَلْيَقُلِ الْمَالِكُ فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوكُ سَيِّدِي وَسَيِّدَتِي، فَإِنَّكُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے غلام کو عبدی (میرا بندہ) نہ کہے اور باندی کو امتی (میری بندی) مت کہے (کیونکہ حقیقی مالک اللہ کی ذات ہے اس لئے غلام وباندی کو اپنا مملوک کہنا نا مناسب بات ہے)۔ صاحب بذل المجهود فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن کریم میں وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ❶ الخ میں خود لفظ عباد اور اماء کی نسبت اپنے بندوں کی طرف کی ہے۔ لہٰذا حدیث باب میں نہی تنزیہی ہے اور غلام اپنے آقا کو ربی (میرا رب) نہ کہے اپنی مالکن کو ربتی نہ کہے (کیونکہ ربوبیت اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے) اور مالک اپنے غلام کو فَتَايَ (میرا جوان) اور باندی کو فَتَاتِي (میری جوان باندی) کہے اور غلام اپنے آقا کو سیدی (میرے آقا) اور اپنی مالکن کو سیدتی (میری مالکن) کہے۔ کیونکہ تم مملوک ہو (لہٰذا اپنے آپ کو رب کہلوانا مناسب نہیں ہے) اور رب اللہ تعالیٰ ہے ❷۔

٤٩٧٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا يُونُسَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْخَبَرِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَلْيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ».

ترجمہ: ابو یونس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے اور اس میں حدیث کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مرفوعا نقل نہیں کیا (بلکہ ابو ہریرہؓ حدیث کو موقوفا ذکر کیا ہے) اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ غلام آقا کو سیدی اور مولای کہے۔

تخریج: صحيح البخاري - العتق (٢٤١٤) صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٤٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٦)

٤٩٧٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کو سید نہ کہو کیونکہ اگر منافق سردار بن جائے تو تم اپنے رب کو ناراض کر بیٹھو گے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٤٧)

شرح الحدیث: لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ: یعنی منافق آدمی کو سید نہ کہو، اسلئے

---

❶ اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے اندر اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں (سورة النور ٣٢)

❷ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢١٤ - ٢١٥

کہ سید تو واجب الاطاعۃ ہوتا ہے اور منافق اطاعت کے لائق ہے نہیں، بلکہ اسکی اطاعت باری تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

٨٤۔ بَابُ لَا يُقَالُ خَبُثَتْ نَفْسِي

میرا نفس خبیث ہو گیا یوں نہ کہے

٤٩٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي، وَلْيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي».

ترجمة: سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز یوں نہ کہے میرا نفس خبیث ہے بلکہ یوں کہے کہ میرا جی متلا رہا ہے۔

تخريج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٦) صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٥١) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٨)

شرح الحديث: یعنی جس وقت آدمی کا جی اندر سے خراب ہو رہا ہو، جی متلا رہا ہو جیسی قئے جیسے پہلے کیفیت ہوتی ہے تو اس وقت یوں نہ کہو: خَبُثَتْ نَفْسِي، بلکہ اس کے بجائے یوں کہو: لَقِسَتْ نَفْسِي، کیونکہ خبیث کا لفظ زیادہ سخت اور شنیع ہے، لہٰذا بلا ضرورت شنیع اور قبیح لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

٤٩٧٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ جَاشَتْ نَفْسِي، وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي».

ترجمة: حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص جَاشَتْ نَفْسِي نہ کہے (جاش النفس کا معنی ہے جی متلانا [1] چونکہ یہ لفظ لَقِسَتْ اسکے مقابلے میں کلام عرب میں معمولی ہے اگرچہ لفظ لقس کے معنی بھی متلانے کے ہی ہیں [2]۔ لیکن یہ لفظ خبثت نفسی اور جاشت نفسی کے معنی کے مقابلے میں ہلکا ہے) لیکن کہے لَقِسَتْ نَفْسِي۔

تخريج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٥) صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٥٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥١)

٤٩٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللهُ، وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ».

ترجمة: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مت کہو کہ اللہ پاک نے چاہا اور فلانے شخص نے چاہ لیا لیکن یوں کہو کہ اللہ پاک نے جو چاہا اور پھر فلانے نے چاہا۔

---

[1] مصباح اللغات — ص ١٣١

[2] مصباح اللغات — ص ٧٨٥

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٤/٥)

شرح الحدیث: یعنی جب کسی شخص نے کسی شخص کے کام میں اس کا ہاتھ بٹھایا ہو اور اس کی بھرپور مدد کی ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کام ہو گیا ہو تو اب وہ شخص دونوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کا بھی اور اس شخص کا بھی جو ذریعہ بنا تو اس کا ذکر اس طرح نہ کرے ماشاء اللہ وشاء فلان واو عاطفہ کے ساتھ، کیونکہ اس سے شرکت اور مساوات کا وہم ہوتا ہے حالانکہ اصل مشیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے بجائے وَشَاءَ فُلَانٌ کے ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ کہنا چاہئے۔

٤٩٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ خَطِيبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ: «قُمْ» أَوْ قَالَ: «اذْهَبْ فَبِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ».

ترجمہ: عدی بن حاتم کہتے ہیں ایک واعظ نے آپ ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیا اور اس نے کہا مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ جو اللہ ورسول کی اطاعت کرے وہ کامیاب ہو گیا مَنْ يَعْصِهِمَا (دونوں کے اتحاد ضمائر کے ساتھ ذکر کیا) کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھڑے ہو جاؤ یا یہ ارشاد فرمایا کہ تم چلے جاؤ کیونکہ تم برے واعظ ہو۔ یہ حدیث ابواب الجمعة باب الرجل یخطب علی قوس کے تحت گذر چکی ہیں اس باب میں امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث سے پہلے اس برعکس دوسری حدیث ذکر کی جس میں حضور ﷺ کے خطبہ میں یہ الفاظ نقل کئے: وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ [1]. اس حدیث سے اللہ پاک اور حضور کو اکٹھے تثنیہ کی ضمیریں جمع کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی مختلف صورتیں ہیں: ① امام نوویؒ [2] فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خطیب پر اس لئے نکیر فرمائی کیونکہ خطبہ کے شایان شان یہ ہے کہ وضاحت اور تفصیل سے مدعی کو رکھا جائے اشارہ اور کنایہ سے احتراز کیا جائے چنانچہ حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ اعادہ کرتے تاکہ آپ ﷺ کی بات سمجھی جاسکے، اس کے برعکس حضور ﷺ نے وَمَنْ يَعْصِهِمَا جو فرمایا یہ خطبہ اور وعظ نہ تھا بلکہ یہ تو ایک حکیم کی تعلیم ہے جواب ② وَمَنْ يَعْصِهِمَا میں دونوں کی ضمیروں کو جمع کرنا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حق میں اللہ پاک کے مرتبے کو رسول کے مرتبے کے برابر قرار دینے کا وہم نہیں ہو سکتا بخلاف امتی کے جواب ③ حضور ﷺ نے خطیب پر اس لئے نکیر فرمائی کیونکہ ممکن ہے وہاں پر کوئی ایسا شخص موجود ہو کہ جو اللہ پاک اور اس کے رسول کے مرتبے میں برابری سمجھے تو اس توہم کی وجہ سے آپ ﷺ خطیب کو ایک ضمیر میں دونوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا۔ جواب ④ حضور ﷺ نے خطیب کو جو نہی فرمائی وہ نہی ندب اور بیان فضیلت کے لئے ہے۔ جواب

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الرجل يخطب على قوس ١٠٩٧

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج٦ ص١٥٩ - ١٦٠

⑤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ممانعت فرمائی یہ ممانعت اس خطیب اور ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اس کے مذہب پر ہو، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیب کی حالت سے پہچان لیا تھا کہ اس نے اللہ اور رسول کو اکٹھے جمع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے۔ جواب ⑥ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ شاید اس خطیب نے وَمَنْ يَعْصِهِمَا پر وقف کیا تھا کہ جس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ اس کا عطف مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ پر ہے تو اس صورت میں فقد رشد واهتدى دونوں شرطوں کے لئے جزاء بن جائے گی اور معنی فاسد ہو جائے گا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے اس توجیہ پر رد کیا ہے [1]۔

تخريج: صحيح مسلم - الجمعة (٨٧٠) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٩) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٥٦)

شرح الحديث: فَبِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ، یہ حدیث بسندہ ومتنہ مکرر ہے ابواب الجمعہ بَابُ الرَّجُلِ يَخْطُبُ عَلَى قَوْسٍ میں گزر چکی اور اس کی شرح بھی گزر گئی [2]۔

٤٩٨٢ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَثَرَتْ دَابَّةٌ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: "لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَعَاظَمَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُولُ: بِقُوَّتِي، وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَصَاغَرَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الذُّبَابِ".

ترجمہ: ابو الملیح ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کے پیچھے بیٹھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا پاؤں پھسلا اس پر میں نے کہا تَعِسَ الشَّيْطَانُ (شیطان کا برا ہو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَعِسَ الشَّيْطَانُ مت کہو کیونکہ جب تم اس طرح کہو گے تو شیطان خوشی میں پھول کر کمرہ کے برابر ہو جائے گا اور کہے گا میری طاقت سے ایسا ہوا ہے (یعنی سواری نے ٹھوکر کھائی ہے) بلکہ تم کہو: بِسْمِ اللهِ (یعنی اللہ کے حکم سے ہوا ہے) کیونکہ جب تم یہ بات کہو گے تو شیطان حقیر و ذلیل ہو کر مکھی مانند ہو جائے گا۔

تخريج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٥٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٥)

شرح الحديث: ایک صحابیؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کا ردیف تھا اتفاق سے اس سواری نے چلتے چلتے ٹھوکر کھائی تو اس پر میں نے کہا: تَعِسَ الشَّيْطَانُ کہ اللہ تعالیٰ شیطان کا ناس کرے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں مت کہو، اگر تو اس طرح کہے گا تو اسکی وجہ سے شیطان فخر اور تکبر میں آکر پھول جائے گا اور پھول کے ایک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٦ ص ٩٩

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الرجل يخطب على قوس ١٠٩٩

حجرہ کے برابر ہو جائے گا، وَيَقُولُ: بِقُوَّتِي، یعنی شیطان اس وقت خوش ہو کر اپنے دل میں کہے گا یا اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ دیکھو اس نے صحیح سمجھا کہ میری ہی طاقت سے ایسا ہوا ہے یعنی سواری نے ٹھوکر کھائی ہے، کیونکہ شیطان کو اس وقت بد دعاء دینے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بد دعاء دینے والے کے ذہن میں یہی ہے کہ یہ نقصان شیطان ہی نے کرایا ہے، شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ دیکھو کہنے والے نے اعتراف کر لیا میری قوت کا، وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللهِ یعنی بجائے پہلے جملہ کے بسم اللہ کہو (تاکہ یہ سمجھ میں آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے) فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَصَاغَرَ، اسلئے کہ جب تو بسم اللہ کہے گا تو اسکی وجہ سے وہ شیطان بجائے پھولنے اور بڑا ہونے کے چھوٹا اور گھٹتا چلا جائے گا اور ہوتے ہوتے مکھی کے برابر رہ جائے گا۔

٤٩٨٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا سَمِعْتَ» وَقَالَ مُوسَى: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَالَ ذَلِكَ تَحَزُّنًا لِمَا يَرَى فِي النَّاسِ يَعْنِي فِي أَمْرِ دِينِهِمْ فَلَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وَإِذَا قَالَ ذَلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ فَهُوَ الْمَكْرُوهُ الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب تم کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنو..... اور موسیٰ بن اسمٰعیل استاد نے کہا جب کوئی آدمی کہے..... کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو اس کہنے والے شخص نے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا ہے (یا سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا شخص یہ کہنے والا خود ہے)۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں امام مالکؒ نے فرمایا: اگر کوئی شخص لوگوں کے اندر ان کے دینی نقصان کے دیکھتے ہوئے یہ بات غمگین اور رنجیدہ ہو کر کہے تو میرے خیال میں اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ بات اپنی خود پسندی اور لوگوں کی تحقیر کی نیت سے کہے تو یہ بات کہنا مکروہ ہے جسکی ممانعت ہے (امام مالکؒ کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ لفظ أَهْلَكُهُمْ اسم تفضیل کا صیغہ ہے)۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٢٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٢/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٤٥)

شرح الحديث: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ، اہلک اسم تفضیل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور باب افعال سے فعل ماضی بھی، بعض مرتبہ آدمی متکبرانہ شان میں اپنے آپ کو معائب سے بری سمجھتے ہوئے دوسروں میں کیڑے نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہو گئے اس کا ستیاناس ہو گیا یعنی برے کاموں کی وجہ سے، تو ایسے شخص کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو شخص دوسروں کے بارے میں یہ کہے اور سمجھے تو وہ خود ہی ان میں سب سے زیادہ ہلاک اور برباد ہونے والا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب اہلک کو اسم تفضیل کا صیغہ مانا جائے، اور اگر اس کو فعل ماضی مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جس شخص نے اس طرح کہا یعنی هلك الناس تو وہ گناہ کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے واقعی اس نے ان کو ہلاک کر دیا ہو۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَالَ ذَلِكَ تَحَزُّنًا لِمَا يَرَى فِي النَّاسِ يَعْنِي فِي أَمْرِ دِينِهِمْ فَلَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وَإِذَا قَالَ ذَلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ فَهُوَ الْمَكْرُوهُ الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ: امام مالکؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کوئی شخص لوگوں کے بارے میں یہ کہے ھلک الناس تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر اس کا یہ کہنا لوگوں کے دینوی نقصان سے رنجیدہ اور فکر مند ہونے کے طور پر ہے پھر تو ایسا کہنے میں کچھ حرج نہیں، اور اگر خود پسندی کے طور پر دوسروں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوئے کہے تو اس صورت میں یہ ممنوع ہے۔

٨٥۔ بَابٌ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ

اندھیرے کی نماز کا بیان

٤٩٨٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ، أَلَا وَإِنَّهَا الْعِشَاءُ، وَلَكِنَّهُمْ يَعْتِمُونَ بِالْإِبِلِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ دیہاتی تم پر نماز (عشاء) کے نام (بدلنے) میں غالب نہ آجائیں خبر دار (اللہ کی کتاب میں) اس نماز کا نام عشاء ہے (اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ[1]) لیکن یہ دیہاتی اس اندھیرے کے وقت میں اونٹوں کا دودھ دوہتے ہیں (اسی وجہ سے وہ نماز عشاء کو صلوۃ العتمہ کہتے ہیں تم انکی اتباع میں نماز عشاء کو عتمہ مت کہنا)۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٤) سنن النسائي - المواقيت (٥٤١) سنن النسائي - المواقيت (٥٤٢) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٧٠٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢)

شرح الحدیث: بعض اعراب مغرب پر عشاء کا اطلاق اور عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرتے تھے اعتام کے معنی تاخیر کے ہیں دراصل عتمہ کے معنی ہیں ظلمت اور اعتم کے معنی ہیں دخل فی العتمۃ یعنی اندھیرے میں داخل ہوا، یہ اعراب جانوروں کا دودھ شام کو تاخیر سے نکالتے تھے[2] جب اندھیرا ہو جاتا تھا یعنی بوقت عتمہ دودھ نکالتے تھے اور چونکہ یہی وقت عشاء کی نماز کا بھی تھا اس لئے وہ عشاء پر بجائے عشاء کے عتمہ کا اطلاق کرتے تھے حالانکہ قرآن کریم میں عشاء کا لفظ وارد ہوا ہے نہ کہ عتمہ، تو گویا وہ عشاء پر لغۃ قرآن کو چھوڑ کر اپنے ایک دنیوی کام کے پیش نظر اس لفظ کو استعمال کرتے تھے، آپ ﷺ لوگوں کو ان اعراب کا اتباع کرنے سے منع فرما رہے ہیں یعنی عشاء کا نام بدلنے میں یہ اعراب تم پر غالب نہ آجائیں، کہ جس طرح وہ اس کو

---

[1] اور عشاء کی نماز سے پیچھے (سورۃ النور ۵۸)

[2] میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ یہ اعراب جانوروں کا دودھ تاخیر سے تاریکی میں اس لئے نکالتے تھے تاکہ دودھ فقراء کو دینا نہ پڑے کہ دودھ نکالنے کے وقت اکثر فقراء پہنچ جاتے ہیں تو ان سے بچنے کے لئے تاریکی میں نکالتے تھے، تاکہ فقراء کو پتہ نہ چلے۔

عتمہ کہتے ہیں تم بھی عتمہ ہی کہنے لگو، لیکن اس کے باوجود بعض احادیث میں بھی عشاء پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں کثرت اطلاق سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ لفظ غلبہ سے مفہوم ہو رہا ہے نفس اطلاق سے منع نہیں کیا گیا کبھی کبھار اس کو عتمہ کہنے سے نہیں روکا گیا ہے۔

٤٩٨٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ مِنْ خُزَاعَةَ: لَيْتَنِي صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ، فَكَأَنَّهُمْ عَابُوا عَلَيْهِ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا».

ترجمہ: حضرت سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا..... مسعر بن کدام راوی نے کہا کہ میرے خیال میں وہ شخص بنی خزاعہ کا تھا..... اے کاش کہ میں نماز پڑھ لیتا تو مجھے راحت مل جاتی گویا لوگوں نے اس کی بات کو معیوب جانا تو انہیں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلال! نماز پڑھوا کر ہمیں راحت پہنچاؤ (تو گویا اس طرح کہنا صحیح ہے کہ نماز پڑھنے سے سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ پاک کے ساتھ مناجات میں حقیقی راحت اور لذت ملتی ہے، نیز انسان کے اوپر سے ایک اہم فریضہ ادا ہو جاتا ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٧١).

شرح الحديث: قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے اپنی مجلس میں یہ بات کہی کہ میں پہلے نماز پڑھ لیتا تو بہتر تھا مجھے راحت مل جاتی یعنی نماز سے فراغت پا کر سبکدوشی حاصل ہو جاتی، لوگوں کو ان کے اس لفظ پر اشکال ہوا بظاہر اس لئے کہ اس کے اس کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ نماز ایک بوجھ ہے اس کے اوپر اور وہ اس پر ثقیل اور شاق ہے، اس لئے نماز پڑھ کر اس بوجھ کو اپنے اوپر سے اتارنا چاہتا ہے، جب اس نے دیکھا کہ لوگوں کو اشکال ہو رہا ہے تو اس نے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پیش کیا کہ اس طرح کہنا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ نماز پڑھوا کر ہم کو راحت پہنچا۔

اس شخص کے کلام میں جو فاستر حت مذکور ہے اس کے فی نفسہ دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو وہ مطلب جو ان لوگوں نے سمجھا اور پھر اس پر اشکال کیا اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں پہلے نماز پڑھ لوں تا کہ نماز میں مشغول ہو کر سکون اور راحت حاصل ہو کیونکہ نماز دراصل باری تعالیٰ کے ساتھ مناجات ہے جو واقعی راحت اور لذت کی چیز ہے مؤمن کے لئے لیکن ان لوگوں نے یہ مطلب نہیں لیا۔

٤٩٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبِي، إِلَى صِهْرٍ لَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لِبَعْضِ أَهْلِهِ: يَا جَارِيَةُ ائْتُونِي بِوَضُوءٍ لَعَلِّي أُصَلِّي فَأَسْتَرِيحَ، قَالَ: فَأَنْكَرْنَا ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «قُمْ يَا بِلَالُ

فَأَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ انصار کے قبیلہ میں اپنے چند سسرالی رشتہ داروں کی عیادت کی غرض سے گیا پس وہاں نماز کا وقت ہو گیا تو اس پر ہمارے سسرالی رشتہ دار نے اپنے گھر کے کسی فرد کو کہا کہ اے لڑکے وضو کا پانی کا لاؤ تا کہ میں نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو ان کی اس بات کا برا منایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلال! نماز قائم کرو اور نماز کے ذریعہ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦٤/٥)

٤٩٨٧ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسِبُ أَحَدًا إِلَّا إِلَى الدِّينِ».

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے نہیں سنا کہ کسی کو (تعارف کراتے ہوئے) دین کے علاوہ کسی طرف منسوب کرتے ہوں (یعنی کسی آدمی کے نسب، خاندان، کاروبار سے تعارف کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینی نسبت، دین کی خدمت، ہجرت، نصرت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہمیت دیتے تھے)۔

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کی تعریف و تعارف کرانے میں اس شخص کے نام میں کام میں اور جملہ احوال میں دین کی نسبت ملحوظ رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح نظر ہر چیز میں دین ہوتا تھا لہذا آدمی کو چاہئے کہ اپنے نام اور کام ہر چیز میں دین کی نسبت کو ملحوظ رکھے، علامہ سندیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسبت الی الاجداد کا اعتبار نہیں فرماتے تھے اور اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ دینی نسبتوں کا اعتبار کرتے تھے جیسے ہجرت و نصرت وغیرہ۔

٨٦- بَابُ مَا رُوِيَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی اجازت کا بیان

فِي ذَلِكَ کا اشارہ صرف اوپر والے باب کی طرف نہیں ہے جو متصلاً گزرا بلکہ مجموعہ ابواب جو گزرے ہیں جن میں کلام کا ادب اور سلیقہ مذکور ہے ان کی طرف ہے، یعنی اصل تو یہی ہے کہ ہر کلام اور گفتگو پوری احتیاط کے ساتھ ہو اسکے اندر کوئی ثقیل اور فحش لفظ نہ آئے نہ فخر و تکبر کی بو اور نہ شائبہ کذب وغیرہ، لیکن اس قسم کا مبالغہ جس سے مخاطب دھوکہ میں واقع نہ ہو اور معنی مرادی واضح ہوں، اتنی بے احتیاطی کی گنجائش ہے اس ترجمہ کے تحت مصنف نے یہ حدیث ذکر کی۔

٤٩٨٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: مَا رَأَيْنَا شَيْئًا - أَوْ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ - وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا".

ترجمة: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں گھبراہٹ اور خوف کے آثار پائے گئے تو حضور ﷺ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے (واپسی میں) ارشاد فرمایا کہ ہم نے کچھ نہیں پایا یا ارشاد فرمایا کہ ہم نے کوئی گھبراہٹ کی بات نہیں دیکھی اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز رفتار پایا۔

تخریج: صحیح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٤) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٦٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٨٦) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣٠٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٨٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٨) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٠/٣)

شرح الحديث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ میں (رات کے وقت کما فی روایۃ) کچھ گھبراہٹ اور خوف پایا گیا، یہ روایت بخاری میں بارہ جگہ ہے ایک جگہ ہے: فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ، اور ایک روایت میں ہے: فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ جس سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں باہر سے کچھ شور سنائی دیا جس پر اہل مدینہ اس طرف دوڑے لیکن آپ سب سے آگے نکلتے ہوئے باہر پہنچ گئے اور واپسی میں فرمایا کہ گھبراؤ مت گھبراؤ مت کچھ نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا آپ نے اس گھوڑے کے بارے میں کہ ہم نے اس کو دریا کی طرح تیز رفتار پایا، اور ایک روایت میں ہے اس گھوڑے کے بارے میں: كَانَ يَقْطِفُ، یعنی وہ بطئ السیر تھا اور ایک روایت میں ہے: فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يُجَارَى، یعنی آپ کے اس پر سوار ہونے کی برکت سے وہ ہمیشہ کے لئے ایسا سریع السیر ہو گیا کہ مسابقت میں پھر اس کے کوئی برابر نہیں رہا۔

مصنف کی غرض تو آخری لفظ سے ہے: وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا، یہ "إِنْ" مخففہ من المثقلۃ ہے آپ نے فرس پر مبالغہ فی التشبیہ کے لئے بحر کا اطلاق فرمایا۔

٨٧- بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ

جھوٹ بولنے پر وعید شدید کا بیان

٤٩٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا».

ترجمة: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ اسلئے کہ جھوٹ گناہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی آگ کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے اور مبالغہ کے

ساتھ جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے، اور تم پر سچ گوئی لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف انسان کو پہنچاتی ہے اور بے شک ایک آدمی سچ بولتا ہے اور کوشش کر کے سچ گوئی کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٧٤٣) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٠٦) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٠٧) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٧١) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٨٩) سنن ابن ماجه - المقدمة (٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٨٤) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧١٥)

شرح الحديث: إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، بچاؤ اپنے آپکو جھوٹ بولنے سے اسلئے کہ کذب رہنمائی کرتا ہے فجور کی طرف، فجور سے مراد یا تو معصیت ہے یا خود کذب ہی ہے، اسلئے کہ اصل معنی فجور کے المیل عن الصدق والانحراف الی الکذب [1] کے ہیں، یعنی جھوٹ کی نحوست سے آدمی بہت سے معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ایک جھوٹ دوسرے جھوٹ کی طرف ابھارتا ہے اسی طرح پھر اسکی عادت بن جاتی ہے اور آگے آپ فرمارہے ہیں: اور فجور آدمی کو جہنم تک پہنچادیتا ہے اور تحقیق کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے اور بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کذاب لکھدیا جاتا ہے یا تو نامہ اعمال میں مراد ہے اور یا مطلب یہ ہے کہ اسکے جھوٹا ہونے کی لوگوں میں شہرت کردی جاتی ہے۔

وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ یعنی لازم پکڑو سچائی کو، اس لئے کہ صدق جو ہے رہنمائی کرتا ہے نیک اعمال کی طرف اور یا بِرّ سے مراد صدق ہی ہے کہ ایک صدق دوسرے صدق کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جب ایک مرتبہ آدمی ہمت کر کے سچ بولتا ہے اور اپنے ظاہری نقصان کی پرواہ نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے آئندہ بھی صدق اختیار کرنے کی کیونکہ مشہور ہے نیکی نیکی کو کھینچتی ہے او برائی برائی کو اور بِرّ پہنچاتا ہے آدمی کو جنت کی طرف اور بیشک آدمی سچائی اختیار کرتا ہے اور اس کا قصد اور کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام صدیقین میں لکھدیا [2] جاتا ہے۔

٤٩٩٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ

---

[1] ومنه قول الاعرابي فی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه

أَقْسَمَ بِاللهِ أَبُو حَفْصٍ عُمَرْ   مَا مَسَّهَا مِنْ نَقَبٍ وَلَا دَبَرْ   فَاغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ فَجَرْ (النهاية في غريب الحديث والأثر ج٣ ص ٤١٣)

[2] اور حاشیہ بذل میں ہے: بسط ابن عابدين (ج٥ ص٣٠٣) أنواع الكذب وأحكامها ، وفی العينی (ج٦ ص ٤٠٦) أباح الكذب للإصلاح وقال (ج٧ ص٣٥٣): بل واجب فی مواضع ، وبسط السيوطی الروايات فی قوله تعالى: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (ج٣ ص ٢٩٠) وانما يفترى الكذب (ج٤ ص ١٣١) وعد ابن حجر المكی فی الزواجر (ج٢ ص ١٥٤) ۔ من الكبائر الكذب الذی فيه حد او ضرر ، وبسط الكلام على غيره ، وتقدم فی البذل (ج١٩ ص٢٢٦) الكلام على قصة سيدنا ابراهيم عليه السلام.

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ».

ترجمہ: حکیم بن معاویہ اپنے والد حضرت معاویہ بن جیدہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اس شخص کیلئے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے گفتگو کرتا ہے۔ اس کیلئے ہلاکت ہو، اس کیلئے ہلاکت ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۴۹۹۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳/۵) سنن الدارمي - الاستئذان (۲۷۰۲)

شرح الحديث: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ. آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ خسارہ ہے اور تباہی ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے لوگوں کو ہنسانے کے لئے، اور مجلس کو گرم کرنے کے لئے، پھر مکرر فرمارہے ہیں آپ کہ اس کے لئے خسارہ ہے خسارہ ہے۔

لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ کی شرح میں بذل میں لکھا ہے کہ کذب اگر کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر ہو تو امر آخر ہے اس کی گنجائش ہے اور محض تفریحاً یہ قطعاً حرام ہے [1]۔

۴۹۹۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، أَنَّ رَجُلًا، مِنْ مَوَالِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ الْعَدَوِيِّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟» قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ مجھے ایک دن میری والدہ نے بلایا...... اور رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے...... والدہ نے مجھ سے کہا لو ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے بچے کو کیا دینے کا ارداہ تھا؟ والدہ نے عرض کیا کہ میں کھجور دینا چاہتی تھی تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کچھ دینے کا ارادہ نہ ہوتا (اور تم اس طرح کہتی) تو تمہاری بات تم پر جھوٹ لکھی جاتی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۴۹۹۱) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۴۷/۳)

شرح الحديث: عامر بن ربیعۃ عدوی کے بیٹے عبد اللہؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو ایک دن میری والدہ نے بلایا اور ہاتھ بڑھا کر کہا کہ لے، ورے آ، اس وقت حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر میری والدہ سے فرمایا کہ تو اس کو کیا دینا چاہتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ میں اس کو کھجور دیتی، تو اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا (بس تو خیر) اور اگر تو اس کو کچھ نہ دیتی، یعنی دینے کا ارادہ نہ ہوتا ویسے ہی جھوٹ موٹ بند مٹھی دکھا کر بلا رہی تھی تو پھر یہ جھوٹ ہو کر تجھ پر لکھا جاتا۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۹ ص ۲۲۷-۲۲۸

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو ان کے رونے کے وقت بہلانے کے لئے یا ڈرانے کے لئے جو کلمات زبان سے نکالے جاتے ہیں، وہ بھی جھوٹ اور غلط نہیں ہونے چاہئیں ورنہ کذب کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ (بذل عن اللمعات [1])

٤٩٩٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: ابْنُ حُسَيْنٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يَذْكُرْ حَفْصٌ أَبَا هُرَيْرَةَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا هَذَا الشَّيْخُ يَعْنِي عَلِيَّ بْنَ حَفْصٍ الْمَدَائِنِيَّ».

ترجمہ: محمد بن حسین استاد نے حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے: آدمی کے گناہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو لوگوں میں بیان کرے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ حفص بن عمر استاد نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ذکر نہیں کیا (گویا حفص بن عمر کی روایت یہ مرسل ہے اور محمد بن حسین کی روایت مسند ہے)۔

تخریج: صحيح مسلم - مقدمة (٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٢)

شرح الحدیث: آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ آدمی کے گناہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو لوگوں میں نقل کرے، اس لئے کہ ہر سنی ہوئی بات کے لئے سچا ہونا تو ضروری ہے نہیں لہٰذا بلا تحقیق کے نقل نہیں کرنا چاہیے۔

٨٨- بَابٌ فِي حُسْنِ الظَّنِّ

اچھا گمان رکھنے کا بیان

٤٩٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُهَنَّا أَبِي شِبْلٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ أَفْهَمْهُ مِنْهُ جَيِّدًا» عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ شُتَيْرٍ، قَالَ: نَصْرٌ ابْنُ نَهَّارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، - قَالَ نَصْرٌ - عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مُهَنَّا ثِقَةٌ بَصْرِيٌّ.

ترجمہ: موسیٰ بن اسماعیلؒ استاد حمادؒ سے نقل کرتے ہیں...... تحویل...... مصنفؒ کے دوسرے استاد نصر بن علی، مہنا سے نقل کرتے ہیں جنکی کنیت ابو شبل ہے مصنفؒ کہتے ہیں کہ مجھے نصر بن علی کی حدیث اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی...... دونوں سندیں حماد بن سلمہ پر جمع ہو جاتی ہیں۔ حماد بن سلمہ کے بعد دونوں استاد محمد بن واسع سے نقل کرتے ہیں۔ (موسیٰ بن اسماعیل استاد شتیر سے نقل کرتے ہیں اور مصنفؒ کے دوسرے استاد نصر بن علی نے شتیر بن نہار کہا ہے۔ (اسکے بعد دونوں استادوں میں ایک اور اختلاف ہے وہ یہ کہ موسیٰ بن اسماعیل) عن ابی ہریرہؓ حدیث کو موقوفاً ذکر کرتے ہیں اور نصر استاد عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٢٩

اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حدیث کو مسند اً نقل کرتے ہیں کہ اچھا گمان رکھنا بہترین عبادت ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٧/٢)

شرح الحدیث: حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ، اچھا گمان رکھنا بہترین عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی کوشش کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے یہ امید باندھے رہے اور یہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں گے اور جو کچھ کوتاہی اس میں ہوئی اسکو درگزر فرمائیں گے، اور لوگوں کے ساتھ حسن ظن میں تفصیل ہے، پس اگر وہ اپنے مال اور چیز کی حفاظت کے معاملہ میں ہے تو یہ تو عبادت ہے نہیں بلکہ حذر اور احتیاط کے خلاف ہے اور اگر دوسرے امور میں ہے جو احتیاط طلب نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ حسن ظن عبادت میں داخل ہو جائے اسلئے کہ سوء ظن (بدگمانی) جب اس میں کوئی فائدہ نہ ہو تو وہ خالص گناہ ہے [1]۔

٤٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ وَقُمْتُ، فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ» قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا» أَوْ قَالَ: «شَرًّا».

ترجمہ: حضرت صفیہ ام المومنین ؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں معتکف تھے پس میں ایک رات آپ کے معتکف میں آپ کی زیارت کے لئے آئی اور میں نے آپ سے کچھ گفتگو کی۔ گفتگو سے فارغ ہو کر جب میں کھڑی ہوئی اور میں واپس جانے لگی تو آپ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے (اور مسجد کے آخر تک میرے ساتھ چلے) تاکہ مجھے گھر تک رخصت کر دیں اور حضرت صفیہ ؓ کا گھر اسامہ بن زید ؓ کے محلہ میں تھا تو دو انصاری شخص گزرے جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ خاتون ہیں تو وہ دونوں جلدی جلدی چلنے لگے تو حضور ﷺ نے ان دونوں سے ارشاد فرمایا کہ ٹھہر جاؤ (جلدی مت کرو) یہ صفیہ بنت حیی ہیں (یعنی میری اہلیہ ہیں) دونوں صحابی ؓ نے عرض کیا کہ سبحان اللہ اللہ کے رسول! (یعنی ہم آپ پر کچھ بدگمانی نہیں کر سکتے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ پر دوڑتا ہے۔ تو مجھے ڈر پیدا ہو کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بات ڈال دے یا ارشاد فرمایا کہ کوئی برائی کا خیال پیدا کر دے۔

تخریج: صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣٠) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٣٤) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٦٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥٠) صحيح مسلم - السلام (٢١٧٥) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٤) سنن ابن

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٣١

ماجه - الصيام (١٧٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٧) سنن الدارمي - الصوم (١٧٨٠)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الصوم بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَدْخُلُ الْبَيْتَ لِحَاجَتِهِ (٢٤٧٠) میں گزر چکی۔

٨٩- بَابٌ فِي الْعِدَةِ

وعدہ نبھانے کا بیان

٤٩٩٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ، عَنْ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ، وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے کوئی وعدہ کرے اور اسکی نیت یہ ہو کہ میں اس وعدہ کو نبھاؤں گا پھر (کسی عذر کی وجہ سے) وعدہ پورا نہ کرسکے اور وقت مقررہ پر نہ آئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٣٣) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٥)

شرح الحدیث: إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الخ۔ جب کوئی شخص کسی سے کسی چیز کا وعدہ کرے اور وعدہ کے وقت میں ارادہ اس کے پورا کرنے کا ہو اور پھر بعد میں کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کرسکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایفاءِ وعد مکارم اخلاق سے ہے (اور واجب شرعی نہیں ہے) بشرطیکہ نیت اس کے پورا کرنے کی ہو، اور وہ جو وعدہ خلافی کو حدیث میں علامات نفاق سے قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو پورا کرنے کی نیت سے نہ ہو، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ بدون کسی مانع کے وعدہ پورا نہ کرنا حرام ہے، اور شرائع سابقہ میں ایفاءِ وعد مامور بہ اور واجب تھا۔ (بذل عن اللمعات[1])

٤٩٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْحَمْسَاءِ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ، فَنَسِيتُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ، فَقَالَ: «يَا فَتًى، لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ، أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: «هَذَا عِنْدَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا بَلَغَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي أَنَّ بِشْرَ بْنَ السَّرِيِّ، رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٣٣

بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی الحسماء کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے بعثت سے پہلے ایک چیز خریدی اس میں کچھ ثمن میرے ذمہ باقی رہ گیا تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں باقی ثمن اسی جگہ لے کر آرہا ہوں پس میں لانا بھول گیا تو مجھے تین دن گزرنے کے بعد یاد آیا پس میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ مقررہ جگہ پر موجود تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوجوان! تم نے ہمیں مشقت میں ڈالے رکھا میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ (میرے شیخ) محمد بن یحییٰ نے کہ سند میں روای عبد الکریم سے مراد عبد الکریم بن عبد اللہ شقیق ہیں۔

شرح الحدیث: عبد اللہ بن ابی الحسماءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ایک چیز خریدی تھی آپ ﷺ کی بعثت اور نبوت سے پہلے جس میں آپ ﷺ کے ثمن کا کچھ حصہ ادا کرنے سے باقی رہ گیا تھا، میں آپ ﷺ سے یہ وعدہ کر کے چلا گیا کہ وہ باقی ثمن میں آپ ﷺ کے پاس اسی جگہ لیکر آرہا ہوں، لیکن وہاں سے آنے کے بعد میں بھول گیا، تین دن گزرنے کے بعد مجھے یاد آیا، میں جلدی سے آیا آپ ﷺ کو دیکھنے تو دیکھتا کیا ہوں کہ آپ ﷺ اسی جگہ پر ہیں، آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے لڑکے! تو نے تو مجھے بہت مشقت میں ڈالا، میں تین دن سے یہیں ہوں، صلی اللہ علی سیدنا محمد صادق الوعد الامین۔

٩٠ - بَابٌ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَ

جو شخص ایسی شے اپنے اوپر ظاہر کرے جو اسے نہیں دی گئی

٤٩٩٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي جَارَةً - تَعْنِي ضَرَّةً - هَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ زَوْجِي، قَالَ: «الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ».

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ! میری ایک پڑوسن ہیں مراد اس سے سوکن ہیں کیا مجھ پر گناہ ہوگا کہ میں یہ ظاہر کروں کہ مجھے بہت کچھ نعمتیں حاصل ہیں حالانکہ وہ میرے شوہر کی طرف سے نہیں ہیں (بلکہ وہ زیور یا عمدہ جوڑا کسی اور سے عاریۃ لیا ہوا ہے) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی نعمتوں سے شکم سیر ہونے کو ظاہر کرے جو اسکے شوہر نے نہیں دیں (بلکہ اس نے عاریۃ لی ہیں) تو یہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہیں۔

تخریج : صحيح البخاري - النكاح (٤٩٢١) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١٣٠) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٥/٦)

شرح الحدیث: ایک خاتون نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری ایک سوکن ہے تو اگر میں کسی ایسی چیز کے بارے میں جو مجھ کو میرے شوہر نے نہیں دی اس پر یہ ظاہر کروں کہ میرے شوہر نے یہ مجھ کو دی ہے تو اس میں کچھ حرج تو نہیں اس کے جواب میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ، آپ ﷺ نے اس کے عدم جواز کو ایک مثال کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے بیان فرمایا۔

اس خاتون نے آپ ﷺ سے تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ زَوْجِي کی اجازت چاہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنے والا تو اس شخص کے مشابہ ہے جس نے دونوں کپڑے جھوٹ کے پہن رکھے ہوں یعنی جس کا پورا لباس جھوٹ کا ہو، کیونکہ عرب لوگ دو ہی کپڑے پہننے کے عادی تھے یہی ان کا پورا لباس تھا (ازار اور رداء) تشبع کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ آدمی بھوکا ہونے کے باوجود بتکلف شکم سیر بنے اور اپنی شکم سیری ظاہر کرے۔

جھوٹ کے کپڑوں سے کیا مراد ہے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ جیسے کوئی شخص زاہدوں اور صوفیوں جیسا لباس پہنے اور واقع میں وہ زاہد نہ ہوں جواب کا حاصل یہ ہوا کہ تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ جائز نہیں، یہ سراسر جھوٹ ہے، اور بعض شراح نے ثَوْبَيْ زُوْرٍ جھوٹ کے دو کپڑوں کی شرح یہ کی ہے کہ بعض لوگ بطور تفاخر اور اپنی ریاست ظاہر کرنے کیلئے ایسا کرتے کہ کرتے کی آستین میں اندر کی طرف ایک اور کپڑا لگا دیتے جو باہر سے جھلکتا رہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے ماشاء اللہ تعالیٰ دو کپڑے پہن رکھے ہیں اور یہ دوسرے کرتے کی آستین ہے، اور ایک تفسیر لابس ثوبی زور کی یہ کی گئی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے سے کپڑے مستعار لے کر اور انکو زیب تن کر کے ان پر اترانے لگے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ یہ کپڑے میرے ہیں۔

٩١ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ

دل لگی کرنے کا بیان

٤٩٩٨ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، احْمِلْنِي، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ» قَالَ: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ».

ترجمہ: حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ! مجھے سواری کیلئے اونٹنی عنایت فرمائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اونٹنی کے بچہ پر سوار کرونگا اس نے عرض کیا

کہ میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (بڑے) اونٹ کو اسکی ماں اونٹنی ہی تو جنتی ہے (تو ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - البر والصلة (۱۹۹۱) سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٨)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھ کو سواری درکار ہے دیدیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تجھ کو سوار کریں گے اونٹنی کے بچہ پر، (آپ ﷺ نے یہ مزاحاً فرمایا) اس نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا وہ تو سواری کے کام کا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ کہ بڑے اونٹ کو بھی تو اس کی ماں اونٹنی ہی جنتی ہے اور وہ اپنی ماں کا تو بچہ ہی ہوتا ہے۔

٤٩٩٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا، فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا، وَقَالَ: أَلَا أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجِزُهُ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضَبًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ «كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟» قَالَ: فَمَكَثَ أَبُو بَكْرٍ أَيَّامًا، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا. فَقَالَ لَهُمَا: أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا».

ترجمہ: نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے دربار اقدس میں حاضری کیلئے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی بلند آواز سنی پس جب آپ داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے فرمانے لگے تم اپنی آواز حضور ﷺ کے سامنے بلند کرتی ہو۔ تو حضور ﷺ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان حائل بن گئے تو ابو بکرؓ غصہ میں باہر تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکرؓ کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو میں نے تمہیں اس شخص سے کس طرح بچالیا۔ روای کہتا ہے کہ کچھ دن گزرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کے دولت کدہ پر دوبارہ حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگے تو ابو بکرؓ نے دیکھا کہ شوہر بیوی میں صلح ہو چکی ہے آپؓ نے ان دونوں سے فرمایا کہ مجھے اپنی صلح صفائی کے وقت اندر آنے کی اجازت دو جس طرح آپ نے اپنی لڑائی کے وقت مجھے اندر بلایا تھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم اجازت دیتے ہیں ہم اجازت دیتے ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٤٩٩٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٢)

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ نے آپ ﷺ کے حجرہ شریفہ کے دروازہ پر پہنچ کر استیذان کیا اندر داخل ہونے کی اجازت، اسی اثناء میں ان کو اندر سے حضرت عائشہؓ کے زور سے بولنے کی آواز سنائی دی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو حضرت

عائشہؓ کے طمانچہ مارنے لگے یہ کہتے ہوئے کہ حضور ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کرتی ہے، حضور ﷺ جلدی سے آگے بڑھ کر ان کو بچانے لگے اور مارنے نہیں دیا، اور حضرت ابو بکرؓ ناراض ہوتے ہوئے گھر سے نکل گئے، جب وہ چلے گئے تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟ کہ دیکھ میں نے تجھ کو اس آدمی سے کیسا بچایا اس قصہ میں مزاح کی بات یہی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابو بکرؓ کو "رجل" سے تعبیر فرمایا، آگے روایت میں ہے کہ کئی دن گزرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ پھر آپ ﷺ کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اندر داخل ہوتے وقت دونوں کو خوشی راضی دیکھ کر انہوں نے فرمایا: أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا، کہ مجھ کو دوستی اور سلامتی کے وقت بھی اپنے پاس بلالو جس طرح لڑائی کے وقت بلایا تھا، یہ صدیق اکبرؓ کی جانب سے مزاح ہے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا [1] ہاں ہاں آیئے آیئے۔

٥٠٠٠- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ وَقَالَ: «ادْخُلْ» فَقُلْتُ: أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «كُلُّكَ» فَدَخَلْتُ.

ترجمہ: عوف بن مالك الاشجعیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ چمڑے کے چھوٹے سے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ اندر آجاؤ۔ تو میں نے کہا کہ کیا پورا اندر داخل ہو جاؤں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں پورے آجاؤ تو میں اندر داخل ہو گیا۔

شرح الحديث: عوف اشجعی فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا غزوۂ تبوک میں جب کہ آپ ایک چرمی قبہ (خیمہ) میں تھے میں نے سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا داخل ہو جا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «كُلُّكَ» کیا میں پورا اندر داخل ہو جاؤں، یعنی پورے جسم کو لیکر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں پورے ہی آجاؤ، آگے دوسری روایت میں ہے: مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ، یعنی یہ بات قبہ کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہی گئی تھی۔

---

[1] حضرت شیخؒ نے حاشیۂ بذل (ج١٩ ص٢٣٦-٢٣٧) میں آپ ﷺ کی مزاح کی روایات کی طرف اشارۃً حوالے لکھے ہیں، چنانچہ اس میں ہے قال المناوی (ج٢ ص٣٤) قيل لسفيان عن عينية المزاح لحنة؟ قال بل سنة، لكن الشان فی من يحسنه ويضعه مواضعه ودخل الشعبی وليمة فرآی اهلها سكوتا فقال مالی اراكم كانكم فی جنازة. ابن القناء ان الدف الخ قلت وقد ثبت عن النبی صلی الله تعالی عليه وآله وسلم فعلا وتقريرا الانواع العديدة من المزاح. منها ما فی الشمائل فی احتضانه صلی الله تعالی عليه وآله وسلم زاهرا من خلفه وهو لا يبصره ومنها ما فی المرقاة (مناقب عمر فی آخر الفصل الثانی ج٥ ص٥٤١) من لطخ عائشه وجه سودة بحريرة لما ابائها عن اكلها. وضحكه صلی الله تعالی عليه وآله وسلم فيا للاسف ان النصاری اخذ واحساناتنا واخذنا سيأتهم وتقدم قريبا حديث النغير اه.

٥٠٠١- حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ قَالَ: إِنَّمَا قَالَ: «أَدْخُلُ كُلِّي» مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ.

ترجمہ: عثمان بن ابی العاتکہ نے کہا کہ صحابیؓ نے خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے (مذاق میں) کہا کہ کیا میں پورا کا پورا داخل ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٠) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٤٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٧)

٥٠٠٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے (مذاق) میں فرمایا: اے دونوں کانوں والے۔

تخریج: جامع الترمذي - المناقب (٣٨٢٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٧)

شرح الحديث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر بلایا: یَا ذَا الْأُذُنَيْنِ کہ اے دو کانوں والے یعنی مزاحًا آپ ﷺ نے ایسا فرمایا، اور مزاح کے ساتھ اس میں مدح انسؓ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ماشاء اللہ ان کے دو کان ہیں دونوں سے سنتے ہیں، یعنی متیقظ اور چست و بیدار ہیں۔

٩٢- بَابُ مَنْ يَأْخُذُ الشَّيْءَ عَلَى الْمِزَاحِ

مذاق میں کسی چیز کو لینے کا بیان

٥٠٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا، وَلَا جَادًّا» وَقَالَ سُلَيْمَانُ: «لَعِبًا وَلَا جِدًّا» وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا" لَمْ يَقُلِ ابْنُ بَشَّارٍ: ابْنَ يَزِيدَ وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: عبد اللہ بن سائب بن یزید اپنے والد اپنے دادا کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کا سامان بطور مذاق کے ہرگز نہ لے پھر انجام کار اپنے پاس ہی رکھ لے..... مصنفؒ کے استاد سلیمان بن عبد الرحمن نے کہا کہ نہ مذاق میں کوئی چیز لے نہ واقعتاً کوئی چیز لے..... پس جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو وہ اس کو لوٹا دے (اگرچہ لاٹھی معمولی سے شے ہے لیکن اس کا واپس کرنا ضروری ہے) محمد بن بشار مصنفؒ کے استاد نے عبد اللہ بن

سائب کے دادا کا نام ذکر نہیں کیا بلکہ صرف عبد اللہ بن سائب کہا عبد اللہ بن سائب بن یزید نہیں کہا اور قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ حدیث کو ذکر کیا (اسکے برعکس مصنفؒ کے دوسرے استاد سلیمان بن عبد الرحمٰن نے عبد اللہ بن سائب بن یزید کہا نیز انہوں نے أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذکر کیا تو یہ دو فرق ہوئے)۔

تخریج جامع الترمذي - الفتن (٢١٦٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢١/٤)

شرح الحدیث: لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا، وَلَا جَادًّا، اس جملہ کی شرح میں چند احتمال ہیں:

① تم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی کا سامان نہ اٹھائے، ابتداء میں تو بطور مذاق کے اور بعد میں پھر واقعۃً یعنی اٹھاتے وقت تو مذاق ہی ظاہر کیا تھا ساتھی کے ساتھ اور پھر بعد میں واقعۃً ہی وہ چیز اپنے پاس رکھ لی، تو اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی: لاعبًا ابتداءً، جادًّا انتہاءً۔

② بظاہر تو مزاحًا اور مذاق میں اور بباطن حقیقۃً، یعنی لیتے وقت ظاہر تو یہ کر رہا ہے کہ ویسے ہی مذاق میں لے رہا ہے اور دل میں یہ ہے کہ واقعۃً رکھ لوں گا، یعنی لاعبًا ظاهرًا وجادًّا باطنًا۔

③ دوسرے معنی کا عکس یعنی ظاہر تو کرے کہ میں واقعۃً لے رہا ہوں اس کو برانگختہ کرنے کے لئے اور واقعۃً لینے کا ارادہ نہ ہو، یعنی لاعبًا في الواقع وجادًّا في الظاهر۔

④ لا لاعبًا ولا جادًّا، یعنی دوسرے کی چیز نہ مذاق میں لو نہ واقعۃً۔

٥٠٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَسِيرُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ، فَفَزِعَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا».

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعض صحابہؓ نے ہمیں بیان کیا کہ وہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے (دوران سفر) ایک ساتھی سو گئے تو اس کے ایک ساتھی نے اسکی رسی اٹھالی جو ان کے پاس تھی تو وہ سونے والے ساتھی گھبرا گئے۔ (جب اٹھ کر انہوں نے اپنی رسی نہیں پائی تو اسکی عدم موجودگی کی وجہ سے پریشان ہو گئے) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦٢/٥)

شرح الحدیث: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا، پوری حدیث کا مضمون یہ ہے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بعض صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں جا رہے تھے ان کا ایک ساتھی پڑ کر سو گیا جس کے ساتھ اس کی

رسی بھی تھی، ان کے کسی دوسرے ساتھی نے اس رسی کو اٹھالیا ویسے ہی مذاق میں، اس کو ڈرانے کے لئے، جب اس کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ میری رسی غائب ہے تو گھبرایا، آپ کو بھی اس بات کی خبر ہوگئی تو اس وقت آپ نے مذکورہ بالا جملہ ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔

٩٣ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَدِّقِ فِي الْكَلَامِ

گفتگو میں تکلف کرنے کی ممانعت کا بیان

تشدق شِدق سے ماخوذ ہے بمعنی جبڑا، ہر انسان کے دو جبڑے ہوتے ہیں جن میں نیچے والا کھانے پینے اور کلام کے وقت میں متحرک ہوتا ہے، تشدق فی الکلام سے مراد تکلف ہے یعنی بتکلف بات کرنا، یا منہ بھر کر کلام کرنا یعنی خوب کھل کر بغیر احتیاط کے، اور ایک تفسیر اس کی یہ بھی ہے کہ بات کرتے وقت منہ بنانا جس کو منہ چڑانا کہتے ہیں، دوسرے کو اذیت پہنچانے کیلئے۔

٥٠٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْبَاهِلِيُّ، وَكَانَ يَنْزِلُ الْعَوَقَةَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هُوَ ابْنُ عَمْرٍو» قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا».

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک ایسے فصیح وبلیغ مردوں کو ناپسند کرتے ہیں جو اپنی زبان ایسے چلاتے ہیں جیسے کہ گائے اپنی زبان کو (گھاس کھاتے وقت) چلاتی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٨٥٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٥/٢)

شرح الحدیث: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا، اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے ایسے فصیح وبلیغ سے بغض رکھتے ہیں جو اپنی زبان کو چلاتا ہے منہ کے اندر جس طرح گائیں گھاس کھانے کے وقت زبان چلاتی ہیں اور جو گھاس بھی منہ کے اندر پہنچے اسکو چبا جاتی ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو تکلفاً و تصنعاً مبالغہ فی الکلام کرے جس کی زبان مسلسل چلتی ہی رہے اور چبا چبا کر باتیں کریں باقی نفس بلاغت اور طبعی فصاحت مذموم نہیں بلکہ تکلف فی البلاغۃ۔

٥٠٠٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ، أَوِ النَّاسِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی وعظ اور بیان کی سحر انگیزی کو سیکھے تاکہ اسکے ذریعے لوگوں کے یا مردوں کے دلوں کو قید کرلے (مسحور کن باتیں کرے) تو اللہ پاک روز قیامت اس کی فرض اور نفل

نماز قبول نہیں فرمائیں گے۔

شرح الحدیث: جو شخص لچھے دار تقریر سیکھے لوگوں کے قلوب کو اس کے ذریعہ مقید کرنے کے لئے یعنی اپنی طرف مائل کرنے کے لئے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی نہ نفل عبادت قبول فرمائیں گے نہ فرض، اور ایک قول یہ ہے کہ صرف سے مراد توبہ اور عدل سے مراد فدیہ۔

بذل میں لکھا ہے کہ کتب مولانا محمد یحیی المرحوم فی التقریر قوله لیسبی به القلوب فأما لو نوی فیه أن یؤثر کلامه ووعظه فی سبیل اللہ خالصا فلا ضیر، یعنی حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مقرر زور دار تقریر اس نیت سے کرے تا کہ اس کے کلام اور وعظ کا اثر قلوب میں ہو اور وہ اس سے متاثر ہوں اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے لئے تو اس میں کچھ حرج نہیں اھ [1]۔

۵۰۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَخَطَبَا، فَعَجِبَ النَّاسُ - يَعْنِي لِبَيَانِهِمَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا» أَوْ «إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ دو شخص بلاد مشرق سے آئے اور انہوں نے وعظ اور بیان کیا تو لوگوں کو ان کے بیان پر بڑا تعجب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک بیان جادو کی تاثیر رکھتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٥١) صحيح البخاري - الطب (٥٤٣٤) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٢٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٥٠)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں دو شخص بلاد مشرق سے آئے انہوں نے الگ الگ تقریریں کیں، جس پر لوگوں کو تعجب ہوا تو اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ واقعی بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں، یعنی جادو کی طرح مؤثر، قلوب کو مائل کرنے والے، پس اگر مائل کرنا قلوب کا حق کی طرف ہے تو وہ بیان ممدوح ہے اور اگر مقصود مائل کرنا الی الباطل ہے تو ایسا بیان مذموم ہے، وقد اطال الکلام فی معنی هذا الحدیث الشیخ الامام ابو ہلال العسکری فی کتابه ''جمهرة الامثال'' والامام ابو الفضل المیدانی فی کتابه ''مجمع الامثال'' اور حاشیۂ بذل میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں علماء کے دونوں قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے مقصود مدح ہے کلام بلیغ کی اور کہا گیا ہے کہ مقصود مذمت ہے۔ اور یہ دو شخص آنے والے ان میں ایک کا نام زبرقان بن بدر لکھا ہے اور دوسرا عمرو بن الاهتم اور دونوں صحابی ہیں، اور انکی یہ آمد سنہ ۹ میں ہوئی (عون) بذل میں ان دونوں کی تقریر کا قصہ بھی لکھا ہے فارجع الیه لو شئت [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٤٣
[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٤٤

٥٠٠٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، أَنَّهُ قَرَأَ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ وَحَدَّثَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنُهُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَةَ، أَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ، قَالَ: يَوْمًا - وَقَامَ رَجُلٌ فَأَكْثَرَ الْقَوْلَ - فَقَالَ عَمْرٌو: لَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَقَدْ رَأَيْتُ، أَوْ أُمِرْتُ، أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ، فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ».

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص ؓ نے ایک دن فرمایا کہ..... وہاں پر ایک صاحب نے کھڑے ہو کر بڑا لمبا بیان کیا تھا..... اس پر فرمایا کہ اگر یہ اپنے بیان میں میانہ روی اختیار کرتا تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا خیال ہے کہ..... یا فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا..... میں مختصر بات کروں کیونکہ میانہ روی کے ساتھ اختصار والے کلام میں خیر ہوتی ہے۔

شرح الحديث: اس کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ بظاہر اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اسکے طرز کلام کے تلون پر کہ اس نے ایک دن زبرقان کی مدح کی اور دوسرے دن مذمت کی تو جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا، تو اس نے جواب دیا کہ پہلے دن جو کہا تھا وہ بھی صحیح تھا اور بعد میں جو کہا وہ بھی جھوٹ نہیں ہے، اس کا جواب سن کر آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: أَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ، قَالَ: يَوْمًا - وَقَامَ رَجُلٌ فَأَكْثَرَ الْقَوْلَ - فَقَالَ عَمْرٌو: لَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَقَدْ رَأَيْتُ، أَوْ أُمِرْتُ، أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ، فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ»۔

ایک شخص نے ایک دن کھڑے ہو کر کافی لمبی تقریر کی تو اس پر حضرت عمرو بن العاص ؓ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنے کلام اور تقریر میں میانہ روی اختیار کرتا اور اتنی طولانی تقریر نہ کرتا تو اس کے حق میں بہتر ہوتا، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں، یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھ کو حکم کیا گیا ہے اس بات کا کہ کہنے میں اختصار کروں اس لئے کہ ایجاز و اختصار میں خیر ہے۔

٩٤- بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ

شعر گوئی کا بیان

٥٠٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا» قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: وَجْهُهُ أَنْ يَمْتَلِئَ قَلْبُهُ حَتَّى يَشْغَلَهُ عَنِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ، فَإِذَا كَانَ الْقُرْآنُ وَالْعِلْمُ الْغَالِبَ فَلَيْسَ جَوْفُ هَذَا عِنْدَنَا مُمْتَلِئًا مِنَ الشِّعْرِ، «وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا»، قَالَ: كَأَنَّ الْمَعْنَى أَنْ يَبْلُغَ مِنْ بَيَانِهِ أَنْ يَمْدَحَ الْإِنْسَانَ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ، ثُمَّ يَذُمَّهُ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ الْآخَرِ، فَكَأَنَّهُ سَحَرَ السَّامِعِينَ بِذَلِكَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ (قیح کا دوسرا ترجمہ وہ خون جس میں پیپ ملی ہو، بذل المجهود [1]) سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اسکا اندرون اشعار سے بھرا ہو...... مصنفؒ کے شاگرد ابو علی لؤلؤیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبید سے مجھے اس حدیث کی یہ شرح پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اسکے دل میں اشعار بھر جائیں یہاں تک کہ وہ اس کو قرآن اور اللہ کے ذکر سے غافل کر دیں ......اگر قرآن اور علم غالب ہوں تو ہمارے خیال میں اس کا اندرون شعر سے بھرا ہوا نہیں کہلائے گا۔ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اس قدر فصیح اللسان ہو کہ کسی انسان کی تعریف کرے اور سچی تعریف کرے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی بات کی طرف پھیر دے۔ پھر اسی انسان کی مذمت کرے اور سچے واقعات کے ساتھ اس کی مذمت بیان کرے یہاں تک کہ لوگوں کو اپنی اس دوسری بات کی طرف پھیر دے تو گویا اس نے سننے والوں پر سحر کر دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٨٠٣) صحيح مسلم - الشعر (٢٢٥٧) جامع الترمذي - الأدب (٢٨٥١) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٠٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨)

شرح الحديث: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ آدمی کا پیٹ اور اس کا اندرون راد اور پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کا اندرون پُر ہو اشعار سے۔

مصنف کے شاگرد ابو علی اس حدیث کی شرح ابو عبید قاسم بن سلّام سے نقل کرتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہ اشعار اسکو تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے غافل کر دیں، لیکن اگر اسکے باوجود قرآن اور علم ہی غالب رہے تو یہ مذموم نہیں، اور ایسے شخص کے بارے میں یہ صادق نہیں آتا کہ اس کا پیٹ اشعار سے پُر ہے، اور اسکے بعد پھر گزشتہ حدیث إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ تقریر کے سحر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام اور بیان میں اتنا ماہر ہو جائے کہ ایک شخص کی مدح پر اتر آئے اور خوب اسکی مدح خوانی کرے جس میں صدق ہی کو استعمال کرے اور اسی سے کام لے جس سے لوگ اس ممدوح کے معتقد ہو جائیں اور پھر اسی شخص کی مذمت شروع کر دے اور اس میں بھی کوئی واقعہ کے خلاف غلط بات نہ کہے یہاں تک کہ لوگ اس شخص کو مذموم سمجھنے لگیں یعنی جس طرح جس شخص کا اپنے زور تقریر سے قابل مدح ہونا ثابت کر دیا تھا، پھر اسی طرح اپنے کلام اور بیان سے اسکا قابل مذمت ہونا لوگوں کو باور کرا دے، جیسے اس نے سامعین پر سحر کر دیا ہو۔

٥٠١٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٩ ص ٢٤٦-٢٤٧

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اشعار حکمت سے لبریز ہوتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري-الأدب(٥٧٩٣)سنن أبي داود-الأدب(٥٠١٠)سنن ابن ماجه-الأدب(٣٧٥٥)سنن الدارمي-الاستئذان(٢٧٠٤)

شرح الحديث: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً اور دوسری روایت میں ہے حُكْمًا، حکم کے معنی بھی حکمت ہی کے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا[1] یعنی واقعی بعض اشعار بڑی حکمت پر مشتمل ہوتے ہیں۔

٥٠١١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ فصیح و بلیغ کلام کرنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض بیان اپنے اندر سحر کی تاثیر رکھتے ہیں اور بعض اشعار حکمت سے لبریز ہوتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي-الأدب(٢٨٤٥)سنن أبي داود-الأدب(٥٠١١)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢٦٩/١)

٥٠١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ النَّحْوِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَخْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا، وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا» فَقَالَ صَعْصَعَةُ بْنُ صُوحَانَ: صَدَقَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا قَوْلُهُ «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا» فَالرَّجُلُ يَكُونُ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَهُوَ أَلْحَنُ بِالْحُجَجِ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ، فَيَسْحَرُ الْقَوْمَ بِبَيَانِهِ فَيَذْهَبُ بِالْحَقِّ، وَأَمَّا قَوْلُهُ «إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا» فَيَتَكَلَّفُ الْعَالِمُ إِلَى عِلْمِهِ مَا لَا يَعْلَمُ فَيُجَهِّلُهُ ذَلِكَ، وَأَمَّا قَوْلُهُ «إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا» فَهِيَ هَذِهِ الْمَوَاعِظُ، وَالْأَمْثَالُ الَّتِي يَتَّعِظُ بِهَا النَّاسُ، وَأَمَّا قَوْلُهُ «إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا» فَعَرْضُكَ كَلَامَكَ وَحَدِيثَكَ عَلَى مَنْ لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ وَلَا يُرِيدُهُ.

ترجمہ: صَخْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض بیان سحر انگیز کلام پر مشتمل ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت پر مشتمل ہوتے ہیں (جیسے ایسے علوم حاصل کرے جن کی ضرورت نہیں جیسے علوم نجوم علوم الاوائل) اور بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض کلام لوگوں کے اوپر وبال اور گراں ہوتے ہیں (جیسے کہ مشہور ہے کہ مصیبت زبان کی گوئی پر موقوف ہے البلاء موکل بالمنطق) صعصع بن صوحان نے کہا کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا کہ آپ ﷺ کے فرمان إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا کی یہ تفسیر ہے کہ ایک شخص پر کسی آدمی کا کوئی حق ہوتا ہے لیکن وہ گفتگو اور دلائل میں بڑا فصیح اللسان (ہیرا پھیری کرنے والا) ہوتا ہے بنسبت اس شخص کے جس کا حق اس نے دبایا۔ پس یہ لوگوں کو اپنی گفتگو سے مسحور کرتا ہے اور صاحب حق کا حق قبضہ کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ کا فر

[1] اور دیا ہم نے اس کو حکم کرنا لڑکپن میں (سورۃ مریم ١٢)

مان إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا کی یہ تفسیر ہے کہ ایک عالم شخص اس مسئلہ کو نہیں جانتا بتکلف اس مسئلہ میں اپنے رائے کرے تو اس وجہ سے اس کو جاہل قرار دیا جائے۔ حضور ﷺ کا فرمان إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا کی یہ تفسیر ہے کہ اس سے مراد وہ اشعار ہیں جس میں وعظ و نصیحت اور ایسی مثالیں بیان کی جاتی ہیں جس سے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا کی یہ تفسیر ہے کہ تم اپنے کلام اور گفتگو کو ایسے شخص پر پیش کرو جو تمہارے کلام کو کچھ سمجھ نہیں سکتا اور نہ ہی اسکے اندر اسکو قبول کرنے صلاحیت ہے۔ (تو ایسا کلام اس پر عیال کی طرح بوجھ ہو جائے گا)۔

شرح الحدیث: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا، وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا، آگے (متن میں) اس حدیث کی شرح مذکور ہے اور اس شرح میں إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا کو مذمت پر محمول کیا ہے کہ ایک شخص ہے بڑا طرار اور لسان جس کے ذمہ دوسرے کا حق ہے لیکن وہ اپنے زور بیان سے لوگوں کو مسحور و مغلوب کر دیتا ہے اور صاحب حق کا حق خود قبضا لیتا ہے، اور إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کوئی عالم کسی مسئلہ میں جس سے واقف نہیں بہ تکلف رائے زنی کرے، تو اسکی یہ رائے زنی جو صورۃً علم ہے صاحب بصیرۃ کے نزدیک اس کو جاہل بنا دے گی، اور إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا کے بارے میں کہتے ہیں کہ واقعی بہت سے اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں حکمت و موعظت کی باتیں ہوتی ہیں اور لوگ ان سے نصیحت حاصل کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

اور إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا کہ بعض کلام لوگوں کے نزدیک وبال اور گراں ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تمہاری بات سننا نہیں چاہ رہا ہے اور نہ وہ اس کا اہل ہے تو تم اپنا کلام اس پر پیش کرنے لگو تو ظاہر ہے کہ وہ تو اس کے سننے سے اکتائے گا۔

٥٠١٣ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ: «قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ».

ترجمہ: حضرت عمرؓ حسان بن ثابتؓ کے پاس گزرے۔ حضرت حسانؓ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں گھور کر دیکھا تو حضرت حسانؓ نے فرمایا: میں مسجد کے اندر آپ سے بہتر شخص کی موجودگی میں اشعار پڑھا کرتا تھا (حضور ﷺ کی موجودگی میں اشعار پڑھا کرتا تھا)۔

شرح الحدیث: مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ، یعنی ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا گزر حضور ﷺ کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ پر ہوا جو مسجد میں بیٹھے ہوئے اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انکی طرف آنکھ اٹھا کر گھور کر دیکھا یعنی تنبیہاً، اس پر حضرت حسانؓ بولے کہ ابھی میں تو مسجد میں اس شخص کی موجودگی میں بھی اشعار پڑھتا تھا جو آپؓ سے بہتر تھے، یعنی جناب رسول اللہ ﷺ۔

٥٠١٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِمَعْنَاهُ زَادَ «فَخَشِيَ أَنْ يَرْمِيَهُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَازَهُ».

ترجمہ: سعید بن مسیب ابوہریرہؓ سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت حسانؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کی وجہ سے ان کی اس نکیر کو رد کر دیں گے تو حضرت عمرؓ نے حضرت حسانؓ کو مسجد میں شعر گوئی کی اجازت دے دی (حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے سبب حضرت حسانؓ حضرت عمرؓ کا مقابلہ کریں گے ورنہ اس موقع پر حضرت عمرؓ کی بات برحق تھی کیونکہ حضرت حسانؓ کی مسجد میں اشعار پڑھنے کی علت اور سبب اب باقی نہیں رہا تھا) [1]۔

تخریج: سنن النسائي - المساجد (٧١٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠١٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٢٢/٥)

٥٠١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ لُوَيْنٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، وَهِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ يَهْجُو مَنْ قَالَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کیلئے مسجد میں منبر رکھواتے تھے پس حضرت حسانؓ اس منبر پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی گئی گستاخیوں کا جواب دیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام حضرت حسانؓ کی تائید کرتے ہیں جب تک وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہیں (کافروں کی مذمت کر کے)۔

تخریج: صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٩٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠١٥)

شرح الحدیث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کیلئے مسجد میں منبر رکھواتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے ہجو کا جواب دیتے تھے یعنی اشعار میں نیز فرمایا آپ نے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حسانؓ کی تائید میں ہوتے ہیں جب تک وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں۔

٥٠١٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: { وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ [2] } «فَنَسَخَ مِنْ ذَلِكَ وَاسْتَثْنَى» فَقَالَ: { إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٩ ص ٢٥١

[2] شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں (سورۃ الشعراء ٢٢٤)

الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا [1] }.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا آیت کریمہ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (شاعروں کا اتباع گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں) اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا اور اس میں سے استثناء کر کے اللہ پاک نے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا (مگر جو مومنین نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ پاک کا بہت سارا ذکر کرتے ہیں ایسے شاعر اس حکم سے مستثنیٰ ہیں)۔

شرح الحديث: مطلب ظاہر ہے کہ آیت کے شروع میں جو آیا ہے کہ شعراء کا اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں اس سے بظاہر عموم معلوم ہو رہا تھا کہ سبھی شعراء کا یہ حال ہے کہ ان کا اتباع کرنے والے گمراہ ہیں اس لئے آیت کے اخیر میں بعض شعراء کا استثناء کر دیا گیا جن کو ان کا شعر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔

٩٥ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّؤْيَا

﴿خواب سے متعلق [2] جو احادیث وارد ہوئیں ان کا بیان﴾

٥٠١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ زُفَرَ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُولُ: «هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا»، وَيَقُولُ «إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تو ارشاد فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے گزشتہ رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اور ارشاد فرماتے: میرے بعد نبوت میں سوائے سچے خوابوں کے کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا۔

تخريج: صحيح البخاري - التعبير (٦٥٨٩) سنن أبي داود - الأدب (٥٠١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٥/٢) موطأ مالك - الجامع (١٧٨٢)

شرح الحديث: لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، اس حدیث کی شرح كتاب الصلاة بَابٌ فِي الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ

---

[1] مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کیے اچھے اور یاد کی اللہ کی بہت (سورۃ الشعراء ٢٢٧)

[2] حضرت شیخ کے حاشیۂ بذل (ج١٩ ص٢٥٣) میں ہے واختلف فی حقیقۃ الرؤیا علی اقوال ذکرھا الحافظ فی الفتح (ج١٢ ص٢٨٤) ـ اشد البسط، ویقال الرؤیا تختص بالمنام والرؤیۃ بالیقظۃ، وقیل الرؤیا عام کما بسطہ القسطلانی فی المواھب والزرقانی فی شرحہ فی بحث المعراج، وفی الفتاویٰ الحدیثیۃ لابن حجر (ص٣) ـ انہ تخلیق من اللہ سبحانہ وتعالیٰ وابطل غیر ذلك من الاقاویل، وبسط الاختلاف فیھا فی شروح الشمائل (ج٢ ص٢٨٩)، والکوکب (ج٢ ص٦٩)، ومقدمۃ تعطیر الانام وغیرھا من کتب التعبیر، وذکر فی "اعلام الموقعین (ج١ ص٦٩) اصول التعبیر۔

وَالسُّجُودِ میں گزر گئی وہاں حدیث کے لفظ یہ ہیں لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَهُ[1]۔

۵۰۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ».

ترجمة: عبادہ بن صامتؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جزء ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٦٤) جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٧١) سنن أبي داود - الأدب (٥٠١٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٩/٥) سنن الدارمي - الرؤيا (٢١٣٧)

شرح الحديث: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔ آپ علیہ السلام فرمارہے ہیں مؤمن کے خواب کے بارے میں کہ وہ نبوت کے اجزاء میں سے ہے یعنی علم نبوت کے اجزاء اور اس کے آثار میں سے ہے جس سے بعض آئندہ پیش آنے والے امور کا کچھ اتہ پتہ ہو جاتا ہے اور بعض امور میں مؤمن کو اس سے رہنمائی مل کر تسلی حاصل ہو جاتی ہے، گو خواب حجت شرعیہ نہیں ہے لیکن آدمی کے بعض نجی اور ذاتی امور میں (بلکہ اجتماعی امور میں بھی) رہنمائی کا ذریعہ ضرور ہے بشرطیکہ خواب مرد مؤمن کا ہو، قال الخطابیؒ: معنى هذا الكلام تحقيق أمر الرؤيا وتأكيده، اور پھر آگے انہوں نے حدیث کی شرح فرمائی، خطابیؒ بھی یہی فرمارہے ہیں کہ اس حدیث سے رویائے صالحہ اور سچے خوابات کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے اھ[2] لہٰذا وہ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو خواب کی بات ہے، خواب کا کیا اعتبار، مطلقًا ایسا کہنا درست نہیں۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ مرد مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے، اس عدد کے بارے میں روایات مختلف ہیں، ان جملہ روایات کا خلاصہ حاشیۂ بذل میں فتح الباری[3] سے نقل کیا ہے قال الحافظؒ: وجملة ما ورد من العدد في ذلك عشرة ٢٦، ٤٠، ٤٤، ٤٥، ٤٦، ٤٧ وهي أصحها. وقيل: ٢٤، ٧٢، ٤٢، ٢٧، ٢٥، اس چھیالیس عدد والی حدیث کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء رویا سے ہوئی اور یہ مدت رؤیا چھ ماہ ہے جو کہ مدت نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت نبوت تئیس سال ہے تئیس سال کی اگر ششماہیاں بنائی جائیں تو وہ چھیالیس ہی ہوتی ہیں لہٰذا خوابات نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوئے اکثر شراح یہ لکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس حدیث سے یہ بتانا ہے کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہے فی الجملہ یعنی بعض اعتبارات سے یعنی من وجہ بعض غیب کی باتوں پر مطلع ہونے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في الدعاء في الركوع والسجود ٨٧٦

[2] معالم السنن - ج ٤ ص ١٣٨

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١٢ ص ٣٦٤ - ٣٦٦، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٥٤

کے اعتبار سے، باقی یہ کہ اس جزء نبوت کو اجزاء نبوت سے کیا نسبت ہے، تفصیلاً، مثلاً بیسواں جزء یا چالیسواں جزء یا پچیسواں جزء وغیرہ وغیرہ۔ جو روایات میں آتا ہے، اس نسبت کا علم ہم کو نہیں ہے، قاضی ابو بکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں اجزاء نبوت کی تعداد کے بارے میں: أجزاء النبوة لا يعلم حقيقتها إلا ملك أو نبي وإنما القدر الذي أراده النبي صلى الله عليه وسلم أن يبين أن الرؤيا جزء من أجزاء النبوة في الجملة لأن فيها اطلاعا على الغيب من وجه ما وأما تفصيل النسبة فيختص بمعرفته درجة النبوة وقال المازري لا يلزم العالم أن يعرف كل شيء جملة وتفصيلا فقد جعل الله للعالم حدا يقف عنده فمنه ما يعلم المراد به جملة وتفصيلا ومنه ما يعلمه جملة لا تفصيلا وهذا من هذا القبيل اه.

یعنی ہم کو مجملاً اتنا تو ان احادیث سے معلوم ہو گیا کہ خواب اجزاء نبوت میں سے ایک جزء ہے اب یہ کہ کونسا جزء ہے اور اس کو کل اجزاء نبوت سے کیا نسبت ہے (دسواں جزء ہے یا بیسواں مثلاً) اس کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس نسبت کو نبی ہی سمجھ سکتا ہے اور عالم کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہر بات کو وہ مجملاً بھی جانے اور تفصیلاً بھی، بلکہ ہر عالم کے علم کی ایک حد ہوتی ہے جہاں آکر وہ رک جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، چنانچہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کی مراد کو عالم مجملاً اور تفصیلاً سمجھتا ہے اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کا علم اجمالاً ہوتا ہے تفصیلاً نہیں اور یہ بات یعنی خوابات کا جزء نبوت ہونا اسی قبیل سے ہے، اور ہمارے یہاں اوپر چھیالیسواں جزء ہونے کی جو شرح گزری ہے بعض علماء سے اس پر بھی شراح کو اشکال [1] ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے۔

٥٠١٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ أَنْ تَكْذِبَ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهِ الْمَرْءُ نَفْسَهُ. فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُمْ. فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ" قَالَ: «وَأُحِبُّ الْقَيْدَ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ، وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ يَعْنِي إِذَا اقْتَرَبَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ يَعْنِي يَسْتَوِيَانِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ قرب قیامت میں مسلمان کا خواب عموماً سچا ہوگا اور جو

---

[1] فنقل ابن بطال عن أبي سعيد السفاقسي أن بعض أهل العلم ذكر أن الله أوحى إلى نبيه في المنام ستة أشهر ثم أوحى إليه بعد ذلك في اليقظة بقية مدة حياته ونسبتها من الوحي في المنام جزء من ستة وأربعين جزءا لأنه عاش بعد النبوة ثلاثا وعشرين سنة على الصحيح۔ یہ تو وہی توجیہ ہے جو ہم نے اوپر نقل کی ہے اور اس پر وہ اعتراض یہ کر رہے ہیں: قال ابن بطال هذا التأويل يفسد من وجهين أحدهما أنه قد اختلف في قدر المدة التي بعد بعثه النبي صلى الله عليه وسلم إلى موته والثاني أنه يبقى حديث السبعين جزءا بغير معنى قلت (الحافظ) ويضاف إليه بقية الأعداد الواقعة اه (ج ١٢ ص ٣٦٤) یعنی یہ بات کہ وحی کی بیداری کے زمانہ کی مدت صرف تیئس سال ہے یہ بات طے شدہ نہیں ہے بلکہ مختلف فیہ ہے، دوسری وجہ یہ کہ چھیالیسواں جزء ہونے کی توجیہ اگر یہ مان لی جائے تو اسکے علاوہ جو روایات میں دوسرے اعداد آئے ہیں کہیں پچیس کہیں چالیس کہیں ستر، اس کی توجیہ کیا ہوگی لہذا یہ تشریح زیادہ عمدہ نہیں۔

شخص جتنا راست گو ہو گا اس کو خواب بھی اتنے ہی سچے آئیں گے۔ خواب تین قسم کے ہیں:

① سچے خواب: جو اللہ تعالی کی طرف سے خوشخبری ہوا کرتے ہیں۔

② وہ خواب جو شیطان کی طرف سے آدمی کو رنج وغم میں مبتلاء کرنے لئے ہوتے ہیں۔

③ وہ خواب جو باتیں آدمی دل میں (بیداری میں) سوچتا ہے (تو خواب میں وہی چیزیں دیکھتا ہے)......پس جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اس کو چاہئے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت نماز پڑھے اور لوگوں سے اس خواب کا تذکرہ نہ کرے ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مجھے خواب میں) پاؤں میں بیڑی کا ہو پسند ہے اور (خواب میں) گلے میں طوق کا ہونا ناپسند ہے...... کیونکہ پاؤں میں بیڑی دین میں پختگی کی علامت ہے......امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ کا مطلب یہ ہے کہ دن رات وقت میں برابر ہوں (اس زمانے کے خواب سچے ہوتے ہیں)۔

تخريج صحيح البخاري - التعبير (٦٦١٤) صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٦٣) جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٧٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠١٩) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩٠٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٩) سنن الدارمي - الرؤيا (٢١٤٣)

شرح الحديث: جب زمانہ قریب ہو گا تو قریب نہیں یہ بات کہ مسلمان کا خواب جھوٹا ہو (بلکہ سچا ہی ہو گا) اقتراب زمان سے کیا مراد ہے اس میں تین قول ہیں:

① اس سے مراد قرب قیامت ہے کہ اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب مسلمانوں کے اکثر کیا بلکہ تمام ہی خوابات سچے ہوں گے[1]۔

② دن اور رات کا برابر ہونا جیسا کہ ایام ربیع یعنی موسم بہار میں ہوتا ہے یہ تفسیر آگے کتاب میں بھی آرہی ہے کہ یہ زمانہ اعتدال کا زمانہ ہوتا ہے نہ زیادہ گرمی نہ زیادہ سردی، اس سے معلوم ہوا کہ خواب کے صحیح اور سچا ہونے میں موسم کا بھی دخل ہوتا ہے۔

③ اس سے مراد قرب اجل ہے یعنی بڑی عمر میں یعنی سن کہولت اور شیخوخت میں جو خواب دیکھے جائیں (بذل[2]) آگے فرماتے ہیں کہ جو آدمی جتنا زیادہ سچا بات کا ہو گا اتنا ہی سچا خوابات کا بھی ہو گا (جھوٹے آدمی کا خواب بھی اکثر جھوٹا ہی ہو گا)۔

وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهِ الْمَرْءُ نَفْسَهُ. آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ خوابات تین قسم کے ہوتے ہیں: ① رویائے صالحہ یعنی سچے خواب، یہ تو اللہ تعالی کی جانب سے مرد مومن کے

---

1. بظاہر اس لئے واللہ تعالیٰ اعلم، کہ یہ زمانہ فتن اور اختلافات کا زمانہ ہو گا جس میں مرد مؤمن رہنمائی کا زیادہ محتاج ہو گا اور خوابات کا فائدہ رہنمائی ہی ہے تنبیہ یا تبشیر. هذا ما يخطر ببالي۔
2. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٥٦

لئے بشارت ہوا کرتے ہیں ② بعض خوابات شیطان کی طرف سے تحزین ہوتے ہیں یعنی آدمی کو رنج وغم میں مبتلا کرنے کے لئے شیطان کی جانب سے ③ وہ خواب آدمی جو باتیں دل میں سوچتا ہے تو یہ خواب اسی کا آئینہ دار ہوتا ہے یعنی جس طرح کی باتیں آدمی کے ذہن میں بیداری میں گھومتی رہتی ہیں بعض مرتبہ وہی خواب میں دیکھتا ہے، لہٰذا یہ اخیر کی دونوں قسمیں قابل اعتبار نہیں۔

فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُمْ، فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ، جب کوئی شخص تم میں سے مکروہ اور ناگوار خواب دیکھے اور دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل جائے تو اسکو چاہئے کہ کھڑا ہو کر وضو کر کے دو رکعت پڑھے اور دن میں اس خواب کا کسی سے ذکر بھی نہ کرے۔

رویائے صالحہ اور غیر صالحہ کے آداب:

① اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا اس خواب کے شر سے۔

② اور شیطان کے شر سے۔

③ اگر اس خواب کو دیکھ کر آنکھ کھلے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے۔

④ اس خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا،

⑤ اٹھ کر دو رکعت پڑھنا،

⑥ پہلے سے جس کروٹ پر لیٹا ہوا تھا اس کو بدل دینا۔

ان میں سے اکثر آداب آئندہ روایات میں آرہے ہیں۔ اور اسی طرح رویائے صالحہ کے بھی کچھ آداب ہیں، شراح نے اس کے تین آداب لکھے ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانا اور اس کا شکر ادا کرنا۔

② دل میں اس پر خوش ہونا۔

③ اپنے چاہنے والوں اور محبت کرنے والوں سے اس کا ذکر کرنا۔

وَأُحِبُّ الْقَيْدَ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ، یعنی آدمی یہ خواب دیکھے کہ اس کے پاؤں میں رسی پڑی [1] ہے، آپ فرمارہے ہیں کہ مجھ کو یہ پسند ہے اور کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گلے میں طوق پڑا ہے اس کے بارے میں آپ فرمارہے ہیں کہ یہ مجھ کو ناپسند ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ قید کی تعبیر بہت اچھی ہے ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ، دین میں پختگی اور غل کے بارے میں آپ نے نہیں

---

[1] بذل میں اس کو حدیث مرفوع ہی کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے لکھا ہے لیکن منذریؒ وغیرہ شراح کہتے ہیں کہ یہ جملہ حضرت ابوہریرہؓ کی جانب سے مدرج ہے مرفوع نہیں ہے۔

کچھ فرمایا شاید اس لئے کہ وہ اہل نار کی صفت ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ الخ یہ معنی معانی ثلاثہ میں گزر گئے۔

٥٠٢٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ، مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ» قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: «وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ، أَوْ ذِي رَأْيٍ».

ترجمہ ابورزین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا خواب کی جب تک تعبیر نہ لی جائے وہ پرندے کے پنجے پر لٹکی ہوئی شئے کے مانند ہے...... جب خواب کی تعبیر دیدی جائے تب وہ خواب خارج میں واقع ہو جاتا ہے...... راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم خواب صرف اس شخص کو بیان کرو جو تم سے محبت کرنے والا ہو یا خواب کی تعبیر دینے میں ماہر ہو۔

تخریج جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٧٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٠) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩١٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/١٠) سنن الدارمي - الرؤيا (٢١٤٨)

شرح الحديث: الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ، مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ، ایک قول اس حدیث کی شرح میں یہ ہے کہ خواب کی جب تک تعبیر نہ لی جائے اس کا وقوع نہیں ہوتا، یعنی جو کچھ مصداق ہے اس خواب کا وہ پایا نہیں جاتا تعبیر کے بعد ہی اس کا وقوع اور استقرار ہوتا ہے، اور جب تک تعبیر نہ لی جائے تو اس کی مثال اسی شئ کی سی ہے جو کسی پرند کے پنجہ پر رکھی ہو، اور جو چیز پرند کے پنجہ پر ہوگی اس کو تو استقرار نہیں ہوتا، جہاں وہ پرند ذرا حرکت کرے گا فوراً وہ چیز اس پر سے گر جائے گی، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خواب دیکھنے والے نے اگر اچھا خواب دیکھا ہو تو کسی صحیح تعبیر دینے والے سے اس کی تعبیر جلد ہی لے لینی چاہیے تاکہ اس خواب کا اور اس کے مصداق کا وقوع ہو جائے اور اس سے آدمی منتفع ہو، اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے: وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ، أَوْ ذِي رَأْيٍ کہ خواب ایسے شخص سے بیان کرنا چاہئے اور ایسے شخص سے اس کی تعبیر لینی چاہئے جو اس کا ہمدرد ہو اور سمجھدار ہو کیونکہ تعبیر دینے والا اگر ہمدرد ہو گا تو اگر اس خواب میں دو پہلو ہیں ایک خیر کا ایک شر کا تو وہ اس پہلو کو اختیار کرے گا جس میں خیر ہے اور پھر باذن اللہ تعالیٰ اسی کا وقوع بھی ہو گا، اور اگر معبر خواب دیکھنے والے کا مخالف ہو گا تو وہ اس خواب کے دوسرے پہلو کو سامنے رکھ کر جو شر ہے تعبیر بیان کرے گا اسی لئے اس سے تعبیر لینے سے منع کیا ہے لیکن کم از کم یہ ضرور ہے کہ وہ وَادٍّ. أَوْ ذِي رَأْيٍ خواب کی جو تعبیر دے رہا ہے اس خواب میں اس تعبیر کی گنجائش ضرور ہو یعنی ایک پہلو وہ بھی ہو ورنہ اگر اس تعبیر کا کوئی پہلو ہی نہ ہو اس خواب میں اور کوئی ہمدرد ہمدردی میں آکر کوئی بے تکی تعبیر اس کی دیدے تو اس کا اعتبار نہیں، غالباً اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے یہ ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا

لَمْ يُصِبْ غالبًا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ جو آتا ہے الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ وہ اسی وقت ہے جب تعبیر دینے والے نے قاعدہ میں تعبیر دی ہو اور اگر کوئی ناواقف غلط سلط تعبیر دے تو چاہے وہ اول عابر ہو لیکن واقع نہ ہوگی۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر الکوکب الدری میں اس کے دوسرے معنی اختیار کئے ہیں وہ یہ کہ خواب دیکھنے والا جب تک اپنے خواب کی تعبیر نہ لے تذبذب اور تردد میں رہتا ہے، کبھی اس خواب کا کچھ مفہوم ذہن میں آتا ہے اور کبھی کچھ، کسی ایک معنی پر اس کی رائے کا استقرار نہیں ہوتا جیسے پرندکے پاؤں پر کوئی چیز ہو اس کا استقرار نہیں ہوتا، اور جب خواب دیکھنے والا اپنا خواب کسی سے بیان کرکے اس کی تعبیر حاصل کرلیتا ہے تو اس کا تردد ختم ہوجاتا ہے اور ایک معنی خواب کے متعین ہوجاتے ہیں [1]، اس حدیث کو سمجھنے کیلئے شروع کی طرف مزید رجوع کی ضرورت ہے۔

٥٠٢١- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ زُهَيْرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ لِيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ».

ترجمہ: ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے...... اور خواب میں فاسد خیالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں...... لہٰذا جب تم میں سے کوئی آدمی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب کچھ ہلکا سا تھوک دے تین مرتبہ پھر شیطان کے شر سے پناہ مانگے کیونکہ یہ خواب اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١١٨) صحيح البخاري - التعبير (٦٥٨٣) صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٦١) جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٧٧) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢١) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩٠٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) موطأ مالك - الجامع (١٧٨٤) سنن الدارمي - الرؤيا (٢١٤١)

٥٠٢٢- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جب تم میں سے کوئی آدمی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب کچھ تھوک دے اور تین مرتبہ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے اور جس پہلو پر لیٹا تھا اس پہلو کو بدل کر دوسری طرف کروٹ لے لے۔

تخریج: صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٦٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٢) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩٠٨)

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ١٩١ - ١٩٢

٥٠٢٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ، أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي».

ترجمۂ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے (روز قیامت) بیداری میں بھی دیکھے گا یا ارشاد فرمایا کہ واقعتاً بیداری میں اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان خواب میں میری صورت میں نہیں آسکتا۔

تخریج: صحیح البخاري - العلم (١١٠) صحیح البخاري - الأدب (٥٨٤٤) صحیح البخاري - التعبير (٦٥٩٢) صحیح مسلم - الرؤيا (٢٢٦٦) جامع الترمذي - الرؤيا (٢٢٨٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٣) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٩٠١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٠٠)

شرح الحدیث: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جس شخص نے مجھ کو اپنے خواب میں دیکھا تو وہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی بروز قیامت، پس اس حدیث میں گویا اشارہ ہے اس شخص کے حسن خاتمہ کی طرف رزقنا اللہ تعالیٰ ذلك مع جمیع الاحبة، لہٰذا یہ اشکال نہیں رہا کہ بروز قیامت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری ہی امت دیکھے گی، دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ دنیا ہی میں بحالت بیداری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مراد ہے، بعض علماء نے کہا ہے: اور زیادہ تر اس کی نوبت آدمی کے وفات کے قریب ہوتی ہے احتضار کے وقت، اس وقت میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو یعنی خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب فرمادیتے ہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ شانہ کرم فرمائیں اس حالت سے پہلے بھی وہ آپ کی زیارت کرلیتا ہے (بذل [1]) اور ایک مطلب اس کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام مبنی ہے تشبیہ پر کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو گویا اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا جیسا کہ بعض روایات میں ہے بلکہ حدیث الباب ہی میں ہے: أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ۔

وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي، اس جملہ سے اس سے پہلے قریب والے جملہ کی تائید ہورہی ہے، لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو واقعۃً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان کسی کے خواب میں میری صورت میں نہیں آسکتا، یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص خواب میں آپکے علاوہ کسی اور شخص کو دیکھے اور وہ خواب میں یہ سمجھے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، چنانچہ شمائل ترمذی کی روایت ہے: مَنْ رَآنِي - يَعْنِي فِي النَّوْمِ - فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود -- ج ١٩ ص ٢٦٠

[2] الشمائل المحمدية للترمذي -- ص ١٩١

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا یہ علی العموم ہے یا مقید؟ اس میں دونوں قول ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ جب ہے کہ دیکھنے والے نے آپ کو آپ کی صورت معہودہ میں دیکھا ہو جو صورت شکل آپ کی کتب میں منقول ہے، دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ یہ مطلق ہے خواہ کسی صورت میں آپ کو دیکھا ہو، اور اکثر علماء نے اسی کو ترجیح دی ہے، اور یہ کہ صورت میں اگر اختلاف پایا جائے کہ جس شکل میں اس نے دیکھا ہے وہ منقول کے مطابق نہ ہو تو اسکے بارے میں یہ ہے کہ یہ اختلاف دیکھنے والے کے حال کی وجہ سے ہے (بذل) اور حاشیۂ بذل میں اسکے بارے میں "ارواح ثلاثہ" سے ہمارے مشائخ دہلویہ کے تین مسلک نقل کئے ہیں کہ شاہ رفیع الدین قدس سرہ کا کہ یہ اس صورت میں ہے یعنی حدیث کا محمل جب کہ دیکھنے والا آپ ﷺ کو آپ کی خاص اسی ہیئت معروفہ میں دیکھے جو کتب حدیث میں منقول ہے حتی کہ اگر آپ ﷺ کی ریش مبارک میں بیس بالوں کا سفید ہونا منقول ہے اور وہ آپ ﷺ کے اکیس بال سفید دیکھے تو پھر اس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا، اسلئے کہ صحابہ کرامؓ بھی اگر ان سے کوئی شخص اپنے خواب میں زیارت بیان کرتا صحابہ کرامؓ اس سے اس صفت اور حلیہ کا سوال کیا کرتے تھے جس میں دیکھنے والے نے آپ کو دیکھا ہے، تو اگر اسکی بیان کردہ صفت اس صفت کے مطابق ہوتی جس پر انہوں نے آپکو دیکھا ہے تب ہی تصدیق کرتے ورنہ نہیں، اور دوسرا قول شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہ کا ہے اور وہ وہی ہے جو ہم نے اوپر جمہور کا قول نقل کیا کہ جس صفت پر بھی آپ کو دیکھا اس نے فی الواقع آپ ہی کو دیکھا بشرطیکہ خواب دیکھنے والا خواب میں یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ آپ ہی ہیں، اسکا دل اس پر گواہی دیتا ہو، تیسرا قول شاہ محمد اسحٰق صاحب کا ہے کہ اگر دیکھنے والا آپ ﷺ کو اپنے زمانہ کے اتقیاء کی ہیئت پر دیکھتا ہے تب تو اسکا یہ خواب برحق ہے ورنہ نہیں اھ [1]۔

٥٠٢٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ، وَمَنْ تَحَلَّمَ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ شَعِيرَةً، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ يَفِرُّونَ بِهِ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (کسی جاندار کی) تصویر بنائے تو اللہ پاک اس تصویر بنانے کی وجہ سے روز قیامت عذاب دیں گے یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے لیکن وہ اس تصویر میں روح پھونکنے پر قادر نہ ہوگا (تو اس سے اشارہ ہے کہ جب تک اللہ چاہیں گے اس وقت تک اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا) اور جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے تو اس کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ جو کے دانے میں گرہ لگائے (اور یہ بات کسی کے بس میں نہیں) اور جو شخص ایسی جماعت کی گفتگو سننے کیلئے کان لگائے جو اس سے بھاگتے ہوں (یعنی سنانا نہ چاہتے ہوں) تو

[1] ارواح ثلاثہ — ص ٤٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٦٠

ایسے شخص کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا قیامت والے دن۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (٢١١٢) صحيح البخاري - اللباس (٥٦١٨) صحيح البخاري - التعبير (٦٦٣٥) صحيح مسلم - اللباس والزينة (٢١١٠) جامع الترمذي - اللباس (١٧٥١) سنن النسائي - الزينة (٥٣٥٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٦/١)

شرح الحدیث: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ الخ جو شخص کوئی صورت بنائے یعنی ذی روح کی صورت، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی وجہ سے قیامت کے روز عذاب میں مبتلا کریں گے یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونکے، اور حالانکہ وہ اس پر قادر نہ ہوگا، لہٰذا عذاب میں مبتلا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ اور آگے حدیث میں ہے وَمَنْ تَحَلَّمَ یعنی کوئی شخص اپنا جھوٹ خواب بیان کرے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو اس کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ جو کہ دانے میں گرہ لگائے اور ظاہر ہے کہ وہ نہیں لگا سکے گا، اور اس سے آگے حدیث میں ہے: جو شخص کسی قوم کی بات کی طرف کان لگائے سننے کیلئے جس کو وہ سنانا نہ چاہتے ہوں تو ایسے شخص کے کان میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

٥٠٢٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَأُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَأَوَّلْتُ أَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا، وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ، وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا کہ ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمیں ابن طاب (کھجوروں کی ایک عمدہ قسم) کی رطب میں سے کچھ رطب کھجوریں پیش کی گئیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ دنیا میں ہمارے لیے بلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا اور ہمارا دین پاکیزہ اور کوش گوار ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الرؤيا (٢٢٧٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٣/٣)

شرح الحدیث: یعنی ایک روز آپ ﷺ نے اپنا یہ خواب بیان فرمایا کہ میں نے رات خواب دیکھا کہ ہم یعنی آپ اور آپکے مجلسی عقبہ بن رافع کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس رطب ابن طاب لائی گئیں، ابن طاب تمر کی ایک نوع ہے یہی اس کا نام ہے، تو آپ نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ ہمارے لئے یعنی خود آپ کیلئے اور جو آپکے طریق پر ہوگا اس کیلئے دنیا میں سربلندی اور آخرت میں حسن عاقبت یعنی حسن انجام ہوگا اور تیسری بات یہ کہ ہمارا دین اسلام نہایت پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔
تعبیر کے تین اجزاء ہیں رفعت جو ماخوذ ہوئی "رافع" سے اور حسن عاقبت جو ماخوذ ہوئی "عقبہ" سے، اور پاکیزگی "ابن طاب" سے۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب میں ہمیشہ نام سے اس کا مخصوص مسمی ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ کبھی معنی مراد ہوتے ہیں۔

٩٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّثَاؤُبِ

جمائی کا بیان

٥٠٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کسی ایک کو جمائی آئے تو اپنے منہ کو بند کرلے ورنہ شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

٥٠٢٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلٍ، نَحْوَهُ قَالَ: «فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ».

ترجمہ: سہیل سے گزشتہ حدیث کی طرح حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ سفیان راوی نے سہیل سے نقل کیا کہ تم سے کسی ایک کو نماز میں جمائی آئے تو جس قدر ہو سکے اس کو دور کرلے۔

تخریج: صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٩٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٨٢)

شرح الأحاديث: تثاؤب تفاعل من الثوباء وهي فترة من ثقل النعاس والهمزة بعد الألف هو الصواب والواو غلط كذا في المغرب ذكره القاري (عون [1]) یعنی تثاؤب ثوباء سے ماخوذ ہے وہ سستی اور گراوٹ جو نیند آنے کے وقت ہوتی ہے۔
آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو بند لگائے اپنے منہ پر یعنی یا تو اگر ہو سکے منہ نہ کھولے اس کو دبا لے اور یہ نہ ہو سکے تو ہاتھ یا رومال رکھ کر منہ کو بند کرلے، اس لئے کہ منہ کھلا رہنے سے اندر شیطان داخل ہو جاتا ہے، اور اسکے بعد والی روایت میں فِي الصَّلَاةِ کی قید ہے اور اس میں ہے فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، حافظ عراقیؒ کہتے ہیں کہ اکثر روایات میں تو مطلق ہی آیا ہے، لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، دراصل شیطان آدمی کی نماز کے بگاڑنے کے درپے ہوتا ہے لہٰذا اس کی کراہت نماز میں اشد ہو گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر صلاۃ میں مکروہ نہ ہو بلکہ کراہت مطلقاً ہے۔

٥٠٢٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، وَلَا يَقُلْ هَاهْ هَاهْ، فَإِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ پاک چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی ناپسند کرتے

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٣ ص ٣٦٨-٣٦٩

ہیں پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جس قدر ہو سکے روکے اور (پورا منہ کھول کر) ھَاہْ ھَاہْ مت کہے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان اس پر ہنستا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١١٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٦٩) صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٩٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٠) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٥)

شرح الحديث: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ الخ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عطاس یعنی چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور تثاؤب کو ناپسند فرماتے ہیں علماء نے لکھا ہے چھینک سبب ہوتی ہے خفت دماغ کا اس سے دماغ ہلکا ہوتا ہے اور سبب ہے دماغ سے استفراغ فضلات کا یعنی دماغ سے آڑ کباڑ جھاڑ دینے کا اور حواس کی تقویت کا کہ اس سے بیداری اور چوکنا پن حاصل ہوتا ہے، چستی آتی ہے اسی لئے اس کے بعد الحمد للہ کہنا مستحب ہے [1] بخلاف تثاؤب کے کہ اس سے کسلمندی اور سستی پیدا ہوتی ہے اور اس کا سبب امتلاء یعنی شکم سیری اور نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کی کدورت ہے۔

وَلَا يَقُلْ هَاهْ هَاهْ، فَإِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ، یعنی جمائی کے وقت خاص طور سے ھاہ ھاہ کی جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ تو ہرگز نکالنی ہی نہ چاہیے کہ اس سے شیطان آدمی کا مذاق اڑاتا ہے اور ہنستا ہے یعنی حقیقۃً، یا مراد ضحک سے خوش ہونا ہے۔

بذل میں خطابیؒ سے حبِّ عطاس اور کراہت تثاؤب کی شرح کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے: فصار العطاس محمودا لأنه يعين على الطاعات والتثاؤب مذموما لأنه يثبطه عن الخيرات وقضاء الواجبات اھ [2]۔

٩٧ - بَابٌ فِي الْعُطَاسِ

چھینکنے کا بیان

٥٠٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ» - شَكَّ يَحْيَى -.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب چھینکتے تھے تو اپنا دست مبارک یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے اس طرح آپ اپنی آواز کو پست کر لیتے، یحییٰ راوی کو شک ہے کہ خَفَضَ کا لفظ کہا یا غَضَّ کا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٩)

شرح الحديث: حدیث الباب میں ہے کہ حضور ﷺ جب چھینکتے تھے تو اپنا دست مبارک یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے اور اپنی

---

[1] وفي هامش البذل (ج١٩ ص٢٦٣) ووجه في السير الحلبية (ج١ ص٨٨) في سبب الحمد وجوها منها ان العطاس سببا لالتواء عنقه فيحمد الله على معافاته من ذلك اھ۔

[2] معالم السنن — ج ٤ ص ١٤١

آواز کو پست کرتے تھے یعنی چھینک کے وقت جو آواز خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کو قصداً آپ پست اور ہلکا کرتے تھے۔

٥٠٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَخُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ، رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ».

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک مسلمان کے اپنے بھائی پر پانچ حقوق لاگو ہوتے ہیں: ① سلام کا جواب دینا ② چھینکنے والے کو (الحمد للہ کہنے پر) یرحمک اللہ کہنا ③ دعوت قبول کرنا ④ بیمار کی عیادت کرنا ⑤ جنازے میں شرکت کرنا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١١٨٣) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٢) سنن النسائي - الجنائز (١٩٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٠) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٣٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣٢)

شرح الحديث: خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ. ① رَدُّ السَّلَامِ. ② وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ. ③ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ. ④ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ. ⑤ وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ: ان پانچ میں سے پہلی دو کے بارے میں بذل[1] میں لکھا ہے کہ ان کا وجوب علی الکفایۃ ہے وجوب لعینہ نہیں، لہذا جب ایک جماعت کو سلام کیا جائے تو ان میں سے ایک کا جواب دیدینا کافی ہے، اسی طرح جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کی تشمیت یعنی یرحمک اللہ کہنا بھی واجب علی الکفایہ ہے، حاشیۂ بذل میں رد السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کے جمہور اصحاب کے نزدیک ایسا ہی ہے یعنی واجب علی الکفایہ، اور حافظؒ نے اہل ظاہر کا مذہب وجوب نقل کیا ہے یعنی لعینہ، اور ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں: جماعة من علمائنا إنه فرض عين۔ الی آخر ما ذكر من الاختلاف فيه[2]، اور تشمیت عاطس کے بارے میں حاشیۂ بذل میں لکھا ہے: قال ابن عابدين تشميت العاطس فرض الكفاية عند الأكثرين وعند الشافعي سنة وعند بعض الظاهرية فرض عين[3]۔

٩٨ - بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

چھینکنے والے کو کس طرح دعا دی جائے[4]

---

① بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٦٥

② فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ٦٠٣

③ رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٥٩٣ . بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٦٦

④ تشمیت شین معجمہ، اور تسمیت سین مہملہ دونوں کے ساتھ منقول ہے اول ماخوذ ہے شماتت سے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو شماتت اعداء سے دور رکھے، اور ثانی ماخوذ ہے سمت سے اور مقصود اس سے سمت حسن کی دعا دینا ہے اور جواب عاطس کیلئے یہ دونوں ہی لفظ موزوں ہیں، تشمیت اور تسمیت کیونکہ چھینک کے وقت میں عاطس کے چہرے کی ہیئت بگڑ سی جاتی ہے اسلئے اسکو سمت حسن کی دعاء دی جاتی ہے یعنی اچھی ہیئت کی دعا دی جاتی ہے اور چھینک کے وقت چونکہ دماغ اور گردن کو جھٹکا لگتا ہے جس سے ضرر پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے اسلئے چھینکنے والے کو حمد کی ہدایت عافیت پر اور جواب دینے والے کے جواب کو تشمیت

٥٠٣١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَالَ سَالِمٌ: وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ، قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ أُمِّي بِخَيْرٍ وَلَا بِشَرٍّ، قَالَ: إِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ» ثُمَّ قَالَ «إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ» قَالَ: فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ، «وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ عِنْدَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَلْيَرُدَّ - يَعْنِي عَلَيْهِمْ - يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ».

ترجمہ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم سالم بن عبید کے ساتھ تھے تو ایک شخص کو چھینک آگئی تو اس نے (الحمد للہ کی جگہ) السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا تو حضرت سالمؓ نے جواب دیا کہ تم پر اور تمہاری ماں پر بھی سلام ہو پھر اس کے بعد حضرت سالمؓ فرمانے لگے شاید تمہیں میری بات پر غصہ آیا ہوگا تو اس شخص نے جواب میں کہا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ میری ماں کا کوئی بھلا یا برا تذکرہ نہ کیا جاتا تو حضرت سالمؓ نے فرمایا میں نے تم سے وہی بات کہی جو جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمائی تھی۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک دفعہ ہم جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھے کہ جماعت میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تم پر اور تمہاری ماں پر سلام ہو پھر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے راوی کہتا ہے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے لفظ اللہ کے ساتھ (تعالیٰ یا عز وجل جیسا کوئی) تعریف پر مشتمل کلمہ ارشاد فرمایا، اور جو شخص چھینکنے والے کے پاس بیٹھا ہوا ہو تو وہ يَرْحَمُكَ اللهُ کہے اور چھینکنے والا حاضرین مجلس کے جواب میں يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ کہے۔

٥٠٣٢ - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَرْقَاءَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَرْفَجَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَشْجَعِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: سالم بن عبید سے اسی طرح حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حدیث مروی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣١).

٥٠٣٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، وَلْيَقُلْ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وَيَقُولُ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ».

لہ یعنی شماتت اعداء سے دور رہنے کی دعا کا حکم دیا گیا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں کسی ایک کو چھینک آئے تو یوں کہے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ اور اس کا بھائی...... یا فرمایا اس کا ساتھی...... یوں کہے: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ تو چھینکنے والا جواب میں کہے يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٧٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٣/٢)

شرح الأحاديث: عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سالم بن عبیدؓ صحابی کے ساتھ تھے ایک شخص کو چھینک آئی جس پر اس نے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا تو اس پر حضرت سالمؓ نے فرمایا وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ [1] یعنی تجھ کو بھی سلام اور تیری ماں کو بھی، پھر وہ خود ہی کہنے لگے کہ شاید تجھ کو میرے ایسا کہنے پر غصہ آیا ہوگا، اس شخص نے کہا کہ بس اور تو کچھ نہیں آپ میری ماں کا ذکر نہ کرتے تو اچھا تھا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو جواب میں اس وقت وہی کہا جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا ایسے ہی موقع پر، اور پھر انہوں نے حضور ﷺ سے بھی اسی قسم کا واقعہ نقل کیا، اور پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو الحمد للہ کہنا چاہئے، اور اسکے پاس والے کو چاہیے کہ یرحمک اللہ کہے اور پھر چھینکنے والے کو چاہئے کہ وہ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہے، اور اسکے بعد والی روایت میں ہے کہ چھینکنے والے کو چاہئے کہ وہ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ کہے اور اس کے پاس والے کو چاہیے کہ وہ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے، اور پھر اس چھینکنے والے کو چاہیے کہ وہ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے، اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ عاطس کو چاہیے کہ وہ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہے۔ حاشیۂ بذل میں وَيَقُولُ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ پر لکھا ہے قال ابن بطال وبذلك قال الجمهور، وقال الكوفيون يقول يغفر الله لنا ولكم، وذهب مالك والشافعي الى التخيير بين اللفظين، كذا في العيني (ج١٠ ص٤٧٠)، قلت وحكى التخيير في تكملة البحر (ج٨ص٢٠٨) وفتاوى قاضي خان (ج٤ ص٤٠٦) [2]۔

٩٩ - بَابُ كَمْ مَرَّةً يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

چھینکنے والے کو کتنی دفعہ دعا دی جائے؟

٥٠٣٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ «شَمِّتْ

---

[1] حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے قولہ وعلی امک اور تیری ماں کو بھی سلام ہو جس نے تجھ کو یہ تعلیم دی ورنہ باپ کی تعلیم تو ایسی نہیں ہوتی وہ تو صحیح تعلیم دیتا ہے، آگے فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ذکر کی جگہ دوسرا ذکر رکھنا اپنی طرف سے یہ غلط اور بدعت مذمومہ ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج١٩ ص٢٦٩

أخاكَ ثلاثًا فما زاد فهو زكامٌ».

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اپنے بھائی کو (چھینکنے پر) تین مرتبہ دعا دو اگر اس سے زیادہ چھینکے تو یہ نزلہ اور زکام کی بیماری ہے (تو دعا دینے کی ضرورت نہیں)۔

شرح الحدیث: یعنی جواب عاطس تین مرتبہ واجب ہے اس کے بعد نہیں، کیونکہ زیادہ چھینک آنا زکام اور مرض کی علامت ہے بلکہ بجائے یرحمك الله کے یوں کہے الرَّجُلُ مَزْكُومٌ، جیسا کہ باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے، لیکن اس میں روایات مختلف ہیں کہ تشمیت یعنی جواب عاطس کتنی بار دیا جائے، اور الرَّجُلُ مَزْكُومٌ کون سی مرتبہ میں کہا جائے اس میں مختلف قول ہیں، قیل فی الثانیہ وقیل الثالثہ وقیل فی الرابعة، والصحیح فی الثالثة، کذا فی البذل عن النووی، اور حاشیہ بذل میں ہے ملا علی قاری کا میلان اس طرف ہے کہ تین بار تک تشمیت مؤکد ہے اس کے بعد استحباب اسی طرح شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ تشمیت تین بار تک واجب ہے (بشرطیکہ کہ چھینکنے والا حمد کرے) اور اس کے بعد اختیار ہے اور فتاویٰ قاضی خان (ج ٤ ص ٤٠٦) میں ہے ان فعل حسن وان لم یفعل فحسن ایضًا[1]۔

٥٠٣٥- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمة: سعید بن ابی سعید حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں... سعید راوی کہتے ہیں میرے خیال میں حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث کو آپ ﷺ تک مرفوع نقل کیا ہے...... پھر گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں ابو نعیم نے مُوسَى بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرفوعا حدیث نقل کی (ابو عجلان کے شاگردوں میں لیث راوی کو حدیث مرفوع نقل کرنے میں شک ہے لیکن موسیٰ بن قیس نے حدیث کو بغیر تردد کے مرفوعاً نقل کیا ہے، بذل المجهود[2])۔

٥٠٣٦- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ، حُمَيْدَةَ أَوْ عُبَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «تُشَمِّتُ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُشَمِّتَهُ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَكُفَّ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٧٢-٢٧٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٧١

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چھینکنے والے کو تین دفعہ دعا دو (تین مرتبہ کے بعد) چاہو تو تم اس کو دعا دو اور چاہو تو دعا دینے سے رک جاؤ۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٤) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٦)

٥٠٣٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: «يَرْحَمُكَ اللهُ» ثُمَّ عَطَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الرَّجُلُ مَزْكُومٌ».

ترجمہ: ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: يَرْحَمُكَ اللهُ پھر اس کو دوبارہ چھینک آئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو نزلہ وزکام کی بیماری ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٩٣) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧١٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٦١)

شرح الحديث: **اشکال**: جب یہ شخص بیمار ہے تو بطریق اولیٰ اس کو دعا دینی چاہئے کیونکہ یہ دوسروں کے مقابلہ میں دعا کا زیادہ محتاج ہے۔

جواب: بالکل صحیح ہے لیکن اس کو ایسی دعا دینی چاہئے جو اس کے مناسب حال ہو جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو عافیت کی دعا دیتا ہے۔ چھینکنے والے کے لئے جو دعا مشروع ہے اس کو غیر محل میں نہ رکھا جائے[1]۔

١٠٠ - بَابُ كَيْفَ يُشَمَّتُ الذِّمِّيُّ

ذمی کو چھینکنے پر کس طرح دعا دی جائے؟

٥٠٣٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ الدَّيْلَمِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتِ الْيَهُودُ تَعَاطَسُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَاءَ أَنْ يَقُولَ لَهَا يَرْحَمُكُمُ اللهُ، فَكَانَ يَقُولُ: «يَهْدِيكُمُ اللهُ، وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ یہود حضور ﷺ کی مجلس میں بتکلف چھینکتے تھے اس امید پر کہ آپ ﷺ ان کو يَرْحَمُكُمُ اللهُ فرمائیں گے تو آپ ﷺ ان کے چھینکنے پر يَهْدِيكُمُ اللهُ، وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ فرماتے تھے۔

تخريج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٣٩) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٠)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ بعض یہود کا یہ حال تھا کہ جب وہ حضور ﷺ کے پاس ہوتے تو بہ تکلف چھینک لیتے اس توقع اور امید پر کہ آپ ﷺ ان کو يَرْحَمُكُمُ اللهُ کے ساتھ دعا دیں گے (آپ ﷺ ان کی چال کو سمجھتے تھے) اس لئے آپ ﷺ بھی بجائے يَرْحَمُكُمُ اللهُ کے يَهْدِيكُمُ اللهُ، وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ فرما دیا کرتے تھے۔

١٠١ - بَابُ فِيمَنْ يَعْطِسُ وَلَا يَحْمَدُ اللهَ

جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ نہ کہے

٥٠٣٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكَ الْآخَرَ. قَالَ: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ: رَجُلَانِ عَطَسَا فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا قَالَ أَحْمَدُ: أَوْ فَسَمَّتَّ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكْتَ الْآخَرَ. فَقَالَ: «إِنَّ هَذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّ هَذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ».

ترجمة: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی مجلس میں دو شخص کو چھینکیں آئیں تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو تو اس کے جواب میں يَرْحَمُكَ اللهُ کہا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! دو شخصوں کو چھینکیں آئیں تھیں تو آپ نے ایک کو تو يَرْحَمُكَ اللهُ کہا...... مصنف ؒ کے استاد احمد ابن یونس ؒ کہتے ہیں کہ راوی نے فَشَمَّتَّ شین کے ساتھ کہا یا فَسَمَّتَّ سین کے ساتھ (اس میں شک ہے)...... اور آپ ﷺ نے دوسرے شخص کو جواب دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پہلے شخص نے الحمد اللہ کہا تھا (اس لئے میں نے اسے يَرْحَمُكَ اللهُ کہا) اور دوسرے شخص نے الحمد للہ نہیں (اس لئے میں نے اسے يَرْحَمُكَ اللهُ نہیں کہا۔

تخريج: صحيح البخاري - الأدب (٥٨٦٧) صحيح مسلم - الزهد والرقائق (٢٩٩١) جامع الترمذي - الأدب (٢٧٤٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٣٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٠٠) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٦٠)

شرح الحديث: آپ ﷺ کے سامنے دو شخصوں نے چھینکا تو آپ ﷺ نے ایک عاطش کی تو تشمیت کی دوسرے کی نہیں کی، اس پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلئے کہ ان میں سے ایک نے حمد کی دوسرے نے نہیں کی۔

قَالَ أَحْمَدُ: أَوْ فَسَمَّتَّ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكْتَ الْآخَرَ: ہمارے نسخہ میں دونوں جگہ شمت شین معجمہ کے ساتھ ہے اور بذل میں لکھا ہے کہ اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے اور صرف ایک نسخہ مدنیہ میں پہلا سین مہملہ کے ساتھ ہے اور دوسرا شین معجمہ کے ساتھ، اور ہونا بھی اسی طرح چاہئے یعنی احدہما بالشین والآخر بالسین حاصل یہ ہے کہ مصنف کے اس حدیث میں دو استاد ہیں احمد

بن یونس اور محمد بن کثیر، محمد بن کثیر کی روایت تو بغیر شک کے ہے اور احمد بن یونس کی روایت میں یہ لفظ شک کے ساتھ ہے فشمّتَّ او سمّتَّ وھذا ماخوذ من البذل، اور اس وقت ہمارے سامنے دو نسخے ہیں ایک وہ جس پر شیخ محمد عوامہ کی تعلیق ہے اس میں اس طرح ہے فشمت احدھما قال احمد فسمت احدھما، یعنی محمد بن کثیر کی روایت میں شین معجمہ کے ساتھ ہے اور احمد بن یونس کی روایت میں سین مہملہ کے ساتھ۔

اور دوسرا نسخہ ہمارے سامنے وہ ہے جس پر شرح منذری ہے اس میں عبارت اس طرح ہے: فشمت احدھما۔ قال احمد وھو ابن یونس۔ فشمت احدھما وترکت الآخر۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ محمد بن کثیر اور احمد دونوں کی روایت میں "شمت" شین معجمہ ہی کے ساتھ ہے اور فرق یہ ہے کہ احمد بن یونس کی روایت میں "وترکت الآخر" کی زیادتی ہے اور محمد بن کثیر کی روایت میں اس جملہ معطوفہ کی زیادتی نہیں ہے، نیز اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان جدید دونوں نسخوں میں "قال احمد" کے بعد لفظ "او" نہیں ہے۔

آخر کِتَابُ الْأَدَبِ

بسم الله الرحمن الرحيم

أَبْوَابُ النَّوْمِ

سونے (کے آداب واحکام) کے بیان میں

١- بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْبَطِحُ عَلَى بَطْنِهِ

پیٹ کے بل اوندھے منہ لیٹنے کا بیان

اور بعض نسخوں میں اس سے پہلے ایک موٹی سرخی ہے أَبْوَابُ النَّوْمِ جو مناسب معلوم ہوتی ہے [1] ابواب آتیہ کو دیکھتے ہوئے۔

٥٠٤٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَعِيشَ بْنِ طِخْفَةَ بْنِ قَيْسٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا» ، فَانْطَلَقْنَا، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا» فَجَاءَتْ بِحَشِيشَةٍ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا» فَجَاءَتْ بِحَيْسَةٍ مِثْلِ الْقَطَاةِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا» فَجَاءَتْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا» فَجَاءَتْ بِقَدَحٍ صَغِيرٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: «إِنْ شِئْتُمْ بِتُّمْ، وَإِنْ شِئْتُمُ انْطَلَقْتُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ» قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ السَّحَرِ عَلَى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ» قَالَ: فَنَظَرْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: یعیش بن طخفہ بن قیس کہتے ہیں کہ میرے والد اصحاب صفہ میں سے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ حضرت عائشہؓ کے گھر چلو تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ چل دیئے تو حضور ﷺ نے (حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچ کر) فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ کھلاؤ۔ تو عائشہؓ پسا ہوا دلیہ لے کر حاضر ہوئیں وہ ہم سب نے کھایا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! ہمیں کچھ کھلاؤ تو حضرت عائشہؓ (کھجور، ستو، پنیر اور گھی سے تیار شدہ) حلوہ لے کر حاضر ہوئیں جو قطاۃ (بھٹ، تیتر، کبوتر کے برابر ایک ریگستانی پرندہ المنجد) کے مشابہ تھا (تھوڑا ہونے میں) پس ہم نے اس کو کھایا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ تو وہ دودھ کا پیالہ لے کر حاضر ہوئیں جس کو ہم سب نے پیا تو آپ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ اب تم چاہو تو سو جاؤ اور چاہو تو مسجد چلے جاؤ (تو ہم مسجد چلے گئے) راوی کہتے ہیں کہ میں سحری کے وقت پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو ایک

[1] جیسا کہ یہاں پر موجود ہے۔

شخص مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دینے لگا وہ کہہ رہا تھا کہ اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤٣٠)

شرح الحدیث: یعیش بن طخفہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ یعنی طخفہ بن قیس اصحاب صفہ میں سے تھے (جو بسا اوقات بھوکے رہتے تھے جیسا کہ آگے اسی قصہ میں ہے) حضور ﷺ نے فرمایا یعنی ہم اصحاب صفہ سے کہ چلو میرے ساتھ بیت عائشہ کی طرف ہم سب آپ کے ساتھ چل دیئے آپ ﷺ نے مکان پر پہنچکر حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ہمیں کچھ کھلاؤ وہ تھوڑا سا دلیہ لے کر آئیں، ہم سب نے کھایا آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ عائشہؓ کچھ اور کھلاؤ تو اس مرتبہ وہ مالیدہ لے کر آئیں کھجور ستو پنیر اور گھی کا مجموعہ، لیکن وہ بھی تھوڑا ہی سا تھا قطاۃ پرند کے برابر جس کو ہم نے کھایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اب کچھ پلاؤ تو وہ ایک دودھ کا ایک بڑا پیالہ لائیں جس کو ہم سب نے پیا، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اور پلاؤ، اس بار وہ ایک چھوٹے پیالے میں لائیں جو کو ہم سب نے پیا، اخیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو سو جاؤ اور چاہو تو مسجد چلے جاؤ آگے وہ کہتے ہیں کہ میں اخیر شب میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اچانک ایک شخص مجھ کو اپنے پاؤں سے ہلانے لگا یہ کہتے ہوئے کہ لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے میں نے جو اوپر کو نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ آپ ﷺ تھے۔

بذل میں مِنَ السَّحَرِ پر لکھا ہے: أي من آخر الليل، اور اس کے بعد ملا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے السُّحْرُ: الرِّئَةُ، أي من أجل وجع الرئة، یعنی پھیپھڑے کے درد کی وجہ سے یہ گویا انہوں نے اپنے الٹا لیٹنے کی وجہ بیان کی کہ چونکہ پیٹ میں درد تھا اس لئے الٹا لیٹا ہوا تھا اس سے معلوم ہوا کہ درد شکم میں الٹا لیٹنے سے آرام ملتا ہے درد میں تخفیف ہوتی ہے اس پر حضرت شیخؒ نے حاشیۂ بذل میں لکھا ہے کہ لفظ السحر مشترك بين المعنيين ہے اور ظاہر یہاں پر دوسرے معنی ہیں اھ [1] یعنی جو ملا علی قاریؒ نے لکھے ہیں جاننا چاہیے کہ سَحر جو بمعنی آخر اللیل ہے وہ بفتحتین ہے اور جو بمعنی الرِّئَہ ہے اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے سَحَر، سَحْر، چنانچہ مرقاۃ میں ہے من السحر: بفتحتين، وفي نسخة بسكون الثاني، وهو الرئة اھ [2]، اور مصباح المنیر میں ہے کہ سحر بمعنی الرِّئَہ میں تین لغت ہیں عَلَى وَزْنِ فَلْسٍ وَسَبَبٍ وَقُفْلٍ [3]، اور یہی تین لغت اس میں قاموس میں لکھے ہیں اور سحر جو بمعنی قبیل صبح ہے یعنی آخر اللیل اس کو صرف بفتحتین ضبط کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اوندھے منہ لیٹنا مکروہ ہے، جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٩ ص ٢٧٧

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٨ ص ٥٢١

[3] عون المعبود على سنن أبي داود - ج ١٣ ص ٣٨٢-٣٨٣

٢ - بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى سَطْحٍ غَيْرِ مُحَجَّرٍ

ایسی چھت پر سونا جس کی منڈیر نہ ہو

اور بعض نسخوں میں عَلَى سَطْحٍ غَيْرِ مُحَجَّرٍ ہے۔

٥٠٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمٌ يَعْنِي ابْنَ نُوحٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ جَابِرٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ وَعْلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَاتَ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ حِجَارٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ».

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گھر کی کسی ایسی چھت پر سوئے جس کے کناروں پر کوئی آڑ نہ ہو تو لوگ اس سے بری الذمہ ہیں۔ (یعنی ہلاکت یا پریشانی کا وہ خود ذمہ دار ہوگا)۔

شرح الحدیث: یعنی جو شخص کسی ایسی چھت پر سوئے جس کے کناروں پر کوئی آڑ نہ ہو چھوٹی سی دیوار، تو اس سے سب لوگ بری الذمہ ہیں، اگر ایسی چھت پر سے وہ شخص گر کر مر جائے تو اس کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا وہ گرنے والا خود مستحق ملامت ہوگا لہٰذا کسی مکان کی ایسی چھت پر نہیں سونا چاہئے مبادہ رات میں کسی وقت اٹھنا ہو اور بے خیالی میں اوپر سے نیچے گر جائے فتح الودود میں اس کی شرح یہی کی ہے کہ اس کا خون بہا کسی سے نہیں لیا جائے گا اور لمعات میں براءت ذمہ کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بندوں کی حفاظت ہوتی ہے وہ اس کے ساتھ نہ ہوگی اس کی اس بے احتیاطی اور سونے کے آداب کی خلاف ورزی کی بنا پر [1]۔

٣ - بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى طَهَارَةٍ

باوضو سونے کا بیان

٥٠٤٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي ظَبْيَةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلَى ذِكْرٍ طَاهِرًا، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ» قَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو ظَبْيَةَ، فَحَدَّثَنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ثَابِتٌ: قَالَ فُلَانٌ: لَقَدْ جَهِدْتُ أَنْ أَقُولَهَا حِينَ أَنْبَعِثُ فَمَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو بھی مسلمان رات کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے باوضو

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٧٩

سوئے پھر اسکی رات کے کسی پہر آنکھ کھلے تو وہ اللہ سے دنیا اور آخرت کی جو بھی بھلائی مانگے گا اللہ پاک اسکو وہ بھلائی ضرور عطاء فرمائیں گے۔ ثابت بنانی کہتے ہیں ابو ظبیہ ایک مرتبہ ہمارے پاس آئے تو انہوں نے یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعا نقل کی۔ ثابت راوی کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کہا کہ میں نے بڑی کوشش کی کہ اس بیداری کے وقت میں کچھ کہہ لوں (دعا کرلوں) لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔

تخریج : سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٢) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٨١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٥/٥)

شرح الحديث : مضمون حدیث یہ ہے کہ جو شخص سونے کی دعاء پڑھ کر اور باوضو ہو کر سوئے اور رات میں کسی وقت آنکھ کھلے تو اسوقت جو بھی وہ دعاء مانگے گا دنیا اور آخرت کی بھلائی تو وہ اسکو ضرور ملے گی ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو ظبیہ ہمارے پاس آئے اور آکر انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع ہم سے بیان کی۔

ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے تو بہت کوشش کی اور بہت چاہا کہ اس وقت دعاء مانگوں مگر کبھی اس کی نوبت نہیں آئی شاید نسیان کی وجہ سے اور عین وقت پر یاد نہ آنے کی وجہ سے۔

قَالَ ثَابِتٌ سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض غالبا شہر بن حوشب کی متابعت بیان کرنی ہے کیونکہ شہر راوی متکلم فیہ ہیں جیسا کہ مقدمہ مسلم میں ہے: إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوهُ [1]۔

سونے کے درمیان آنکھ کھلنے پر دعاء سے متعلق آگے ایک مستقل باب آرہا ہے بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ، جس میں مصنف رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع ذکر کی ہے "مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ دَعَا: رَبِّ اغْفِرْ لِي" قَالَ الْوَلِيدُ: أَوْ قَالَ: «دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ» [2]، اور امام بخاری کا ترجمہ ہے أبواب التهجد میں بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى اور پھر اس میں انہوں نے یہی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمائی [3]، تعار کے معنی لغت میں یہ لکھے ہیں کہ سوتے سوتے آدمی کی آنکھ جیسے کھل جاتی ہے، کروٹ بدلتا ہے اور کوئی لفظ بھی زبان سے نکل جاتا ہے کچی سی نیند میں تو اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ درمیان شب میں آنکھ کھلنے سے فائدہ اٹھائے یعنی آخرت کا اور بے اختیار اس آنکھ کھلنے کو غنیمت سمجھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور کوئی دعاء مانگ لے اس وقت کی دعاء انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی، اور اس وقت میں کونسا ذکر پڑھنا چاہئے اسکی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے

---

[1] صحيح المسلم - مقدمة الإمام مسلم رحمه الله - باب الكشف عن معايب رواة الحديث ونقلة الأخبار وقول الأئمة في ذلك

[2] سنن أبي داود - كتاب الآداب - أبواب النوم - باب ما يقول الرجل إذا تعار من الليل ٥٠٦٠

[3] صحيح البخاري - كتاب أبواب التهجد - باب فضل من تعار من الليل فصلى ١١٠٣

تعیین فرمادی جیسا کہ اوپر مذکور ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ اس وقت آدمی نماز بھی پڑھے ہاں اگر اٹھ کر وضو کر لے اور دو رکعت پڑھ لے تو پھر کہنا ہی کیا سونے پر سہاگہ ہے جیسا کہ حضور ﷺ فرمار ہے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نماز بھی قبول ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کی زندگی سے مقصود ذکر الٰہی ہی ہے سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اسی کا آدمی کو خیال اور دھیان رہے سوئے تب ذکر پر سوئے، صبح کو جب اٹھے تب ذکر پر اٹھے جسکی دعاء مخصوص ہے، رات کے درمیان میں اتفاق سے آنکھ کھلے تو وہ بھی ذکر ہی پر کھلے، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں کسی جگہ ایسا ہی لکھا ہے، اور حاشیۂ ترمذی میں مجمع البحار سے نقل کیا ہے من تعار من اللیل [1]، یعنی جو شخص نیند سے یہ کہتا ہوا بیدار ہو (جو دعاء حدیث میں مذکور ہے) اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آدمی ذکر کا عادی ہو، حتی کہ بے ارادہ واختیار بھی اس سے ذکر صادر ہو اھ۔

٥٠٤٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، ثُمَّ نَامَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي بَالَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رات کو نیند سے بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی تو اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور پھر سو گئے (امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ قضاء حاجت سے مراد پیشاب کرنا ہے)۔

تخریج: صحیح البخاري - الدعوات (٥٩٥٧) صحیح مسلم - الحیض (٣٠٤) سنن النسائي - التطبیق (١١٢١) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٣) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٥٠٨)

شرح الحدیث: باب کی دوسری حدیث یہ ہے «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، ثُمَّ نَامَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي بَالَ».

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ رات میں اٹھے پس قضائے حاجت کی یعنی پیشاب کیا اس کے بعد چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور سو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ سونے سے پہلے تو وضو کرنی ہی چاہئے درمیان میں بھی اگر آنکھ کھلے اس وقت بھی وضو کر کے ہی سونا چاہے وہ وضو نا تمام ہی ہو جیسا کہ اس حدیث ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس وضو کے بعد آپ کے نماز پڑھنے کا ذکر تو ہے نہیں، نماز والی وضوء کا تو کامل ہونا ضروری ہے۔

[1] حاشیۂ ترمذی — ج ٢ ص ١٧٧

٤- بَابُ كَيْفَ يَتَوَجَّهُ

نیند میں کس طرف کروٹ لے

٥٠٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ بَعْضِ، آلِ أُمِّ سَلَمَةَ «كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوضَعُ الْإِنْسَانُ فِي قَبْرِهِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کے بعض اہل خانہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا بستر ہ اس طرح تھا جس طرح انسان کو قبر میں رکھا جاتا ہے (جس طرح میت کو قبر میں دائیں کروٹ میں قبلہ رخ لٹایا جاتا ہے اسی طرح حضور ﷺ بھی نیند میں دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لیٹتے تھے) اور مسجد آپ ﷺ کے سر کی جانب تھی۔

شرح الحدیث اور آداب النوم کی تحقیق: ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ سونے کے وقت آدمی کا رخ کس طرف ہونا چاہئے کیا اس وقت بھی استقبال قبلہ سنت یا مستحب ہے، حدیث الباب کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ حجرۂ شریفہ میں جس بستر پر آپ ﷺ آرام فرماتے تھے اس کی نوعیت اس طرح تھی جس طرح انسان کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر روبقبلہ لٹایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے سونے کے وقت بھی یہی صورت اختیار فرماتے تھے، لہٰذا اس حدیث سے نوم مستقبل القبلہ ثابت ہو گیا، اور مصنف کی غرض بھی جہت نوم ہی کو بیان کرنا تھا، اور حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الدعوات میں آدابِ نوم کے سلسلہ کے تین چار باب قائم کئے ہیں بَابُ الضَّجْعِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ، بَابُ إِذَا بَاتَ طَاهِرًا وَفَضْلِهِ، بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَامَ، بَابُ وَضْعِ الْيَدِ الْيُمْنَى تَحْتَ الْخَدِّ الْيُمْنَى یہ چار آداب ہوئے، دائیں کروٹ پر لیٹنا، باوضو سونا، دعاء پڑھ کر سونا، اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رخسار رکھنا اور ان چاروں آداب کو انہوں نے احادیث سے ثابت فرمایا ہے، لیکن کوئی باب امام بخاری نے نوم مستقبل القبلہ کا قائم نہیں فرمایا، بظاہر اسی لئے کہ انکے پاس اس ادب سے متعلق کوئی حدیث انکی شرط کے مطابق نہیں تھی، لیکن امام ابو داؤدؒ کے پاس اس بارے میں ایک حدیث تھی اسلئے انہوں نے اس ادب پر باقاعدہ ترجمہ قائم کر کے اس سے متعلق حدیث بیان فرمائی، لہٰذا حدیث الباب نوم مستقبل القبلہ کی دلیل ہوئی اور منذری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث الباب صحاح ستہ میں سے سوائے سنن ابو داؤد کے اور کسی جگہ نہیں ہے، حدیث الباب میں یہ بھی ہے وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ، جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بستر ہ کا سرہانا مسجد نبوی کی طرف تھا، مسجد نبوی آپ ﷺ کے حجرہ شریفہ سے غربی جانب میں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ استراحت کے وقت سر آپکا غربی جانب میں اور اقدام عالیہ شرقی جانب میں ہوتے تھے اور دائیں کروٹ پر لیٹنے کا ثبوت احادیث شہیرہ سے ہے اور اسطرح لیٹنے کے بعد دائیں جانب میں جانب جنوب ہے اسی جانب جنوب میں اہل مدینہ کا قبلہ ہے، اور یہی ہیئت لیٹنے کی انسان کی قبر میں

ہوتی ہے، فاغتنم وتشکر۔

٥۔ بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت کی دعاء کا بیان

اس باب میں مصنف نے سونے کے وقت کی متعدد دعائیں ذکر کیں۔

٥٠٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَوَاءٍ، عَنْ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ».

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند کیلئے لیٹتے تو داہنے ہاتھ دائیں گال کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ! جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے اس دن اپنے عذاب سے مجھے محفوظ رکھئے" تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٨٨)

٥٠٤٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُورًا، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» قَالَ «فَإِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» قَالَ الْبَرَاءُ: فَقُلْتُ: أَسْتَذْكِرُهُنَّ، فَقُلْتُ: وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، قَالَ: «لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرو پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو: اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار بنادیا اور میں نے اپنے سارے معاملات آپ کے سپرد کر دیئے اور میں نے اپنی پیٹھ کیلئے آپ کو ٹھکانا بنا کر آپ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ! آپ کے غصہ کے ڈر اور آپ کے ثواب اور انعامات کی امید کرتے ہوئے میں نے یہ کہا۔ نہ کوئی ٹھکانا اور نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے آپ سے سوائے آپ کی ذات کے میں اس کتاب پر ایمان لایا جس کو آپ نے نازل کیا اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو آپ نے رسول بنا کر بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس حالت میں مر گئے تو فطرت اسلام پر مرو گے اور ان دعائیہ کلمات کو رات کے سب سے آخر میں کہنا۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں میں یاد کرنے کی غرض سے ان کلمات کو پڑھنے

لگا تو میں نے (وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ کی جگہ) رَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ پڑھا تو حضور ﷺ نے مجھ پر نکیر فرمائی اور فرمایا ایسا نہیں وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ پڑھو۔

شرح الحديث اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ (وفي نسخة: رغبة ورهبة اليك)، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، اس دعاء کے بارے میں یہ ہے کہ جو شخص یہ دعاء پڑھ کر سوئے تو وہ اگر اسی حالت پر مر جائے یعنی سونے کی حالت میں، تو وہ فطرت یعنی اسلام پر مرے گا، نیز اس دعاء کے بارے میں یہ بھی ہے کہ اس کو بالکل اخیر میں پڑھے یعنی سونے سے ذرا پہلے تاکہ اس کے بعد بات کرنے کی نوبت نہ آئے، نیز اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ راوی حدیث حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے مجھ کو یہ دعاء تعلیم فرمائی تو میں اس کو یاد کرنے کیلئے آپ ﷺ کے پاس بیٹھے بیٹھے پڑھنے لگا اور پڑھتے وقت بجائے وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ کے وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ پڑھنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایالا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ یعنی آپ ﷺ نے مجھ کو دعاء کے لفظ بدلنے پر تنبیہ فرمائی کہ اس طرح نہیں بلکہ اسی طرح پڑھو جس طرح ہم نے بتلایا تھا، اس پر شراح نے لکھا ہے کہ ادعیہ ماثورہ و مسنونہ کے الفاظ توفیقی ہیں اس میں تغیر تبدل نہیں کرنا چاہیے، آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے الفاظ کی خاصیت الگ ہی ہے [1]۔

٥٠٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ وَأَنْتَ طَاهِرٌ فَتَوَسَّدْ يَمِينَكَ» ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے بستر پر پاکی (باوضوء) کی حالت ہمیں ٹھکانہ پکڑو تو اپنے داہنے ہاتھ کو تکیہ بناؤ (سیدھا ہاتھ دائیں گال کے نیچے رکھو) پھر گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی۔

٥٠٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَمَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ أَحَدُهُمَا «إِذَا أَتَيْتَ فِرَاشَكَ طَاهِرًا» وَقَالَ الْآخَرُ «تَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ» وَسَاقَ مَعْنَى مُعْتَمِرٍ.

ترجمہ حضرت براءؓ حضور ﷺ سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں...... سفیان نے کہا کہ اعمش اور منصور میں سے کسی ایک استاد کے یہ الفاظ ہیں کہ جب تم اپنے بستر پر پاکی کی حالت میں جاؤ...... اور دوسرے استاد نے یہ کہا کہ تم نماز کا جیسا وضوء کرو۔ پھر ان دونوں استادوں نے معتمر کی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٩ ص ٢٨٤

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (٢٤٤) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٥٢) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٥٠) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧١٠) جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٩٤) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٦) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٥/٤) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٣)

٥٠٤٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ قَالَ: «اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَأَمُوتُ» وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: «الْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَمَا أَمَاتَنَا، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ».

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب سونے کا ارداہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! میں آپ کے نام سے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں (سوتا اور جاگتا ہوں) اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطاء کی اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس حدیث میں نیند کو موت کے ساتھ تشبیہ دی گئی کیونکہ سونے کے بعد عقل اور حرکت ختم ہو جاتی ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٥٣) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٥٩) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤١٧) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٤٩) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٥/٥) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٦)

شرح الحدیث: اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَأَمُوتُ، اور بیدار ہونے کے وقت الْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَمَا أَمَاتَنَا، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

٥٠٥٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑے تو اپنی شلوار کے اندرون کے حصہ سے اپنے بستر کو جھاڑ لے کیونکہ اس کو نہیں پتا کہ اس کے پیچھے اس کے بستر پر کیا چیز آگئی تھی (موذی جانور وغیرہ) پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جائے اور یہ دعا پڑھے: میرے رب! آپ کے نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا اور آپ کے نام سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر آپ نے میری جان (روح) کو اپنے پاس روک لیا تو اس پر رحم فرمایئے گا اور اگر آپ نے اس کو دوبارہ چھوڑ دیا تو اس روح کی ان تمام پریشانیوں سے حفاظت فرمایئے گا جن پریشانیوں سے آپ اپنے نیک بندوں کو محفوظ فرماتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٦١) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٥٨) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧١٤) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠١) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٠) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧٤) مسند أحمد - باقي مسند

المكثرين (٢/ ٢٤٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٤)

شرح الحديث: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ، اس حدیث میں یہ بھی ہے: فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، کہ جب آدمی سونے کی نیت سے بستره پر آئے تو اپنی لنگی کے اندر کے حصہ سے بستره کو جھاڑ لے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بستر پر سے اٹھنے کے بعد (یعنی صبح جب اس پر سے اٹھا تھا) کیا چیز اس پر آ کر بیٹھ گئی ہو، یعنی کوئی موذی جانور۔

دائیں کروٹ پر سوئے یا بائیں پر؟ اور اسکی تحقیق: ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ: پھر دائیں کروٹ پر لیٹے، یہ ابھی قریب میں گزر چکا کہ یہ آداب نوم میں سے ہے اور یہ بھی گزر چکا کہ امام بخاریؒ نے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَاب النَّوْمِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ، شراح نے شق الایمن پر سونے کے فوائد لکھے ہیں منها انه اسرع الى الانتباه کہ اس سے بیداری جلدی سے ہو جاتی ہے، ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اس ہیئت کے بارے میں اطباء نے تصریح کی ہے کہ یہ اصلح للبدن ہے، پھر وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء کرے دائیں جانب پر لیٹنے سے پھر بائیں کروٹ لے لے، اس لئے کہ دائیں کروٹ پر لیٹنا سبب ہے انحدار طعام یعنی اس کی تحلیل کا اور بائیں کروٹ پر سونا سبب ہے هضم کا لاشتمال الکبد علی المعدة۔ صاحب فیض الباریؒ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر لیٹنا انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کیونکہ قلب بائیں جانب میں ہے تو اس صورت میں وہ معلق رہے گا آدمی نوم میں غرق نہیں ہونے کا اور اطباء نے اختیار کیا ہے نوم علی الشق الایسر کو فانہ انفع للصحۃ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر عالم آخرت کی طرف ہے اس لئے انہوں نے اس چیز کو اختیار فرمایا جس میں آخرت کا نفع زیادہ ہے اور اطباء کی نظر صحت بدن کی طرف ہے، اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہیئات نوم میں سب سے انفع یہ ہے کہ ابتداء کرے ایمن سے پھر تھوڑی دیر بعد بائیں کروٹ کی طرف آ جائے، اور پھر دائیں کروٹ اختیار کر لے، اس لئے کہ وہ اسرع الی الانتباہ ہے عدم استقرار قلب کی وجہ سے کیونکہ قلب جانب ایسر میں ہے جانب یمین پر سونے میں وہ معلق رہے گا پس عدم استقرار کی وجہ سے استغراق فی النوم نہیں ہوگا، بخلاف نوم علی الایسر کے، اس لئے کہ قلب کو اس صورت میں استقرار حاصل ہوگا، جس میں استراحت ہوگی جو انتباہ میں تاخیر کا سبب ہوگی، (ملخصاً من الأبواب والتراجم)

٥٠٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ: «اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ، وَرَبَّ الْأَرْضِ، وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ، وَالْإِنْجِيلِ، وَالْقُرْآنِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ، أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ»، زَادَ وَهْبٌ فِي حَدِيثِهِ «اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور ہر چیز کے رب دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے تورات اور انجیل (کو نازل کرنے والے) اور قرآن کو نازل کرنے والے میں آپکی پناہ پکڑتا ہوں ہر اس شریر کے شر سے جس کی پیشانی آپ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ آپ کے بعد کوئی شئے نہیں اور آپ انتہائی ظاہر ہیں پس آپ سے بڑھ کر ظاہر اور کھلی ہوئی کوئی شئے نہیں ہے اور آپ انتہائی پوشیدہ ہیں پس آپ سے بڑھ کر کوئی پوشیدہ شئے نہیں۔ مصنفؒ کے دوسرے استاد وہب بن بقیہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا میرے قرضے کو پورا کروا دیجئے اور مجھے فقر وفاقہ سے نجات دیجئے۔

تخریج: صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧١٣) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥١) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٣١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٨٦)

شرح الحدیث: أَنْتَ الْأَوَّلُ الخ یعنی اللہ تعالیٰ شانہ کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ الخ دلائل کے اعتبار سے تیرا وجود اتنا ظاہر ہے جس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اور حواسِ ظاہرہ کے اعتبار سے تو اتنا پوشیدہ ہے کہ تیرے سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔

٥٠٥٢ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ يَعْنِي ابْنَ جَوَّابٍ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، وَأَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَحِمَهُ اللهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ، مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللَّهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ، اللَّهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ، وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ».

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے بستر پر یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! آپ کی کریم ذات اور آپ کے مکمل کلمات کے سبب پناہ مانگتا ہو ہر اس شئے کے شر سے جس کی پیشانی آپ کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ اے اللہ آپ کا لشکر شکست نہیں کھاتا اور آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے اور کسی مالدار شخص کو اس کی مالداری آپ کی سزا اور پکڑ سے نہیں بچا سکتی۔ آپ کی ذات پاک ہے اور آپ کی تعریف ہے۔

٥٠٥٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَكَفَانَا، وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ، وَلَا مُؤْوِيَ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب اپنے بستر پر ٹھکانہ پکڑتے تو یہ دعا پڑھتے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری تمام ضروریات کو پورا فرمایا اور ہمیں ٹھکانہ دیا۔ پس کتنے لوگ ہیں جن کی ضروریات کا

کوئی پورا کرنے والا نہیں اور نہ ہی ٹھکانہ دینے والا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧١٥) جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٩٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٣/٣)

شرح الحدیث: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَكَفَانَا، وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ، وَلَا مُؤْوِيَ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھانے کو دیا پینے کو دیا اور ہماری تمام حاجات کی کفایت فرمائی اور ہم کو رہنے کے لئے ٹھکانہ عطا فرمایا پس کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے لئے کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ ٹھکانا دینے والا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ سڑکوں کے کناروں پر اور پلیٹ فارموں پر پڑے رہتے ہیں گرمی اور سردی میں، میں نے اپنے والد صاحبؒ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ لیٹتے وقت ذرا آواز سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

٥٠٥٤ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْأَنْمَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ وَضَعْتُ جَنْبِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَخْسِئْ شَيْطَانِي، وَفُكَّ رِهَانِي، وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو هَمَّامٍ الْأَهْوَازِيُّ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: أَبُو زُهَيْرٍ الْأَنْمَارِيُّ.

ترجمہ: ابو الازہر الانماریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: اللہ ہی کے نام سے میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے شیطان کو رسوا فرما اور میرے نفس کو رہائی نصیب فرما اور مجھے بلند مجلس والے (فرشتوں) کی مجلس میں شامل فرما۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابو ہمام الاھوازی نے عن ثور کی سند سے نقل کیا تو انہوں نے (ابو الازھر کی جگہ) ابو زھیر الانماری راوی کو ذکر کیا۔

٥٠٥٥ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِنَوْفَلٍ: «اقْرَأْ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ثُمَّ نَمْ، عَلَى خَاتِمَتِهَا، فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ».

ترجمہ: نوفل بن فروہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل سے کہا کہ تم سورۃ الکافرون ختم کر کے سویا کرو کیونکہ اس سورت کا پڑھنا شرک سے براءۃ ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٥٦/٥)

شرح الحدیث: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ [1]، پوری سورت۔ نوفل بن فروہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ لیٹتے

---

[1] تو کہہ اے منکرو میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجو جسکو میں پوجوں اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اس کا جس کو تم نے پوجا اور نہ تم کو پوجنا ہے اس کا جس کو میں پوجوں تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ (سورۃ الکافرون ١ - ٦)

وقت یہ سورۃ پڑھا کرو، اس لئے کہ اس سورۃ کا پڑھنا شرک سے براءۃ ہے۔

٥٠٥٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، - يَعْنِيَانِ ابْنَ فَضَالَةَ - عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا، وَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ [1]، وَقُلْ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ [2] ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ: يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ".

ترجمہ: حضرت عروہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہر رات جب بھی اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں ملا کر اس پر پھونک مارتے پس سورۃ الاخلاص اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت فرماتے پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک جسم کے حصہ پر ہاتھ پہنچتا پھیر لیتے اپنے سر سے اور چہرے سے اور جسم کے اگلی جانب سے ابتداء فرماتے۔ تین دفعہ اس طرح فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٣٠) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٦) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧٥)

شرح الحديث: سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ [3] اور معوذ تین [4]، آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سونے سے پہلے ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اور اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم فرما کر پورے بدن پر انکو پھیر لیتے تھے جہاں تک ہاتھ پہنچے، ابتداء فرماتے سر اور چہرے سے، اور اسی طرح تین مرتبہ کرتے تھے۔

٥٠٥٧- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ، وَقَالَ: «إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ».

ترجمہ: عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سونے سے پہلے مسبحات (وہ سورتیں جن کے شروع میں لفظ سبح یا یسبح ہے) پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے (شاید اس سے مراد سورۃ الحشر کی آخری آیات ہیں۔ بذل المجہود)

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٧)

---

[1] تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی (سورۃ الفلق ١)

[2] تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی (سورۃ الناس ١)

[3] تو کہہ وہ اللہ ایک ہے (سورۃ الاخلاص ١)

[4] سورۃ الفلق اور سورۃ الناس قرآن کریم کی آخری دو سورتوں کو معوذ تین کہا جاتا ہے۔

شرح الحدیث: مُسَبِّحَاتِ سبعہ: آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سونے سے پہلے مسبحات پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیات سے افضل ہے اور وہ سورتیں یہ ہیں: ① سورۃ بنی اسرائیل، ② سورۃ الحدید، ③ سورۃ الحشر، ④ سورۃ الصف، ⑤ سورۃ الجمعہ، ⑥ سورۃ التغابن، ⑦ سورۃ الاعلیٰ۔

٥٠٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ: «الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي، وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي، وَالَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ، وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ. الْحَمْدُ لِلهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ اللَّهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ وَإِلَهَ كُلِّ شَيْءٍ، أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہر ایذا دینے والے کے شر سے میری کفایت فرمائی اور مجھے ٹھکانہ دیا اور مجھے کھلایا اور پلایا اور وہ ذات جس نے مجھ پر احسان کیا تو احسانات کی انتہاء کر دی اور وہ ذات جس نے مجھے نعمتوں سے نوازا تو عطایا کی بارش کر دی۔ ہر حال میں اللہ کی تعریفیں ہیں۔ اے اللہ! ہر چیز کے رب اور اسکے مالک ہر چیز کے معبود میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں جہنم کی آگ سے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٧/٢)

٥٠٥٩- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی پہلو پر لیٹے اور اس پہلو پر اللہ پاک کو یاد نہ کرے تو یہ اس کیلئے روز قیامت حسرت وندامت کا باعث ہو گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ پاک کا ذکر وتذکرہ نہ ہو وہ مجلس روز قیامت اس کے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہو گی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢)

شرح الحدیث: یہ کل بارہ دعائیں ہو گئیں جن میں سے بعض (تین چار) تو ضرور ہی یاد کر لینی چاہئیں اور اہتمام سے ان کو پڑھا جائے۔

٦- بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ

رات کو جب آدمی نیند سے اچانک بیدار ہو جائے تو اس وقت کیا دعا پڑھے

٥٠٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ دَعَا: رَبِّ اغْفِرْ لِي" قَالَ الْوَلِيدُ: أَوْ قَالَ: «دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ».

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کو اچانک نیند سے بیدار ہو جائے (اور بستر پر کروٹ بدلنے لگے) تو وہ بیدار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے: اللہ وحدہ لاشریک کے سواء کوئی معبود نہیں اس کی بادشاہت ہے اور اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ کی ذات پاک ہے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اللہ سب سے بلند وبالا ہے گناہ سے بچنے کی ہمت اور نیکی کی طاقت اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر دعا مانگے: اللہ میری مغفرت فرما۔ ولید کہتے ہیں یا اوزاعی نے صرف یہ کہا کہ دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہو گی اور اگر کھڑے ہو کر وضوء کرے پھر نماز میں مصروف ہو تو اس کی نماز اللہ کے دربار میں قبول کی جائے گی۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٠٣) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤١٤) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٦٠) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٣/٥) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٧)

شرح الحديث: اس باب کا ذکر اور اسکی تشریح باب النوم علی طہارۃ میں گزر چکی، اور اس باب کی پہلی حدیث بھی وہاں گزر چکی۔

٥٠٦١- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: «لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللَّهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللَّهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے میں اپنے گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما اور ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو سیدھے راستہ سے مت پھیر اور مجھے اپنی جانب سے

رحمت عطا فرما آپ ہی رحمت کو عطا فرمانے والے ہیں۔

شرح الحدیث: اور اس باب کی دوسری (مذکورہ) حدیث میں یہ دعاء مذکور ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

یہ دعاء بیدار ہونے کے وقت پڑھنے کی ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے۔

سنن أبی داؤد شریف کا آخری یعنی بتیسواں پارہ: اس باب کے بارے میں کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے: آخر الجزء الحادي والثلاثين، واول الجزء الثاني والثلاثين، اس کتاب کے بتیس پاروں میں سے اکتیس پارے پورے ہوگئے، اب آگے بتیسواں پارہ شروع ہو رہا ہے، یعنی آخری پارہ۔

٧- بَابٌ فِي التَّسْبِيحِ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت کی تسبیح کا بیان

٥٠٦٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ الْمَعْنَى عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: شَكَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، فَأُتِيَ بِسَبْيٍ، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ فَلَمْ تَرَهُ، فَأَخْبَرَتْ بِذَلِكَ عَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا لِنَقُومَ، فَقَالَ: «عَلَى مَكَانِكُمَا» فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا، إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ».

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے ...... مسدد استاد کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں حدیث بیان کی ......(مصنفؒ نے اپنے دوسرے استاد حفص ابن عمر کے الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ صرف مسدد کے الفاظ حدثنا علی ذکر کیے) کہ حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ چکی پیسنے کی وجہ سے انکے ہاتھ مشقت اور سخت تکلیف اٹھاتے ہیں ...... حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ غلام لائے گئے ...... تو حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک غلام مانگنے کیلئے حاضر ہوئیں تو انہوں نے حضور ﷺ کو گھر میں موجود نہیں پایا تو حضرت فاطمہؓ نے عائشہؓ کو اپنے آنے کا سبب بتلایا پس جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو سارا واقعہ بیان کیا (کہ حضرت فاطمہؓ ایک خادم کو طلب کرنے کی غرض سے آئیں تھیں) حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم دونوں جو طلب کرنے آئے تھے (غلام، خادم) کیا تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتلاؤں۔ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ،

۳۳ بار الحمد اللہ، ۳٤ بار اللہ اکبر پڑھا کرو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

۵۰۶۳- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ الْيَشْكُرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ بْنِ ثُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ لِابْنِ أَعْبُدَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ أَحَبَّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، وَكَانَتْ عِنْدِي فَجَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَأَصَابَهَا مِنْ ذَلِكَ ضُرٌّ، فَسَمِعْنَا أَنَّ رَقِيقًا أُتِيَ بِهِمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا يَكْفِيكِ، فَأَتَتْهُ، فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا، فَاسْتَحْيَتْ، فَرَجَعَتْ، فَغَدَا عَلَيْنَا وَنَحْنُ فِي لِفَاعِنَا، فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَأَدْخَلَتْ رَأْسَهَا فِي اللِّفَاعِ حَيَاءً مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ: «مَا كَانَ حَاجَتُكِ أَمْسِ إِلَى آلِ مُحَمَّدٍ؟» فَسَكَتَتْ، مَرَّتَيْنِ، فَقُلْتُ: أَنَا وَاللَّهِ أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ جَرَّتْ عِنْدِي بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَكَسَحَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَبَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ أَتَاكَ رَقِيقٌ أَوْ خَدَمٌ، فَقُلْتُ لَهَا: سَلِيهِ خَادِمًا، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ الْحَكَمِ وَأَتَمَّ.

ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے ابن اعبد سے کہا میں تمہیں اپنا اور حضرت فاطمہؓ رسول ﷺ کی بیٹی کا واقعہ بتلاؤں، حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کو ان کے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور وہ میرے نکاح میں تھیں وہ چکی پیستی تھیں یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں پر چکی کے نشانات پڑ گئے تھے اور مشکیزہ میں پانی بھر کر لاتیں، یہاں تک کہ ان کے سینے پر اس کے نشانات ظاہر ہونے لگے اور گھر کی جھاڑو دیتی رہیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے اس گرد میں بھر گئے اور انہوں نے ہانڈی پکاتی، یہاں تک کہ ان کے کپڑے کالے ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ کو اس کام میں سخت مشقت پہنچی تو ہم نے سنا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ غلام باندی (خادم) آئے ہیں تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اپنے والد محترم کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی خدمت کے لئے ایک خادم (باندی) طلب کر لو تمہارے گھریلو کاموں میں تمہاری خدمت کرے گی تو حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے آپ ﷺ کے پاس چند لوگوں کو بیٹھے دیکھا جو باتوں میں مصروف تھے تو حضرت فاطمہؓ شرما گئیں اور واپس لوٹ گئیں پس حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم اپنے لحاف اوڑھے لیٹے تھے تو آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے سرہانے بیٹھ گئے تو حضرت فاطمہؓ نے اپنے باپ سے شرماتے ہوئے اپنا سر لحاف کے اندر کر لیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل تمہیں اہل محمد کے اہل خانہ سے کیا کام تھا تو دو مرتبہ پوچھنے پر حضرت فاطمہؓ خاموش رہیں تو علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں آپ کو بتاتا ہوں انہوں نے میرے گھر میں چکی پیسی یہاں تک کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے اور وہ مشکیں بھر کر پانی پلاتی رہیں یہاں تک کہ ان کے سینہ میں اس کا اثر معلوم ہونے لگا اور وہ گھر کی جھاڑو دیتی رہیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور ہانڈی کے نیچے چولہا

جلاتے جلاتے ان کے کپڑے کالے سیاہ ہوگئے۔ ہمیں یہ بات پہنچی کہ آپ کے یہاں کچھ غلام...... یا کچھ خادم...... آئے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ وہ آپ سے ایک خادم مانگ لیں۔ اس کے بعد حکم کی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی بلکہ اس سے زیادہ کامل حدیث نقل کی۔

٥٠٦٤- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ شَبَثِ بْنِ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فِيهِ قَالَ عَلِيٌّ: «فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَيْلَةَ صِفِّينَ فَإِنِّي ذَكَرْتُهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَقُلْتُهَا».

ترجمہ: حضرت علیؓ آپ ﷺ سے اسی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تسبیحات فاطمی سنی ہیں میں نے کبھی بھی ان کا پڑھنا ترک نہیں کیا سوائے جنگ صفین کی رات میں کہ مجھے اس رات اخیر حصہ میں یاد آئیں تو میں نے اسی وقت پڑھ لیں۔ (جنگ صفین حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان مشہور جنگ ہے جو کیم صفر سن ۳۷ھ میں لڑی گئی)۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٥) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٠٢) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٦) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٥٩) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧٢٧) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٦٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩٦/١) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٥)

شرح الأحاديث: اس باب کی پہلی دو حدیثوں میں تو تسبیح فاطمہ مذکور ہے اور یہ حدیث کتاب الجهاد باب تقسیم الخمس میں گزر چکی، جس میں آپ ﷺ نے اپنی صاحب زادی فاطمہؓ اور ان کے شوہر علیؓ دونوں کو سوتے وقت اس تسبیح کو پڑھنے کا حکم فرمایا، تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبحَانَ الله، اور تینتیس مرتبہ الحَمدُ لِله اور چونتیس مرتبہ اللهُ أكبر۔

٥٠٦٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «خَصْلَتَانِ، أَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، هُمَا يَسِيرٌ، وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ، يُسَبِّحُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَيَحْمَدُ عَشْرًا، وَيُكَبِّرُ عَشْرًا، فَذَلِكَ خَمْسُونَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ، وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ، وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَذَلِكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ فِي الْمِيزَانِ» فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ هُمَا يَسِيرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ؟ قَالَ: «يَأْتِي أَحَدَكُمْ - يَعْنِي الشَّيْطَانَ - فِي مَنَامِهِ فَيُنَوِّمُهُ قَبْلَ أَنْ يَقُولَهُ، وَيَأْتِيهِ فِي صَلَاتِهِ فَيُذَكِّرُهُ حَاجَةً قَبْلَ أَنْ يَقُولَهَا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ دو خصلتیں یا فرمایا دو عادتیں ایسی ہیں کہ جو

مسلمان بندہ بھی ان کو ہمیشہ کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ دونوں عادتیں بالکل آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں (پہلی عادت) ہر فرض نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ دس دفعہ الحمد للہ دس دفعہ اللہ اکبر کہنا تو یہ زبان سے ایک سو پچاس کلمات ہوئے اور (قیامت کے دن) اعمال کے وزن ہونے کے وقت ایک ہزار پانچ سو ہونگے (دوسری عادت) جب آدمی بستر پر لیٹے تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳٤ بار اللہ اکبر کہے یہ زبان سے ۱۰۰ کلمات ہوئے اور اعمال کے ترازو میں ان کی ایک ہزار نیکیاں ہوئیں۔ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اپنی انگلیوں سے شمار کرتے دیکھا صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دونوں عمل تو آسان ہیں تو ان کو کرنے والے تھوڑے کیوں ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان ان کلمات کے کہنے سے پہلے اسکو سلا دیتا ہے۔ اسی طرح شیطان اسکی نماز میں آکر اسکو کوئی کام یاد دلاتا ہے ان کلمات کے کہنے سے پہلے (تو یہ شخص ان کلمات کے کہے بغیر کام پر چلا جاتا ہے)۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی (مذکورہ) حدیث مرفوع میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان بندہ بھی ان کا اہتمام کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، نیز فرمایا آپ ﷺ نے کہ وہ دونوں کام بہت آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت قلیل ہیں، اور وہ دو کام یہ ہیں: ① پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز کے بعد تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) تکبیر (اللہ اکبر) ہر ایک دس دس مرتبہ ان سب کا مجموعہ ایک سو پچاس ہوا پڑھنے کے اعتبار سے اور آخرت میں عند المیزان پندرہ سو۔ ② سوتے وقت چونتیس بار تکبیر اور تحمید و تسبیح ہر ایک تینتیس بار، جو پڑھنے کے اعتبار سے صرف ایک سو ہیں اور آخرت میں میزان کے اعتبار سے ایک ہزار، حاشیۂ بذل میں درمنثور سے اس میں یہ زیادتی نقل کی ہے وأیکم یعمل في الیوم واللیلة ألفین وخمسمائة سیئة [1]، آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ان نیکیوں کا مجموعہ پچیس سو ہو گیا تو تم میں سے کون سا ایسا ہے جو دن اور رات میں پچیس سو گناہ کرتا ہو، مطلب یہ ہوا کہ جو شخص ان تسبیحات کا اہتمام کرے گا اس کی حسنات سیئات سے یقیناً زائد ہو جائیں گی، میں کہتا ہوں کہ یہ زیادتی ترمذی [2] کی روایت میں بھی ہے، یہ غور کا مقام ہے کہ اس مختصر عمل میں اتنا عظیم ثواب ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ [3] کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔

٥٠٦٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ حَسَنٍ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ إِحْدَاهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا

---

[1] الدر المنثور في التفسير بالمأثور – ج٦ ص ٣٠١ (الناشر: دار هجر – مصر سنة النشر: ١٤٢٤هـ)

[2] جامع الترمذي – كتاب الدعوات – باب منه ٣٤١٠

[3] سو جس کی بھاری ہوئیں تولیں تو وہ رہے گا من مانتے گزران میں (سورة القارعة ٦ – ٧)

وَأُخْتِي فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ» ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ التَّسْبِيحِ، قَالَ: عَلَى أَثَرِ كُلِّ صَلَاةٍ، لَمْ يَذْكُرِ النَّوْمَ.

ترجمہ: فضل بن حسن کہتے ہیں ام الحکم کے بیٹے یا ضباعہ کے بیٹے میں سے کسی ایک نے حدیث سنائی ان دونوں (ام الحکم، ضباعہ) میں سے کسی ایک سے روایت کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو میں اور میری بہن اور حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مشقت بھرے حالات کی شکایت کی (گھر کے کام کاج کرتے کرتے ہم تھک جاتے ہیں) اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے کسی غلام کے دینے کا حکم فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے یتیم (جن کے آباؤ اجداد جنگ میں شہید ہوگئے) تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر راوی نے تسبیح والا واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ ہر فرض نماز کے بعد اس تسبیح کو پڑھنے کا حکم فرمایا اور اس حدیث میں سونے سے پہلے تسبیح پڑھنے کا حکم مذکور نہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (۳٤۱۰) سنن النسائي - السهو (۱۳٤۸) سنن أبي داود - الأدب (۵۰٦۵) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۲٦)

شرح الحدیث: اس باب کی آخری حدیث جو ام الحکم یا ضباعہ دونوں میں سے کسی ایک سے مروی ہے یہ بھی ابواب الخمس میں گزر چکی، لیکن اس میں اس تسبیح کا ذکر صرف ہر فرض نماز کے بعد ہے سونے کے وقت کا ذکر نہیں، اس حدیث کی سند بھی مشکل اور مغلق ہے اس کی وضاحت بھی وہاں گزر چکی، مذکورہ بالا تسبیحات گو ہماری زبانوں پر تسبیح فاطمہ کے نام سے مشہور ہو گئی ہیں لیکن روایات میں ان کے بارے میں وارد ہے مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ [1] تو اس کے پیش نظر ان تسبیحات کو معقبات سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

۸- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ

صبح کے وقت کی دعاؤں کا بیان

۵۰٦۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ، وَإِذَا أَمْسَيْتُ، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ

---

[1] صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ - باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفته ۵۹٦

وَشِرْكِهِ «قَالَ» قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ، وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ".

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسے کلمات سکھلا دیجیے کہ جو میں صبح وشام پڑھ لیا کروں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات پڑھا کرو: اے اللہ! آسمانوں زمین کے پیدا کرنے والے غیب اور ظاہری اشیاء کے جاننے والے ہر شی کا رب اور مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک کی طرف سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: صبح شام اور جب بستر پر جاؤ تو ان کلمات کو کہہ دیا کرو۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٩٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٧/٢) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٩)

شرح الحديث: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ۔ یہ دعاء آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی طلب پر ان کو تعلیم فرمائی کہ صبح اور شام اس کو پڑھا کرو، اور سوتے وقت بھی۔

٥٠٦٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ: «اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» وَإِذَا أَمْسَى قَالَ: «اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے آپ کے نام کے ساتھ صبح کی اور آپ کے نام کے ساتھ شام کی اور آپ کی نعمتوں کے ساتھ ہم زندہ ہوتے ہیں اور مرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں اٹھایا جاتا ہے اور جب شام ہوتی تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! آپ ہی کے نام سے ہم نے شام کی اور آپ ہی کے نام سے ہم زندہ ہوتے ہیں اور مرتے ہیں اور روز قیامت آپ ہی کے دربار میں ہم نے اٹھنا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٦٨) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٤/٢)

شرح الحديث: اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ، صبح کے وقت اور اگر شام کا وقت ہو تو اس طرح: اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ أَصْبَحْنَا اخیر تک۔

٥٠٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ مَكْحُولٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمْسِي: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ، وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَعْتَقَ اللهُ رُبُعَهُ مِنَ النَّارِ، فَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللهُ نِصْفَهُ، وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ، فَإِنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح وشام یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں نے صبح کی اس حال میں کہ آپ کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کے تمام فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کی ساری مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ آپ کے بندے اور رسول ہیں، تو اللہ پاک اس کے جسم کا چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد فرمادیں گے اور جو یہ کلمات دو مرتبہ کہے گا تو اللہ پاک اس کے جسم کی تین چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد فرمائیں گے اور اگر چار دفعہ یہ کلمات کہے گا تو اللہ پاک اس کے پورے جسم کو جہنم سے آزاد فرمائیں گے۔

شرح الحدیث: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ، وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ۔ جو شخص یہ دعاء صبح میں یا شام میں ایک مرتبہ پڑھے گا تو اس کا چوتھائی بدن جہنم سے آزاد ہو جائے گا، اور جو شخص دو مرتبہ پڑھے تو اس کا نصف بدن آزاد ہو گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا تو اس کے بدن کا تین چوتھائی آزاد ہو گا اور جو چار بار پڑھے گا تو اس کا پورا بدن آزاد ہو جائے گا۔

۵۰۷۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ حِينَ يُمْسِي: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ لَيْلَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ".

ترجمہ: حضرت بریدہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں جو شخص صبح وشام یہ کلمات کہے: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي اخیر تک، اے اللہ! آپ میرے رب ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے مجھے پیدا کیا میں آپ کا بندہ ہوں اور میں آپ کے ساتھ عہد وپیمان پر حسب استطاعت قائم ہوں، میں اپنے برے اعمال کی برائی سے آپ کی پناہ پکڑتا ہوں، میں آپ کی نعمتوں اور احسانات کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقبالی مجرم ہوں پس میری مغفرت فرمائیں کہ آپ کے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں، تو جو شخص اس دن یا رات میں انتقال کر جائے جنت میں داخل ہو گا۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (۵۰۷۰) سنن ابن ماجه - الدعاء (۳۸۷۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۶/۵)

شرح الحدیث: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔ اس دعاء کے بارے میں آپ ﷺ یہ فرما

رہے ہیں کہ جو شخص اس دعاء کو ایک بار پڑھے گا صبح کو یا شام کو اور پھر اس کا انتقال ہو جائے صبح میں یا شام میں تو جنت میں داخل ہو گا۔ اسی دعاء کا نام ہے سید الاستغفار۔ اس کے بعد اس باب میں اور متعدد دعائیں مذکور ہیں جن میں سے اکثر کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں[1]۔

٥٠٧١- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَى: «أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ» زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَأَمَّا زُبَيْدٌ كَانَ يَقُولُ: كَانَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ يَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَمِنْ سُوءِ الْكِبَرِ، أَوِ الْكُفْرِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ» وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَيْضًا: «أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مِنْ سُوءِ الْكِبَرِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُوءَ الْكُفْرِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ شام کے وقت یہ دعا پڑھتے: أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، ہم نے شام کی اور اللہ رب العزت کی سلطنت شام کے وقت میں داخل ہوئی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے میرے رب! میں آپ سے اس رات کی اور اسکے بعد والی رات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اے میرے رب! میں سستی (عبادت میں کوتاہی) اور کفر کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ پکڑتا ہوں، اور صبح کے وقت بھی حضور ﷺ یہی دعا پڑھتے تھے (مگر أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ کے بدلہ) أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ آخر تک پڑھتے تھے، امام ابو داودؒ فرماتے ہیں شعبہ نے اس حدیث میں سوء الکفر کا لفظ ذکر نہیں کیا بلکہ سوء الکبر (بڑی عمر اور بڑھاپے میں عقل ماؤف ہونا) سے پناہ مانگی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧٢٣) جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٩٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٧١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٤٠)

٥٠٧٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ حِمْصَ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالُوا: هَذَا خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ فَقَالَ: حَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَدَاوَلْهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ الرِّجَالُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ قَالَ إِذَا

---

[1] یہ دعائیں ہم متعلقہ حدیث کے ذیل میں لکھ رہے ہیں۔ ۱۲ منہ

أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُرْضِيَهُ".

ترجمہ ابو سلام سے مروی ہے کہ وہ حمص کی مسجد میں تھے ایک شخص ان کے پاس سے گزرا لوگوں نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کا خادم ہے (اس نے حضور ﷺ کی خدمت کی ہے) تو ابو سلام ان کیلئے کھڑے ہو گئے اور ان سے عرض کیا کہ مجھے ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے از خود حضور ﷺ سے سنی ہو آپ کے اور حضور ﷺ کے درمیان لوگوں کا واسطہ نہ ہو (اگر چہ سارے صحابہؓ ثقہ ہیں لیکن انہوں نے بغیر واسطہ کی حدیث کا اسلئے مطالبہ کیا کہ بیچ میں واسطہ کے آنے سے الفاظ میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ بذل المجہود) انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص صبح وشام یہ کلمات پڑھے رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا الی آخر...... ہم اللہ رب العزت کو اپنا رب ماننے پر راضی ہوئے اور اسلام کو ہم نے اپنا دین بنایا اور محمد ﷺ کو رسول بنانے پر راضی ہوئے...... اللہ رب العزت پر لازم ہے کہ اللہ پاک اس کو خوش کرے گا۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٥٠٧٢) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٧)

شرح الحدیث رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ (ﷺ) رَسُولًا، جو شخص یہ دعاء پڑھے گا صبح میں یا شام میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں یہ بات لی ہے کہ اس کو راضی کریں گے۔

٥٠٧٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، وَإِسْمَاعِيلُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَنْبَسَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ غَنَّامٍ الْبَيَاضِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَكَ الشُّكْرُ، فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ يَوْمِهِ، وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ حِينَ يُمْسِي فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ لَيْلَتِهِ».

ترجمہ عبد اللہ ابن غنام البیاضیؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات کہے: اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي...... اے اللہ! جو نعمتیں صبح کے وقت آپ نے مجھے عطاء کی ہیں یہ صرف اکیلے آپ کی طرف سے ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ساری تعریفیں آپ کے لئے ہیں اور سارے شکر کے آپ ہی سزاوار ہیں...... تو اس نے اس دن کا شکریہ ادا کر دیا اور جو شخص شام کے وقت یہ دعا پڑھے تو اس رات کا شکریہ ادا کر دیا۔

شرح الحدیث **دعائے آخر:** اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ (أو بأحد من خلقك) فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَكَ الشُّكْرُ۔ جس شخص نے یہ دعاء صبح کے وقت میں پڑھی اس نے پورے دن کا شکریہ ادا کر دیا، اور جس نے یہ دعاء شام کے وقت میں پڑھی اس نے پوری رات کا شکریہ ادا کر دیا، یقیناً اس دعاء کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے اس کو تو ضروری پڑھنا چاہئے اور دعاء کے مضمون کو سمجھتے ہوئے پڑھنا چاہئے دعائیں تو یہ ساری ہی قابل اہتمام ہیں ایک دوسرے سے بڑھ کر۔

٥٠٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ الْفَزَارِيُّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، حِينَ يُمْسِي، وَحِينَ يُصْبِحُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي» ، وَقَالَ عُثْمَانُ: «عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ».

ترجمہ: جبیر بن ابی سلیمان بن جبیر بن معطم کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ صبح وشام ان کلمات کو (دعاؤں کو) پڑھنا نہ بھولتے تھے (پابندی سے یہ دعائیں پڑھتے تھے) اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الی آخرہ، اے اللہ میں دنیا اور آخرت میں آپ کی معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اپنے دین، دنیا، اہل وعیال اور مال میں عافیت اور بخشش کا طلبگار ہوں اے اللہ! میرے ستر (پوشیدہ عیوب) پر پردہ ڈالے رکھ...... مصنف کے استاد عثمان بن ابی شیبہ نے عورتی مفرد کی جگہ عوراتی جمع کا صیغہ استعمال کیا..... اے اللہ! ہماری گھبراہٹ اور پریشان کن صورتحال میں ہمیں امن عطا فرما اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے سامنے سے اور پیچھے سے اور میرے دائیں سے اور میرے بائیں جانب سے اور میرے اوپر سے اور میں آپ کی بڑائی کے سبب پناہ مانگتا ہوں کہ نیچے کی جہت سے ہلاک کیا جاؤں۔ وکیع نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ اس سے مراد زمین میں دھنسنے سے پناہ مانگی ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٢٩) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٣٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٧٤) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٧١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٥)

شرح الحديث: **دعائے آخر:** ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ دعاء صبح وشام ہمیشہ پڑھتے تھے کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي.

٥٠٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ سَالِمًا الْفَرَّاءَ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ وَكَانَتْ تَخْدُمُ بَعْضَ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُولُ: «قُولِي حِينَ تُصْبِحِينَ سُبْحَانَ اللهِ، وَبِحَمْدِهِ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا فَإِنَّهُ مَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُصْبِحُ

حُفِظَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُمْسِي حُفِظَ حَتَّى يُصْبِحَ».

ترجمہ: سالم الفراء نے بیان کیا کہ عبد الحمید بنو ہاشم کے مولی نے بیان کیا کہ عبد الحمید کی والدہ نے بیان کیا کہ..... وہ عبد الحمید کی والدہ حضور ﷺ کی کسی صاحبزادی کی خادمہ تھیں..... حضور ﷺ کی صاحبزادی نے انہیں بیان کیا (حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ عبد الحمید کی والدہ اور حضور ﷺ کی مذکورہ صاحبزادی میں سے کسی کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن یہ سب صحابیات ہیں) کہ حضور ﷺ ان کو یہ دعائیں سکھلاتے تھے تو فرماتے صبح کے وقت یہ کلمات کہو سُبْحَانَ اللهِ، وَبِحَمْدِهِ الی آخرہ۔ اے اللہ! تیری ذات پاک ہے اور ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں اللہ رب العزت کے بغیر نیکی کے کاموں کی توفیق ممکن نہیں جو اللہ چاہتے ہیں وہ ہو گا اور جو وہ نہ چاہے وہ نہ ہو گا..... میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور ہر شی پر اللہ پاک کا علم محیط ہے..... پس جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات کہے گا شام تک ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رہے گا اور جو شخص شام کے وقت یہ کلمات کہے گا وہ صبح تک ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔

شرح الحدیث: **دعائے آخر:** حضور ﷺ کی کسی ایک صاحب زادی نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ مجھ کو یہ دعاء سکھلایا کرتے تھے کہ اس کو پڑھا کر صبح وشام سُبْحَانَ اللهِ، وَبِحَمْدِهِ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مَا شَاءَ اللهُ، كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً۔ جو شخص یہ دعاء صبح کے وقت پڑھے گا وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھے وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔

٥٠٧٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ النَّجَّارِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، قَالَ الرَّبِيعُ: ابْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ { فَسُبْحٰنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ } إِلَى { وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ } أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُمْسِي أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي لَيْلَتِهِ" قَالَ الرَّبِيعُ، عَنِ اللَّيْثِ.

ترجمہ: عبد اللہ ابن عباسؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات کہے فَسُبْحٰنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ الی آخرہ شام اور صبح کے وقت اللہ کی پاکی بیان کرو اور اللہ ہی کی تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور سہ پہر کے وقت اور ظہر کے وقت اللہ کو یاد کرو وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کے بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے اسی طرح تم قیامت کے دن قبروں سے نکالے جاؤ گے..... تو اس دن جو بھلائیاں اس سے رہ گئیں ہیں ان کلمات کے پڑھنے سے ان بھلائیوں کو یہ حاصل کر لے گا اور جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت کہے گا تو اس رات میں جو بھلائیاں اس سے رہ گئیں وہ ان کو حاصل کر لے گا..... مصنفؒ کے استاد ربیع بن سلیمان نے (اخبرنی اللیث کے بجائے) عن

اللیث کہا ہے۔

شرح الحدیث: **دعائے آخر:** فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ [1]۔

حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کو صبح کے وقت پڑھتا ہے تو دن میں جو خیر اس سے فوت ہوئی اس کو پالے گا، اور جو شخص شام میں اس کو پڑھے گا تو جو خیر رات میں اس سے فوت ہوئی اس کو پالے گا۔

۵۰۷۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَوُهَيْبٌ، نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَائِشٍ، وَقَالَ حَمَّادٌ: عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، كَانَ لَهُ عِدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ قَالَهَا إِذَا أَمْسَى كَانَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ" قَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: فَرَأَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا عَيَّاشٍ يُحَدِّثُ عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا، قَالَ: «صَدَقَ أَبُو عَيَّاشٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَمُوسَى الزَّمْعِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَائِشٍ.

ترجمہ: ابو عیاش فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت یہ کلمہ پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ الی آخرہ...... اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے...... تو اس کیلئے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام کے بقدر آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں جائیں گی اور دس گناہ (صغیرہ) معاف ہوں گے اور شام تک شیطان کے شر سے حفاظت رہے گی..... موسی ابن اسماعیل مصنف کے استاد نے کہا حدیث حماد میں یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو عیاش آپ کی ایسی ایسی حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو عیاش نے سچ بیان کہا...... امام ابو داودؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو اسماعیل بن جعفر، موسی الزمعی اور عبد اللہ بن جعفر نے عن سہیل عن ابیہ کے بعد عن ابن عائش سے نقل کیا ہے (گویا اسماعیل بن جعفر اور ان کے دو متابعین راوی کو ابن عائش کے لفظ سے ذکر تے ہیں جبکہ اس کے برعکس اس روایت میں حماد اور وہیب نے عن ابن ابی عائش کہا ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۵۰۷۷) سنن ابن ماجه - الدعاء (۳۸۶۷) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۶۰/۴)

---

[1] سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے (سورۃ الروم ۱۷۔۱۹)

شرح الحديث: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، ابو عیاش زرقی سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص یہ دعاء صبح کے وقت پڑھے گا تو اس کو ایک عرب [1] غلام آزاد کرنے کا ثواب ہو گا، اور دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ معاف ہوں گے اور دس درجے بلند ہوں گے، اور شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر اسکو رات میں پڑھے گا تب بھی یہی چیزیں حاصل ہوں گی یہاں تک کہ صبح کرے، آگے روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت خواب میں ہوئی تو اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو عیاش آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: صَدَقَ أَبُو عَيَّاشٍ۔

٥٠٧٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مُسْلِمٍ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ، وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ، وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ، أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ فِي يَوْمِهِ ذٰلِكَ مِنْ ذَنْبٍ، وَإِنْ قَالَهَا حِينَ يُمْسِي غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالک حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح کے وقت اللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ الی آخرہ پڑھے تو وہ اس دن میں جو گناہ بھی کرے گا اللہ اسے معاف فرمادیں گے، اور اگر شام کو یہ کہہ لے تو اس رات میں جو گناہ اس سے ہوں گے معاف فرما دیئے جائیں گے۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٠١) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٧٨)

٥٠٧٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو النَّضْرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْفِلَسْطِينِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ: "إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ: اللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِي لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا، وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذٰلِكَ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا" أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ، عَنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ قَالَ: «أَسَرَّهَا إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَحْنُ نَخُصُّ بِهَا إِخْوَانَنَا».

ترجمہ: مسلم بن حارث التمیمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے سرگوشی فرمائی (کان میں چپکے سے کہا) کہ جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو سات مرتبہ اللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ پڑھ لیا کرو (اے اللہ! مجھے جہنم سے پناہ نصیب فرما) کیونکہ جب تم یہ کلمات کہہ لو تو پھر تمہارا اسی رات میں انتقال ہو جائے تو تمہارے لئے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی

---

[1] فی حاشیة الترمذی ص ١٩٤ عن اللمعات فیه دلیل لمن قال باسترقاق العرب وهو مختلف فیه، وقیل مبالغة اھ.

اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد بھی اسی طرح یہ کلمات کہہ لو کیونکہ اگر تمہارا اس دن میں انتقال ہو گیا تو تمہارے لئے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی...... (محمد بن شعیب نے کہا) مجھے ابو سعید نے حارث بن مسلم سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے ہم سے یہ بات چپکے سے کہی تھی لہذا ہم اپنے خاص بھائیوں کو یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: **دعائے آخر:** اللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ، اس کے بارے میں مسلم بن الحارث تمیمیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ کو چپکے سے یہ دعاء تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ جب تو مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو سات مرتبہ یہ پڑھا کر اور اس کے بعد والی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ نماز کے فوراً بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے، اگر تیرا اس رات میں انتقال ہو جائے گا تو تیرے لئے جہنم سے پناہ لکھ دی جائے گی اور صبح کی نماز کے بعد بھی اسی طرح پڑھا کر پھر اگر اس دن تیرا انتقال ہوا تو تیرے لئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جائے گی۔

اس روایت کے اخیر میں ہے کہ صحابی راوی حدیث کے بیٹے حارث بن مسلم کہتے ہیں کہ یہ حدیث چونکہ خاص طور سے حضور ﷺ نے ہمارے ہی لئے بیان فرمائی تھی اسی لئے ہم بھی اس حدیث کو صرف اپنے بھائیوں سے بیان کرتے ہیں (سب لوگوں سے نہیں بیان کرتے) اس پر حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ شاید انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا سرّاً ان سے بیان کرنا یہ انکی تخصیص کے طور پر ہے اور پھر اسکے بعد بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کا ان سے چپکے سے بیان کرنا اسلئے تھا تاکہ وہ اس کو بہت بڑی نعمت اور غنیمت سمجھیں، اس لئے کہ خصوصیت سے جو اہمیت پیدا ہوتی ہے وہ عموم میں نہیں ہوتی اسی لئے ان صحابی کے بیٹے بھی اس دعاء کے ساتھ اسی طرح خصوصیت کا معاملہ کرتے تھے تاکہ اس دعاء کی اہمیت باقی رہے اھ[1] یہ سب ان حضرات کی قدر دانی کی باتیں ہیں، رضي الله عنهم ورزقنا اتباعهم۔

٥٠٨٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ الْكِنَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ «جِوَارٌ مِنْهَا» إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِيهِمَا «قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا» قَالَ: عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ فِيهِ: إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، وَقَالَ عَلِيٌّ، وَابْنُ الْمُصَفَّى بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِي فَسَبَقْتُ أَصْحَابِي وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِينِ، فَقُلْتُ لَهُمْ: قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوا، فَقَالُوهَا، فَلَامَنِي أَصْحَابِي، وَقَالُوا: حَرَمْتَنَا الْغَنِيمَةَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ، فَدَعَانِي، فَحَسَّنَ لِي مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: «أَمَا إِنَّ اللهَ قَدْ كَتَبَ لَكَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كَذَا وَكَذَا» قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا نَسِيتُ الثَّوَابَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٢٠

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنِّي سَأَكْتُبُ لَكَ بِالْوَصَاةِ بَعْدِي» قَالَ: فَفَعَلَ وَخَتَمَ عَلَيْهِ، فَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَقَالَ لِي، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ، وَقَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى: قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ.

ترجمة: مسلم بن حارث اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس طرح ارشاد فرمایا پھر گزشتہ حدیث کی طرح بیان کیا کتب لك جوار منها تک اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ یہ کلمات نماز کے بعد کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے کہے ...... علی بن سہل نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ کہے کہ مسلم بن حارث کے والد نے ان کو حدیث بیان کی (گویا علی بن سہل اپنی حدیث میں حدثنی مسلم بن حارث کے بعد عن ابیہ روایت کو صیغہ عن کے ساتھ نقل کرتے ہیں جیسا کہ اوپر والی سند میں ہے) ...... علی بن سہل اور محمد ابن المصفی نے کہا (حدیث کے الفاظ اس طرح بیان کئے) حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا پس جب ہم غارت گری اور قتال کی جگہ کے قریب پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گیا تو مد مقابل قبیلہ رونے دھونے لگا تو میں نے ان سے کہا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ پڑھو اور اپنے جان ومال محفوظ کر لو تو ان لوگوں نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو میرے ساتھیوں نے مجھے ملامت کیا اور کہا کہ تم نے ہمیں مال غنیمت سے محروم کر دیا پس جب سب ساتھی حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں نے میرے اس کام کی حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خبر دی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے بلوایا اور میرے اس فعل پر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے شاباش دیا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے ان مسلمان ہونے والوں میں سے ہر ایک کے اسلام کے بدلے میں تمہارے لئے اس قدر ثواب لکھ دیا عبد الرحمن راوی کہتا ہے کہ میں ثواب کی مقدار بھول گیا۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لئے اپنے بعد (میری موت کے بعد یا اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد اس پر عمل درآمد کیا جائے) وصیت لکھ دیتا ہوں چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وصیت لکھی اور اس پر مہر لگائی اور میرے سپرد فرمادی اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا یعنی گزشتہ حدیث کے ہم معنی مجھے یہ دعا تلقین فرمائی...... ابن مصفی کہتے ہیں کہ میں نے حارث بن مسلم بن حارث تمیمی کو سنا کہ وہ اپنے والد کی سند سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٧٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٣٤/٤)

شرح الحديث: یہ اوپر والی حدیث ہی ہے سند کے شروع کا حصہ مختلف ہے، آگے چل کر عبد الرحمن بن حسان میں دونوں سندیں مل گئیں، پہلی سند میں مصنف کے استاد صرف اسحق بن ابراہیم تھے اور اس دوسری سند میں متعدد ہیں یعنی چار ہیں، پہلی سند میں عبد الرحمن کے شاگرد ابوسعید فلسطینی ہیں اور دوسری سند میں ولید، دونوں روایتوں میں چند فرق ہیں، پہلی سند میں عن الحارث بن مسلم عَنْ أَبِيهِ ہے اور اس دوسری میں حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ ہے، یہ دو فرق ہوئے، پہلی سند میں عَنْ تھا اور یہاں حَدَّثَنِي اور پہلی سند میں الْحَارِثُ بْنُ مُسْلِمٍ تھا اور اسمیں مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ۔ تھذیب میں لکھا ہے کہ اسمیں دونوں قول ہیں بعض اس طرح کہتے ہیں اور بعض اُس طرح، لہٰذا اس حدیث کے جو صحابی راوی ہیں ان کے

نام میں دو قول ہوئے حارث بن مسلم، اور مسلم بن الحارث۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ یہ دوسری سند جس کے راوی ولید ہیں اس میں یہ زیادتی ہے قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ اس دوسری حدیث میں مصنف کے اکثر اساتذہ نے تو مسلم بن الحارث کے بعد عَنْ أَبِيهِ کہا اور صرف ایک استاد نے یعنی علی بن سہل نے بجائے عَنْ أَبِيهِ کے إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ کہا، عنعنہ اور تحدیث کا فرق ہے، مگر یہ آخری فرق صرف علی بن سہل کی روایت کے اعتبار سے ہے ورنہ مصنف کے باقی اساتذہ نے اسی طرح کہا جس طرح پہلی سند میں تھا یعنی عَنْ أَبِيهِ۔

اس کے بعد مصنف فرمارہے ہیں وَقَالَ عَلِيٌّ، وَابْنُ الْمُصَفَّى بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ الخ، مصنف کے چار اساتذہ میں سے علی بن سہل اور محمد بن المصفی نے اصل حدیث جو اوپر گزری ہے جس میں اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ دعاء مذکور ہے اس سے پہلے ایک واقعہ مزید بیان کیا اور پھر اس واقعہ کے بعد یہ ہے کہ تم یہ دعاء پڑھا کرو جو اوپر گزری اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حارث بن مسلم فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں روانہ فرمایا فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِي فَسَبَقْتُ أَصْحَابِي وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِينِ، فَقُلْتُ لَهُمْ: قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوا الخ، فرمارہے ہیں کہ جب ہم محل اغارہ و قتال کے قریب پہنچے تو میں اپنے گھوڑے کو اپنے ساتھیوں سے آگے دوڑا کر ان لوگوں کے پاس پہنچا یعنی جن سے قتال کرنا تھا، وہ مجھے دیکھ کر رونے گڑگڑانے لگے قتال سے گھبرا کر، میں نے ان سے کہا کہ اگر جان بچانا چاہتے ہو تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ پڑھ لو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ فَقَالُوهَا پس ان لوگوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا، جب میرے ساتھیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو مجھ کو ملامت کرنے لگے کہ تو نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا، لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا اب قتال کا تو مسئلہ رہا ہی نہیں لہٰذا یہ سب لوگ مدینہ واپس لوٹ آئے اور میرے ساتھیوں نے میری اس کارروائی کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کی، بظاہر بطور شکایت کے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلایا اور بلا کر میرے اس فعل کی تحسین فرمائی اور داد دی اور یہ بھی فرمایا کہ ان اسلام لانے والوں میں سے تجھ کو ہر ایک کے بدلہ میں اتنا ثواب ملا، اور آپ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ میں تیرے لئے ایک تحریر میں اپنی وصیت لکھ کر تجھ کو دیتا ہوں یعنی بطور سند کے، چنانچہ آپ نے وہ تحریر لکھوا کر اس پر اپنی مہر لگوا کر میرے حوالہ فرمادی جیسا کہ روایت میں ہے فَفَعَلَ وَخَتَمَ عَلَيْهِ، فَدَفَعَهُ إِلَيَّ۔ اس کے بعد ہے وَقَالَ لِي، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ، یعنی اس کے بعد مجھ کو وہ دعاء تلقین فرمائی، تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے ان کو یہ وثیقہ عطا فرمایا تھا اسی طرح یہ دعاء بھی ان کو خصوصیت کے ساتھ تعلیم فرمائی۔

سَأَكْتُبُ لَكَ [1] بِالْوَصَاةِ بَعْدِي، کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آنے والے خلیفہ کے نام کچھ تحریر فرمایا ان صحابی کے لئے کوئی عطیہ مستقل یا وقتی طور سے، کہ ان کو اتنا اتنا دیدیا جائے۔

---

[1] میں تیرے لئے وصیت لکھتا ہوں اپنے بعد یعنی آئندہ کے لئے ۱۲۔

٥٠٨١ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ مُسْلِمٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَكَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِينَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُدْرِكُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: يَزِيدُ شَيْخٌ ثِقَةٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى، حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سَبْعَ مَرَّاتٍ، كَفَاهُ اللَّهُ مَا أَهَمَّهُ صَادِقًا كَانَ بِهَا أَوْ كَاذِبًا».

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس نے صبح اور شام کے وقت سات بار یہ کلمات کہے حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الی آخرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی تمام پریشانیوں کیلئے کافی ہو جائیں گے، چاہے اس نے سچے دل سے یہ کلمات کہے ہوں یا جھوٹے دل سے۔

٥٠٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ أَبِي أَسِيدٍ الْبَرَّادِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةِ مَطَرٍ، وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ، نَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ لَنَا، فَأَدْرَكْنَاهُ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتُمْ؟ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ: «قُلْ» فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: «قُلْ» فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: «قُلْ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «قُلْ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي، وَحِينَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ».

ترجمہ: معاذ بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک شدید بارش اور شدید اندھیری رات میں حضور ﷺ کی تلاش کیلئے نکلے تاکہ آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھائیں تو ہم نے حضور ﷺ کو پالیا (اس گھبراہٹ اور اندھیرے میں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑھو تو میں نے کچھ نہیں کہا آپ ﷺ نے دوبارہ اسی طرح ارشاد فرمایا پڑھو تو میں نے پھر بھی کچھ نہیں پڑھا (میں انتظار کر رہا تھا کہ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ کیا پڑھنا ہے) پھر تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا آپ ﷺ نے کہا پڑھو تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا پڑھوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور معوذتین صبح شام تین تین دفعہ ہر تکلیف دینے والی بلاؤوں سے تمہارے لئے یہ کافی ہوگا۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٧٥) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٤٢٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٨٢)

شرح الحديث: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ: ہر ایک تین تین مرتبہ صبح اور شام، عبد اللہ بن خبیبؓ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں نکلے ہوئے تھے ایک رات کا واقعہ ہے جس میں بارش اور سخت تاریکی تھی (کسی نماز کا وقت آنے پر چونکہ سب منتشر تھے تاریکی کی وجہ سے ایک دوسرے کو نظر نہیں آرہے تھے) تو ہم حضور ﷺ کو تلاش کر رہے تھے تاکہ نماز پڑھادیں، تلاش کرتے کرتے ہم نے آپ کو پالیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا (یہ سفر میں بارش اور رات کی تاریکی میں گھبرا رہے ہوں گے) پڑھ (مگر ابھی تک یہ نہیں فرمایا کہ کیا پڑھیں) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر دوسری

بار بھی اسی طرح ہوا پھر تیسری مرتبہ جب آپ ﷺ نے فرمایا تو میں نے کہا کہ کیا پڑھوں یا رسول اللہ! تو اس پر آپ نے یہ تین سورتیں بتلائیں جو اوپر مذکور ہوئیں، یہ روایت نسائی میں بھی ہے جس کے ایک طریق میں یہ ہے كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، فَأَصَبْتُ خَلْوَةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ، فَقَالَ: «قُلْ» فَقُلْتُ: مَا أَقُولُ؟ [1] الخ اس میں قُلْ هُوَ اللهُ مذکور نہیں صرف معوذتین کا ذکر ہے، اور اس کے ایک طریق میں اسی طرح ہے جس طرح یہاں ابوداؤد میں، اور ایک طریق میں اس طرح ہے عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَقُودُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاحِلَتَهُ فِي غَزْوَةٍ إِذْ قَالَ: يَا عُقْبَةُ، قُلْ الحديث [2]، جس میں یہی تین سورتیں مذکور ہیں، اور پھر اس کے بعد امام نسائیؒ نے اس حدیث عقبہ ہی کو متعدد طرق سے ذکر کیا جن میں عبداللہ بن خبیب کا کوئی ذکر نہیں، اور ہمارے یہاں ابوداؤد میں کتاب الصلاۃ کے اخیر میں بَابٌ فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ میں صرف عقبہ بن عامر کی حدیث دو طریق سے مروی ہے [3]، اور یہاں مصنف نے صرف عبداللہ بن خبیب کی حدیث ذکر فرمائی ہے، اور امام نسائیؒ نے دونوں یکجا ہی ذکر فرمائی ہیں لہٰذا یہ دو حدیثیں مستقل ہیں، معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے عبداللہ بن خبیب اور عقبہ بن عامر دونوں ہی کو ان سورتوں کے پڑھنے کی تعلیم فرمائی تھی۔

٥٠٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي - قَالَ ابْنُ عَوْفٍ: وَرَأَيْتُهُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ - قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ حَدِّثْنَا بِكَلِمَةٍ نَقُولُهَا إِذَا أَصْبَحْنَا، وَأَمْسَيْنَا، وَاضْطَجَعْنَا، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقُولُوا: «اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ، وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ أَنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، فَإِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَشِرْكِهِ، وَأَنْ نَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَى أَنْفُسِنَا أَوْ نَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ».

ترجمہ: محمد بن عوف محمد بن اسماعیل نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد اسماعیل نے حدیث بیان کی...... مصنف کے استاد محمد بن عوف کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اسماعیل کی کتاب میں خود دیکھی......ضمضم نے عن شریح عن ابی مالک کی سند سے نقل کیا کہ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ایسا وظیفہ بتلادیں جو ہم صبح شام اور رات کو جب بستر پر لیٹنے لگیں تو پڑھا کریں تو حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کی یہ دعا پڑھو: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ، وَالْأَرْضِ الی آخرہ ...... اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غائب اور حاضر کے جاننے والے آپ ہر چیز کے رب ہیں۔ اور فرشتے گواہی دیتے

---

[1] سنن النسائي — كتاب الاستعاذة ٥٤٢٩

[2] سنن النسائي — كتاب الاستعاذة ٥٤٣٠

[3] سنن أبي داود — كتاب الصلاة — باب في المعوذتين ١٤٦٢-١٤٦٣

ہیں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں اپنے نفسوں کی برائی سے اور شیطان کے شر اور اسکے غیر اللہ کو شریک ٹھیرانے سے اور اسکے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کوئی گناہ اپنے لیے کمائیں یا کسی برائی کو کسی مسلمان کی طرف منسوب کریں۔

٥٠٨٤- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذَا الْيَوْمِ فَتْحَهُ، وَنَصْرَهُ، وَنُورَهُ، وَبَرَكَتَهُ، وَهُدَاهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ. ثُمَّ إِذَا أَمْسَى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ".

ترجمہ: امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص صبح کرے تو یہ کہے: أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ ہم نے صبح کی اور اللہ رب العالمین کی ساری سلطنت نے صبح کی۔ اے اللہ! میں آپ سے اس دن کی فتح کی اور مدد اور نور اور ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے اس دن کی برائی سے اور اس کے بعد کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر جب شام ہو تو اسی طرح یہی دعا پڑھے۔

٥٠٨٥- حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ جُعْثُمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَرِيقٌ الْهَوْزَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَسَأَلْتُهَا: بِمَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ، كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ عَشْرًا، وَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَشْرًا» وَقَالَ: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عَشْرًا» وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا» ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ.

ترجمہ: شریق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ رات کو جب بیدار ہوتے تو کون سی دعا سے ابتداء فرماتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسا سوال پوچھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا۔ حضور ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو دس دفعہ اللہ اکبر دس دفعہ الحمد للہ دس دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ دس دفعہ سبحان الملک القدوس پڑھتے اور دس دفعہ استغفار کرتے اور دس دفعہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تو پھر یہ دعا مانگتے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں دنیا کی تنگی اور قیامت کے دن کی تنگی سے (دس دفعہ پڑھتے) پھر تہجد کی نماز شروع فرماتے۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٥٠٨٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٤٣/٦)

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو نماز شروع کرنے سے پہلے یہ اذکار پڑھتے تکبیر (اللهُ أَكبَر) دس بار، تحمید (الحَمْدُ لله) دس بار، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، دس بار، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، دس بار، استغفار دس بار، تہلیل (لَا إِلهَ إِلَّا الله) دس بار، اور اس کے بعد یہ پڑھتے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ دس بار۔

۵۰۸۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَأَسْحَرَ يَقُولُ: «سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللَّهِ وَنِعْمَتِهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ صَاحِبْنَا فَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب سفر میں ہوتے تو یہ دعا پڑھتے سَمِعَ سَامِعٌ...... سننے والے سن لے ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اسکے انعامات اور اسکے انعامات کی خوبی پر جو اس نے ہم پر کی۔ اے اللہ! آپ ہمارے رفیق بن جایئے اور ہم پر انعام فرمایئے ہم اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں جہنم کے عذاب سے۔

تخریج: صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧١٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٨٦)

شرح الحدیث: **دعائے آخر:** حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب سفر میں ہوتے تو صبح کے وقت یہ دعاء پڑھتے، جس کا ترجمہ یہ ہے: سب سننے والے سن لیں ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اس کے انعامات پر جو ہم پر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ان نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں، اور سب سننے والوں کو اس پر گواہ بناتے ہیں، اے اللہ! تو ہمارے ساتھ رہ (باعتبار نصرت و مدد کے) اور ہم پر فضل فرما ہم کو جہنم سے بچاتے ہوئے۔

۵۰۸۷- حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَقُولُ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: "اللَّهُمَّ مَا حَلَفْتُ مِنْ حَلِفٍ أَوْ قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ، فَمَشِيئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْ ذَلِكَ كُلِّهِ: مَا شِئْتَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتَجَاوَزْ لِي عَنْهُ، اللَّهُمَّ فَمَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَلَاتِي، وَمَنْ لَعَنْتَ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِي، كَانَ فِي اسْتِثْنَاءٍ يَوْمَهُ ذَلِكَ، أَوْ قَالَ: ذَلِكَ الْيَوْمَ".

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی: اللَّهُمَّ مَا حَلَفْتُ مِنْ حَلِفٍ الی آخرہ تو پڑھنے والا اس دن کی خطاؤں سے محفوظ رہے گا۔

۵۰۸۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ، عَمَّنْ سَمِعَ، أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ عَفَّانَ، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ، حَتَّى يُصْبِحَ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ» ، وَقَالَ: فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، الْفَالِجُ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: «مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ؟ فَوَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا».

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ الی آخرہ اس اللہ کے نام سے میں اس کام کو شروع کرتا ہوں کہ جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی شئ نقصان نہیں پہنچاسکتی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے تین مرتبہ جو شخص پڑھ لے تو صبح تک اس کو کوئی ناگہانی آفت نہ پہنچے گی اور جو شخص صبح کو یہ کلمات تین دفعہ پڑھ لے تو شام تک اس کو کوئی ناگہانی آفت نہیں پہنچے گی۔ ابان بن عثمان جو اس حدیث کے راوی ہیں انہیں فالج کا عارضہ لاحق ہوا تھا تو اس شخص نے ابان سے حدیث کو سنا تو وہ ان کی طرف دیکھ رہا تھا (کہ پھر آپ کو فالج کی بیماری کیسے لگ گئی) تو حضرت ابان نے اس شخص سے فرمایا کہ تم میری طرف کیا دیکھتے ہو۔ خدا کی قسم! نہ میں نے حضرت عثمانؓ پر جھوٹ بولا نہ حضرت عثمانؓ نے حضور ﷺ پر جھوٹ بولا لیکن جس دن مجھے یہ عارضہ لاحق ہوا تو اس کا سبب یہ بنا کہ میں کسی پر غصہ ہوگیا تھا تو میں ان کلمات کو کہنا بھول گیا تھا۔

شرح الحدیث: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، تین مرتبہ صبح کو اور تین مرتبہ شام کو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس طرح کرے گا کوئی ناگہانی مصیبت اس کو نہ پہنچے گی اس حدیث کو حضور ﷺ سے نقل کرنے والے حضرت عثمانؓ ہیں، اور ان سے نقل کرنے والے ان کے بیٹے ابان ہیں، اور ابان سے روایت کرنے والا راوی نامعلوم الاسم ہے ایک مرتبہ حضرت ابان کو فالج کی بیماری لاحق ہوگئی تو وہ نامعلوم الاسم شخص ان کی طرف دیکھنے لگا (یعنی اس لحاظ سے کہ اگر وہ حدیث صحیح تھی جو تم نے بیان کی تو تم کو فالج کیوں پڑا) حضرت ابان اس کے اس اعتراض کو سمجھ گئے تو انہوں نے جواباً کہا کہ کیا بات ہے کیوں مجھ کو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس حدیث کو اپنے والد عثمانؓ سے غلط نقل نہیں کیا اور نہ حضرت عثمانؓ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث غلط نقل کی، دراصل بات یہ ہے کہ جس روز مجھ کو یہ فالج پڑا تھا اس روز مجھ کو کسی بات پر غصہ آرہا تھا جس کی وجہ سے اس کو پڑھنا بھول گیا تھا، دیکھئے کیسے یقین کی بات ہے۔

٥٠٨٩ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَوْدُودٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْفَالِجِ.

ترجمہ: ابان بن عثمان حضرت عثمانؓ سے اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں لیکن اس روایت میں فالج والا واقعہ مذکور نہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٣٨٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٨٨) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٦٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٢/١)

٥٠٩٠ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْجَلِيلِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيهِ: يَا أَبَتِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُو كُلَّ غَدَاةٍ «اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، تُعِيدُهَا ثَلَاثًا، حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي» ،

فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِنَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ، قَالَ عَبَّاسٌ فِيهِ: وَتَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي، فَتَدْعُو بِهِنَّ» فَأُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَوَاتُ الْمَكْرُوبِ «اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلَى صَاحِبِهِ».

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ ابا جان میں آپ کو روزانہ صبح کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سنتا ہوں اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي الی آخرہ اے اللہ! میرے بدن میں عافیت نصیب فرما اے اللہ میرے کانوں میں عافیت نصیب فرما اے اللہ میری آنکھوں میں عافیت نصیب فرما آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے...... آپ ان دعاؤں کو تین بار صبح اور تین بار شام میں پڑھتے ہیں تو میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے یہ پسند کیا کہ میں آپ ﷺ کی اس سنت کا اتباع کروں...... عباس بن عبد العظیم مصنفؒ کے استاد ہیں انہوں نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا کہ آپ یہ دعا بھی پڑھتے ہیں اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ الی آخرہ اے اللہ! میں آپ سے کفر اور فقر و فاقہ اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ صبح و شام تین تین دفعہ یہ دعا پڑھتے ہیں (ابو بکرہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کلمات پڑھتے ہوئے سنا ہے) تو میں نے پسند کیا کہ میں آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کروں (فَأُحِبُّ الی آخرہ یہ حضرت ابو بکرہؓ کا مقولہ ہے)...... ابو بکرہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آفت میں مبتلا شخص کی یہ دعائیں ہیں اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، اے اللہ! میں آپ کی رحمت کی امید کرتا ہوں پس آپ مجھے میرے نفس کی طرف پلک جھپکنے کے بقدر بھی سپرد نہ کیجئے اور میرے سارے معاملات کو درست کر دیجئے آپکے سوا کوئی معبود نہیں ہے...... (امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں) میرے بعض اساتذہ کی حدیث میں دوسرے اساتذہ کے مقابلے میں الفاظ زیادہ ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٩٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢/٥)

شرح الحديث: **دعائے آخر:** اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ حضور ﷺ یہ دعاء صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

دعائے آخر: اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو کوئی کرب اور بے چینی پہنچے اس شخص کو چاہئے کہ یہ دعاء پڑھے، اس دعاء کو آپ ﷺ نے دَعَوَاتُ الْمَكْرُوبِ سے تعبیر فرمایا۔

٥٠٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ، وَبِحَمْدِهِ، مِائَةَ

مَرَّةٍ، وَإِذَا أَمْسَى كَذَلِكَ، لَمْ يُوَافِ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ بِمِثْلِ مَا وَافَى».

ترجمة: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَبِحَمْدِهِ (۱۰۰) مرتبہ اور شام کو اسی طرح (۱۰۰) مرتبہ پڑھے مخلوق میں سے اس کے بعد بلند و بالا مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۵۰۹۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۷۱)

شرح الحدیث: **دعائے آخر:** سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَبِحَمْدِهِ، صبح و شام سو سو مرتبہ، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسا کرے گا تو مخلوق میں سے کوئی شخص اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے گا، یعنی ان لوگوں میں سے جو اس کو نہ پڑھتے ہوں۔

۹۔ بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ

جب آدمی چاند دیکھے تو کیا دعا پڑھے

۵۰۹۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: «هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا».

ترجمة: قتادہؒ کہتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ جب چاند کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے اے اللہ! اس چاند کو بھلائیوں اور ہدایت والا بنا (اس طرح پورے مہینے میں ہمارے لئے خیر مقدر ہو) اے چاند جس ذات نے تجھے پیدا کیا میں اس پر ایمان لایا تین دفعہ ارشاد فرماتے پھر فرماتے کہ تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جو فلاں مہینے کو لے گیا اور فلاں مہینے کو لے آیا۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ پہلی رات کا چاند دیکھتے تو یہ دعاء پڑھتے: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ، یہ بھی تین بار، اس کے بعد یہ پڑھتے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا، دونوں جگہ کَذَا کی جگہ اس مہینہ کا نام لیا جائے گا، پہلی جگہ وہ مہینہ جو گزرا اور دوسری جگہ وہ مہینہ جو شروع ہوا، مثلاً الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ ذي القعدة، وَجَاءَ بِشَهْرِ ذي الحجة۔

۵۰۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ صَرَفَ وَجْهَهُ عَنْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَيْسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ صَحِيحٌ».

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ چاند دیکھتے تو اپنے چہرۂ مبارک کو اس سے پھیر لیتے (اس کے بعد دعا پڑھتے)۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں اس باب میں کوئی حدیث سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد والی (مذکورہ) روایت میں یہ ہے: كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ صَرَفَ وَجْهَهُ عَنْهُ، کہ جب آپ ﷺ چاند دیکھتے تو اپنے چہرۂ مبارک کو اس سے پھیر لیتے، اس حدیث کے راوی قتادہ ہیں اور اوپر جو دعاء گزری اس کے راوی بھی قتادہ ہی ہیں اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ دعاء مذکور پڑھنے کے وقت آپ ایسا کرتے تھے تاکہ کسی کو یہ واہمہ اور شبہ نہ ہو کہ چاند سے دعاء مانگی جارہی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ كذا في البذل نقلاً عن تقرير الگنگوهي [1]۔

١٠ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

گھر سے نکلتے وقت کی دعائیں [2]

٥٠٩٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ، أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ، أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ».

ترجمہ: ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ جب بھی میرے گھر سے تشریف لے جاتے تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا ضرور پڑھتے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں گمراہ ہونے سے یا میں گمراہ کیا جاؤں اور پھسل جانے سے یا پھسلائے جانے سے اور ظلم سے اور ظلم کرنے سے یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں جاہلوں والا کام کروں یا کوئی شخص میرے ساتھ جاہلوں والا برتاؤ کرے۔

تخریج: جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢٧) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٤٨٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٩٤) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٠٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٢٢)

شرح الحدیث: اور (گھر سے) نکلنے کی جو دعاء اس میں مذکور ہے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ، أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ، أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ، اور حدیث میں یہ بھی ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی حضور ﷺ میرے گھر سے نکلتے تھے تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

٥٠٩٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٣٤

[2] بذل میں اس جگہ بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ کا ترجمہ ہے، لیکن یہ ترجمہ مضمون احادیث کے اعتبار سے موزوں ہے۔

قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، قَالَ: يُقَالُ حِينَئِذٍ: هُدِيتَ، وَكُفِيتَ، وَوُقِيتَ، فَتَتَنَحَّى لَهُ الشَّيَاطِينُ، فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟"

ترجمہ حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے: اللہ کے نام سے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نکلتا ہوں نیکیوں کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی قوت اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہے تو اس دعا کے پڑھنے پر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک کی طرف سے کہا جاتا ہے تیری رہنمائی کی گئی اور شرور آفات سے تجھے بچا لیا گیا اور تجھے حفاظت اور پناہ دی گئی۔ شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے تو دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو کیا بگاڑ سکتا ہے اس شخص کا کہ جس کی رہنمائی کی گئی اور ہر شر سے اس کی حفاظت کی گئی اور اس کو حفاظت و پناہ دی گئی۔

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٠٩٥)

شرح الحديث اور باب کی دوسری (مذکورہ) حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعاء پڑھتا ہے: بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، تو کہا جاتا ہے یعنی من جانب اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے هُدِيتَ، وَكُفِيتَ، وَوُقِيتَ، کہ تو ہدایت پر ہے اور ہر شر سے تیری کفایت کی گئی اور حفاظت۔

اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے اس دعاء کی مناسبت میں کہ آدمی جب تک اپنے گھر میں رہتا ہے تو فتن وبلیلات سے مامون ہوتا ہے پس جب وہ گھر سے نکلتا ہے تو شیطان اسکے پیچھے لگ جاتا ہے اور اس کے ساتھ رہ کر اس کو خصومات وغیرہ پر ابھارتا ہے پس جب گھر سے نکلنے والا اس چیز سے پناہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی جس چیز سے حضور ﷺ نے پناہ چاہی ہے اور آپ کی بتائی ہوئی یہ دعاء پڑھتا ہے تو شیطان اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے [1]۔

١١ - بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعاء

٥٠٩٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وَرَأَيْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلَى أَهْلِهِ".

ترجمہ ابو مالک اشعری ؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ دعا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود: ٢٠ / ٣٦

پڑھے: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ الی آخرہ اے اللہ! میں آپ سے اندر جانے کی بہتری اور باہر نکلنے کی بہتری کا سوال کرتا ہوں اللہ ہی کے نام سے اندر داخل ہوتا ہوں اور اللہ ہی کے نام پر ہم باہر نکلتے ہیں... اور ہم اللہ پر جو ہمارا رب ہے بھروسہ کرتے ہیں..... پھر یہ شخص اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

شرح الحدیث: یعنی گھر میں داخل ہونے کی دعاء، اس باب میں مصنف نے ہمارے نسخہ کے موافق تین حدیثیں ذکر کی ہیں لیکن پہلی دو حدیثوں میں جو دعاء مذکور ہے وہ گھر سے باہر آنے کے وقت کی ہے، البتہ تیسری حدیث [1] میں جو دعاء مذکور ہے وہ دخول بیت کی ہے اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ [2]، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو اس کو چاہئے کہ پہلے یہ دعاء پڑھے اور پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔

۱۲ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا هَاجَتِ الرِّيحُ

جب آندھی چلے تو اس وقت میں کیا دعا پڑھے؟

۵۰۹۷ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ» قَالَ سَلَمَةُ: «فَرَوْحُ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ پاک کا ایک حکم ہے جو بسا اوقات رحمت برساتی ہے اور بسا اوقات اللہ کے دشمنوں پر عذاب لاتی ہے۔ جب تم ہوا کو دیکھو تو اس کو برا مت کہو اور اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۵۰۹۷) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۲۷)

۵۰۹۸ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ، وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، النَّاسُ إِذَا رَأَوْا

---

[1] نسخہ محقق محمد محیي الدین عبد الحمید میں أحادیث کے مضمون کے موزوں ابواب قائم کیے گئے ہیں اور اس کی کچھ وضاحت پیچھے گذری ہے۔

[2] فی هامش الخصن: قوله المولج بکسر اللام فقط فی اصل الجلال، وبفتحها فی اصل الاصیل والاول هو المعول فانه نظیر الموعد وشبیه الموعد، ولعل وجه الفتح هو المشاكلة لقوله وخير المخرج مع انه من لزوم مالا يلزم، الى آخر ما فيه۔

الغيم فرحوا رجاء أن يكون فيه المطر، وأراك إذا رأيته عرفت في وجهك الكراهية، فقال: "يا عائشة، ما يؤمنني أن يكون فيه عذاب؟ قد عذب قوم بالريح، وقد رأى قوم العذاب فقالوا { هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا }".

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کھکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کا کوا نظر آنے لگا ہو۔ آپ ﷺ تو صرف مسکراتے تھے۔ آپ ﷺ جب کوئی بادل یا ہوا دیکھتے تو آپ ﷺ کے چہرے پر اسکے (تشویش اور تردد) کے اثرات ظاہر ہونے لگتے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور یہ امید باندھتے ہیں کہ ان بادلوں سے بارش برسے گی اور (اسکے برعکس) میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جب بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے مبارک چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تم صحیح کہتی ہو) اے عائشہ! مجھے خوف ہوتا ہے کہ اس بادل میں عذاب ہو۔ ایک قوم (قوم عاد و قوم ھود) تیز و تند ھواؤں سے ہلاک کی گئی اور دوسری قوم (ثمود و صالح علیہ السلام کی قوم) نے عذاب دیکھا تو کہا تھا کہ یہ بادل ہے جو ہمارے پر برسے گا (حالانکہ بادل، بارش کی جگہ آگ برسانے لگا۔ یہ خوف شاید اس وقت کا وقعہ ہے کہ جب آنحضرت کو نہیں بتلایا گیا تھا کہ آپ ﷺ کی امت عمومی عذاب سے محفوظ ہے ورنہ دیگر روایات میں آتا ہے کہ امت محمدیہ عذاب عام سے ہلاک ہونے سے محفوظ کر دی گئی بذل المجہود)

تخریج صحيح البخاري- بدء الخلق (٣٠٣٤) صحيح البخاري- تفسير القرآن (٤٥٥١) صحيح البخاري- الأدب (٥٧٤١) صحيح مسلم- صلاة الاستسقاء (٨٩٩) جامع الترمذي- تفسير القرآن (٣٢٥٧) سنن أبي داود- الأدب (٥٠٩٨) سنن ابن ماجه- الدعاء (٣٨٩١) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٦٦/٦)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو کبھی خوب کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ایسا کہ جس میں حلق کا کوا نظر آنے لگے، آپ ﷺ تو بس تبسم فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب آسمان پر بادل دیکھتے یا تیز ہوا چلتی تو اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے سے پہچانا جاتا تھا، یعنی خوف اور سہم، وہ فرماتی تھی کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ تو جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں بارش کی توقع پر اور آپ ﷺ کو میں دیکھتی ہوں کہ جب آپ ﷺ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے سے ناخوشی محسوس ہوتی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا چیز تجھ کو مطمئن کر سکتی ہے بادل میں عذاب ہونے سے بتحقیق کہ بعض قوموں کو عذاب دیا گیا ہے ہوا کے ذریعہ یعنی قوم عاد، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، اور تحقیق کہ بعض قوموں نے عذاب کو یعنی بادل کو جس میں عذاب تھا یعنی ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، انہوں نے بادل کو دیکھ کر کہا کہ یہ ہم پر پانی برسانے والا ہے، اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا الآیة [1]۔

---

[1] پھر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا (سورۃ الأحقاف ٢٤)

٥٠٩٩- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَأَى نَاشِئًا فِي أُفُقِ السَّمَاءِ تَرَكَ الْعَمَلَ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاةٍ، ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا» فَإِنْ مُطِرَ قَالَ: «اللَّهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب آسمان کے کنارے پر بادل کو اٹھتا ہوا دیکھتے تو جس کام میں مشغول ہوتے تو وہ چھوڑ دیتے اگرچہ نماز ہی ہو اور فرماتے کہ اے اللہ! میں اس بادل کے شر سے پناہ مانگتا ہوں پس اگر بارش ہو جاتی تو حضور ﷺ فرماتے: یا اللہ! خوب موسلا دھار، نفع بخش اور مبارک بارش برسا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٠٩٩) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٨٩) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٩٠)

شرح الحديث: كَانَ إِذَا رَأَى نَاشِئًا فِي أُفُقِ السَّمَاءِ تَرَكَ الْعَمَلَ: یعنی جب بادل اٹھتا ہوا دیکھتے آسمان میں تو پہلے سے جس کام میں مشغول ہوتے اس کو چھوڑ دیتے اگرچہ نماز ہی میں ہوں یعنی نفل نماز، اور اگر مطلق نماز مراد لی جائے تو پھر اس ترک سے مراد تاخیر ہوگی، اور آپ ﷺ یہ دعاء پڑھنے لگتے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، پس اگر اس کے بعد بارش برستی تو پھر یہ دعاء پڑھتے: اللَّهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا۔

١٣- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَطَرِ

بارش کا بیان

٥١٠٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَسَرَ ثَوْبَهُ عَنْهُ حَتَّى أَصَابَهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ قَالَ: «لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے اس دوران ہم پر بارش ہونے لگی تو آپ ﷺ نے اپنے بدن مبارک کا کچھ حصہ کھول دیا یہاں تک کہ بارش بدن پر گرنے لگی ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بارش اللہ رب العزت کے دربار سے ابھی تازہ دم آرہی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة الاستسقاء (٨٩٨) سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٣/٣)

شرح الحدیث: حدیث الباب کا مضمون یہ ہے: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے (بظاہر سفر میں) تو بارش ہونے لگی تو آپ ﷺ اندر سے باہر نکل کر آئے (بظاہر خیمہ سے) اور اپنے بدن سے کپڑا ہٹایا چادر وغیرہ جو اوڑھ رکھی تھی، یہاں تک کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے بدن کو لگا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ

نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلئے کہ یہ بارش تازہ بتازہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آرہی ہے اللہ تعالیٰ بھی اوپر ہی ہیں اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ❶، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو ابھی ابھی اوپر سے نازل ہو رہی ہے تو آپ ﷺ اس سے برکت حاصل فرماتے تھے ❷۔

١٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيكِ وَالْبَهَائِمِ

مرغ اور چوپائیوں کا بیان

٥١٠١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ».

ترجمہ: حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا مت کہو کیونکہ وہ نماز (تہجد اور فجر) کیلئے جگاتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٠١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٣/٥)

شرح الحديث: لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ، کہ مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کے لئے جگاتا ہے، تہجد کی اور صبح کی۔

٥١٠٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ، فَسَلُوا اللَّهَ تَعَالَى مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مرغ کی بانگ (اذان) سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہوتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے اس لئے کہ گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے (شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٢٧) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧٢٩) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٥٩) سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢١/٢)

شرح الحديث: اس کے بعد دوسری روایت میں ہے کہ جب مرغوں کے چیخنے کی آواز سنو (جس کو ہم لوگ اذان سے تعبیر کرتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کا سوال کرو اسلئے کہ یہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتے ہیں، اور جب تم گدھوں کے بولنے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو شیطان سے اسلئے کہ حمار شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ

---

❶ وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا (سورۃ طٰہٰ ٥)

❷ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج٦ ص ١٩٥

مطلب نہیں کہ مرغ جب بھی بولتا ہے تو وہ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے، ایسے ہی حمار ہمیشہ شیطان ہی کو دیکھ کر بولتا ہے بلکہ ان کے بولنے کے اسباب اور بھی ہوتے ہیں، لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں کہ اس وقت یہ بولنا کس وجہ سے ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے ہو کہ اس نے فرشتہ کو دیکھا اور اس نے شیطان کو لہٰذا دعاء ہر بار ہی پڑھ لینی چاہئے، اور مستحب ہے، اور فرشتہ کو دیکھنے کے وقت میں دعاء کا استحباب اسلئے ہے کہ دعاء اولیاء اور مقربین کے جوار اور پڑوس میں قبول ہوتی ہے اور جس جگہ صلحاء کا وجود ہوتا ہے وہاں برکت نازل ہوتی ہے [1]۔

٥١٠٣۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، وَنَهِيقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم رات کے وقت کتوں کے بھونکنے کی اور گدھوں کی آواز سنو تو اللہ سے پناہ مانگو کیونکہ یہ جانور وہ کچھ (آسمان سے اترنے والے مصیبتوں اور آفتوں) کو دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

تخریج: سنن أبي داود – الأدب (٥١٠٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣٠٦/٣)

شرح الحديث: اور اسکے بعد والی (مذکورہ) روایت میں ہے کہ جب تم لوگ رات میں کتوں کے بھونکنے کی آواز سنو یا گدھوں کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہو، فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ کہ بیشک یہ جانور ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو دیکھتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھ رہے ہو، شیاطین اور آفات آسمان سے نازل ہونے والی۔

٥١٠٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَغَيْرِهِ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقِلُّوا الْخُرُوجَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ، فَإِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى دَوَابَّ يَبُثُّهُنَّ فِي الْأَرْضِ» قَالَ ابْنُ مَرْوَانَ: «فِي تِلْكَ السَّاعَةِ» وَقَالَ: «فَإِنَّ لِلَّهِ خَلْقًا» ثُمَّ ذَكَرَ نُبَاحَ الْكَلْبِ وَالْحَمِيرِ، نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ الْهَادِ، وَحَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ الْحَاجِبُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور علی بن عمر بن حسینؒ فرماتے ہیں (حضرت جابرؓ کی روایت موصول ہے کیونکہ وہ صحابی ہیں لیکن علی بن عمر بن حسین حضرت حسین نواسہ رسول ﷺ کے پوتے ہیں جو تبع تابعین میں ہیں تو انکی روایت مقطوع

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٢٠ ص ٤٢

ہے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کے لوگوں کی آمد ورفت ختم ہونے کے بعد نکلنا کم کرو کیونکہ اللہ رب العزت کی کچھ مخلوقات ایسی ہیں کہ جن کو اللہ پاک اس وقت زمین پر پھیلا دیتے ہیں...... مصنفؒ کے استاد ابراہیم بن مروان نے فرمایا اس وقت میں......اور فرمایا: ان اللہ دواب کی جگہ ان اللہ خلقا کے الفاظ ذکر کئے۔ پھر گزشتہ حدیث کی طرح کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے ہینکنے کا ذکر کیا......ابراہیم بن مروان نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ یزید بن عبد اللہ بن الهاد نے کہا مجھے شرحبیل الحاجب نے جابر بن عبد اللہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔

تخريج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٦/٣)

شرح الحديث: أَقِلُّوا الْخُرُوجَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ قدموں کے سکون کے بعد (یعنی جب لوگ چلنا پھرنا رات کے وقت بند کر دیں) تو گھروں سے باہر نکلنا کم کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق ایسی ہے جس کو اس وقت میں یعنی رات کے وقت میں زمین پر پھیلا دیتے ہیں، یعنی موذی جانور اور جنات وغیرہ، لہٰذا رات کے وقت سڑکوں پر چلنے پھرنے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

١٥ - بَابٌ فِي الصَّبِيِّ يُولَدُ فَيُؤَذَّنُ فِي أُذُنِهِ

بچے کی پیدائش کے وقت اس کے کان میں اذان دینے کا بیان [1]

٥١٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ».

ترجمہ: حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حسن بن علیؓ کے کان میں نماز کے لئے جیسی اذان ہوتی ہے ایسی اذان دی جب حضرت فاطمہؓ نے ان کو جنا۔

تخريج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٤) سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩/٦)

شرح الحديث: حضرت ابو رافعؓ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور خادم فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کے یہاں حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا حضور ﷺ کو کہ آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی، اس حدیث سے نومولود کے کان میں اذان کی سنیت ثابت ہو رہی ہے، اور "شرح السنة" میں ہے، مروی ہے یہ بات کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہتے تھے (عون عن المرقاة) وهكذا في حاشية الترمذي، اقامت کے

---

[1] في هامش البذل نقلا عن حاشية شرح الاقناع (ج ٤ ص ٢٧٢) يسن ايضا ان يقرأ في اذن المولود قل هو الله احد قال بعضهم خاصيتها ان من فعل به ذلك لم يزن مدة عمره اهـ۔

بارے میں حافظؒ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ ایک مرفوع حدیث بھی ہے اخرجه ابن السنی من حدیث الحسین بلفظ مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ وَأُمُّ الصِّبْيَانِ هِيَ التَّابِعَةُ مِنَ الْجِنِّ ❶۔

٥١٠٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ» زَادَ يُوسُفُ «وَيُحَنِّكُهُمْ» وَلَمْ يَذْكُرْ بِالْبَرَكَةِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بچوں کو لایا جاتا تو آپ ﷺ ان کیلئے برکت کی دعاء فرماتے اور ان کی تحنیک فرماتے (کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالتے) یوسف ابن موسی استاد نے یحنکھم فرمایا لیکن برکت کا ذکر نہ کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٢/٦)

شرح الحدیث: دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا، آپ ﷺ ان کیلئے برکت کی دعاء فرماتے تھے اور ان کی تحنیک بھی فرماتے تھے، تحنیک کا ذکر ابھی چند ابواب پہلے گزرا ہے۔

٥١٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ حُمَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ رُئِيَ، أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا، فِيكُمُ الْمُغَرِّبُونَ؟» قُلْتُ: وَمَا الْمُغَرِّبُونَ؟ قَالَ: «الَّذِينَ يَشْتَرِكُ فِيهِمُ الْجِنُّ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم میں مغربین دیکھے گئے ہیں؟ یا اس کے مشابہ کوئی کلمہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ مغربون کون ہوتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں میں جنات کی شرکت ہو (جماع کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے جنات کی ان میں شرکت ہو جاتی ہے)۔

شرح الحدیث: اور باب کی تیسری روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ رُئِيَ، أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا، فِيكُمُ الْمُغَرِّبُونَ؟» قُلْتُ: وَمَا الْمُغَرِّبُونَ؟ قَالَ: «الَّذِينَ يَشْتَرِكُ فِيهِمُ الْجِنُّ» کہ ایک روز حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم میں مُغَرِّبین ❷ بھی دیکھنے میں آتے ہیں، یعنی پائے جاتے ہیں، وہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا کہ

---

❶ عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٤ ص ٩

❷ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تفعیل سے بھی مستعمل ہے اور باب افعال سے بھی وفی البذل (ج ٢٠ ص ٤٦) قیل: المغرب من الإنسان من خلق من ماء الإنسان والجن وكتب عليه الشيخ فی هامشه فيكون الحديث حجة لمن قال: إنهم يتناكحون، والمسألة خلافية مبسوطة فی الفتح (ج ٦ ص ٢١٧)، وفی الشامی (ج ٢ ص ٢٨١)، ولا يجوز نكاح الإنس مع الجن، وأجازه الحسن البصري۔

مغربین کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن میں جنات کی شرکت ہو، یعنی جن کے وجود اور پیدائش میں ان کی شرکت ہو، جن سے مراد شیطان، اور شرکت سے مراد شرکت فی الجماع، شراح نے لکھا ہے کہ جس جماع کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے یعنی بے بسم اللہ کی اولاد اور ایسے بچے کو مغرب اس لئے کہا گیا کہ اس میں ایک عِرق غریب داخل ہوگئی ہے یعنی غیر جنس کا نسب اس میں شامل ہو گیا، اور دوسرا قول مغربین کے بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد اولاد زنا ہے اور مشارکتِ جن سے مراد شیطان کا آدمی کو زنا پر ابھارنا اور اس کی ترغیب دینا[1]۔

١٦ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَعِيذُ مِنَ الرَّجُلِ

ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے پناہ مانگنے کا بیان

٥١٠٨ ـ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نَصْرٌ: ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَهِيكٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ، فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللهِ، فَأَعْطُوهُ» قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: «مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کا واسطہ دے کہ تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرے تو اسے کچھ دے دو...... مصنفؒ کے استاد عبید اللہ بن عمر نے کہا: مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللهِ کے الفاظ حدیث میں ہیں (لیکن نصر بن علی استاد نے من سالکم بوجہ اللہ کہا تھا)۔

٥١٠٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ الْمَعْنَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ» وَقَالَ سَهْلٌ: وَعُثْمَانُ «وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ» - ثُمَّ اتَّفَقُوا - «وَمَنْ آتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ» قَالَ مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ «فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللهَ لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر تم سے پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو شخص تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے تو اسے عطا کرو...... مصنفؒ کے دونوں استاد سہل بن بکار اور عثمان بن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا...... جو تمہاری دعوت کریں تو اس کی دعوت کو قبول کرو...... پھر تینوں استاد مسدد، سہل، عثمان متفق ہیں کہ جو تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اس کی نیکی کا بدلہ دو...... مسدد اور عثمان نے یہ اضافہ کیا (یہ اضافہ سہل کی روایت میں نہیں ہے) اگر تم بدلہ کیلئے کچھ نہ پاؤ تو اپنے محسن کو اتنی دعائیں دو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ تم نے اسکے احسانات کا بدلہ چکا دیا۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ٢٠ ص ٤٦ ـ ٤٧

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٥٦٧) سنن أبي داود - الأدب (٥١٠٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٩/٢)

شرح الأحاديث: حدیث الباب میں ہے کہ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ، فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللهِ، فَأَعْطُوهُ، کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر تم سے پناہ چاہے یعنی اپنے دشمن سے تو اس کو پناہ دیدو اور اسکی درخواست پوری کردو اور ایسے ہی جو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر تم سے سوال کرے تو اسکو عطا کردو اور جو تمہاری دعوت کرے اسکو قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے فَكَافِئُوهُ تو اس کی مکافات کرو یعنی اس کے احسان کا بدلہ دو، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللهَ لَهُ، پس اگر بدلہ دینے کے لئے تم کچھ نہ پاؤ تو اس کیلئے دوسرے درجہ میں دعاء ہی کرتے رہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم نے اس کی مکافاۃ اور تلافی کردی۔

١٧۔ بَابٌ فِي رَدِّ الْوَسْوَسَةِ

وسوسہ دور کرنے کے بیان میں

٥١١٠۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: وحَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: مَا شَيْءٌ أَجِدُهُ فِي صَدْرِي؟ قَالَ: مَا هُوَ؟ قُلْتُ: وَاللهِ مَا أَتَكَلَّمُ بِهِ، قَالَ: فَقَالَ لِي: «أَشَيْءٌ مِنْ شَكٍّ؟» قَالَ: وَضَحِكَ، قَالَ: «مَا نَجَا مِنْ ذَلِكَ أَحَدٌ»، قَالَ: حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ {فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ [1]} الْآيَةَ، قَالَ: فَقَالَ لِي: «إِذَا وَجَدْتَ فِي نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ» {هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [2]}.

ترجمہ: ابوزمیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میرے سینے میں نامعلوم کیسے کیسے خیالات آتے رہتے ہیں ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیا خیالات آتے ہیں؟ میں نے کہا خدا کی قسم! میں ان کو نہیں بتا سکتا ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا دل میں شکوک وشبہات کے وسوسے آتے ہیں؟ تو اس پر وہ ہنس پڑے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شک وشبہ کے وسوسوں سے کسی نے نجات نہیں پائی یہاں تک کہ اللہ پاک نے اپنے نبی کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ اگر آپ کو ہماری نازل شدہ کتاب میں شک ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آپ سے پہلے کتاب کی تلاوت کرتے ہیں پھر ابن عباس نے مجھ سے فرمایا جب تمہیں کوئی شکوک وساوس آنے لگیں تو یہ آیت پڑھ لیا کرو: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

شرح الحدیث: ابوزمیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا پتہ نہیں کیا میرے سینہ میں خیالات آتے ہیں انہوں

---

[1] سو اگر تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے (سورۃ یونس ١٠)

[2] وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب کچھ جانتا ہے (سورۃ الحدید ٣)

نے پوچھا کہ کیا ہے وہ خیال، میں نے کہا واللہ میں تو اس کو زبان سے نکالوں گا نہیں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ کیا کوئی شک شبہ کی بات ہے کیا، اس پر وہ ہنسنے لگے اس پر ابن عباس نے فرمایا کہ شک اور شبہ سے تو کسی نے آج تک نجات پائی ہی نہیں یہاں تک کہ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات آگئی فَإِنْ كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الآیۃ اور پھر حضرت ابن عباسؓ نے یہ فرمایا مجھ سے کہ جب تم کو اس قسم کا شک ہوا کرے تو پڑھ لیا کرو هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

٥١١١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا الشَّيْءَ نُعْظِمُ أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ، أَوِ الْكَلَامَ بِهِ، مَا نُحِبُّ أَنَّ لَنَا وَأَنَّا تَكَلَّمْنَا بِهِ، قَالَ: «أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟» قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: «ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند صحابہؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں ایسے وسوسے پاتے ہیں کہ ہم پر ان کو بیان کرنا بہت گراں اور شاق ہے یا یوں کہا...... ہمیں ساری دنیا کی نعمتیں بھی مل جائیں تب بھی ہم اس کو زبان سے ادا کرنا پسند نہ کریں...... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اپنے اندر یہ محسوس کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو عین ایمان ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الإيمان (١٣٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٧/٢)

شرح الحدیث اس کے بعد دوسری روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند صحابہ آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم اپنے اندر ایسے وساوس اور خیالات پاتے ہیں جس کو زبان پر لانا بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں، اگر ہمیں ساری دنیا بھی ملے تب بھی ہم نہیں چاہتے کہ اس کو زبان سے ادا کریں، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اپنے اندر یہ چیز پاتے ہو؟ یعنی اس وسوسہ کو اتنا برا سمجھنا کہ اگر ساری دنیا بھی ملے تو اس کو اپنی زبان سے نہ کہیں، انہوں نے عرض کیا کہ ہاں واقعی پاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ یہ تو خالص ایمان ہے یعنی ایمان ہی کی وجہ سے تو تم اس خیال کو برا سمجھ رہے ہو پھر فکر کی کیا بات ہے۔ قَدْ وَجَدْتُمُوهُ میں ضمیر منصوب استعظام کی طرف راجع ہے جس پر لفظ نُعْظِمُ أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ دلالت کر رہا ہے، اور یہ ضمیر وسوسہ کی طرف راجع نہیں ہے کیونکہ وسوسہ تو شیطان کی طرف سے ہے، صاحب وسوسہ کو اس طرح بھی سمجھا سکتے ہیں جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے شیطان تیرے دل میں وسوسے اسی لئے تو ڈال رہا ہے کہ تیرے پاس ایمان کی دولت ہے وہ اس کو لینا چاہتا ہے، چور تو اسی مکان میں داخل ہوتا ہے جہاں سرمایہ اور پونجی ہو خالی اور ویران گھر میں چور جا کر کیا کرے گا؟ بعض صوفیہ نے وسوسہ کا علاج یہی لکھا ہے کہ وساوس کے وقت میں اس طرح سوچنا چاہیے تا کہ اطمینان حاصل ہو جائے اور شیطان اپنے مقصد میں ناکام ہو کہ اس کا مقصود آدمی کو الجھن میں ڈال کر اس کے سکون کو ختم کرنا

ہوتا ہے۔

٥١١٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِي نَفْسِهِ، يُعَرِّضُ بِالشَّيْءِ، لَأَنْ يَكُونَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، فَقَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ» قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: «رَدَّ أَمْرَهُ» مَكَانَ «رَدَّ كَيْدَهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اپنے اندر ایسے وساوس شیطانی محسوس ہوتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں یہ ہمیں پسند ہے اس سے کہ ان وساوس کو بیان کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے شیطان کی تدبیر کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا...... مصنفؒ کے استاد ابن قدامہ نے رَدَّ كَيْدَهُ کی جگہ رَدَّ أَمْرَهُ فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١١٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٠)

شرح الحديث: اسکے بعد والی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر وساوس کی شکایت کی اور یہ بھی کہا کہ میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ اپنی زبان سے اس وسوسہ کو ظاہر کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں کہ جس نے شیطان کی چال اور تدبیر کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا، یعنی شیطان کا اصل مقصد تو خروج عن الإیمان ہے کہ آدمی ایمان سے خارج ہو جائے لیکن اس میں تو وہ کامیاب ہوا نہیں تو اس نے سوچا کہ کم سے کم اس شخص کو وسوسہ کفر ہی میں مبتلا کر دے، حقیقت کفر میں تو مبتلا نہیں کر سکا، لہٰذا اس پر آدمی کو چاہئے کہ بجائے پریشان ہونے کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

١٨ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَمِي إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ

جو شخص اپنے مولیٰ معتق کے علاوہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے

٥١١٣ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ، قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ» قَالَ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ يَا أَبَا عُثْمَانَ، لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ أَيُّمَا رَجُلَيْنِ فَقَالَ: أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ فِي الْإِسْلَامِ، يَعْنِي سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ، وَالْآخَرُ قَدِمَ مِنَ الطَّائِفِ فِي بِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ. فَذَكَرَ فَضْلًا قَالَ

النُّفَيْلِيُّ حَيْثُ حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَاللهِ إِنَّهُ عِنْدِي أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَعْنِي قَوْلَهُ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنِي قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ لَيْسَ لِحَدِيثِ أَهْلِ الْكُوفَةِ نُورٌ. قَالَ: وَمَا رَأَيْتُ مِثْلَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ كَانُوا تَعَلَّمُوهُ مِنْ شُعْبَةَ.

ترجمہ: سعد بن مالکؓ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے اس کلام کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرے تو اس پر جنت حرام ہے...... ابو عثمان کہتے ہیں پھر میں نے ابو بکرہ سے ملاقات کی اور ان سے اس حدیث کا تذکرہ کیا تو ابو بکرہؓ نے فرمایا (سعد بن مالکؓ کی طرح) میرے کانوں نے اس حدیث کو سنا اور میرے دل نے اس حدیث کو محمد ﷺ سے محفوظ کیا...... عاصم الاحول کہتا ہے کہ میں نے ابو عثمان استاد سے کہا: اے ابو عثمان! اس حدیث کی آپ کے سامنے دو افراد (صحابیوں) نے گواہی دی یہ دونوں افراد کتنے اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں تو ابو عثمان نے کہا ان دو صحابیوں میں سے ایک نے اللہ کے راستہ...... یا کہا اسلام...... میں سب سے پہلے تیر چلایا مراد اس سے سعد بن مالکؓ ہیں اور دوسرے صحابی (ابو بکرہؓ) وہ ہیں جو طائف کے قلعہ سے بیس سے زیادہ افراد کے ساتھ آ کر مل گئے تھے...... پھر ان کے فضائل بیان کیے...... (ابو علی لؤلؤی) مصنف کے شاگرد فرماتے ہیں میں نے امام ابو داؤدؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ) نفیلی نے کہا جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی۔ (اس پوری حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری حدیث میں تحدیث کی تصریح ہے...... ابو علی (لؤلؤی) بخدا یہ مجھے شہد سے زیادہ شیریں ہے یعنی اس کہ سند میں حدثنا اور حدثنی کی تصریح ہے...... ابو علی (لؤلؤی) مصنف کے شاگرد نے فرمایا کہ میں نے امام ابو داؤدؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں (کیونکہ وہ حدثنا، اخبرنا اور معنعن میں فرق نہیں کرتے) اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کی اہل بصرہ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ ان اہل بصرہ نے سندوں کے نقل کرنے کا طریقہ شعبہ سے سیکھا (شعبہ نے انہیں حدثنا، اخبرنا اور سندوں کے نقل کرنے کے طریقے سکھلائے)۔

تخریج: صحيح البخاري - المغازي (٤٠٧٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٨٥) صحيح مسلم - الإيمان (٦٣) سنن أبي داود - الأدب (٥١١٣) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٦١٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٦٩/١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٨/٥) سنن الدارمي - السير (٢٥٣٠) سنن الدارمي - الفرائض (٢٨٦٠)

شرح الحدیث: متن حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور طرف منسوب کرے یہ جانتے ہوئے کہ وہ میرا باپ نہیں تو جنت اس پر حرام ہے، اسلام میں ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا، اور زانی ولد الزنا کا شرعاً باپ نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی ولد الزنا یہ جانتے ہوئے اپنے آپ کو زانی کی طرف منسوب کرے گا تو وہ اس وعید میں داخل ہو گا۔ ابو عثمان نے یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے سنی تھی وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سننے کے بعد میں نے حضرت ابو بکرہؓ سے ملاقات کی اور ان کو یہ حدیث سنائی انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میں نے خود بھی براہ راست حضور اقدس ﷺ

سے سنی ہے اور محفوظ کر رکھی ہے تو گویا اب یہ حدیث ابو عثمان کو دو صحابیوں سے پہنچ گئی اولاً سعد بن ابی وقاص اور ثانیاً ابو بکرہؓ سے اسی لئے آگے روایت میں ہے قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ يَا أَبَا عُثْمَانَ الخ۔ عاصم ابو عثمان کے شاگرد ہیں انہوں نے اپنے استاد ابو عثمان سے کہا کہ اس حدیث کی تصدیق اب آپ کو بجائے ایک کے دو صحابیوں سے ہوگئی جو دونوں ہی بہت اونچے درجے کے ہیں، فَقَالَ: أَمَّا أَحَدُهُمَا الخ تو اس پر ابو عثمان نے فرمایا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو کہ اب یہ حدیث مجھ کو دو بڑے اونچے درجے کے صحابیوں سے حاصل ہوگئی، اور پھر آگے ان دونوں کے اوصاف بیان کئے کہ ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے جہاد میں سب سے پہلے تیر چلایا یعنی سعد بن ابی وقاصؓ، اور دوسرے یعنی حضرت ابو بکرہؓ جو ثقفی ہیں وہ حصن طائف سے اتر کر بیس سے زائد اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ آکر مل گئے تھے۔

زیاد بن عبید ثقفی کا تذکرہ: یہ ابو عثمان اس حدیث کو سن کر حضرت ابو بکرہؓ سے کیوں ملے؟ اس کا منشا یہ ہے کہ یہ حضرت ابو بکرہ زیاد کے اخیافی بھائی تھے اور یہ زیاد اپنے آپ کو منسوب کرتا تھا غیر اب کی طرف یعنی زانی کی طرف اور اپنے آپ کو زیاد بن ابی سفیان کہتا تھا حالانکہ ابو سفیان اس کے باپ نہیں تھے بلکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں اسلام سے پہلے اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا اور اس کی ماں کا شوہر عبید تھا تو اصولاً اس کی نسبت الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ [1] کے قاعدہ کے تحت عبید کی طرف ہونی چاہیے زیاد ابن عبید، نہ کہ زیاد ابن ابی سفیان، تو ان کا مقصد ابو بکرہؓ سے ملنے سے یہ تھا کہ وہ زیاد کو اس سے منع کریں یعنی نسبت الی غیر الاب سے اور یہ حدیث انہوں نے ان کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث تو مجھے پہلے سے معلوم ہے، لیکن ابو داؤد میں روایت مختصر ہے، انہوں نے جواب میں یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تو اس سلسلہ میں زیاد سے بات کر چکا ہوں، مگر وہ مانا نہیں، یہ روایت جس میں یہ مذکور ہے صحیح بخاری میں ہے، اور اس زیاد اور عبید اللہ بن زیاد کا ذکر ابھی قریب میں باب الحوض میں گزرا ہے، صحیح مسلم میں کتاب الایمان [2] میں ہے عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ الخ امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں وذلك أن زيادا هذا المذكور هو المعروف بزياد بن أبي سفيان ويقال فيه زياد بن أبيه ويقال زياد ابن أمه وهو أخو أبي بكرة لأمه وكان يعرف بزياد بن عبيد الثقفي ثم ادعاه معاوية بن أبي سفيان وألحقه بأبيه أبي سفيان والحقه بأبيه أبي سفيان إلى آخر ما ذكروفيه: وكان أبو بكرة ممن أنكر ذلك وهجر بسببه زيادا وحلف أن لا يكلمه أبدا ولعل أبا عثمان لم يبلغه انكار أبي بكرة الخ [3]۔

قَالَ النُّفَيْلِيُّ حَيْثُ حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَاللَّهِ إِنَّهُ عِنْدِي أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَعْنِي قَوْلَهُ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنِي: نفیلی امام ابو داؤدؒ کے

---

1. سنن أبي داود - كتاب الطلاق - باب الولد للفراش ۲۲۷۳
2. صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ۶۳
3. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ۲ ص ۵۲

استاذ ہیں اور انہوں نے یہ حدیث بصیغۂ تحدیث بیان کی ہے حدثنا زهير، تو اسی کے بارے میں مصنف نفیلی کا قول نقل فرمارہے ہیں کہ صیغۂ حدثنا اور حدثنی یعنی اس لفظ سے حدیث روایت کرنا میرے نزدیک شہد سے بھی زیادہ شریں ہیں کیونکہ یہ لفظ سماع من غیر واسطہ میں صریح الدلالۃ ہے، بخلاف عنعنہ کے یعنی روایت "بہ عن" کہ اس میں تدلیس اور واسطہ کا امکان باقی رہتا ہے، اسکے بعد امام ابوداؤدؒ اپنے دوسرے استاد امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل فرماتے ہیں: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ لَيْسَ لِحَدِيثِ أَهْلِ الْكُوفَةِ نُورٌ، حدیث سے مراد روایت حدیث نہ کہ نفس حدیث، اور مطلب یہ ہے کہ اہل کوفہ کی روایت کا جو طرز اور طریقہ ہے اس میں روشنی اور وضاحت نہیں ہوتی یعنی وہ لوگ سرد اسانید میں اخبار تحدیث عنعنہ کا فرق ظاہر نہیں کرتے جس کی وجہ سے روایت کا حال واضح اور منکشف نہیں ہوتا اور آگے فرماتے ہیں: وَمَا رَأَيْتُ مِثْلَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ كَانُوا تَعَلَّمُوهُ مِنْ شُعْبَةَ، کہ اہل بصرہ میں ان چیزوں کا بڑا اہتمام ہے، دراصل انہوں نے یہ چیز شعبہ سے حاصل کی ہے یعنی اسانید بیان کرنے کا طریقہ عنعنہ اور تحدیث وغیرہ کا فرق ملحوظ رکھنا، بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے ہے کہ اہل کوفہ سے تمام اہل کوفہ مراد نہیں بلکہ اس سے غیر اصحاب ابی حنیفہ مراد ہیں اس لئے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور حضرت علیؓ کے اصحاب جن سے زیادہ تر فقہ حنفی ماخوذ ہے اور ان کے تلامیذ سب کے سب اسانید کو علی وجھہا روایت کرتے ہیں بلکہ ان کی حدیث پر تو اہل بصرہ کی حدیث سے زیادہ نور ہے [1]۔

٥١١٤- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ، وَلَا صَرْفٌ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے مولی کی اجازت کے بغیر کسی جماعت سے ولاء کرے (ولائے موالاۃ مراد ہے) تو اس پر اللہ پاک اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ روز قیامت نہ اس سے توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی فدیہ لیا جائے گا۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٥١١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٨/٢)

شرح الحديث مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، اس حدیث میں ولاء سے ولاء الموالاۃ اور ولاء العتق دونوں مراد ہو سکتے ہیں، اگر ولاء الموالاۃ مراد ہے تب تو "بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ" یہ قید احترازی ہوگی اس لئے کہ اگر سابق موالی سے اجازت لیکر دوسرے لوگوں سے عقد موالاۃ کیا جائے تو یہ جائز ہے اس میں کوئی اشکال نہیں، ہاں اگر بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کے دوسروں کے ساتھ عقد موالاۃ کر لیا جائے گا تو یہ نقض عہد اور غدر ہوگا، اور اگر موالاۃ سے مراد

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٥٥

ولاء العتق ہے، یعنی آدمی آزاد کردہ غلام ہے ایک شخص کا اور وہ پھر نمک حرامی کر کے اپنے عتق کو منسوب کرے دوسرے کی طرف اور اس کو اپنا مولی العتاقہ قرار دیں تو اس صورت میں بغیر اذن کی قید احترازی نہ ہوگی بلکہ بیان واقع کے لئے ہوگی، اس لئے کہ اجازت کا تو یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کون سا مولی اور آقا اجازت دے سکتا ہے اپنے آزاد کردہ غلام کو کہ تو اپنی نسبت بجائے میرے دوسرے کی طرف کر دے۔

مصنف نے اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی ہیں پہلی حدیث میں مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ مذکور ہے اور دوسری میں مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ اور تیسری حدیث جو آگے آ رہی ہے اس میں یہ دونوں مضمون جمع ہیں چنانچہ اس کے لفظ یہ ہیں مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ۔

٥١١٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، وَنَحْنُ بِبَيْرُوتَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ الْمُتَتَابِعَةُ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے یا اپنے آقا کے علاوہ کسی غیر کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس پر اللہ پاک کی متواتر لعنت ہے قیامت کے دن تک۔

١١٩- بَابٌ فِي التَّفَاخُرِ بِالْأَحْسَابِ

حسب نسب پر فخر کرنے کی ممانعت کا بیان

٥١١٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتْنَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے تم سے زمانہ جاہلت کا تکبر اور نخوت دور فرمائی اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو ختم فرمایا۔ اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ① مسلمان متقی ② فاجر بدبخت۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے (اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم سب مٹی سے پیدا کئے گئے لہٰذا کوئی شخص دوسرے پر ایمان اور تقوی کے ذریعے ہی فخر کر سکتا ہے) لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنی قوم پر فخر کرنا چھوڑ دیں کیونکہ ان کے علاوہ آباؤ اجداد

(جن پر یہ فخر کرتے ہیں) جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلے ہیں (کیونکہ یہ آبا اجداد جن کے پر عرب فخر کرتے تھے یہ لوگ اس پائخانہ کے اس کالے کیڑے سے بھی زیادہ گھٹیا ہوں گے جو اپنی ناک سے گو اور گندگی کو دھکیلتا ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - المناقب (٣٩٥٥) سنن أبي داود - الأدب (٥١١٦)

شرح الحدیث: احساب جمع حسب کی یعنی خاندانی شرافت جس پر لوگ فخر کیا کرتے ہیں، آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے جس پر اس کا شکر واجب ہے کہ اس نے تم کو اسلام سے نواز کر زمانہ جاہلیت کی بری خصلت یعنی آباء واجداد پر فخر کرنا اس کو تم سے زائل کر دیا، بس اب اسلام میں تو یہ ہے عزت اور ذلت کا مدار ایمان و تقویٰ، اور فسق و فجور آدمی اگر مؤمن متقی ہے تو باعزت ہے، اور فاسق و فاجر ہے تو بدبخت اور ذلیل ہے، یعنی اپنے اعمال کا اعتبار ہے، نسبت الی الآباء اصالۃ معتبر نہیں نہ اچھائی میں نہ برائی میں، آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور تم سب کے باپ آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں تو جس شخص کی اصل خاک اور مٹی ہو وہ فخر کیوں کرے، آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو لوگ اپنے آباء پر فخر کرتے ہیں اور آباء بھی ایسے جو جہنم کا ایندھن ہیں یا تو ان پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاخانہ کے اس کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے جو غلاظت اپنی ناک سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھتا ہے یہ حدیث سنن ترمذی کی آخری حدیث ہے، اس سے پہلے امام ترمذی نے بعض قبائل کے مناقب پر چند باب قائم کئے تھے اور پھر ان کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں ان کو ان ابواب میں لائے تھے، پھر ان سب کے اخیر میں یہ باب لائے ہیں۔

٢٠ - بَابٌ فِي الْعَصَبِيَّةِ

اپنی قوم کے ظالم اور ناحق ہونے کے باوجود قومیت کی وجہ سے اس کا دفاع کرنا

٥١١٧ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی قوم کی باطل اور ناحق ہونے کے باوجود مدد کی تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنویں میں گر گیا تو اسے اس کی دم کھینچ کر نکالے جانے کی کوشش کی جارہی ہو۔

٥١١٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ایک چمڑے کے بنے ہوئے خیمے میں تشریف فرما تھے اس کے بعد گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا۔

تخریج: سنن أبي داود – الأدب (٥١١٧) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٣٩٣/١)

شرح الأحادیث: عصبیت سے مراد حمیۃ جاہلیہ یعنی وہ حمایت اور طرف داری جو زمانہ جاہلیت میں معروف تھی، یعنی اپنی قوم کی حمایت کرنا بہر صورت، خواہ وہ حق پر ہو یا غیر حق پر، یہ عصبہ سے ماخوذ ہے، جسکا اطلاق باپ کی جانب کے اقارب اور رشتہ داروں پر ہوتا ہے، عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص اپنی قوم کی حمایت اور نصرت کرے ناحق تو یوں سمجھو کہ وہ گناہ اور تباہی میں ایسا مبتلا ہوا جس سے چھٹکارا مشکل ہے کیونکہ وہ اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ یہ شخص مانند اس اونٹ کے ہے جو زمین پر سے کنویں کے اندر گر جائے اور اسکو اسکی دم پکڑ کر کھینچا جا رہا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ اونٹ اس طرح باہر نہیں آسکتا، مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ اپنی قوم کی حمایت بے جا اور ناحق ہو، ورنہ اپنی قوم کی حمایت ان کے حق پر ہونے کی صورت میں بڑی عمدہ خصلت اور فضیلت کی چیز ہے جیسا کہ آگے حدیث میں آرہا ہے خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، مَا لَمْ يَأْثَمْ (برقم ٥١٢٠)، لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ الخ (برقم ٥١٢١)،

یعنی جو شخص اپنی قوم کو پکارے ناحق اپنی اعانت کیلئے وہ ہم میں سے نہیں اور ایسے ہی وہ شخص جو عصبیت کی بنیاد پر قتال کرے، اور ایسے ہی وہ جو عصبیت پر مرے، یعنی مرتے وقت تک اس میں عصبیت کی خصلت پائی جارہی ہو اور اس نے اس سے توبہ نہ کی ہو۔

٥١١٩ – حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بِشْرٍ الدِّمَشْقِيُّ، عَنْ بِنْتِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: «أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ».

ترجمہ: واثلہ بن الاسقع کی بیٹی اپنے والد واثلہ بن الاسقع سے نقل کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! عصبیت کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی باوجود ظالم ہونے کے مدد کرو۔

تخریج: سنن أبي داود – الأدب (٥١١٩) سنن ابن ماجه – الفتن (٣٩٤٩)

٥١٢٠ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يُحَدِّثُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ الْمُدْلِجِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، مَا لَمْ يَأْثَمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ ضَعِيفٌ.

ترجمہ: سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں وعظ فرمایا۔ اس میں یہ ارشاد فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے قبیلہ (رشتہ داروں) کی طرف سے دفاع کرے جب تک کہ وہ گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ (اگر اس کے رشتہ دار ظالم ہوں تو ان کی مدد کرنا جائز نہیں)۔

٥١٢١ – حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيِّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي

لَبِيبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ».

ترجمہ: جبیر بن معطمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کو تعصب کی طرف دعوت دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔ جو شخص تعصب کی بنیاد پر لڑے تو وہ ہم میں سے نہیں جو شخص تعصب پر مرے تو وہ ہم میں سے نہیں (تعصب یہ ہے کہ اپنی قوم کی ہر حال میں مدد کرے اگرچہ وہ لوگ ناحق اور ظلم پر ہوں)۔

٥١٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي كِنَانَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی خاندان کا بھانجا اسی قوم کا شمار ہو گا (لہٰذا بھانجا اگر حق پر ہو تو اس کی معاونت اور اس کی طرف سے دفاع کیا جائے۔ (بذل المجھود) یا یہ مطلب ہے کہ ذوی الارحام وارث بنیں گے جبکہ اس سے پہلے کے روثاء موجود نہ ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٢٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٦/٤)

شرح الحدیث: اس حدیث کی شرح ہمارے یہاں کتاب الفرائض الخال وارث من لا وارث له [1] کے ذیل میں گزر چکی۔

٥١٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي عُقْبَةَ، وَكَانَ مَوْلًى مِنْ أَهْلِ فَارِسَ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحُدًا، فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقُلْتُ: خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «فَهَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْأَنْصَارِيُّ».

ترجمہ: حضرت ابو عقبہؓ سے مروی ہے کہ...... وہ اہل فارس کے مولی تھے...... کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں حاضر ہوا، میں نے مشرکین میں سے ایک شخص پر وار کیا اور میں نے اس سے کہا کہ میرے یہ وار قبول کرو اور میں فارسی غلام ہوں تو حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے یوں کیوں نہ کہا کہ میرا یہ وار لو اور میں ایک انصاری غلام ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٢٣) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٧٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥)

شرح الحدیث: یہ حدیث ابو عقبہؓ کی ہے جو اصلاً فارسی ہیں اور ویسے انصار کے مولی بھی ہیں، اب ظاہر بات ہے کہ ان دو نسبتوں میں سے مولی الانصار کی نسبت دینی نسبت ہے اور فارسی ہونے کی نسبت قومی نسبت ہے اور یہ مقام تھا مقام افتخار جو

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الفرائض - باب في ميراث ذوي الأرحام ٢٩٠١

جہاد کے موقعہ پر جائز ہے اور عصبیت میں داخل نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ فخر اگر کیا جائے تو دینی نسبت کے لحاظ سے ہونا چاہئے، انصاری ہونا یہ ایک دینی نسبت ہے، اسی سے ملتی جلتی ایک اور حدیث کتاب اللباس میں گزری ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ کے اندر ابن الحنظلیہ کی جس کو ان سے روایت کرنے والے حضرت ابو درداء ہیں جس میں یہ گزرا ہے خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ [1] یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں۔

٢١ ـ بَابُ إِخْبَارِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِمَحَبَّتِهِ إِيَّاهُ

ایک شخص اپنے بھائی سے کسی بھلائی کی وجہ سے محبت رکھتا ہو اس کا بیان

٥١٢٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَقَدْ كَانَ أَدْرَكَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ».

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدی کرب فرماتے ہیں...... حبیب کا مقدام سے لقاء ثابت ہے...... کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتلادے کہ اسے اس سے محبت ہے۔

تخریج سنن أبي داود – الأدب (٥١٢٤) مسند أحمد – مسند الشاميين (١٣٠/٤)

شرح الحديث إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ، یعنی اگر کسی کو کسی سے خصوصی تعلق اور محبت ہو تو اسکو اسکی خبر کردے تاکہ وہ اسکی طرف متوجہ ہو اور محبت میں اضافہ ہو، اور اسکے بعد والی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب وہ اس کو اپنی محبت کی اطلاع کرے۔ اور کہے: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، تو اس دوسرے کو چاہیے کہ وہ جواباً یوں کہے: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ۔

٥١٢٥ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّ هَذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْلَمْتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَعْلِمْهُ» قَالَ: فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا تو اسی دوران ایک اور صاحب وہاں سے گزرے تو اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اس شخص سے محبت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو اطلاع کردی؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اطلاع کردو تو وہ شخص کھڑا ہوا اور اس سے جاملا اور کہا کہ میں تم سے اللہ پاک کے واسطے محبت کرتا ہوں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ کی ذات تجھے اپنا محبوب بنالے جس ذات کے واسطے تم نے مجھ سے محبت کی۔

---

[1] سنن أبي داود – كتاب اللباس – باب ما جاء في إسبال الإزار ٤٠٨٩

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤١/٣)

٥١٢٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ، قَالَ: «أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ»، قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ: «فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُو ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص ایک جماعت سے محبت کرتا ہے لیکن اسکے برابر عمل نہیں کر سکتا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! تیرا شمار ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے تو ابوذرؓ نے عرض کیا کہ مجھے اللہ اور اسکے رسول سے محبت ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا حشر اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے تو ابوذر نے وہی بات دوبارہ دہرائی تو حضور ﷺ نے وہی جواب دوبارہ دہرایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٢٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٥٦/٥) سنن الدارمي - الرقاق (٢٧٨٧)

٥١٢٧ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو کبھی کسی چیز پر اس قدر خوشی مناتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح اس بات پر انہوں نے خوشی منائی (واقعہ یہ ہے کہ) ایک شخص (غالباً ابوذرؓ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص دوسرے آدمی سے نیکی کے کاموں پر محبت کرتا ہے لیکن یہ پہلا شخص دوسرے شخص کے اعمال جیسے کام نہیں کرتا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جنت میں اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤٨٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٨١٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٣٤) جامع الترمذي - الزهد (٢٣٨٥) سنن أبي داود - الأدب (٥١٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٤/٣)

شرح الحدیث: باب کی آخری حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی اپنے بھائی سے محبت ہو اس کے عمل خیر کی وجہ سے لیکن وہ محبت کرنے والا خود ایسا عمل نہ کرتا ہو تو اس صورت میں کیا ہوگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ یعنی آدمی کا حشر اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو جتنی خوشی آپ سے اس حدیث کو سن کر ہوئی اتنی خوشی کبھی کسی چیز پر نہیں ہوئی، جس کی وجہ ظاہر ہے وہ یہ کہ صحابہ کرامؓ کو سب سے زیادہ محبت آپ ہی سے تھی۔

٢٢ ـ بَابٌ فِي الْمَشُورَةِ

مشورہ کا بیان

٥١٢٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي-الزهد(٢٣٦٩) جامع الترمذي-الأدب(٢٨٢٢) سنن أبي داود-الأدب(٥١٢٨) سنن ابن ماجه-الأدب(٣٧٤٥)

شرح الحدیث: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ شخص مُستشار امین ہے اس بارے میں، لہٰذا اس کو صحیح صحیح مشورہ دینا چاہئے خیر خواہی کے ساتھ اور مُستشیر کے راز کو بھی فاش نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ امین ہونے کا مقتضٰی ہے۔

٢٣ ـ بَابٌ فِي الدَّالِّ عَلَى الْخَيْرِ

بھلائی پر رہنمائی کرنے والے کا بیان

٥١٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي، قَالَ: «لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكَ عَلَيْهِ، وَلَكِنِ ائْتِ فُلَانًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَحْمِلَكَ» فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری اونٹنی ہلاک ہو گئی تو میری سواری کیلئے اونٹنی عطا فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ایسی سواری نہیں کہ میں جس پر تمہیں سوار کروں لیکن فلاں شخص کے پاس جاؤ شاید کہ وہ تمہیں سواری دے دیں تو وہ شخص ان صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے اس کو سواری دے دی اب یہ سائل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بھلائی کے کام پر رہنمائی کرے تو اس کو اس بھلائی کے کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم-الإمارة(١٨٩٣) جامع الترمذي-العلم(٢٦٧١) سنن أبي داود-الأدب(٥١٢٩)، سند أحمد-مسند الشاميين (١٢٠/٤) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٧٢/٥)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری سواری یعنی اونٹنی تھک کر بیکار

ہوگئی (اونٹ جب تھکتا ہے پھر وہ بیٹھ جاتا ہے اور قابل انتفاع نہیں رہتا) حتی کہ اسکے مالک کو اسکو چھوڑنا پڑتا ہے ایسے اونٹ کو حسیر کہتے ہیں، کتاب الاجارۃ میں اس پر مستقل باب گزر چکا بَابٌ فِيمَنْ أَحْيَا حَسِيرًا الہٰذا مجھ کو کوئی سواری عنایت فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس سر دست کوئی سواری نہیں ہے، اور آپ ﷺ نے اس کو ایک صحابی کا نام لے کر بتایا کہ تو اسکے پاس چلا جا شاید وہ تجھ کو سواری دیدے، وہ اسکے پاس گیا تو اس شخص نے اسکو سواری دیدی اس شخص نے آکر حضور ﷺ کو اس کی اطلاع کی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ، جو شخص جو کار خیر خود نہ کر سکے لیکن وہ شخص دوسرے کو ایسے شخص کا پتہ بتادے جو اس کار خیر کو کر سکتا ہو تو اس بتانے کا اجر کار خیر کرنے والے کے برابر ہے۔

٢٤ - بَابٌ فِي الْهَوَى

خواہش نفسانیہ کا بیان

٥١٣٠ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ».

ترجمہ: حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا کسی چیز سے محبت کرنا تجھے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٣٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٤/٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٥٠/٦)

شرح الحدیث: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ، تیرا کسی چیز سے محبت کرنا تجھ کو اندھا اور بہرہ کر دیگا، یعنی تجھ کو اپنے محبوب کا کوئی عیب معلوم نہ ہوگا اور اس کے بارے میں تو دوسروں کی تنقید سے بھی بہرہ ہو جائے گا، آپ ﷺ کا مقصود اس ارشاد سے تنبیہ کرنا ہے کہ کسی چیز کی محبت میں آدمی کو اندھا اور بہرہ نہیں ہونا چاہئے اسی کو مصنف بھی کہہ رہے ہیں بَابٌ فِي الْهَوَى یعنی اپنی محبوب چیز کے بارے میں ہوائے نفسانی کا اتباع نہیں کرنا چاہیے خود بھی اس کو پرکھنا چاہئے اور دوسرا کوئی تنقید کرے یا نصیحت کرے اسکے بارے میں تو اس کو بھی سننا چاہیے۔

اس حدیث پر محدثین نے کلام کیا ہے جو بذل میں مذکور ہے، بذل میں ہے قال صلاح الدین العلائی: الحدیث ضعیف لا ينتهي لدرجة الحسن أصلا، ولا يقال إنه موضوع [1]، سراج الدین قزوینی نے اس کو موضوع کہا ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٦٨-٦٩

٢٥ ۔ بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

سفارش کرنے کا بیان

٥١٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اشْفَعُوا إِلَيَّ لِتُؤْجَرُوا، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ مجھ سے سفارش کیا کرو تاکہ تمہیں سفارش کرنے کا ثواب ملے اور اللہ پاک اپنے نبی کی زبان پر جو چاہیں گے فیصلہ فرمادیں گے (چاہے یہ فیصلہ تمہاری سفارش کے مطابق ہو یا اس کے مخالف لیکن تمہیں سفارش کرنے پر ثواب مل جائے گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٦٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٨٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٣٨) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٢٧) جامع الترمذي - العلم (٢٦٧٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٥٦) سنن أبي داود - الأدب (٥١٣١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٠)

شرح الحديث: اشْفَعُوا إِلَيَّ لِتُؤْجَرُوا، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ، آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم مجھ سے سفارش کر کے یعنی کسی حق بات میں۔ ثواب حاصل کر لیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے اپنے نبی سے فیصلہ کرالیں گے، یعنی فیصلہ جو بھی ہو تمہیں تو نیک نیتی سے سفارش کا ثواب مل ہی جائے گا۔

ابھی قریب میں شفاعت سے متعلق ایک حدیث کتاب شرح السنہ کے بالکل آخر میں گزری ہے۔

٥١٣٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا فَإِنِّي لَأُرِيدُ الْأَمْرَ، فَأُؤَخِّرُهُ كَيْمَا تَشْفَعُوا فَتُؤْجَرُوا، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا».

ترجمہ: حضرت امیر معاویہؓ سے مروی ہے کہ سفارش کر دیا کرو اجر پاؤ گے۔ بے شک میں کوئی کام کر دینا چاہتا ہوں مگر اسے ٹالتا رہتا ہوں تاکہ تم سفارش کرو اور اجر پاؤ۔ بے شک حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سفارش کیا کرو اجر پاؤ گے۔

٥١٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو بردہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضور اکرم ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان نقل کیا ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٥٥٧) سنن أبي داود - الأدب (٥١٣٢)

٢٦ - بَابٌ فِيمَنْ يَبْدَأُ بِنَفْسِهِ فِي الْكِتَابِ

جو شخص لکھتے وقت پہلے اپنانام لکھے

٥١٣٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ مَرَّةً يَعْنِي هُشَيْمًا عَنْ بَعْضِ وَلَدِ الْعَلَاءِ، أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، كَانَ عَامِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَكَانَ «إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ».

ترجمہ: حضرت علاء بن الحضرمیؓ حضور ﷺ کی طرف سے بحرین پر عامل مقرر کئے گئے تھے پس جب وہ حضور ﷺ سے خط وکتابت کرتے تو پہلے اپنانام لکھتے تھے (تو حضور ﷺ نے ان پر نکیر نہ فرمائی)۔

٥١٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ الْعَلَاءِ، عَنِ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ «كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَأَ بِاسْمِهِ».

ترجمہ: حضرت علاء بن الحضرمیؓ نے حضور ﷺ سے خط وکتابت کی تو پہلے اپنانام لکھا۔

شرح الأحاديث: ترجمۃ الباب سے مصنف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کو خط لکھے تو کاتب پہلے اپنانام لکھے شروع میں یا مکتوب الیہ کا؟ اور اشارہ کیا اس طرف کہ کاتب ہی کو شروع میں اپنانام لکھنا چاہئے، اور اسکے ثبوت میں حضرت علاء بن الحضرمی کے فعل سے جو آپ کے عامل تھے بحرین کے، استدلال کیا کہ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی تحریر لکھتے تو شروع میں اپنانام لکھتے لیکن حضرت نے بذل میں یہ تحریر فرمایا ہے بطور قاعدہ کے کہ اس کا مدار مرتبہ پر ہے اگر کاتب مرتبہ میں مکتوب الیہ سے بڑا ہو تب تو کاتب کو اپنے نام سے ابتداء کرنی چاہئے جیسا کہ دوسرے باب کی حدیث میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ نے شاہ روم ہرقل کے نام جب خط لکھوایا تو اس میں پہلے اپنانام لکھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، اور اگر مکتوب الیہ کا مرتبہ اونچا ہو کاتب سے جیسے کوئی شخص اپنے باپ یا استاد کو خط لکھے تو وہاں مکتوب الیہ کا نام پہلے ہونا چاہیے رہی بات حضرت علاء بن الحضرمی کی کہ وہ پہلے اپنانام لکھتے تھے تو بظاہر وہ حضور ﷺ کی اتباع میں ایسا کرتے تھے (لیکن آپ تو سب کے بڑے تھے اس لئے آپ اپنانام پہلے لکھتے تھے) وأما تقريره صلى الله تعالى عليه وآله وسلم: فلأجل بيان الجواز [1]، یعنی آپ ﷺ کا ان کے اس طرز پر سکوت فرمانا اور تنبیہ نہ کرنا یہ بیان جواز کیلئے تھا کہ اس طرح کرنا بھی جائز ہے گو خلاف اولیٰ ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ٢٠ ص ٧٢-٧٣

٢٧ ۔ بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى الذِّمِّيِّ

ذمی کافر کو کس طرح خط لکھا جائے

٥١٣٦- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَتَبَ إِلَى هِرَقْلَ «مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى» قَالَ ابْنُ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ خط ہرقل کی طرف ہے جو روم کا حکمران ہے۔ سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کی پیروی کرے (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنا نام لکھا)...... محمد بن یحییٰ استاد نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابوسفیانؓ نے ہمیں بیان کیا کہ ہم ہرقل کے پاس گئے تو اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھلایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگوایا تو اس میں یہ الفاظ تھے: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ۔

تخريج: صحيح البخاري - بدء الوحي (٧) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٨٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٧٨) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٧٣) سنن أبي داود - الأدب (٥١٣٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٣/١)

شرح الحديث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحریر کا ذکر اوپر آچکا، حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت میں اشکال ہے، ترجمۃ الباب میں کتابت الی الذمی مذکور ہے اور ہرقل تو ذمی نہ تھا، بلکہ اپنے ملک کا بادشاہ تھا، اللّٰھم الا ان یقال کہ استدلال مصنف کا بطریق اولویت ہے کہ جب غیر ذمی کی طرف خط لکھنے میں کاتب نے اپنے نام سے ابتداء کی تو ذمی کی طرف خط لکھنے میں اپنے نام سے ابتداء بطریق اولیٰ ہونی چاہیے کیونکہ ذمی تو مسلمانوں کا ماتحت اور ان کا تابع ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ نے كِتَابُ الِاسْتِئْذَانِ میں بَاب كَيْفَ يُكْتَبُ الْكِتَابُ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ ترجمہ قائم فرما کر اس کے ضمن میں حدیث کا یہی ٹکڑا ذکر فرمایا ہے جو یہاں ابوداود میں ہے بخاریؒ کا ترجمہ محتاج توجیہ نہیں اس کے بعد امام بخاریؒ نے دوسرا ترجمہ قائم کیا بَاب بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الْكِتَابِ (الأبواب والتراجم) میں اس سلسلہ میں شراح حدیث کا کلام ابتداء کسی کے نام سے ہونی چاہیے کاتب یا مکتوب الیہ نقل کیا ہے، عام طور سے شراح نے یہی لکھا ہے کہ طریقہ یہی ہے کہ کاتب اپنے نام سے ابتداء کرے اور استدلال میں یہی علاء بن الحضرمی کا واقعہ لکھا ہے نیز نافع کی روایت نقل کی ہے كَانَ عُمَّالُ عُمَرَ إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ بَدَءُوا

بِأَنْفُسِهِمْ. قال المهلب السنة أن يبدأ الكاتب بنفسه اھ [1] اور امام نووی ؒ سے نقل کیا ہے: اختلف العلماء في الابتداء في عنوان الكتاب فالصحيح الذي قاله كثيرون من السلف وجاء به الصحيح انه يبدأ بنفسه فيقدمها على المكتوب إليه فيقال من فلان إلى فلان ومنه حديث كتاب النبي صلى الله عليه وسلم من محمد عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم وقالت طائفة يبدأ بالمكتوب إليه فيقول إلى فلان من فلان قالوا الا ان يكتب الامير إلى من دونه او السيد إلى عبده او الوالد إلى ولده اھ [2] حضرت شیخ ؒ نے "الأبواب والتراجم" میں حضرت سہارنپوری ؒ کی رائے بھی بذل المجہود سے اس میں نقل کی ہے۔

اور حضرت شیخ کی رائے مصنف کے اس ترجمہ ثانیہ کے بارے میں یہ ہے کہ میرے نزدیک مصنف کی غرض اس ترجمۃ الباب سے ابتداء بالاسم کو بیان کرنا نہیں ہے وہ غرض تو پہلے باب سے حاصل ہوگئی اور اس دوسرے باب سے مقصود کیفیت سلام کو بیان کرنا ہے کہ ذمی کو اگر خط لکھے تو اس کو سلام کیسے لکھا جائے، حدیث سے معلوم ہوا کہ بجائے السّلام علیك کے السّلام علی من اتبع الھدی لکھنا چاہئے، میں نے حضرت رائے پوری شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعض مکاتیب کی زیارت کی بنام حضرت شیخ تو اس میں دیکھا کہ حضرت اپنے نام سے ابتداء فرماتے تھے، از احقر عبد القادر۔

۲۸- بَابٌ فِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

۵۱۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ، إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ».

ترجمة حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا مگر اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کو غلام دیکھے تو اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دے۔

تخریج صحيح مسلم - العتق (١٥١٠) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٠٦) سنن أبي داود - الأدب (٥١٣٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٥٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠)

شرح الحدیث لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ، إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ، یعنی کوئی بیٹا اپنے باپ کا پورا حق نہیں ادا کر سکتا مگر اس صورت میں کہ کوئی شخص اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے پس وہ اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١١ ص ٤٨

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٥ ص ١٤٤

۵۱۳۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِي الْحَارِثُ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ: لِي طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طَلِّقْهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی میں اس سے محبت کرتا تھا لیکن میرے والد حضرت عمرؓ اس عورت کو (کسی دینی شرعی وجہ سے) ناپسند فرماتے تھے تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس عورت کو طلاق دے دو تو میں نے اس بات کو نہ مانا تو حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر! اس عورت کو طلاق دے دو۔

تخریج: جامع الترمذي - الطلاق (۱۱۸۹) سنن أبي داود - الأدب (۵۱۳۸) سنن ابن ماجه - الطلاق (۲۰۸۸)

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھ کو تو محبت تھی لیکن میرے والد عمرؓ اس کو نہیں چاہتے تھے انہوں نے مجھ سے ایک مرتبہ کہا کہ اس کو طلاق دیدے، میں اس پر تیار نہ ہوا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کے طلاق کا حکم فرمایا۔

۵۱۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: مَنْ أَبَرُّ؟ "قَالَ: أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ، فَالْأَقْرَبَ"، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ، فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ، إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْأَقْرَعُ: الَّذِي ذَهَبَ شَعْرُ رَأْسِهِ مِنَ السُّمِّ".

ترجمہ: بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے (بہز کے داد معاویۃ بن جندۃ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ پھر اپنی ماں کے ساتھ پھر اپنی ماں کے ساتھ پھر اپنے باپ کے ساتھ پھر جو قریبی رشتہ دار ہو پھر اس کے بعد جو تمہارا قریبی رشتہ دار ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنے آزاد کردہ غلام سے وہ مال طلب کرے جو اس کی ضرورت سے زیادہ ہو پھر وہ اس کو نہ دے مگر روز قیامت اس ضرورت سے زائد مال کو جو اس نے نہیں دیا تھا ایک گنجے سانپ کی شکل میں اس کے سامنے لایا جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (۱۸۹۷) سنن أبي داود - الأدب (۵۱۳۹) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳/۵)

شرح الحدیث: حضرت معاویۃ بن حیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کس کے ساتھ بر یعنی احسان وسلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، اور اس کو تین بار فرمایا۔ اور اسکے بعد فرمایا کہ پھر اپنے باپ کے ساتھ۔

اور باپ کے بعد پھر اس شخص کے ساتھ جو اور رشتہ داروں میں زیادہ قریب ہو، حاشیہ بذل [1] میں ہے: قال العینی (ج ۱۰ ص ۳۲۲) فیہ حجۃ علی ان طاعۃ الأم مقدمۃ . وفی الکوکب الدری ان الأب مقدم فی الطاعۃ اھ قلت: وبہ صرح فی کراھیۃ العالمگیریہ (ج ٤ ص ٢٤٦) . الی آخر ما فی الحاشیۃ، کوکب (ج ٢ ص ١٦) میں یہ ہے: احسان اور حسن سلوک میں ماں کا درجہ مقدم ہے باپ پر اور تعظیم و اطاعت میں باپ کا، اور اس کے حاشیہ میں ہے: قال مشایخنا الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمۃ۔

لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ، فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ، إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ: اس حدیث میں مولی سے مراد مولی الاعلی اور مولی الاسفل دونوں ہو سکتے ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے آزاد کردہ غلام سے کسی ایسے مال کا سوال کرے کہ وہ اسکی ضرورت سے زائد ہے اور اسکے باوجود وہ اسکو دینے سے انکار کر دے تو قیامت کے دن اسکے اس مال کو بلایا جائے گا جو گنجا یعنی سخت زہریلا سانپ بن کر سامنے آئے گا، اور دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ کسی کا آزاد کردہ غلام اپنے مولی سے ایسے مال کا سوال کرے جو اس سے زائد ہے الخ۔

٥١٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُرَّةَ، حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ مَنْفَعَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: «أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِي يَلِي ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُولَةٌ».

ترجمہ: کلیب بن منفعہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کروں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ اور اپنے رشتہ دار کے ساتھ یہ تمہارے اوپر لازمی حق ہے اور یہ وہ رشتہ داری جس کو جوڑنے حکم ہے۔

٥١٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح، وحَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: «يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَلْعَنُ أَبَاهُ، وَيَلْعَنُ أُمَّهُ، فَيَلْعَنُ أُمَّهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اکبر الکبائر میں یہ گناہ داخل ہے کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٧٦

آدمی اپنے والدین کو لعنت کرے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اپنے ماں باپ پر آدمی لعنت کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص کسی کے باپ پر لعنت بھیجے تو وہ شخص جواب میں اس کے پر لعنت کرے۔

تخریج: صحیح البخاري - الأدب (٥٦٢٨) صحیح مسلم - الإيمان (٩٠) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٠٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١٤١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٤/٢)

شرح الحدیث: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ الخ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے یہ بات کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے اور ان کیلئے بد دعاء کرے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طور پر کہ وہ شخص کسی کے باپ پر لعنت بھیجے یا کسی کی ماں پر، اور وہ پھر اس کے جواب میں اس کے باپ یا ماں پر لعنت بھیجے۔

٥١٤٢ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: «نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا».

ترجمہ: مالک ابن ربیعہ الساعدی فرماتے ہیں کہ اس دوران کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین کے انتقال کے بعد اب کوئی ایسی صورت ہے کہ میں ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اپنے والدین کیلئے دعاء رحمت کرنا ان کیلئے استغفار کرنا ان کی وصیت پر عمل در آمد کرنا اور صرف والدین کی وجہ سے جس رشتہ کو جوڑا جاتا ہے اس ناطے رشتہ کو جوڑنا اور والدین کے دوستوں کی خاطر مدرارت کرنا (ان کاموں کے ذریعہ والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جا سکتا ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٤٢) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٦٤)

شرح الحدیث: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے والدین کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرنے کی کوئی صورت باقی رہتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں باقی رہتی ہے ان کیلئے دعائے رحمت اور استغفار کرنا، ان کی وصیت کو پورا کرنا، اور اس رشتہ کو جوڑنا جو نہیں جوڑا جا رہا ہے مگر والدین کی وجہ سے یعنی صرف والدین کی وجہ سے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ان رشتہ داروں سے اس صلہ رحمی کرنے والے کا کوئی براہ راست رشتہ نہ ہو، جیسے نسبی ماں باپ کے رضاعی ماں باپ کہ اس کا ان سے براہ راست نو رشتہ ہے نہیں

وہ اسکے اصول میں نہیں بلکہ ان سے جو کچھ رشتہ ہے اسکے ماں باپ ہی کا ہے مگر یہ شخص ان کے ساتھ سلوک اپنے ماں باپ ہی کی وجہ سے کر رہا ہے، اس مضمون کی ادائیگی کیلئے بیہقی کی روایت کے الفاظ زیادہ واضح ہیں: وَصِلَةُ رَحِمِهِمَا الَّتِي لَا رَحِمَ لَكَ إِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا[1]، آگے حدیث میں ہے اور والدین کے دوست احباب کا اکرام کرنا۔

٥١٤٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْمَرْءِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ، بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والد کے انتقال کے بعد (یا اسکی عدم موجودگی میں) سب سے بڑا حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد سے محبت کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

تخریج: صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٥٢) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٠٣) سنن أبي داود - الأدب (٥١٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٨/٢)

شرح الحديث: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْمَرْءِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ، بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ، یہ حدیث اور اوپر والی حدیث کا آخری جملہ وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا دونوں ہم معنی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی حدیث میں والدین کے دوستوں کے ساتھ اکرام کو بر الوالدین قرار دیا ہے اور یہاں اس کو علی وجہ المبالغہ أَبَرَّ الْبِرِّ کہا گیا ہے، یعنی بہت بڑا حسن سلوک۔

٥١٤٤- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ، أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، «إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ»، فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوا: هَذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ.

ترجمہ: ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو مقام جعرانہ پر دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم کر رہے تھے اور میں اس دن نوعمر لڑکا تھا میں اونٹ کی ہڈی اٹھایا کرتا تھا کہ ایک عورت وہاں آئی جب وہ قریب پہنچی تو حضور ﷺ نے ان کے لئے چادر بچھائی تو وہ اس پر بیٹھ گئیں میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون خاتون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں (حلیمہ سعدیہؓ)۔

شرح الحديث: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ الخ، ابو الطفیل صحابیؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میرے سامنے کا ہے جب میں نے دیکھا حضور ﷺ کو جعرانہ میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے اور میں اس وقت نوعمر لڑکا ہی تھا میں بھی

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الجنائز - باب الولي يبر قريبه بعد موته بالصلاة عليه والاستغفار له ٦٨٩٣ - ج ٤ ص ٤٥

اس اونٹ کی ہڈی اٹھارہا تھا کہ اچانک ایک خاتون آئیں جو حضور ﷺ کے پاس آگئیں جن کیلئے آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں ہیں یعنی حلیمہ سعدیہؓ۔

٥١٤٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ».

ترجمہ: عمر بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے رضاعی والد آگئے تو آپ ﷺ نے ان کیلئے کپڑا کا کچھ حصہ بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ نے ان کیلئے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئیں پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو حضور ﷺ انکے اکرام میں کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا (یہ روایت عمر بن السائب سے مروی ہے جو تابعین سے نقل کرتا ہے لہٰذا یہ معضل ہے)۔

شرح الحدیث: اور اسکے بعد والی (مذکورہ) روایت میں ہے کہ ایک روز آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے رضاعی باپ حارث بن عبد العزی آئے تو آپ ﷺ نے اپنے کپڑے کا کچھ حصہ ان کیلئے بچھا دیا وہ اس پر بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ کی رضاعی ماں آئیں تو آپ ﷺ نے ان کیلئے بھی اپنے کپڑے کا ایک حصہ دوسری جانب سے بچھا دیا وہ اس پر بیٹھ گئیں، کچھ دیر بعد آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عبد اللہ پہنچ گئے تو آپ ﷺ انکی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انکو آپ علیہ السلام نے اپنے سامنے بٹھالیا۔

٢٩- بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتِيمًا

یتیموں کی پرورش کرنے کی فضیلت کے بیان میں

٥١٤٦- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنِ ابْنِ حُدَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا - قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ" وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُورَ.

ترجمہ: عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس بیٹی ہو جس کو اس نے نہ

زندہ دفن کیا اور نہ ہی اس کو ذلیل کیا (بے حرمتی کی) اور نہ لڑکے کو اس لڑکی پر ترجیح دی۔ راوی کہتا ہے ولد سے مراد نرینہ اولاد ہے تو اللہ پاک اس شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے...... عثمان استاد نے یعنی الذکور کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٥١٤٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٣/١)

شرح الحدیث جس شخص کیلئے کوئی لڑکی ہو یعنی اس کی بیٹی ایسی کہ جس کو اس نے نہ زندہ درگور کیا ہو اور نہ اس کی بے حرمتی کی ہو اور نہ اولاد ذکور کو اس پر ترجیح دی ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔

٥١٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْأَعْشَى، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُكْمِلٍ الزُّهْرِيُّ» ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے تین بیٹیوں کی تربیت کی اور ان کو اچھا ادب سکھلایا اور ان کی شادیاں کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا (ان کو محبت سے رکھا، کھانے میں پہناوے میں ہر چیز میں ان کا خیال کیا) تو اس کے لئے جنت ہے۔

٥١٤٨- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: «ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ».

ترجمہ سہیل سے اسی سند کے ساتھ ہم معنی حدیث مروی ہے...... راوی کہتا ہے: تین بہنیں ہوں یا تین بیٹیاں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں (یہ سب حدیث کے عموم میں داخل ہیں)۔

تخریج جامع الترمذي - البر والصلة (١٩١٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١٤٧)

٥١٤٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ بْنُ قَهْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ «امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ، وَجَمَالٍ، حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا».

ترجمہ عوف بن مالک الاشجعیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور پراگندہ چہرے والی عورت روز قیامت ایسے ہونگے...... یزید راوی نے درمیانی انگلی اور شہادت والی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا (پراگندہ رخساروں والی عورت سے مراد) وہ عورت جو اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے بیوہ ہو جائے وہ معاشرے میں عزت اور مقام بھی رکھتی ہو اور خوبصورت بھی ہو لیکن اس نے اپنے آپ کو اپنے یتیم بچوں کی وجہ سے روکے رکھا (ان کی پرورش میں لگی رہی) یہاں تک وہ بچے اس سے جدا ہو جائیں (بالغ ہو کر خود کفیل بن جائیں) یا مر جائیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩/٦)

شرح الحديث: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنی دوانگلیاں اٹھا کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں اور وہ بیوہ عورت بدنما خدین والی (یعنی بیوگی کی وجہ سے مرجھائے ہوئے چہرے والی) بروز قیامت دونوں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے، پھر آگے آپ نے اس بیوہ کی صفت بیان فرمائی کہ وہ شوہر والی عورت جو بے شوہر ہو گئی ہو خوبصورت اور باحیثیت، جس نے اپنے آپ کو روکے رکھا اپنے یتیم بچوں کی دیکھ بھال خدمت اور پرورش کے لئے، یہاں تک کہ وہ اس سے جدا ہو جائیں یعنی بڑے ہو کر اور یا مر جائیں۔

اس حدیث سے یتیم بچوں کی خدمت کی فضیلت صاف ظاہر ہو رہی ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے۔

٣٠ - بَابٌ فِي مَنْ ضَمَّ الْيَتِيمَ

جو شخص یتیم کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائے اس کی فضیلت کا بیان

٥١٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ» وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ.

ترجمہ: حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفایت کرنے والا شخص جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دوانگلیاں ملائیں درمیان والی انگلی اور وہ انگلی جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٩٨) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٥٩) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٣/٥)

شرح الحديث: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ، جو شخص کسی یتیم بچہ کی کفالت کرے آپ ﷺ نے اپنی دوانگلیاں اٹھا کر ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور وہ جنت میں اس طرح جائیں گے، اس سے مراد درجات جنت کا قرب نہیں ہے بلکہ دخول جنت کا قرب مراد ہے کذا قالوا۔

٣١ - بَابٌ فِي حَقِّ الْجِوَارِ

پڑوسیوں کے حقوق کا بیان

٥١٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ».

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کی مسلسل وصیتیں کرتے رہے

یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کا وارث بنانے حکم دیں گے۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٦٦٨) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦٢٤) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥١) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٧٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٩١)

شرح الحديث مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ، حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ کو پڑوسی کے حقوق کے بارے میں وصیت فرماتے رہے اتنی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے۔

٥١٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ ذَبَحَ شَاةً فَقَالَ: أَهْدَيْتُمْ لِجَارِي الْيَهُودِيِّ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ».

ترجمہ مجاہد کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو نے ایک بکری ذبح کی اور پھر ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے میرے یہودی پڑوسی کو بھی اس میں سے کچھ گوشت ہدیہ کیا ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جبرئیل علیہ السلام مجھ کو پڑوسی کے متعلق حسن سلوک کی مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ وہ پڑوسی کو وراثت میں شریک کرنے کا حکم دیں گے۔

تخریج جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٣) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٢)

شرح الحديث اور اس کے بعد کی روایت میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے یہاں ایک مرتبہ بکری ذبح کرائی تو اس کے بارے میں اپنے گھر والوں سے پوچھا کہ اپنے یہودی پڑوسی کیلئے بھی اس میں سے گوشت ہدیہ کیا ہے یا نہیں، اور اس کے بعد پھر اوپر والی حدیث کا مضمون بیان کیا۔

٥١٥٣- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: «اذْهَبْ فَاصْبِرْ» فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: «اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ» فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ: فَعَلَ اللهُ بِهِ، وَفَعَلَ، وَفَعَلَ، فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرَى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے پڑوسی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ پڑوسی کی ایذاء رسانی پر صبر کرو یہ شخص پھر دو تین مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ اپنا سامان راستے میں ڈال دو تو اس شخص نے اپنا سامان راستے میں رکھ دیا تو راستے گزرتے لوگ اس سے پوچھنے لگے (کہ تم نے اپنا سامان راستے میں کیوں رکھا) تو یہ شخص اپنا سارا واقعہ ان کو بتا دیتا تو لوگ اس کے پڑوسی کو لعنت بھیجتے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا ایسا کرے، تو اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا (اور معذرت کرنے لگا) اس نے کہا کہ اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ تم مجھ سے کوئی ناپسندیدہ

بات نہیں دیکھو گے۔

شرح الحديث: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ الخ، ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اپنے پڑوسی کی شکایت کرتے ہوئے جو انکو ستاتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جا صبر کر، اسکے بعد بھی وہ دوسری یا تیسری مرتبہ آیا تو اس وقت آپ ﷺ نے اس سے یہ فرمایا کہ اچھا ایسا کر کہ اپنے گھر کا سارا سامان نکال نکال کر راستہ پر رکھ، وہ گیا اور جا کر اپنا سامان ایک ایک کر کے گھر سے باہر نکال کر گلی میں رکھنے لگا، اب رستہ چلنے والوں نے اس سے پوچھنا شروع کیا کہ کیا بات ہے تم ایسا کیوں کر رہے ہو وہ ان سے بتا دیتا کہ پڑوسی کی ایذاء کی وجہ سے، لوگ یہ سن کر اس پڑوسی کو بددعاء دیتے برا بھلا کہتے، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے گھر آجا آئندہ کوئی ایسی ناگوار بات پیش نہیں آئے گی، اس پر مجھے ایک قصہ یاد آیا جو بچپن میں والد صاحب مرحوم سے سنا تھا کہ ایک مولوی صاحب نے ایک شخص سے خربوزے خریدے جس کے بارے میں اس نے بڑے وثوق سے کہا کہ بڑے میٹھے ہیں وہ لے کر گھر چلے آئے وہاں جب ان کو چکھ کر دیکھا تو وہ پھیکے نکلے وہ ان کو لے کر بیچنے والے کے پاس آئے واپس کرنے کیلئے، اس نے واپس لینے سے انکار کر دیا کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں، وہ مولوی صاحب اسکے پاس خربوزوں کو سامنے رکھ کر اسکے برابر میں بیٹھ گئے اور جب کوئی گاہک اسکے پاس خریدنے کیلئے آتا تو وہ مولوی صاحب اس گاہک سے فرماتے کہ اگر نمونہ دیکھنا چاہو تو یہ ہے، وہ چکھنے کے بعد واپس چلا جاتا اور نہ خریدتا دو تین گاہک اسی طرح اس کے لوٹ گئے جب خربوزے والے نے یہ دیکھا تو اس نے عاجز آکر کہا کہ مولوی صاحب اپنے پیسے لو اور ان کو پیسے دیکر چلتا کیا۔

٥١٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔

تخریج: صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٧٢) صحيح مسلم - الإيمان (٤٧) جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٥٠٠) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٤) سنن ابن ماجه - الفتن (٣٩٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٧)

٥١٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّ لِي جَارَيْنِ بِأَيِّهِمَا أَبْدَأُ، قَالَ: «بِأَدْنَاهُمَا بَابًا» قَالَ أَبُو

داؤد: «قَالَ شُعْبَةُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ طَلْحَةُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ».

ترجمة: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کس کو ہدیہ دینے میں پہل کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے پہلے راوی طلحہ قبیلہ قریش کے ایک شخص ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الشفعة (٢١٤٠) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٧٤) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٥/٦).

٣٢ - بَابٌ فِي حَقِّ الْمَمْلُوكِ

غلام کے حقوق کا بیان

٥١٥٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: كَانَ آخِرُ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللَّهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ».

ترجمة: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آخری گفتگو میں یہ فرمان بھی تھا کہ نماز کا اہتمام کرو نماز کا اہتمام کرو اور غلام باندیوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٦) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٦٩٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٧٨/١)

شرح الحديث: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آنحضرت ﷺ کا آخری کلام یہ تھا کہ نماز کا اہتمام کرو، اور خادموں اور غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

٥١٥٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ غَلِيظٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: يَا أَبَا ذَرٍّ، لَوْ كُنْتَ أَخَذْتَ الَّذِي عَلَى غُلَامِكَ فَجَعَلْتَهُ مَعَ هَذَا فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَ غُلَامَكَ ثَوْبًا غَيْرَهُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ إِنِّي كُنْتُ سَابَبْتُ رَجُلًا وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَشَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ» قَالَ: «إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فَضَّلَكُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ».

ترجمة: معرور بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاریؓ کو مقام ربذہ میں دیکھا کہ انکے اوپر ایک گاڑھی سی چادر تھی (جس کو وہ اوڑھے ہوئے تھے) اور ان کے غلام نے بھی ویسی ہی چادر اوڑھ رکھی تھی تو جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اے ابوذر! آپ نے اپنے غلام کو جو چادر دی ہے اس کو لے کر اپنی چادر کے ساتھ (بطور شلوار) استعمال کر لیتے تو اس طرح آپ کا ایک ہی قسم کا پورا جوڑا بن جاتا اور آپ اپنے غلام کو کوئی اور کپڑا پہنا دیتے، تو ابوذر غفاریؓ نے فرمایا: میں نے ایک شخص کو برا بھلا کہا تھا (اس

شخص سے مراد حضرت بلالؓ ہیں) اس کی ماں عجمی تھی تو میں نے اس کو اس کی ماں کے ساتھ عار دلائی (بعض روایت میں آتا ہے کہ یوں کہا: اے کالی عورت کے بیٹے!) تو اس شخص نے حضور ﷺ سے میری شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! تم ایسے شخص ہو کہ جس میں زمانہ جاہلیت کی بعض عادتیں موجود ہیں پھر ارشاد فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہیں (کہ تمہیں ان کا مالک بنادیا) پس تم میں جس شخص کی اپنے غلام کے ساتھ مزاج میں ہم آہنگی نہ ہو تو اس غلام کو بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا مت کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الإيمان (٣٠) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٠٣) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦١) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦١/٥)

شرح الحدیث: معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو مقام ربذہ میں، جہاں انہوں نے سکونت اختیار فرما رکھی تھی، اس طرح دیکھا کہ ان پر ایک موٹی سی چادر تھی (اور لنگی کسی اور طرح کی تھی) اور جیسی چادر خود اوڑھ رکھی تھی ایسی ہی ایک ان کے غلام پر بھی تھی، تو ان سے لوگوں نے عرض کیا کہ تم نے بے جوڑ لباس پہن رکھا ہے یہ چادر اوپر اوڑھنے کیلئے جو غلام کو دے رکھی ہے اس کو اپنا تہبند بنالیجئے تاکہ تمہارے دونوں کپڑے ایک سے ہو جائیں، چادر اور لنگی۔ ایک طرح کے دو کپڑوں کو حلّہ کہا جاتا ہے، اور اپنے اس غلام کو اوڑھنے کیلئے کوئی دوسری چادر دیدیجئے، تو اس پر انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ میں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو گالی دیدی تھی جس کی ماں عجمی تھی، میں نے اس کو اس کی ماں پر عار دلائی تھی، لکھا ہے کہ اس شخص سے مراد حضرت بلالؓ ہیں انہوں نے ایک مرتبہ ان کو اس طرح کہہ دیا تھا: يَا ابْنَ السَّوْدَاءِ [1]، کہ اے کالی کلوٹی کے بیٹے، انہوں نے جا کر میری شکایت حضور ﷺ سے کی، اس پر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ الخ کہ اے ابوذر! تیرے اندر ابھی جاہلیت کی بعض خصلتیں باقی ہیں یعنی خود بینی اور دوسرے کو عار دلانا، اور پھر فرمایا آپ نے کہ یہ جو تمہارے پاس تمہارے غلام ہیں یہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں یعنی ایک باپ آدم علیہ السلام کی سب اولاد ہیں، وقتی طور سے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے، تو تم میں سے جس شخص کا جو غلام اس کی موافقت نہ کرے اس کو بیچ ڈالو اپنے پاس مت رکھو، اور اس کو اپنے پاس رکھ کر عذاب میں مبتلا مت کرو۔

٥١٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا عَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ أَخَذْتَ بُرْدَ غُلَامِكَ إِلَى بُرْدِكَ فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَهُ ثَوْبًا غَيْرَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيَكْسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ.

---

[1] الجامع لشعب الإيمان للبيهقي — ج ٧ ص ١٣١

ترجمہ: معرور کہتے ہیں کہ ہم مقام ربذہ میں ابو ذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ابو ذرؓ کے جسم پر ایک چادر ہے اور ان غلام بھی اسی طرح کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں تو ہم نے عرض کیا کہ اے ابو ذر! اگر آپ اپنے غلام کی چادر لے کر اپنی چادر کے ساتھ استعمال کر لیتے تو یہ آپ کو پورا جوڑا بن جاتا اور آپ اپنے غلام کو دوسرا کپڑا پہنا دیتے تو ابو ذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ پاک نے ان کو تمہارے ماتحت کیا ہے پس جس کا بھائی اس کی ماتحتی میں ہو (غلامی میں ہو) تو جو خود کھائیں وہ اس کو کھلائیں اور جو خود پہنیں وہ اس کو پہنائے (یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں) اور اس کو ایسے کام کا حکم نہ دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو...... اگر اس نے اس کو ایسے کام کا حکم دیا جو اس کی طاقت سے باہر ہے تو اس کی مدد کریں...... امام ابو داودؒ فرماتے ہیں ابن نمیر نے اعمشؒ سے اس طرح نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٣٠) صحيح البخاري - العتق (٢٤٠٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٠٣) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦١) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٥) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٨) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٩٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٥٨/٥)

٥١٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا «اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ» قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: مَرَّتَيْنِ «لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ» فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى، قَالَ: «أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَعَتْكَ النَّارُ» أَوْ «لَمَسَّتْكَ النَّارُ».

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ اے ابو مسعود! خبردار ہو جاؤ...... ابن مثنی استاد نے کہا کہ دو مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا...... اللہ پاک تم پر اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے جتنا تمہارا اس غلام پر ہے...... تو میں متوجہ ہوا تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ تھے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کہ یہ اللہ کی رضا کیلئے آزاد ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تم پر لپٹ جاتی یا ارشاد فرمایا جہنم کی آگ تمہیں چھو لیتی۔

٥١٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ نَحْوَهُ قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي أَسْوَدَ بِالسَّوْطِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْعِتْقِ.

ترجمہ: اعمش نے اپنی سند کے ساتھ اسی کے ہم معنی حدیث نقل کی ہے اس میں اعمش کے شاگرد عبد الواحد نے کوڑے کے لفظ کا اضافہ کیا کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا...... (دوسرا فرق یہ ہے کہ) عبد الواحد نے غلام کو آزاد کرنے کا ذکر نہیں کیا (جیسا کہ گزشتہ حدیث میں اعمش کے شاگرد ابو معاویہ نے هو حر لوجه الله ذکر کیا تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٩) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٨) سنن أبي داود - الأدب (٥١٥٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٣/٥)

شرح الأحاديث: ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کی پٹائی کر رہا تھا تو میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی اے ابو مسعودؓ جان لے، اور دو مرتبہ یہ آواز سنی۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ تجھ پر زیادہ قادر ہے بہ نسبت تیرے اس غلام پر قادر ہونے کے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اسکی پٹائی کوڑے سے کر رہا تھا، میں نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے، میں نے آپ کو دیکھتے ہی عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ غلام اللہ تعالیٰ کیلئے آزاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھ کو جہنم کی آگ چھوتی۔

٥١٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لَاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ، فَبِيعُوهُ، وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے غلاموں میں جو تمہارے مزاج سے ہم آہنگ ہوں تو ان کو جو خود کھاتے ہو وہ کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو ویسا پہناؤ اور تمہارے غلاموں میں جو غلام تمہارے مزاج کے موافق نہ ہو تو اس کو بیچ دو اور اللہ رب العزت کی مخلوق کو عذاب مت دو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٦١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦٨/٥)

شرح الحديث: حضرت ابو ذرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے غلاموں میں سے جو غلام تمہارے موافق پڑے، اس سے مناسب ہو تو اس کو ایسا ہی کھلاؤ اور پہناؤ جیسا کہ تم کھاتے اور پہنتے ہو، اور جو تمہارے موافق نہ پڑے تو اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دو، اپنے پاس نہ رکھو، کیونکہ اپنے پاس رکھنے کی صورت میں اس کے ساتھ بار بار تنبیہ اور پٹائی کی نوبت آئے گی جیسا کہ آگے فرما رہے ہیں: وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ۔

٥١٦٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ بَعْضِ بَنِي رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ».

ترجمہ: رافع بن مکیث سے مروی ہے...... یہ رافع حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلام اور ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا برکت کا باعث ہے (کہ وہ بھی تمہاری اچھی خدمت کریں گے) اور غلاموں کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنا نحوست کا باعث ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٢/٥٠)

شرح الحدیث: کہ اپنے ماتحتوں اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا موجب خیر و برکت ہے، اور بد خلقی نحوست ہے۔

٥١٦٣- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ عَمِّهِ الْحَارِثِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ رَافِعٌ، مِنْ جُهَيْنَةَ قَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ».

ترجمہ: حارث بن رافع مکیث سے مروی ہے...... حضرت رافع کا تعلق قبیلہ جہینہ سے تھا اور غزوہ حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے...... حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا موجب خیر برکت ہے اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آنا نحوست کا باعث ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٢/٥٠)

٥١٦٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا حَدِيثُ الْهَمْدَانِيِّ وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ جُلَيْدٍ الْحَجْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ، فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: «اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے غلام اور باندی سے کتنی بار عفو اور در گزر کریں تو حضور ﷺ خاموش رہے پھر اس نے وہی بات دوبارہ دہرائی تو حضور ﷺ خاموش رہے تیسری مرتبہ اسکے کہنے پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر روزانہ ستر مرتبہ اپنے غلام سے در گزر کرو۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٩) سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٤)

شرح الحدیث: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ اپنے خادموں سے کتنا در گزر کریں یعنی ان کی کوتاہیوں پر، آپ ﷺ خاموش رہے اس نے پھر وہی عرض کیا، اس پر بھی آپ ﷺ خاموش رہے پھر تیسری بار اسکے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دن ستر مرتبہ در گزر کر۔

٥١٦٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْقَاسِمِ نَبِيُّ التَّوْبَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَدًّا» قَالَ مُؤَمَّلٌ: حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنِ الْفُضَيْلِ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے أَبُو الْقَاسِمِ نَبِيُّ التَّوْبَةِ (یعنی کثرت سے توبہ کرنے والے پیغمبر یا یہ مطلب

ہے کہ بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر توبہ کی) نے خبر دی کہ جو شخص اپنے غلام کو ایسی تہمت لگائے کہ جس تہمت سے وہ غلام بری ہو تو روز قیامت اس آقا کو اس بہتان باندھنے کی سزا دی جائے گی..... موئل استاد نے حدثنا عیسی کے بعد دوسرے الفاظ سے حدیث نقل کی کہ عن الفضل کہا (اس سے پہلے استاد ابراہیم بن موسی نے حدثنا فضیل کہا تھا دوسرا فرق یہ ہے) عن ابن غزوان کا اس کے بعد اضافہ کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحدود (٦٤٦٦) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٦٠) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٤٧) سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٤٣١)

شرح الحدیث: یعنی جو مولی اپنے غلام پر تہمت لگائے زنا وغیرہ کی اور حال یہ ہے کہ وہ غلام اس سے بری ہے تو اس مولی پر قیامت کے دن حد قذف جاری ہو گی۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں تو جاری نہیں ہو گی چنانچہ مسئلہ بھی یہی ہے لیکن آخرت میں جاری ہو گی۔

٥١٦٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا نُزُولًا فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَفِينَا شَيْخٌ فِيهِ حِدَّةٌ وَمَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ، فَلَطَمَ وَجْهَهَا؟ فَمَا رَأَيْتُ سُوَيْدًا أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ ذَاكَ الْيَوْمَ، قَالَ: عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا؟ لَقَدْ رَأَيْتُنَا سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ وَلَدِ مُقَرِّنٍ، وَمَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَ أَصْغَرُنَا وَجْهَهَا، «فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِتْقِهَا».

ترجمہ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم سوید بن مقرن ؓ کے گھر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے ہمارے ساتھ ایک معمر شخص تھے کہ جس کے مزاج میں تیزی تھی..... اس کی ایک لونڈی تھی تو اس معمر شخص نے اس لونڈی کے منہ پر تھپڑ مار دیا..... تو ہلال کہتے ہیں کہ میں نے سوید کو اس دن سے زیادہ غصہ میں کبھی نہیں دیکھا انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس باندی کے چہرے کی کھال کے علاوہ مارنے کیلئے کوئی جگہ نہیں ملی تھی..... تحقیق ہمارا حال یہ تھا کہ ہم مقرن کی سات اولاد تھے اور ہمارا صرف ایک ہی خادم تھا تو ہمارے سب سے چھوٹے بھائی نے اس باندی کے چہرے پر تھپڑ مار دیا تو حضور ﷺ نے اس باندی کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

تخریج: صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٨) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤٤٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٤٤٤)

شرح الحدیث: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم سوید بن مقرن ؓ کے یہاں اترے ہوئے یعنی ٹھہرے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک بڑے میاں تھے جن کے مزاج میں تیزی تھی اور ان کے ساتھ ایک باندی بھی تھی، ایک دن اس شیخ نے اس جاریہ کے طمانچہ مار دیا، تو ہلال کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی سوید کو اتنا غضب ناک نہیں دیکھا، اور فرمایا انہوں نے اس

شخص سے کہ تیرے لئے اس کا لطیف چہرہ ہی مارنے کے لئے رہ گیا تھا یعنی بدن کے کسی اور حصہ پر نہیں مار سکتا تھا (اس لئے کہ چہرہ پر مارنے سے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے) اور پھر انہوں نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ہم مقرن کے سات بیٹے تھے جو ایک جگہ رہتے تھے اور ہم سب کے پاس مشترک ایک ہی خادم تھا تو ہمارے سب سے چھوٹے بھائی نے ایک مرتبہ اس خادم کے چہرہ پر مار دیا تھا تو حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ہمیں حکم فرمایا تھا اس کو آزاد کرنے کا۔

اس حدیث میں لفظ حُرُّ آیا ہے شرح میں لکھا ہے حر کل شئ أفضله وأرفعه [1]۔

٥١٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ: لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَدَعَاهُ أَبِي وَدَعَانِي، فَقَالَ: اقْتَصَّ مِنْهُ، فَإِنَّا مَعْشَرَ بَنِي مُقَرِّنٍ كُنَّا سَبْعَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَهَا رَجُلٌ مِنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْتِقُوهَا» قَالُوا: إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا خَادِمٌ غَيْرَهَا، قَالَ: «فَلْتَخْدُمْهُمْ حَتَّى يَسْتَغْنُوا، فَإِذَا اسْتَغْنَوْا فَلْيُعْتِقُوهَا».

ترجمہ: معاویہ بن سوید مقرن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو تھپڑ مارا تو میرے والد نے مجھے اور اس غلام کو بلوایا اور اس غلام سے کہا کہ تو اس سے بدلہ لے...... (اسکے بعد اپنا واقعہ سنایا) کہ ہم بنی مقرن کا خاندان عہد نبوی میں سات افراد تھے ہمارا صرف ایک ہی خادم تھا (خادم کا اطلاق غلام اور باندی دونوں پر ہوتا ہے یہاں پر خادم سے مراد باندی ہے) تو ہم میں سے ایک شخص نے اس باندی کے منہ پر تھپڑ مارا تو حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس کہا کہ اس باندی کو آزاد کر دو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس اس باندی کے علاوہ کوئی خادم نہیں ہے تو حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تک ان لوگوں کو ضرورت پڑے تو یہ باندی ان کی خدمت کرے اور جب ان کو خدمت کی ضرورت نہ رہے تو وہ اس باندی کو آزاد کر دیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٨) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٤٢) سنن أبي داود - الأدب (٥١٦٧) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٤/٥)

٥١٦٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ زَاذَانَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا لَهُ فَأَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ عُودًا، أَوْ شَيْئًا، فَقَالَ: مَا لِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ، أَوْ ضَرَبَهُ، فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ».

ترجمہ: زاذان کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے اس وقت اپنے ایک غلام کو آزاد کیا تھا...... تو عبد اللہ بن عمرؓ نے زمین پر سے ایک تنکا یا اس طرح کی کوئی شئ اٹھائی اور پھر فرمایا: مجھے اس غلام کو آزاد کرنے میں اس تنکے کے برابر بھی ثواب نہیں میں نے حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنے غلام کو منہ پر تھپڑ مارے یا اس کی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٠٣.

پٹائی کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

تخریج: صحیح مسلم - الأیمان (۱۶۵۷) سنن أبي داود - الأدب (۵۱۶۸) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲/۲۵)

شرح الحدیث: زاذان کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا اور اسی وقت انہوں نے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا تھا، اس کے بعد انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ مجھ کو اس آزاد کرنے میں اس تنکے کے برابر بھی ثواب نہ ہوگا (کیونکہ انہوں نے اس غلام کے طمانچہ مار دیا تھا) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے طمانچہ مارے یا اور کسی طرح پٹائی کرے تو اس جرم کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کرے، اور مسلم کی ایک روایت میں حدیث مرفوع کے لفظ یہ ہیں: مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ [1]، یعنی جو شخص اپنے غلام کو کسی ایسے کام اور جرم پر سزاء مارے جو فی الواقع اس نے نہیں کیا تھا، یا اس کے چہرے پر مارے تو دونوں صورتوں میں اس کی تلافی کی شکل یہ ہے کہ اس کو آزاد کرے، تو حضرت ابن عمرؓ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میرا اس غلام کو آزاد کرنا بطور کفارہ کے ہے، ابتداءً غلام پر احسان کرنے کے طور پر نہیں ہے، لہٰذا اس میں مجھ کو ثواب نہ ہوگا جو غلام آزاد کرنے میں ہوتا ہے، لیکن فی نفسہ کفارہ ادا کرنا یہ بھی موجب اجر ہے تو اس حیثیت سے ثواب ملے گا، کذا فی البذل [2]، حضرت ابن عمرؓ کا منشأ ایسا کرنے سے اور اس طرح کہنے سے لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ بھی اس کا خیال رکھیں کہ غلام کے چہرے پر مارنا یا ناحق اس کی پٹائی کرنا یہ بڑا گناہ ہے۔

۳۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَمْلُوكِ إِذَا نَصَحَ

جب غلام اپنے مالک سے خیر خواہی کرے تو اس کے ثواب کا بیان

۵۱۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اللہ پاک کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔

تخریج: صحیح البخاري - العتق (۲۴۰۸) صحیح مسلم - الأیمان (۱۶۶۴) سنن أبي داود - الأدب (۵۱۶۹) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲/۱۸) موطأ مالك - الجامع (۱۸۳۹)

شرح الحدیث: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ، جو غلام اپنے آقا کا خیر خواہ ہو اسکی خدمت

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الأیمان - باب صحبة الممالیك، وکفارة من لطم عبده ۱۶۵۷

[2] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۲۰ ص ۱۰۴-۱۰۵

کرتا ہے اور اسکے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اس کیلئے دوہرا اجر ہے کتاب النکاح میں ایک حدیث گزری ہے: مَنْ أَعْتَقَ جَارِيَتَهُ وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ [1] اس کی شرح بھی دیکھ لی جائے ایک مشہور حدیث ہے: ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ اس پر کلام وہاں گزرا ہے۔

٣٤ ـ بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ مَمْلُوكًا عَلَى مَوْلَاهُ

جو شخص غلام کو اسکے آقا کے خلاف ورغلائے تو اس کی مذمت کا بیان

٥١٧٠ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی شخص کی بیوی کو اسکے خلاف ورغلائے یا اس کے غلام کو اس کے خلاف بھڑکائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود ـ الأدب (٥١٧٠) مسند أحمد ـ باقي مسند المكثرين (٣٩٧/٢)

شرح الحدیث: مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا، یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب الطلاق کے بالکل شروع میں گزری ہے بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا میں [2]۔

٣٥ ـ بَابٌ فِي الِاسْتِئْذَانِ

اجازت لینے کا بیان

استیذان یعنی دوسرے کے گھر میں اجازت حاصل کرنے کے بعد داخل ہونا، اس باب کا تعلق حجاب اور پردہ سے ہے اور پردہ کے ابواب کتاب اللباس میں گزر چکے، بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ [3]، بَابٌ فِي قَوْلِهِ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ [4]، ونحو ذلك من الابواب، حاشیۂ بذل میں ہے ونزول آیة الاستیذان فی ١٠ھ کما فی الخمیس [5].

٥١٧١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ

---

1. سنن أبي داود ـ كتاب النكاح ـ باب في الرجل يعتق أمته ثم يتزوجها ٢٠٥٣
2. سنن أبي داود ـ كتاب الطلاق ـ باب فيمن خبب امرأة على زوجها ٢١٧٥
3. نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں (سورة الأحزاب ٥٩)
4. اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر (سورة النور ٣١)
5. تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس ـ ج ٢ ص ١٤٢

حُجَرِ ❶ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ، أَوْ مَشَاقِصَ. قَالَ: «فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعَنَهُ».

ترجمة: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے کسی حجرے میں باہر سے جھانکا تو حضور ﷺ نے تیر کی دھار سے اس کی طرف اشارہ کیا، راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں گویا میں حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ اس کو تیر مارنے کے لئے ایک خفیہ موقعہ کی تلاش میں تھے۔

تخريج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٨٨) صحيح البخاري - الديات (٦٤٩٤) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٧) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٠٨) سنن النسائي - القسامة (٤٨٥٨) سنن أبي داود - الأدب (٥١٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٨/٣)

شرح الحديث: ایک شخص نے حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا نام مجھ کو کسی روایت میں صراحۃً نہیں ملا لیکن ابن بشکوال نے نقل کیا ہے کہ یہ حکم بن ابی العاص تھا مروان کا باپ ❷ یعنی ایک شخص نے آپ ﷺ کے حجروں میں سے کسی حجرہ میں باہر سے جھانکا جس کو آپ ﷺ نے دیکھ لیا تو آپ ﷺ فوراً کھڑے ہو کر اس کی طرف بڑھے ایک تیر کی نوک لیکر راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ ﷺ کسی طرح موقعہ تلاش کر رہے تھے اس شخص کے مارنے کا، اور اس کے بعد والی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ، کہ جو شخص کسی کے گھر میں جھانکے بغیر ان کی اجازت کے پس وہ لوگ اسکی آنکھ کو پھوڑ دیں تو اس کی آنکھ کا ضمان نہیں ہے وہ معاف ہے، جمہور علماء کا اسی حدیث پر عمل ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے: قال الحافظ وذهب المالكية إلى القصاص وأنه لا يجوز قصد العين ولا غيرها واعتلوا بأن المعصية لا تدفع بالمعصية وأجاب الجمهور بأن المأذون فيه إذا ثبت الإذن لا يسمى معصية ❸، حاشیۂ بذل میں مرقاۃ سے امام شافعیؒ کے اس میں دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ ضمان اس صورت میں ساقط ہے جب مالک مکان اس کو جھانکنے سے روکے اور پھر بھی وہ نہ رکے، لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس میں مطلقاً ضمان نہیں لاطلاق الحدیث ❹، اور حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ الروض المربع میں ہے کہ اس میں کوئی ضمان نہیں ھدر ہے، اور مالکیہ کا مسلک جیسا کہ الشرح الکبیر میں ہے القود في العمد والدية في الخطأ بان اراد الزجر اھ یعنی اگر جان کر آنکھ پھوڑی ہے تو اس صورت میں ان کے یہاں قصاص ہے اور اگر آنکھ پھوڑنا مقصود نہ تھا بلکہ روکنا مقصود تھا لیکن پھوٹ گئی اس صورت میں دیت ہے، مالکیہ نے اس

---

❶ قولہ من بعض حجر، وفی بعض النسخ "فی بعض حجر" وھو الانسب، وکتب الشیخ فی البذل: ولفظ البخاری من حجر فی حجر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم الاول بضم الجيم وسكون المهملة (بمعنی سوراخ) والثانی بضم المهملة وفتح الجيم، جمع حجرة اھ مختصرا.

❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٢ ص ٢٤٣

❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٢ ص ٢٤٥

❹ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٧ ص ٧١

حدیث کو تغلیظ پر محمول کیا ہے، اور حنفیہ کا مذہب بذل میں در مختار وغیرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر جھانکنے والے کو اس کے اس فعل سے روکنا بغیر فقأعین کے ممکن نہ ہو تب ضمان نہیں اور اگر ممکن ہو اس صورت میں ضمان ہے، اس میں آگے ہے ولو أدخل رأسه فرماه بحجر ففقأها لا يضمن إجماعاً إنما الخلاف فيمن نظر من خارجها، اور علامہ شامی نے معراج الدرایۃ سے اس میں وجوب ضمان نقل کیا ہے حنفیہ کے نزدیک، حضرت فرماتے ہیں فعلم بهذا أن روايات الحنفية مختلفة وليس فيها نص عن أبي حنيفة ولا عن صاحبيه[1]۔

٥١٧٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکے اور وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس کی آنکھ کا ضمان نہیں ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٦) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٨) سنن النسائي - القسامة (٤٨٦٠) سنن أبي داود - الأدب (٥١٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٦)

٥١٧٣- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلَا إِذْنَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے کے گھر میں جھانک کر دیکھ لیا تو اجازت لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٦٦)

شرح الحدیث: یعنی اگر کوئی شخص دروازہ سے باہر کھڑا ہو کر بوقت استیذان جھانک رہا ہو تو اس کو بطور عتاب کے فرمارہے ہیں کہ جب اس طرح جھانک لیا تو پھر استیذان کی کیا ضرورت باقی رہ گئی، مطلب یہ ہے کہ یہ تو ایسا ہی ہو گیا جیسے کوئی بغیر استیذان کے اندر داخل ہو جائے۔

٥١٧٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ هُزَيْلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ، - قَالَ عُثْمَانُ -: سَعْدٌ، فَوَقَفَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ - قَالَ عُثْمَانُ: مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَكَذَا - عَنْكَ - أَوْ هَكَذَا، فَإِنَّمَا الِاسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٠٨ - ١٠٩

ترجمہ: حضرت ہزیل سے مروی ہے کہ عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ آئے حضور اکرم ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کرنے لگے...... عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ وہ دروازے کے بالکل سامنے کھڑے ہو گئے...... تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: یا تو اس طرف کھڑے ہو یا اس طرف، اجازت لینے کا حکم دیکھنے ہی کی وجہ سے ہے۔

٥١٧٥- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ عَنِ النَّبِيِّ.

ترجمہ: طلحہ بن مصرف نے بھی ایک شخص کے واسطے سے حضرت سعدؓ سے سابقہ روایت کی طرح حدیث بیان کی ہے۔

٣٦- بَابُ كَيْفَ الِاسْتِئْذَانُ

اجازت لینے کے طریقہ کا بیان

یہ باب بعض نسخوں میں ہے اس جگہ اور بعض میں نہیں۔

٥١٧٦- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، أَخْبَرَهُ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ، بَعَثَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ وَجِدَايَةٍ وَضَغَابِيسَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَى مَكَّةَ فَدَخَلْتُ وَلَمْ أُسَلِّمْ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ» وَذَلِكَ بَعْدَمَا أَسْلَمَ صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ عَمْرٌو: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ صَفْوَانَ، بِهَذَا أَجْمَعَ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ. قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، أُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وقَالَ يَحْيَى: أَيْضًا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ كَلَدَةَ بْنَ الْحَنْبَلِ أَخْبَرَهُ.

ترجمہ: صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل کو حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ اور ہرن کے بچے اور چھوٹی ککڑیاں دے کر روانہ کیا...... حضور ﷺ اعلی مکہ میں تشریف فرما تھے...... کلدہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: واپس لوٹ جاؤ اور السلام علیکم کہو...... یہ واقعہ صفوان بن امیہ کے مسلمان ہونے کے بعد کا ہے...... عمرو بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ مجھے امیہ بن صفوان نے اس تمام حدیث کو کلدہ بن حنبل سے نقل کیا (اجمع بظاہر ھذا کی تاکید ہے یعنی گزشتہ ساری حدیث نقل کی) وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ (مصنف دونوں سندوں میں فرق بتلا رہے ہیں پہلی سند میں عمرو بن ابی سفیان کے بعد استاعمرو بن عبد اللہ بن صفوان تھا اور دوسری سند میں عمرو بن عبد اللہ بن صفوان کی جگہ امیہ بن صفوان ہے یہ دونوں کلدہ بن حنبل کے شاگرد ہیں تو دوسرے راوی) امیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے کلدہ بن حنبل سے

امیہ بن صفوان کہا ہے (جبکہ محمد بن بشر نے صرف ابن صفوان کہا تھا) یحییٰ بن حبیب کی روایت میں امیہ نے کلدہ بن حنبل سے سماع کی تصریح نہیں کی تھی (بلکہ وہ روایت معنعن ہے) ...... مصنف کے پہلے استاد یحییٰ بن حبیب نے یہ بھی کہا کہ عمرو بن عبداللہ بن صفوان نے ان کو بیان کیا کہ کلدہ بن حنبل نے ان کو خبر دی...... (اس آخری عبارت میں یحییٰ بن حبیب کی مختلف روایات کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ یحییٰ بن حبیب نے جب عن امیہ نقل کیا تھا وہ روایت معنعن تھی اور یہاں پر یحییٰ بن حبیب نے عمرو بن عبداللہ بن صفوان سے یہ روایت بطریق اخبار نقل کی ہے۔ (بذل المجهود)

تخريج جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧١٠) سنن أبي داود - الأدب (٥١٧٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤١٤)

شرح الحديث: کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا یہ ہدایا دے کر دودھ اور ہرن کا بچہ اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں ضغابیس جمع ہے ضغبوس کی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مکہ میں تھے حجون جہاں مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان معلاۃ ہے وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا بغیر سلام کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ اور دروازہ [1] پر پہنچ کر السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہو۔

قَالَ عَمْرٌو [2] : وَأَخْبَرَنِي ابْنُ صَفْوَانَ، بِهَذَا أَجْمَعَ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ. قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، أُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ: یہاں سے عمرو بن ابی سفیان اپنی دوسری سند بیان کر رہے ہیں اوپر سند میں آیا تھا عمرو بن ابی سفیان ان عمرو بن عبد اللہ بن صفوان اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن ابی سفیان کے دو استاذ ہیں ایک عمرو بن عبد اللہ دوسرے صفوان یعنی امیہ اور یہ دونوں روایت کرتے ہیں کلدہ بن حنبل سے اور مصنف کے اس سند میں دو استاذ ہیں ایک یحییٰ دوسرے ابن بشار یحییٰ کی روایت میں بجائے ابن صفوان کے امیہ بن صفوان ہے نام کی تصریح کے ساتھ اور ابن بشار کی روایت میں ابن صفوان تھا نیز یحییٰ کی روایت میں أَنَّ كَلَدَةَ بْنَ الْحَنْبَلِ ہے اور ابن بشار کی روایت میں عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ۔

واضح رہے کہ ہدیہ بھیجنے والے صفوان بن امیۃ بن خلف الجمحی ہیں اور جس قاصد کے ساتھ بھیجا گیا وہ کلدہ بن حنبل ہے اور کلدہ بن حنبل سے روایت کرنے والے دو ہیں ایک عمرو بن عبد اللہ بن صفوان جو شروع میں گزرے اور دوسرے امیہ بن صفوان یعنی ایک ان میں سے صفوان کا بیٹا اور دوسرا صفوان کا پوتا۔

٥١٧٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ

---

[1] اگر وہاں آپ کسی مکان یا خیمہ میں تھے ورنہ تو بظاہر نکیر صرف ترک سلام پر ہے، واللہ تعالی اعلم لم یتعرض له الشراح۔

[2] فلعمرو بن أبي سفيان استاذان احدهما عمرو بن عبد الله (حفيد صفوان) والثاني ابن صفوان (امية) وكلاهما يرويان عن كلدة، لكن قال يحيى شيخ المصنف امية بن صفوان وقال ابن بشار الشيخ الثاني للمصنف ابن صفوان، وايضاً قال يحيى في روايته ان كلدة بن حنبل، وقال ابن بشار عن كلدة.

اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتٍ فَقَالَ: أَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: " اخْرُجْ إِلَى هَذَا فَعَلِّمْهُ الِاسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ " فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ.

ترجمہ: ربعی کہتے ہیں کہ ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ گھر میں تھے تو اس نے ان الفاظ سے اجازت طلب کی کیا میں گھر میں گھس سکتا ہوں؟ تو حضور ﷺ نے اپنے خادم سے ارشاد فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ اور اس سے کہو کہ یوں کہو: السلام علیکم کیا میں گھر میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو اس شخص نے اس بات کو سن لیا تو اس نے کہا: السلام علیکم کیا میں گھر میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو حضور ﷺ نے اس کو اجازت دی تو وہ گھر میں داخل ہوا۔

٥١٧٨- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، وَلَمْ يَقُلْ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ.

ترجمہ: ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ بنو عامر قبیلے کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی پھر گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی..... امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ مسدد نے اسی طرح حدثنا ابو عوانہ عن منصور کی سند سے حدیث نقل کی اور اس میں عن رجل من بنی عامر نہیں کہا۔

٥١٧٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَسَمِعْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ.

ترجمہ: بنو عامر قبیلے کے ایک شخص سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی تو بنو عامر کے مذکور شخص کہتے ہیں (کہ جب آپ ﷺ اپنے خادم کو فرما رہے تھے کہ مجھے استیذان کا طریقہ سکھلائے تو) میں نے آپ ﷺ سے اس فرمان کو سن لیا تو میں نے (اسکے مطابق عمل کرتے ہوئے) کہا: السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟

تخریج سنن أبي داود - الأدب (٥١٧٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦٩/٥)

شرح الأحادیث: ایک شخص جو قبیلہ بنو عامر کے تھے اس نے حضور ﷺ کے دروازہ پر پہنچ کر استیذان کیا اور اس طرح کہا أَلِجُ؟ کیا میں اندر داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اندر سے خادم کو بھیجا کہ "اس شخص کو جا کر استیذان کا طریقہ تعلیم کر کہ وہ اس طرح کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ [1]"، اس عامری شخص نے باہر ہی سے حضور ﷺ کی یہ بات سن لی اور پھر فوراً اسی طریقہ

[1] حاشیۂ بذل میں ہے: نیشکل علیه ما فی البدائع (ج ٥ ص ١٢٤) من تاخیر السلام عن الدخول، بدائع کی عبارت یہ ہے «إذا استأذن فأذن له حل له ☜

کو اختیار کر کے کہا السَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ، آپ ﷺ نے اس کو اجازت دیدی۔

۳۷- بَابُ كَمْ مَرَّةً يُسَلِّمُ الرَّجُلُ فِي الاسْتِئْذَانِ

اجازت طلب کرنے کیلئے آدمی کتنی بار سلام کرے

۵۱۸۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ أَبُو مُوسَى فَزِعًا، فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَفْزَعَكَ؟ قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قُلْتُ: قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ» قَالَ: لَتَأْتِيَنَّ عَلَى هَذَا بِالْبَيِّنَةِ، فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ: لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ، قَالَ: فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ مَعَهُ فَشَهِدَ لَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی مجلس میں سے کسی میں بیٹھا تھا تو ابو موسی اشعریؓ گھبرائے ہوئے آئے تو ہم نے ان سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے گھبراہٹ میں ڈالا؟ تو ابو موسی اشعریؓ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے پیغام دے کر بلوایا تو میں ان کے پاس پہنچا اور میں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو مجھے کوئی جواب نہیں ملا پس میں واپس لوٹ گیا تو حضرت عمرؓ نے (جو کسی کام میں مصروف تھے جس کی وجہ سے انہوں نے جواب نہیں دیا تو اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابو موسی اشعریؓ کو اندر بھیجو لوگوں نے بتایا وہ تو واپس جاچکے ہیں تو اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو دوبارہ بلوایا اور) کہا کہ تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے تو ابو موسی اشعریؓ نے جواب دیا کہ میں آیا تھا اور میں نے تین

لے الدخول يدخل ثم يسلم ولا يقدم التسليم على الدخول كما قال بعض الناس لقوله سبحانه وتعالى: فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً (سورة النور: ٦١) ولأنه لو سلم قبل الدخول فإذا دخل يحتاج إلى التسليم ثانيا اهـ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع- ج ٦ ص ٥٠٠) لیکن اس سلسلہ کی ایک دوسری آیت میں اس طرح ہے لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا (سورة النور ۲۷)، اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ دوسرے کے گھر میں اس وقت تک مت داخل ہو جب تک اس سے استیذان اور اسکو سلام نہ کرلو، معارف القرآن (ج ٦ ص ۳۸۸-۳۸۹) میں مفتی شفیع صاحبؒ نے اس آیت کے ذیل میں استیذان کے مسنون طریقہ پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے اور اس سلسلہ کی بعض روایات بھی ذکر فرمائی ہیں اور مفتی صاحبؒ نے مسنون طریقہ یہی لکھا ہے جو یہاں حدیث الباب میں ہے، اسی حدیث سے اور بعض دوسری روایات سے استدلال کرتے ہوئے اور جس آیت کا حوالہ صاحب بدائع نے دیا ہے جس سے سلام کی تاخیر عن الدخول معلوم ہورہی ہے وہ سلام سلام تحیہ ہے جیسا کہ خود اس آیت میں تصریح ہے تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، اور حدیث الباب میں جو سلام مذکور ہے جو قبل الدخول ہے وہ سلام سلام استیذان ہے اور یہی مقتضی آیت استیذان کا بھی ہے کہ سلام استیذان قبل الدخول ہے، وہ جو حدیث میں آتا ہے إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا (صحیح البخاری- کتاب الاستئذان- باب التسليم والاستئذان ثلاثا ۵۸۹۰) اسکی ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ تین سلاموں سے مراد اول سلام استیذان دوسرا سلام تحیہ اور تیسرا سلام رجوع مراد ہے۔

مرتبہ اجازت طلب کی تھی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا...... اور جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے جواب نہ ملے تو وہ لوٹ جائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اس حدیث پر میرے سامنے گواہ پیش کرو...... راوی کہتا ہے اس واقعہ کو سننے کے بعد ابو سعید خدریؓ خود ہی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ان کے حق میں گواہی دی۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٥٦) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩١) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٢٠) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٣) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٩٠) سنن أبي داود - الأدب (٥١٨٠) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٠٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦/٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٨/٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٩٨) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٢٩)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو آدمی بھیج کر بلایا انہوں نے حضرت عمرؓ کے دروازہ پر پہنچ کر تین بار استیذان کیا جب اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تو وہ لوٹ کر جانے لگے حضرت عمرؓ نے ان کو آدمی بھیج کر پھر بلایا اور پوچھا کہ تم کیوں لوٹے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کا یہی ارشاد ہے کہ تین بار استیذان کے بعد لوٹ جانا چاہئے انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث پر گواہ پیش کرو، وہ گواہ تلاش کرنے کیلئے گھبرائے ہوئے انصار کی ایک مجلس میں پہنچے جس میں ابو سعید خدریؓ بھی تھے، اہل مجلس نے پوچھا کہ گھبراہٹ کس وجہ سے ہے، انہوں نے اس پر ان کے سامنے اپنا واقعہ بیان کر دیا، اس پر ابو سعید خدریؓ نے فرمایا: لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ کہ اہل مجلس میں جو سب سے کم عمر ہو گا وہی تمہارے ساتھ گواہ بن کر جائے گا (یہ انہوں نے اسلئے فرمایا تاکہ حضرت عمرؓ کو احساس ہو کہ یہ حدیث تو نو عمر لڑکوں کو بھی معلوم ہے) اور پھر ابو سعیدؓ خود ہی اٹھے اور ان کے ساتھ جا کر گواہی دی۔ باب کی پہلی روایت میں تو اسی طرح ہے۔

٥١٨١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّهُ أَتَى عُمَرَ فَاسْتَأْذَنَ ثَلَاثًا فَقَالَ: يَسْتَأْذِنُ أَبُو مُوسَى، يَسْتَأْذِنُ الْأَشْعَرِيُّ، يَسْتَأْذِنُ عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَرَجَعَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ عُمَرُ: مَا رَدَّكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أُذِنَ لَهُ وَإِلَّا فَلْيَرْجِعْ» قَالَ: ائْتِنِي بِبَيِّنَةٍ عَلَى هَذَا، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: هَذَا أُبَيٌّ فَقَالَ أُبَيٌّ: يَا عُمَرُ لَا تَكُنْ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَكُونُ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو پہلی مرتبہ یوں کہا کہ ابو موسیٰ اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے پھر دوسری مرتبہ یوں کہا اشعری اجازت مانگتا ہے پھر تیسری مرتبہ یوں کہا کہ عبد اللہ بن قیس اجازت طلب کرتا ہے تو انہیں اجازت نہیں ملی تو یہ واپس لوٹ گئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں

پیغام بھیجا کہ تم کس سبب سے واپس لوٹے پس اگر اسکو اجازت مل جائے تو صحیح ہے ورنہ لوٹ جائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اپنے اس دعوے پر (کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے) میرے پاس گواہ پیش کرو تو وہ گئے اور پھر واپس لوٹے اور کہا کہ یہ ابی بن کعب اس پر گواہ ہیں...... حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ اے عمر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر عذاب مت بن تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پریشان نہیں کروں گا (اس روایت میں گواہی دینے والے ابی بن کعبؓ ہیں جب کہ پچھلی روایت میں ابو سعید خدریؓ نے گواہی دی تھی اور وہی روایت راجح ہے حدیث باب میں طلحہ بن یحیٰ ضعیف راوی ہے۔

شرح الحدیث: اور دوسری (مذکورہ) روایت میں مجلس انصار کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ابو موسیٰؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو گواہی میں پیش کیا نیز یہ کہ حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی کہا: يَا عُمَرُ لَا تَكُنْ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صحیح بخاری کی روایت میں تو ابو سعید خدریؓ ہی کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں ابو داؤد کی طرح دونوں روایتیں ہیں حافظؒ نے ابو سعید خدری والی روایت کو ترجیح دی ہے اور اس دوسری روایت کے بارے میں کہا کہ اس میں طلحہ بن یحیٰ ہیں جن میں ضعف ہے، پھر حافظؒ نے یہ بھی کہا کہ جمع بین الروایتین بھی ممکن ہے کہ ابی بن کعبؓ بھی ابو سعید خدریؓ کے بعد آئے ہوں۔

۵۱۸۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى، اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: فَانْطَلَقَ بِأَبِي سَعِيدٍ فَشَهِدَ لَهُ فَقَالَ: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي السَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَلَكِنْ سَلِّمْ مَا شِئْتَ، وَلَا تَسْتَأْذِنْ.

ترجمہ: عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی اس کے بعد یہی گزشتہ واقعہ بیان کیا اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابو موسیٰؓ حضرت ابو سعیدؓ کو لے کر آئے تب ابو سعیدؓ نے گواہی دی اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مجھ پر پوشیدہ رہی۔ مجھے بازاروں کے کاموں نے غافل کر دیا...... تم جتنی مرتبہ چاہے سلام کیا سلام کیا کر لیکن اب تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے (حضرت عمرؓ نے یہ بات ابو موسیٰ اشعریؓ کی تطییب قلبی کے لئے فرمائی تاکہ ابھی جوان کو ڈرایا گیا تھا اس کی دہشت ختم ہو جائے)۔

شرح الحدیث: اور باب کی تیسری روایت میں یہ زیادتی ہے کہ جب ابو سعید خدریؓ نے جاکر گواہی دی تو حضرت عمرؓ خود اپنے اوپر تعجب کرنے لگے اور فرمایا: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ عجیب بات ہے کہ یہ حدیث اب تک مجھ پر پوشیدہ رہی، اور فرمایا: أَلْهَانِي السَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، کہ بازاروں کی خرید و فروخت نے مجھے مشغول رکھا، یعنی اسی لئے یہ حدیث مجھ پر مخفی رہی۔

٥١٨٣ - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى «إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنَّ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدٌ».

ترجمة: ابوبردہ نے اپنے والد ابو موسیٰ اشعریؓ سے یہی گزشتہ واقعہ نقل کیا کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ میں نے تم پر جھوٹی حدیث نقل کرنے کی تہمت نہیں لگائی تھی بلکہ بات یہ ہے کہ حضور ﷺ سے حدیث نقل کرنا ایک بہت نازک اور اہم معاملہ ہے۔

٥١٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ فِي هَذَا فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى «أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنْ خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمة: ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن اور اہل مدینہ کے متعدد علماء سے یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ میں نے تم پر حضور ﷺ کی جھوٹی حدیث نقل کرنے کی تہمت نہیں لگائی تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ لوگ حضور ﷺ پر جھوٹی باتیں نہ گھڑنے لگیں اس لئے میں نے تم سے گواہ طلب کیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٥٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٢٠) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٣) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٤) سنن أبي داود - الأدب (٥١٨١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٨/٤) موطأ مالك - الجامع (١٧٩٨)

شرح الأحاديث: حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کی یہ خصلت مشہور ہے کہ وہ ایسے مواقع میں اپنے آپ کو بہت جلد ملامت فرمانے لگتے تھے، اور پھر اخیر میں انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ آئندہ تمہیں استیذان کی حاجت نہیں ہے بغیر ہی استیذان کے داخل ہو جایا کرو۔

اس واقعہ سے ان لوگوں نے بھی استدلال کیا ہے جو خبر واحد کا حجت ہونا تسلیم، نہیں کرتے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے یہاں پر اس شخص واحد کی خبر پر بینہ کا مطالبہ احتیاطاً کیا تھا تاکہ لوگ روایت حدیث میں جری نہ ہو جائیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے خود فرمایا جیسا کہ اسکے بعد والی روایت میں ہے: أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنْ خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورنہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے خبر واحد کا قبول کرنا بکثرت ثابت ہے (بذل[1]) اور حاشیۂ بذل میں ہے:

وبسط القاري وقال: إنه رضي الله تعالى عنه طلب رجلا وبالاثنين لا يخرج الحديث من حد خبر الواحد حتى يبلغ حد التواتر اھ

یعنی ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں کی روایت بھی تو خبر مشہور یا متواتر نہیں ہے وہ بھی تو خبر واحد ہی میں اصطلاحاً داخل ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١١٧

۵۱۸۵ - حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنَى - قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: زَارَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، قَالَ قَيْسٌ: فَقُلْتُ: أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَرْهُ يُكْثِرْ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ مِلْحَفَةً مَصْبُوغَةً بِزَعْفَرَانٍ، أَوْ وَرْسٍ، فَاشْتَمَلَ بِهَا، ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ» قَالَ: ثُمَّ أَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمَّا أَرَادَ الِانْصِرَافَ قَرَّبَ لَهُ سَعْدٌ حِمَارًا قَدْ وَطَّأَ عَلَيْهِ بِقَطِيفَةٍ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا قَيْسُ اصْحَبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ قَيْسٌ: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْكَبْ» فَأَبَيْتُ، ثُمَّ قَالَ: «إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ وَإِمَّا أَنْ تَنْصَرِفَ» قَالَ: فَانْصَرَفْتُ. قَالَ هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَابْنُ سَمَاعَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرَا قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ.

ترجمہ: قیس بن سعد کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے گھر میں ملاقات کے لئے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو میرے والد سعد نے آہستہ سے جواب دیا تو قیس نے کہا کہ میں نے ابا جان سے کہا کہ آپ حضور ﷺ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ تو ابا جان نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو ہم پر کثرت سے سلام کرنے دو تو حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے آہستہ سے سلام کا جواب دیا پھر حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا پھر حضور ﷺ لوٹ گئے تو حضرت سعدؓ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور آہستہ آواز سے جواب دے رہا تھا تا کہ آپ ہم پر کثرت سے سلامتی کی دعا کریں تو حضور ﷺ حضرت سعدؓ کے ساتھ ان کے گھر لوٹ آئے پھر حضرت سعدؓ نے آپ کیلئے غسل کا پانی تیار کروایا تو آپ ﷺ نے غسل فرمایا پھر حضرت سعدؓ نے ایک چادر (اوڑھنی) پیش کی جو زعفران یا ورس میں رنگی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے اس چادر کو اپنے جسم مبارک پر لپیٹ دیا۔ (مردوں کیلئے ایسی چادر کا استعمال جائز نہیں لہٰذا یہ واقعہ اس کی تحریم سے پہلے کا ہے) پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ! اپنی برکات اور رحمتیں سعد بن عبادہ کے گھر والوں پر نازل فرما...... قیس بن سعد کہتے ہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا (کھانے سے فارغ ہونے

کے بعد) جب آپ ﷺ نے واپسی کا ارداہ کیا تو حضرت سعدؓ نے آپ ﷺ کی سواری کے لئے ایک گدھا قریب کیا جس کے اوپر چادر بچھائی گئی تھی تو حضور ﷺ اس پر سوار ہو گئے حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے قیس! حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر تک جاؤ (پیدل) قیس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم بھی میرے ساتھ سوار ہو جاؤ تو میں نے (حضور ﷺ کی تعظیم میں) منع کر دیا پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ یا اپنے گھر لوٹ جاؤ قیس کہتے ہیں کہ میں واپس لوٹ گیا..... ہشام کہتے ہیں ابو مروان نے مصنف کے دوسرے استاد سے عن محمد بن عبد الرحمٰن بن اسعد بن زرارہ کے الفاظ سے حدیث نقل کی ہے (جبکہ مصنف کے پہلے استاد محمد بن مثنی نے حدثنی محمد بن عبد الرحمٰن کے الفاظ سے حدیث نقل کی تھی)۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد الواحد اور ابن سماعہ نے اس روایت کو اوزاعی سے مرسلا نقل کیا ہے قیس بن سعد کا واسطہ ان دونوں راویوں نے ذکر نہیں کیا۔

تخريج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٨٥) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٤٦٦) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٦٠٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢١/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧/٦)

شرح الحديث: سعد بن عبادہ کے بیٹے قیس اپنے والد کا قصہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر والوں سے ملاقات کے لئے حضور ﷺ تشریف لائے اور دروازہ پر پہنچ کر استیذان فرمایا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، میرے والد صاحب نے آپ کا سلام سن کر آہستہ سے آپ کے سلام کا جواب دیا جس کو حضور ﷺ نے نہیں سنا اور نہ ہی سنانا مقصود تھا، قیس کہتے ہیں میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو کیوں اجازت نہیں دے رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ارے چھوڑے رکھ آپ کو یعنی اسی حال میں تاکہ بکثرت ہم پر سلام کی دعاء دیں، دوبارہ حضور ﷺ نے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فرمایا تب بھی حضرت سعدؓ نے آہستہ سے جواب دیا، پھر تیسری مرتبہ آپ نے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فرمایا، پھر آپ واپس جانے لگے تو حضرت سعدؓ آپ کے پیچھے لپکے اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں تو آپ کا تسلیم سن رہا تھا، لیکن آہستہ سے جواب دیتا تھا تاکہ آپ ﷺ کی طرف سے ہم پر بکثرت سلام ہو، پھر حضور ﷺ ان کے ساتھ ان کے گھر لوٹ آئے، فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ، اور حضرت سعدؓ نے آپ ﷺ کیلئے غسل کا پانی یا غسل کے وقت بدن پر ملنے کی کوئی چیز اشنان وغیرہ منگائی۔ چنانچہ آپ نے غسل فرمایا، غسل سے فراغ پر حضرت سعدؓ نے آپ کو ایک چادر پیش کی جو زعفران یا اس میں رنگی ہوئی تھی آپ نے اسکو اپنے اوپر لپیٹ لیا اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، اس کے بعد آپ ﷺ نے کھانا نوش فرمایا، جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے سواری کے لئے ایک حمار آپ کے قریب کر دیا اور اس پر ایک چادر کی گدی بچھا دی، آپ اس پر سوار ہوئے، اور حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے قیس سے کہا کہ حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ تم بھی جاؤ یعنی پیدل، وہ آپ کے ساتھ چلنے لگے، قیس

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو بھی سوار ہو جا میں نے سوار ہونے سے انکار کیا (حیاءً وأدباً) آپ ﷺ نے فرمایا کہ یا تو سوار ہو ورنہ لوٹ جا، میں لوٹ آیا۔

اس روایت میں مذکور ہے: بِمِلْحَفَةٍ مَصْبُوغَةٍ بِزَعْفَرَانٍ، أَوْ وَرْسٍ، مالکیہ کے تو یہ موافق ہیں لیکن جمہور کے مسلک کے خلاف ہے، ان کے نزدیک مرد کیلئے ثوب مزعفر یا مورّس کا استعمال جائز نہیں، لہٰذا یا تو یہ کہا جائے کہ زعفران یا ورس کا اثر بہت معمولی ہوگا، اور یا یہ کہ یہ قصہ قبل التحریم کا ہے۔

۵۱۸۶ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا أَتَى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهِ، وَلَكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ، أَوِ الْأَيْسَرِ، وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ» وَذَلِكَ أَنَّ الدُّورَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ سُتُورٌ.

ترجمہ عبد اللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی جماعت (محلہ والوں) کے دروازے پر تشریف لیجاتے تو دروازے کے بالکل سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے لیکن دروازے کے داہنے یا بائیں کنارے کی طرف کھڑے ہوتے اور فرماتے: السلام علیکم کیونکہ اس زمانے میں گھروں کے اوپر پردے نہیں ہوتے تھے (گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے بذل المجہود)۔

تخریج سنن أبي داود - الأدب (۵۱۸۶) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۸۹/۴)

شرح الحدیث یہ وہی ادب ہے جو اس سے پہلے سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت میں گزرا، اور اس کی مصلحت یہاں پر یہ مذکور ہے کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے، اس پر بذل میں یہ لکھا ہے کہ انحراف مطلقاً ہی اولیٰ ہے اگرچہ پردہ پڑا ہوا ہو مراعاةً لأصل السنة [1]۔

۳۸ - بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَأْذِنُ بِالدَّقِّ

دستک دے کر اجازت لینے کا بیان

۵۱۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنِ أَبِيهِ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: «مَنْ هَذَا؟» قُلْتُ: أَنَا، قَالَ: «أَنَا أَنَا» كَأَنَّهُ كَرِهَهُ.

ترجمہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے قرضے کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں...... میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ تو میں نے کہا: أنا (میں ہوں) آپ ﷺ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۲۰ ص ۱۲۴

نے ارشاد فرمایا کہ میں میں..... گویا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کو ناپسند کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩٦) صحيح مسلم - الآداب (٢١٥٥) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧١١) سنن أبي داود - الأدب (٥١٨٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٠٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٣) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٠)

شرح الحدیث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے دین کے سلسلہ میں مشورہ کے لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گیا دروازہ پر پہنچ کر اسکو کھٹکھٹایا استیذان کیلئے تو اندر سے آواز آئی مَنْ هَذَا؟ میں نے کہا: أَنَا تو اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: أَنَا أَنَا، یعنی أَنَا کیا ہوتا ہے اس سے تو تعیین نہیں ہوئی کہ کون ہے، بذل میں لکھا ہے: وإنما كرر أنا تاكيد أو هو الذي يفهم منه الإنكار عرفا اھ ❶ اسے لئے ہم نے اس کا ترجمہ وہ کیا جو اوپر گزرا۔ لیکن اس میں ایک دوسرا احتمال بھی ہے وہ یہ کہ تکرار تاکیداً نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے بارے میں فرمارہے ہیں کہ أنا تو میں بھی ہو یعنی مجھ پر بھی صادق آتا ہے بلکہ ہر متکلم پر صادق آتا ہے لہٰذا اس سے تعیین کا فائدہ حاصل نہیں ہوا، نام ہی لینا چاہئے۔

اس حدیث پر بعض نسخوں میں مستقل ترجمہ ہے باب دق الباب عند الاستیذان، دین جابرؓ کی حدیث اور اس کا مفصل قصہ کتاب الوصایہ کے آخر میں بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ میں گزر چکا۔

٥١٨٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ يَعْنِي الْمَقَابِرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْتُ حَائِطًا، فَقَالَ لِي: «أَمْسِكِ الْبَابَ» فَضُرِبَ الْبَابُ فَقُلْتُ: «مَنْ هَذَا؟» وَسَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ فِيهِ: فَدَقَّ الْبَابَ".

ترجمہ نافع بن عبد الحارث کہتے ہیں (یہ کبار صحابہ اور جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے) میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ ایک باغیچہ میں داخل ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: دروازے کو بند رکھنا..... پس دروازہ کھٹکھٹایا گیا اس کے بعد پوری حدیث بیان کی۔ امام ابو داوُدؒ فرماتے ہیں یعنی موسٰی اشعریؓ کی حدیث کے مثل پورا واقعہ ذکر کیا (یہ روایت صحیح بخاری جلد اول پر مفصلاً راوی ابو موسٰی اشعریؓ سے مروی ہے باب مناقب عثمانؓ حضرت ابو موسٰی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک باغیچے میں داخل ہوئے اور مجھے باغیچے کے دروازے کی نگرانی پر مقرر فرمایا پس ایک شخص اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ پس وہ حضرت ابو بکرؓ تھے پھر دوسرے صاحب آئے جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ تو وہ حضرت عمرؓ تھے پھر تیسرے صاحب آئے تو اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائی پھر ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ ان

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود ج ٢٠ ص ١٢٥

مصائب کے برداشت کرنے پر جو انہیں پہنچیں گے تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے) ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس حدیث میں فرمایا: فَدَقَّ الْبَابَ (یعنی فضرب الباب کی جگہ فدق الباب کا لفظ ذکر کیا گیا)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٨٨) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٨/٣)

شرح الحدیث: مصنفؒ نے تو یہ حدیث یہاں بہت اختصار سے ذکر کی ہے، مسند احمد میں یہ حدیث مطولا ہے جس کو حضرت نے بذل [1] میں نقل فرمایا جس کا مضمون یہ ہے کہ نافع بن عبد الحارث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھ سے فرمایا یعنی دروازہ بند کرنے کے بعد کہ دروازہ کو بند ہی رکھنا کوئی شخص بغیر اجازت کے اندر نہ آئے، اور آپ ﷺ وہاں کنویں کے من پر پاؤں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھٹکھٹایا گیا میں نے پوچھا کون؟ کہا کہ ابو بکرؓ، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ابو بکرؓ کھڑے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ائْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ کہ اندر آنے کی اجازت دیدے اور اجازت کے ساتھ جنت کی بشارت بھی، وہ کہتے ہیں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، صدیق اکبرؓ اندر آکر اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح حضور ﷺ بیٹھے تھے، تھوڑی دیر بعد پھر دروازہ کھٹکھٹایا گیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے ان کے بارے میں بھی یہی فرمایا وہ بھی آکر اسی طرح بیٹھ گئے، تیسری مرتبہ میں حضرت عثمانؓ آئے تو ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ائْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَهَا بَلَاءٌ وہ بھی اسی طرح آکر بیٹھ گئے، حضرتؒ نے لکھا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کا قصہ جو نافع بن عبد الحارث کے قصہ کے مثل ہے (کما قال المصنفؒ) اس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے فضائل عثمانؓ میں [2]۔

٣٩ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْعَى أَيَكُونُ ذَلِكَ إِذْنَهُ

اگر کسی شخص کو بلایا جائے تو کیا اس آنے والے شخص کو بھی اجازت کی ضرورت ہے

یعنی اگر کوئی شخص کسی کا طلبیدہ اور بلایا ہوا آئے تو کیا اس کو بھی استیذان کی حاجت ہے؟

٥١٨٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رَسُولُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے پاس اپنا قاصد بھیجے (قاصد کے ذریعے کسی کو بلوائے) تو یہ بلوانا ہی اس بلانے والے کی طرف سے اجازت نامہ ہے (یعنی جب یہ بلایا ہوا شخص قاصد

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١٢٦

[2] صحيح مسلم - كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم - باب من فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه ٢٤٠٣

کے ساتھ آئے گا) تو اسے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

۵۱۹۰- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُولِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَهُ إِذْنٌ» قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي رَافِعٍ شَيْئًا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو بلایا جائے پس وہ مطلوب شخص بلانے والے کے قاصد کے ساتھ آجائے تو یہی اس کے لئے اجازت نامہ ہے (کہ اس شخص نے قاصد کے ذریعے اسکو بلوایا تھا) امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اس سند میں قتادہ کا ابو رافع سے سماع ثابت نہیں۔

شرح الأحاديث: حدیث الباب کے لفظ یہ ہیں: رَسُولُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ، کہ یہ بلانا اس کا اجازت دخول ہی ہے اور باب کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ ساتھ آجائے تو یہی اس کیلئے اجازت ہے معلوم ہوا کہ اگر ساتھ نہ آئے بلکہ بعد میں آئے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے، بذل میں فتح الودود سے نقل کیا ہے کہ اس صورت میں استیذان کی اگرچہ کوئی خاص حاجت نہیں لیکن احتیاطاً استیذان کرنا ہی بہتر ہے، خصوصاً جب کہ وہ گھر مخصوص بالرجال نہ ہو، چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اصحاب صفہ کو آدمی بھیج کر بلایا تو وہ حضرات آنے کے بعد استیذان کے بعد اندر داخل ہوئے [1]۔

۴۰- بَابُ الِاسْتِئْذَانِ فِي الْعَوْرَاتِ الثَّلَاثِ

تین اوقات میں اجازت لینے کا بیان

اس ترجمۃ الباب میں مصنف آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [2]، اس آیت کریمہ میں جو حکم مذکور ہے اسی کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس استیذان کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو گھر میں ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں یعنی ممالیک جو خدمت گذار ہیں خواہ وہ غلام ہوں یا باندیاں مذکر یا مؤنث، یا دوسرے نابالغ لڑکے، ان کے بارے میں اس آیت کریمہ میں یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ اوقات ثلاثہ میں بغیر استیذان کے اندر نہ داخل ہوں، اور دوسرے اوقات میں بغیر استیذان کے داخل ہو سکتے ہیں اور وہ تین اوقات یہ ہیں جو آیت میں مصرح ہیں قبل صلاۃ الفجر اور عند القیلولہ، اور بعد صلاۃ العشاء ان اوقات میں چونکہ آدمی اچھی طرح پورے لباس میں نہیں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۲۰ ص ۱۲۷-۱۲۸

[2] اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار (سورۃ النور ۵۸)

ہوتا اور یہ اوقات ویسے بھی خلوت کے ہوتے ہیں اسی لئے ان اوقات کو عورات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان اوقات میں بغیر استیذان کے داخل ہونے سے بے پردگی ہوتی ہے، لہٰذا یہ اوقات پردہ کے اوقات ہیں ان میں مذکورہ بالا خدام ومممالیک کو بھی بغیر استیذان کے داخل ہونے کی اجازت نہیں، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے کسی وقت بھی بغیر استیذان کے دخول کی اجازت نہیں ہے۔

۵۱۹۱- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ عَبْدَةَ، وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: «لَمْ يُؤْمَرْ بِهَا أَكْثَرُ النَّاسِ آيَةَ الْإِذْنِ، وَإِنِّي لَآمُرُ جَارِيَتِي هَذِهِ تَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِهِ.

ترجمہ: عبید اللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ اکثر لوگ اس آیت یعنی اجازت والی آیت پر عمل نہیں کرتے ...... اور میں اپنی اس باندی کو بھی حکم دیتا ہوں کہ وہ میرے پاس اجازت لے کر آیا کرے ..... امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عطاء نے ابن عباسؓ سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ اجازت طلب کرنے کو ضروری قرار دیتے تھے۔

۵۱۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ تَرَى فِي هَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي أُمِرْنَا فِيهَا بِمَا أُمِرْنَا، وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ؟ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ { يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ } لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ إِلَى { عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [1] } قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «إِنَّ اللهَ حَلِيمٌ رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ يُحِبُّ السَّتْرَ، وَكَانَ النَّاسُ لَيْسَ لِبُيُوتِهِمْ سُتُورٌ وَلَا حِجَالٌ، فَرُبَّمَا دَخَلَ الْخَادِمُ أَوِ الْوَلَدُ أَوْ يَتِيمَةُ الرَّجُلِ وَالرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ، فَأَمَرَهُمُ اللهُ بِالِاسْتِئْذَانِ فِي تِلْكَ الْعَوْرَاتِ، فَجَاءَهُمُ اللهُ بِالسُّتُورِ وَالْخَيْرِ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَعْمَلُ بِذَلِكَ بَعْدُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ وَعَطَاءٍ يُفْسِدُ هَذَا الْحَدِيثَ».

ترجمہ: عکرمہؒ کہتے ہیں کہ اہل عراق کے کچھ لوگ ابن عباسؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے ابن عباس! اس آیت

---

[1] اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے یہ تین وقت بدن کھلنے کے ہیں تمہارے کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ ان پر ان وقتوں کے پیچھے پھرا ہی کرتے ہو ایک دوسرے کے پاس یوں کھولتا ہے اللہ، تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جب پہنچیں لڑکے تم میں کے عقل کی حد کو تو ان کو ویسی ہی اجازت لینی چاہیے جیسے لیتے رہے ہیں ان سے اگلے یوں کھول کر سناتا ہے اللہ تم کو اپنی باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (سورۃ النور ۵۸-۵۹)

کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کہ جس میں ہمیں حکم ملا جو حکم ملا اور اس پر کسی کا بھی عمل نہیں...... اللہ پاک کا فرمان: يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے آخر تک اے ایمان والو! تمہارے غلام اور وہ لڑکے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئے ان کو چاہئے کہ تم سے تین مرتبہ اجازت طلب کیا کریں: ① فجر کی نماز سے پہلے ② اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے زائد کپڑے اتارتے ہو ③ عشاء کی نماز کے بعد...... یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے اور ستر کے ہیں...... تمہارے اوپر اور ان غلام باندی وغیرہ پر کوئی گناہ نہیں ان تین اوقات کے علاوہ...... کیونکہ تم لوگ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہو...... قعنبی۔ نے علیم حکیم آخر تک آیت کی تلاوت کی...... ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اللہ پاک برباد اور مؤمنین پر رحم کرنے والا ہے...... اللہ پاک پردہ پوشی کو پسند فرماتے ہیں...... پہلے زمانے میں لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے اور مسہریاں نہیں ہوتی تھیں پس بسا اوقات کوئی خادم یا لڑکا یا آدمی کے زیر پرورش کوئی شخص اس کے خلوت خانہ میں آجاتا اور یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا تو اللہ پاک نے ان تین اوقات میں اجازت لینے کا حکم ارشاد فرمایا...... اس کے بعد اللہ پاک نے پردے اور بہت ساری نعمتیں عطاء فرمائیں اسی وجہ سے میں اس آیت پر کسی کو عمل کرتا ہوا نہیں دیکھتا۔

شرح الأحاديث باب کی پہلی حدیث میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: لَمْ يُؤْمَنْ بِهَا أَكْثَرُ النَّاسِ آيَةَ الْإِذْنِ، وَإِنِّي لَآمُرُ جَارِيَتِي هَذِهِ تَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ، کہ آیت استیذان پر لوگوں کا عمل نہیں رہا اور میں اپنی اس باندی کو کہتا ہوں کہ بغیر استیذان کے مجھ پر داخل نہ ہوا کر، بظاہر وہی اوقات ثلاث مراد ہیں اور باب کی دوسری حدیث میں ہے: أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ تَرَى فِي هَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي أُمِرْنَا فِيهَا بِمَا أُمِرْنَا، وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ؟ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الخ کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ عراق سے حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور انہوں نے اس آیت کریمہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس آیت پر اکثر لوگوں کا عمل نہیں ہے بلکہ کسی کا بھی نہیں ہے تو اس آیت کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے یعنی اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں، تو اس پر انہوں نے فرمایا: إِنَّ اللهَ حَلِيمٌ رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ يُحِبُّ السَّتْرَ، وَكَانَ النَّاسُ لَيْسَ لِبُيُوتِهِمْ سُتُورٌ وَلَا حِجَالٌ، فَرُبَّمَا دَخَلَ الْخَادِمُ أَوِ الْوَلَدُ أَوْ يَتِيمَةُ الرَّجُلِ وَالرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ، فَأَمَرَهُمُ اللهُ بِالِاسْتِئْذَانِ فِي تِلْكَ الْعَوْرَاتِ، فَجَاءَهُمُ اللهُ بِالسُّتُورِ وَالْخَيْرِ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَعْمَلُ بِذَلِكَ بَعْدُ۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس زمانہ میں ہوا تھا جب کمروں کے دروازوں پر پردے پڑے ہوئے نہیں ہوتے تھے اور یہ خدام حسب عادت و معمول دوسرے اوقات کی طرح ان اوقات ثلاث میں بھی بغیر استیذان کے گھر کے اندر داخل ہو جاتے تھے حالانکہ اس وقت آدمی اپنی اہل کے ساتھ ہم بستر ہوتا تھا، تو اس پر اس آیت کا نزول ہوا تھا تاکہ ان اوقات ثلاث میں بغیر استیذان کے یہ خدام داخل نہ ہو سکیں، لیکن پھر لوگوں کو وسعت حاصل ہوئی اور لوگوں نے اپنے اپنے

کمروں پر پردے آویزاں کرلئے تو اب لوگوں کا عمل اس آیت پر اسی وجہ سے نہیں رہا، مطلب یہ ہے کہ یہ حکم معلل بالعلۃ ہے اور وہ علت ہے بے پردگی اگر وہ نہ پائی جاتی ہو تو پھر استیذان ضروری نہیں یہ ابن عباسؓ کی دوسری روایت بظاہر ان کی پہلی روایت کے خلاف ہے تو یا تو یہ کہا جائے کہ پہلے ان کی رائے وہی تھی اور بعد میں بدل گئی، اور یا یہ کہا جائے کہ پہلی روایت استحباب پر محمول ہے اور اس دوسری میں وجوب کی نفی ہے۔

١٤ - بَابٌ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

سلام پھیلانے کا بیان

اوپر والی سرخی بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں۔

٥١٩٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ...... اور تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہ ہوگا کہ جب تک آپس میں محبت کرنے لگو...... کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو کرلو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

تخریج: صحيح مسلم - الإيمان (٥٤) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٨٨) سنن أبي داود - الأدب (٥١٩٣)

شرح الحدیث: حضور ﷺ قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکتے جب تک کہ مؤمن نہ ہو جاؤ، اور مؤمن نہیں ہو سکتے (یعنی جس کو مؤمن کہتے ہیں اور جیسا مؤمن کو ہونا چاہئے) یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، اور پھر فرمایا آپ ﷺ نے کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جسکو اختیار کرنے سے تم آپس میں محبت کرنے لگو وہ یہ کہ آپس میں تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، اور سلام کی خصلت وعادت کو عام کرو، اور عام کرنے کا مفہوم باب کی دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تَقْرَأُ السَّلَامَ، عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ، یعنی جان پہچان ہو یا نہ ہو بہر صورت سلام کیا جائے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اخلاص عمل زیادہ ہے اور تواضع کا استعمال، لیکن فقہاء نے سلام کی بعض صورتوں کو اس حکم سے مستثنی قرار دیا ہے اور وہاں سلام کو مکروہ قرار دیا ہے (بذل [1]) اور الدر المنضود کی کتاب الطهارة بَابُ أَيَرُدُّ السَّلَامَ وَهُوَ يَبُولُ میں

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٢ ص ١٠، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٣٢

ان مستثنیات کا ذکر گزر چکا ہے، اور بخاری شریف کا ترجمہ ہے بَاب إِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ جس میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی یہ حدیث مذکور ہے: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ [1]، اور جامع ترمذی میں عبد اللہ بن سلامؓ کی روایت سے ہے سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ [2]: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» قال الترمذي: «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ» [3].

٥١٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ، عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا: اسلام کی کونسی صفت اچھی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے ہر ایک کو سلام کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (١٢) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٨٢) صحيح مسلم - الإيمان (٣٩) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٠٠) سنن أبي داود - الأدب (٥١٩٤) سنن ابن ماجه - الأطعمة (٣٢٥٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٩)

٤٢ - بَابُ كَيْفَ السَّلَامُ؟

سلام کس طرح کرنا چاہیے

٥١٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَشْرٌ» ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: «عِشْرُونَ» ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: «ثَلَاثُونَ».

ترجمہ: عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: السلام علیکم تو

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الإيمان - باب إفشاء السلام من الإسلام ٢٨

[2] اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ اور رات میں جب لوگ سوتے ہوں تو تم نماز پڑھو اور (ان اعمال کو اختیار کر کے) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

[3] جامع الترمذي - كتاب صفة القيامة والرقائق والورع - باب ٢٤٨٥

حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ شخص بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں (اس کو ملیں) پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ شخص بیٹھ گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیس نیکیاں (اس کو ملیں) پھر تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ شخص بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیس نیکیاں (اس کو ملیں)۔

شرح الحدیث: باب کی پہلی حدیث میں ہے جو حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے کہا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: عَشْرٌ، دوسرا شخص آیا اس نے کہا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، آپ نے اس کا جواب دے کر فرمایا: عِشْرُونَ، پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے کہا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: ثَلَاثُونَ، یعنی جس نے صرف السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا اسکے لئے دس حسنات کا ثواب اور جس نے سلام میں وَرَحْمَةُ اللهِ کا اضافہ کیا اس کے لئے بیس حسنات اور جو وَبَرَكَاتُهُ بھی کہے تو اس کیلئے تیس حسنات ہر کلمہ کے بدلہ میں دس نیکیاں۔

٥١٩٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَظُنُّ أَنِّي سَمِعْتُ نَافِعَ بْنَ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، زَادَ: ثُمَّ أَتَى آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ، فَقَالَ: «أَرْبَعُونَ» قَالَ: «هَكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ».

ترجمہ: سہل بن معاذ اپنے والد سے وہ حضور ﷺ سے اسی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ ایک چوتھا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس نیکیاں (اس کو ملیں) پھر ارشاد فرمایا: اسی طرح فضائل بڑھتے چلے جائیں گے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥١٩٥) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٤٠)

شرح الحدیث: اور اس باب کی دوسری حدیث جس کے راوی معاذ بن انس ہیں اس میں یہ زیادتی ہے کہ اسکے بعد پھر ایک چوتھا شخص آیا اور اس نے کہا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: أَرْبَعُونَ قَالَ: «هَكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ»، یعنی اس شخص نے چونکہ چار کلمات کہے اس لئے اس کے لئے چالیس نیکیاں ہیں، اور آگے بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح فضائل بڑھتے چلے جائیں گے جتنا اضافہ کرے گا، لیکن یہ دوسری حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اسکی سند میں دو راوی ضعیف ہیں ابو مرحوم اور سہل بن معاذ، منذریؒ فرماتے ہیں: لا يحتج بهما [1]، اور موطا امام مالک میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١٣٥

ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک یمنی شخص آیا جس نے آکر سلام کیا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ثُمَّ زَادَ شَيْئًا مَعَ ذَلِكَ أَيْضًا، یعنی بَرَكَاتُهُ کے بعد بھی کچھ اور بڑھایا تو ابن عباسؓ نے پوچھا (راوی کہتا ہے کہ اس وقت ان کی ظاہری بینائی باقی نہیں رہی تھی) کہ یہ کون شخص ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی یمنی ہے جو آپ کے پاس آیا کرتا ہے اس پر انہوں نے فرمایا: إِنَّ السَّلَامَ انْتَهَى إِلَى الْبَرَكَةِ [1]، یعنی سلام کے الفاظ وبرکاتہ پر آکر ختم ہو جاتے ہیں، أوجز المسالك میں حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں: امام محمدؒ نے موطا میں اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وبهذا نأخذ، إذ قال: وبركاته، فليكفف، فإن اتباع السّنة أفضل. وهو قول مالك والشافعي الى آخر ما بسطه الكلام عليه في الأوجز [2]، اور حاشیہ بذل میں ہے: في الدر المختار (ج٥ص٢٩٣) لا يستحب ان يزيد على وبركاته وقد ورد في ذلك روايات مرفوعة في مجمع الزوائد (ج٨ص٣٣) وفي جمع الفوائد (ج٢ص١٤١) عن ابن عباسؓ أن السّلام قد انتهى الى البركة الى آخر ما في الهامش [3]۔

٤٣ - بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ بَدَأَ السَّلَامَ

سلام میں پہل کرنے والے کی فضیلت کا بیان

٥١٩٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ وَهْبٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ».

ترجمہ: ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو سلام کرنے میں پہل کرے۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٩٤) سنن أبي داود - الأدب (٥١٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٥٤)

شرح الحدیث: اولی بمعنی اقرب، لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب یعنی اس کی رحمت اور مغفرت سے قریب وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو سلام کرنے میں پہل کرے۔

٤٤ - بَابُ مَنْ أَوْلَى بِالسَّلَامِ؟

سلام میں کس کو پہل کرنی چاہیے

٥١٩٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ

---

1. موطأ مالك - كتاب الجامع - باب العمل في السلام ٣٥٢٥
2. أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج١٧ص١٧٣
3. بذل المجهود في حل أبي داود - ج٢٠ص١٣٤

رسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ، وَالمَارُّ عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوٹے بچے کو بڑے آدمی پر سلام میں پہل کرنی چاہئے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ بڑی جماعت کو سلام کریں۔

۵۱۹۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى المَاشِي» ثُمَّ ذَكَرَ الحَدِيثَ.

ترجمہ: عبد الرحمن بن زید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سوار شخص کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہئے پھر گزشتہ حدیث کو ذکر کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٧٧) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٠) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٠٣) سنن أبي داود - الأدب (٥١٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٤/٢)

شرح الاحادیث: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ، وَالمَارُّ عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ، اس حدیث میں سلام کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ چھوٹے کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو، ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ حاصل حدیث یہ ہے کہ مفضول کو چاہئے جو کسی اعتبار سے مفضول ہو، اسکو چاہئے کہ وہ ابتداء کرے سلام کرنے میں فاضل کو[1]۔

٤٥ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَارِقُ الرَّجُلَ ثُمَّ يَلْقَاهُ أَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ؟

ایک شخص دوسرے آدمی سے جدا ہو جائے پھر اس کی دوبارہ ملاقات ہو تو کیا وہ اسے دوبارہ سلام کرے گا؟

۵۲۰۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ أَيْضًا» قَالَ مُعَاوِيَةُ، وحَدَّثَنِي عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ بُخْتٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے پھر اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پھر حائل ہو جائے اس کے بعد پھر ملاقات ہو تو دوبارہ سلام کرنا چاہئے......

---

[1] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي - ج ١٠ ص ١٧١

معاویہؒ فرماتے ہیں کہ عبد الوہاب بن بخت نے عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہؓ کی سند سے بالکل اسی طرح مرفوعا حدیث نقل کی ہے۔

شرح الحديث: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے پس چاہئے کہ وہ اس کو سلام کرے اور پھر جب دوبارہ اس پر سامنا ہو کسی درخت یا دیوار کی معمولی سی حیلولت کے بعد تب بھی اس کو سلام کرے، بذل المجہود میں ہے: فيه حث على إفشاء السلام وإكثاره [1] یعنی آپ ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ سلام کے اندر عموم اور کثرت ہونی چاہئے اور ہر تغیر حال کے وقت ہونا چاہیے۔

٥٢٠١ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَدْخُلُ عُمَرُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ اپنے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کیا عمر داخل ہو سکتا ہے؟ (اس حدیث کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے سلام کیا پھر مسجد چلے گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ آئے پھر سلام کیا اس طرح حدیث الباب کی ترجمہ الباب سے مناسبت ہو جاتی ہے)۔

شرح الحديث: یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو بخاری میں کتاب النکاح [2] وغیرہ میں اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورۂ تحریم کی تفسیر [3] میں مذکور ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے کسی بات پر ناراض ہو کر ایک ماہ کے لئے ایلاء کر کے مشربہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرا کر دوڑے ہوئے اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس آئے دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں لمبی حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ مشربہ کے قریب پہنچے اور لڑکے کے ذریعہ جو وہاں موجود تھا استیذان کیا اس نے آکر جواب دیا کہ حضور ﷺ خاموش ہیں کچھ جواب نہیں دیا حضرت عمرؓ مسجد میں آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد طبیعت میں پھر تقاضا ہوا پھر مشربہ کے قریب گئے کئی مرتبہ اس کی نوبت آئی قصہ تو یہ بخاری ترمذی وغیرہ سب جگہ ہے لیکن سلام کا ذکر صرف نسائی کی روایت جو باب الایلاء میں ہے اس میں بار بار سلام مذکور ہے ولفظہ: قَالَ: فَجَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي عُلِّيَّةٍ لَهُ، فَسَلَّمَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٣٩

[2] صحيح البخاري — كتاب النكاح — باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها ٥١٩٥ ٤٨٩٥

[3] جامع الترمذي — كتاب التفسير — باب: ومن سورة التحريم ٣٣١٨

عَلَيْهِ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ [1]، فرجع الحديث۔

٤٦ - بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

۵۲۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: "أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى غِلْمَانٍ يَلْعَبُونَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ".

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ چند لڑکوں پر سے گزرے جو کھیل کود میں مصروف تھے آپؐ نے ان کو سلام کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩٣) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٨) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٩٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٢) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣١/٣) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٦)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں آپ ﷺ کا ان بچوں کو جو کھیل میں مشغول تھے سلام کرنا مذکور ہے۔

۵۲۰۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: "انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا غُلَامٌ فِي الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَأَرْسَلَنِي بِرِسَالَةٍ وَقَعَدَ فِي ظِلِّ جِدَارٍ، أَوْ قَالَ إِلَى جِدَارٍ حَتَّى رَجَعْتُ إِلَيْهِ".

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے میں لڑکوں میں ایک لڑکا تھا آپ ﷺ نے ہم سب کو سلام کیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کسی کام کے لئے بھیجا اور آپ ﷺ دیوار کے سائے میں تشریف فرما ہوئے ...... راوی نے فِي ظِلِّ جِدَارٍ کہا یا إِلَى جِدَارٍ کہا...... یہاں تک کہ میں واپس لوٹ آیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩٣) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٨) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٩٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٣) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣١/٣) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٦)

٤٧ - بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى النِّسَاءِ

عورتوں پر سلام کرنے کا بیان

۵۲۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، سَمِعَهُ مِنْ، شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُولُ: أَخْبَرَتْهُ أَسْمَاءُ ابْنَةُ يَزِيدَ: «مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا».

[1] سنن النسائی - کتاب الطلاق - باب الإیلاء ٣٤٥٥

ترجمہ: اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتوں کی جماعت پر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٤) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٧)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کی ایک جماعت کو سلام کرنا مذکور ہے، بذل میں ابن الملک سے نقل کیا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوف فتنہ سے مامون و محفوظ ہیں اور دوسرے شخص کے لئے اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہ بڑھیا ہو جس میں مظنۂ فتنہ نہ ہو اور بہت سے علماء نے اس کو جائز رکھا ہے ہر ایک کا دوسرے کو سلام کرنا [1]، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ سلام علی الاجنبیہ مکروہ ہے تو جب مکروہ ہے تو مُسلَّم جواب کا بھی مستحق نہ ہوگا۔

٤٨ - بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

ذمیوں کو سلام کرنے کا بیان

٥٢٠٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي إِلَى الشَّامِ، فَجَعَلُوا يَمُرُّونَ بِصَوَامِعَ فِيهَا نَصَارَى فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَبِي لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ».

ترجمہ: سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ ملک شام گیا تو ہمارے کچھ ساتھی نصاری (عیسائیوں) کے گرجاگھروں کے پاس سے گزرنے لگے اُن میں عیسائی آبادی تھی تو ان کو سلام کرنے لگے تو میرے والد نے ارشاد فرمایا کہ عیسائیوں کو سلام میں پہل مت کرو کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا کہ ان کافروں کو سلام میں پہل مت کرو اور اگر تمہاری ان سے راستے میں ملاقات ہو جائے تو ان کو تنگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دو۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٠٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٥)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے: لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ کہ اہل ذمہ کو ابتداء اسلام نہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دے سکتے ہیں چنانچہ شامی میں لکھا ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن صرف 'وعليك' کے ساتھ جواب دے اس پر زیادتی نہ کرے، اور قاضی عیاضؒ [2] نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ ضرورت اور حاجت کے وقت ان کے ساتھ ابتداء بالسلام جائز

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٤٠ - ١٤١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٤٢

ہے۔(بذل)

٥٢٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ فَإِنَّمَا يَقُولُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ فِيهِ: «وَعَلَيْكُمْ».

ترجمۃ: عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود میں سے کوئی شخص جب تمہیں سلام کرے...... وہ کہتا ہے السام علیکم تم پر موت ہو...... تو تم جواب میں یہ کہا کرو وَعَلَيْكُمْ (یعنی تم پر بھی ایسا ہی ہو)۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مالک نے عبد اللہ بن دینار سے اسی طرح نقل کیا (جس طرح عبد العزیز بن مسلم نے عبد اللہ بن دینار سے نقل کیا یعنی لفظ وَعَلَيْكُمْ کہا) اسکے برعکس سفیان ثوری نے عبد اللہ بن دینار سے نقل کیا تو اس میں عَلَيْكُمْ کہا واو کے بغیر۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٢) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٩) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٤) جامع الترمذي - السير (١٦٠٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩/٢) موطأ مالك - الجامع (١٧٩٠) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٥)

شرح الحدیث: اس حدیث میں یہ ہے کہ یہود جب مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں تو وہ بجائے السّلام کے السَّامُ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم اس کے جواب میں صرف وَعَلَيْكُمْ کہو یعنی اس کے بعد نہ السَّامُ کہو نہ السّلام۔

اسکے بعد مصنف نے عبد اللہ بن دینارؒ کے شاگردوں کا اختلاف بیان کیا ہے کہ روایت میں یہود کے سلام کے جواب میں عَلَيْكُمْ ہے یا وَعَلَيْكُمْ، تو اسکے بارے میں مصنفؒ نے کہا کہ امام مالکؒ نے عبد اللہ بن دینارؒ سے اسی طرح روایت کیا جس طرح عبد العزیز بن مسلمؒ نے کیا یعنی وَعَلَيْكُمْ، واو کے ساتھ بخلاف سفیان ثوریؒ کے کہ انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے عَلَيْكُمْ نقل کیا یعنی بدون الواو، لیکن اس دوسری جگہ نسخے مختلف ہیں بعض میں واو کے ساتھ ہے بعض بدون واو کے لیکن تقابل کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری جگہ عَلَيْكُمْ ہونا چاہئے اسلئے کہ جب مالکؒ کی روایت واو کے ساتھ ہے یہاں ابو داود میں بھی بخاری میں بھی تو اسکا مقابل یعنی ثوریؒ کی روایت بغیر واو کے ہونی چاہئے، خطابیؒ کہتے ہیں کہ اکثر محدثین کی روایت وَعَلَيْكُمْ واو کے ساتھ ہے البتہ سفیان بن عیینہؒ عَلَيْكُمْ بغیر واو کے روایت کرتے ہیں وھو الصواب [1]، خطابیؒ نے حذف واو کو صواب قرار دیا اسکی وجہ انہوں نے یہ بیان کہ کہ حذف واو کی صورت میں ان کا قول اور بد دعاء ان ہی کی طرف لوٹ جائے گی اور واو کی صورت میں اشتراک ثابت ہو جائے گا کیونکہ واو عطف اور جمع بین الشیئین کیلئے آتا ہے، اور کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ روایات

[1] معالم السنن — ج ٤ ص ١٥٤

دونوں طرح کی ہیں ذکر واو اور حذف واو، پس بعض تو یہ کہتے ہیں کہ واو کا حذف اولی ہے تاکہ شرکت لازم نہ آئے اور بعض کہتے ہیں کہ شرکت میں کوئی حرج نہیں اسلئے کہ موت مشترک بین الکل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واو تشریک کے لئے نہیں بلکہ استئناف کے لئے ہے یعنی وعلیکم ماتستحقونه اھ مختصراً من البذل [1]۔

٥٢٠٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا لِلنَّبِيِّ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْنَا فَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: «قُولُوا وَعَلَيْكُمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ عَائِشَةَ، وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ، وَأَبِي بَصْرَةَ يَعْنِي الْغِفَارِيَّ.

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اہل کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں تو ہم ان کے سلام کا کس طرح جواب دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کہو وَعَلَيْكُمْ۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ عائشہ، ابو عبدالرحمن الجہنی اور ابوبصرہ الغفاری کی روایات بھی اسی طرح ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٣) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٧) صحيح مسلم - السلام (٢١٦٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٠١) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٧) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٩٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٩/٣)

٤٩ - بَابٌ فِي السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ

جب کسی مجلس میں کھڑے ہو کر جانے لگے تو سلام کر کے جانا چاہئے

٥٢٠٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِيَانِ ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ مُسَدَّدٌ: سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ، فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ، فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو اسے سلام کرنا چاہئے پھر جب اس کے واپس جانے کا ارادہ ہو تو پھر سلام کرنا چاہئے کیونکہ پہلا سلام آخری سلام سے زیادہ حق نہیں رکھتا (بلکہ دونوں سلام برابر کے حقدار ہیں اس لئے دونوں وقت سلام کرنا چاہئے۔ بذل المجہود)

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٠٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠)

شرح الحدیث: حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو اس کو چاہیے کہ سلام کرے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٤٢ـ١٤٤

اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے، فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ۔

٥٠۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُولَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ

عَلَيْكَ السَّلَامُ کے ذریعہ سلام کرنا مکروہ ہے

٥٢٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ أَبِي غِفَارٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى».

ترجمہ: ابو جری الھجیمی کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: عَلَيْكَ السَّلَامُ یا رسول اللہ! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عَلَيْكَ السَّلَامُ مت کہو کیونکہ عَلَيْكَ السَّلَامُ مُردوں کا سلام ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٧٢١) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٠٩)

شرح الحديث: لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى، یہ حدیث یہاں مختصر ہے مطولاً کتاب اللباس بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ میں گزر چکی ظاہر ہے کہ اس پر کلام بھی وہاں گزرا ہو گا لیکن اس وقت مسودہ سامنے نہیں مطلب یہ ہے کہ عرف جاہلیت میں موتی کو سلام کرنے کا طریقہ یہی تھا یعنی عَلَيْكَ السَّلَامُ اور یا مطلب یہ ہے کہ یہ طریقہ سلام کا صرف اموات کیلئے مشروع ہے احیاء کیلئے نہیں جس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ یہ صیغہ احیاء میں مشروع ہے جواب کیلئے کہ اس طرح سلام کے جواب میں کہا جاتا ہے پس اگر اس صیغہ کو شروع ہی میں اختیار کر لیا جائے گا تو پھر جواب کے لئے کیا باقی رہ جائے گا اور دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ یہ مشہور ہے کہ "علی" ضرر کیلئے آتا ہے تو شروع ہی میں علیک کہنے کی صورت میں مسلم علیہ کو اول وہلہ میں وحشت ہو گی بخلاف میت کے الی آخر مابسطہ القاری فی کتاب الزکاۃ (ج ۲ ص ٤٧٩)۔

٥١۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي رَدِّ الْوَاحِدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ

ایک شخص کا تمام افراد کی طرف سے سلام کا جواب دے دینا کافی ہے

٥٢١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْجُدِّيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ» قَالَ: «يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ، إِذَا مَرُّوا، أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ، وَيُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوسِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے...... امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ حسن بن علی نے اس حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے...... جب لوگ ایک جماعت پر سے گزریں تو پوری جماعت کی طرف سے ایک شخص کا سلام بھی کافی ہے اور

بیٹھنے والی جماعت (ان پر اگر سلام کیا جائے تو ان) کی طرف سے ایک آدمی بھی جواب دے دے تو یہ بھی کافی ہے۔

شرح الحدیث: یعنی اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اس جماعت میں سے اگر ایک نے بھی سلام کا جواب دیدیا تو کافی ہے، حدیث الباب میں دو جزء ہیں ایک تو یہی جو ترجمۃ الباب میں ہے، دوسرا یہ کہ اگر کوئی جماعت چلی جا رہی ہے اور اسکا گزر ہوا کسی بیٹھنے والے شخص یا جماعت پر تو چونکہ حدیث میں قاعدہ یہ بتلایا گیا ہے ماشی کو چاہیے کہ وہ سلام کرے قاعد پر تو اگر چلنے والوں کی پوری ایک جماعت ہے ان میں سے صرف ایک کا سلام کرنا ادائے سنت کیلئے کافی ہے۔

۱۵۲- بَابٌ فِي الْمُصَافَحَةِ

ہاتھ ملانے کا بیان

مصافحہ ماخوذ ہے صفحہ سے جس کے معنی ہیں: الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة اليد [1] یعنی اپنی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی سے ملا دینا اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ پورے ہاتھ سے ہونا چاہیے صرف انگلیاں انگلیوں پر رکھنے سے مصافحہ نہ ہوگا جیسا کہ بعض متکلفین کبھی کر دیتے ہیں چنانچہ أوجز المسالك میں ہے ابن عابدینؒ سے وهي إلصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه فأخذ الأصابع ليس بمصافحة خلافا للروافض، والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره وعند اللقاء بعد السلام وأن يأخذ الإبهام. فإن فيه عرقا ينبت المحبة كذا جاء في الحديث ذكره القهستاني وغيره اهـ [2] ۔حاشیۂ بذل میں ہے: ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ مصافحہ سنت ہے اکثر علماء کے نزدیک، شروع میں امام مالک اس کو مکروہ قرار دیتے تھے بعد میں استحباب کے قائل ہو گئے تھے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مصافحہ عند التلاقی بالاجماع سنت [3] ہے اور ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے مصافحہ اور معانقہ دونوں کو مکروہ قرار دیا، سحنون مالکی اور ایک جماعت کی رائے بھی یہی ہے اور امام مالکؒ سے مصافحہ کا جواز بھی منقول ہے وعليه صنيع المؤطا یعنی ان کی تصنیف مؤطا سے جواز ہی معلوم ہوتا ہے وقال الأبهري وإنما كرهها مالك إذا كانت على وجه التكبر وبسط روايات المصافحة في الفتح [4] ،اور ترمذی کی روایت میں ہے عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ» [5] اور ایک روایت میں ہے وَتَمَامُ تَحِيَّتِكُمْ

---

1. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح— ج۸ ص ٤٩٤
2. رد المحتار على الدر المختار— ج۹ ص٥٤٨ . أوجز المسالك إلى موطأ مالك— ج ١٦ ص ١٢٩
3. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج— ج ١٧ ص ١٠١
4. فتح الباري شرح صحيح البخاري— ج ١١ ص ٥٧
5. جامع الترمذي - كتاب الاستئذان والآداب - باب ما جاء في المصافحة ٢٧٣٠

بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ[1]، مگر امام ترمذیؒ نے دونوں روایتوں پر کلام کیا ہے، یعنی مصافحہ سلام کا تکملہ ہے معلوم ہوا صرف مصافحہ پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے سلام ہی اصل ہے ففي الأوجز وأخرج الطبراني في الأوسط (رقم الحديث ۹۷ ج ۱ ص ۳۷) من حديث انس كانوا إذا تلاقوا تصافحوا، وَإِذَا قَدِمُوا مِنْ سَفَرٍ تَعَانَقُوا، وله في الكبير (رقم الحديث ۱۷۲۱ ج ۲ ص ۱۷۶) كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا لَقِيَ أَصْحَابَهُ لَمْ يُصَافِحْهُمْ حَتَّى يُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ» اهـ[2]۔

۵۲۱۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بَلْجٍ، عَنْ زَيْدٍ أَبِي الْحَكَمِ الْعَنَزِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کریں اور ایک دوسرے سے ہاتھ ملائیں اور اللہ عزوجل کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں تو انکے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (۲۷۲۷) سنن أبي داود - الأدب (۵۲۱۱) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۰۳)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا، کہ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور استغفار تو ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مصافحہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد اور استغفار سنت ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مصافحہ کے وقت میں یہ پڑھتے تھے: اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، أخرجه ابن السني من حديث أنس رضي الله عنه قال الحافظ ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمرد الحسن انتهى (عون[3])۔

۵۲۱۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا».

ترجمہ: براءؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (۲۷۲۷) سنن أبي داود - الأدب (۵۲۱۲) سنن ابن ماجه - الأدب (۳۷۰۳)

۵۲۱۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ».

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الاستئذان والآداب - باب ما جاء في المصافحة ۲۷۳۱

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱۶ ص ۱۲۸

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۱٤ ص ۸۱. عون المعبود على سنن أبي داود - ج ۱٤ ص ۱۲۰

ترجمة: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب یمن والے آئے تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس یمن والے آگئے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بکثرت مصافحہ کرنے کی عادت اپنائی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥١/٣)

شرح الحديث: اور باب کی دوسری حدیث میں ہے عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ»، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب اہل یمن حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے (تو انہوں نے آپ سے مصافحہ کیا ہوگا) تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سب سے پہلے مصافحہ کی سنت اہل یمن ہی لیکر آئے، اور بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے اس پر یہ لکھا ہے أي بالكثرة والشيوع، وإلا فكانت المصافحة فيهم قبل الإتيان أهل اليمن اه یعنی یہ مطلب نہیں کہ ان کے آنے سے پہلے وہاں مصافحہ تھا ہی نہیں بلکہ کثرت اور عموم مراد ہے [1]، چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ [2]۔

یہ ابو داود والی روایت معلوم نہیں کونسی ہے، حافظ منذریؒ نے اسکی تخریج سے سکوت کیا ہے صحیحین میں جو روایت ہے وہ تو اس طرح ہے أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ [3]، وفي رواية جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً، وَأَلْيَنُ قُلُوبًا، وَالْفِقْهُ يَمَانٍ، وَالْإِيمَانُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ [4]۔

یہاں ایک بحث مصافحہ کے بارے میں یہ ہے کہ بید ہو یا بالیدین، اسکے بارے میں کسی قدر تفصیل أوجز میں مذکور ہے اور اخیر میں حضرت گنگوہیؒ کی رائے الکوکب الدری سے یہ نقل کی ہے: والحق فيه أن مصافحة صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ثابتة باليد وباليدين إلا أن المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار أهل الأفرنج وجب تركه لذلك اه یعنی گو ثابت تو دونوں طرح ہے لیکن چونکہ مصافحہ بید انگریزوں کا شعار ہو چکا ہے اسلئے اسکا ترک واجب ہے [5]۔

فائدہ: وفي هامش البذل (ج ٢ ص ١٤٨) والمشهور على الألسنة أن المصافحة عند الوداع لم تثبت وليس بصحيح لروايات ذكرها على هامش جمع الفوائد (ج ٢ ص ١٤١) اھ۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ مولانا عبد الحی صاحبؒ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٤٩

[2] صحيح البخاري - كتاب الاستئذان - باب المصافحة ٥٩٠٨

[3] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب قدوم الأشعريين وأهل اليمن ٤١٢٧، ٤١٢٩

[4] مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي هريرة رضي الله عنه ١٠٢٢٢ ج ١٦ ص ١٦٥-١٦٦

[5] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٣ ص ٣٩٢، أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٦ ص ١٣٢

نے تو واپسی کے مصافحہ کا انکار کیا ہے کہ وہ ثابت نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ثابت ہے۔

۱۵۳- بَابٌ فِي الْمُعَانَقَةِ

گلے ملنے کا بیان

۵۲۱٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ يَعْنِي خَالِدَ بْنَ ذَكْوَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ، أَنَّهُ قَالَ: لِأَبِي ذَرٍّ حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذًا أُخْبِرُكَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ سِرًّا قُلْتُ: إِنَّهُ لَيْسَ بِسِرٍّ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيتُمُوهُ؟ قَالَ: «مَا لَقِيتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِي، وَبَعَثَ إِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِي أَهْلِي فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَرْسَلَ لِي، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ فَالْتَزَمَنِي، فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدَ وَأَجْوَدَ».

ترجمہ: ایوب بن بشر قبیلہ عنزہ کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں (اس شخص کا نام ایک قول میں عبد اللہ ہے اور بعضوں نے اس کو مجہول بتایا ہے) انہوں نے ابو ذر غفاریؓ سے کہا..... جب ابو ذر غفاریؓ ملک شام سے چلے گئے تھے (ان کے ملک شام سے چلے جانے کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے " وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ إلى آخره" کے عموم پر عمل کرتے ہوئے کسی بھی قسم کے مال دراہم دنانیر کے جمع کرنے کے ناجائز ہونے کا مسئلہ بیان کیا تو شام کے عامل نے حضرت عثمانؓ کو خط لکھا حضرت عثمانؓ نے انہیں کہا کہ ابو ذر غفاریؓ کو ملک شام سے مدینے بھیجا جائے اسی واقعہ کو راوی نے " حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ " سے تعبیر کیا اس واقعہ کے بعد ایک اور واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت عثمانؓ نے مصلحۃً ان کو مقام ربذہ میں منتقل ہونے کا حکم دیا، بذل المجہود مختصراً) میں چاہتا ہوں کہ آپ سے حضور ﷺ کی احادیث میں سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کروں؟ تو ابو ذر غفاریؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ حدیث بیان کروں گا لیکن اگر کوئی راز کی بات ہوئی تو نہ بتاؤں گا میں نے عرض کیا کہ کوئی راز کی بات نہیں صرف اتنا سا سوال ہے کہ کیا حضور ﷺ ملاقات کے وقت آپ سے مصافحہ کرتے تھے؟ ابو ذر غفاریؓ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے مصافحہ کیا... ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے بلوایا میں اپنے گھر والوں میں نہیں تھا پس جب میں حاضر ہوا تو مجھے بتلایا گیا کہ حضور ﷺ نے مجھے طلب کیا تھا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا پس یہ معانقہ، بہت ہی عمدہ اور بہت ہی مزیدار تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦٢/٥)

شرح الحديث: معانقہ کے بارے میں مصنف نے ایک حدیث تو اس باب میں ذکر کی ہے حضرت ابو ذر غفاریؓ کی کہ ایک

شخص نے ان سے پوچھا: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيتُمُوهُ؟ الخ کہ کیا حضور ﷺ آپ لوگوں سے ملاقات کے وقت مصافحہ کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے جب بھی ملاقات کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک مرتبہ کی بات ہے کہ آپ ﷺ نے کسی قاصد کو میرے بلانے کے لئے بھیجا میں اس وقت اپنے گھر پر نہ تھا جب میں اپنے گھر آیا تو مجھ کو بتلایا گیا کہ حضور ﷺ کا قاصد مجھ کو بلانے آیا تھا تو میں فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اس وقت میں آپ ﷺ اپنے تخت پر تھے تو آپ ﷺ مجھ سے چمٹ گئے یعنی معانقہ فرمایا جس میں مجھے بہت ہی لطف آیا۔

اور دوسری روایت آئندہ دو باب کے بعد بَابٌ فِي قُبْلَةِ مَا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ میں ذکر کی ہے عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ» ❶ یعنی جب حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ہجرۃ حبشہ سے واپسی پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انکا استقبال فرمایا اور اس وقت معانقہ فرمایا اور انکی پیشانی پر بوسہ بھی دیا، اور ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُعَانَقَةِ وَالْقُبْلَةِ میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت مروی ہے قَالَتْ: «قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ، وَاللهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ»: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ» ❷ یہ روایات ثلاثہ تو معانقہ کے ثبوت بلکہ استحباب پر دال ہیں لیکن ترمذی ہی میں بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُصَافَحَةِ میں حضرت انسؓ کی روایت میں ہے قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قَالَ: «لَا»، قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: «لَا»، قَالَ: أَفَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ» ❸ اسی طرح ابن ماجہؒ میں حضرت انسؓ کی روایت مرفوع اس طرح ہے أَيُعَانِقُ بَعْضُنَا بَعْضًا؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ تَصَافَحُوا» ❹ یعنی آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم میں سے بعض بعض سے معانقہ کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن مصافحہ کیا کرو، حضرت انسؓ کی یہ حدیث جس کی تخریج امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے کی ہے معانقہ کی کراہت پر دال ہیں، ابن ماجہؒ کے حاشیہ میں ہے کہ اسی کے یعنی کراہت معانقہ کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہؒ اور وہ جو ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے زید بن حارثہ سے معانقہ فرمایا تو یہ دلالت کرتا ہے معانقہ کے جواز پر للمقادم من السفر، صرف سفر سے آنے والے کے لئے لہٰذا

---

❶ سنن أبي داود - كتاب الأدب - أبواب النوم - باب في قبلة ما بين العينين ٥٢٢٠

❷ جامع الترمذي - كتاب الاستئذان والآداب - باب ما جاء في المعانقة والقبلة ٢٧٣٢

❸ جامع الترمذي - كتاب الاستئذان والآداب - باب ما جاء في المصافحة ٢٧٢٨

❹ سنن ابن ماجه - كتاب الأدب - باب المصافحة ٣٧٠٢

دوسرے کیلئے جائز نہ ہوگا، اھ باب المصافحہ میں یہ گزر چکا کہ امام مالک نے مصافحہ اور معانقہ کو مکروہ قرار دیا اور یہ کہ ان سے مصافحہ کا جواز بھی منقول ہے اور اسی کو انہوں نے موطا میں اختیار کیا ہے [1]، اور حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا بَابُ الْمُعَانَقَةِ وَقَوْلِ الرَّجُلِ كَيْفَ أَصْبَحْتَ لیکن انہوں نے معانقہ کے بارے میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی البتہ امام بخاریؒ نے کتاب البیوع میں بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ [2] اور کتاب اللباس میں بَابُ السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ [3] میں اس سے متعلق حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ کے گھر کے سامنے جاکر بیٹھے اور فرمایا أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ، اور حضرت حسنؓ کے بارے میں دریافت فرمایا وہ کہاں ہیں حضرت فاطمہؓ ان کا منہ ہاتھ وغیرہ دھو رہی تھیں جس میں تھوڑی دیر لگی اور پھر وہ بھاگے ہوئے آئے یعنی حسنؓ اور آپ ﷺ سے آکر لپٹ گئے آپ ﷺ نے ان کو اپنے گلے سے لگایا اور تقبیل کی، بخاری شریف کی اس روایت سے معانقہ کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن ایسا ہی سرسری طور سے اس لئے کہ حضرت حسنؓ تو بچے تھے ان کو آپ ﷺ نے گلے سے لگالیا اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اصل محل یعنی باب المعانقہ میں ذکر نہیں فرمایا مگر چونکہ اس حدیث میں لفظ معانقہ مذکور تھا اس لئے اس کی طرف ترجمہ قائم فرماکر اشارہ کر دیا۔

حضرت شیخؒ نے الأبواب والتراجم (ج ٦ ص ١٥١) میں امام نوویؒ سے نقل کیا ہے معانقہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے یعنی قادم من السفر کیلئے کہ اس کو امام مالک نے مکروہ قرار دیا اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے مستحب اور وہ فرماتے ہیں وھو الصحیح الذي علیه الاکثرون والمحققون [4]، صحیح یہی ہے جس کے اکثر علماء قائل ہیں کہ قادم من السفر کیلئے مستحب ہے وہ فرماتے ہیں امام مالکؒ اور سفیانؒ کا اس میں مناظرہ بھی ہوا، سفیان بن عیینہؒ نے استدلال کیا حضور ﷺ کے فعل سے جعفر بن

---

[1] امام مالکؒ نے اواخر موطا باب مَا جَاءَ فِي الْمُهَاجَرَةِ کے ذیل میں یہ روایت معضلا ذکر کی ہے عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ عَبْدِ اللهِ الْخُرَاسَانِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَافَحُوا يَذْهَبُ الْغِلُّ الخ (رقم الحدیث ٣٣٦٨) کہ مصافحہ کیا کرو حسد اور کینہ دور ہو جائیگا، اس کی شرح میں علامہ باجیؒ فرماتے ہیں کہ مراد المصافحۃ بالأیدی ہے اور ابن وھبؒ نے امام مالکؒ سے مصافحہ اور معانقہ کی کراہت نقل کی ہے، تو اس روایت کے پیش نظر ہو سکتا ہے مصنف نے اسکے دوسرے معنی مراد لئے ہوں أن یصفح بعضھم عن بعض، من الصفح، وھو التجاوز، والغفران، وھو أشبه؛ لأن ذلك يذهب الغل فی الأغلب. واحتج مالك لمنع المصافحة باليد بقوله عزوجل: إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (سورۃ الذاریات ٢٥)، ولم یذکر مصافحة الی آخر ما فی الأوجز (ج ١٦ ص ١٢٧)، یعنی دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ تصافحوا صفح اور عفو سے ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے سے معاف اور درگذر کرنا اور ایک لحاظ سے یہ بہتر ہے اس لئے کہ صفح اور عفو ہی سے حسد اور کینہ دور ہوتا ہے اھ۔

[2] صحیح البخاری - کتاب البیوع - باب ماذکر فی الأسواق ٢٠١٦

[3] صحیح البخاری - کتاب اللباس - باب السخاب للصبیان ٥٥٤٥

[4] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ١٥ ص ١٩٣

ابی طالبؓ کے ساتھ جب وہ حبشہ سے آئے تھے امام مالکؒ نے فرمایا کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا اس پر سفیانؒ نے فرمایا کہ خاص نہیں بلکہ عام ہے اس پر وہ خاموش ہو گئے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا سکوت دلیل ہے قول سفیانؒ کو تسلیم کر لینے کی اور اس میں ان کی موافقت کی وھو الصواب، اور حنفیہ کا مذہب تراجم میں علامہ شامیؒ سے کراہت معانقہ نقل کیا ہے اور ایسے ہی تقبیل وجہ اور ید، اور امام طحاویؒ سے نقل کیا کہ یہ قول طرفین کا ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں لا باس بالتقبیل والمعانقۃ الی آخر مافیہ اور بذل میں لمعات سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ معانقہ جائز ہے بشرطیکہ خوف فتنہ نہ ہو، اور دلیل میں زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کا قصہ پیش کیا ہے اور بعض علماء سے توفیق بین الروایات اس طرح کی ہے کہ مکروہ وہ معانقہ ہے جو علی وجہ الشہوۃ ہو، اور کہا گیا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب آدمی پورے لباس میں نہ ہو صرف ازار میں ہو اور اگر ازار اور قمیص دونوں میں ہو تو فلا بأس بالإجماع وھو الصحیح [1]، پس خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے اس میں دونوں قول ہیں لیکن اصح جواز ہی ہے بشرط عدم خوف الفتنۃ اور امام مالک علی القول الاشہر اس کی کراہت کے قائل ہیں اور شافعیہ کے اصح قول میں للقادم من السفر مستحب ہے۔

حدیث الباب میں ہے حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ، کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو جب ملک شام سے روانہ کیا گیا، بذل میں اسکی تشریح میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ملک شام میں تھے اور چونکہ ان کا نزاع مالداروں سے مشہور ہے کہ ان کے ساتھ الجھتے رہتے تھے کیونکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ ضرورت سے زائد اپنے پاس مال روکنا ادائے زکاۃ کے باوجود بھی جائز نہیں تو اس لئے شام کے عامل نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ان کا یہ حال لکھ کر بھیجا تو اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے ان کو اپنے پاس مدینہ بلا لیا، لیکن وہاں آنے کے بعد بھی ان کا مالداروں سے اختلاف چلتا ہی رہا اس لئے حضرت عثمانؓ نے ان کو مقام ربذہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔

٥٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ

کسی کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونے کا بیان

قیام کے بارے میں مصنف نے دو باب قائم کئے ایک یہ اور ایک چند ابواب بعد آرہا ہے: باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلك، باب ثانی سے مراد تو وہ قیام ہے جو لاجل التعظیم ہو، اور اس پہلے باب سے مراد وہ قیام ہے جو تعظیمانہ ہو بلکہ کسی اور غرض سے ہو، اظہار شوق ومحبت یا عذر اور ضرورت۔

٥٢١٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٥١

الخُدْرِيِّ، أَنَّ أَهْلَ قُرَيْظَةَ لَمَّا نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ أَقْمَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ إِلَى خَيْرِكُمْ»، فَجَاءَ حَتَّى قَعَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں بنو قریظہ جب سعد بن معاذ کے فیصلے کے مطابق اپنے قلعے سے اتر آئے تو حضور ﷺ نے سعد بن معاذ کو بلوایا تو حضرت سعد ایک سفید گدھے پر تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے سردار یا فرمایا اپنے سے بہتر شخص کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ حضرت سعدؓ آئے اور حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔

٥٢١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ».

ترجمہ: شعبہ نے اسی طرح حدیث نقل کی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت سعدؓ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٧٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٩٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٩٥) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٧) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢/٣)

٥٢١٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا - وَقَالَ الْحَسَنُ: حَدِيثًا، وَكَلَامًا، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ السَّمْتَ، وَالْهَدْيَ، وَالدَّلَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا كَانَتْ «إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا».

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ الزہراء کرم اللہ وجھھا سے زیادہ کسی کی ہیئت چلنے کا انداز اور انداز گفتگو میں حضور ﷺ سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا...... مصنفؒ کے استاد حسن بن علی نے (سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا کی جگہ) حَدِيثًا، وَكَلَامًا ذکر کیا ہے حسن بن علی استاد نے السَّمْتَ، وَالْهَدْيَ، وَالدَّلَّ ذکر نہیں کیا...... حضرت فاطمہؓ جب حضور ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کیلئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے اور شفقت سے بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھلاتے...... جب حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تو حضرت فاطمہ آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑی ہو جاتیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک کو پکڑ کر اس پر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر حضور ﷺ کو بٹھاتیں۔

تخریج: جامع الترمذي - المناقب (٣٨٧٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٧)

شرح الأحاديث: اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں ایک حضرت ابو سعید خدریؓ کی حضرت سعد بن معاذؓ کے

بارے میں کہ جب حضور ﷺ نے انکو بنو قریظہ کے فیصلہ کیلئے بلایا اور وہ حاضر ہوئے تو اس وقت حمار پر سوار تھے تو اس وقت آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ، اس قیام کے بارے میں بعض کی رائے تو یہی ہے کہ یہ تعظیماً تھا اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ ان کی اعانت کیلئے تھا کہ اس وقت وہ مریض تھے۔

اور دوسری حدیث باب کی حضرت عائشہؓ کی ہے جس کا مضمون یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رفتار گفتار اور اخلاق میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھنے والا میں نے حضرت فاطمہؓ سے زائد کسی کو نہیں دیکھا، جب وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں گھر میں تو آپ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور تعلق و محبت میں ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کی تقبیل کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے، وہ فرماتی ہیں کہ اور یہی حال خود حضرت فاطمہؓ کا تھا جب آپ ان کے گھر تشریف لی جاتے تو وہ دور ہی سے آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور آپ کی تقبیل کرتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم و فضل کے لئے قیام مستحب ہے اور احادیث سے ثابت ہے اور صراحۃً اس کی ممانعت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے [1] اور اسی طرح علامہ شامیؒ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح کی ہے، علماء فرماتے ہیں کہ تعظیماً کھڑا ہونا اہل فضل کیلئے مکروہ نہیں بلکہ مکروہ محبت قیام ہے یعنی جس شخص کیلئے قیام کیا جارہا ہے وہ خود اپنے لئے قیام کو پسند کرے۔

٥٥ - بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ

آدمی کا بیٹے کو بوسہ دینے کا بیان

٥٢١٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ حُسَيْنًا فَقَالَ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا فَعَلْتُ هَذَا بِوَاحِدٍ مِنْهُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابسؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ حسینؓ کو بوسہ دے رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے کسی ایک کے ساتھ بھی یہ معاملہ نہیں کیا (کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٦٥١) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣١٨) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩١١) سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٨/٢)

شرح الحدیث اقرع بن حابس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے نواسے حسینؓ کی تقبیل فرمارہے ہیں تو اس نے کہا

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٢ ص ٩٣

کہ میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے تو کبھی کسی کی تقبیل نہیں کی آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ، کہ جو دوسرے پر رحم نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔

حاشیۂ بذل [1] میں ہے کہ ملا علی قاریؒ نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ باپ کا اپنے بیٹے کے رخسار کا بوسہ دینا علی وجہ الشفقة والرحمة واللطف واجب ہے اور ایسے ہی رخسار کے علاوہ دوسرے اعضاء کا بوسہ دینا بھی اور اپنی اولاد کے علاوہ اپنے احباب کی اولاد کی تقبیل سنت ہے وأما التقبيل بالشهوة فحرام بالاتفاق وسواء في ذلك الوالد وغيره اھ۔

٥٢١٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ - تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَنْزَلَ عُذْرَكِ» وَقَرَأَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ، فَقَالَ أَبَوَايَ: قُومِي فَقَبِّلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَحْمَدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِيَّاكُمَا.

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا (اسکے بعد واقعہ افک مفصلا ذکر کیا جس کو راوی نے اختصار کی غرض سے حذف کر دیا) راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (جب حضرت عائشہؓ کی براءت میں سورۃ النور کی دس آیات نازل ہوئیں) اے عائشہ! خوشخبری حاصل کرو اللہ پاک نے تمہاری پاکدامنی کو نازل فرما دیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو قرآن پاک پڑھ کر سنایا تو میرے والد نے مجھ سے کہا: (اے عائشہ!) کھڑی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دو تو میں نے کہا: میں صرف اللہ عزوجل کی تعریف کروں گی نہ کہ تمہاری (مراد ابو بکر اور ام رومان ہیں)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢١٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦١/٦)

شرح الحدیث: اور باب کی دوسری حدیث میں واقعہ افک کی حدیث کا آخری ٹکڑا مذکور ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ جب میرے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوگئیں تو مجھ سے میرے والدین نے کہا کہ اٹھ کر حضور ﷺ کا سر مبارک چوم لے، اور ان کا شکریہ ادا کر، تو وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکریہ ادا کروں گی، آپ میں سے کسی کا نہیں، حدیث الإفك کا ذکر کتاب الحدود باب حد القذف میں گزر چکا۔

٥٦ - بَابٌ فِي قُبْلَةِ مَا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ

دونوں آنکھوں کے بیچ بوسہ دینے کا بیان

٥٢٢٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَجْلَحَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ».

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١٥٦

ترجمہ: شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جعفر بن ابی طالب سے ملے تو ان سے چمٹ گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب جعفر اور ان کے ساتھیؓ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا استقبال کیا تھا)۔

شرح الحدیث: اس باب کی حدیث کا مضمون ابھی قریب (باب فی المعانقہ) میں گزر چکا۔

٥٧۔ بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْخَدِّ

گال (رخسار) پر بوسہ دینے کا بیان

٥٢٢١۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ دَغْفَلٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ أَبَا نَضْرَةَ قَبَّلَ خَدَّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ».

ترجمہ: ایاس بن دغفل کہتے ہیں کہ میں نے ابو نضرہ کو دیکھا کہ انہوں نے حسنؓ کے رخسار کا بوسہ لیا۔

شرح الحدیث: منذریؒ نے لکھا ہے کہ حسن سے مراد حسن بن ابی الحسن یعنی حسن بصریؒ ہیں حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے نسخہ میں حسن کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حسن بن علیؓ ہیں مگر کسی نسخہ میں نہ حسن بن ابی الحسن کی تصریح ہے نہ حسن بن علی کی، ویسے زمانہ دونوں حسن کا ایک ہی ہے اس حیثیت سے دونوں کا احتمال ہے لیکن منذریؒ ان کو حسن بصریؒ قرار دے رہے ہیں اور منذریؒ کا رتبہ حدیث میں اونچا ہے اس لئے ان ہی کا قول راجح ہوگا اور ہو سکتا ہے "رضی اللہ عنہ" کی کتابت ناسخین کی طرف سے ہو، اھ [1] من البذل قلت وهذا هو المتعين اذ ابن دغفل لم يدرك عصر الصحابة لانه من الطبقة السابعة من طبقات التقريب۔

٥٢٢٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمَّى، فَأَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا: «كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ؟ وَقَبَّلَ خَدَّهَا».

ترجمہ: براءؓ کہتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شروع شروع کا دور تھا میں ابو بکرؓ کے ساتھ داخل ہوا تو ابو بکرؓ کی بیٹی عائشہؓ لیٹی ہوئی تھیں۔ انہیں بخار چڑھا ہوا تھا تو ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیسی ہو؟ اور ان کے رخسار کا بوسہ لیا۔

شرح الحدیث: حضرت براءؓ فرماتے کہ شروع شروع میں جب صدیق اکبرؓ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو میں ان کے ساتھ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود۔ ج ٢٠ ص ١٥٩۔ ١٦٠

ان کے گھر میں داخل ہوا وہاں ان کی بیٹی عائشہؓ لیٹی ہوئی تھیں جن کو بخار ہو رہا تھا تو وہ اس کے پاس گئے اور کیفیت حال دریافت کی وَقَبَّلَ خَدَّهَا ان کے رخسار کو بوسہ دیا۔

حاشیۂ بذل میں ہے: وفي الفتح[1] قال ابن بطال يجوز تقبيل الولد الصغير في كل عضو منه وكذا الكبير عند أكثر العلماء ما لم يكن عورة وكان عليه السلام يقبل فاطمةؓ وكذا كان أبو بكر ابنته عائشة اھ وبسطت انواع القبلة في الشامي (ج۵ص۲۷۲)۔

۵۸۔ بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْيَدِ

ہاتھ پر بوسہ دینے کا بیان

۵۲۲۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ وَذَكَرَ. قِصَّةً قَالَ: «فَدَنَوْنَا يَعْنِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ».

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے انہیں بیان کی پھر واقعہ نقل کیا۔ پھر کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بوسہ دیا (یہ ایک تفصیلی واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کو بذل المجہود میں نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا تو وہ سریہ والے شکست کھا گئے اور راتوں رات مدینہ منورہ واپس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچے اور نماز فجر سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو یہ لوگ کھڑے ہوئے اور پھر سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: نَحْنُ الْفَرَّارُونَ (ہم تو میدان جنگ سے بھاگنے والے لوگ ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا: لَا بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ (تم لوگ میدان جنگ سے فرار نہیں ہوئے بلکہ تمہارا مقصد دشمن پر دوبارہ حملہ کرنا ہے) تو اس تسلی کو سننے کے بعد ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بوسہ دیا۔ یہ واقعہ ابو داؤد کتاب الجهاد باب التولی یوم الزحف اور ترمذی کے ابواب الجهاد میں باب بلا ترجمہ پر موجود ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ومعنى قوله: «بل أنتم العكارون»، والعكار: الذي يفر إلى إمامه لينصره ليس يريد الفرار من الزحف ترمذی قبیل ابواب اللباس)۔

تخریج: سنن أبي داود- الأدب (۵۲۲۳) سنن ابن ماجه- الأدب (۳۷۰۴) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (۲/۷۰)

شرح الحدیث: یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جیسا کہ مصنف نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے وَذَكَرَ. قِصَّةً، جو کتاب الجهاد بَابٌ فِي التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ میں گزر گیا، الدر المنضود جلد رابع دیکھئے، حاشیۂ بذل[2] میں ہے في الفتح قال النووي: تقبيل

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۲۰ ص ۱۵۶

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۲۰ ص ۱۶۱

يد الرجل لزهده وصلاحه أو علمه أو شرفه أو صيانته أو نحو ذلك من الأمور الدينية لا يكره بل يستحب فإن كان لغناه أو شوكته أو جاهه عند أهل الدنيا فمكروه شديد الكراهة، وذكر الحافظ احاديث قبلة اليد والرجل في التلخيص الحبير (ص ٣٦٦) اه، وفي الدر المختار (ولا بأس بتقبيل يد) الرجل (العالم) والمتورع على سبيل التبرك درر ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين (السلطان العادل) وقيل سنة مجتبى (وتقبيل رأسه) أي العالم (أجود) كما في البزازية (ولا رخصة فيه) أي في تقبيل اليد (لغيرهما) أي لغير عالم وعادل هو المختار [1].

٥٩ - بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْجَسَدِ

جسم کو بوسہ دینے کا بیان

٥٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ: أَصْبِرْنِي فَقَالَ: «اصْطَبِرْ» قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ، «فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيصِهِ، فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ»، قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ.

ترجمہ: اسید بن حضیر ؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی قوم سے گفتگو کر رہے تھے..... ان کی طبیعت میں ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنا تھا..... اسی دوران کہ وہ اپنی باتوں سے لوگوں کو ہنسا رہے تھے حضور ﷺ نے اس کی کمر پر چھڑی ماری تو اس شخص نے کہا اس کا بدلہ اور قصاص چاہیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو تو اس نے کہا کہ آپ اس وقت قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ میرے بدن پر قمیص نہیں ہے تو حضور ﷺ نے اپنے جسم مبارک سے قمیص ہٹا دی تو یہ شخص حضور ﷺ سے چمٹ گیا اور آپ ﷺ کے پہلو کو بوسہ دینے لگا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا تو (بدلہ لینے سے) یہ مقصد تھا (بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا ہے لیکن بذل المجہود میں حضرت سہارنپوری ؒ کی رائے اس کے برعکس ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا نہیں بلکہ اسید بن حضیر ایک انصاری صحابی ؓ کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں)۔

شرح الحدیث: اسید بن حضیر ؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص لوگوں سے باتیں کر رہا تھا جس کی طبیعت میں مذاق تھا وہ لوگوں کو اپنی باتوں سے ہنسا رہا تھا جس پر آپ ﷺ نے ایک چھڑی سے اس کی کمر پر مار دیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اپنے سے قصاص اور بدلہ لینے دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا بدلہ لے لو، اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے جسم پر تو قمیص ہے اور میرے بدن پر قمیص نہیں اس پر آپ ﷺ نے اپنا قمیص اٹھا دیا، وہ شخص آپ ﷺ سے چمٹ گیا اور آپ ﷺ کے پہلو کو چومنے لگا اور کہا

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٥٤٩ - ٥٥٠

یارسول اللہ! میرا مقصد تو یہ تھا۔

٦٠ - بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرِّجْلِ

پاؤں کو بوسہ دینے کا بیان

٥٢٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْنَقُ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ أَبَانَ بِنْتُ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ، عَنْ جَدِّهَا، زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ، قَالَ: وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: «إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ، الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمُ اللهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: «بَلِ اللهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا» قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ.

ترجمہ: ام ابان بنت الوازع اپنے دادا زارع سے نقل کرتی ہیں...... یہ زارع قبیلہ عبد القیس کے وفد میں شامل تھے...... زارع کہتے ہیں جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کی اور ہم جلدی جلدی حضور ﷺ کے دست مبارک اور پاؤں پر بوسے دینے لگے۔ لیکن منذر بن عمرو الاشج نے جلدی نہیں مچائی یہاں تک کہ وہ اپنے صندوق کے پاس گئے اور اس میں سے دو نئے کپڑے نکال کر پہنے اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے منذر تم میں دو ایسی عادتیں ہیں جن کو اللہ پاک پسند فرماتے ہیں: ① بردباری ② وقار۔ منذر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دو صفات میں از خود اختیار کرتا ہوں یا اللہ پاک نے مجھے ان صفات پر پیدا کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلکہ اللہ پاک نے تمہیں ان دو صفات پر پیدا کیا ہے تو منذر نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی دو صفتوں پر پیدا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔

شرح الحدیث: ام ابان اپنے دادا زارع سے روایت کرتی ہیں جو کہ وفد عبد القیس میں تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم لوگ جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اتر کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ رہے تھے آپ ﷺ کے دست و پا کو بوسہ دے رہے تھے لیکن منذر اشج نے جلد بازی نہیں کی یہاں تک کہ پہلے وہ اپنے کپڑوں کی پوٹلی کے پاس آئے اپنے دونوں کپڑے بدلے اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے آپ ﷺ نے انکی یہ ادا دیکھ کر فرمایا «إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ، الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمُ اللهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: «بَلِ اللهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا» قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ، کہ تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے ایک حلم و بردباری اور وقار، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان دو خصلتوں کو میں اپنے طور سے اختیار کرتا ہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے

میری جبلت اور خلقت میں انکور کھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا ہی ان دو صفتوں پر کیا ہے اس پر انہوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا فرمایا جن کو وہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

یہ المنذر الاشج جن کو اشج عبد القیس اور الاشج العصری بھی کہتے ہیں، تہذیب میں ان کا نسب اس طرح لکھا ہے المنذر بن عائذ بن المنذر بن الحارث بن النعمان بن زیاد بن عصر العصري كان سيد قومه[1]۔

عون المعبود[2] میں لمعات سے نقل کیا ہے کہ یہ وفد عبد القیس جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مدینہ منورہ پہنچتے ہی اپنی سواریوں پر سے زیارت نبوی کے شوق میں نیچے کود پڑے اور بہت رواں دواں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ ان کے ان جذبات کا مشاہدہ فرماتے رہے اور اس وفد کا جو سربراہ تھا یعنی اشج وہ پہلے اتر کر اپنی قیام گاہ پر گیا اور وہاں جا کر غسل کیا اور صاف ستھرے کپڑے پہنے اسکے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوا اور وہاں دو رکعت ادا کی اور دعاء مانگی اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں نہایت خشوع و خضوع اور سکون و وقار کے ساتھ حاضر ہوا اس پر آپ ﷺ نے ان کے بارے میں وہ ارشاد فرمایا جو اوپر حدیث میں گزرا۔

٦١ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ

ایک شخص کسی سے کہے کہ اللہ مجھے تجھ پر فداء (قربان) کر دے

٥٢٢٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِيَانِ ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ» فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَا فِدَاؤُكَ.

ترجمہ: حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ ﷺ کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں اور میں آپ ﷺ پر فداء (قربان) ہوں۔

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! تو میں نے عرض کیا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَا فِدَاؤُكَ.

یہ ترجمہ امام بخاری نے بھی قائم کیا ہے کتاب الادب ہی کے اندر باب قَوْلِ الرَّجُلِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي دونوں ترجمے قریب ہی قریب ہیں، ایک میں اپنے نفس کو فدا کیا جا رہا ہے اور دوسرے میں اپنے والدین کو، اب یہ کہ اپنے آپ کو یا اپنے والدین کو کسی

---

[1] تهذيب التهذيب — ج ١٠ ص ٣٠١ (مجلس دائرة المعارف سنة ١٣٢٧هـ)

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ١٤ ص ١٣٥ - ١٣٦

شخص پر فدا کرنا اور اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: وبه قال جماهير العلماء وكرهه عمر بن الخطاب والحسن البصري رضي الله عنهما وكرهه بعضهم في التفدية بالمسلم من ابويه والصحيح الجواز مطلقا لانه ليس فيه حقيقة فداء وانما هو كلام والطاف واعلام بمحبته [1] الخ یعنی جمہور علماء کے نزدیک اس طرح کہنا جائز ہے اور عمر فاروقؓ اور حسن بصریؒ نے اس کو مکروہ سمجھا ہے یعنی مطلقاً، اور بعض علماء نے اپنے مسلم ابوین کے تفدیہ کو مکروہ قرار دیا ہے یعنی جس شخص کے والدین مسلمان ہوں اس کیلئے فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي کہنا مکروہ ہے، اور جس شخص کے والدین غیر مسلم ہوں اس کیلئے اس طرح کہنا جائز ہے (کیونکہ اپنے آپ کو غیر اللہ پر فدا کرنا کب جائز ہو سکتا ہے) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے کیونکہ اس سے مقصود حقیقت فدا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود تو صرف اظہار لطف و محبت ہے، اور خود حضور ﷺ سے اس طرح کہنا ثابت ہے چنانچہ آپ ﷺ نے جنگ احد میں حضرت سعدؓ کیلئے اور غزوہ خندق میں حضرت زبیرؓ کے لئے ایسا فرمایا ہے، فتح الباری میں یہاں پر ان سب کے خلاف طبرانی سے یہ روایت بھی نقل کی ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ حضور ﷺ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے جب کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور آپ سے اس طرح خطاب کیا یعنی ان الفاظ میں مزاج پرسی کی کَيْفَ تَجِدُكَ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ (تو اس پر آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی) اور فرمایا مَا تَرَكْتَ أَعْرَابِيَّتَكَ کہ تیرا اب تک گاؤدی پنا نہیں گیا، اس کے بعد امام طبرانیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور اگر اس روایت کا ثبوت مان لیا جائے تو پھر اس میں صراحۃ ممانعت نہیں ہے بلکہ اشارہ ہے کہ ان کا ان الفاظ میں مزاج پرسی اور عیادت کرنا خلاف اولیٰ ہے، عیادت کا مسنون طریقہ یہ نہیں ہے بلکہ لَا بَأْسَ طَهُورٌ (إِنْ شَاءَ اللهُ [2]) جیسے الفاظ کے ذریعہ عیادت کرنی چاہیے۔

٦٢ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا

ایک شخص یوں کہے کہ اللہ پاک تمہاری آنکھ ٹھنڈی رکھے

٥٢٢٧ - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: «كُنَّا نَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا، وَأَنْعِمْ صَبَاحًا، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِينَا عَنْ ذَلِكَ» قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ مَعْمَرٌ: «يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ أَنْعَمَ اللهُ عَيْنَكَ».

ترجمۃ: عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں یوں کہتے تھے کہ اللہ تمہاری آنکھ ٹھنڈی رکھے اور تمہاری صبح

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج ١٥ ص ١٨٤

[2] صحيح البخاري- كتاب المرضى-باب عيادة الأعراب ٥٣٣٢

خوشگوار ہو تو جب اسلام آیا تو ہمیں اس طرح کہنے سے منع کر دیا گیا عبد الرزاق کہتے ہیں کہ معمر نے کہا کہ آدمی أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا کہے یہ مکروہ ہے اور اسکو بدل کر أَنْعَمَ اللهُ عَيْنَكَ کہنے میں کوئی حرج نہیں (اگرچہ دونوں جملوں کا مطلب ایک ہی ہے لیکن دوسرے جملہ میں زمانہ جاہلیت کے طرز سے ہٹ کر ایک اور طریقہ اختیا کیا گیا ہے اسلئے اس طرح کہنے کی اجازت ہے)۔

شرح الحديث: حدیث الباب میں ہے حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں اس طرح کہا کرتے تھے: أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا، جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ ایک دوست دوسرے دوست سے ملاقات کے وقت میں یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے، یعنی تیری محبوب چیز کے ذریعہ، اگر با کو زائد مانا جائے اس صورت میں منع کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا تحیہ ہے اور اگر با کو سببیہ مانا جائے تب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ تیرے محبوب کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے تو اس میں منع کی دو وجہ ہوئیں ایک یہ کہ یہ زمانہ جاہلیت کا تحیہ ہے دوسرے یہ کہ اس میں فساد معنی کا ایہام ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ ایسا کرے، اور دوسرا جملہ أَنْعِمْ صَبَاحًا کہ تو خوشگواری اور کامیابی کے ساتھ صبح کرے اس میں وجہ کراہت بس ایک ہی ہے کونه من تحية الجاهلية۔

آگے روایت میں یہ ہے راوی کہتا ہے کہ اگر بجائے بِكَ عَيْنًا کے أَنْعَمَ اللهُ عَيْنَكَ کہے تو کچھ حرج نہیں، اول تو اس لئے کہ لفظوں میں تغیر کے بعد یہ تحیۃ الجاہلیۃ نہ رہا، دوسرے یہ کہ باسببیہ کی وجہ سے جو ایہام ہو رہا تھا وہ اس میں نہیں۔

٦٣ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: لِلرَّجُلِ حَفِظَكَ اللهُ

ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے

٥٢٢٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَعَطِشُوا. فَانْطَلَقَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَلَزِمْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ: «حَفِظَكَ اللهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن رباح انصاری کہتے ہیں کہ ابو قتادہؓ نے ہمیں بیان کیا کہ حضور ﷺ ایک سفر میں تھے لوگ پیاسے ہو گئے تو جلد باز افراد (پانی کی تلاش میں) چلے گئے اور میں اس رات حضور ﷺ کے ساتھ رہا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس طرح تو نے اللہ پاک کے نبی کی حفاظت کی اسی طرح اللہ پاک تیری حفاظت فرمائے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٨١) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٩/٥)

شرح الحديث: حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے سارے ہمراہی پیاس کی وجہ سے پانی پینے کیلئے چلے گئے میں آپ ﷺ کی تنہائی کے خیال سے آپ ﷺ ہی کے پاس رہا اس

شب میں، تو اس پر آپ ﷺ نے ان لفظوں کے ساتھ دعا دی حَفِظَكَ اللهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ۔

٦٤- بَابٌ فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

آدمی کا دوسرے آدمی کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونے کا بیان

اس باب کا ذکر ہمارے یہاں پہلے باب فی القیام میں آچکا ہے [1]۔

٥٢٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: ابو مجلز کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ ابن زبیر اور ابن عامرؓ کے پاس سے گزرے تو ابن عامر آپکی تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور عبد اللہ ابن زبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہؓ نے عبد اللہ ابن عامر سے کہا کہ بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانہ بنالے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأدب (٢٧٥٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٢٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٠٠)

شرح الحدیث: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، یعنی جو شخص اپنے لئے یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویر بنے کھڑے رہیں تو اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہئے یعنی وہ یہ سمجھ لے کہ میرا ٹھکانا جہنم میں بن چکا، اور یا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے میں جو جہنم میں ہے داخل ہو چکا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے دو دو ٹھکانے بنائے ہیں ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، خواہ وہ شخص دنیا میں آنے کے بعد مسلمان ہو یا کافر بنے، کفار پر حجت قائم کرنے کے لئے کبھی وہ یہ کہنے لگیں کہ اے اللہ تو نے تو ہمارا شروع سے ہی حصہ جنت میں نہیں رکھا تھا۔

٥٢٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الْعَدَبَّسِ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ: «لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ، يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا».

ترجمہ: ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ لاٹھی پر سہارا لئے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں تم لوگ اس طرح مت کھڑے ہوا کرو (طبرانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور سنداً مضطرب ہے اس میں بعض غیر معروف رواۃ ہیں)۔

---

[1] بذل میں یہاں باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلك کا ترجمہ موجود ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٠) سنن ابن ماجه - الدعاء (٣٨٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٣/٥)

شرح الحدیث: باب کی دوسری حدیث میں بروایت ابو امامہؓ یہ ہے کہ ایک روز حضور ﷺ اندر سے باہر عصا کے سہارے تشریف لائے ہم آپکو دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ تم لوگ عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جس طرح وہ ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

٦٥ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: فُلَانٌ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ

ایک شخص یوں کہے کہ فلانا تمہیں سلام کہتا ہے

٥٢٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: إِنَّا لَجُلُوسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ائْتِهِ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، فَقَالَ: «عَلَيْكَ السَّلَامُ، وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ».

ترجمہ: غالب کہتے ہیں کہ میں حسن بصریؒ کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ میرے والد نے میرے دادا کی سند سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے والد نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے میرا سلام کہو تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میرے والد آپ کو سلام کہتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦٦/٥)

٥٢٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: «إِنَّ جِبْرِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ». فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ.

ترجمہ: ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٤٥) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٥٧) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٤٨) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩٥) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٤٤٤٧) جامع الترمذي - الاستئذان والآداب (٢٦٩٣) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٨١) سنن النسائي - عشرة النساء (٣٩٥٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٢) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٥/٦) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٣٨)

شرح الأحادیث: (باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ) ایک صحابی نامعلوم الاسمؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو میرے باپ نے

حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ جاؤ وہاں ہو کر آؤ اور آپ ﷺ کو میرا سلام کہنا، وہ فرماتے ہیں میں آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور اپنے والد کا سلام آپ ﷺ کو پہنچایا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: عَلَيْكَ السَّلَامُ. وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ۔

اور باب کی دوسری حدیث میں یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام تم کو سلام کہتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے جواب میں کہا وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ جب کوئی کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو جواب دینے والے کو چاہئے کہ جواب سلام میں پہنچانے والے کو بھی شریک کرے، اور اس دوسری حدیث میں صرف مسلّم پر سلام ہے مبلغ پر نہیں، معلوم ہوا دونوں طرح جائز ہے (بذل) اور حاشیۂ بذل میں یہ ہے کہ ابن عابدینؒ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک تشریک واجب ہے اور دوسروں کے نزدیک مستحب [1]۔

٦٦ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي الرَّجُلَ فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ

ایک شخص دوسرے شخص کو آواز دے تو وہ شخص لبیک کہے

٥٢٣٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هَمَّامٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيَّ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَسِرْنَا فِي يَوْمٍ قَائِظٍ شَدِيدِ الْحَرِّ، فَنَزَلْنَا تَحْتَ ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ لَبِسْتُ لَأْمَتِي وَرَكِبْتُ فَرَسِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي فُسْطَاطِهِ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، قَدْ حَانَ الرَّوَاحُ، قَالَ: «أَجَلْ» ثُمَّ قَالَ: «يَا بِلَالُ قُمْ» فَثَارَ مِنْ تَحْتِ سَمُرَةٍ كَأَنَّ ظِلَّهُ ظِلُّ طَائِرٍ فَقَالَ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ، فَقَالَ: «أَسْرِجْ لِي الْفَرَسَ» فَأَخْرَجَ سَرْجًا دَفَّتَاهُ مِنْ لِيفٍ لَيْسَ فِيهِ أَشَرٌ، وَلَا بَطَرٌ، فَرَكِبَ وَرَكِبْنَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيُّ لَيْسَ لَهُ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثُ وَهُوَ حَدِيثٌ نَبِيلٌ جَاءَ بِهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن یسار کہتے ہیں کہ ابو عبد الرحمن الفہری نے کہا: میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوا تو ایک دفعہ ہم سخت گرمی کے دن سفر کر رہے تھے تو ہم نے ایک درخت کے سائے میں پڑاؤ ڈالا پس جب زوال شمس ہو گیا تو میں نے اپنی زرہ اور اسلحہ پہنا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پس میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کوچ کرنے وقت ہو گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے بلال! کھڑے ہو...... پس وہ درخت ہے نیچے سے اچھل

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٧١

کر کھڑے ہوئے تو گویا کہ ان کا سایہ ایک پرندے کے سایہ کے مثل تھا (یہ تشبیہ قلت کے اندر ہے)...... تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا: لبیک وسعدیک میں آپ پر فداء ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے گھوڑے پر زین کسو تو حضرت بلالؓ نے ایک زین نکالی جس کے دونوں کنارے کھجور کے چھال کے بنے تھے نہ ان کوئی شیخی تھی (تکبر) اور نہ سرکشی تو آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور ہم بھی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی (حاشیہ البذل میں ہے کہ ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے اور حافظ نے القول المسدد میں اس کا جواب دیا ہے بذل المجہود ج ۲۰ ص ۱۷۳۔ ان دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے۔ از مترجم بظاہر یہ طبع در طبع ہونے کی صورت میں بیروت پھر اسکے بعد کے نسخے میں غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ حافظ منذریؒ نے مختصر سنن ابی داؤد ص ۹۶ جلد نمبر ۸ پر نیز علامہ سیوطیؒ نے اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ جلد ثانی ص ۱۲۲ پر کتاب الحج کے عنوان کے تحت جس حدیث پر کلام کو ذکر کیا ہے وہ اگلے باب کی حدیث اضحک اللہ سنک والی ہے اس روایت کو ابن ماجہ نے ص ۲۱٦ باب الدعا بعرفۃ کے تحت حدیث طویل کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور اس،، اضحک اللہ سنک والی حدیث پر سیوطی نے لکھا ہے کہ قد تعقب الحافظ ابن حجرؒ علی ابن الجوزیؒ فی هذه الاحادیث فی القول المسدد والف فی الرد علیہ موکفا الخ اللالی المصنوعہ ص ۱۲۲ جلد ثانی نیز ہمارے شیخ مولانا عبد الرشید نعمانیؒ نے ما تمس الیہ الحاجۃ میں الحدیث الثالث والعشرون میں اسی حدیث پر کلام ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارے مروجہ نسخے، بیروت اور ہندوستانی، پاکستانی نسخوں میں غلطی ہو گئی ہے۔ فلیصحح واللہ اعلم)

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٣) سنن الدارمي - السير (٢٤٥٢)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے ابو عبد الرحمن فہری فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ حنین میں شریک تھا ایک مرتبہ ہم چلے جارہے تھے سخت گرمی کے دن میں تو ہم ایک درخت کے سائے کے نیچے اترے جب زوال شمس ہو گیا تو میں نے اپنا ہتھیار سنبھالا اور زرہ وغیرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور حضور ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ ﷺ خیمہ میں تھے، پس میں نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، قَدْ حَانَ الرَّوَاحُ کہ اس منزل سے روانگی کا وقت ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو آواز دی اور ان سے فرمایا کہ چلو کھڑے ہو تو وہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے سے فوراً اٹھے جس کا سایہ اتنا مختصر سا تھا جیسا کسی پرندہ کا ہوتا ہے اور آپ ﷺ سے عرض کیا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے پر زین باندھو فَأَخْرَجَ سَرْجًا دَفَّتَاهُ مِنْ لِيفٍ لَيْسَ فِيهِ أَشَرٌ، وَلَا بَطَرٌ. فَرَكِبَ وَرَكِبْنَا، تو وہ ایک ایسی زین نکال کر لائے جس کی دونوں جانب کھجور کی چھال کی تھیں نہ ان میں کوئی شیخی تھی نہ بڑائی، آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور ہم بھی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے کہ ندا دینے والے کے جواب میں لبیک کہنا ثابت ہو رہا ہے، حاشیہ بذل میں ہے

کہ اس طرح کسی کے جواب میں لبیک کہنا امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے کمافی الشرح الکبیر (ج ۲ ص ٤٢)، پھر انہوں نے اسکی تاویل یہ کی ہے کہ امامؒ کی مراد مطلق لبیک کی کراہت نہیں بلکہ تلبیة الحج کا استعمال کرنا اور یہ ترجمہ امام بخاریؒ نے بھی قائم کیا ہے لیکن حافظؒ نے ترجمۃ الباب کی غرض سے سکوت کیا ہے اسکے بعد شیخؒ فرماتے ہیں کہ تلبیۂ حج میں تو علماء کا اختلاف مشہور ہے کہ غیر محرم کیلئے جائز ہے یا نہیں اور پھر ابن قدامہؒ سے نقل کیا لابأس أن یلبی الحلال، وبه قال الشافعي وأصحاب الرأي، وکرهه مالك، ولنا أنه ذکر یستحب للمحرم فلا یکره لغیره کسائر الأذکار اھ [1] ہمارے استاد حضرت ناظم صاحبؒ فرماتے تھے کہ لبیک تو اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کو پکارے اور بلائے اپنی کسی حاجت اور ضرورت کیلئے، یہ انہوں نے اس پر فرمایا کہ بعض طلبہ استاد کے حاضری لینے کے وقت اپنا نام پکارے جانے پر لبیک کہتے تھے کہ یہ اس کا محل نہیں ہے۔

٦٧ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِلرَّجُلِ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ

ایک شخص دوسرے کو یوں کہے کہ اللہ تمہیں خوش رکھے

٥٢٣٤ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبِرَكِيُّ، وَسَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيِّ، - وَأَنَا لِحَدِيثِ عِيسَى أَضْبَطُ - ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ السَّرِيِّ يَعْنِي السُّلَمِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ كِنَانَةَ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "ضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: أَبُو بَكْرٍ أَوْ عُمَرُ أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - ".

ترجمہ: ابن کنانہ بن عباس بن مرداس اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کسی بات پر ہنسے تو حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک نے یوں دعا دی کہ اللہ آپ کو ہنستا رکھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠١٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٥/٤)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسی بات پر ہنسے تو آپ ﷺ کو ہنستا دیکھ کر حضرات شیخینؓ میں سے کسی ایک نے جو وہاں موجود تھے کہا: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ [2]۔

اس حدیث سے اس وقت میں جو دعاء شروع ہے وہ معلوم ہوگئی کہ جب کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کو ہنستا دیکھے تو اس کو اس طرح دعاء دے أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ، کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اسی طرح ہنستا کھلتا رکھے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٢٠ ص ١٧٢

[2] فی ہامش البذل (ج ٢٠ ص ١٧٣): اورد هذا الحديث ابن الجوزی فی الموضوعات ورد علیه الحافظ فی القول المسدد ص ١٣٦ . اھ۔

٦٨- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ

گھر تعمیر کرنے کا بیان

٥٢٣٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو [1]، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُطَيِّنُ حَائِطًا لِي أَنَا وَأُمِّي، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا عَبْدَ اللهِ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَيْءٌ أُصْلِحُهُ. فَقَالَ: «الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذَلِكَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک دیوار پر گارا لیپ رہا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبد اللہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے گھر کو کچھ صحیح کر رہا ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس سے زیادہ قریب ہے (بذل المجہود میں ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پوشیدہ گھر کی اصلاح نہیں کی گئی تو اس کے گر جانے اور خراب ہونے کا خطرہ ہے تو انسان کی موت اس کے خراب ہونے سے پہلے بھی واقع ہو سکتی ہے)۔

٥٢٣٦- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ: بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا وَهَى، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» فَقُلْنَا: خُصٌّ لَنَا وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ».

ترجمہ: اعمش نے اپنی سند کے ساتھ اسی حدیث کی طرح نقل کیا۔ عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اور ہم اپنے ایک جھونپڑے کو جو کمزور ہو گیا تھا صحیح کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو ہم نے عرض کیا کہ ہم اپنے اس (لکڑی اور بانسوں سے بنے) گھر کو صحیح کر رہے ہیں جو کمزور ہو گیا ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے خیال میں موت اس سے بھی زیادہ قریب ہے (خص، بانس یا لکڑی کی جھونپڑی۔ المنجد ٢٧٦)

تخریج: جامع الترمذي- الزهد (٢٣٣٥) سنن أبي داود- الأدب (٥٢٣٥) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦١)

شرح الأحادیث: عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے پاس سے حضور ﷺ گزرے جبکہ میں اور میری والدہ دونوں اپنے گھر کی دیوار کو مٹی لگا کر درست کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس دیوار کو کچھ درست کر رہا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت اس سے زیادہ جلدی آنے

---

[1] في هامش البذل (ج ٢٠ ص ١٧٦): يفتش الحديث فإنه في الترغيب ص ٥٩٩ عن ابن عمر- بدون الواو- اهـ في جميع النسخ الموجودة عندنا بالواو. وكذا في سنن الترمذي عن عبد الله بن عمرو- بالواو-

والی ہے، اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا وَهَى، خص کہتے ہیں بانس اور لکڑی وغیرہ سے جو مکان بنالیا جاتا ہے کہ ہم درست کر رہے تھے اپنے گھر کو جو کمزور ہو گیا تھا، وَهَى بروزن رضی ماضی کا صیغہ ہے (بذل [1]) اسکو دَھٰی بھی پڑھ سکتے ہیں بروزن رمیٰ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ موت بہت قریب ہے اس پر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس سے مکان کی اصلاح اور مرمت سے روکنا نہیں ہے بلکہ مقصود موت کو یاد دلانا ہے کہ اس کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے [2]۔

٥٢٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ: «مَا هَذِهِ؟» قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: هَذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتَّى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ، صَنَعَ ذَلِكَ مِرَارًا، حَتَّى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ، فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ، قَالَ: فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلَى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتَّى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا، قَالَ: «مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ؟» قَالُوا: شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ، فَأَخْبَرْنَاهُ، فَهَدَمَهَا، فَقَالَ: «أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا، إِلَّا مَا لَا» يَعْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ.

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونچی عمارت دیکھی تو ارشاد فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ یہ فلانے شخص...... انصاری کا گھر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا یہاں تک کہ وہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کی موجودگی میں آپ کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دینے سے اعراض کیا انہوں نے کئی دفعہ اسی طرح کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعراض فرماتے رہے یہاں تک کہ ان صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ اور اعراض کرنے کو پہچان لیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے اس کی شکایت کی اور کہا خدا کی قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے والے برتاؤ میں فرق دیکھتا ہوں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے) تو ان کے ساتھیوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے تھے تو تمہاری بلند عمارت کو دیکھا تھا تو یہ صحابی اپنی اس بلند عمارت کی طرف لوٹے اور اس کو ڈھا دیا یہاں تک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٧٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ١٧٧

کہ اس کو زمین کے برابر کر دیا...... پھر ایک دن حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اس اونچی عمارت کو نہیں دیکھا تو پوچھا اس بلند عمارت کا کیا بنا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس اونچی عمارت کے مالک نے ہم سے شکایت کی تھی کہ آپ ﷺ ان سے اعراض فرماتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) تو ہم نے ان کو ساری بات بتادی تو ان صحابی نے اس بلند عمارت کو ڈھا دیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر اس کے بنانے والے پر وبال بنے گی مگر جو ضرورت کے درجہ میں ہو یعنی اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٧) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٦١)

شرح الحدیث: ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں ایک اونچا سا مکان دیکھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کس کا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ فلاں انصاری کا ہے، آپ ﷺ سن کر خاموش رہے لیکن آپ ﷺ نے ذہن میں اس بات کو رکھا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کی مجلس میں وہ صاحب مکان حسب معمول حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا انہوں نے بار بار سلام کیا لیکن آپ ﷺ بھی اعراض فرماتے رہے یہاں تک کہ ان صحابیؓ نے آپ ﷺ کی ناگواری کو سمجھ لیا تو اس چیز کا ذکر انہوں نے دوسرے صحابہؓ سے کیا کہ واللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور ﷺ ناراض ہیں اس کی کیا وجہ؟ انہوں نے بتادیا کہ راستہ میں تمہارا مکان دیکھا تھا، وہ انصاری سنتے ہی مجلس سے اٹھ کر باہر آئے اور اپنے مکان کو منہدم کر دیا اور بالکل زمین کے ہموار کر دیا، اس کے بعد پھر ایک دن آپ ﷺ کا وہاں کو گزر ہوا تو جب آپ ﷺ نے وہاں وہ مکان نہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ مکان کہاں گیا؟ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ سنادیا، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا «أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَالَا، إِلَّا مَالَا» يَعْنِي مَالَا بُدَّ مِنْهُ، خبردار تحقیق کہ ہر تعمیر اور مکان اسکے مالک کے حق میں وبال ہے مگر صرف ایسا مکان کہ جس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہو، اللہ اکبر! حضرات صحابہ کرامؓ کی اخلاص کی گہرائی دیکھیے، صحابہ کرامؓ کا سب سے اونچا وصف کمال اخلاص ہی تھا۔

٦٩ - بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْغُرَفِ

بالا خانہ بنانے کا شرعی حکم

٥٢٣٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ الطَّعَامَ، فَقَالَ: «يَا عُمَرُ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ» فَارْتَقَى بِنَا إِلَى عِلِّيَّةٍ فَأَخَذَ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْرَتِهِ فَفَتَحَ.

ترجمہ: دکین بن سعیدؓ (یہ ایک صحابیؓ ہیں) سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے

آپ ﷺ سے اناج طلب کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! ان کو لے جاؤ اور ان کی ضرورت کو پورا کرو تو حضرت عمرؓ ہمیں ایک بالا خانہ پر لے کر چڑھے پھر اپنی شلوار کی ازار بند باندھنے کی جگہ سے چابی نکالی پس دروازہ کھولا (یہ لفظ ایک نسخہ میں حجرہ راء کے ساتھ ہے اور دوسرے نسخہ میں زاء معجمہ کے ساتھ ہے اسی دوسرے نسخہ کے مطابق یہاں حُجْزَتِهِ کا ترجمہ کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٣٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٧٤/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٧٥/٤)

شرح الحدیث: غرف جمع ہے غرفة کی یعنی کمرہ کے اندر اس کی کسی ایک جانب میں مچان کے طور پر ایک دوسری چھت ڈال کر مختصر سا حجرہ بنا لینا جس کو ہمارے عرف میں دو چھتی کہتے ہیں جس میں کھانے پینے کا ذخیرہ اور سامان محفوظ کر دیا جاتا ہے، تو مصنف اس باب سے غرف بنانے کا ثبوت پیش کر رہے ہیں، مضمون حدیث یہ ہے: دکین بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والوں کی کافی بڑی جماعت تھی جن کی تعداد چار سو چالیس تھی، یہ سب لوگ مدینہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں غلہ لینے کیلئے آئے تھے بظاہر بیت المال سے، لیکن بیت المال اس وقت خالی تھا اسلئے حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنے گھر جا کر موسم میں اپنے اہل وعیال کے لئے جو ذخیرہ جمع کر رکھا ہے وہ ان کو دیدو، اسی مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یا رسول اللہ! میرے پاس تو کھجوروں کا ذخیرہ اپنے گھر والوں کے لئے صرف چار ماہ ہی کے بقدر ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ بھی دیدو، انہوں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللهِ، سَمْعًا وَطَاعَةً، کہ آپ ﷺ کا حکم علی الراس والعین، وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہمیں اپنے ایک غرفہ میں لے گئے اور چابی اپنے نیفے میں سے نکالی جس سے دروازہ کھولا، وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غرفہ میں پہنچے تو وہاں کھجور کا ایک مختصر سا ڈھیر دیکھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس میں سے تم لوگ حسب ضرورت لے لو، وہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک نے اس میں سے حسب حاجت وضرورت اچھی طرح لے لیا، یہ صحابیؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ سب سے اخیر میں لینے والا میں ہی تھا تو میں نے اپنا حصہ لینے کے بعد اس ڈھیر پر جو نظر ڈالی تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہم نے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں کی، یہ سب حضور اقدس ﷺ کے فرمان کی برکت تھی حضرت عمرؓ نے تو عرض کیا تھا کہ ہمارے پاس تو ہماری ضرورت سے زائد ہے نہیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہر حال تم ان کو دو، لو یہ واقعہ بھی آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہو گیا تکثیر طعام سے متعلق، اسی لئے اس کو آپ ﷺ کے معجزات جمع کرنے والے مصنفین میں سے امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔

٧٠ - بَابٌ فِي قَطْعِ السِّدْرِ

بیری کاٹنے کا بیان

٥٢٣٩ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ

جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ» سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: «هَذَا الْحَدِيثُ مُخْتَصَرٌ، يَعْنِي مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيلِ، وَالْبَهَائِمُ عَبَثًا، وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُونُ لَهُ فِيهَا صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن حبشی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بیری کاٹے گا تو اللہ پاک اس کا سر جہنم میں اوندھے منہ ڈال کر لٹکا دیں گے۔

٥٢٤٠ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: عروہ بن زبیرؒ حضور ﷺ کی مرفوع حدیث اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

شرح الأحاديث: آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیری کا درخت کاٹے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں الٹا لٹکائیں گے۔

مصنف نے اس حدیث کو دو طریق سے ذکر کیا ہے: عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُثْمَانَ اور أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ، دونوں طریق میں اختلاف ہے جیسا کہ دونوں طریق کی سندوں سے ظاہر ہو رہا ہے، پہلے طریق میں راوی حدیث عبد اللہ بن حُبشی صحابیؓ ہیں اور دوسرے طریق میں اس کے راوی عروہ بن الزبیرؒ تابعی ہیں جو اس کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں، پہلی روایت مسند اور دوسری مرسل ہوئی، اور امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو ایک تیسرے طریق سے نقل کیا ہے جس میں عن عروۃ عن عائشۃ موصولاً ہے اور پھر انہوں نے فرمایا: المرسل هو المحفوظ، اس حدیث کے مفہوم پر اشکال ہو رہا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے، بعض نسخوں میں ہے کہ امام ابو داؤدؒ سے اس حدیث کا مطلب معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ بیری کا درخت ہے جو کسی جنگل میں کھڑا ہو جس کے سایہ سے مسافر اور جانور منتفع ہوتے ہوں، اور کوئی شخص اس کو بلا وجہ ناحق کاٹ ڈالے، اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ اس سے حرم مکہ کی بیری مراد ہے، اور کہا گیا ہے کہ حرم مدینہ کی بیری، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ سے پوچھا گیا قطع سدرۃ کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا: لا بأس به [1]۔

٥٢٤١ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَأَلْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ قَطْعِ السِّدْرِ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى قَصْرِ عُرْوَةَ فَقَالَ: "أَتَرَى هَذِهِ الْأَبْوَابَ وَالْمَصَارِيعَ إِنَّمَا هِيَ مِنْ سِدْرِ عُرْوَةَ كَانَ عُرْوَةُ يَقْطَعُهُ مِنْ أَرْضِهِ وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ" زَادَ حُمَيْدٌ فَقَالَ: "هِيَ يَا عِرَاقِيُّ جِئْتَنِي بِبِدْعَةٍ قَالَ: قُلْتُ إِنَّمَا الْبِدْعَةُ مِنْ قِبَلِكُمْ" سَمِعْتُ مَنْ يَقُولُ بِمَكَّةَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ السِّدْرَ» ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ.

---

[1] کہ اس میں کچھ حرج نہیں یعنی جو بیری اپنی ملک ہو۔

ترجمہ: حسان بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن عروہ سے بیری کے کاٹنے کے متعلق سوال کیا ہشام اس وقت عروہ کے محل سے ٹیک لگائے ہوئے تھے...... کہ ہشام نے کہا کہ تمہارا خیال ہے ان دروازوں اور چوکھٹوں کے اندر جو بیری لگی ہے یہ حضرت عروہ کی اپنی بیری تھی اور حضرت عروہؒ اپنی زمین سے بیری کے درخت کٹوا کر اس کو تیار کرواتے تھے اور ہشام نے یہ بھی کہا کہ بیری کے درخت کاٹنے میں کوئی حرج نہیں...... مصنف کے استاد حمید بن مسعد نے یہ اضافہ کیا کہ ہشام نے یہ بھی کہا کچھ اور پوچھ لے اے عراقی تم ہمارے پاس ایک نئی بدعت لائے تو (تم بیری اور درخت کاٹنے کو حرام کہتے ہو کہ جس کی حرمت کو ہم نے نہیں سنا)...... حسان بن ابراہیم نے کہا کہ یہ بدعت تمہارے پاس سے آئی ہے میں نے ایک شخص کو مکہ مکرمہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے بیری کے درخت کاٹنے والوں پر لعنت فرمائی پھر گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کیا۔

شرح الحدیث: ایک شخص نے ہشام بن عروہ سے معلوم کیا قطع سدر کے بارے میں کہ بیری کا درخت کاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت ہشام اپنے والد عروہ کے بنائے ہوئے مکان سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، تو انہوں نے سائل کے جواب میں کہا کہ یہ جو تم اس مکان کے دروازوں اور چوکھٹوں کو دیکھ رہے ہو یہ بیری کے درخت ہی کے تو ہیں عروہ نے اپنی زمین میں سے بیری کے درخت کٹوا کر اس کے بنوائے تھے، اور یہ بھی کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

فَقَالَ: "هِيَ يَا عِرَاقِيُّ جِئْتَنِي بِبِدْعَةٍ قَالَ: قُلْتُ إِنَّمَا الْبِدْعَةُ مِنْ قِبَلِكُمْ"، اور پھر اس کے بعد ہشام نے یہ بھی کہا کچھ اور پوچھ لے یا عراقی، عراقی سے مراد وہی حسان جو سائل تھے کہ یہ کیا بدعت یعنی نئے نئے سوال کر رہا ہے، اس پر سائل یعنی حسان نے کہا کہ یہ بدعت اور خلاف سنت کام تو تمہاری ہی طرف سے چلا ہے (کہ بیری کے درخت کٹوا کر اسکے دروازے بنوالئے) میں نے مکہ میں ایک شخص سے سنا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے بیری کا درخت کاٹنے والے پر۔

هِيَ يَا عِرَاقِيُّ میں لفظ هي میں دو احتمال لکھے ہیں کسر ہا اور فتح یا، اس صورت میں تو یہ ضمیر قصہ ہو گی، اور یا سکون یاء کے ساتھ، اس صورت میں یہ اسم فعل ہو گا بمعنی امر برائے استزادہ (کسی چیز میں زیادتی طلب کرنے کیلئے بولتے ہیں) ہم نے ترجمہ اسی لحاظ سے کیا ہے۔

۷۱ - بَابٌ فِي إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

راستہ سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹانے کا بیان

۵۲۴۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ، مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ» قَالُوا: وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ قَالَ: «النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُكَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہوتے ہیں لہٰذا اس کے ذمہ لازم ہے کہ اپنے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ دے صحابہؓ نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی! اس قدر کون طاقت رکھتا ہے (کہ تین سو ساٹھ ۳۶۰ دفعہ صدقہ دے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد میں لگے ہوئے تھوک کو دفن کرنا صدقہ ہے۔ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ اگر تم ایسے نیکی کے کام نہ کر سکو تو چاشت کی دو رکعات تمہیں کافی ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (۵۲۴۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۹/۵)

شرح الحدیث: عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں سنا میں نے اپنے باپ یعنی بریدہ سے "بریدہ" ترکیب میں بدل واقع ہو رہا ہے "ابی" سے لہٰذا "ابی" میں یاء یائے متکلم ہے وہ فرماتے تھے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ ہر انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں لہٰذا اس کے ذمہ ہے یہ بات کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ دے یعنی بطور شکر کے ان جوڑوں کی سلامتی اور عافیت پر، اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقات دینے پر کون قادر ہے، اے اللہ کے نبی، آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں لگے ہوئے تھوک کو دفع کر دینا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا، یعنی اس طرح کے نیک کام سب صدقہ شمار ہوتے ہیں، اور آگے یہ ہے کہ اگر ان امور میں سے کسی کی نوبت نہ آئے تو صلاۃ الضحیٰ کی دو رکعت تیرے لئے کافی ہیں، یعنی تین سو ساٹھ صدقات کے قائم مقام ہیں اس لئے کہ دو رکعت پڑھنے میں جسم کے تمام اعضاء اور مفاصل حرکت میں آجاتے ہیں جو کہ حرکت فی العبادۃ ہے لہٰذا سب اعضاء کی طرف سے شکریہ ادا ہو گیا، اللہ اکبر دو رکعت نماز کا کتنا بڑا اجر عظیم ہے کہ وہ تین سو ساٹھ نیکیوں کے قائم مقام ہو گئیں۔

۵۲۴۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ وَهُوَ أَتَمُّ عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ، تَسْلِيمُهُ عَلَى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُهُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَبُضْعَتُهُ أَهْلَهُ صَدَقَةٌ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ يَأْتِي شَهْوَةً، وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ؟ قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حَقِّهَا أَكَانَ يَأْثَمُ؟» قَالَ: «وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ».

ترجمہ: ابو ذرؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم کے ہر جوڑ پر صبح کے وقت ایک صدقہ لازم ہوتا ہے اس کا اپنے میل جول والوں کو سلام کرنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ شئے کا ہٹانا صدقہ ہے اور کسی آدمی کا اپنی بیوی سے جماع کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ شخص اس خواہش کو ناجائز جگہ پر پورا کرتا تو کیا گناہ گار نہ ہوتا (بالکل گناہ ملتا) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور ان تمام چیزوں کی طرف سے چاشت کی دو رکعت کافی ہو جائیں گی۔

۵۲۴۴- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِهِ.

ترجمہ: ابو ذرؓ سے اسی حدیث کی طرح حدیث مروی ہے راوی نے حضور ﷺ کا ذکر مبارک اس حدیث کے درمیان میں کیا ہے (اس حدیث کے شروع میں حضور ﷺ کر ذکر نہیں کیا)۔

تخريج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٢٠) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٤٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٧٨/٥)

شرح الأحاديث: باب کی دوسری حدیث میں ہے يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ الخ۔ یہ حدیث کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الضحی [1] میں گزر چکی مع تشریح کے۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ بِهَذَا الْحَدِيثِ: یہ پہلی حدیث کا دوسرا طریق ہے پہلی سند میں واصل سے روایت کرنے والے عباد تھے اور یہاں خالد ہیں، لیکن بذل المجہود کے نسخہ میں اور ابوداؤد کے نسخہ مجتبائیہ میں دونوں میں بجائے خالد عن واصل کے خالد بن واصل ہے، حالانکہ خالد بن واصل تقریب کے رواۃ میں کوئی راوی نہیں ہے لہٰذا اس لفظ کی تصحیح کرلی جائے، اس دوسرے طریق کے آخر میں ہے: وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسْطِهِ، بذل المجہود میں تحریر ہے کہ اس کلام کے معنی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ "النبی" منصوب ہو "ذکر" کا مفعول ہونے کی بنا پر یعنی ذکر کیا راوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسط حدیث میں نہ کہ اول حدیث میں، دوسرے یہ کہ "النبی" مرفوع ہو "ذکر" کا فاعل ہونے کی بنا پر، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث کو اپنے کلام کے وسط میں ذکر فرمایا، یعنی پہلے سے کوئی اور بات چل رہی تھی اس کے درمیان میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی [2]، اور تیسرا ایک احتمال حضرت ناظم صاحبؒ نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ حدیث کے بیچ میں جو لفظ "یارسول اللہ" آیا ہے "ومن یطیق ذلک یارسول اللہ" تو اس دوسری سند کے راوی یعنی خالد نے بجائے یارسول اللہ کے یانبی اللہ کہا۔

٥٢٤٥- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِيقِ إِمَّا كَانَ فِي شَجَرَةٍ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ، وَإِمَّا كَانَ مَوْضُوعًا فَأَمَاطَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ بِهَا فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ایسا شخص جس نے کبھی کوئی بھلائی کا کام نہیں کیا تھا اس نے ایک کانٹے کی ٹہنی راستے سے کاٹ دی یا تو وہ کانٹے دار ٹہنی درخت میں تھی تو اس نے ٹہنی کو کاٹ دیا اور باہر نکال دیا یا کانٹے دار ٹہنی راستہ میں پڑی ہوئی تھی تو اس کو اس نے ہٹا دیا اللہ پاک نے اسکے اس ہٹانے کا بدلہ عطا کیا اور اس کو جنت میں داخل فرمایا۔

تخريج: صحيح البخاري - الأذان (٦٢٤) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣٤٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٩١٤) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (١٩١٤) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٥٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٤٥) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٦/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٩٥)

شرح الحديث: اور باب کی آخری حدیث کا مضمون یہ ہے جس کے راوی ابوہریرہؓ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی کار خیر نہیں کیا تھا (الظاهر من الامم السابقة) اس نے راستہ سے خاردار ٹہنی ہٹادی، یا تو وہ درخت میں تھی جس سے اس ٹہنی کو کاٹ دیا اور کاٹ کر پھینک دیا، یا راستہ میں پڑی ہوئی تھی اس کو وہاں سے ہٹا دیا، تو اس کام کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل فرمادیا۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب صلاة الضحى ١٢٨٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١٨٦

٥٢٤٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، رِوَايَةً وَقَالَ: مَرَّةً يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ ❶».

ترجمہ: زہری عن سالم عن ابیہ سے روایتاً مروی ہے اور کبھی زہری یا سفیان نے یہ الفاظ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اپنے گھروں میں سوتے وقت آگ جلتی ہوئی مت چھوڑو۔

تخریج: صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٣٥) صحيح مسلم - الأشربة (٢٠١٥) جامع الترمذي - الأطعمة (١٨١٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٤٦) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٧٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧/٢)

شرح الحدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ رات میں سوتے وقت آگ کو بغیر بجھائے مت چھوڑو۔

٥٢٤٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّمَّارُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتْ فَأْرَةٌ فَأَخَذَتْ تَجُرُّ الْفَتِيلَةَ فَجَاءَتْ بِهَا فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِي كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ: «إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هَذِهِ عَلَى هَذَا فَتُحْرِقَكُمْ».

ترجمہ: عکرمہ، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک چوہا چراغ کی جلتی ہوئی بتی کھینچ لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو ڈال دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے اس چٹائی میں سے ایک درہم کے بقدر جلادیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم سونے لگے تو اپنے چراغوں کو بجھادو کیونکہ شیطان اس طرح کے جانوروں کو اس طرح کے کاموں پر رہنمائی کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں جلادیں۔

شرح الحدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک چوہا چراغ کی جلتی بتی کھینچ کر لایا اور جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے بوریہ کے اوپر اس کو پھینک دیا جس بوریہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے جس سے اس بوریئے کا کچھ حصہ بقدر درہم کے جل گیا، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سونے لگا کرو تو اپنے چراغوں کو بجھادیا کرو اس لئے کہ شیطان شریر اس چوہی کو اس طرح کی بات سمجھاتا ہے یعنی اس پر اس کو ابھارتا ہے، پھر وہ تمہاری چیزوں کو جلادیتی ہے۔

٧٢- بَابٌ فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ

سانپوں کو مارنے کا بیان

٥٢٤٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُنَّ خِيفَةً، فَلَيْسَ مِنَّا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب سے ہم نے ان سانپوں سے جنگ کی ہے اس وقت سے ہم نے ان سے صلح نہیں کی اور جو شخص ان سانپوں کے نقصان دینے سے ان کو چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

---

❶ بذل میں اس حدیث سے پہلے باب فی إطفاء النار باللیل کا ترجمہ موجود ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٤٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٠/٢)

٥٢٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ السُّكَّرِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي».

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو قتل کر دو پس جو شخص ان کے انتقام لینے سے ڈرے وہ ہم میں سے نہیں۔

تخریج: سنن النسائي - الجهاد (٣١٩٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٤٩)

شرح الأحاديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُنَّ خِيفَةً، فَلَيْسَ مِنَّا» اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي۔

ان احادیث میں آپ ﷺ سانپ کو دیکھ کر اس کو مارنے کا حکم فرما رہے ہیں، اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ ہم نے ان سانپوں سے کب صلح اور دوستی کی تھی، ہماری توان سے ہمیشہ سے دشمنی اور لڑائی ہے، یعنی طبعی طور پر کیونکہ سانپ موذی جانور ہے آدمی کا دشمن ہے، اور آگے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان کے ثار کا یعنی بدلہ کا خوف کر کے ان کو چھوڑ دے گا تو وہ ہم میں سے نہیں، اہل جاہلیہ سانپ کو نہیں مارا کرتے تھے اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جس طرح ہر جانور کا ایک جوڑا ہوتا ہے اسی طرح اس کا بھی جوڑا ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص کسی سانپ کو دیکھ کر اس کو مار دے گا خواہ وہ مادہ ہو یا نر، تو اس کے جوڑ کا جو دوسرا ہے وہ کسی دوسرے وقت اس مارنے والے سے بدلہ لیتا ہے یعنی اس کو کاٹ کر ہلاک کر دیتا ہے، تو اگر کوئی شخص سانپ کو دیکھ کر اس کو نہ مارے کسی وجہ سے مثلاً ہتھیار نہ ہونے کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے یا ہمت نہ ہونے کی وجہ سے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر اس خیال اور عقیدہ کی بنیاد پر اس کو مارنے سے بچے تو یہ ناجائز اور معصیت ہے۔ لیکن عام حیّات کے حکم سے عوامر اس سے مستثنیٰ ہیں یہ استثناء آگے روایت میں آرہا ہے۔

٥٢٥٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ فِيمَا أُرَى إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ، فَلَيْسَ مِنَّا مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ».

ترجمہ: عکرمہ حدیث کو میرے خیال میں ابن عباسؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص سانپوں کو ان کے انتقام کے خوف سے قتل نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے جب سے ہم نے ان سے جنگ کی اس وقت سے اب تک ہم نے ان سے صلح نہیں کی۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٥٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٨/١)

٥٢٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُوسَى الطَّحَّانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَابِطٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَكْنُسَ زَمْزَمَ وَإِنَّ فِيهَا مِنْ هَذِهِ الْجِنَّانِ - يَعْنِي الْحَيَّاتِ

الصِّغَارَ - «فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ».

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ زمزم کے کنویں کو صاف کرلیں اور اس کنویں میں یہ چھوٹے سانپ بھی موجود ہیں تو حضور ﷺ نے ان چھوٹے سانپوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

شرح الحدیث: حضور ﷺ کے عم محترم حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ ہمارا ارادہ اس چاہ زمزم کو صاف کرنے کا ہو رہا ہے، کنویں میں جو آڑ کباڑ گر جاتا ہے تو اس کو صاف کرنے کی بھی نوبت آتی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس کنویں میں چھوٹے چھوٹے سانپ بھی پیدا ہو گئے ہیں یعنی اس کے بچے، تو آپ ﷺ نے ان کے مارنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اواخر مؤطا میں ایک باب ہے مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ، أوجز میں اس کے تحت اس سے متعلق ابحاث مذکور ہیں، قتل حیات کے بارے میں أوجز میں بحوالہ محلی، ھدایہ سے یہ نقل کیا ہے: یجوز قتل الحیات مطلقاً، قال ابن الھمام: احتراز عما قیل: لا یقتل الحیة البیضاء، لأنها من الجن، قال الطحاوی: لا بأس بقتل الكل؛ لأنه صلی الله تعالی علیه وآله وسلم عاهد الجن أن لا یدخلوا بیوت أمته، ولا یظهروا أنفسهم، فإذا خالفوا فقد نقضوا عهدهم، فلا حرمة لهم، وقد حصل فی عهده صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وفیمن بعده الضرر بقتل بعض الحیات من الجن، فالحق أن الحل ثابت، ومع ذلك فالأولى الإمساك عما فیه علامة الجن لا للحرمة، بل لدفع الضرر المتوهم من جهتهم اھ یعنی حنفیہ کے نزدیک تمام حیات کا قتل جائز ہے، البتہ ایک قول حیہ بیضاء کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو نہ قتل کیا جائے کہ وہ جن کے قبیلہ سے ہوتا ہے، امام طحاویؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ سب کو قتل کرنا جائز ہے یعنی اگرچہ وہ حیاتِ بیوت ہوں جن کو عوامر کہتے ہیں، اس کے بعد وہ فرماتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی اور آپ ﷺ کے بعد بھی بعض حیات جو جن کے قبیلہ سے تھے ان کو قتل کرنے سے ضرر پہنچا ہے پس حق یہ ہے کہ سب کو قتل کرنا جائز تو ہے لیکن ضرر سے بچنے کے لئے جن حیات میں جن ہونے کی علامت پائی جاتی ہو اس سے رکنا اولیٰ ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سلف کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے بعض مطلقاً تمام کے قتل کے مطلقاً جواز کے قائل ہیں بلا کسی استثناء کے (ثم ذکر اسماء القائلین) اور بعض علماء کہتے ہیں کہ عوامر البیوت یعنی گھروں میں رہنے والے حیات حکم قتل سے مستثنیٰ ہیں ان کو بغیر تحریج اور اعلان کے قتل نہیں کرنا چاہئے، امام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ عوامر خواہ مدینہ منورہ کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے ان کو بغیر انذار اور تحریج کے مارنا جائز نہیں، البتہ صحاریٰ میں انذار کی حاجت نہیں، اور ابن نافع مالکیؒ فرماتے ہیں کہ صرف مدینہ منورہ کے عوامر کا انذار ضروری ہے، قال الحافظ ظاهر الحدیث (نهی عن قتل الحیات التی فی البیوت) التعمیم، وعن مالك تخصیصه ببیوت أهل المدینة اھ قال الشیخ فی الاوجز: وتقدم البسط فی ذلك فی أول الباب، اور اول باب میں یہ گزرا ہے کہ ابن نافعؒ کے نزدیک یہ بیوت مدینہ کے ساتھ خاص ہے، لیکن امام مالکؒ نے اس کو تمام بیوت پر محمول کیا ہے لیکن وہ فرماتے ہیں وفی بیوت المدینة اوجب، یعنی انذار مطلق بیوت مدینہ میں تو ضروری ہے اور مدینہ منورہ کے بیوت میں زیادہ ضروری ہے، لیکن صحاریٰ میں انذار کی حاجت نہیں، قال الباجی قال مالك لا تنذر فی الصحاری ولا تنذر الا فی البیوت [1]۔

[1] یہ تمام مباحث میں موجود تفصیل کیلئے مراجعت أوجز المسالك إلی موطأ مالك - ج ۱۷ ص ۳٦٥ - ۳۷۲ کریں۔

٥٢٥٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ، وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ، وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ» قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ: «إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ».

ترجمہ: زہری عن سالم عن ابیہ کی سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سانپوں کو قتل کرو اور خاص کر وہ سانپ جو دو ڈنگ رکھتا ہو (یا اس کی کمر پر دو سفید دھاریاں، لکیریں ہوں) اور دم بریدہ سانپ کو مار دو کیونکہ یہ دونوں سانپ انسان کی نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حاملہ عورت کا حمل گرا دیتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمرؓ جس سانپ کو دیکھتے تو اسکو قتل کر دیتے تو ابولبابہ یا زید ابن خطاب نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک سانپ کو مارنے کے لئے اس کا پیچھا کر رہے ہیں تو ابولبابہ نے یا زید بن خطاب نے ان سے کہا کہ گھر میں موجود سانپوں کے مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - بدء الخلق (٣١٢٣) صحیح البخاري - المغازي (٣٧٩٢) صحیح مسلم - السلام (٢٢٣٣) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٥٢) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٣٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٢٦)

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام ہی سانپوں کو دیکھ کر مار دیا کرو، اور خاص طور سے ذو الطفیتین اور ابتر ان دو کو، اسلئے کہ یہ دونوں آدمی کی نگاہ کو طلب کرتے ہیں یعنی اس کو سلب کر لیتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ اگر ان دونوں کی نگاہ انسان کی آنکھ پر پڑ جائے تو اسکی روشنی ضائع ہو جاتی ہے، اور دوسرے معنی اسکے یہ لکھے ہیں کہ یہ دونوں طلب کرتے ہیں انسان کی نگاہ کو یعنی اس پر حملہ کرتے ہیں اور ڈستے ہیں، حاشیہ بذل [1] میں ہے کہ علامہ دمیریؒ نے یہ دونوں معنی لکھ کر پہلے معنی کو ترجیح دی ہے، اور آگے ہے حدیث میں کہ یہ دونوں حمل کو بھی ساقط کر دیتے ہیں، یعنی اگر ان سانپوں کو کوئی حاملہ عورت دیکھ لے تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے یعنی ان دونوں کے سم کی شدت کی وجہ سے، ذو الطفیتین ایک بہت خبیث قسم کے سانپ کا نام ہے اس کو ذو الطفیتین اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی کمر پر دو سفید دھاریاں سی ہوتی ہیں، طفیہ تو دراصل کھجور جیسا ایک درخت ہوتا ہے (مقل) اسکے پتے کو کہتے ہیں اس سانپ کی پشت پر بھی چونکہ مقل کے پتوں جیسا نشان ہوتا ہے اس لئے اس کو ذو الطفیتین کہتے ہیں، اور ابتر کے معنی تو دم بریدہ کے ہیں لیکن یہاں ایک خاص قسم کا سانپ مراد ہے جو دم بریدہ تو نہیں ہوتا مگر اس کی دم چھوٹی سی ہوتی ہے ایسی جیسے کٹی ہوئی ہو۔

اس حدیث میں اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ مطلقا وارد ہے لیکن آگے روایت میں ذَوَاتِ الْبُيُوتِ کا استثناء آ رہا ہے کہ ان کا قتل بعد الانذار ہونا چاہئے، اور انذار کا طریقہ بھی مذکور ہے، چنانچہ روایت (٥٢٦٠) میں ہے إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُنَّ شَيْئًا فِي مَسَاكِنِكُمْ، فَقُولُوا: أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ نُوحٌ، أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ سُلَيْمَانُ، أَنْ لَا تُؤْذُونَا فَإِنْ عُدْنَ فَاقْتُلُوهُنَّ، جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ہم تم کو وہ معاہدہ یاد دلاتے ہیں اور اسکے حوالہ سے سوال کرتے ہیں جو تم سے حضرت نوح علیہ السلام نے لیا تھا، اور ایسے ہی وہ عہد جو تم سے سلیمان

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ١٩٣

علیہ السلام نے لیا تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی کشتی میں ہر جانور کا ایک جوڑا بھی لیا تھا تو ہو سکتا ہے اس وقت میں انہوں نے ان زہریلے جانوروں سے یہ عہد لیا ہو کہ بنو آدمی کو اذیت نہ پہنچانا اور سلیمان علیہ السلام کی بھی چونکہ جانوروں پر حکومت تھی، تو انہوں نے بھی عہد لیا ہو گا جیسا کہ اس حدیث کا تقاضا ہے، اس انذار کے بارے میں حدیث (٥٢٥٨) میں یہ ہے فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا، اب یہ کہ تین دن تک تین اعلان مراد ہیں یا صرف تین مرتبہ اعلان مراد ہے خواہ ایک ہی دن میں ہو؟ علماء کے دونوں قول ہیں، چنانچہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں: امرہ علیہ السلام بقتل الحیات امر ندب و حیات البیوت لا تقتل حتی تنذر ثلاثۃ ایام او ثلاث مرات، والجمہور علی الاول بان یقول انشدکن بالعہد الذی الخ۔

وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ: «إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ» یعنی عبداللہ بن عمرؓ ہر سانپ کو جس کو دیکھتے مار دیا کرتے تھے ایک روز وہ کسی سانپ کا پیچھا کر رہے تھے مارنے کیلئے تو ان دونوں میں سے کسی ایک نے انکو دیکھ لیا اور یہ کہا کہ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ کے قتل سے حضور ﷺ نے منع کیا ہے، اس کے بعد روایت میں آرہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث سننے کے بعد سانپ کو مارنا چھوڑ دیا تھا ذوات البیوت کو قتل کرنا ترک کر دیا تھا بلکہ اس کو باہر نکال دیا کرتے تھے۔

٥٢٥٣- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي لُبَابَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْبُيُوتِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ، وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ، وَيَطْرَحَانِ مَا فِي بُطُونِ النِّسَاءِ».

ترجمہ: ابو لبابہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سانپوں کو مارنے سے منع کیا جو گھروں میں پائے جاتے ہیں لیکن یہ کہ وہ سانپ ① جس کی کمر پر دو سفید دھاریاں ہوں (یا دو منہ والا ہو) ② دم بریدہ کیونکہ یہ دونوں سانپ نگاہوں کی بینائی کو چھین لیتے ہیں اور عورتوں کے پیٹوں میں موجود حمل گرا دیتے ہیں۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد ابو لبابہؓ کی روایت میں یہ ہے فَإِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ، وَيَطْرَحَانِ مَا فِي بُطُونِ النِّسَاءِ: ذوات البیوت میں انذار کی قید کی وجہ سے آگے ایک روایت (٥٢٥٧) میں یہ آرہا ہے ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا بِالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَحَذِّرُوهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، کہ بعض جن مدینہ منورہ میں ایسے تھے جو اسلام لائے تھے اور چونکہ جن مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اسلئے جو سانپ ذوات البیوت ہیں ان میں یہ احتمال ہے کہ یہ ان جنات میں سے ہو جو اسلام لائے نیز آپ ﷺ نے فرمایا (برقم ٥٢٥٨) فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ، یعنی تین مرتبہ انذار کے بعد بھی وہ نہ جائے بلکہ ظاہر ہو تو سمجھ لو کہ وہ مسلمان جن نہیں ہے، یا تو جن ہی نہیں بلکہ سانپ ہے اور اگر جن ہی ہے تو غیر مسلم اور کافر لہٰذا اسکے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور ترمذی کی ایک حدیث مرفوع بروایت ابو سعید خدریؓ میں اس طرح ہے إِنَّ لِبُيُوتِكُمْ عُمَّارًا، فَحَرِّجُوا عَلَيْهِنَّ ثَلَاثًا[1]۔

٥٢٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ بَعْدَ ذَلِكَ يَعْنِي بَعْدَ مَا حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ حَيَّةً فِي دَارِهِ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ يَعْنِي إِلَى الْبَقِيعِ.

---

[1] جامع الترمذی - کتاب الأحکام و الفوائد - باب ما جاء فی قتل الحیات ١٤٨٤

ترجمہ: نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے اس کے بعد..... یعنی حضرت ابولبابہؓ کی اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد..... اپنے گھر میں ایک سانپ دیکھا تو آپ نے حکم دیا تو اس سانپ کو بقیع کی طرف پھینک دیا گیا۔

٥٢٥٥- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ، عَنْ نَافِعٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ نَافِعٌ: ثُمَّ رَأَيْتُهَا بَعْدُ فِي بَيْتِهِ.

ترجمہ: اسامہ نے نافع کی سند سے اس حدیث کو بیان کیا نافع کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سانپ کو عبد اللہ بن عمرؓ کے گھر میں دیکھا۔

تخریج: صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٢٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٩٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٥٣) سنن ابن ماجه - الطب (٣٥٣٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٩) موطأ مالك - الجامع (١٨٢٦)

٥٢٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَصَاحِبٌ لَهُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ يَعُودَانِهِ، فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَنَا صَاحِبٌ لَنَا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ، فَأَقْبَلْنَا نَحْنُ فَجَلَسْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْهَوَامَّ مِنَ الْجِنِّ، فَمَنْ رَأَى فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فَلْيُحَرِّجْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنْ عَادَ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ».

ترجمہ: محمد بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے والد ابو یحییٰ نے بیان کیا کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ ابو سعید خدریؓ کی عیادت کیلئے گئے جب ہم ان کے پاس سے واپس لوٹے تو ہماری ملاقات ہمارے ایک اور ساتھی سے ہوئی جو ابو سعید خدریؓ کی عیادت کیلئے اندر جانا چاہ رہے تھے۔ ہم حضرت ابو سعیدؓ کے پاس سے چلے گئے اور مسجد میں جا کر بیٹھ گئے اس کے بعد ہمارے وہ آخری ساتھی جب عیادت کر کے آئے تو انہوں نے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابو سعد خدریؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ سانپ جنات کی ایک قسم ہے پس تم میں سے جو شخص اپنے گھر میں اس طرح کے سانپ دیکھے تو تین مرتبہ ان پر تحریج کرے (یعنی یوں کہے میں تم پر تنگی ڈالتا ہوں کہ تم ہمارے سامنے مت نکلنا اگر تم دوبارہ آؤ گے تو ہم تمہیں قتل کریں گے تین دفعہ کہیں بذل المجهود) پس اگر وہ سانپ دوبارہ ظاہر ہو تو قتل کر دے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢٢٣٦) جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٤) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٥٦) موطأ مالك - الجامع (١٨٢٨)

شرح الحدیث: محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد ابو یحییٰ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ یعنی ابو یحییٰ اور انکے ایک ساتھی ابو سعید خدریؓ کی عیادت کیلئے گئے وہ جب انکے پاس سے واپس آرہے تھے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی (جن کا نام مذکور نہیں) جو ابو سعید خدریؓ ہی کے پاس جا رہے تھے عیادت کیلئے، ابو یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم تو چلے آئے اور مسجد میں آکر بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد وہ صاحب جو عیادت کیلئے جا رہے تھے انکے پاس سے لوٹ کر ہمارے پاس آئے اور یہ کہا کہ مجھ کو ابو سعید خدریؓ نے یہ حدیث مرفوع سنائی ہے: إِنَّ الْهَوَامَّ مِنَ الْجِنِّ، فَمَنْ رَأَى فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فَلْيُحَرِّجْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنْ عَادَ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض

سانپ جن ہوتے ہیں پس جو شخص اپنے گھر میں اسکو دیکھے تو اس پر تین بار تحریج کرے یعنی اسکو مخصوص اعلان کے ذریعہ تنگی میں ڈالے لیکن اگر پھر بھی آئے تو اسکو قتل کر دے کہ وہ شیطان ہے۔

۵۲۵۷- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ صَيْفِيٍّ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ أَبِي السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ تَحْتَ سَرِيرِهِ تَحْرِيكَ شَيْءٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا حَيَّةٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: مَا لَكَ؟ قُلْتُ: حَيَّةٌ هَاهُنَا، قَالَ: فَتُرِيدُ مَاذَا؟ قُلْتُ: أَقْتُلُهَا، فَأَشَارَ إِلَى بَيْتٍ فِي دَارِهِ تِلْقَاءَ بَيْتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِي كَانَ فِي هَذَا الْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ اسْتَأْذَنَ إِلَى أَهْلِهِ، وَكَانَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ بِسِلَاحِهِ، فَأَتَى دَارَهُ فَوَجَدَ امْرَأَتَهُ قَائِمَةً عَلَى بَابِ الْبَيْتِ، فَأَشَارَ إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ، فَقَالَتْ: لَا تَعْجَلْ حَتَّى تَنْظُرَ مَا أَخْرَجَنِي، فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَإِذَا حَيَّةٌ مُنْكَرَةٌ، فَطَعَنَهَا بِالرُّمْحِ ثُمَّ خَرَجَ بِهَا فِي الرُّمْحِ تَرْتَكِضُ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الرَّجُلُ أَوِ الْحَيَّةُ، فَأَتَى قَوْمُهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ادْعُ اللهَ أَنْ يَرُدَّ صَاحِبَنَا، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا بِالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَحَذِّرُوهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ إِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدُ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَاقْتُلُوهُ بَعْدَ الثَّلَاثِ».

ترجمہ: ابو سائب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اسی دوران کہ میں ان کے پاس بیٹھا تھا تو میں نے ان کی چارپائی کے نیچے کسی چیز کی حرکت کرنے کی آواز سنی پس میں نے دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا تو میں کھڑا ہوا تو حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا: کیا بات ہے (تم کیوں کھڑے ہوئے ہو)؟ میں نے عرض کیا: یہاں پر ایک سانپ ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو انہوں نے (مجھے اس سے منع کیا اور سمجھانے کیلئے یہ واقعہ سنایا کہ) اپنے گھر کے سامنے ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرا چچازاد بھائی اس حجرے میں رہتا تھا پس جب غزوہ احزاب کا موقع ہوا تو اس نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیوی کی طرف واپس لوٹ جائے..... اسکی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی..... تو حضور ﷺ نے اس کو اجازت دے دی اور آپ ﷺ نے حکم دیا اپنا اسلحہ ساتھ لے کر جاؤ پس وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنی بیوی کو دروازے پر کھڑے دیکھا تو اس نے اپنی بیوی کی طرف (ڈرانے کیلئے) نیزہ سے اشارہ کیا تو اس کی بیوی نے کہا کہ جلدی مت کیجئے یہاں تک آپ دیکھ لیجئے کہ کس چیز نے مجھے گھر سے نکالا ہے تب وہ نوجوان گھر میں داخل ہوا تو وہاں پر ایک بہت بڑا سانپ تھا تو اس نے اس سانپ پر ایک نیزہ مارا پھر نیزہ میں اٹھا کر سانپ کو باہر لایا وہ سانپ حرکت کر رہا تھا راوی کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کس کی موت جلدی واقع ہوئی اس آدمی کی یا سانپ کی تو اس نوجوان کے قبیلے والے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ پاک سے دعا فرمادیں کہ وہ ہمیں ہمارا ساتھی لوٹا دے (یعنی زندہ کر کے) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو پھر ارشاد فرمایا کہ جنوں میں سے کچھ افراد مدینہ میں مسلمان ہو گئے ہیں (وہ سانپ کی شکل میں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں) لہذا جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو تین مرتبہ ان کو تحذیر کرو (ڈراؤ) تین مرتبہ کے بعد بھی اگر وہ سانپ ظاہر ہوں اور تمہارے ان کو مار ڈالنے کا ارادہ ہو تو تین مرتبہ تحذیر کے بعد ان کو قتل کر دو (کیونکہ یہ کافر ہے)۔

٥٢٥٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُخْتَصَرًا، قَالَ: «فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ».

ترجمہ: ابن عجلان نے اس حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ تین مرتبہ ان کو خبر دار کرو پھر اس کے بعد وہ سانپ نظر آئے تو اس کو مار ڈالو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

شرح الاحادیث: مضمون حدیث یہ ہے ابو السائب کہتے ہیں کہ ایک روز میں ابو سعید خدریؓ کے پاس گیا جب میں ان کے پاس بیٹھا تھا تو اسی اثنا میں میں نے ان کے تخت کے نیچے سے کسی چیز کی حرکت کی آواز سنی میں نے جھک کر دیکھا تو وہ سانپ تھا میں اس کو دیکھ کر کھڑا ہوا میرے کھڑے ہونے پر انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا کہ یہاں سانپ ہے انہوں نے فرمایا کہ تو تم کیا چاہتے ہو میں نے کہا کہ اس کو قتل کرنا، تو سامنے ایک حجرہ تھا انہوں نے فرمایا کہ میرا ایک چچازاد بھائی تھا وہ اس میں رہا کرتا تھا جن دنوں میں غزوۂ احزاب چل رہا تھا اور اس کی تیاری ہو رہی تھی تو ایک روز وہ میرا چچازاد بھائی حضور ﷺ سے اجازت لیکر اپنے گھر آیا ابھی قریب میں اس کی شادی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے اس کو جانے کی اجازت دیدی، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہتھیار ساتھ لیکر جانا، جب وہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اپنی بیوی کو دروازہ پر کھڑا دیکھا، دروازہ پر کھڑا دیکھ کر اس نے اس کی طرف نیزہ سے اشارہ کیا یعنی غصہ ہو کر کہ تو یہاں کیوں کھڑی ہے اس نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے گھر میں چل کر دیکھئے کہ کس وجہ سے میں باہر آئی ہوں وہ جب گھر میں داخل ہوا تو دیکھا ایک بہت بڑا سانپ ہے (تو اس نے جوانی کے جوش میں) اسکے نیزہ مارا اور نیزہ ہی سے اس کو اٹھا کر اندر سے باہر صحن میں لایا جو نیزہ پر اچھل رہا تھا، ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الرَّجُلُ أَوِ الْحَيَّةُ، کہ کون پہلے مرا یعنی مرے تو دونوں ہی لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی، بہر حال دونوں ہی ختم ہو گئے، فَأَتَى قَوْمُهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ادْعُ اللهَ أَنْ يَرُدَّ صَاحِبَنَا. فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ»، اس قصہ کے بعد اس نوجوان کے گھر والے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے ہمارے آدمی کو وہ لوٹا دے، آپ نے فرمایا (مرنے کے بعد کوئی لوٹ کر دنیا میں نہیں آتا) اپنے آدمی کیلئے استغفار کرو، اور پھر آگے یہ ہے ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا بِالْمَدِينَةِ الخ اس کا ذکر ہمارے یہاں اوپر آچکا۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس نوجوان کے مر جانے کے بعد آپ ﷺ سے اس کے زندہ ہو جانے کی دعاء کی درخواست کیسے کی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ ابھی یہ مرا نہ ہو بلکہ غشی اور بے ہوشی کی کیفیت ہو ایک مرض ہوتا ہے مرض سکتہ جس میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ آدمی مر گیا، اور یا ممکن ہے محبت اور بے قراری میں بے اختیار یہ درخواست کر دی ہو اور بہر حال حضور اکرم ﷺ اس دعاء کی درخواست کے شایان شان تو ہیں ہی۔

٥٢٥٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلَى ابْنِ أَفْلَحَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَأَتَمَّ مِنْهُ قَالَ: «فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فَاقْتُلُوهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ».

ترجمہ: ابو سائب ہشام بن زہرہ کے مولی نے یہ بیان کیا کہ وہ ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر انہوں نے اسی طرح

حدیث بیان کی اور اس سے زیادہ مکمل حدیث بیان کی اس میں یہ بھی فرمایا کہ ان کو تین دن خبر دار کر دو پس تین دن کے بعد اگر وہ سانپ ظاہر ہو تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢٢٣٦) جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٤) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٥٧) موطا مالك - الجامع (١٨٢٨)

٥٢٦٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ هَاشِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنْ حَيَّاتِ الْبُيُوتِ، فَقَالَ: " إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُنَّ شَيْئًا فِي مَسَاكِنِكُمْ، فَقُولُوا: أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ نُوحٌ، أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ سُلَيْمَانُ، أَنْ لَا تُؤْذُونَا فَإِنْ عُدْنَ فَاقْتُلُوهُنَّ ".

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے گھروں میں موجود سانپ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے گھروں میں ایسے سانپوں میں سے کوئی سانپ دیکھو تو یوں کہو کہ میں تمہیں وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے لیا تھا..... میں تمہیں وہ عہد بھی یاد دلاتا ہوں جو سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمیں ایذا مت دینا..... پھر اگر وہ سانپ دوبارہ ظاہر ہو تو ان کو قتل کر دو۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٠)

٥٢٦١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ: «اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا، إِلَّا الْجَانَّ الْأَبْيَضَ، الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبُ فِضَّةٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «فَقَالَ لِي إِنْسَانٌ الْجَانُّ لَا يَنْعَرِجُ فِي مِشْيَتِهِ، فَإِذَا كَانَ هَذَا صَحِيحًا كَانَتْ عَلَامَةً فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تمام سانپوں کو مار ڈالو سوائے اس سانپ کے جو سفید ہو گویا وہ چاندی کی ایک ٹہنی ہے (یہ روایت منقطع ہے کیونکہ ابراہیم راوی کا عبد اللہ بن مسعودؓ سے سماع ثابت نہیں ہے)۔

شرح الحدیث: باب کی آخری حدیث ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ: «اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا، إِلَّا الْجَانَّ الْأَبْيَضَ، الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبُ فِضَّةٍ»، حضرت ابن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ حیات کو قتل کر دیا کرو سوائے اس سفید سانپ کے جو دیکھنے میں ایسا لگتا ہے جیسے چاندی کی چھڑی ہو، اور ترمذی میں عبد اللہ بن مبارکؒ کے کلام میں ہے إنما يُكرهُ مِن قتلِ الحياتِ: قَتْلُ الحَيَّةِ الَّتِي تَكُونُ دَقِيقَةً كَأَنَّهَا فِضَّةٌ وَلَا تَلْتَوِي فِي مِشْيَتِهَا[1]، یعنی یہ قسم سانپ کی ایسی ہے جو چلتے وقت ٹیڑھا نہیں ہوتا بلکہ سیدھا چلتا ہے۔

٧٣- بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَوْزَاغِ

گرگٹ کو مارنے کا بیان

٥٢٦٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

[1] جامع الترمذی - کتاب الأحکام والفوائد - باب ما جاء فی قتل الحیات ١٤٨٣

«أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا».

ترجمة عامر بن سعد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا ہے اور اس کو چھوٹا فاسق قرار دیا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - السلام (٢٢٣٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧٦)

شرح الحديث أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا، کہ آپ ﷺ نے وزغ یعنی گرگٹ جس کو کرلا بھی کہتے ہیں جو مشہور ہے تلوّن میں کہ اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے لیکن دم اس سے زیادہ لمبی ہوتی ہے، جنگل میں گھاس میں پھرتا ہے آپ ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کا نام فویسق رکھا، جو تصغیر ہے فاسق کی یعنی موذی، جیسے کتاب الحج میں گزرا الخمسُ فَوَاسِقُ، يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ[1] یہ بھی گویا ان ہی کی نظیر ہے۔

٥٢٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، أَدْنَى مِنَ الْأُولَى، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَدْنَى مِنَ الثَّانِيَةِ».

ترجمة حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پہلے وار میں گرگٹ مار ڈالا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے اس کو دوسرے وار میں ڈالا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی پہلی دفعہ مارنے کے مقابلے میں یہ نیکیاں کم ہوں گی اور جس شخص نے اس کو تیسرے وار میں مار ڈالا تو اس کیلئے اتنی اتنی نیکیاں ہوں گی دوسرے وار میں مار ڈالنے سے کم۔

تخریج صحيح مسلم - السلام (٢٢٤٠) جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٣) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٥)

شرح الحديث آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے گرگٹ کو مار ڈالا پہلی ہی ضرب میں تو ان کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جو دوسرے وار میں اس کو مارے تو اس کیلئے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی، راوی کہہ رہا ہے جس نے عدد ذکر نہیں کیا کہ پہلے سے کم اور جس نے اس کو تیسرے وار میں مارا یعنی پہلے دوسرے میں نہ مر سکا بلکہ تیسرے میں تو اس کیلئے اتنی اتنی نیکیاں ہوں گی دوسرے وار میں مارنے والے سے کم، اس روایت میں ضربات ثلاث میں سے کسی کے اندر بھی عدد ثواب مذکور نہیں، اور صحیح مسلم کی روایت میں ضرب اول کے بارے میں ہے: لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ[2]، اور یہاں ابو داود میں باب کی دوسری حدیث (برقم ٥٢٦٤) میں اس طرح ہے أَنَّهُ قَالَ: «فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِينَ حَسَنَةً»۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ضربہ ثانیہ وثالثہ میں مارنے کا ثواب ضربہ اولیٰ سے زائد ہونا چاہئے چونکہ قاعدہ یہ

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحل والحرم ١١٩٨

[2] صحيح مسلم - كتاب السلام - باب استحباب قتل الوزغ (٢٢٤٠)

ہے الأَجْرِ عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ❶ کہ مشقت کے بقدر ثواب ملتا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں مار ڈالنا أحسنُ قِتلته ہے، حدیث شریف میں ہے ان اللہ تعالیٰ قد کتب الاحسان فی کل شئی❷، کہ ہر کام کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینا چاہئے، اور جس جانور کو مارنا مقصود ہو اسکو ایک ہی بار میں مار ڈالنا قتل کی حسن وخوبی ہے، اول تو مارنے والے کا کمال، دوسرے یہ کہ مقتول کو اذیت کم ہوتی ہے، اور اس استثناء کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلی بار مار ڈالنے میں مبادرت الی الخیر پائی جاتی ہے، نیز الاهتمام بامر الشارع بار اول میں زائد سمجھ میں آتا ہے، پھر مشہور علی الالسنة ہے کہ اسکو قتل کرنے کا حکم اور اس میں یہ ثواب عظیم اسلئے ہے کہ یہ جانور بڑا موذی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیلئے جو آگ جلائی گئی تھی یہ اس میں پھونک مار کر اضافہ کر رہا تھا، لیکن اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کرے کوئی اور بھرے دوسرا یہ تو اسلام میں نہیں ہے اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ قتل اس پھونک مارنے کی سزا نہیں ہے بلکہ اسکے پھونک مارنے سے یہ پتہ چلا کہ اسکی طبیعت میں خباثت اور شر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جنس موذی کو مارنا چاہئے، خواہ اس نے آپ کو اب تک ایذاء نہ پہنچائی ہو، اور علماء نے اسکی خباثت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ پانی کے اندر اپنی رال ٹپکاتا ہے جس سے انسان کو ضرر عظیم پہنچتا ہے اور اگر اسکو کسی جگہ نمک رکھا ہوا مل جائے تو اس میں لوٹ پوٹ ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ نمک خراب ہو جاتا ہے جس سے مرض برص پیدا ہوتا ہے، اور یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نمک تک پہنچنے میں اسکو کوئی صورت نہیں ملتی تو جہاں نمک رکھا ہوا ہے اس جگہ چھت پر چڑھ کر اور اس نمک کی محاذات میں ہو کر اس میں بیٹ کرتا ہے، کذا فی ہامش البذل❸۔

٥٢٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي أَوْ أُخْتِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِينَ حَسَنَةً».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے وار میں مارنے پر ستر (۷۰) نیکیاں ملیں گی۔

تخریج: صحيح مسلم - السلام (٢٢٤٠) جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٢) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٤) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٥)

٧٤- بَابٌ فِي قَتْلِ الذَّرِّ

چھوٹی چیونٹی اور (لال چیونٹی) کو مارنے کا بیان

ذر کیڑی جو چھوٹی قسم کی ہوتی ہے اور بہت زور سے کاٹتی ہے ففی مختار الصحاح (الذَّرُّ) جَمْعُ (ذَرَّةٍ) وَهِيَ أَصْغَرُ النَّمْلِ اهـ❹، فقہاء نے

---

❶ وَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ، وَالْحَاكِمُ مِنْ طَرِيقِ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ بِلَفْظِ: إِنَّ لَكِ مِنَ الْأَجْرِ عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ وَنَفَقَتِكِ. (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج٣ ص ٦١١)

❷ إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ (صحيح مسلم - كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان - باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، وتحديد الشفرة ١٩٥٥)

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢٠٢

❹ مختار الصحاح للرازي - ص ٩٣ (مكتبة لبنان ١٩٨٦ء)

لکھاہے کہ ہر موذی جانور کو قتل کرنا جائز ہے لہٰذا اس کا قتل بھی جائز ہے۔

٥٢٦٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجِهَازِهِ، فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً».

ترجمہ: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو ایک چھوٹی چیونٹی نے آپ کو کاٹ لیا تو نبی علیہ السلام نے اس درخت کے نیچے اپنا ساز سامان نکالنے کا حکم دیا پھر اس درخت کو آگ لگانے کا حکم دیا تو اللہ پاک نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ نے صرف ایک چیونٹی کو (بدلہ میں) کیوں نہ جلایا (کیونکہ باقی چیونٹیوں کا کوئی تصور نہ تھا)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٦) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٤١) صحيح مسلم - السلام (٢٢٤١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٥٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٣/٢)

٥٢٦٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ نَمْلَةً قَرَصَتْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَفِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ، أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ».

ترجمہ: ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ایک چیونٹی نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹی کی پوری بستی (بل) سے متعلق حکم دیا چنانچہ سب چیونٹیاں جلادی گئیں اللہ پاک نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ آپکو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اسکے بدلہ میں آپ نے ایک پوری جماعت کو ہلاک کردیا جو اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٦) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٤١) صحيح مسلم - السلام (٢٢٤١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٥٨) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٦) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٠٣/٢)

شرح الأحاديث: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے گزشتہ انبیاء میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ سفر میں چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے ٹھہرے تو وہاں انکو ایک کیڑی نے کاٹ لیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ میرے اس بستر کو یہاں سے اٹھاؤ، اسکو اٹھانے کے بعد اسکے نیچے جو چیونٹیوں کا بل تھا، اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سب میں آگ لگادی جائے، چنانچہ لگادی گئی، اسی وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر وحی آئی کہ جب ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو تونے ایک ہی کو کیوں نہ مارا سب کو کیوں مار ڈالا اور دوسری روایت (٥٢٦٦) میں ہے: فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَفِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ، أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ کہ صرف ایک چیونٹی کے بدلہ میں مخلوق کی ایک امت کو ہلاک کرڈالا جو ہماری تسبیح کرتی تھی، قریہ کے معنی یہاں گاؤں کے نہیں ہیں بلکہ چیونٹیوں کے بل کو قریۃ النمل ہی کہا جاتا ہے، بذل میں نقل کیا ہے بعض کتب سے کہ عرب لوگ اوطان میں فرق کرتے ہیں چنانچہ مسکن انسان کو وطن اور مسکن ابل کو عطن اور شیر کے لئے عرین اور غابہ اور ہرن کے لئے کناس، اور پرند کے لئے

عش اور نمل کے لئے قریہ ❶۔

اس حدیث میں جن نبی کا ذکر ہے ان کے بارے میں بذل میں فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عزیز علیہ السلام ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں جن نبی کا قصہ اس حدیث میں مذکور ہے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس قصہ کا ایک سبب بھی ہے وہ یہ کہ یہ نبی ایک ایسی بستی پر گزر رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اور اس کے باشندوں کو ہلاک کر دیا گیا تھا تو یہ اس ویران جگہ کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور کھڑے ہو گئے اور باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا: يَا رَبِّ قَدْ كَانَ فِيهِمْ صِبْيَانٌ وَدَوَابٌّ وَمَنْ لَمْ يَقْتَرِفْ ذَنْبًا کہ اے اللہ! ان ہلاک ہونے والوں میں کچھ بچے بھی ہوں گے اور جانور بھی اور کچھ بے گناہ اور بے قصور اس کے بعد یہ قصہ پیش آیا، شراح نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے ذریعہ ان نبی کو یہ تنبیہ فرمائی کہ جنس موذی کو ہلاک کیا جاتا ہے اگرچہ اس نے ایذاء نہ پہنچائی ہو اور اس کی اولاد کو بھی قتل کیا جاتا ہے اگرچہ وہ ایذاء کی عمر کو نہ پہنچیں ❷۔

٥٢٦٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: النَّمْلَةُ، وَالنَّحْلَةُ، وَالْهُدْهُدُ، وَالصُّرَدُ".

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا: ① چیونٹی ② شہد کی مکھی ③ ھد ھد (معروف پرندہ ہے) ④ صرد (لٹورا ایک پرندہ کا نام ہے ❸)۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٢/١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٩)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے، چیونٹی اور شہد کی مکھی اور پرندوں میں ہدہد اور صرد، ھدھد تو معروف ہے اور صرد کا ترجمہ کرتے ہیں ممولہ سے، اور بعض لٹوری سے۔

مصنف نے بَابٌ فِي قَتْلِ الذَّرِّ کے تحت دو حدیثیں ذکر کیں ایک کا تعلق گزشتہ انبیاء کی شریعت سے ہے اور دوسری حدیث کا امت محمدیہ سے۔ جن نبی نے قریۃ النمل کا احراق کیا تھا اس کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ان صاحب قصہ نبی کی شریعت میں قتل نمل جائز تھا بلکہ احراق بالنار بھی جائز تھا، اور عتاب اس واقعہ میں نہ تو احراق پر ہے نہ نفس قتل پر بلکہ نملہ واحدہ سے زائد قتل کرنے پر ہے، لیکن ہماری شریعت میں احراق الحیوان بالنار جائز نہیں اور نہ قتل نمل جائز ہے حدیث ابن عباسؓ کی وجہ سے یعنی اس باب کی حدیث ثانی کی وجہ سے ❹، نوویؒ کے اس کلام کے بعد حافظ فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ کے علاوہ دوسرے حضرات جیسے خطابیؒ انہوں نے منع کی حدیث کو محمول کیا ہے نمل سلیمانی پر، چنانچہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ نمل صغیر یعنی وہ چھوٹی چیونٹی جس کو ذر

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢٠٥-٢٠٦

❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٦ ص ٣٥٨، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢٠٥

❸ مصباح اللغات - ص ٤٦٦

❹ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٤ ص ٢٣٩

کہاجاتا ہے اس کا قتل جائز ہے، الی آخر مافیہ۔ امام نوویؒ نے تو نمل اور ذر میں کوئی فرق نہیں کیا اور مطلقاً چیونٹی کے قتل کو ناجائز قرار دیا لیکن خطابیؒ اور بغویؒ نے دونوں میں فرق کیا ہے قتل ذر کو جائز اور اور نمل سلیمانی کو ناجائز قرار دیا، یعنی شافعیہ کے یہاں، اور ملا علی قاریؒ کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ وہ حدیث ابن عباس جس میں قتل نملہ سے ممانعت مذکور ہے وہاں لکھتے ہیں کہ منع کا تعلق خاص قسم کی چیونٹی سے ہے اور وہ وہ چیونٹی ہے جو بڑی قسم کی ہوتی ہے جس کی ٹانگیں لمبی لمبی ہوتی ہیں لأنها قليلة الأذى والضرر [1]، اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب بھی وہی ہے جو بغویؒ اور خطابیؒ کہہ رہے ہیں یعنی قتل ذر کا جواز اس کے موذی ہونے کی وجہ سے اور نمل سلیمانی کے قتل کا عدم جواز اس کے غیر موذی ہونے کی وجہ سے، چنانچہ وہ کاٹتی نہیں بخلاف چھوٹی کیڑی کے جس کو ذر کہتے ہیں وہ موذی ہے اور بہت زور سے کاٹتی ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ باب کی پہلی حدیث جس میں کسی نبی کا قصہ مذکور ہے ظاہر یہ ہے کہ وہ کیڑی بھی ذر ہی تھی جس کا قتل ہماری شریعت میں بھی جائز ہے اور باب کی دوسری حدیث ابن عباسؓ والی جس میں النَّمْلَةُ کا لفظ مذکور ہے منع کا تعلق اسی سے ہے اس کے غیر موذی ہونے کی وجہ سے یا قلیل الاذی ہونے کی وجہ سے۔

دوسری چیز حدیث میں جو مذکور ہے جسکے قتل سے منع کیا ہے وہ النَّحْلَةُ یعنی شہد کی مکھی ہے، منع کی وجہ اسمیں ظاہر ہے کہ وہ تو انسان کے حق میں مفید اور نافع ہے اور حدیث میں تیسری اور چوتھی چیز ہدہد اور صرد ہے ان دونوں کے قتل سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا، بذل میں ہے لعدم إضرارهما وليس في قتلهما فائدة أما إذا أخذهما لبن يحهما للأكل فلا بأس، یعنی ویسے ہی مار ڈالنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اضاعت ہے لیکن اگر کوئی شخص انکو ذبح کرے کھانے کی نیت سے تو وہ امر آخر ہے اھ[2]۔

ان دونوں پرندوں کی حلت مختلف فیہ ہے جیسا کہ ہامش بذل[3] میں ہے، حنفیہ کے نزدیک دونوں حلال تو ہیں لیکن مکروہ، نقلہ ابن عابدین عن غرر الافکار، اور ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے ھدھد اور صرد دونوں کے بارے میں حلت نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ امام احمدؒ سے دوسری روایت ان دونوں کی تحریم کی ہے، اور علامہ دمیریؒ نے حیاۃ الحیوان میں اصح قول ان دونوں ہی کے بارے میں حرمت کا لکھا ہے[4]۔

٥٢٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ سَعْدٍ» عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَرَةُ، فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «مَنْ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ٨ ص ٦٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٢٠٨

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٢٠٨

[4] ونصه هكذا: الاصح تحريم اكله لنهي النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم عن اكله لانه نتن الريح ويقتات الدود، وقيل يحل اكله لانه يحكى عن الشافعي وجوب الفدية فيه وعنده لا يفدى الا الماكول یعنی امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اگر محرم اس کا شکار کرے تو اس میں فدیہ واجب ہے اور فدیہ ان کے نزدیک ماکول ہی جانور میں ہوتا ہے دلیل انکی روایت ثانیہ یعنی حلت کی ہے، وكتب في بيان الصرد: الاصح تحريم اكله لما رواه الامام احمد وابو داؤد وابن ماجه۔ وذكر ١٠ مث الباب۔ وقيل انه يوكل لان الشافعي اوجب فيه الجزاء على المحرم اذا قتله وبه قال مالك الخ۔

فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا» وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: «مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟» قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا اس کے ساتھ اس کے بچے تھے تو ہم نے اس چڑیا کے دونوں بچوں کو لے لیا تو وہ چڑیا آتی اور اپنے پروں کو زمین کے قریب کرتی (پر پھڑ پھڑاتی) جب حضور ﷺ قضاء حاجت سے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کس نے اس چڑیا کو اس کے بچے لے کر تکلیف میں ڈالا؟ اس چڑیا کو اس کے بچے واپس لوٹا دو۔ اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جو ہم نے جلا دیا تھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کس نے چیونٹیوں کے اس بل کو جلایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ہم نے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (آگ کے ذریعہ صرف آگ کے مالک (اللہ پاک) ہی عذاب دے سکتے ہیں) اللہ پاک کے علاوہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ آگ کے ذریعے عذاب دے۔

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٩٦)

شرح الحدیث: اس باب کی آخری حدیث كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً الخ یہ حدیث یہاں بسندہ ومتنہ مکرر ہے اس سے پہلے کتاب الجهاد باب کراهية حرق العدو بالنار [1] میں گزر چکی، اور ایک روایت تقریباً اسی کے ہم معنی پرندہ کے جوزوں کے بارے میں کتاب الجنائز کے شروع میں بھی گزر چکی ہے ایک حدیث کے ضمن میں جو دیکھنا چاہے اس کو بھی دیکھ لے۔

٧٥- بَابٌ فِي قَتْلِ الضِّفْدَعِ

مینڈک مارنے کا بیان

٥٢٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ: «أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ، يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عثمانؓ کہتے ہیں کہ ایک طبیب نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ مینڈک کو مار کر دوا میں ڈالنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمادیا (کیونکہ مینڈک نہ موذی جانور ہے اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے مارنے پر دواء موقوف ہے بذل المجہود)

تخریج: سنن أبي داود - الأدب (٥٢٦٩) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٨)

شرح الحدیث: یعنی ایک طبیب نے آپ ﷺ سے مینڈک کے بارے میں کسی دوا میں ملانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے قتل سے منع کر دیا، هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ کتاب الطهارة میں اس حدیث کی شرح میں میتۃ البحر کے بارے میں امام شافعیؒ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في كراهية حرق العدو بالنار ٢٦٧٥

کا ایک قول یہ گزرا ہے کہ سب حلال ہے سوائے ضفدع کے اسی حدیث کی بناء پر، بذل میں ضفدع کے بارے میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ ضفدع ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے کے لئے پانی لے کر آتا تھا (بخلاف وزغ کے کمامر) ویقال إنها أكثر الدواب تسبیحا، کہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے، بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جس دوا کا ذکر ہے جس میں ضفدع کے ملانے سے منع کیا گیا ہے اس سے کھانے کی دوا مراد ہے اھ گویا انتفاع بغیر الاکل جائز ہے [1]۔

٧٦ - بَابٌ فِي الْخَذْفِ

چھوٹی کنکریاں مارنے کا بیان

٥٢٧٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا يَنْكَأُ عَدُوًّا، وَإِنَّمَا يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ».

ترجمۃ: عبد اللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی کنکریاں مارنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: اس کنکر مارنے سے نہ تو شکار مرتا ہے اور نہ ہی دشمن کو زخمی کرتا ہے۔ البتہ کسی کی آنکھ کو پھوڑ دے گا یا کسی کا دانت توڑ ڈالے گا یہ نقصان ضرور ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٦١) سنن النسائي - القسامة (٤٨١٥) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٧٠) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٦/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٤/٥) سنن الدارمي - المقدمة (٤٣٩)

شرح الحدیث: خذف کہتے ہیں کوئی چھوٹی سی کنکری یا گٹھلی دو انگلیوں (سبابتین) کے درمیان رکھ کر یا مسبحہ اور ابہام کے درمیان رکھ کر پھینکنا، حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خذف سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ نہ تو اس سے کوئی شکار ہوتا ہے اور نہ یہ دشمن کو زخمی کرتا ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں لگ کر اس کو پھوڑ دے یا کسی کے دانت توڑ دے، یعنی خذف میں نفع کچھ نہیں، ضرر کا اندیشہ ہے، وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو اس سے کوئی شکار ہوتا ہے یعنی اسکا مقصود اس سے شکار کرنا ہوتا ہی نہیں، اور اگر وہ کسی جانور کے لگ کر اسکا شکار ہو بھی جائے تو ایسا شکار حلال نہیں موقوذ ہونے کی وجہ سے، بخلاف ترامی کے یعنی تیر اندازی کی مشق کے کہ وہ سراسر مفید ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ [2] کہ اس میں دشمن کے لئے تیاری ہے۔

خذف کا ذکر کتاب الحج میں رمی کے بیان میں گزر چکا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ [3]، خذف عام طور سے لڑکے ہی کھیلتے ہیں تو گویا اس میں بچوں کو منع کیا گیا ہے اس حرکت سے کہ یہ خلاف ادب ہے اور یہ کتاب ہے بھی کتاب الأدب۔ والحدیث اخرجه البخاری ومسلم

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢٠٩ - ٢١٠

[2] صحيح مسلم - كتاب الإمارة - باب فضل الرمي والحث عليه، وذم من علمه ثم نسيه ١٩١٧

[3] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم ١٩٠٥

وابن ماجه، قاله المنذري۔

۷۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِتَانِ

ختنہ کرنے کا بیان

ختان کا ذکر اس سے پہلے کتاب الطہارۃ أبواب السواك میں عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ [1] کے ذیل میں آچکا ہے اسکا حکم بھی وہاں گزر چکا، اور دوسری مرتبہ اس کا ذکر أبواب الغسل اذا التقی الختانان وجب الغسل [2] میں بھی گزر گیا، یہاں پر اسکے بارے میں حدیث الباب میں ایک اور چیز اور ایک خاص ادب ذکر کیا گیا ہے۔

۵۲۷۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ مُرْسَلًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ مَجْهُولٌ وَهَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ.

ترجمہ: ام عطیہ انصاریہ کہتی ہیں کہ ایک عورت مدینہ منورہ میں ختنہ کیا کرتی تھی تو حضور ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تم لڑکیوں کا ختنہ کرنے میں مبالغہ کرو کیونکہ ختنہ کرنے میں مبالغہ کرنے سے عورت کے لئے زیادہ لذت ہے اور شوہر کے لئے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمر نے عبد الملک بن عمیر کے واسطہ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی اور اسی حدیث کی سند کے مثل نقل کیا ہے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند قوی سے مروی نہیں۔

شرح الحدیث: نا محمد بن حسان نا عبد الوهاب الکوفی عن عبد الملک بن عمیر، بعض نسخوں میں اسی طرح ہے "نا عبد الوہاب" لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ رواۃ میں کوئی عبد الوہاب کوفی نہیں ہے اور نہ اس نام کا کوئی راوی عبد الملک بن عمیر کے تلامذہ میں ہے، اور صحیح [3] وہ ہے جو بعض دوسرے نسخوں میں ہے: "قال عبد الوہاب الکوفی" اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مصنف کے اس حدیث میں دو استاذ ہیں سلیمان اور عبد الوہاب ان دونوں میں سے محمد بن حسان کی صفت "الکوفی" صرف عبد الوہاب نے ذکر کی سلیمان نے نہیں۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب السواك من الفطرة ۵۳

[2] وَأَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب الإكسال ۲۱۶)

[3] الحمد للہ جو نسخہ متن ابی داود کیلئے تحقیق محمد محيي الدين عبد الحميد منتخب کیا گیا ہے اس میں اسی طرح ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ»: ام عطیہ انصاریہ جن کا نام نُسیبہ ہے یا نُسینہ، جن کے بارے میں کتاب الجنائز میں یہ گزرا ہے کہ یہ غسل میت کا طریقہ خوب اچھی طرح جانتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو غسل دیا کرتی تھیں حتی کہ ابن سیرینؒ نے ان کی خدمت میں جا کر ان سے غسل میت کا طریقہ سیکھا، یہ یوں فرما رہی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جو ختنہ لڑکیوں کا کیا کرتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو لڑکیوں کے ختنہ کرنے میں مبالغہ نہ کیا کر بلکہ معمولی سے قطع پر اکتفاء کیا کر اس لئے کہ یہ عدم مبالغہ فی الختان عورت کے لئے زیادہ باعث لذت ہے اور مرد کو زیادہ محبوب، عورت کی شرمگاہ کے اوپر ایک کھال کا ٹکڑا سا ہوتا ہے عرف الدیک یعنی مرغے کی کلغی کی طرح، لڑکی کے ختنہ میں اسی کو قطع کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو جو یہ کام کرتی تھی یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اسکے کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا کر تھوڑا سا حصہ اس کا کاٹ کر کچھ باقی رہنے دیا کر "نهك" کے معنی کسی کام کو مبالغہ کے ساتھ کرنا بخلاف لڑکے کے ختنہ کے کہ وہ اچھی طرح ہونی چاہئے جس سے پورا حشفہ ظاہر ہو جائے لڑکی کے ختنہ میں خفض اور خفاض کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور لڑکے میں ختن اور ختان اسی لئے لڑکیوں کے ختنہ کرنے والی کو خافضہ کہتے ہیں اس عورت کا نام بھی جو خافضہ تھی ام عطیہؓ ہی تھا چنانچہ مستدرك حاكم کی روایت میں ہے عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كَانَتْ بِالْمَدِينَةِ امْرَأَةٌ تَخْفِضُ النِّسَاءَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ عَطِيَّةَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْفِضِي وَلَا تُنْهِكِي، فَإِنَّهُ أَنْضَرُ لِلْوَجْهِ وَأَحْظَى عِنْدَ الزَّوْجِ» [1] یہاں پر ابو داود کی روایت میں حدیث کو روایت کرنے والی ام عطیہ الانصاریہؓ ہیں وہ یہاں فرماتی ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت تھی جو لڑکیوں کے ختنہ کیا کرتی تھی اور ابھی حاکم کی روایت سے یہ گزرا ضحاک بن قیس کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کو ام عطیہ کہا جاتا تھا وہ لڑکیوں کے ختنہ کیا کرتی تھی، ممکن ہے کہ یہاں ابو داود میں امرأة كانت تختن بالمدينة کا مصداق خود یہی ام عطیہ الانصاریہؓ ہوں جو راوی حدیث میں انہوں نے اپنے آپ کو غائب سے تعبیر کیا اور اپنا خافضہ ہونا ظاہر نہیں کیا، أسد الغابة میں أم عطية الأنصارية الخافضة کا ترجمہ مستقل ہے اور ام عطیہ الانصاریہؓ جن کا نام نُسیبہ ہے اور یہ کہ وہ اموات کو غسل دیا کرتی تھیں ان کا ترجمہ الگ ہے لیکن ام عطیہ خافضہؓ کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے قال أبو موسى: وأظنها المذكورة يعني أم عطية نسيبة التي يأتي ذكرها بعد هذه اھ [2] واللہ تعالی اعلم۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عمر، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ، بذل میں لکھا ہے کہ اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے عن عبید اللہ بن عمر بدون الواو، اور بعض نسخوں میں عبيد الله بن عمرو ہے بفتح العين مع الواو وهو الصواب لانه عبيد الله

[1] المستدرك على الصحيحين - كتاب معرفة الصحابةؓ - باب ذكر الضحاك بن قيس الأكبرؓ ٦٢٣٦ - ج ٣ ص ٦٠٣

[2] أسد الغابة في معرفة الصحابة - ج ٧ ص ٣٥٦

بن عمرو بن أبي الوليد الاسدی مولاھم ابو وھب الجزری الرقی، روی عن عبد الملك بن عمیر اھ ❶۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ، یعنی یہ حدیث قوی نہیں ہے جس کی وجہ خود مصنف نے بیان کی جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ مَجْهُولٌ۔

فائدہ: حاشیۂ بذل میں ہے: ثم فی ختانه صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم ثلاثة اقوال بسطها صاحب الخمیس (ج ۱ ص ۲۰۴-۲۰۶) واجملها ابن القیم (ج ۱ ص ۱۹) وحکی عن کمال الدین ابن العدیم انه ختن علی عادة العرب وکان عموم هذه السنة للعرب قاطبة مغنیا عن نقل معین فیها یعنی ابن العدیمؒ کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ختنہ پیدائش کے بعد حسب عادت عرب کی گئی، اور چونکہ ختنہ کا طریق عربوں میں عام تھا اسلئے اس کیلئے مستقل نقل کی کوئی حاجت نہیں سمجھی گئی، اسی طرح شامی (ج ۱۰ ص ۴۸۲) میں ہے الأشبه بالصواب أنه ﷺ لم یولد مختونا یعنی صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ قدرۃ اور پیدائشی مختون نہیں تھے۔

۷۸۔ بَابٌ فِي مَشْيِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الطَّرِيقِ

عورتوں کا راستہ میں مردوں کے ساتھ چلنے کا بیان

اور ایک نسخہ میں ہے بَابٌ فِي مَشْيِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الطَّرِيقِ ❷۔

۵۲۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْيَمَانِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ: «اسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ» فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ.

ترجمہ: حمزہ بن ابی اسید انصاری کہتے ہیں: کہ ان کے والد ابو اسیدؓ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا...... حضور ﷺ اس وقت مسجد سے باہر تھے اور مردوں کو راستہ میں عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو گیا تھا...... تو حضور ﷺ نے عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ تم پیچھے ہو جاؤ تمہارے لئے درمیانی راستہ میں چلنے کا کوئی حق نہیں ہے تم پر لازم ہے کہ تم راستے کے کناروں پر چلو...... تو عورت (اس فرمان کو سننے کے بعد) دیوار سے چپک کر چلتی تھی یہاں تک کہ اس عورت کے دیوار سے چپک کر چلنے کی وجہ سے اس کے کپڑے دیوار سے لٹک جاتے تھے۔

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۲۰ ص ۲۱۴

❷ جیسا کہ یہاں پر ہے جب کہ نسخہ بذل میں باب ما جاء فی مشی النساء فی الطریق کا ترجمہ ہے۔

شرح الحديث: حمزۃ بن ابی اُسید روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابو اسید انصاریؓ سے یہ اُسید بضم الہمزۃ صحیح ہے بعض نے بفتح الہمزہ ضبط کیا ہے وہ صحیح نہیں قالہ المنذریؒ اسی طرح سند میں عن شداد بن ابی عمرو بن حماس اس میں حماس بکسر الحاء المہملۃ ہے کمافی البذل بعض کتابوں میں اس کو کاتب کے قلم سے حماس لکھا ہے وہ صحیح نہیں [1]۔

ابو اُسید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے جب کہ آپ ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے اور حال یہ کہ راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے کہ مردوں سے پیچھے رہو اور دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ حاقّ الطریق میں چلو یعنی سڑک کے بیچ میں، تمہارے لئے ضروری ہے کہ سڑک کے کناروں کو اختیار کرو، راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس ہدایت کے بعد میں نے ہر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دیوار سے مل کر چلتی تھی یہاں تک کہ اس کے کپڑے دیوار سے لگ جاتے تھے۔

٥٢٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى أَنْ يَمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ مرد، دو عوتوں کے بیچ میں چلے۔

شرح الحديث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تے منع فرمایا: اس بات سے کہ مرد دو عورتوں کے درمیان چلے، یعنی راستے میں چلتے وقت مرد کو عورتوں سے علیحدہ ہو کر چلنا چاہیے۔

٧٩ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسُبُّ الدَّهْرَ

کوئی شخص زمانے کو برا بھلا کہے اس کا بیان

٥٢٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: «يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» قَالَ ابْنُ السَّرْحِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، مَكَانَ سَعِيدٍ وَاللهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ میں خود ہی زمانہ ہوں تمام معاملات میرے قبضہ قدرت میں ہیں۔ میں رات اور دن کو الٹ پھیر کرتا رہتا ہوں۔ ابن السرح مصنف کے دوسرے استاد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پہلے عن سعید راوی کے بجائے ابن المسیب کہا ہے (یعنی راوی کو نام کے بجائے اس کی کنیت سے ذکر کیا)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ٢٠ ص ٢١٥ ـ ٢١٦

تخریج: صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٤٩) صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٤٦) سنن أبي داود - الأدب (٥٢٧٤) موطأ مالك - الجامع (١٨٤٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے بعد بعض نسخوں میں يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ہے یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرمارہے ہیں لہٰذا یہ حدیث حدیث قدسی ہوئی، مضمون حدیث یہ ہے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ یوں فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے (وہ کیسے) کہ زمانہ کو گالی دیتا ہے برابھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں، یعنی زمانہ کو جن کاموں اور حالات کی وجہ سے وہ برا کہتا ہے ان افعال اور حالات کا پیدا کرنے والا تو میں ہی ہوں جملہ امور میرے ہی ہاتھ میں ہیں دن اور رات کی گردش میری طرف سے ہے، یعنی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مصائب کے پیش آنے کے وقت زمانہ کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں، یا خيبة الدهر، وائے ناکامی زمانہ، علامہ عینیؒ نے امام خطابیؒ سے نقل کیا کہ اہل جاہلیہ مصائب وحوادث کی نسبت دھر کی طرف کرتے تھے اور اس طرح کے لوگوں کے دو فرقے تھے ایک فرقہ تو وہ تھا جس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں تھا اس کو پہچانتے ہی نہیں تھے سوائے دھر اور لیل ونہار کے تو وہ تمام ناگوار اور مکروہ چیزوں کو زمانہ ہی کی طرف منسوب کیا کرتے تھے، اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ زمانہ ہی کا فعل ہے، یہ فرقہ تو وہی ہے جس کو دھریہ کہا جاتا ہے جن کا مقولہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نقل کیا ہے وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ [1] اور ایک فرقہ وہ تھا جو خالق اشیاء کو پہچانتا تھا اور اس کا قائل تھا لیکن وہ مصائب اور ناگوار امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتا تھا بلکہ ان کی نسبت دھر اور زمان کی طرف کرتا تھا، اور یہ دونوں ہی فریق اس بات میں مشترک تھے کہ دھر یعنی زمانہ کی مذمت اور اس کو گالی دیتے تھے، تو آپ ﷺ نے ایسا کہنے سے منع کیا کہ زمانہ کو گالی دینا تو گویا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے اس لئے کہ جن ناگوار امور کو زمانہ کی طرف سے سمجھ کر زمانہ کو برا کہا جارہا ہے وہ ناگوار امور اور مصائب زمانہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اس لئے یہ گالی زمانہ کی طرف سے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچتی ہے۔ وَأَنَا الدَّهْرُ کو دو طرح پڑھا گیا ہے مرفوع اور منصوب، راجح ان میں سے رفع ہی ہے اور یہ مبتدا خبر ہے کہ زمانہ میں ہی ہوں یعنی زمانہ میں انقلابات اور تغیرات لانے والا میں ہی ہوں، أي أنا خالق الدهر ومقلبه (بذل [2]) اور دھر کو منصوب پڑھا گیا ہے اس کو ظرف قرار دیتے ہوئے یعنی جملہ امور میرے ہاتھ ہیں ہمیشہ سے طول الدھر اور تقلیب لیل ونہار میں ہی کرتا ہوں، علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص افعال یعنی تغیرات وانقلابات میں سے کسی ایک کی نسبت زمانہ کی طرف حقیقۃً کرے گا تو اس سے کفر لازم آجائے گا اور جس شخص کی زبان پر یہ لفظ بغیر قصد اور عقیدہ کے آجائے تو وہ

---

[1] اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانہ سے (سورۃ الجاثیۃ ٢٤)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٢٠ ص ٢١٨.

کافر نہ ہوگا بلکہ یہ قول اس کے لئے مکروہ ہوگا اہل کفر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس اطلاق میں اور اسی طرح مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا[1] کا حکم ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بعض وہ علماء جو غیر محقق ہیں، انہوں نے یہ بات کہی کہ دھر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور یہ غلط ہے دھر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے فإن الدهر مدة زمان الدنيا اسلئے کہ دھر تو اس دنیا کے زمانہ کی مدت کا نام ہے[2]۔

یہاں ابھی دو باتیں باقی ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا کیا مطلب؟ اس لئے کہ ایذاء مستلزم ہے تأذی کو، ایذاء کے معنی ہیں تکلیف پہنچانا جس کیلئے تاذی یعنی تکلیف کا پہنچنا اور اس سے متاثر ہونا لازم ہے حالانکہ تأذی مقولہ انفعال سے ہے اور حق تعالیٰ شانہ کی صفت یہ ہے کہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ[3] ہے اور وہ فاعل مختار ہے نہ کہ منفعل (دوسرے کے فعل کا اثر قبول کرنے والا) اللہ تعالیٰ تو ہر چیز میں مؤثر ہیں نہ کہ اس سے متاثر، اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے فرمایا قوله عز وجل يؤذيني ابن آدم فمعناه يعاملني معاملةً توجب الأذى في حقكم[4] یعنی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا کہ ابن آدم میرے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جو خود ان کے اعتبار سے سبب ایذاء ہے یعنی اگر کوئی انسان کسی دوسرے ایسے انسان کے ساتھ جو اس کا محسن اعظم و مربی ہو ایسا گستاخانہ معاملہ کرے تو یقیناً اس کو اس سے اذیت ہوگی۔ اور بعض حضرات نے ایسا لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا مطلب ان افعال کا ارتکاب ہے جو اس کو ناپسند ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ شانہ کو کون ایذاء پہنچا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے اوپر کہا کہ یہ حدیث حدیث قدسی[5] ہے، حدیث قدسی کسے کہتے ہیں؟ اور اس میں اور قرآن میں

---

(1) صحیح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان كفر من قال: مطرنا بالنوء ٧١

(2) فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٥٦٦، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢١٨

(3) کر ڈالنے والا جو چاہے (سورۃ البروج ١٦)

(4) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ١٥ ص ٢

(5) الفرق بين الحديث القدسي والقرآن.

(لابن القيم الجوزی) باثنی عشر وجهًا: ① جواز تلاوته وروايته للجنب دون القرآن، ② يجوز للمحدث مس محلة المكتوب وكتابته دون القرآن، ③ انه لا ينعقد الصلوة به ولا يسقط به فرض القراءة، ④ انه لا يلحق بالمصحف ولا يدخل فيه، ⑤ انه لا يسمى قرآنا، ⑥ انه لا ينسخ به القرآن عند من يقول السنة لا تنسخ القرآن، ⑦ انه لا يضمن لتاليه بكل حرف عشر حسنات، ⑧ من منع بيع المصحف وشراءه كاحمد والشافعی فی المشهور عنه وجمهور السلف لا يمنع لبيع من الكتاب المتضمن لهذا الآثار وشراءه بل هو عنده بمنزلة كتب الحديث، ⑨ انه يجوز روايته بالمعنى عند من يجوز رواية الحديث بالمعنى بخلاف القرآن، ⑩ انه لم يقع به التحدى والاعجاز ولا ببعضه كما وقع بالقرآن وبعشر سور منه وبسورة واحدة منه ولهذا لا يسمى الجملة منه آية ولا سورة باتفاق المسلمين، ⑪ انه يعمل منه بما روى باخبار الاحاد ويثبت بها والقرآن يشترط نقله بالتواتر ⑫ انه يجوز نسخه بالسنة ويكون حكمه فی ذلك حكم نسخ السنة بالسنة والله اعلم بالصواب. (لابن القيم الجوزی)

کیا فرق ہے؟

جواب: حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کی نسبت حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے، حدیث قدسی میں مضمون حق اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور اقدس ﷺ کے ہوتے ہیں تو گویا حدیث قدسی کی حقیقت وحی غیر متلو ہے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ قرآن اور حدیث قدسی میں علماء نے کئی طرح فرق لکھا ہے:

ا. قرآن قطعی ہے اور حدیث قدسی غیر قطعی۔

ب. قرآن معجز ہے اور حدیث قدسی غیر معجز۔

ج. قرآن کریم متلو ہے یعنی جس کی نماز میں تلاوت کی جاتی ہے اور حدیث قدسی غیر متلو ہے۔

د. قرآن کریم منزل من اللہ تعالیٰ ہے یعنی بلفظہ و معناہ، اور حدیث قدسی غیر منزل من اللہ ہے کیونکہ اس میں الفاظ آپ ﷺ کے ہیں۔

بہت سے حضرات محدثین نے صرف احادیث قدسیہ کو یکجا جمع کیا ہے اور یہ مطبوعہ کتابیں ملتی بھی ہیں ان ہی حضرات میں سے ایک مجموعہ ابن عربیؒ کا ہے جس میں انہوں نے سو احادیث قدسیہ جمع کی ہیں اور ایسے ہی شیخ عبد الغنی نابلسیؒ کا بھی ہے ایک مجموعہ ہے، اور اسی طرح ایک مجموعہ ملا قاریؒ کا ہے اور ان ہی میں سے علامہ عبد الرؤف المناوی بھی ہیں۔ سند کے اخیر میں ہے۔

قَالَ ابْنُ السَّرْحِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، مَكَانَ سَعِيدٍ، مصنفؒ کے اس حدیث میں دو استاد ہیں محمد بن الصباح اور احمد بن عمرو بن السرح، امام ابو داؤدؒ فرمارہے ہیں اوپر سند میں جو "عن سعید" آیا ہے تو یہ لفظ محمد بن الصباح کے ہیں اور میرے دوسرے استاد ابن السرح نے بجائے عن سعید کے عن ابن المسیب کہا۔

اب یہاں کتاب میں آخری لفظ سعید ہے اسی پر کتاب ختم ہے تو اب یہ سمجھئے کہ براعت اختتام اسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب قارئین کتاب کو دارین کی سعادت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔ والحديث اخرجه البخاري ومسلم والنسائي. قاله المنذري۔

آخر أَبْوَابُ النَّوْمِ

وهذا آخر ما اردت ايراده في هذا الشرح وقد تم به هذا الشرح بعون الله تعالى و توفيقه. فالحمد لله اولاً و آخراً والصلوة

والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه سرمداً ودائماً.

چونکہ اس شرح کی تکمیل بذل المجهود کی طرح مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس پوری شرح میں بذل المجهود شریف من أوله الی آخره ہمارے سامنے رہی اور درحقیقت الدر المنضود کا جو کچھ فیض اور نفع ہے وہ سب ہمارے شیخ و مرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب المهاجر المدنی نور اللہ تعالی مرقدہ اور ان کے شیخ و مرشد یعنی صاحب بذل المجهود والمحدث الکبیر والفقیه النبیل رئیس المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی سہارنپوری المهاجر المدنی قدس سرہ ہی کی طرف منسوب ہے اسی لئے حضرت نے بذل کے اخیر میں جو عبارت تحریر فرمائی اس کو یہاں استبراکاً نقل کراتا ہوں: قد

تم وكمل بتوفيق الله سبحانه وتعالى وحسن تسديده في المدينة المنورة في روضة من رياض الجنة عند قبر سيد ولد آدم بل سيد الخلق والعالم بتاريخ إحد وعشرين من شهر شعبان سنة خمس وأربعين بعد ثلاث مائة وألف من هجرة النبي الأمين، اللّٰهم تقبله منا كما تقبلت من عبادك المقربين الصالحين واجعله خالصا لوجهك الكريم واغفرلنا ما وقع منا من الخطأ والزلل ومالا ترضى به من العمل فإنك عفو كريم رب غفور رحيم [1].

الدر المنضود على سنن أبي داؤد کی یہ جلد سادس جو کہ آخری جلد ہے آج ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بروز چار شنبہ بوقت دوپہر بارہ بج کر دس منٹ پر مدینہ منورہ میں پوری ہوئی، آخر کی تین جلدیں بفضلہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں لکھی گئیں عزیز گرامی قدر مولانا ومولوی حبیب اللہ چمپارنی ثم المدنی خادم خاص حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے تعاون کے ساتھ جمع مواد اور املاء وتحریر میں، فجزاه الله تعالى وسائر من اعانني في هذا التاليف احسن الجزاء ورزقني واياهم لما يحبه ويرضاه۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ

۲۰، ۱۲، ۱۴۲۴ھ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۲۰ ص ۲۱۸ ـ ۲۱۹

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

موبائل: 0312-5740900, 0321-2098691

مکتبہ زکریا

دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سوبراج ہسپتال، اُردو بازار، کراچی

موبائل: 021-32621095, 0312-2438530